تذکرہ اولیائے برصغیر
(پاک و ہند)
پاک و ہند کے چھ سو کے قریب اولیائے کرام کا مستند تذکرہ
مرزا محمد اختر دہلوی
ملک اینڈ کمپنی رحمان مارکیٹ
غزنی سٹریٹ ۔ اردو بازار لاہور

(پاک و ہند)

پاک و ہند کے چھ سو کے قریب اولیائے کرام کا حسین تذکرہ

حصہ اوّل

مرزا محمّد اختر دہلوی

ملک اینڈ کمپنی رحمان مارکیٹ
غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

نام کتاب .... تذکرہ اولیائے بر صغیر

مصنف .... مرزا محمد اختر دہلوی

تعداد ....

طبع .... اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر ....ملک اینڈ کمپنی لاہور

قیمت ....۲۰۰/- روپے

واحد تقسیم کار

شبیر برادرز 40بی اردو بازار لاہور

تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان

فہرست مضامین جلد اوّل

تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان

فہرست مضامین جلد دوم

تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان

فہرست مضامین جلد سوم

ناظرین کتاب پر واضح رہے کہ جملہ ارباب تصوف متفق ہیں کہ خرقہ درویشی درگاہ رب العالمین سے بہ شب معراج حضرت رسالت پناہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا جب حضرت معراج سے واپس تشریف لائے صبح کو محفل اصحاب میں بموجب فرمان الٰہی کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرما کر علم معرفت کی تعلیم فرمائی وہ خرقہ گلیم سیاہ تھا حضرت نے ستر صاحبوں کو مرید فرمایا اور چاروں صاحبوں کو اپنا خلیفہ کیا وہ چار پیر کہلاتے ہیں۔ اوّل حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسرے خواجہ کمیل بن زیاد قدس سرہٗ چوتھے حضرت خواجہ حسن بصری کہ ان حضرت کو امیر المومنین نے وہ خرقہ درویشی عطیہ رسول مقبول عنایت فرما کر مقتدائے مشائخ فرمایا جب وہ خرقہ خواجگان چشت میں منتقل ہوا۔ خرقہ خواجگان چشت کہلایا۔ چنانچہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی تک سلسلہ دار پہنچا، ان حضرات نے ان کو اپنے ہمراہ اپنے مرقد مقدس میں رکھوایا، اور کیفیت ہفت گروہ کی اس طرح پر ہے کہ جب فقر بڑھا اس وقت سات گروہ مشہور ہوئے۔ اوّل گروہ کمیلیہ خواجہ کمیل بن زیاد سے، دوسرا گروہ بصریہ، خواجہ حسن بصری سے تیسرا گروہ اویسیہ، خواجہ اویس قرنی سے، چوتھا گروہ قلندریہ، خواجہ ابو علی قلندر سے، بدایون مکہ معظمہ میں ایک محلہ کا نام ہے یہ اس محلہ کے رہنے والے تھے۔ پانچواں گروہ سلمانیہ، خواجہ سلمان فارسی سے جاری ہوا، چھٹا گروہ یمینیہ، خواجہ یمین الدین شامی سے جاری ہوا، کہ یہ بھی مرید اور اجازت یافتہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے تھے، ساتواں گروہ نقشبندیہ، حضرت قاسم بن محمد ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاری ہوا، اور چودہ خانوادوں کی کیفیت یہ ہے کہ خواجہ حسن بصری مسبوق الذکر آپ کے دو خلیفہ اکمل ہوئے، یعنی خواجہ حبیب عجمی کہ ان سے جو خانوادہ ہیں وہ عموماً قادریہ کہلاتے ہیں، اوّل حبیبیہ، خواجہ حبیب عجمی سے دوسرا طیفوریہ، خواجہ بایزید بسطامی طیفور شامی سے

جاری ہوا، تیسرا خانوادہ کرخیہ، معروف کرخی سے جاری ہوا، چوتھا خانوادہ سقطیہ، خواجہ حسن سری سقطی سے جاری ہوا، پانچواں خانوادہ جنیدیہ، خواجہ جنید بغدادی سے، چھٹا خانوادہ گازرونیہ، خواجہ ابواسحاق گازرونی سے، ساتواں خانوادہ طوسیہ، خواجہ ابوالفرح طوسی سے، آٹھواں خانوادہ فردوسیہ، شیخ نجیب الدین اکبر فردوسی سے، نواں خانوادہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے جاری ہوا۔ مفصلاً جن کا ذکر اپنے اپنے موقعہ پر آوے گا۔ اور خواجہ عبدالواحد بن زید خلیفہ کلاں خواجہ حسن بصری کہ ان سے پانچ خانوادے جاری ہوئے، عموماً چشت کہلاتے ہیں، اول خانوادہ زیدیہ، خواجہ عبدالواحد بن زید سے، دوسرا خانوادہ عیاضیاں، خواجہ فضیل بن عیاض سے، تیسرا خانوادہ ادہمیہ، خواجہ ابراہیم بن خواجہ ادہم بلخی سے، چوتھا خانوادہ ہبیرت البصری سے، پانچواں خانوادہ چشتیہ، خواجہ ابواسحاق چشتی سے لقب پایا اور ختم حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری چشتی ثم اجمیری تک ہوا، بعد میں ہر ایک خانوادہ سے کئی کئی گروہ جاری ہوئے، چنانچہ خانوادہ ادہمیہ سے گروہ خضریہ نکلا، اور خانوادہ چشتیہ سے چودہ گروہ نکلے جو یہ ہیں۔ چشتیہ کرمانیہ[1]، کریمیہ[2]، صابریہ[3]، قلندریہ[4]، نظامیہ[5]، مخدومیہ[6]، حسامیہ[7]، نظام شاہی[8]، قلندرشاہی[9]، حمزہ شاہی[10]، فخریہ[11]، جلیلیہ[12]، چرکھا شاہی، اور وہ فرقے کہ جو خانوادہ قادری سے جاری ہوئے، ان کی تفصیل یہ ہے کہ خانوادہ طیفوریہ سے چھیاسٹھ گروہ جاری ہوئے، یہ دوسرے طبقاطیہ جس کے پینسٹھ جز ہیں سات عاشقان کہلائے ہیں، چار خانوادہ ان دو طالبان، باون دیوانگان مشہور ہیں، خانوادہ جنیدیہ سے، تین فرقے انصاریہ، رفعی، بسویہ جاری ہوئے، خانوادہ گازرونیہ سے دو گروہ جاری ہوئے، زاہدیہ اور اولیائے اور خانوادہ سقطیہ سے گروہ نوریہ جاری ہوا، خانوادہ طوسیہ سے اکیس گروہ نکلے، اول قادریہ، دوم رزاقیہ، سوم دمایہ، چہارم قبیشیہ، پنجم میاں خیل، ششم محمد شاہی، ہفتم غفور شاہی، ہشتم نعمت اللہ شاہی، نہم سید شاہی، دہم بہلول شاہی، گیارہویں قمیصیہ، بارہویں میاں خیل، تیرہویں حسین شاہی، چودھویں ہاشم شاہی، پندرہویں مقیم شاہی، سولھویں نوشاہی، سترہویں جیاریہ، اٹھارہویں محمود شاہی، انیسویں سید شاہی، بیسویں خاکسار شاہی، اکیسویں قاسم شاہی، خانوادہ فردوسیہ سے ایک گروہ دو نام سے مشہور ہوا، سدوشاہی اور جڑھی شاہی

خانوادہ سُہروردیہ سے سترہ گروہ جاری ہوئے، پہلا صوفیہ، دوسرا جلالیہ، تیسرا لعل شہبازیہ، چوتھا مخدومیہ، پانچواں کرم علی جھلی، چھٹا موسیٰ شاہی کہ سدا سہاگ مشہور ہیں، ساتواں رسول شاہی، آٹھواں میراں شاہی، نواں عبدروسیہ، دسواں قاسم شاہی، گیارہواں رزاق شاہی بارہواں دولاشاہی، تیرہویں سید شاہی، چودہویں اسماعیل شاہی، پندرہویں حبیب شاہی سولھویں مرتضیٰ شاہی، سترہویں ناتہ شاہی اور خاندان نقشبندیہ داخل ہفت گروہ اول ہے اس میں تین فریق ہیں۔ نقشبندیہ، نقشبندیہ مجددیہ، نقشبندیہ ابوالعلائی، واضح ہو کہ اس کتاب میں ان اولیاء اللہ کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہندوستان میں گذرتے ہیں یا ہندوستان سے کرامت حاصل کرکے دیگر ممالک میں چلے گئے ہیں، علاوہ ان کے جو اور بزرگوں کا ذکر ہوا ہے ضمناً ہوا ہے۔

مرزا محمد اختر دہلوی

حصہ اول تذکرہ اولیاء اللہ چشتیہ میں کہ جن کی تعداد اس کتاب میں ہے

ذکر حضرت سلطان العارفین سراج السالکین خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری ہند الولی عطائے رسول ختم اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کہ عظمائے اولیاء و کبرائے مشائخ چشت سے ہیں، اوصاف حمیدہ و کرامات عجیبہ مشہور نزدیک و دور ہیں۔ آپ کے مرید اور مریدوں کے مرید سے ہزاروں اولیاء ہندوستان میں آسودہ ہیں اور موجود ہیں۔ روضہ متبرکہ حضرت خواجہ اور اُن کے خلامان سے فیض عام جاری ہیں۔ حضرت صحیح النسب سادات حسنی حسینی یعنی حضرت خواجہ بزرگ معین الدین بن حضرت غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن سید الکونین حضرت امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ولادت باسعادت حضرت خواجہ بزرگ کی بمقام سنجرستان بخانہ سید غیاث الدین حسن سنجری ۵۳۷ھ میں ہوئی، آثار ولادت و کرامت پیشانی نورانی حضرت سے ہویدا تھے۔ گیارہ برس تک نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی، جب پرورش پائی، جب عمر شریف گیارہ برس کی بقولے چودہ برس کی ہوئی آپ کے والد ماجد سید غیاث الدین نے رحلت فرمائی، آپ یتیم ہو گئے، آپ کے دو برادر حقیقی تھے۔ جائیداد پدری آپس میں تقسیم ہوئی، حضرت کے ترکہ میں ایک باغ اور پنچکی آئی۔ جس کی آمدنی سے حضرت نے چندے ایام گذاری کی ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت اپنے باغ میں تشریف فرما تھے، ایک مجذوب مسمی بابا ابراہیم قلندر اس باغ میں آ گئے، حضرت نے ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو کر سلام کیا، اور ان کے دست مبارک پر بوسہ دیا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے لا کر ان کو بٹھایا اور خوشہ انگور کے پیش کئے ان مجذوب نے بہ رغبت تمام ان کو کھایا، اور تھوڑی سی کھلی اپنی بغل میں سے نکال کر

اپنے منہ میں لی، اور اس کو قدرے چبا کر اپنے ہاتھ سے حضرت خواجہ کے دہن مبارک میں دی، مگا اس کے کھاتے ہی انوار الٰہی جلوہ گر ہوئے اور دنیا سے تنفر ہوا، اسی وقت اس باغ اور تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو فروخت کر کے مساکین کو تقسیم فرما کر طلب معبود حقیقی میں مسافر ہو کر اوّل رونق بخش سمرقند ہوئے، اور چندے قیام فرما کر علوم ظاہری کی تکمیل کر کے عراق و عرب کی طرف متوجہ ہوئے اور اہل اللہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے نواح نیشاپور میں وارد در قصبہ ہارون ہوئے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت بابرکت میں پہنچ کر شرف حضوری حاصل کیا اور مرید ہوئے اور سالہا سال خواجہ ہارونی کی خدمت حاضر رہ کر خدمات شائستہ بجا لا کر اور محنت شاقہ فرما کر علم الٰہی کی تکمیل کی، لکھا ہے کہ بیس سال چھ ماہ اپنے مرشد برحق کی خدمت میں رہے اور ساڑھے بیس برس کے سفر میں مرشد کا کل سامانِ سفر اپنے کندھے پر لئے رہے، اور اس عرصہ میں کئی حج بھی کئے اور بعض نے تحریر کیا ہے کہ مرید ہونے کے ڈھائی برس بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے خرقہ خلافت عطا کر دیا تھا، الغرض قصبہ ہارون سے پہلا سفر قصبہ سنجان کا ہوا، اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات ہوئی، ڈھائی ماہ وہاں رہ کر بغداد شریف میں آئے، وہاں سے کوہ جودی پر آئے، یہ وہ کوہ ہے کہ بعد طوفان کے کشتی نوح علیہ السلام اسی کوہ پر قائم ہوئی تھی، وہاں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ہم صحبت رہے، پانچ ماہ سات روز ایک حجری حجرہ میں مقیم رہے وہ حجرہ زیارت گاہ خاص و عام ہے، اور حضرت غوث پاک کے ہمراہ جیلان اور بغداد کی سیر کی، اور بغداد میں حضرت شیخ ضیاء الدین سے ملے، اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ سے بہت کچھ ربط وضبط رہا، اور وہاں سے حضرت ہمدان میں تشریف لائے، اور محبوب سبحانی خواجہ واحد الدین کرمانی کی صحبت میں چندے رہ کر یوسف ہمدانی سے ملاقات کی فرمائی، وہاں سے عازم تبریز ہوئے اور حضرت ابو سعید تبریزی کے ہم صحبت رہے، بعدہٗ اصفہان میں تشریف لا کر خواجہ محمود اصفہانی سے ملے، اس کے بعد مہند میں رونق افروز ہوئے اور خواجہ ابو سعید مہندی سے ملے، وہاں سے استر آبادی کی زیارت سے مشرف ہوئے، جہاں

خواجہ ناصر الدین صاحب ولایت جو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ اور اس وقت ان کی عمر ایک سو ستائیس برس کی تھی، وہاں سے چل کر غزنی میں تشریف لائے، چند ایام حضرت شمس العارفین شیخ عبد الواحد غزنوی سے ملاقی ہوئے علاوہ ازیں صدہا اولیاء اللہ سے ملاقاتیں کیں، بعض سے فیضان حاصل کیا، اس کے بعد عازم طرف ہندوستان کے ہوئے، وجہ عزم طرف ہندوستان کی انیس الارواح میں تحریر ہے، کہ حضرت نے خود فرمایا، کہ ایک بار دعاگو ہمراہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی مکہ معظمہ میں پہنچا، خواجہ عثمان قدس سرہٗ نے زیر ناودان کعبہ کے میرے واسطے دعا کی، اور میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر سپرد بخدا کیا، غیب سے آواز آئی کہ معین الدین ہم نے قبول کیا اس آواز کو سننے سے شیخ شکر بدرگاہ حق بجالائے، بعد ازاں حج مدینہ منورہ میں آئے، جب دعاگو نے روضہ مطہرہ رسول مقبول پر عرض سلام کیا، آواز آئی علیک السلام یا قطب المشائخ ہند کی ولایت تجھ کو دی، یہ آواز سن کر میرے شیخ بہت خوش ہوئے اور دعاگو سے فرمایا کہ جا تو کمال کو پہنچا، بعدہٗ ہمراہ شیخ پھر بغداد شریف میں آیا، حضرت خواجہ عثمان نے خلوت قبول کی اور بندہ کو بامر رسول علیہ السلام واسطے اجرائے دین ہندوستان کی طرف مرخص فرمایا۔

خواجہ اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہو کر تبریز استرآباد اور ہرات میں چند مدت قیام پذیر رہے، اکثر شب کو شیخ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ شریف میں رہتے تھے، دن بھر سیر فرمایا کرتے تھے، اکثر قبرستانوں میں رہتے اپنی خوارق اور اظہار کرامت نہ فرماتے تھے اور صبح کی نماز عشا کے وضو سے ادا فرماتے تھے۔ اور ایک دن میں دو قرآن ختم فرماتے، جب ہرات میں حضرت کا شہرہ کرامت بلند ہوا وہاں سے شہر سبزہ میں تشریف لائے اس شہر میں یادگار میرزا کہ شیعہ تھا اور کاتب الحروف کا جد تھا، اس کا تعصب یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ اس کی رعایا سے جو شخص اپنی اولاد کا نام ابوبکر یا عمر رکھتا فوراً قتل کرا دیتا تھا، ایک روز حضرت خواجہ بھی یادگار میرزا کے باغ میں تشریف فرما ہوئے اور کنارہ حوض پر جلوہ افروز تھے۔ قدرت خدا سے وہ بھی آگیا،

حضرت کو دیکھتے ہی اس کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا اور بیہوش ہوکر گر پڑا اور جو ملازم امرائے دولت اس کے ہمرکاب تھے۔ سب پر خوف طاری تھا۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے قدرے پانی اسی حوض سے لے کر یادگار میرزا کے منہ پر چھڑکا، وہ ہوش میں آیا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو نے توبہ کی اس نے قدموں پر سر رکھا با عجز عرض کیا، کہ میں اپنے افعال ماضیہ سے توبہ کرتا ہوں اور صدق دل سے حضور کا غلام بنتا ہوں، آخر یادگار میرزا اور تمام اراکین سلطنت تائب ہوکر بیعت میں آئے، لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین اوشی بھی حضرت کے ہمرکاب تھے، الغرض یادگار میرزا نے تمام خزانہ اور غلام اور باندیاں آزاد کیں، اسباب ظاہری جس قدر تھا راہ خدا میں بذل درویشاں کیا، چند ہی روز میں بکمال ولایت فائز ہوکر خرقہ حاصل کر کے خلافت ظاہری اور باطنی ملک ہرات پر معمور رہا، حضرت ہرات سے بلخ میں تشریف فرما ہوئے، چندے حضرت شیخ احمد خضرویہ کے مہمان رہے، اس شہر میں حکیم ضیاء الدین بہت بڑا عالم اور درویشوں کا منکر تھا ایک بار موقعہ شکار میں حضرت نے دست مبارک سے ایک کلنگ کا شکار کر کے کباب تیار کئے، اسی وقت حکیم ضیاء الدین بھی وہاں آگیا اور حضرت کے نزدیک بیٹھا، حضرت نے کسی قدر کباب حکیم کو عنایت فرمائے، کھاتے ہی حکیم بیہوش ہو کر زمین پر گرا۔ جب ہوشیار ہوا خلوص دل سے معتقد ہوا اور کتب ہائے فلاسفہ دریا میں ڈالیں، چند عرصہ میں کامل وقت ہوا بعدہٗ حضرت بار دیگر رونق افروز بلخ ہوئے، چندے قیام فرماکر کوہستان افاغنہ کی سیر فرماتے ہوئے شہر لاہور میں رونق افروز ہوئے، اور دو ماہ تک مزار گہربار حضرت مخدوم علی علوی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہٗ پر معتکف رہ کر بعد حصول فوائد باطنی عازم طرف شہر دہلی کے ہوئے، بعد قطع مراحل منازل بہمراہی چہل اشخاص داخل دہلی ہوئے اور چندے قیام فرمایا، مؤرخاں صادق نے لکھا ہے کہ جب حضرت اپنے مرشد کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں تھے، اور سلام عرض کیا تو آواز ہوئی کہ علیک السلام یا قطب المشائخ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے، ہندوستان کی ولایت تجھ کو دی، اجمیر میں جاکر اقامت کر وہاں کفر کا غلبہ ہے تیرے

جانے سے اسلام ہوگا۔ یہ سن کر حضرت کو تحیر تھا کہ اجمیر کدھر ہے، اسی فکر میں آپ کو غنودگی آگئی، حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ معین الدین دیکھ تمام مشرق و مغرب کے دروازے تیرے لئے کھلے ہیں، اجمیر اور وہاں کے تمام پہاڑوں کے نشان دیئے، اور ایک انار عطا کیا اور فرمایا کہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت کو خرقہ خلافت جب ملا تو عمر شریف حضرت کی باون سال کی تھی۔ الغرض دہلی سے کوچ فرما کر دسویں محرم الحرام ۵۶۱ھ میں رونق افروز دارالخیر اجمیر ہوئے اجمیر کی کیفیت یہ ہے کہ حاکم اجمیر راجہ پرتھی راج تھا اس کی والدہ بہت بڑی نجومی تھی، اس نے بارہ برس پہلے حضرت کی تشریف آوری سے اپنے فرزند سے کہا تھا کہ ایک مرد بزرگ پیدا ہوگا جس کے سبب سے تیری دولت اور سلطنت زوال پذیر ہوگی، بعض نے لکھا ہے کہ راجہ کے محل پر ایک مرغ آ کر بیٹھا، اور اس نے بانگ دی یہ کچھ جانوروں کی بولی بھی سمجھتی تھی۔ اس نے چاہا کہ اس مرغ کو ہلاک کرا دے مگر وہ ہاتھ نہ لگا۔ اس وقت اس نے کہا تھا کہ اب یہاں دور اسلام ہوگا اور ہمارا راج جاوے گا، اور حلیہ شریف حضرت کا لکھ کر اپنے فرزند پرتھی راج کو دیا تھا، پرتھی راج ہمیشہ متفکر رہا کرتا تھا، اور اس نے حکم جاری کیا تھا کہ جو شخص اس حلیہ کے آدمی کو گرفتار کر لاوے گا وہ ہمارے دربار سے انعام جاگیر پاوے گا، لکھا ہے کہ جب حضور بمقام سمانہ پہنچے ملازمان راجہ نے مطابق حلیہ مشتہرہ کے پا کر از راہ فریب عرض کیا کہ آپ بزرگ شخص معلوم ہوتے ہیں، آپ کے ٹھہرنے کو معقول جگہ بتاتے ہیں آپ وہاں ٹھہریں، حضرت نے اسی وقت مراقبہ کیا، معلوم ہوا کہ حضرت رسول مقبول ارشاد فرماتے ہیں کہ معین الدین اس گروہ کا اعتبار نہ کرنا یہ تجھ کو تکلیف دینا چاہتے ہیں، حضرت نے اس امر سے آگاہ ہوتے ہی اپنے ہمراہیوں کو مطلع کیا اور بطرف اجمیر راہی ہوئے، جب اجمیر میں داخل ہوئے، چاہا ایک درخت کے نیچے استراحت فرماویں، مگر ایک شخص نے آواز دی کہ اس جگہ مہاراج کے شتر رہتے ہیں، یہاں نہ ٹھہرو، حضرت وہاں سے اٹھ کر اناساگر پر تشریف لائے، اس جگہ صدہا بت خانے تھے، وہاں مقام فرمایا جب رات گزری اور صبح ہوئی شتربانان سرکاری نے چاہا، کہ

شتروں کو اٹھا کر چراگاہ پرلے جاویں، ہر چند شتروں کو اٹھایا، وہ اپنی جگہ سے نہ اُٹھے، گویا سینے ان کے زمین سے چپک گئے تھے، آخر سب نے مشورہ کیا، کہ جس فقیر کو ہم نے یہاں نہ ٹھہرنے نہ دیا تھا، اس کی بددعا لگی یہ سمجھ کر حضور کی خدمت میں آئے اور عذر چاہا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ، بحکم خدا تمہارے شتر کھڑے ہوجاویں گے، جس وقت ساربان گلہ میں گئے، فوراً شتر کھڑے ہوگئے، پس یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوئی، جو لوگ دشمنِ اسلام تھے راجہ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یہ شخص پردیسی غیر مذہب قریب ہماری پرستش گاہ کے ٹھہرا ہے یہ نامناسب ہے یہ سن کر راجہ نے حکم دیا، کہ اس کو وہاں سے نکال دو، اس امر پر چند سرہنگان راجہ مقرر ہوئے کہ اس فقیر کو تالاب پر سے اٹھاویں اور ہماری مملکت سے بدر کریں، الغرض وہ لوگ باجتماع کثیر نزدیک حضرت خواجہ کے پہنچے، چاہتے تھے کہ حضرت کو کچھ تکلیف دیں، حضرت نے قدرے خاک اٹھا کر اس پر آیت الکرسی دم کر کے ان کے منہ پر ڈالی، جس پر وہ خاک پڑی اسی وقت جسم اس کا خشک ہوگیا اور وہ بے حس و حرکت ہوگیا، باقی بھاگ کر شہر میں آئے۔ دوسرے روز راجہ اور تمام مخلوق اجمیر واسطے پرستش کے تالاب پر آئے، اور اس وقت رام دیو مہنت، مجمع کثیر لے کر حضرت کے نزدیک آیا مگر جمال جہاں آرا پر نظر پڑتے ہی سب کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا مثل بید کا نپنے لگے، مگر مہنت مذکور حضور کے نزدیک آیا اور مشرف باسلام ہوا، اور مخالفوں سے مقابلہ کر کے ان کو پریشان کیا، حضرت نے مہنت مذکور کی یہ جانفشانی دیکھی ایک پیالہ پانی کا اس کو مرحمت فرما کر حکم کیا کہ اس کو پی لے، اس پانی کے پیتے ہی زنگ کفر دور ہوا، اور آئینہ دل اس کا روشن اور مجلّٰی ہوا اور بارادت تمام مرید ہوا، حضرت نے اس کا نام شادی دیو رکھا اور اس کو تکمیل علم الٰہی کی کرادی جب اہل اجمیر نے یہ کیفیت دیکھی کہنے لگے یہ بہت بڑا جادوگر ہے اس سے مقابلہ کوئی بڑا ہی جادوگر کرے گا یہ سمجھ کر جے پال جوگی کہ ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا، رائے پتھورا نے اس کو بلایا، جے پال اپنے ڈیڑھ ہزار چیلوں کو جو کہ اس کے ہم پلہ تھے ہمراہ لے کر راجہ اجمیر کے پاس آیا، آخر باجتماع کثیر اناساگر کی طرف چلا، جب حضرت اس

اس کے آنے سے آگاہ ہوئے پہلے وضو کیا اور گرد اپنے ہمراہیوں اپنے عصائے مبارک سے دائرہ حصار کیا، اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دشمن اس دائرہ کے اندر نہ آسکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب جے پال نزدیک آیا اس کے ہمراہیوں سے جس کا پیر اس دائرہ کے اندر پڑا بیہوش ہوکر گر پڑا، اور انھوں نے یہ بندوبست کیا کہ ہمراہیان حضرت کو تالاب اناساگر سے پانی نہ لانے دیں، یہ حرکت ان کی معائنہ فرما کر شادی کو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ایک پیالہ پانی اس تالاب میں سے لے، چنانچہ بموجب حکم عالی شادی نے پیالہ بھر لیا، پیالہ کے بھرتے ہی تمام پانی تالاب کا ایسا گم ہوا کہ گویا کبھی اس میں پانی ہی نہ تھا، اور پیالہ کی یہ کیفیت تھی کہ ہر چند اس میں سے پانی خرچ ہوتا تھا مگر کم نہ ہوتا تھا، بعض نے لکھا ہے کہ پانی کی چھاگل بھرتے ہی جب تالاب کا پانی گم ہوا دشمنوں کو بہت تکلیف ہوئی، جے پال یہ دیکھ کر قریب دائرہ حصار کے آیا اور کھڑے ہوکر آواز دی کہ بندگانِ خدا پیاسے مرے جاتے ہیں، اور تو اپنے کو فقیر کہتا ہے، فقیر کو رحم اور کرم چاہیئے نہ کہ ظلم، فقیروں کا کام نفع پہنچانا اور ہر قسم کی پیاس بندگانِ خدا کی بجھانا ہے یا بندگانِ خدا کو ستانا، مردانگی سے بعید ہے یہ، یہ کلام جے پال کا سن کر شادی کو حکم دیا کہ وہ چھاگل پانی کی پھر تالاب میں ڈال دے، معاً تالاب بدستور لہریں مارنے لگا، اب جادوگروں نے جادو کرنا شروع کیا یہ کیفیت بہم پہنچی کہ پہاڑ سے ہزار ہا مار سیاہ نکل کر حضرت کی طرف آنے شروع ہو گئے مگر جو سانپ قریب دائرہ کے آیا الٹ کر دائرہ پر سر رکھ کر رہ گیا، جب یہ عمل کارگر نہ ہوا تو پھر آسمان سے آگ برسنی شروع ہوئی، آگ کے ڈھیر لگ گئے، ہزاروں درخت سبز جل گئے مگر دائرہ حصار میں کچھ آسیب نہ پہنچا، آخر جے پال نے اپنا مرگ چھالا ہوا پر چھوڑا، اور اس پر سوار ہوکر نظر سے غائب ہوا، حضرت نے جو یہ کیفیت دیکھی اپنی کھڑاؤں چوبی سے فرمایا کہ جے پال جوگی کو گوشمالی کر کے بلا، معاً وہ کھڑاؤں ہوا پر اڑی اور سر جے پال کو کوٹتی ہوئی نزدیک خواجہ کے لائی، جے پال اپنا یہ حال دیکھ کر رویا اور حضرت کے قدموں پر پڑا اور بصدق دل مسلمان ہوا، اور عرض کی یا حضرت دعا کیجئے کہ میں امر ہو جاؤں، یعنی تا قیامت زندہ رہوں، حضرت نے اس کے واسطے دعا کی کہ الٰہی اس بندہ کی دعا قبول فرما، تھوڑی دیر

بعد جب اثر اجابت دعا حضرت کو معلوم ہوا جے پال سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حیات دائمی بخشی مگر پوشیدہ رہ۔ چنانچہ جے پال اجمیر کے پہاڑوں میں موجود ہے جو زیارتی راہ گم کر جاتا ہے جے پال رہبری کرتا ہے، بھوکے زیارتی کو کھانا پہنچاتا ہے، ہر شب جمعہ روضہ معلی کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا ہے، حضرت نے اس کا نام عبداللہ رکھا، القصہ جب رائے پتھورا نے جے پال کی یہ کیفیت دیکھی، بہت شرمندہ ہو کر شہر میں آیا اور خواجہ کے ستانے سے باز آیا، جب یہ حال اس کی والدہ کو معلوم ہوا، اس نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کی خبر میں نے بارہ برس پہلے دی تھی؛ صاحب مونس الارواح نے لکھا ہے۔ کہ جب قریب پرستش گاہ ان کے اذانیں ہوتیں، اہل اجمیر کو جوش پیدا ہوتا تھا، بعض نے لکھا ہے، کہ یہ شادی مہنت نہ تھا، اصل میں یہ جن تھا، کہ اہل شہر سے پوجارہ لیا لیا کرتا تھا۔ چنانچہ شادی دیو آج تک حضور کے مریدوں کی خدمت بجا لاتا ہے، میں نے بچشم خود بیڈولی شریف ضلع مظفر نگر میں جو حضرت بہرام چشتی کا مزار ہے دیکھا ہے، سینکڑوں مجنون اور سحر آلود آتے ہیں اور اپنے اپنے وقت پر گریہ و بکا کرتے ہیں اور خود چڑھ کر درختوں پر ان کی شاخیں پکڑ کر لٹک جاتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں کہ شادی دیو تیرا ناس مجھے کوڑے مار مار کر کھال ادھیڑ دی، اور آگ لگا دی، اور یہ بھی لکھا ہے کہ راجہ پرتھی راج جے پال کے لینے کو خود گیا تھا، راستہ میں جب حضرت کی ایذا رسانی کا خیال کرتا آنکھوں سے دکھائی دینا موقوف ہو جاتا تھا۔ جب اس ارادہ سے باز آتا، پھر بدستور دکھائی دینے لگتا، اس طرح سات بار اندھا اور بینا ہوا؛ صاحب مونس الارواح سے روایت ہے کہ جے پال لاچار ہوا عرض کرنے لگا، کہ حضرت کو سیر مقامات میں کہاں تک رسائی ہے، آپ نے مراقبہ کیا، اور روح پاک کو عالم ملکوت میں داخل کیا، جے پال بھی مجاہدے کئے ہوئے تھا، اس کی روح بھی روح اقدس کے پیچھے چلی، یہاں تک کہ آسمان اوّل تک پہنچی، روح جے پال رہ گئی آگے نہ جا سکی، اس وقت اس کی روح نے روح پاک سے التجا کی کہ تنہا نہ چھوڑیئے، میں بھی قدرت کا تماشہ دیکھوں، روح اقدس نے اس کی روح کو ہمراہ لیا، دیکھا کہ فرشتے روح مبارک کی تکریم کرتے ہیں، عرش معلی کا حجاب اُٹھ گیا تھا، جب روح پاک منزل قرب تک پہنچی، پھر

جے پال کی روح رہ گئی، پھر اس نے گریہ وزاری سے عرض کی، حضرت نے فرمایا کہ یہ مقام محمدی ہے تا وقتیکہ صدق دل سے کلمہ طیبہ نہ کہے گی دخل نہ پائے گی۔ اس کی روح صدق دل سے مسلمان ہوئی آخر کار تمام اہل شہر اور راجہ مہنت وغیرہ حضور کو شہر میں لائے، ایک مکان واسطے رہنے حضور کے تیار ہوا، اب جس جگہ حضور کا روضہ مطہرہ ہے، یہاں حضرت کا باورچی خانہ تھا، حضرت راجہ کو اکثر فہمائش فرمایا کرتے تھے وہ مانتا نہ تھا، ایک بزرگ سے روایت ہے کہ میں بیس برس حضور کی خدمت میں رہا، حضرت کبھی کسی کو اپنے نزدیک نہ آنے دیتے تھے، ہمیشہ اخفائے کرامت تھے نہ کسی سے کچھ لیتے تھے، جب بھنڈار میں کچھ نہ رہتا تھا اور خادم عرض کرتا کہ آج خرچ نہیں ہے، آپ مصلے کے نیچے سے نکال کر موافق حاجت کے مرحمت فرماتے۔

حضرت قطب الاقطاب سے روایت ہے کہ ملازمان وامرائے رائے پتھورا سے ایک شخص مرید ہونے آیا، حضرت نے اس کو مرید نہ فرمایا وہ بد دل ہو کر راجہ کے پاس گیا، اور حضرت کا شکوہ کیا، راجہ نے ایک شخص کو حضور کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ آپ نے اس کو مرید کیوں نہ کیا، جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو یہ بہت گنہگار ہے دوسرے ہم اس کو کلاہ درویشی نہیں دیتے جو سوائے خدا کے دوسرے کے آگے سر جھکاتا ہے، تیسرے ہم نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے کہ وہ اس جہانِ فانی سے ایمان نہ جاوے گا، راجہ یہ جواب سن کر غصہ ہوا، اور کہا کہ یہ فقیر غیب کی باتیں بتاتا ہے، اس کو کہہ دو کہ ہمارے شہر سے نکل جاوے، جب یہ حکم حضور کے گوش زد ہوا، تبسم کر کے فرمایا کہ راجہ سے کہہ دو کہ تین روز مہلت ہے یا فقیر اجمیر سے نکل جاوے گا یا راجہ چلا جاوے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۵۸۸ھ میں سلطان شہاب الدین غوری بادشاہ غزنی اجمیر پر آپہنچا، راجہ زندہ گرفتار ہوا، ہانسی کے قلعہ میں قید کیا گیا، جو شخص کہ مرید ہونے آیا تھا، اسی تہلکہ میں دریا میں ڈوب کر مرگیا، بعض نے لکھا ہے کہ راجہ پرتھی راج نے ایک مسلمان پر ظلم کیا تھا، حضرت نے راجہ کو اس حرکت سے منع فرمایا، جب اس سے باز نہ آیا، حضرت نے غصہ ہو کر فرمایا کہ ہم نے پرتھی راج کو زندہ گرفتار کر دیا، اسی عرصہ میں سلطان سے مقابلہ ہوا، راجہ

زندہ گرفتار ہوا، جاننا چاہیئے کہ آدم علیہ السلام سے تا قدوم میمنت لزوم حضرت خواجہ بزرگ کے کوئی انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام سے وارد ہندوستان نہیں ہوا، تمام ہند ظلمت کفر سے تیرہ و تاریک تھا، حضرت نے بحکم رسول مقبول اور حسب قوتِ ولایت خود گمراہانِ ہند کو راہِ راست پر لا کران کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرمایا نظم:

از فیض او بجائے صلیب و کلیسا — در دارِ کفر مسجد و محراب منبر است
آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں — اکنوں خروش نعرۂ اللہ اکبر است

صاحب اقتباس الانوار رقمطراز ہیں کہ جب حضرت ہندوستان آنے لگے اسی وقت دوبارہ حضرت غوث پاک سے ملاقات کی اور حضرت غوث پاک نے بھی حضرت کے واسطے جناب باری میں دعا کر کے فرمایا تھا اور حضرت صاحب سیرالاقطاب نے لکھا ہے کہ جب حضرت بغداد شریف میں آئے تھے وہاں سات شخص کہ آتشکدے میں معبد اور مشہور زمانہ تھے۔ ایک بار حضرت سے ملنے آئے روئے انور پر نظر پڑتے ہی بدن ان کا کانپ اٹھا، اور حضرت کے قدموں پر گرے اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم عابد کہلاتے ہو سوائے خدا کے مخلوق کو سجدہ کرتے ہو بڑی شرم کی بات ہے، انہوں نے عرض کیا، کہ آتش کو اس لئے سجدہ کرتے ہیں۔ کہ یہ ہم کو نہ جلائے، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بے حکم خدا کے یہ بیچاری کیا کر سکتی ہے، دیکھو یہ ہماری جوتی کو بھی نہیں جلا سکتی، یہ فرما کر جوتی آگ میں ڈال کر ارشاد فرمایا کہ اسے آگ ہماری جوتی کو نگاہ رکھنا، الغرض وہ پاپوش آگ میں سے سلامت نکلی وہ سب مسلمان ہو کر کامل ہوئے، اور صاحب اقتباس الانوار زبدۃ الحقائق سے ناقل ہیں کہ خواجہ بزرگ نے بحکم رسول مقبول جناب غوث پاک سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا، صاحب اقتباس الانوار راقم ہیں، کہ حضرت دہلی میں پہلے پہل تشریف فرما ہوئے، ایک شخص چھری بغل میں چھپا کر واسطے ہلاکی حضور کے آیا۔ حضرت نے از راہِ کشف معلوم فرما کر فرمایا کہ فلاں کیا قصد رکھتا ہے، بندہ حاضر ہے یہ سنتے ہی وہ کانپ اٹھا، اور قدموں پر گرا اور مسلمان ہوا، اس عرصہ میں ہزاروں مسلمان ہوئے تھے لکھا ہے کہ حضرت ہر شخص کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے، جو طالبِ اسلام آتا،

اس کو ارکان اسلام تعلیم فرماتے، جو طلب حق میں حاضر ہوتا اس کو بکمال ولایت پہنچاتے تھے، چنانچہ مریدان حضور سے اکثر صاحب ملک ہند میں صاحب ولایت ہیں، بعضے دوسرے سلسلوں کے بھی حضرات ہیں، جو روحانی طور پر حضرت سے فیضیاب ہوتے اور حضرت کے خاندان سے جتنے صاحب سجادہ ہوتے ہیں سب صاحبِ ولایت گزرے ہیں، اُمید ہے کہ تا قیام قیامت یہی سلسلہ جاری رہے گا، جو ولی اللہ دیگر ولایت سے وارد ہند ہوئے ہیں، سب نے روح پاک حضرت سے استفادہ حاصل کیا ہے، چنانچہ حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رحمۃ اللہ علیہ جب وارد ہندوستان ہوئے ہیں، کوکلا پہاڑی پر معتکف رہ کر حسبِ اجازت و حصولِ استفادہ کے کالپی اور مکن پور میں رونق افروز ہوئے، صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ مکہ معظمہ میں مشغول تھے، آواز ہوئی کہ اے معین الدین ہم تجھ سے بہت خوش ہیں ہم نے تجھ کو بخشا جو مانگنا ہو مانگ، حضرت نے عرض کی کہ الٰہی مریدان معین الدین و مریدان مرید معین الدین کو کہ سلسلہ معین میں ملتے ہیں بخش دے فرمان ہوا کہ اے معین الدین بخشا تیری دعا قبول کی جو تیرے سلسلہ میں پہنچے گا ہم نے بخشا، چنانچہ حضرت نے بھی کئی ایک بار زبان مبارک سے فرمایا کہ جب تک مریدان مرید بہشت میں نہ جائیں گے ہرگز معین الدین جنت میں قدم نہ رکھے گا۔ صاحب مراۃ الاسرار نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت خواجہ بزرگ کے مرتبہ اور کرامات کا ذکر کیا جاوے، تو ایک کتاب کلاں تیار ہو مگر جو کیفیت کہ مجھ پر گذری ہے۔ یہ حضرت کی کرامات کا کرشمہ ہے، یعنی میں نے عالم باطن میں دیکھا کہ حضرت نے کمال ذرہ پروری سے دستِ حق پرست اپنا میرے دست پر رکھا اور فرمایا کہ اگرچہ تو میرے سلسلہ میں ہے، الاالحال میں تجھ کو بے واسطہ مرید اپنا کرتا ہوں، میرے دل میں یہ خیال آیا، کہ جب خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت کو مرید فرمایا مکہ معظمہ میں لے جاکر دعا کی تھی، جس کے جواب میں آواز آئی تھی کہ معین ہم نے قبول کیا۔ اسی وقت روحانیت خواجہ نے بندہ پر تصرف کیا کہ میں نے اپنے کو حرم شریف میں پایا یا زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہوا، اور ایک صاحب وقار کو چاہِ زمزم پر دیکھا، انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تیرے تئیں

بھی میں نے قبول کیا، اس وقت میں یہ بزرگی اور کمال حضرت خواجہ کا دیکھ کر متحیر ہوا اور سجدۂ شکر بجالایا صاحب اسرار السالکین ناقل ہیں کہ حضرت کو ہمیشہ استغراق رہتا تھا کچھ خبر نہ رہتی تھی، نماز کے وقت حضرت خواجہ قطب الدین یا قاضی حمید الدین رو برو استادہ ہوکر بآواز بلند صلوٰۃ کہتے حضرت کو کچھ معلوم نہ ہوتا، دوسری بار حضور کے کان میں صلوٰۃ پڑھتے، اس پر بھی حضرت کو کچھ آگاہی نہ ہوتی تو پھر حضرت کے دوش مبارک کو جنبش دیتے جب چشم وا ہوتیں اس وقت ارشاد کرتے شرع محمدی سے چارہ نہیں، سبحان اللہ کہاں سے کہاں آتے تھے، اور پھر وضو کر کے نماز گزارتے، جس وقت حالت مستولی ہوتی دروازہ حجرہ بند کر کے مشغول ہوتے اس وقت خواجہ قطب الدین و قاضی حمید الدین یہ دونوں صاحب در حجرہ کے آگے سنگ خارہ ڈال دیتے اور خود پس حجرہ رہتے، جس وقت حضرت حجرہ سے باہر تشریف لاتے تھے، اول نظر ان پتھروں پر پڑتی تھی، معًا وہ خاکستر ہو جاتے تھے، صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں کہ میں نے پیروں سے سُنا ہے کہ ایک روز حضور مراقبہ میں مشغول تھے، عالم تنزیہ جسد منور پر ہوا اور چالیس روز تک جسد مبارک کسی کو نظر نہ آیا، بعد چالیس روز کے ظاہر ہوا، شیخ قطب الدین بندگی شیخ سوندھا چشتی اس حکایت سے اتفاق تمام رکھتے ہیں، صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ ایک روز میرے شیخ کے روبرو قوال حاضر تھے، عین سماع میں سر میرے شیخ کا نظر مرداں سے غائب ہوگیا تھا، تیسرے روز ظاہر ہوا، پس جب غلامانِ غلام حضور کے یہ رتبہ عالی مقامات متعالی رکھتے ہیں، تو حضور کو سمجھ لینا چاہیئے کہ شیخ المشائخ اور بادشاہ ہند ہیں۔

صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت کے باورچی خانہ میں اس قدر کھانا تیار ہوتا تھا کہ تمام شہر اور مسافران کو کافی اور وافی ہوتا تھا، جو خرچ درکار ہوتا تھا غاصۂ یزد کو زیر مصلی سے مرحمت ہوتا تھا، دوسرے یہ کہ ایک روز ایک عورت گریہ کناں خدمتِ خواجہ میں آئی اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے فرزند کو حاکم شہر نے ناحق قتل کیا، اس کا سر کٹوادیا، حضرت کو اس عورت پر رحم آیا اور عصائے مبارک لے کر ہمراہی چند خادمان

قتل گاہ میں تشریف لائے اور سر مقتول اس کا دھڑ سے ملا کر فرمایا کہ اسے مظلوم اگر تجھے بے گناہ مارا ہے، تو بحکم خدا کھڑا ہو بمجرد ارشاد والا مقتول کو جنبش ہوئی اور کھڑے ہو کر اس نے اپنے سر کو حضرت کے قدموں پر رکھا اور اپنی ماں کے ہمراہ اپنے گھر گیا، حضرت نے بطرف خانقاہ شریف مراجعت فرمائی، نقل ہے کہ ایک روز حضرت اور شیخ شہاب الدین سُہروردی اور شیخ داحدالدین کرمانی ایک جگہ دہلی میں قیام پذیر تھے کہ ناگاہ ایک لڑکا شمس الدین نام تیر و کمان ہاتھ میں لئے سامنے سے نکلا، حضرت نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ لڑکا بادشاہ دہلی ہوگا، کس واسطے کہ میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے اور میرے سلسلہ میں نامزد ہوگا، چنانچہ بعد چند مدت کے اس کا ظہور وہی ہوا، طفل شمس الدین بادشاہ دہلی ہو کر سلطان شمس الدین التمش ہوا اور داخل غلامانِ حضور ہو کر سعادتِ دارین حاصل کی. یہ بادشاہ ۱۲۲۰ھ میں تخت دہلی پر بیٹھا، اور ۲۶ سال کی حکمرانی کر کے داخل جنت ہوا۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ایک بار بندہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ نے چھ روٹیاں عنایت فرمائیں، اس روز سے آج تک کہ عرصہ ساٹھ برس کا گزرتا ہے ہر روز خرچ مل جاتا ہے کبھی کسی قسم کی تنگی نہیں ہوتی، تمام اہلِ خانہ آسودگی سے ایام گزاری کرتے ہیں، حضرت بابا فرید صاحب نے فرمایا کہ وہ خواب نہ تھا اللہ کا کرم تھا کہ سرحلقہ اولیاء نے تجھ پر مہربان ہو کر توجہ خاص فرمائی، مقام خوشی کا ہے، صاحب تذکرۃ الحقائق بھی ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی حق تعالیٰ کے مقام انبساط میں تھے کہ ہاتف غیب نے ندا دی کہ اسے عثمان کچھ جانتا ہے کہ مقصود ہمارا پیدا کرنے تیرے اور جملہ مخلوقات سے کیا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ خداوندا میں نہیں جانتا تو ہی عالم الغیب ہے اپنی حکمتوں کو تو ہی خوب جانتا ہے، پھر فرمان ہوا مقصود ہمارا وجود معین الدین ہے اگر اس کو نہ پیدا کرتا، سوائے محمد علیہ السلام کے کسی کو پیدا نہ کرتا، اور راقم نے اپنے ہادی سے یہ نقل اس طرح سُنی ہے کہ خواجہ عثمان ہارونی سے ارشاد ہوا کہ ہم نے اپنے گنج کو تجھ پر اور دیگر اولیاء پر اظہار کیا، اس سے ہمارا کیا مقصد تھا، انہوں نے عرض کیا کہ

لا اعلم فرمان ہوا کہ مقصد ہمارا اظہار کرنا گنج مخفی کا معین الدین کی ذات پر تھا، اگر ہم اس پر اظہار نہ کرتے، تو کوئی ہمارے سر مخفی سے آگاہ نہ ہوتا۔ صاحب مراۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین تمام مقامات غوثی اور قطبی اور قطب الاقطابی سے گزر کر بمقام قطب وحدت یعنی مرتبہ محبوبیت سے فائز تھے اور نہایت استغراق فنائے احدیت یا دوست حقیقی سے یک رنگ ہو چکے تھے۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت قربت حق میں بہت محو تھے، عالم علوی منکشف تھا کہ ایک مرید آیا اور حاکم وقت کا شکوہ کیا کہ بندہ کو شہر بدر کرتا ہے، آپ نے ارشاد کیا کہ وہ کہاں ہے اس نے عرض کیا کہ سوار ہو کر باہر گیا ہے فرمایا وہ تو گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے جب وہ مرید حضرت کے پاس سے باہر آیا سنا کہ حاکم فوت ہوا حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ میرے شیخ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی جو درد و رنج ہو معین الدین کے نام کر۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ مبتلا ہونا بلائے سخت اور بیماری میں دلیل صحت ایمان کی ہے اور حضرت کی ازواج اور اولاد مطہرات کا ذکر اکبر نامہ اور اقبال نامہ جہانگیری ملفوظ ہائے پیران چشت سے ظاہر ہے مگر حضرت سلطان العارفین شیخ حمید الدین ناگوری کہ خلیفہ حضرت کے تھے اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار عالم رؤیا میں حضرت نے رسول مقبول علیہ السلام کو دیکھا فرماتے ہیں کہ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے۔ ہماری سنت عقد و نکاح کو نہیں ادا کرتا شب کو تو یہ ماجرا گذرا صبح اس جگہ کے حاکم قلعہ بٹلی کہ حضرت کے مریدوں میں سے تھا اس نے ایک دختر نیک اختر کو کہ ان کا نام بی بی امۃ اللہ تھا، حضور کی خدمت میں بھیجا، حضرت نے واسطے ادائے سنّت باشارہ شب ان سے نکاح کیا، ان سے حضرت بی بی حافظ جمال تولد ہوئیں، یہ بی بی نہایت پارسا صائم الدہر قائم اللیل تھیں اور اپنے والد ماجد کی مرید تھیں، اُن کو حضرت نے خرقہ خلافت عطا فرما کر برائے تعلیم مستورات ارشاد فرمایا تھا، ان کی توجہ سے ہزاروں مستورات صاحب ولایت ہوئیں اور شیخ رضی الدین سے ان کی شادی ہوئی تھی اور لکھا ہے کہ حاکم قلعہ بٹلی کا ملک خطاب تھا، اور یہ کسی راجہ کی دختر تھیں، کسی معرکہ میں اس کے ہاتھ آ گئیں

تھیں، اسے عالی نسب سمجھ کر حضور کی خدمت میں ان کو ارسال کیا تھا، مزار ان عفت مآب کا قریب روضہ مقدسہ کے ہے اور مزار شیخ رضی الدین کا بمقام ناگور حوض منڈلا پر ہے۔
ان بی بی کے دو فرزند تولد ہوئے ان دونوں نے خورد سالی میں انتقال کیا، اور دوسری اہلیہ کا نام جنابہ بی بی عصمت تھا، اور یہ دختر سید وجیہ الدین عم سید حسین خنگ سوار کی تھیں، اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے والد سید وجیہ الدین نے حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو اپنی دختر کا نکاح خواجہ بزرگ سے کر دے، سید وجیہ الدین بھی صاحب باطن تھے، انہوں نے یہ کیفیت حضور کے روبرو عرض کی، حضرت نے بہ تعمیل حکم امام برحق ان بی بی سے نکاح ثانی کیا، ان سے تین فرزند تولد ہوئے اوّل حضرت خواجہ ابو سعید دوم خواجہ فخر الدین سوم خواجہ حسام الدین، طفلی میں خواجہ ابو سعید ابدالوں میں مل کر غائب ہو گئے، ان سے کچھ تولد و تناسل وقوع میں نہ آیا اور شیخ فخر الدین حضرت کو بہت تھے، یہ حضرت بکسب زراعت ایک موضع میں قریب اجمیر کے تشریف فرما تھے یہ حیلہ ان کا بہت بڑا پردہ تھا، اولیاء نے جاہ کو ترک کیا ہے ہمیشہ بمشقت گزران کی ہے، کس واسطے کہ اللہ صاحب دل کو دیکھتے ہیں نہ کہ اموال کو یہ حضرت بھی صاحب ولایت تھے اور بعد وفات خواجہ کے بیس سال زندہ رہے، عمر شریف ان کی ساٹھ برس کی ہوئی اور ان کے پانچ فرزند تھے، جن میں سے شیخ حسام الدین سوختہ کامل اکمل ہوئے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ کے ہم صحبت رہے ہیں اور خواجہ معین الدین خورد اور خواجہ قیام الدین یہ دونوں صاحب بھی فرزند خواجہ فخر الدین کے تھے بڑے باکمال گزرے ہیں، مزار خواجہ فخر الدین کا اجمیر سے سولہ کوس کے فاصلہ پر قصبہ سرواڑ میں ہے اور مزار خواجہ حسام الدین کا قصبہ سانبھر میں بطرف غرب سرراہ واقع ہے اور خواجہ معین الدین خورد فرزند خواجہ فخر الدین کی یہ کیفیت ہے کہ مرید ہونے سے پہلے آپ نے کسب درویشی کو یہاں تک بڑھایا تھا کہ روحانی طور پر حضرت جد بزرگ اپنے سے نعمت سے فائز ہوئے آخر میں حضرت شیخ ضیاء الدین چراغ دہلوی سے خرقہ خلافت پہنچا

اور فواید الفواید سے نقل ہے کہ خواجہ احمد نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ بڑے صالح ہوتے ہیں۔ ان کے دوسرے برادر حقیقی خواجہ وحید ایک بار بابا صاحب کے پاس مرید ہونے آئے، حضرت بابا صاحب نے فرمایا، کہ میں نے یہ نعمت تمہارے خاندان سے دریوزہ کی ہے، میری کیا مجال کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑوں، آخر بہت اصرار سے مرید ہوئے صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں خواجہ شیخ بایزید خلف خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین بن حضرت خواجہ بزرگ خورد سالی میں کہیں غائب ہو گئے تھے، چندے سلطان محمود خلجی کے ہم جلیس رہے بعد میں اجمیر وارد ہوئے جو لوگ بد عقیدہ تھے انہوں نے اس عالیہ میں ہونے سے انکار کیا، یہ خبر بادشاہ کو ہوئی، بادشاہ نے مولانا رہم کو کہ قدوۃ العلماء تھے اور شیخ حسین ناگوری اور دیگر علما و اصفیا، کو جمع کیا، سب نے باتفاق گواہی دی کہ یہ حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد میں صحیح النسب ہیں، اور شیخ حسین ناگوری نے اپنی دختر سے ان کا نکاح کیا اور اولاد خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین اجمیر شریف میں سکونت پذیر رہی اور صاحب سجادہ ہوتی رہی، اور عمر خواجہ قیام الدین کی سو برس کی تھی بعد ان کے ان کے برادر زادہ شیخ معین الدین صاحب سجادہ ہوئے، ان کے بعد شیخ علاؤ الدین ان کے برادر صاحب سجادہ ہوئے اور حضرت شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں شیخ سراج الدین صاحب سجادہ تھے، اور آج تک صاحب سجادگی اسی دودمان والا شان میں چلی آتی ہے۔

صاحب اقتباس الانوار و مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ مجاورانِ آستانہ حضرت خواجہ اولاد سے سید فخر الدین ہیں، سید فخر الدین اکابر سادات عالی نسب اور رہنے والے قصبہ کرہ کے تھے اور سید صاحب موصوف کو روح پاک حضرت خواجہ سے نہایت ارادت اور محبت تھی، بعد انتقال حضرت کے اپنا وطن ترک کر کے اجمیر شریف آرہے تھے، چنانچہ آج تک اولاد حضرت سید صاحب کی خدمات آستانہ شریف بجالاتی ہے، صاحب اخبار الاخیار وجہ تسمیہ اجمیر کی اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ اج نام ایک راجہ کا تھا، اس کے نام پر یہ شہر آباد ہے، ہندوستان میں پہلی دیوار دیوار ہے کہ جو کوہ اجمیر پر واقع ہے اور پہلا

پہلا تالاب پُسکر راج ہے، صاحب مراۃ الاسرار راقم ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر میں حضرت خواجہ بزرگ دہلی سے واسطے زیارت حضرت کے اجمیر شریف میں گئے، ایک بار بہت سے معتقد مجلس عالی میں جمع تھے حضرت نے فرمایا اے درویشان میرا ارادہ ہے کہ میرا مدفن اسی جگہ ہو اور شیخ علی سنجری کو فرمایا کہ ایک فرمان و خلافت نامہ تحریر کرو کہ اپنی خلافت اور سجادگی قطب الدین بختیار کاکی کو دیتا ہوں دہلی اس کا مقام ہے حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ جب وہ کتبہ تحریر ہو چکا اس کو دستخط خاص سے مزین فرما کر بندہ کو دیا، میں آداب بجالایا، پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس آ جب میں نزدیک ہوا کلاہ اور دستار میرے سر پر رکھی اور عصائے خواجہ عثمان میرے ہاتھ میں دیا، اور خرقہ محمدی یعنی خرقہ عطیہ پروردگار عالم جو پشت در پشت چلا آتا تھا اور قرآن مجید قدیم اور مصلیٰ اور نعلین چوبیں مجھ کو عطا کر کے فرمایا کہ یہ امانت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ جو میرے مرشدوں کو پہنچی تھی میں تجھ کو دیتا ہوں، جس طرح خواجگان چشت اس کی خدمات بجالاتے رہے تو بھی بجالانا میں نے وہ عطیہ مطہرہ لے کر پھر آداب کیا اور زمین خدمت کی چومی۔ پھر فرمایا کہ جا تجھ کو خدا کو سونپا میرے حق میں فاتحہ خیر پڑھ کر فرمایا جہاں رہ مردرہ پھر آداب بجا کر وہاں سے رخصت ہو کر دہلی آیا اور مقیم ہوا، چالیس روز نہ گزرے تھے کہ ایک شخص اجمیر شریف سے آیا اور بیان کیا کہ تمہارے آنے سے بیس روز بعد حضرت خواجہ نے اس دار ناپائیدار سے سفر فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس شب بندہ کو بہت رنج ہوا تھا، اسی پریشانی میں سر میرا مصلے پر جھک گیا، غفلت آگئی، جمال مبارک حضرت خواجہ دیکھا کہ زیر عرش کھڑے ہیں، میں نے سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور حال دریافت کیا، کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا اور نزدیک ساکنانِ عرش کے مجھ کو جگہ دی، اس جگہ رہتا ہوں، صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ شب انتقال حضرت میں چند بزرگانِ دین نے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور انبیاء علیہ السلام تشریف لائے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ میرے دین کا معین حسن سنجری آتا ہے میں اس کی پیشوائی کو آیا ہوں سبحان اللہ کیا عالی رتبہ ہے۔ صاحب سیر الاقطاب مروی ہیں جس شب حضور نے اس

جہاں پُر ملال سے انتقال فرمایا بعد از نماز عشاء حجرہ شریف بند کر کے ہمدموں کو ممانعت فرمائی کہ کوئی اس جگہ نہ آوے، خاصان حضور عالی گردِ حجرہ کے موجود تھے انہوں نے تمام شب حجرہ میں سے آدمیوں کے پیروں کی آہٹ سنی کہ جیسے عاشقانِ خدا وجد کرتے ہیں آخر شب وہ آواز بند ہوگئی، جس وقت نماز صبح مریدوں نے ہر چند دستکیں دیں، آوازیں دیں جواب کچھ نہ ملا، ناچار دروازہ کھولا، دیکھا کہ حضرت نے انتقال فرمایا اور سیمائے نورانی پر یہ عبارت بخط جلی دیکھی ہذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ ولادت باسعادت حضرت کی ۵۳۷ھ میں اور وفات حضرت کی دوشنبہ ششم ماہ رجب ۶۳۳ھ میں بعہد سلطان شمس الدین التمش وقوع میں آئی، روضہ مطہرہ دار الخیر اجمیر میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ اوّل خواجہ حسین ناگوری نے عمارت روضہ عالی کی تعمیر کرائی، بعد میں اور بادشاہوں نے عمارات عالی بنائیں، پھر حضرت شاہجہاں بادشاہ نے روضہ عالی کے پہلو میں مسجد تعمیر کرائی جو موجود ہے ہزاروں اشخاص جو زیارت روضہ کو جاتے ہیں، مقصد اُن کے دل کا حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے، خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ حضرت خواجہ فخر الدین بن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ وحید الدین صوفی کہ نسب ان کا عشرہ مبشرہ میں حضرت سعد سے ملتا ہے، شیخ وجیہ الدین، شیخ برہان الدین، شیخ احمد، شیخ حسن، شیخ شمس الدین، خواجہ سلمان خواجہ حسن خیاط، شیخ وجیہ الدین کرمانی، پیر کریم سیلونی، شیخ وحید، شیخ مناکا، شیخ محسن، جوگی جے پال معروف عبداللہ، شیخ صدر الدین کرمانی، شیخ محمد ترک نارنولی، شیخ علی سنجری، خواجہ یادگار سلطان مسعود، بی بی حافظہ۔ ایک وہ کلمات طیبات حضور کہ جو صاحب اقتباس الانوار صاحب مونس الارواح نے اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں، تبرکاً تحریر کرتا ہوں یعنی حضرت خواجہ قدس اللہ اسرارہم نے زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا کہ اہل عشق وہ ہے کہ اگر صبح کی نماز ادا کرے تو دوسری صبح کی نماز تک خیال دوست میں محو رہے، دیگر فرمایا کہ عاشق ہمیشہ عشق محبوب میں محو رہتا ہے، کھڑا ہے تو اس کے ذکر میں ہے بیٹھا ہے تو اُسی کا ذکر ہے، اگر طواف میں ہے اُس کی عصمت کی ہیبت میں ہے یہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کا میں نے طواف

کیا، اب وہ میرا طواف کرتا ہے، پھر فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ دل اس کا کونین سے برداشتہ ہو، پھر فرمایا کہ عارف آفتاب صفت ہیں، تمام عالم پر چمکتے ہیں، تمام جہان نور ولایت ان کے سے منور ہے پھر فرمایا کہ جیب میں پوست سے باہر آیا نگاہ کر کے جو دیکھا تو عاشق و معشوق اور عشق تینوں ایک ہیں یعنی عالم توحید میں سب ایک ہے، پھر فرمایا کہ محبت کی آگ سے زیادہ کوئی آگ نہیں جس دل میں محبت ہے اس میں جو کچھ آوے گا جل جاوے گا، اور جو طالب ذات حق میں وصل ہو جاتا ہے، خاموش ہو جاتا ہے، اور فرمایا کہ جو خدا کا دوست اور چاہنے والا ہو گا۔ اس میں چار باتیں ہوں گی۔ اول تواضع، دوسرے شفقت تیسرے سخاوت، چوتھے اختیار صحبت صالحین، پھر فرمایا مرید ثابت قدم وہ ہوتا ہے کہ جس سے بیس برس تک کوئی گناہ صادر نہ ہو اور مقام فخر کا وہ صوفی مستحق ہے کہ جس کو عالم فانی میں کچھ باقی نہ رہا، اور ایک محب کی علامت یہ ہے کہ ہر حال اور ہر قال میں مطیع اور فرمانبردار رہے اور فرمایا کہ بھائی مسلمانوں کو ذلیل جاننا بہت نقصان کرتا ہے اور فرمایا کہ جب تک سالک ذکر حق سے دل کی میل کو دور نہ کردے گا اور غیر کی ہستی درمیان سے نہ اٹھے گی واصل حق نہ ہو گا اور فرمایا کہ جو خدا کو پہچاننے والا ہے، وہ ہمیشہ خلقت سے تنفر کرتا ہے اور معرفت کے حال میں خاموش رہتا ہے، پھر فرمایا کہ جس کے دل سے غیر حق اٹھ گیا وہ عارف ہے۔ اور جس بندہ اور حق کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے وہ بندہ اہل حق ہوتا ہے، اور فرمایا کہ چار چیزیں گوہر نفس ہیں دشمن سے دوستی کرنا اپنے افلاس کو چھپانا، اپنا دکھ کسی سے نہ کہنا، اور فرمایا کہ جو شخص فقر و فاقہ اور بیماری اور موت کو دوست رکھتا ہے اور متوکل بخدا رہے، کسی سے کچھ غرض نہ رکھے، نقل ہے کہ حضرت ستر برس تک شب کو نہیں سوتے، اور دن کو صائم رہا کرتے تھے اور ہر روز دو قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اس دو دمان میں یہ تعلیم ہے کہ زحمت کو رحمت اور غم کو خوشی بلا اور فاقہ کو فخر اور رنج و راحت کو یکساں جانے، صلحا سے صحبت رکھے، غریبوں سے محبت رکھے۔ اہل دنیا سے محترز رہے، امیروں کے دروازہ پر نہ جاوے جو حاجت ہو خدا سے چاہے، اپنے کو خدا کے سپرد کرے، کل کار اپنے توکل پر چھوڑ دے، جھوٹ

اور غیبت سے بچے مرشد کی صحبت میں رہے، کلام اولیاء اللہ دیکھا کرے اور نفلیں بہت پڑھے اور درود شریف پڑھنے کی کثرت کرے، اذکار و اشغال جو معمولی ہیں ان کی تکمیل مرشد کے روبرو کرے، جو واقعہ گزرے اس کو سوائے مرشد کے کسی سے نہ کہے اور رسالت مکتوب کر جو اس کاتب الحروف کو دستیاب ہوئے حصہ اوّل تذکرۃ الفقراء میں دیکھیں۔

قصیدہ درشان حضرت خواجہ معین الدین ثم اجمیری

قُدس اللہ سرّہٗ العزیز

حبیب پاک یزدانی معین الدین اجمیری
زہے مقبول سبحانی معین الدین اجمیری

بصورت یوسف ثانی بسیرت شاہ مردانی
مجسم خلق رحمانی معین الدین اجمیری

ظہور خاص ربّانی بری از شر نفسانی
طبیب مرض روحانی معین الدین اجمیری

طفیل مقدم پاک درین اقلیم ہندوستان
شدہ روشن مسلمانی معین الدین اجمیری

بغیر از فعل تو راہی حی یابد کسے ہرگز
توئی ہادی حقانی معین الدین اجمیری

مرادے ہر کہ میخواہد ز دربار تو مے یابد
سزد بر تو جہاں بانی معین الدین اجمیری

وسیلہ خود بجز ذاتت نمے دارم مدد شاہا
شوم دور از پریشانی معین الدین اجمیری

تصدق خواجگان چشت اگر ایں احمد اختر را
سگ درگاہ گردانی معین الدین اجمیری

چنا بر خویش تن بالد بعنم خویش در گذر
بفخر ظل سبحانی معین الدین اجمیری

دیگر

بصیری علم حقانی معین الدین اجمیری
خبیر سر یزدانی معین الدین اجمیری

غریق بحر یزدانی بسیط فقر عمانی!
امین ملک عرفانی معین الدین اجمیری

مبارک منزل معانی جہاں را جملہ فیضانی!
بتخت فقر سلطانی معین الدین اجمیری

دلیل فرد فردانی امام مسلک ارکانی
کریم الحال اعطانی معین الدین اجمیری

حبیب ذات سبحانی جمال اللہ یزدانی فنافی الذات ربانی معین الدین اجمیری
بشیر النظر من رانی بصیر القدر رحمانی ولی مطلق بہ حق دانی معین الدین اجمیری
شہا ایں احمد اختر را کجا قوت ثنا خوانی تو براز تو ثنا خوانی معین الدین اجمیری

ذکر سلسلہ پیران حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جاننا چاہیئے، کہ حضرت مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ کے تھے، مولد شریف خواجہ عثمان کا قصبہ ہارون توابع خراسان ہیں، کرامت حضرت کی ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین سات شاہباز قید تربیت آپ کے میں رہے، بہت سی سیر کی، کئی حج کئے آخر عمر میں خانہ کعبہ میں معتکف ہوئے اور ۶ شوال ۶۱۷ھ میں انتقال کیا، مکہ معظمہ میں مزار ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی مرید حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی کے تصرفات ظاہری اور باطنی حضرت کے حد تحریر سے زیادہ ہیں، چنانچہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان سنجر سلجوقی کو بعد اس کے مرنے کے کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا کیا، سلطان نے جواب دیا، کہ فرشتے دوزخ کے مجھ پر عذاب کرنا چاہتے تھے کہ حکم خدا ہوا کہ اس شخص نے مسجد دمشق میں ایک بار حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی کی ہے اسی برکت سے ہم نے اسے بخشا، کس واسطے کہ اس کو میں نے اپنی دوستی میں قبول کر کے پیشوائے عالم کیا تھا، تیسری رجب ۶۲۱ھ میں وفات ہوئی، مزار زندنہ بلاد بخارا میں ہے، اور حاجی شریف مرید حضرت خواجہ مودود چشتی کے تھے، صاحب سیر اولیاءؒ ناقل ہیں کہ جب خواجہ مودود چشتی پر زحمت موت شروع ہوئی، ایک مرد باہیبت و عظمت ایک خط ہاتھ میں لئے ہوئے آیا، اور حضرت کے ہاتھ میں دے کر دوست حقیقی کی طرف سے مبارک باد دی، حضرت نے اس کو پڑھ کر فرمایا زہے سعادت اور وہ خط آنکھوں سے لگایا، اور جان کو مشاہدہ دوست میں دیا، احباب نے جنازہ تیار کر کے چاہا کہ اٹھاویں نہ اٹھا سکے، اس وقت غیب سے آواز آئی کہ تم سب دور ہو جاؤ جب یہ سب صاحب دور ہو گئے، مردان غیب آئے اور نماز جنازہ حضرت

پڑھ کر غائب ہوئے، وفات حضرت کی غرہ رجب ۵۲۷ھ میں ہوئی، مزار قصبہ چشت میں ہے، حضرت خواجہ مودود چشتی مرید حضرت خواجہ ناصرالدین کے تھے، خواجہ ناصرالدین ہمیشہ غرباء سے صحبت رکھتے تھے، آپ کے والد کا نام خواجہ ابو یوسف چشتی تھا، وہ ابن خواجہ محمد سمعان بن سید ابراہیم بن سید محمد بن سید حسین بن سید عبداللہ بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر بن امام باقر بن امام زین العابدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، تصرفات آپ کے زیادہ حد بیان سے ہیں، جب آپ کا وقت وصال نزدیک پہنچا، آپ نے پسر بزرگ خواجہ مودود چشتی کو اپنا جانشین فرمایا، وفات حضرت کی ۴ ربیع الآخر ۴۵۹ھ میں ہوئی، بعض نے تیسری رجب لکھا ہے، عمر شریف حضرت کی ۷۴ سال کی ہوئی، مزار قصبہ چشت میں ہے، حضرت خواجہ ناصرالدین کے پیر حضرت خواجہ ابو محمد چشتی تھے، شان عظیم و مرتبہ بلند رکھتے تھے، حضرت پر تحیر رہتا تھا اور برسوں پہلو زمین سے نہ لگایا، ہر شب اپنے گھر کے چاہ میں سرنگوں لٹک کر تمام شب یادِ خدا میں رہتے تھے، لکھا ہے کہ جس روز حضرت تولد ہوئے شب عاشورا تھی، آپ کے والد کو خواب ہوا دیکھا کہ حضرت رسول مقبول تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے احمد تیرے گھر فرزند تولد ہوا، میرے نام پر اس کا نام رکھنا میرا سلام کہنا، جس وقت آپ تولد ہوئے قبل از غسل سات بار کلمہ پڑھا، جب والد حضرت نے یہ سنا تجدید وضو کر کے آپ کے نزدیک آکر فرمایا سلام علیک، آپ نے جواب دیا، پھر آپ کے والد نے آپ کے کان میں کہا کہ رسول مقبول نے سلام فرمایا ہے اور جناب باری میں دعا کی کہ الٰہی ابو محمد کو ولی کامل کر، لکھا ہے کہ شب کو آپ تولد ہوئے، عاشورہ کے تمام دن دودھ نہ پیا، جب شام ہوئی، اس وقت حضرت نے دودھ نوش فرمایا، آپ کے والد فرماتے ہیں، کہ ڈھائی برس کی عمر تک آپ نے اشاروں سے نماز ادا کی، اور کلمہ بہت پڑھتے تھے اور تا ایّام شیر خواری دودھ نوش کیا، اور لکھا ہے کہ ایک روز حضرت مکتب میں جاتے تھے کہ خضر علیہ السلام ملے اور بحکم خدا اسم اعظم تعلیم فرمایا، جس کی وجہ سے

تمام علوم دین و دنیا کھل گئے، اور لکھا ہے کہ حضرت سلطان محمود ہمراہی ہفتاد کس بزرگ ہندوستان میں تشریف لائے اور مسلمانوں کی امداد فرمائی۔ غرہ رجب ۱۱۴ھ میں داخل جنت ہوئے، مزار قصبہ چشت میں ہے، ان کے پیر حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی تھے اور بڑے بیٹے سلطان فرسناف کے تھے، وہ سید ابراہیم کے وہ ابن سید یحییٰ بن سید امام حسن ابراہیم کے وہ ابن سید یحییٰ ابن سید حسین بن سید مجید بن سید ناصر الدین بن سیلا نور اللہ بن سید حسن مثنیٰ حضرت کے تھے اور لکھا ہے کہ حضرت کی عمر بیس برس کی تھی ایک بار اپنے والد کے ہمراہ گھوڑے پر سوار جاتے تھے، راستہ میں حضرت خواجہ ابو اسحاق مل گئے تھے دیکھتے ہی گھوڑے سے کودے اور قدموں پر گرے، اسی وقت سے ترک لباس کیا، اُن کے والد اور دیگر اکابرین نے سمجھایا، آپ نے نہ مانا ثابت قدم رہے جب حضرت کی تربیت پوری ہو چکی، حضرت خواجہ ابو اسحاق بطرف دیگر تشریف لے گئے، حضرت قصبہ چشت میں بہدایت خلق اللہ مشغول رہے۔ وفات حضرت کی غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ چشت میں ہے، ان کے پیر حضرت خواجہ ابو اسحاق شرف الدین تھے۔ صاحب لطائف اشرفی ناقل ہیں کہ حضرت بامر الٰہی اوائل عمر میں بہ نیت ارادت وطن مالوفہ ملک شام سے بغداد شریف پہنچے۔ وہاں پر حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس اللہ سرہ کے مرید ہوئے، حضرت نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے انہوں نے عرض کیا ابو اسحاق شامی، آپ نے فرمایا آج سے تم ابو اسحٰق چشتی ہوئے، کیونکہ خلقت قصبہ چشت کی تم سے ہدایت پائے گی اور تا قیام قیامت تمہارے مرید چشتی کہلائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ حضرت بعد ایک ہفتہ کے روزہ افطار کرتے تھے، ہمیشہ ذکر اللہ میں ایام بسر فرماتے اور گوشہ نشین رہتے تھے ۱۴ ربیع الثانی ۳۵۵ھ میں وفات پائی۔ مزار شہر عکہ میں ہے، خواجہ ابو اسحٰق چشتی مرید حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری کے تھے، یہ حضرت قصبہ دینور میں ایک پہاڑی مقام ہے پیدا ہوئے اور بغداد میں نشو و نما پائی یہ اپنے گھر سے امیر تھے۔ جب عشق الٰہی پیدا ہوا تمام مال و منال راہِ خدا میں دے کر حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری کے مرید ہوئے اور

کار فقر با تمام پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، ایک مرتبہ حضرت کے پیر و مرشد کے عرس میں سماع ہو رہا تھا، ایک شخص آیا اور سوال کیا کہ عرس کے روز سماع کی کیا کیفیت ہے یہ مہمان داری اور سماع دوسرے روز نہیں ہو سکتا، سماع کے سننے میں تو بھلا علماء کا اختلاف ہے، اور ایک روز معین کر کے فاتحہ کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ جواب میں آپ نے ارشاد کیا کہ خصوصیت یہ ہے کہ اس روز وصال دوست میسّر ہوا ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب، پس میں اپنے پیروں کے وصال کے دن خوشی اس واسطے کرتا ہوں کہ ان کی وجہ سے وصل میسّر ہو، بعض نے لکھا ہے کہ ممشاد علو دینوری اور ممشاد دینوری اور تھے یہ غلط ہے بندہ نے اس کی خوب تحقیق کی ہے، ممشاد علو دینوری ایک ہی گزرے ہیں، یہی ہیں خاندان چشتیہ اور قادریہ کے مقتدا حضرت کو خرقہ خلافت خواجہ جنید بغدادی سے بھی پہنچا تھا، اور خلیفہ حضرت کے خواجہ ابواسحاق اسود احمد دینوری تھے، کہ سلسلہ سہروردیہ جنیدیہ اور قادریہ کے پیشوا ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۴ محرم ۲۹۸ھ کو ہوئی، مزار قصبہ دینور میں ہے خواجہ ممشاد علو دینوری مرید خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ ان کی کرامات مشہور ہیں، آپ صاحب خوانوادہ میں مرید خواجہ حذیفۃ المرعشی کے ان کے مرید ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے، اور حضرت چوتھے روز جنگل کے کسی ثمر یا کاہ برگ سے افطار فرماتے تھے اور جنگلوں میں ہمیشہ یاد دوست میں ایام گزارتے تھے، وفات حضرت کی ۷ شوال کو ہوئی کہ ۲۸۷ھ تھی، مزار بصرہ میں اور پیدائش حضرت کی ۱۶۷ھ میں ہوئی تھی، آپ کے پیر خواجہ حذیفۃ المرعشی کہ اصلی نام ان کا سید بدر الدین ہے، اور حضرت نے خواجہ ابراہیم بن ادہم کے مرید ہو کر خرقہ خلافت پہنا، اور سات برس کی عمر میں حافظِ قرآن ہوئے، اور خواجہ فضیل بن عیاض اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا تھا، صاحب سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ ستر برس مصلیٰ شریف سے پیر نہ اُٹھایا، مگر ہر سال واسطے زیارت روضہ مطہرہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آتے اور چندے اپنے پیر کے ہمراہ بھی سفر فرمایا ہے، ۱۴ شوال ۲۷۶ھ میں وفات پائی۔ ان کے مرشد حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی قدس اللہ سرہٗ العزیز تھے، ان کے کوائف عمری اور مشاہد مشہور ہیں۔ صاحب لطائف اشرفی

ناقل ہیں کہ رسول مقبول علیہ السلام نے ان کو سلطنت سے جدا کر کے روحی طور پر علم الٰہی ان کے سینہ میں بھر دیا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا، بعدہٗ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کی خدمت میں مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پہنا، جن کے بعد حضرت جنید بغدادی سید الطائفہ نے فرمایا کہ کلید علمہائے درویشی کی ابراہیم ہے اور ہمیشہ حضرت کے احوال یاد کر کے رویا کرتے تھے، اور دوسرا سلسلہ حضرت کا اس طرح پر ہے کہ خواجہ ابراہیم کو خرقہ ارادت حضرت عمران موسیٰ بن زید راعی سے پہنچا کہ ان کو خواجہ اویس قرنی سے اُن کو معمر الجیلی سے کہ اصحابہ رسول سے تھے ملان جیلان میں ان کا مزار ہے، چنانچہ آپ کے حالات تمام و کمال لطائف اشرفی سیر الاقطاب، نفحات، مرآۃ الاسرار، شرح آداب المریدین، رونق المجالس، سیر الاولیا و حکایت الصالحین، چہل مجلس وغیرہ کتابوں میں درج ہے، حضرت ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور شب جمعہ ۲۸ جمادی الاول ۲۶۲ھ میں وفات پائی، مزار شریف ملک شام نزدیک مزار لوط علیہ السلام کے ہے، حضرت کے پیر و مرشد خواجہ فضیل بن عیاض سمرقند میں پیدا ہوئے، بعض نے لکھا ہے کہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور ماوراء النہر میں نشو و نما پایا۔ حضرت کی حکایات بھی کتب ہائے صوفیہ میں بخوبی درج ہیں، آخر عمر میں مکہ معظمہ میں معتکف ہوئے، ۱۰ محرم کو آپ کی وفات ہوئی، بعض نے جمعہ اور ۱۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ لکھا ہے، کہ آپ کے پیر حضرت خواجہ عبدالوہاب بن زید مدینہ منورہ میں تولد ہوئے، اور حضرت خواجہ حسن بصری کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا، حضرت کی وفات ۲۸ صفر ۱۲۶ھ میں ہوئی، مزار بصرہ میں ہے، آپ کے پیر حضرت خواجہ حسن بصری کہ کنیت اُن کی ابو سعید و ابو محمد ہے، آپ اکابر تابعین اور امام الحرمین تھے۔ خلیفہ جناب علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام آپ سے بہت مانوس تھے اور جملہ علوم اپنے پیر جناب علی مرتضیٰ سے حاصل کئے، بلکہ امیر المومنین ان کو اپنا فرزند فرماتے تھے۔ اور کتاب حبیب السیر سے معلوم ہوا کہ حضرت نے تربیت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پائی ہے اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ پدر حضرت خواجہ حسن بصری سن بارہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے، اور آپ کے والد

کا نام موسیٰ راعی تھا وہ بیٹے خواجہ اویس قرنی کے تھے، آپ کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا، اور آپ ۱۳۰، اصحاب رسول کے ہم صحبت رہے ہیں، وفات حضرت کی غرہ رجب یا محرم ۱۰۲ھ یا ۱۱۱ھ میں بعہد سلطنت حسین بن عبد الملک مروان میں ہوئی، مزار بصرہ میں ہے، آپ مرید جناب علی مرتضیٰ کے کہ وہ وصی رسول مقبول تھے، ان حضرات کے فضائل قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں، جن کا مورّخ خود خدا ہو، ان کی کیفیت بندہ لکھے کیا مجال ہے، یہ مقام ادب ہے۔

جاننا چاہیئے کہ طریق ہمارے پیران چشت کا یہ ہے کہ موافق سنّتِ نبوی کے شہر و قریہ میں رہ کر خلق اللہ کو ہدایت کرنا اور جو خلافِ شرع ہو اس سے منع کرنا اور ہمیشہ صفائی قلب میں کوشش کرنا، اور جو طریق کہ اپنے پیروں سے پہنچا ہے اس پر محکم ہے اور ریاضت کو عزیز رکھنا، فقر کو غنا پر ترجیح دینا، فقیر کو دوست رکھنا، اہلِ سماع سے جو کہ خلاف شرع نہ ہو محبت رکھنا، اور پیروں کے عرس بشوق تمام کرنا، ہر قوم کو اپنے سے بہتر جاننا اور صلح جو رہنا، اور کثرت میں وحدت کو دیکھنا، اور مریدوں کی تربیت میں کوشش کرنا اور جو ذکر و شغل شروع کرنا، اس کو تا حیات ناغہ نہ کرنا، اور ہمیشہ مست ہوشیار رہنا، اور سکر اور سہو کو غنیمت سمجھنا۔

ذکر حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشی چشتی ثم دہلوی قدس اللہ سرّہٗ العزیز

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ پہلے آپ کو بختیار کہتے تھے، بعد میں ملقب بہ قطب الدین ہوئے اور صاحب مراۃ الاسرار یوں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ از راہِ مہربانی اکثر قطب الدین بختیار فرمایا کرتے تھے، قطب الدین نام تھا، بختیار خطاب ہوا، اور نسب آپ کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے یعنی خواجہ قطب الدین بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ اوشی بن سید احمد بن سید اسحاق حسن بن سید معروف بن سید

احمد بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ تاج دین اوشی کہ حضرت کے مرید تھے، از روئے تحقیق لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو اول سے نصف قرآن مجید یاد تھا، وہ کثرت سے قرآن شریف پڑھا کرتی تھیں، آپ بسبب قوت ولایت کے یاد فرمایا کرتے تھے اور بلند آواز سے اسم ذات کیا کرتے تھے۔ اور ہر نیم باآواز بلند ذکر اسم کیا کرتے تھے، گھر والوں میں سے ہر ایک سنتا تھا، پس جو کمالات رتبہ عالی پروردگار نے طفلی میں حضرت کو عطا کیا تھا، کسی اولیاء کو بزرگی میں بھی میسر نہ ہوا، شیخ تاج الدین نے اس روایت کو حضرت کی والدہ سے پایہ تحقیق پر پہنچایا ہے، اور والدہ حضرت کی فرماتی تھیں کہ جس روز آپ تولد ہوئے ہیں، آدھی رات تھی کہ میں اٹھی دیکھا کہ زمین سے آسمان تک تمام گھر روشن ہے، میں اٹھی اور اپنے پروردگار کی درگاہ میں مناجات کی کہ الٰہی کیا بھید ہے اس بندی پر ظاہر فرما، غیب سے ندا ہوئی، کہ یہ وقت پیدائش تیرے فرزند کا ہے، یہ روشنی اس کے نور دل کی ہے، اسی وقت درد زہ شروع ہوا، اور حضرت تولد ہوئے، شب دوشنبہ اور ۵۸۲ھ تھی، جب آپ بمقام اوش توابع فرغانہ میں تولد ہوئے، ہوتے ہی اپنا سر سجدہ میں جھکا دیا، اور سر اسم ذات جہر کے ساتھ شروع کیا، کہ تمام اہل محلہ سنتے تھے اور متعجب ہوتے تھے، جوں جوں صبح ہونے لگی، وہ نور بھی کم ہونے لگا، اور پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا، ستر ڈھانکنے کا حکم کیا، اور فرمایا کہ جلد غسل دو، یہ کہہ کر پھر چپ ہو گئے اور طفولیت میں بھی حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جو زبان سے نکلتا فوراً ظہور ہوتا، اور جب عمر ڈھائی برس کی ہوئی، آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، پھر آپ کی والدہ ہی پرورش فرماتی رہیں، جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی، پڑھنے بیٹھے اور صاحب جوامع الکلم راوی ہیں کہ عمر شریف چار سال چار ماہ کی ہوئی. آپ کی والدہ ماجدہ نے بڑی دھوم دھام سے آپ کی بسم اللہ کی اور ایک غلام اور ایک کنیز اور کچھ نقد اور کچھ شیرینی ہمراہ کر کے محلہ کے مکتب میں روانہ کیا، ناگاہ راستہ میں ایک مرد ملا، اور اس نے غلام سے دریافت کیا کہ اس نیک کردار کو کہاں لئے جاتا ہے، غلام نے کہا کہ محلہ کے مکتب میں بٹھانے جاتا

ہوں، اس مرد نے کہا کہ اس سعید ازلی کو مولانا ابا حفص کے مکتب میں لے جا کہ وہ عارف کامل ہے، الغرض وہ مرد بھی ہمراہ ہوا، اور حضرت کو لے کر مولانا مذکور کے پاس آئے واسطے تربیت کے سپرد کیا اور وہ مرد چلا گیا، اس وقت مولانا نے اس مرد غلام سے پوچھا کہ اس مرد کو جو تیرے پاس ہے تو جانتا ہے، اس نے عرض کیا میں نہیں جانتا، مولانا نے فرمایا وہ خضر علیہ السلام تھے، صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت نے تکمیل علوم ظاہری اور باطنی کی مولانا ابو حفص سے کی، اور صاحب سنابل ناقل ہیں کہ ایام مکتب خواجہ نزدیک تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سیر کرتے ہوئے داخل اوش ہوئے، حضرت قطب الاقطاب پہلی ہی صحبت میں مرید ہوئے، اور سبع سنابل میں ہے کہ جب عمر شریف حضرت کی پانچ برس کی ہوئی، ایام مکتب قریب تھے کہ خواجہ بزرگ داخل اوش ہوئے حضرت قطب الاقطاب کی والدہ نے آپ کو خواجہ بزرگ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے تختہ دست مبارک میں لے کر چاہا کہ کچھ تحریر کریں غیب سے ندا ہوئی کہ ذرا ٹھہر، حمید الدین آتا ہے وہ تعلیم کرے گا، ادھر قاضی حمید الدین نے ناگور میں آواز سنی کہ اوش میں جا کر ہمارے قطب کی تعلیم کر، قاضی جی نے چشم بند کیں، معاً اپنے کو اوش میں محفل خواجہ میں پایا، حضرت نے فرمایا تمہارے واسطے کیا لکھوں آپ نے فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام، قاضی جی نے کہا یہ پندرھویں پارہ میں ہے تو نے پہلے کس سے پڑھ کر فرمایا کہ میری والدہ کو اول کے پندرہ پارے یاد تھے وہ پڑھا کرتی تھیں میں یاد کرتا تھا، الغرض آپ نے چار روز میں قرآن شریف تمام کیا۔ صاحب سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ آپ نے بماہ رجب ۵۲۲ھ میں بمقام جامع مسجد امام ابو اللیث سمرقندی شہر بغداد میں روبرو شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ اوحد الدین کرمانی و شیخ برہان الدین چشتی و شیخ محمود اصفہانی کے حضرت خواجہ بزرگ سے بیعت کی اور بتدریج خرقہ خلافت پایا اور ہمراہ خواجہ بزرگ بغداد شریف میں ریاضت اور ہدایت خلق اللہ میں مصروف رہے، پھر چند سے خواجہ بزرگ سے جدا ہو کر سیر کی اور بزرگوں سے ہم صحبت رہے کس واسطے کہ حضرت خواجہ بزرگ بحکم رسول مقبول ہندوستان میں تشریف لے آئے تھے۔ جب حضرت

نے سنا کہ حضرت خواجہ بزرگ بمقام اجمیر مقیم ہیں شہر بغداد سے واسطے زیارت پیر و مرشد کے عازم ہندوستان ہوئے، اول ملتان تشریف لاکر شیخ بہاؤ الدین زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی سے ملے اور بہت کچھ اتحاد پیدا ہوا، چندے قیام فرما کر رونق افروز دہلی ہوئے اور ایک عرضی شوق قدمبوسی میں تحریر کر کے حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں ارسال کی حضرت خواجہ بزرگ نے اس عرضی کو ملاحظہ فرما کر لکھا کہ قرب روحانی میں بُعد مکانی ہرگز واقع نہیں ہے اور زبانی فرمایا کہ بابا بختیار کو دہلی میں رہنا چاہیئے۔ جب یہ جواب آیا حضرت نے دہلی میں قیام فرمایا، مگر تین بار واسطے زیارت حضرت خواجہ بزرگ کے اجمیر شریف میں تشریف لے گئے، صاحب دلیل العارفین لکھتے ہیں کہ حضرت کی تشریف آوری کو سلطان شمس الدین بادشاہ دہلی نے غنیمت جانا اور پیشوائی کی اور شہر میں لاکر رکھا۔

حالات مولانا جلال الدین محمد بسطامی و شیخ نجم الدین صغرا شیخ الاسلام

شمس الدین دیکھتے ہی معتقد ہوئے اور باہمی نہایت اتحاد بڑھا، اور سلطان بھی ہر ہفتہ میں دربار حضرت کی زیارت سے مشرف ہونے کو حاضر خدمت ہوتا تھا۔ محل بادشاہی مہرولی میں تھا وہاں سے کیلو کھڑی کو جہاں اب مقبرہ ہمایوں بادشاہ ہے، پانچ کوس کا بُعد ہے آخر سلطان نے بہت منت سے لاکر شہر میں اپنے قریب رکھا، لاڈو سرائے کے جنگل میں قرب عمارات سلطان شمس الدین التمش حضرت کی حویلی کے نشان مشہور ہیں معتقد وہاں بھی جبہ سائی کرتے ہیں اور مسجد اعزالدین آپ کے سپرد کی کہ جہاں بیٹھ کر حضور ہدایت خلق میں مصروف رہتے تھے اور بزرگان امرائے شہر سب حضرت کی خدمت میں ارادت عقیدت رکھتے تھے بلکہ روئے مبارک کے شیدا تھے، اسی عرصہ میں مولانا بدرالدین غزنوی نے حضرت سے بیعت کی اور پھر خلافت حاصل کی، صاحب سیر العارفین ناقل ہیں کہ جب مولانا جلال الدین کا انتقال ہوا تو سلطان نے چاہا کہ

حضرت کو شیخ الاسلام بنائے، حضرت نے قبول نہ کیا، تب ناچار ہو کر شیخ نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلام بنالیا، اس عہدہ جلیل القدر کے ملتے ہی قلب اُن کا مکدر ہوا۔ اور غرور پیدا ہو گیا اور منجانب حضرت کے رنج پیدا ہوا، ایک بار حضرت سے عرض کیا کہ آپ کے آگے میری کوئی عزت نہیں کیا کرتا، الغرض ایسا حسد بڑھا کہ خود حاسد مشہور ہو گئے، سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ بزرگ واسطے کار ضروری اولاد کے دہلی میں تشریف لائے اور حضرت قطب الاقطاب کے مکان پر فروکش ہوئے، حضرت نے اپنے مرشد کی تشریف آوری کو سعادت سمجھ کر عرض کیا کہ آپ کو بادشاہ کے پاس جانے سے کیا فائدہ خود دولت سرائے بادشاہ پر تشریف لے گئے، بادشاہ آپ کے آنے کی خبر سن کر خوش ہوا، اپنی سعادت سمجھی کہ زہے طالع کہ حضرت نے میرے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے معزز فرمایا اور بہت کچھ پیش کش کی، اور فوراً کار برآری ہو گئی۔ اُسی مجلس میں رکن الدین حلوائی حاکم اودھ حاضر ہوا اور حضرتؒ سے بالا دست بیٹھا، بادشاہ کو یہ حرکت اُس کی ناگوار معلوم ہوئی، حضرت نے نور باطن سے دریافت فرمایا ارشاد کیا کہ جب حلوا اور کاک موجود ہوں اگر کاک پر حلوا بیٹھے تو کیا غلطی ہے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ جب حضرت بزرگ رونق افروز دہلی ہوئے تو شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلامؒ دہلی تھے، ان میں اور حضرت خواجہ بزرگ میں بہت دوستی تھی، بلکہ خراسان کی ملاقات تھی، خواجہ بزرگ مکان شیخ نجم الدین پر ملنے تشریف لائے، یہ اپنے مکان کے صحن میں کچھ بنوا رہے تھے، حضرت خواجہ بزرگ کی طرف متوجہ نہ ہوئے، حضرت نے نزدیک پہنچ کر سلام علیک کی، اور فرمایا کہ شیخ الاسلام دہلی نے تیرا دماغ بگاڑ دیا کہ جو تو قدیم دوستوں سے بھی نہیں ملتا، شیخ الاسلام نے کہا کہ میں تو آپ کا معتقد اور نیازمند ہوں، تم نے اس شہر میں اپنے مرید کو چھوڑا ہے، اس کے آگے میری شیخی کو کوئی نہیں پوچھتا، آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ میں اپنے ہمراہ قطب الدین کو اجمیر لے جاؤں گا، جب حضرت قیام گاہ پر تشریف لائے تو خواجہ قطب الدین کو اپنے روبرو بلایا اور فرمایا کہ بابا قطب الدین

اس شہر کے بعض لوگ تیرے شاکی ہیں، میرے ہمراہ اجمیر میں چل اور وہاں مسند شیوخت پر بیٹھ میں تیرے روبرو حاضر ہوں گا، اور خدمت کروں گا، قطب الاقطاب نے دست بستہ عرض کی جو ارشاد ہو حضور کی بندہ نوازی ہے، میری مجال تو آپ کے روبرو کھڑے ہونے کی بھی نہیں ہے چہ جائیکہ بیٹھوں، صبح حضرت خواجہ قطب الدین کو ہمراہ لے کر طرف اجمیر کے چلے یہ حال سن کر تمام شہر میں غل مچ گیا، سب کی آنکھوں میں جہان تیرہ وتاریک ہو گیا، سلطان اور تمام شہر ہمراہ ہو کر پیچھے دوڑے آپ کے قدموں کی خاک چہروں سے ملتے اور روتے چلے جاتے تھے۔ جب حضرت خواجہ بزرگ نے خلق دہلی کی طرف یہ حالت دیکھی فرمایا کہ بابا قطب الدین جا دہلی میں رہ کر یہ تمام دہلی تیرے جانے سے بہت رنجیدہ ہے، اتنے دلوں کو دکھانا نہ چاہیئے، چنانچہ کو خدا کے سپرد کیا اور دہلی کو تیرے حفظ امان میں چھوڑا۔ حضرت خواجہ بزرگ راہی طرف اجمیر کے ہوئے اور بادشاہ اور رعایا نے مقدم حضرت قطب الاقطاب کو غنیمت سمجھا، بہت خوشی کرتے ہوئے ہمراہ حضرت کے شہر میں آئے، لکھا ہے کہ جس وقت خواجہ بزرگ شیخ نجم الدین صغریٰ کے مکان پر رونق بخش ہوئے تھے، تو وہ بوجہ حسد قطب الاقطاب کے بے مروتی سے پیش آئے، خواجہ بزرگ نے اس وقت فرمایا، کہ نجم الدین تو بہت رسوا ہوگا، آخر ویسا ہی ہوا، اس کی کیفیت یہ ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کو خلیفہ شیخ شہاب الدین کے اور پیر بھائی شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے تھے، جس وقت شیخ شہاب الدین نے بغداد سے شیخ بہاؤ الدین کو طرف ملتان کے روانہ کیا، تو شیخ جلال الدین نے بھی بوجہ محبت اپنے پیر بھائی سے اپنے پیر سے رخصت لے کر دونوں صاحب ہمراہ وارد ہندوستان ہوئے، شیخ بہاؤ الدین ملتان میں ٹھہرے، اور شیخ جلال الدین سیر کرتے ہوئے دہلی میں آئے، جب ان کی خبر سلطان کو پہنچی شہر سے باہر آ کر ان کا استقبال کیا، کس واسطے کہ یہ وارد ہندوستان ہوتے ہی شہرہ آفاق ہو گئے تھے، جب شیخ کا اور سلطان کا مقابلہ ہوا، سلطان نے اپنا گھوڑا خالی کیا اور مصافحہ کیا، اور باعزاز تمام لے کر شہر میں آیا، یہ امر شیخ نجم الدین کو اچھا نہ معلوم

ہوا، حسد کی آگ بھڑکی، کس واسطے کہ ان کی کرامات تو پہلے ہی بادشاہ شاہ ولایت ہند
صلب فرما چکے تھے، یہ خالی رہ گئے تھے، سلطان نے شیخ نجم الدین سے دریافت
کیا، کہ شیخ جلال الدین کو کس جگہ ٹھہرنا چاہیئے، انہوں نے کہا یہ جو محل محل سلطانی کے
قریب ہے، خالی ہے اس میں قیام کرا دیجئے ان کا مدعا یہ تھا، کہ اس مکان میں جن
رہتا تھا، وہ کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتا، اس میں شیخ کی قلعی کھل جائے گی، شیخ
جلال الدین نے نور باطن سے اس امر کو دریافت فرما کر کہا، کہ اس مکان کی کنجی دو، تاکہ
میں اس مکان میں قیام کروں، جب کنجی شیخ کو ملی اپنے خادم تراب کو کنجی دے کر
فرمایا کہ اس مکان میں جا، اور بلند آواز سے کہہ دے کہ اس مکان میں جلال الدین
تبریزی آتا ہے، جلد اس مکان سے نکل جاؤ، پس اس آواز کے سنتے ہی جن وہاں
سے فرار ہوئے اور شیخ جلال الدین وہاں آکر قیام پذیر ہوئے، جب شب
گزری اپنے وظائف سے فارغ ہو کر واسطے ملاقات قطب الاقطاب کے چلے
حضرت کو نور باطن سے ان کا آنا معلوم ہوا، اور دروازہ سے پیشوائی کر کے مکان
میں لائے، اس روز آپ کے یہاں مجلس سماع تھی، تمام درویش حاضر تھے، درویشوں
کو اس بیت پر وجد ہو رہا تھا۔

در میکدۂ وحدت ہشیار نمی گنجد در عالم نیرنگی جز یار نمی گنجد

اور وہ دن بھی جمعہ کا تھا، دونوں بزرگوں نے نماز جمعہ ادا کی، اور پھر اپنی
قیام گاہ کو واپس آئے، لکھا ہے شیخ عشاء کے وضو سے نماز صبح کی ہمیشہ ادا
کیا کرتے تھے، اور بعد نماز چاشت کے پلنگ پر لیٹ جایا کرتے تھے، اور غلام
تلوے سہلایا کرتے تھے، غلام ترکی صاحب جمال تھا، اس کو شیخ نے ایک ہزار
دینار دے کر خرید کیا تھا، اور شیخ کو بہت عزیز تھا، ایک روز شیخ جلال الدین
معمولی طور پر صحن مکان میں پلنگ پر دراز تھے۔ اور یہی غلام چپی کر رہا تھا، اور شیخ
نجم الدین واسطے امامت صبح کے بالاخانہ محل سلطانی پر تھے، ان کی نظر بھی شیخ پر پڑی،
اسی وقت بادشاہ سے کہا کہ جس کے آپ معتقد ہیں دیکھئے نماز فجر بھی ادا نہیں کی، اور

صاحب جمال سے خلوت رکھتا ہے، شیخ جلال الدین نے اپنے کشف سے معلوم کیا، اور بآواز بلند کہا کہ نجم الدین اگر پہلے دیکھتا، اس لڑکے کو میری بغل میں دیکھتا، اس بات سے سلطان شرمندہ ہوا، اور شیخ نجم الدین کو بہت کچھ جھڑکا، مگر یہ اس پر بھی باز نہ آیا، اس کا حسد اور زیادہ ہوا، اور اس فکر میں ہوا، کہ کسی طرح شیخ کو زک دیجئے، اتفاقاً شہر میں ایک گانے والی عورت بہت حسین تھی، کبھی کبھی شیخ جلال الدین کے روبرو بھی گانے آتی تھی۔ اور شیخ نجم الدین کے پاس بھی جاتی تھی، شیخ نجم الدین نے ڈھائی سو دینار اس کو نقد دیئے اور ڈھائی سو دینار کسی دکاندار کے پاس جمع کرا دیئے، اور کہا کہ شیخ جلال الدین پر زنا کی تہمت لگانے، جب تو یہ کام کر دے گی تو ڈھائی سو دینار اس دکاندار سے لے لینا، اس عورت نے ایسا ہی کیا یعنی مشہور کیا کہ جلال الدین نے بہ جبر مجھ سے حرام کیا، جب یہ خبر سلطان کو پہنچی نہایت متفکر ہو کر اطراف و جوانب سے علما اور مشائخ روزگار مثل شیخ بہاؤ الدین ملتانی کو ملتان سے، شیخ حمید الدین سوالی کو ناگور سے طلب کیا، اور ایک مجلس جمع کر کے اس عورت اور شیخ جلال الدین کو بلایا، شیخ بہاؤ الدین نے اس مجمع میں فرمایا کہ اہل اللہ پر کچھ پوشیدہ نہیں ہے تو سچ کہہ دے ورنہ تو اپنے کئے کو پہنچے گی، اس عورت نے عرض کیا کہ افترا نجم الدین صغرا کا ہے، اس نے مجھ کو پانچ سو دینار فلاں دکاندار کے روبرو دے کر یہ بات غلط کہوائی ہے، اور شیخ جلال الدین بالکل پاک ہیں۔ جب دکاندار سے دریافت کیا، تو اس نے بھی سچی گواہی دی، سلطان نجم الدین پر بہت خفا ہوا، اور شیخ الاسلامی سے جدا کیا چنانچہ خواجہ بزرگ کی خفگی اور قطب الاقطاب کے حسد کا یہ ثمرہ ہوا، صاحب راحت المحبین ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین جس کو مرید کرتے کامل بناتے تھے، اور ارشاد فرما دیتے تھے کہ فقرا کی خدمت کرنا، بادشاہوں اور امیروں سے دور رہنا، ایک یہ کرامت تھی، کہ جس کو تعلیم فرمائی وہ تمام عمر عمل کرتا تھا، لکھا ہے کہ حضرت نے سب سے پہلے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کو مرید اور خلیفہ فرمایا، چنانچہ جب بابا صاحب کو حضرت کی خدمت میں دیکھا تو خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ بابا بختیار تو نے بہت بڑے شاہباز کو قید کیا کہ جس کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ ہوگا، یہ فرید شمع ہے، اس سے ہمارا خاندان روشن اور منور ہوگا، یہ ذکر اس

وقت کا ہے، جب حضرت خواجہ بزرگ دوبارہ دہلی تشریف لائے تھے، صاحب مرأة الاسرار ناقل ہیں، کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ عہد سلطان شمس الدین التمش میں ایک درویش کے یہاں مجلس سماع تھی، اور حضرت خواجہ قطب الدین وقاضی حمید الدین بھی موجود تھے کہ شیخ علی غل مچاتے ہوئے آئے اور حضرت سے کہا کہ مولانا رکن الدین سمرقندی بہت سے علماء ہمراہ لئے آتا ہے کہ درویشوں کو سماع سے باز رکھے۔ حضرت قاضی حمید الدین نے صاحب خانہ سے بلاکر کہا کہ تو روپوش نہ آنا، اگر وہ بے اجازت ہماری آدے گا تو ہم سمجھ لیں گے۔ اور پھر سماع میں مشغول ہوئے اور مولانا مذکور دروازہ پر آئے اور صاحب خانہ کو بلایا جب اس کا نشان نہ ملا ناچار ہوئے اور ان کے دل پر ایک ہیبت چھاگئی، آخر واپس پھر گئے، اور بحر المعانی میں لکھا ہے کہ جب حضرت دہلی میں مقیم ہوئے تو اس وقت مقتدائے شہر خواجہ سید مبارک تھے، دونوں بزرگوں نے باہم نماز جمعہ ادا کی، بعدہ حضرت نے سید مبارک سے فرمایا کہ ہم تم دونوں سماع سنیں، سید صاحب نے کہا بے اجازت رسول مقبول میں کچھ نہیں کہہ سکتا، آپ نے فرمایا کہ آج کی شب تم کو اجازت ہو جائے گی، چنانچہ سید صاحب نے اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ رسول مقبول فرماتے ہیں کہ اے فرزند قطب الدین کی مجلس میں حاضر ہو، صبح سید صاحب آکر شریک سماع ہوئے اور سماع کی کیفیت یہ ہے کہ جب قاضی حمید الدین ناگوری بعد تعلیم قطب الاقطاب دہلی کو آئے تھے کہ راستہ میں ایک مرغ طوطیس کہ ان کو ققنس بھی کہتے ہیں، اس کی چونچ میں دو سو سوراخ ہوتے ہیں جب وہ مست ہوکر آواز دیتا ہے ہر سوراخ سے صدائے گوناگوں نکلتی ہے، وہ ایک جگہ بیٹھا تھا اور قاضی صاحب کا وہاں سے گزر ہوا، اور وہ مستی کے عالم میں صدائیں دے رہا تھا، اس کی آواز حضرت کے گوش زد ہوئی بیہوش ہوکر گر پڑے، بعدہٗ وجد کرنے لگے، ہر چند مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے، مگر یہ گداز گی حضرت خواجہ بزرگ کی صحبت کے اثر سے پیدا ہوئی، جب آپ کو ہوش آیا تو حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے پاس کھڑا پایا کہ فرماتے ہیں کہ اے حمید الدین تو نے سماع سنا اور مشائخوں نے بھی سنا ہے۔ اس روز سے قاضی بخلاف اپنے پیروں کے سماع سنتے رہے، شاہ اشرف جہانگیری نے اپنے

مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب ملتان تشریف لاکر ایک مسجد میں ٹھہرے
شیخ بہاؤالدین زکریا نے نورِ باطن سے دریافت کرکے ایک خادم کو حضرت کی خدمت
میں بھیجا۔ حضرت وضو کر رہے تھے، خادم نے دیکھا کہ جو قطرہ پانی کا زمین پر گرتا ہے۔
اُس کو ملائک اُٹھا لیتے ہیں، چونکہ خادم بھی اہلِ نظر تھا یہ حال دیکھ کر خدمتِ شیخ میں جاکر
عرض کی، شیخ اُسی وقت پہنچے، اور حضرت کو سوار کرکے اپنی خانقاہ میں لائے، اور بہت
دُھوم سے ضیافت کی، جب حضرت کھانے سے فارغ ہوئے تبسّم کرکے فرمایا بہاؤالدین
ضیافت تو کی، لیکن خشک کی، شیخ حضرت کے اشاروں کو سمجھ گئے اور قوالوں کو طلب
کیا، اور سماع شروع ہوا۔ عاشقانِ دل سوختہ کو وجد ہوا، آواز ہائے ہو بلند ہوئی، یہ
غلغلہ سُن کر تمام درویشانِ سُہروردی جمع ہوکر آئے، اور اس ارادہ سے شیخ کو منع کیا، شیخ
نے کہا کہ ایک بزرگ چشتیہ مہمان ہے۔ اس کی خاطر یہ سماع ہے، جب لوگ نزدیک حضرت
کے آئے اُن پر بھی آتشِ عشق شعلہ زن ہوئی اور اُن کے دلوں کو آتش عشق چشتیہ نے
کباب کر دیا، سب کو ذوق اور شوق وجد ہوا، جب اُن کو افاقت ہوئی۔ بعضے اُن میں
سے مرید ہوئے، بعض نے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور ہانسی تک سب حضرت کے
ہمراہ آئے، صاحب فوایدالسکین ناقل ہیں کہ بندہ ایک بار واسطے پابوسی حضرت
قطب الدین کے حاضر ہوا، اس وقت اکثر واصلانِ حق خدمت عالی میں حاضر تھے۔ مثلاً
قاضی حمیدالدین و سید نورالدین مبارک و مولانا علاؤالدین کرمانی کہ کچھ حج کا ذکر آگیا، حضرت نے
زبان مبارک سے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندگانِ خاص کے واسطے اگرچہ وہ کہیں بیٹھے ہوں،
خانہ کعبہ کو واسطے طواف کرنے اُن کے بھیجدیتا ہے۔ اس بات کو سنتے ہی اہلِ مجلس کو
بیہوشی طاری ہوئی اور کعبہ کو اپنے روبرو دیکھا۔ پس بوشرائط طواف کعبہ تھے ہم سب
بجالائے۔ پس غیب سے آواز آئی کہ اے عزیز درج تمہارا قبول ہوا، اس کے بعد مجلس برخاست
ہوئی۔ بندہ بھی اُٹھا۔ اور طرف ہانسی چلنے کا ارادہ کیا۔ میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ بابا فرید
تو جاتا ہے میں نے پھر آداب کیا اور عرض کی جو ارشاد ہو، فرمایا کہ جا تقدیر میں ایسا ہی
لکھا ہے کہ وقت نقل خواجہ بزرگ کے میں حاضر نہ تھا۔ میرے سفرِ آخرت کے وقت

تو حاضر نہ ہو، اہل مجلس سے فرمایا کہ گنج شکر کے واسطے فاتحہ اور اخلاص پڑھو، اور مصلیٰ اور عصا بندہ کو عنایت کر کے فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو۔ اور فرمایا باقی تبرکات تیری امانت قاضی حمید الدین کے سپرد کروں گا۔ میری نقل سے پانچ چار روز بعد تجھ کو دیں گے۔ میری جگہ تیری جگہ ہے۔ فرمایا کہ مرید کو چاہیئے کہ پیر کے قدم بقدم رہے۔ اس سے تجاوز نہ کرے، پھر بندے کو گلے لگایا اور فرمایا کہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا، بندہ مرخص ہو کر ہانسی کی طرف روانہ ہوا، فوائد الفوائد سے منقول ہے کہ حضرت کو ہر وقت استغراق رہتا تھا۔ اگر ملنے آتا بدیر خبر ہوتی اور عذر کر کے جلدی رخصت فرماتے، یہاں تک فنائے احدیت میں مستغرق رہتے تھے کہ فرزند کا انتقال ہو گیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ حضرت کے پسر خواجہ محمد نے سات سالہ عمر میں وفات پائی، اُن کی والدہ کے رونے کی آواز جب گوش زد حضرت ہوئی دریافت فرمایا کیا شور ہے، عرض ہوئی کہ حضرت کے صاحبزادہ خواجہ محمد صاحب نے انتقال کیا، اُن کی والدہ روتی ہیں۔ یہ سن کر فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اگر اس کی بیماری کی پہلے سے خبر ہوتی تو اس کو صحت ہوتی۔ اور صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت دہلی سے اجمیر گئے ہیں نقل از سیر الاولیاء کہ جن دنوں میں حضرت بمقام ملتان شیخ بہاؤالدین کے مہمان تھے۔ ایک شب افواجِ کفار زیر حصار ملتان آئے، اور چاہا کہ شہر کو لوٹیں۔ اُسی وقت حاکم ملتان حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور حضرت اور شیخ بہاؤالدین اور شیخ جلال الدین تینوں صاحبوں سے ان کے دفع کی دعا چاہی، اس وقت کے دستِ مبارک میں ایک تیر تھا۔ وہ حاکم کو عنایت فرما کر کہا کہ اس کو اپنے گھر لے جا، اور فوج غنیم کی طرف پھینکا، اس نے ایسا ہی کیا، اسی وقت اس فوج پر بجلی سی گری، جس کی ہیبت سے ان کے دل کانپ اُٹھے اور فرار ہوئے، لکھا ہے کہ ایک روز قطب الدین ایبک چند توڑہ زر لے کر حضرت کی خدمت میں آیا، حضرت نے ان کو قبول نہ فرمایا، اور تبسم کر کے فرمایا، کہ اس بندہ کو حاجت نہیں یہ بات اس کو ناگوار گزری، آپ نے نورِ باطن سے معلوم فرما کر جس بوریہ پر فروکش تھے، اس کا کونہ الٹ کر فرمایا کہ دیکھ جب اس نے نظر کی دیکھا، کہ ایک دریا بہہ رہا ہے جس میں بے شمار

توڑہ ہائے زرو نقرہ بہتے چلے جاتے ہیں۔ وہ یہ حال دیکھ کر شرمندہ ہوا، اور اپنی حیرت پر استغفار کی، حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت کے ہمراہ مسافر تھا، کہ ایک دریا کے کنارہ پر پہنچے، اس کے کنارہ پر جھاڑی تھی وہاں شیر لگتا تھا اور کشتی بھی موجود نہ تھی، حضرت نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ کہو کیوں کر اس دریا کے ہوں جو شیر کی آفت سے بچیں، میں حیران تھا کچھ جواب نہ دے سکا، تبسم فرما کر سورہ اخلاص پڑھنی شروع کی، ہنوز وہ تمام نہیں ہوئی تھی، پانی ادھر ادھر ہو گیا، بیچ میں راستہ دے دیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، اور دریا سے پار آئے۔ نقل ہے کہ ایک پیرزال شکستہ حال حضرت کی خدمت میں آئی اور آداب بجا کر عرض پرداز ہوئی کہ تیرہ برس عرصہ گزرا کہ میرا فرزند جس کی عمر نو برس کی تھی، غائب ہو گیا ہے، اس کی کچھ خبر نہیں، کہ کیا ہوا، آپ نے چندے مراقبہ فرمایا، بعدہٗ سر اٹھا کر فرمایا کہ وہ تیرے مکان پر موجود ہے، آپ یہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص دوڑا آیا، اور اس پیرزال سے کہا کہ تیرا فرزند ابھی تیرے گھر آیا، وہ سنتے ہی دوڑی آئی، اور فرزند سے ملی اور اس سے حال دریافت کیا، کہ تو کہاں تھا اور کیونکر آیا، اس نے بیان کیا، کہ ملک روم میں تھا ایک سوداگر مجھ کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا، اسی وقت کا ذکر ہے کہ ایک مرد بزرگ مجھ کو ملا اور کہا کہ تیری ماں تیرے فراق میں روتی ہے، اس سے چل کر مل، میں نے کہا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ وہ قریب ہے، میں اس کے ہمراہ شہر کے باہر آیا، اس نے کہا تو آنکھیں بند کر، میں نے آنکھیں بند کیں جب آنکھ کھولی اپنے کو اس گھر میں پایا جواہر فریدی میں نقل ہے کہ غلغلہ سخاوعطا سلطان شمس الدین کا بلند ہوا، تو ناصری شاعر ایک قصیدہ سلطان کی شان میں لکھ کر لایا یہاں حضرت خواجہ قطب الدین کی کرامات کا شہرہ سنا، ایک قصیدہ حضرت کی شان میں بھی کہا اور حضرت کی خدمت میں آیا قصیدہ پڑھ کر دعا چاہی کہ بادشاہ کی سرکار سے مجھ کو بہت سا زر ملے حضرت نے دعا کی اور فرمایا کہ تجھ کو بہت کچھ ملے گا، جب دربار سلطان میں حاضر ہوا، سلطان اس کو سنتے سنتے دوسری طرف متوجہ ہوئے، اس نے اس وقت حضرت کی طرف رجوع کی، بادشاہ نے پھر متوجہ ہو کے فرمایا کہ پھر پڑھ، اس نے پھر پڑھنا شروع کیا، سلطان بہت خوش ہوا، اور

چھپن ہزار روپیہ عنایت کیا، صاحب سیر اولیار ناقل ہیں، کہ حضرت نے خود فرمایا کہ ایک بار بندہ اور قاضی حمید الدین مسافر تھے، کنارہ دریا پر پہنچے، اور تین دن کے بھوکے تھے ایک بکری پیدا ہوئی، جو کی دو روٹیاں اس کے منہ میں تھیں ہمارے آگے رکھ کر چلی گئی، اُس کو فرستادہ خدا سمجھ کر ہم نے کھایا اور شکریہ خدا ادا کیا، اسی عرصہ میں ایک بچھو گھبرایا ہوا ہمارے روبرو آیا، اور دریا کی طرف چلا، ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے، جب کنارہ دریا پر پہنچے دریا نے راستہ دے دیا، جب دوسرے کنارہ پر گئے دیکھا کہ ایک شخص بشکل مردہ پڑا ہے، اور ایک اژدہا اس کو کھانا چاہتا ہے، اس بچھو نے اس اژدہے کے ڈنک مار کر ہلاک کیا اور ناپید ہوا، جب ہم نے قریب جا کر دیکھا تو وہ ایک شرابی تھا، جو مست و مدہوش پڑا تھا، ہم کو تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان پر یہ مہربانی پس آواز آئی کہ اے عزیزو نیکیوں کو ہم نگاہ رکھیں، بُروں کی محافظت کون کرے گا، پھر وہ مرد ہوشیار ہوا، اور یہ ماجرا سن کر شرمندہ ہوا اور توبہ کی، سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت کے گھر میں تین فاقے گزرے، آپ کی گھر والی شرف الدین بقال کی عورت سے کبھی قرض لے لیا کرتی تھیں وہ ہمسایہ تھا، ایک روز اس کی عورت نے از راہ غرور خواجہ کے گھر میں کہا کہ اگر تمہارے ہمسایہ نہ ہوتے تو تم کہاں سے کھاتے، کیونکہ اوقات بسری کرتے یہ خبر حضرت کو بھی ہوئی، آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ آج سے جس قدر کافی ہو میرے حجرہ کے طاق میں سے کاک لے لیا کرو، اس روز سے ایسا ہی ہوا، دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت کے زیر مصلے سے کاک برآمد ہوتے تھے، اس وجہ سے کاکی لقب ہوا، ایک روایت ہے، کہ آپ حضرت خواجہ کے ہمراہ تھے، ایک روز بعد نماز صبح کے قطب الاقطاب کو خواہش کھانے کی ہوئی، معاً ایک طباق پر از کاک آسمان کی طرف سے معلق آتا ہوا معلوم ہوا، جب قریب آیا حضرت خواجہ بزرگ نے اور اہل اللہ کو کہ جو اس وقت موجود تھے، فرمایا کہ ایک مرتبہ ہاتھ بڑھا کر لو جس کی قیمت کا ہوگا اس کو ملے گا، الغرض ہر شخص نے اپنے ہاتھ کو اونچا کیا جو ہاتھ اونچا کرتا وہ طباق اور اونچا ہو جاتا پھر نیچا ہوتا، یہاں تک کہ حضرت قطب الاقطاب نے جب دست دراز

کیا، آپ کے دستِ مبارک میں آیا، حضرت نے اپنے پیر کے روبرو رکھ دیا، حضرت نے تبسم کر کے فرمایا کہ بابا بختیار اللہ تعالیٰ عالم الغیب سے تم کو اس وقت انتہائے طعام تھی خداوند تعالیٰ نے تم کو اپنی ید قدرت سے مرحمت فرمایا، کھاؤ اور دوستوں کو دو تاکہ یہ بھی محروم نہ رہیں، اس روز کاکی لقب مشہور ہوا، ایک روز امیر خسرو نے حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ یا حضرت خواجہ قطب الدین کو کاکی کیونکر کہتے ہیں، آپ نے فرمایا ایک وقت حضرت یاروں سمیت حوض شمسی پر تشریف رکھتے تھے، اور ہوا سرد چل رہی تھی، یاروں نے عرض کی کہ خواجہ اگر اس وقت کا کھائے گرم ملیں تو کیا خوب ہو، فرمایا کیا کرو گے، انہوں نے عرض کی کہ کھاویں گے، حضرت اس جگہ سے اُٹھے اور حوض میں گئے اور کاکھائے گرم حوض میں سے لاکر یاروں کو مرحمت فرمائے اس روز سے کاکی مشہور ہوئے، بعض اہل تاریخ نے ایک نقل بدیں مضمون تحریر کی ہے کہ علمائے دہلی کو بوجہ سماع کے حضرت سے کشیدگی ہوئی اور شیخ جلال الدین کو بلایا کہ ولایت دہلی اُن کے قابل ہے، چنانچہ غوث بہاؤالدین زکریا آئے اور حضرت خواجہ بزرگ تشریف لائے انہوں نے فرمایا کہ ولایت ہند رسول مقبول نے مجھے دی ہے، جلال الدین تو یہاں سے چلا جا آگے تیرا سلسلہ نہ رہے گا نہ معلوم اس کی سند کہاں سے ہے کس واسطے کہ ایک تو حضرت خواجہ قطب الدین اور شیخ جلال الدین میں بہت اتحاد تھا۔ اور مرید بھی تھے، دوسرے اہل اللہ سب ایک ذات اور ایک رنگ ہیں حسد اور بغض اور ایسے مناقشہ سے پاک ہیں۔ اور صاحب سیر الاقطاب اس طرح ذکر کرتے ہیں، کہ جب حضرت دہلی میں تشریف لائے ہیں۔ باتفاق قاضی حمید الدین سماع سنتے تھے، سلطان شہاب الدین کو جب یہ خبر ہوئی اس نے منع کرا بھیجا حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کہہ دو اس سیاہ درون سے تو کیا جانے قدر سماع کی تجھ کو حرام اور ہم کو مباح ہے، سلطان یہ سن کر بہت خفگیں ہوا اور قسم کھائی کہ اگر اب کے سماع ہوا تو خواجہ کو دار پر کھینچوں گا۔ جب اس ارادہ شہاب الدین کی خبر حضرت کو ہوئی تو کہا کہ عین القضاۃ نہ باشد کہ اس کو جلوادیا،

اور اگر تو سلامت رہا تو دار پر کھینچے گا، پس اسی مہینہ میں سلطان نے دہلی سے نقل کی اور سلطان شمس الدین بادشاہ ہوئے، کہ آخر حضرت کے مرید اور خلیفہ ہوئے، مگر قاضی عماد اور قاضی صادق دونوں کو حضرت سے مخالفت ہوئی، انہوں نے سلطان سے کہا کہ خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین شب و روز سماع سنتے ہیں جو شرعاً منع ہے، حضرت پر یہ حال منکشف ہوگیا اور خیال ہوا کہ کسی طرح دونوں قاضی سماع میں شریک ہوں، اتفاقاً ایک روز دونوں قاضی واسطے تنبیہ کے خانقاہ حضرت پر آئے وہاں سماع ہو رہا تھا، قاضی حمید الدین کو وجد تھا، حضرت دست بستہ کھڑے تھے، قاضی عماد نے حضرت کو دیکھ کر کچھ اشارہ کیا اور کہا کہ امرد کو نہ چاہیئے کہ حاضر سماع ہو، آپ نے تبسم کیا اور دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر کر فرمایا کہ دیکھ امرد کون ہے، ان دونوں نے دیکھا کہ ریش موجود ہے اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہے اور سلطان سے سارا حال بیان کیا، سلطان کو اور بھی عقیدت زیادہ ہوئی، مگر قاضیوں نے کہا کہ سلطان اس کا بندوبست کرے کہ یہ فتنہ عظیم ہے سلطان نے فرمایا کہ وہ لائق اس کار کے ہیں چشم پوشی چاہیئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم اہل شرع ہیں اس کو روا نہ رکھیں گے۔ سلطان نے کہا مجھ سے کیا چاہتے ہو، انہوں نے عرض کی کہ اختیارات جزا و سزا سلطان ہم کو دے تاکہ ہم ان پر حد شرع جاری کریں، سلطان نے بپاس شریعت مسند قضا ان کو عنایت کی، انہوں نے حضرت کو لکھا کہ تم ہمارے محکمہ میں حاضر ہو کر حرمت سماع میں جو گفتگو کرنی ہو پیش کرو، حضرت نے کہلا بھیجا کہ کل فاتحہ عرس ہمارے پیروں کی ہے، فرصت دو کہ سماع و عرس پیروں سے فارغ ہو کر تمہارے محکمہ میں حاضر ہوں گے، یہ سن کر انہوں نے منظور کیا، اور ایک ایک سو سپاہی دونوں دروازوں خانقاہ خواجہ پر متعین کیئے کہ کوئی نفر اہل شہر سے اندر خانقاہ کے وارد نہ ہونے پائے، یہاں وقت معینہ پر مجلس شروع ہوئی، خادم خواجہ نے یہ ماجرا بیان کیا، حضرت نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ جس قدر کھانا ہمیشہ تیار ہوا کرتا ہے اس سے دو چند تیار کرو خلق خدا کو ہماری مجلس سے کون منع کر سکتا ہے، خادم نے بموجب امر والا دونی نخت کی تیاری کی، قدرت خدا سے اس وقت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی با جماعت کثیر ملتان سے تشریف لائے اور داخل خانقاہ ہوئے

حاجبان دروازہ نے کسی کو اندر جاتے نہ دیکھا، اللہ تعالیٰ نے تصرفات خواجہ سے سب کو کور فرمایا، اب تو یہ کیفیت ہوئی جس نے چاہا بے دھڑک چلا آیا، تھوڑی دیر بعد شیخ جلال الدین تبریزی جماعتِ کثیر کے ہمراہ دروازہ مشرقی سے داخل خانقاہ ہوئے، جب مجلس گرم ہوئی یہ خبر قاضیوں کو پہنچی، بدرالدین کو ہمراہ لے کر خانقاہ میں آئے، بدرالدین نے روئے مبارک کو دیکھتے ہی اگلی باتوں سے توبہ کی، اور حضرت کے قدموں پر سر رکھا، اور عرض کیا کہ بندہ سلک مریدان میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے بدرالدین آج کی شب تجھ کو پیغمبر خدا نے میرے سپرد کیا، تجھ کو میں نے اپنی مریدی میں قبول کیا اور اسی وقت بیعتِ ظاہری سے بھی مشرف فرمایا۔ نقل ہے کہ ایک بار بحضور حضرت قوال حاضر ہوئے، اور راگ شروع کیا پہلی بیت یہ تھی ؎

سرود چیست کہ چندیں فسونِ عشق در دست سرود محرم عشق است و عشق محرم اوست

اس پر حضرت کی یہ حالت ہوئی کہ سات شبانہ روز بیہوش رہے، مگر جب وقت نماز کا آتا ہوشیار ہو کر نماز ادا فرما کر پھر بیہوش ہو جاتے تھے۔ صاحب جوامع الکلم ناقل ہیں کہ ایک روز خدمت خواجہ میں بابا صاحب اور قاضی حمید الدین و شیخ جلال الدین وغیرہ ہمنگ حاضر تھے کہ قوال بھی آگئے اور سماع شروع ہوا، حضرت کو وجد ہوا، اور کھڑے ہو گئے حاضرین بھی استادہ ہوئے مگر سب پر حالت طاری تھی، حضرت بابا صاحب کو حکم دیا تھا کہ جو لوگ میرے قدم پر سر رکھتے ہیں، ان کو جدا کر دیا کرو، اور آپ حالت شوق میں کبھی در حجرہ پر آتے اور کبھی صحن میں آتے اور بار بار سجدہ کرتے اور روتے جاتے تھے اور نالہائے بلند فرماتے، صاحب آداب السالکین لکھتے ہیں کہ مشغولی پیران چشت کے دو رکن ہیں۔ اوّل رکن کہ نماز دارکان اس کے بہ ہوش ادا کرنے چاہئیں کہ فاسد نہ ہو جائے۔ دوسرا رکن سماع کہ وہ تمام بے خودی ہے، صاحب سماع کو چاہیئے کہ خودی کو دل سے دور کرے کہ اصلی مرتبہ سماع کا جاننا مرتبہ اللہ کا ہے، یعنی جو صوفی سماع میں نہ اوے سوائے محبت حق اور اس کے دل میں کچھ نہ ہو، کس واسطے کہ مرتبہ خودی اور بے خودی میں بڑا فرق ہے۔ صاحب کتاب فردوسیہ ناقل ہیں کہ ایک بار نان پزسے کا کہائے بادشاہی سوختہ

ہو گئے تھے، وہ بیچارہ نہایت متفکر تھا، کہ حضرت بھی وہاں تشریف لے آئے، اس کو پریشان دیکھ کر ازراہ مہربانی فرمایا کہ یار کیا دیکھتا ہے، بسم اللہ کہہ کر تنور میں ہاتھ ڈال، نان پز نے بموجب امر حضرت بسم اللہ کہہ کر اپنا ہاتھ تنور میں ڈالا، اور کاک عمدہ نکالنے شروع کئے اور حضرت کی کرامات پر متحیر اور معتقد ہوا، اہل لغت نے لکھا ہے کہ کاک لفظ فارسی ہے یعنی کلچہ نان تنوری اور عربی میں کعک کہتے ہیں، صاحب مفتاح السعادت بیان کرتے ہیں کہ سعد الدین تنبولی بھانجہ شمس الدین کا کہ جس کو سلطان نے متبنیٰ کیا تھا، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میں مُرید ہونا چاہتا ہوں، فرمایا کہ ابھی تجھ میں قابلیت مُرید ہونے کی نہیں ہے، تو ہمیشہ خدمت فقیروں میں آتا ہے اور دُنیا جمع کرتا ہے، تجھ کو محبت فقراء سے کیا نفع ہے، وہ شخص واپس اپنے مکان پر آیا، اور جو نقد و جنس تھا، سب درویشوں کو دے کر تارک اور تائب ہوا، صبح دوسرے روز کچھ شیرینی کچھ پان ہمراہ لے کر حضرت کی خدمت میں آیا اور ارادت چاہی، آپ نے قاضی حمید الدین سے فرمایا کہ اس مرد تارک دنیا کو بیعت کرو، قاضی حمید الدین نے اس کو بحکم حضرت بیعت کیا، اور کدورت سینہ اس کی کو صاف کیا، حضرت نے اس کو فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھ! جب اس نے آسمان و زمین کی طرف دیکھا، عرش و کرسی و تحت الثریٰ تک روشن معلوم ہونے لگا، قاضی حمید الدین نے اس کو فرمایا کہ آج تجھ کو اتنا ہی کافی ہے، اس کے بعد انشاء اللہ مقامات عالی کا مشاہدہ کرے گا، اور کمبل چوکھونٹا کہ جو آپ کے پاس تھا، اس کے کندھے پر ڈال دیا، اسی وقت سے دنیاوی اُمور سے اس کا دل سرد ہو گیا، واپس اپنے مکان پر آن کر مشغول بحق ہوا، اور فقر و فاقہ اختیار کیا۔ کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ سعد الدین کی خدمت حضور میں حاضر تھا، اور سلطان بھی واسطے زیارت کے آیا، راستہ میں اپنے دل میں خیال کیا تھا، کہ اگر فقیر دل میں کچھ کرامت ہے تو میرے واسطے کھانا ضرور موجود کریں گے، آتے ہی حضرت سے عرض کیا کہ بندہ بھوکا ہے، حضرت نے دست مبارک کو سیدھا کیا، سلطان کی موجودگی میں کاک عمدہ گرما گرم آ گئے، سلطان اس کرامت سے بہت حیران ہوا، اور پھر عرض کی کہ اکیلی روٹی کس طرح کھائی جائے گی، آپ نے قاضی حمید الدین کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے گیلی مٹی وضو

حضرت کی اٹھا کاک پر رکھتے ہی حلوا ہو گیا، سلطان نے سعدالدین سے کہا، تو نے بھی ان بزرگوں کی صحبت سے کچھ پایا، آپ نے سعدالدین کی طرف دیکھا، اس نے اپنی بغل میں سے پان کی گلوریاں نکال کر دیں سلطان کو اپنے جانچنے کی کرامت پر بھی یقین ہوا، پھر سلطان نے عرض کیا کہ ہماری سپاہ میری سب خواہش مند کھانے کی ہے، قاضی اور سعدالدین اُٹھے تمام فوج کا کھانا اور پان تقسیم کئے، اس روز سے سعدالدین تنبولی مشہور ہوئے، سلطان کو یہ کرامت دیکھ کر نہایت اعتقاد ہوا، اسی روز حضرت سے بیعت کی، بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ نے دو کاک قاضی نے حلوا سعدالدین نے پان تقسیم کئے، صاحب سیر الاقطاب ذکر کرتے ہیں کہ ہندوستان میں قاضی حمیدالدین سہروردی ثم چشتی ناگوری سے سماع کا رواج ہے اور یہ سند لاتے ہیں، کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سماع باز رکھتے تھے، ایک روز مریدوں نے عرض کی کہ مخدوم آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ قوت اور نصرت عطا کی، آپ سماع کیوں نہیں سُنتے، آپ نے فرمایا ہندوستان میں قاضی حمیدالدین ناگوری علم شریعت اور طریقت میں راسخ ہوگا، بنائے سماع اس سے ہوگی، اگر چہ سہروردی ہوگا، ان کے سلسلہ میں سماع منع ہے، وہ بنا کرے گا تاکہ چشتیوں کی قدر معلوم ہو، اور لطائف اشرفی میں ہے کہ قاضی حمیدالدین کے ذوق شوق کا سبب یہ ہے، کہ حضرت خواجہ قطب الدین نے ان کو خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا، صاحب سیر الاولیاء ناقل ہیں کہ حضرت کے گھر میں فاقہ تھا، اور اکثر فاقے ہوا کرتے تھے، آپ کسی پر اظہار نہ فرماتے، اگر کسی کو خبر ہوتی اور وہ کچھ پیش کش کرتا، آپ قبول نہ فرماتے ایک روز سلطان نے بہت سے توڑے روپیہ اشرفی کے حضرت کی خدمت میں بھیجے، اور بہت منت کرا بھیجی، کہ حضور اس کو قبول فرماویں، آپ نے ان کی طرف نظر بھی نہ کی، اور فرمایا کہ اس کو لے جا کر بادشاہ کے سپرد کرو، اور کہہ دو کہ میں تجھے اپنا دوست سمجھتا ہوں تو میرا دشمن ہے، کہ ایسی چیز جس کو خدا نے دشمن فرمایا ہے اس کو اپنے دوستوں کو دیتا ہے، حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک بار خدمت حضرت میں تھا، کہ وزیر سلطان چھ گاؤں کا فرمان اور کشتی طلائی اشرفیوں سے بھری ہوئی، اس پر توڑے پوش

زربفت کا پڑا ہوا لے کر حضور کی خدمت میں آیا، اور بہت ادب سے عرض کیا کہ سلطان نے برائے اخراجات خادمان ثم المکان کے بھیجا ہے، اور بہت عجز سے عرض کیا ہے کہ حضور اس کو قبول فرماویں، آپ نے تبسّم فرما کر ارشاد کیا، میرے پیروں نے ایسی چیزیں کبھی قبول نہیں کیں، میں بھی قبول نہیں کر سکتا، اگر آج میں ان کی متابعت نہ کروں تو فردا کیا منہ دکھاؤں گا۔ پس اس کے بہت سے ہیں، ان کو دو، ہر چند اس نے عرض کیا جب قبول نہ فرمایا، ناچار اس نے پھر لا کر بادشاہ کے سپرد کیا، صاحب رفیق العارفین ناقل ہیں کہ حضرت کے گھر میں تین فاقہ پیہم گزر چکے تھے، اتفاقاً آپ کے صاحبزادہ نے کسی سے اس کا اظہار فرما دیا، اس نے کھانے کا سامان کر کے حضور کی خدمت میں حاضر کیا، اور عرض کیا کہ بندہ کو معلوم نہ تھا کہ تین روز سے آپ کے گھر میں فاقہ ہے، آپ نے ارشاد کیا کہ جس نے میرا راز فاش کیا، اس کی گردن ہی ٹوٹے، معًا یہ فرماتے ہی صاحبزادہ حضرت کے بالا خانہ پر سے گرے اور منکہ گردن کا ٹوٹ گیا، جب آپ گھر میں تشریف لائے تو اُن کی والدہ رو رہی تھیں، آپ نے افسوس کر کے فرمایا کہ اگر پہلے مجھ کو خبر ہوتی تو اس کی زندگی خدا سے چاہتا، راحت القلوب سے نقل ہے کہ بارہا ایسا ہوتا کہ حضرت کے تمام اہل خانہ اور خادمان اور درویشوں پر فاقہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی مسافر آجاتا تھا تو مولانا بدرالدین غزنوی سے فرماتے کہ ایک پیالہ پانی کا سب کو پہنچا۔ افضل الفوائد سے نقل ہے کہ حضرت خواجہ ہمیشہ در عالم سکر اور شوق میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس نے راہ حق میں قدم رکھا منزل مقصو کو پہنچا۔ جس نے تعریف اس کی متکلم ہوا جس نے اپنی چشم سے اس کا جمال دیکھا بینا ہوا جس نے اس کی شراب وحدت نوش کی مرد کامل ہوا۔ نقل ہے کہ اوّل ہی اوّل جب حضرت کو عشقِ الٰہی پیدا ہوا ہے، ذکر الٰہی میں مشغول اور مصلّے پر شوق میں پڑے رہتے تھے، آداب المریدین سے نقل ہے کہ حضرت حافظ قرآن تھے، ہمیشہ ورد قرآن رکھتے تھے، جب آیات یاس وہراس پر پہنچتے گریبان چاک کرتے سینے کو نوچتے اور روتے اور بیہوش ہو جاتے تھے۔ پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ جب آیات رضا اور رحمت پر آتے تبسّم فرما کر کھڑے ہو کر تواجد کرتے، پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے،

کبھی عالم بحرین ہوتے۔ صاحب روضۃ الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت بمقام اوش بیعت ہونے سے پہلے تین ہزار بار درود شریف پڑھا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ

اتفاقاً آپ نے نکاح کیا اور تین روز اس کی صحبت میں رہے۔ تیسری شب ایک شخص رئیس نام تھا اس میں خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا قبہ ہے اور بہت آدمی جمع ہیں ایک مرد کوتاہ قد اس قبہ میں آجاتا ہے اور آدمیوں کا جواب سوال پہنچاتا ہے، خواب میں اس نے ایک مرد سے پوچھا کہ مرد کوتاہ قد کون ہے اور یہ قبہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ قبہ رسول علیہ السلام کا ہے اور یہ کوتاہ قد آدمی عبداللہ بن مسعود ہے یہ شخص یعنی رئیس حالت خواب ہی میں عبداللہ کے پاس گیا اور کہا کہ میرا اسلام رسول مقبول کو پہنچا اور عرض کر کہ رئیس بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہے، عبداللہ نے یہ پیام رسول مقبول کی خدمت میں عرض کیا، رسول خدا نے فرمایا کہ اس کو لیاقت میرے دیکھنے کی نہیں ہے مگر جاکر میرا اسلام بختیار کاکی کو پہنچا دے اور کہہ کہ ہر شب تو مجھ پر تحفہ بھیجتا تھا مجھ کو آرام پہنچاتا تھا، تین روز سے ایسے کار میں مشغول ہوا کہ بھول گیا، عبداللہ نے یہ حکم رئیس کو پہنچا دیا۔ بیدار ہوا اور صبح کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا خواب بیان کیا، آپ نے اسی وقت اس عورت کا مہر دے کر اس عورت کو طلاق دی اور ورد معینہ میں مشغول ہوئے، سبحان اللہ جس کو چاہتے ہیں خود اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ سیر العارفین سے نقل ہے کہ اوائل عمر میں قدرے قلیل استراحت فرماتے آخر میں وہ بھی چھوڑ دیا تھا۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت شب و روز مراقبہ میں رہتے تھے۔ جب وقت نماز آتا، آنکھیں کھولتے، غسل تازہ فرما کر تجدید وضو کرتے اور نماز ادا کرتے۔ راحت القلوب سے نقل ہے کہ خواجہ و حمیدالدین مولانا بدرالدین غزنوی جامع دہلی میں معتکف تھے، ہر صاحب شب و روز میں دو قرآن ختم کر کے ایک شب یہ تہیہ کیا کہ آج کی شب زندہ رکھیں، اور ایک پیر کھڑے ہو کر تمام شب میں دو رکعت نماز ادا کریں، چنانچہ بعد نماز عشاء وظیفہ معمولی کے قاضی حمیدالدین کو امام کیا اور دونوں صاحب پیچھے کھڑے ہوئے قاضی صاحب

نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار سیپارے پڑھے اور دوسری رکعت میں دوسرا قرآن ختم کیا، مگر ایک ہی پیر سے بعد اس کے استادہ ہو کر درگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ الٰہی ہم سے تیری کچھ عبادات ادا نہیں ہو سکتی جیسا کہ حق ہے تو ہم کو اپنی رحمت سے بخش دے گوشہ مسجد سے آواز آئی کہ اے دوستو! ہم نے تم کو بخشا، تمہاری عبادت قبول کی، اور تم کو اپنے عاشقوں میں قبول کیا، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے نقل ہے کہ حضرت فرید الدین کو لوگ اول اول قاضی بچہ دیوانہ کہا کرتے تھے، اس وقت قیام آپ کا کوہ سوالی پر قریب اجودھن کے تھا، ناگاہ شیخ جلال الدین تبریزی کا بھی اس طرف گذر ہوا وہاں کے لوگوں سے آپ نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی فقیر بھی ہے لوگوں نے بیان کیا کہ ایک قاضی بچہ دیوانہ ہے فلاں جگہ رہتا ہے، شیخ آپ کی ملاقات کو آئے اور ایک انار آپ کو دیا چونکہ آپ روزے سے تھے، کل حاضرین کو تقسیم کر دیا۔ ایک دانہ دستار میں رکھ کر، شام کو اس دانہ سے روزہ افطار کیا کھاتے ہی نور باطن چمکا، آپ کو خیال ہوا کہ اگر کل دانے کھاتا تو بہت کچھ نفع ہوتا، جب آپ دہلی آئے تو اس وقت خواجہ نے فرمایا کہ بابا فرید اس انار میں بھی یہی ایک دانہ تھا جو تجھے نصیب ہوا، افسوس کی بات ہے کیا۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت چنڈول میں سوار ہوئے چلے جاتے تھے، جب اس جگہ پہنچے جہاں روضہ عالیہ ہے، چنڈول سے اتر کر تھوڑی دیر مراقبہ میں رہے، بعدہٗ فرمایا کہ اس زمین سے بوئے محبت آتی ہے اور مالک زمین کو طلب فرما کر اس کے منہ مانگے دام دے کر اس جگہ کو خریدا اور فرمایا کہ میرا مرقد اسی جگہ ہوگا، اس جگہ کی نسبت یہ بھی مشہور ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام میں کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان تخت پر سوار چلے جاتے تھے۔ جب اس جگہ پر گذر ہوا دیکھا کہ فرشتہ طبقہا ئے نور لا لا کر اس زمین میں بھرتے ہیں۔ آپ نے یہ ماجرا دیکھ کر عرض کی کہ الٰہی کیا ماجرا ہے، آگاہی بخش، فرمان ہوا کہ اے دوست یہ احترام و احتشام اس واسطے ہے کہ نبی آخر الزماں کی امت میں ایک قطب الاقطاب ہوگا اس کا مدفن اس جگہ ہوگا۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ اختیار الدین کچھ اشیاء و کچھ نقد حضور کی خدمت میں لایا، اور بمنت اس کی قبولیت چاہی، حضرت

نے قبول نہ فرمایا، اور بوریا نماز کا کونہ اٹھا کر فرمایا کر دیکھ جب اختیار الدین نے نظر کی دیکھا کہ چاندی اور سونے کا دریا بہا چلا جاتا ہے، آپ نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ ایسا تصرف عطا کرے، وہ تمہارے تحفہ کا محتاج نہیں، لکھا ہے کہ اوائل میں حضرت کو خضر علیہ السلام کے ملنے کا شوق ہوا، ایک روز مسجد میں کیوں مشغول تھے، کہ ایک لڑکا خوبرو آیا، اور خواجہ سے سلام علیک کی اور پوچھا کہ اس مسجد میں کیوں مشغول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خضر علیہ السلام کی ملاقات کے واسطے، اس نے کہا ملاقات کس واسطے ہے، دین چاہتا ہے یا دنیا، آپ نے فرمایا، کہ بندہ کو دونوں سے مطلب نہیں صرف اللہ کے واسطے ملنا چاہتا ہوں، اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام پیدا ہوئے، اور آپ سے ملے، اور تاحیات ملتے رہے جوامع الکلم سے نقل ہے، حضرت دل شکستہ لب بستہ گریہ زاری میں دروازہ حجرہ بند کیے ہوئے رہتے تھے، ہر کوئی پاس کم جانے پاتا تھا، جب خلقت واسطے زیارت کے ہجوم کرتی اور چلاتی، کہ یا حضرت جمال جہاں آرا سے ہم تشنگان دیدار کو سیراب کیجئے، اس وقت محمدؐ خادم حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا، کہ خلق برائے زیارت ہجوم کیئے ہوئے ہے، یہ سُن کر آپ سرد آہ بھر کر ارشاد فرماتے کہ آنے دو، آپ صحن میں استادہ بنظر رحمت سب کو دیکھ کر خادم سے فرماتے کہ ایک ایک پیالہ پانی سب کو دو، جب تک وہ پیتے، آپ وعظ فرماتے، بعد سب کو رخصت فرما کر پھر در حجرہ بند کر کے یادالٰہی میں مصروف ہوتے، افضل الفوائد سے ذکر ہے اکہ مجلس حضرت میں ایک بار کچھ سلوک کا ذکر ہوا، آپ کو اسی وقت سکر اور تحیر ہوا سانس سرد کھینچ کر رو دئیے، سات شبانہ روز یہی حالت رہی، اس میں جب وقت نماز آتا تھا، نماز ادا کرتے، پھر بدستور وہ ہی صورت ہو جاتی ہے، ملا خضر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک شب حوض شمسی پر پیچھے عیدگاہ کہنہ کے ایک مسجد میں بیدار تھا، کہ ایک مرد نورانی غیب سے مسجد میں ظاہر ہوا، اور صبح کی اذان کہی اور سنتیں پڑھیں، اور سر مراقبہ میں جھکا لیا، کہ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام پیدا ہوئے، اور برابر اس شخص کے بیٹھ گئے جب صبح روشن ہوئی دونوں صاحب اُٹھے اور تکبیر کہہ کر بندہ کو امامت کا اشارہ کیا، میں نے بجائے خضر کے نماز پڑھائی، وہ شخص بعد ادائے نماز مسجد سے باہر چلا گیا، حضرت خضر علیہ السلام نے بندہ

سے فرمایا کہ جو شخص چلا گیا، اس کو بھی جانتے ہو، میں نے عرض کی کہ میں نہیں جانتا، کہا یہ شخص تبریز میں صاحب، خانقاہ اور صاحب سجادہ ہے۔ ایک روز اس کی ناک میں بوئے حلوا پہنچی، نفس نے حلوا طلب کیا، اس نے نفس سے کہا کہ نان جویں کو ترک کر کے حلوا چاہتا ہے، یہ کہہ کر اٹھا اور شہر بدر ہوا، بارہ برس ہو گئے کہ جنگلوں اور پہاڑوں میں سیر کرتا ہے۔ کرلوسے درختوں کی پتی کھا کر ایام گزاری کرتا ہے، یہ شخص دوسری مرتبہ اس مسجد میں آیا ہے، حضرت نے فرمایا ہے، کہ کنارہ حوض شمسی، اور مقام پس پشت عید گاہ کہنہ یہ دونوں محل اجابت دعا کے ہیں، جو کوئی شخص شب کو بیدار رہ کر یادِ خدا میں بسر کر کے بعد نماز صبح کے جو دعا کرے یقین ہے مستجاب ہو اور یہ مقام لائق عبادت کرنے کے ہے، چنانچہ اکثر اس مقام پر مشغول رہا کرتے تھے، اور وہ مسجد کہ جو بالائے حوض شمسی ہے، اس کو خواجہ بزرگ کی مسجد کہتے ہیں، اکثر مریدانِ حضرت بھی وہاں عبادت کیا کرتے تھے، اور جد راقم حضرت ابو ظفر بھی جتنے دنوں قطب صاحب میں رہتے تھے، نماز پنجگانہ کی ایک وقت کی نماز ضرور اس مسجد میں ادا کیا کرتے تھے اور میرے شیخ جب کبھی حاضر درگاہ معلی ہوتے باہر آستانہ کے کھڑے ہو کر مسجد موقوف میں جا کر پہلے دوگانہ ادا کر کے پھر قیام گاہ پر قیام فرماتے۔ سیر العارفین سے نقل ہے کہ ایک روز سلطان شمس الدین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس جگہ پانی شیریں نکل آئے تو تالاب بناؤں، چونکہ بادشاہ بہ برکت انفاس حضرت صاحب ولایت اور اہل کرامت تھا، جو اس کو فکر ہوتا، رسولِ مقبول کو خواب میں دیکھتا، اس کی ترکیب حضرت فرماتے وہ کار حل ہو جاتا، پس جس روز فکر کیا تھا، اسی شب کو دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام گھوڑے پر سوار چند صحابہ کو ہمراہ لئے میدان حوض میں پہنچے اور سلطان کو طلب فرمایا، سلطان نے حاضر ہو کر پائے مبارک کا بوسہ دیا فرمایا کہ تو حوض بنانا چاہتا ہے اور جو بنیاد چشمہ شیریں کی ڈالے گا، سلطان نے عرض کیا بلے یا رسول اللہ جس جگہ حکم ہو وہاں حوض بناؤں، اسی وقت گھوڑے نے سم زمین پر مارا کہ وہاں سُم کے برابر گڑھا ہوا، اور اس میں سے آب شیریں جاری ہوا، حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ حوض بنایا جائے، سلطان بیدار ہوا، بعد ادائے نماز کے دولت جس جگہ اب حوض ہے آیا، گھوڑے کے سم کا نشان پایا، اور آب شیریں اس میں جاری تھا، اسی وقت

تعمیر حوض شروع کی، اور بجائے سم کے ایک چبوترہ بناکر اس کے اوپر ایک گنبد بنایا جو اب تک موجود ہے، حوض کا فرش سنگین مٹی کے نیچے دب گیا ہے، اور جو مسجد خواجہ بزرگ کی ہے اس کو اب اولیاء مسجد کہتے ہیں، یہ حوض عجیب نورانی جگہ ہے، اکثر بزرگوں سے ثابت ہوا ہے کہ اس حوض پر عالم ارواح شہداء سیر کناں آتے ہیں، یہ تمام بزرگی بسبب روضہ حضرت قطب الاقطاب کے ہے، روضہ اقدس کے نواح میں ایک تو کبھی وبا نہیں آتی، اور کسی کو دیو جن وغیرہ کی نظر نہیں ہوتی، جس جگہ جس کا جی چاہے جو کچھ کھادے کبھی کسی کی نظر نہیں لگتی، صاحب سیر الاولیاء ناقل ہیں، کہ جب حضرت کی عمر آخر کو پہنچی، جسم مبارک پر آثار ضعف ظاہر ہوئے ماہ رمضان المبارک بخیر گذرا، عید کے روز عید گاہ میں تشریف لے گئے، نماز ادا کی، لکھا ہے کہ ایک روز قاضی حمید الدین نے حضرت سے استفسار کیا کہ جناب کے روز بروز چہرہ مبارک سے آثار ضعف ہویدا ہوتے جاتے ہیں، بعد آپ کے سجادہ صاحب کون ہوگا فرمایا کہ بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے فرید کو اپنا جانشین کیا یہ تمہارا کام ہوگا کہ جب وہ ہانسی سے دہلی آوے گا یہ تبرکات میرے پیروں کا اس کو دینا مقام اس کا اجودھن ہوگا، اور لکھا ہے کہ دسویں ربیع الاوّل کو خانقاہ شیخ علی سنجری میں مجلس سماع تھی حضرت بھی مدعو تھے، اور تمام بزرگ دہلی کے جمع تھے، قوالوں نے قصیدہ شیخ احمد جام نہایت عمدگی کے ساتھ شروع کیا، جب نوبت اس بیت کی پہنچی یعنی

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

حضرت کو اس بیت پر شوق ہوا اور بے حد خوش ہو گئے نوبت بہ نزاع پہنچی، آخر جب مجلس ہو چکی قاضی حمید الدین وغیرہ حضرات آپ کو مع قوالان مکان پر لائے اور قوالی شروع ہوئی ہر بار آپ اسی بیت کا امر فرماتے تھے، مثل مرغ نیم بسمل کے تڑپتے تھے، مگر وقت نماز پر قدرے افاقہ ہوتا تھا، آپ نماز ادا کر لیتے تھے، پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی، کبھی اوپر جاتے کبھی نیچے گرتے تھے۔ الغرض تین روز کے بعد ہر بن مو سے تسبیح اسم ذات جاری ہوئی، اور خون کے قطرے ٹپکنے لگے جو قطرہ زمین پر گرتا تھا نقش اللہ ظاہر ہوتا تھا، چوتھے روز ہر اعضاء سے سبحان اللہ کی صدا آنے لگی، اور قطرۂ خون سے نقش سبحان اللہ والحمد للہ ظاہر

ہوا، جب قوال مصرعۂ اولیٰ کہتے تھے، حضرت بیدم ہو جاتے تھے۔ جب مصرعۂ ثانی کہتے گویا زندہ ہو جاتے، بعض نے لکھا ہے کہ جب آپ سینہ بکینہ سے آہ کرنے کا ارادہ کرتے قاضی حمید الدین دہن حضرت کو اپنے ہاتھ سے بند کرتے اور کہتے تھے کیا غضب کرتے ہو زمین و آسمان کو جلا دو گے ضبط کرو، مولانا فخر الدین زرادی سے روایت ہے کہ اسی حالت میں شمس الدین طبیب جو حاذق وقت حضرت کا مرید تھا، حاضر ہوا اس نے نبض دیکھی، اور کہا یہ مرض عشق ہے، آتش عشق نے دل و جگر کو سوختہ کر دیا، میں اس کا علاج نہیں جانتا۔ جب حضرت کو اس بات پر تکلیف ہوتی، قوالوں کو بھی تکلیف ہوتی، یاروفادار اس بیت کو آغاز کرتے، الغرض یاروں نے مصرعۂ اولیٰ کو اس قدر کہا کہ جاں بحق تسلیم کی، مولانا بدر الدین غزنوی فرماتے ہیں، کہ پائے مبارک میری گود میں تھے، اور سر اقدس قاضی حمید الدین کے زانو پر تھا، کہ اسی حال میں بندہ کو غنودگی آگئی، دیکھا کہ خواجہ کی روح نے آسمان کی طرف پرواز کی اور بندہ سے فرمایا کہ اسے بدر الدین دوستانِ خدا مرتے نہیں، جب میری آنکھ کھلی دیکھا کہ حضرت نے رحلت فرمائی، یعنی ۱۴ ربیع الاول ۶۴۲ھ میں حضرت کی وفات ہوئی اور تمام شہر میں شور و ماتم ہو گیا، تمام مشائخ اور مرید اور امرا و سلطان سب جمع ہوئے ازدہام خلائق تھا کہ خواجہ ابو سعید نے باواز بلند فرمایا کہ حضرت خواجہ کی وصیت ہے، نماز جنازہ کی وہ پڑھا دے جس نے تمام عمر حرام نہ کیا ہو اور سنت ہائے نماز عصر اور تکبیر اولیٰ کبھی ترک نہ ہو، یہ کلام سن کر سب متحیر ہوئے، سلطان شمس الدین التمش بھی فکر میں خاموش تھے کہ اس صفت کے ساتھ موصوف برآمد ہو۔ جب کچھ دیر ہوئی اور کسی نے پیشقدمی نہ کی اس وقت سلطان امامت کے واسطے آگے بڑھے، اور کہا کہ میں اپنا راز پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا، لیکن خواجہ کے حکم میں کچھ چارہ نہیں آخر سلطان امام ہوئے، اور تین طرف اولیاء اللہ کھڑے ہوئے ایک جانب خالی رکھی، بعد ادائے نماز مدفن مقدس میں رکھا۔ صاحب سنابل راوی ہیں کہ جب جسد مطہرہ کو قبر میں رکھا، ایک فرشتہ آیا اور اس نے سلام باری تعالیٰ کہا اور ایک کاغذ سبز رنگ دست مبارک خواجہ میں دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اے دوست میں تجھ سے راضی ہوں اور تو بھی مجھ سے راضی ہو اور برکت تیری سے آج عذاب قبور تمام دنیا سے

اٹھالیا۔ قطعہ تاریخ ؎

از فخر الواصلین فیض بخش جہاں بصد و یقیں قطب آفاق خواجہ قطب الدین!
عقل تاریخ نقل آں محمود! آب جنت بقطب الدین فرمود

پیدائش حضرت کی دوشنبہ ۵۳۷ھ یا ۵۳۰ھ درمقام اوش ہوئی، اور وفات ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۴ھ بمقام دہلی کہنہ ہوئی، روضہ عالیہ بمقام مہرولی زیارت گاہ خاص و عام ہے حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ جس شب خواجہ کا واقعہ ہوا، اسی شب کو بابا صاحب کو بشارت ہوئی، صبح وہ ہانسی سے روانہ ہوکر خانقاہ خواجہ میں آئے۔

احوال حضرت بابا فرید گنج شکر کا

قاضی حمید الدین اور شیخ بدر الدین نے وہ خرقہ مع تبرکات بابا صاحب کے سپرد کرکے خرقہ پہنایا اور سب صاحب دوگانہ بجالائے، بابا صاحب بعد ادائے دوگانہ مسند خواجہ پر جلوہ افروز ہوئے تمام امیر و غریب فقیر سب جمع تھے بابا صاحب کے ہمراہ ایک خادم سر ہنگام نام تھا اور حضرت کا ایسا عاشق تھا کہ بغیر دیکھے چین نہ پاتا تھا، بوجہ ہجوم خلائق تین روز تک یہ بابا صاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہوسکا، ایک وقت بابا صاحب کسی کار کے واسطے تشریف لائے، سرہنگام سے پوچھا کیا حال ہے، اس نے عرض کی نہایت بے چین و بے آرام ہوں، تین روز سے جمال جہاں آرا سے مشرف نہ ہوا ہانسی ہی بہتر تھی کہ بندہ بآسانی زیارت کرلیتا تھا، دہلی میں بوجہ انبوہ خلائق محروم رہا، یہ سن کر حضرت نے اسی وقت فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ جو نعمت پروردگار عالم نے مجھ کو عطائی کی ہے میرے ساتھ ہے کیا شہر کیا جنگل اور کھڑے ہوکر دہلی سے روانہ ہوئے، افضل الفوائد سے نقل ہے کہ ایک فاسق کو پایان روضہ خواجہ میں دفن کیا، اسی شب کو ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں بخوشی سیر کرتا ہے، پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے پائی، اس نے کہا جس وقت مجھ کو پایاں خواجہ میں دفن کیا فرشتہ عذاب کے آئے، اگر روح مبارک خواجہ کو کسی قدر ناگوار گزرا، اسی وقت ان فرشتوں کو فرمان الٰہی ہوا کہ ہمسایہ خواجہ سے جدا ہو

اور کہہ دو کہ یہ میرے روضہ کا ہمسایہ ہے ہم نے اسے بخشا، تاقیامت اس پر آگ حرام کی جو تیرا ہمسایہ ہوگا اس کی مغفرت ہوگی، جوامع الکلم سے نقل ہے کہ شیخ علاؤ الدین بجنوری واسطے زیارت خواجہ حاضر ہوئے، قریب روضہ کے مشغول تھے، کہ مزار مقدس سے آواز ہوئی کہ اے علاؤ الدین اگر میں زندہ ہوتا تو تیری یہ مجال تھی کہ میرے پہلو میں بیٹھتا اور ایسی باتیں کرتا، اٹھ اور اپنی جگہ پر جا، وہ اسی وقت باہر آئے، اور اپنی حرکت پر نادم ہوئے، سترہ روز رہے پھر قریب روضہ کے نہ بیٹھے، ہر صبح آکر دروازہ کے باہر آکر بیٹھتے تھے، حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ ایک بار میں واسطے زیارت کے حاضر ہوا، اور مشغول ہوا، دل میں یہ خیال آیا، کہ خواجہ کو میرے آنے کی خبر ہوتی یا نہیں، اسی وقت روضہ عالیہ سے آواز آئی،

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

پس بندہ کو اس بیت سے تسلی اور خوشی ہوئی بندہ نے بزرگوں سے سنا ہے کہ چھڑیوں کے میلہ پر بہت کچھ خلائق دور دور سے اپنی حاجتیں لے کر آتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں، ایک بار کا ذکر ہے کہ شاہجہاں پور سے ایک رنگریز کہ بہت مرفہ حال تھا، اس کی عورت حاضر ہوئی اور روح پاک سے استدعا کی، کہ یا حضرت اگر میرے گھر کا چراغ روشن ہوگیا، تو بندی بامراد آکر چادر چڑھائے گی، قدرت خدا سے اس کے گھر فرزند خوبصورت پیدا ہوا، جب اس کی عمر پانچ برس کی ہوئی، تو وہ بامراد اپنی برادری کو لے کر واسطے ادا کرنے میلہ چھڑیوں پر آئی، اور جھیل تق کے قریب آکر ٹھہری، ناگاہ وہی پسر کھیلتا تھا اس نے کسی قبر پر پیشاب کر دیا، معاً گر کر بیہوش ہوکر مرگیا، جب اس کی ماں نے دیکھا، دوڑ کر اس کو گود میں لیا، اور آستانہ شریف کے اندر آئی، آتے ہی حجرہ کے اندر گھسی، کوئی اس کو روک نہ سکا کس واسطے کہ اندر حجرہ شریف کے عورتوں کے جانے کا حکم نہیں ہے مگر یہ نہ رکی، اور اس بچہ کو پایان مزار پر ڈال کر کہا کہ خواجہ تم نے دیا تھا تم نے لے لیا، اور گرد روضہ کے دوڑ دوڑ کر پھرنے لگی، ہزاروں آدمی موجود تھے، کیونکہ میلہ عظیم تھا، مگر سب متحیر اور ساکت تھے، کہ یکایک وہ عورت بیہوش ہوکر گری، بعد تھوڑی دیر کے

وہ بچہ رویا، اس کی ماں نے اُٹھ کر اس بچہ کو گود میں لے لیا، اور اپنا اور اپنے بچے کا تمام زیور محتاجوں اور خادموں پر پھینک دیا، اور بخوشی اپنی قیام گاہ پر آئی، اور منت ادا کی۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا ماجرا گزرا، اس نے بیان کیا کہ جب میں بیہوش ہو کر گری تو دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب ایک محفل میں تشریف فرما ہیں، بندی مستدعی تھی ہی حضرت نے اہل مجلس سے ایک صاحب کی طرف دیکھکر فرمایا کہ فلاں شخص کو کہ جن کا نام میں بھول گئی، طلب کرو، جب حاضر ہوا، ان سے فرمایا کہ بھائی اس نے تمہارا کیا قصور کیا، انہوں نے عرض کی کہ میرے مزار پر پیشاب کیا، اس پر حضرت نے ان سے فرمایا کہ بھائی میرے پاس ہر قسم کا آدمی آتا ہے، تم کو بہت غصہ ہے، یہاں نہ بیٹھے گا، بہتر ہے کہ کعبہ میں چلے جاؤ، یہاں نہ رہو، اور مجھ سے فرمایا کہ تیرا فرزند زندہ ہے تو کیوں روتی ہے یہ فرمایا ہی تھا کہ میرے کان میں اپنے بچہ کے رونے کی آواز پہنچی، حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ بعد انتقال حضرت خواجہ کے امساک باراں ہوا، خلقت مرنے لگی، سلطان شمس الدین نے قاضی حمیدالدین وغیرہ درویشوں سے استدعا کی، کہ دعا کیجئے پانی برسے، خلق خدا پر بہت تکلیف ہے، قاضی جی نے فرمایا، کہ حضرت خواجہ کا ختم کرو اور مجلس سماع ہو تا کہ عاشقان خدا کو شوق ذوق پید ہو پانی برسے گا، الغرض ایسا ہی ہوا صاحب مراۃ الاسرار راوی ہیں کہ روحانیت حضرت خواجہ سے روح سالار مسعود غازی کو بہت کچھ فیض پہنچا ہے اور سالار بحکم خواجہ کاربراری خلق کی کرتے ہیں، چنانچہ میر سید سلطان اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں کہ بندہ حسب اجازت پیر خود حضرت علاؤالدین چشتی بارہ برس تک حوض پر پرانے قبرستان میں مشاہدہ اور مجاہدہ میں مصروف رہا، ایک بار سرہانے ایک قبر کے مشغول تھا، کہ ایک بیمار معتلا تے برص چلا جاتا تھا، ناگاہ ایک نوجوان خوبرو خنگ سوار پیدا ہوا، اور چند تازیانے اس بیمار کے مارے کہ وہ گر پڑا تمام کھال اس کی ادھڑ گئی میں نے دیکھا کہ پرانی کھال گر گئی، اندر سے اچھی کھال برآمد ہوئی، بیمار اسی وقت چلا گیا، میں یہ ماجرا دیکھ کر اس نوجوان کے پاس گیا، اور استفسار حال کیا، انہوں نے عرض کیا کہ اس بیمار نے آستانہ خواجہ پر اپنی صحت

کی التجا کی، میں نے بموجب حکم خواجہ کے اس کو بیماری سے نجات دی، پھر میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں، فرمایا کہ میں سالار مسعود ہوں، مقام میرا بہرائچ ہے، صاحب اقتباس الانوار اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں، کہ ایک روز بندہ روبروئے قبر مبارک کے مشغول تھا، ناگاہ بے خود ہوگیا، اس وقت یہ معلوم ہوا کہ قبر مبارک خواجہ شق ہوئی، اور اس میں سے روحانیت حضرت بصورت شیر کلاں مہیب چشم ہائے روشن مثل آفتاب نکلی، میں یہ کیفیت دیکھ کر دست بستہ کھڑا ہوگیا، تھوڑی دیر کے بعد تخت نورانی پیدا ہوا، حضرت شیر سے برآمد ہو کر اوائل عمر صاحب جمال ہو کر اس تخت پر بیٹھے، بعد اس کے اولیاء اللہ جوق جوق آنے لگے کہ تمام احاطہ اولیاء سے پُر ہوا، اس وقت میں نے دیکھا کہ صورت احمدی اور آنکھ میں جنبش بصورت محمدی اور پیشانی جامع کمالات صورت احمدی و محمدی دونوں ظاہر ہوئیں، اس وقت حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ شکل جو میرے دہن و چشم کی ہے مرتبہ فردیت و قطب حقیقت ہے، بعض اولیاء اس شکل سے فیض اٹھاتے ہیں اور صورت چپ جو میری پیشانی کی ہے یہ شکل حقیقت محمدی و مقام محبوبیت ہے ہمیشہ اس سے اولیاء کو فیض پہنچے گا اور وہ صاحب ولایت محمدی ہوں گے، اور فیض اس شکل کا تیرے واسطے اللہ سے طلب کرتا ہوں تجھ کو ملے گا، اور جمال ان مجموعی شکلوں کا ایسا تھا کہ اگر ذرہ بھی اس کا اس عالم پر ظہور کرے تو تمام خلائق غلبۂ شوق میں مرجاوے، اور تین شغل اس بے کس کو تعلیم فرمائے، ایک معدن اجرت، دوسرا انجام الاسرار، تیسرا مراقبۃ الانوار۔ کیا مرتبہ عالی ہے کہ یہ فقیر آناً فاناً فیضان حضور سے مشرف ہوا، شکر اس نعمت عظمٰی کا کس طرح ادا کروں۔ صاحب مرآۃ الاسرار سے روایت ہے کہ حضرت کے دو پسر تھے ایک شیخ احمد کہ قرآن کے پہلوئے خواجہ میں ہے، دوسرے شیخ محمد کہ انہوں نے خوردسالی میں انتقال کیا، حضرت خواجہ احمد کو شیخ احمد بیتاجی کہتے ہیں، اور اولاد آپ کی زمانۂ سلطان المشائخ تک زندہ رہی، خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ شیخ فریدالدین گنج شکر، مولانا بدرالدین غزنوی، شیخ برہان الدین بلخی، شیخ ضیاءالدین رومی، سلطان شمس الدین التمش، شیخ بابا سنجری بحردریا، مولانا فخرالدین

حلوائی، شیخ سعد الدین، شیخ پیر بخش، شیخ محمد بہاری، شیخ احمد تیاجی، شیخ حسین، شیخ فیروز شیخ بدر الدین موزتاب، شیخ خضر قلندر، شیخ نجم الدین قلندر، مولانا احمد عاجزی، سلطان نصیر الدین، قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا شیخ محمد، مولانا برہان الدین حلوائی، شیخ صوفی بدہنی، مولانا خضر معین، شیخ جلال الدین ابوالقاسم، شیخ نظام الدین ابو موید، شیخ تاج الدین منور، جلال الدین تبریزی وغیرہ۔

ذکر سلطان شمس الدین التمش بن ایلم خاں ترک قدس اللہ سرہ العزیز

یہ بادشاہ رحیم اور کریم اور عادل اور کامل اور خلفائے نامدار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے تھے، اور منظور نظر خواجہ معین الدین کے اس بادشاہ کو خاندانِ چشتیہ سے کمال اعتقاد تھا، ظاہر میں گو بادشاہ تھا مگر دل فقیر تھا۔ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ کم کھاتے، کم سوتے، تمام شب بیدار رہتے، اپنے کسی کام کے واسطے غلام اور نوکروں کو تکلیف نہ دیتے رات کو ڈول رسی زیر پلنگ رہتی تھی، واسطے ادائے نماز تہجد کے جب تجدید وضو کرتے خود پانی بھر لیا کرتے تھے کہ دوسرا بے آرام نہ ہو اور آخر شب گدڑی اوڑھ کر شہر میں گشت کرتے جس کو تکلیف ہوتی اس کو رفع کرتے، علماء و صلحاء کو بہت کچھ دیتے تھے، یعنی تھیلیوں میں بھر کر پوشیدہ ان کے گھروں میں پھینک دیتے اور حوض شمسی بنایا، جس کی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اصل ان کی اس طرح پر ہے کہ یہ ترکستان کے بزرگ زادہ تھے، اگردش روزگار سے بحالت گرفتاری وارد ہندوستان فیض بنیان ہوئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ پہلے ان کو صدر جہاں نے خریدا، پھر سلطان شہاب الدین نے اور عہد سلطنت قطب الدین میں یہ حاکم بدایوں ہوئے، پھر بعد سلطان قطب الدین کے سلطان آرام شاہ تخت دہلی پر بیٹھے، ان سے امرائے دہلی بددل ہوئے اور امیر علی اسمٰعیل سپہ سالار وغیرہ امراء نے سلطان آرام شاہ کو معزول کیا اور ان کو بدایوں سے بلا کر ۶۰۷ھ میں تخت پر بٹھایا کہ سلطان قطب الدین کے داماد بھی تھے، ان کے عہد میں بہت کچھ فتوحات ہوئیں، چنانچہ دسویں سال جلوس میں خوارزم شاہ داماد چنگیز خاں کو شکست دی، ملک گوالیار قبضہ میں آیا

اور جین فتح کیا، مہاں کا مندر منہدم کیا جو بارہ سو برس تک کا بنا ہوا تھا، غنیمت بہت آئی مہاراجہ بکرما جیت کی تصویر کو خراب کر کے دروازہ مسجد قوۃ الاسلام میں لٹکائی فخر الملک بغدادی اور نظام الملک یہ دونوں زیر کاروبار سلطنت کرتے تھے، یہ بادشاہ نہایت پابند سنّت محمدی تھا، امورات خلاف شرع کو پسند نہ کرتا تھا، رسول مقبول کی زیارت سے مشرف ہوا، خضر علیہ السلام سے ملا، ۲۰ر شعبان ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔ مزار عقب مسجد قوت الاسلام کے بطور زیارت گاہ موجود ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ سلطان رضیہ بیگم دختر اس کی نے جب اس بادشاہ کا مقبرہ تیار کرایا، اور وہ بن کر تیار ہو چکا اسی شب کو آپ نے بشارت دی کہ گنبد میرے مقبرے کا گرا دو، کس واسطے کہ میرے حضرت خواجہ کے مزار پر بھی گنبد نہیں ہے، ترک ادب ہے، مجھ کو گنبد نیلی ہی کافی ہے، صبح وہ گنبد تڑوا دیا گیا۔ چنانچہ ویسا ہی لب سڑک موجود ہے۔

حضرت مولانا بدر الدین غزنوی قدس اللہ سرّہٗ العزیز

آپ مرید اور خلیفہ عظام حضرت خواجہ قطب الدین کے تھے، حضرت خواجہ آپ کو دوست رکھتے تھے، اور بزرگی ان کی ملفوظات خواجگان چشت سے ظاہر ہے آپ دراصل غزنی کے باشندے تھے، وہاں سے آپ پہلے لاہور میں تشریف لائے اور حضرت خواجہ کی کرامات کا شہرہ سُنا، مشتاقِ زیارت ہو کر دہلی میں آئے اور حاضر خدمت خواجہ ہو کر مُرید ہوئے، آخر مرتبہ خلافت پر پہنچے، بعض نے لکھا ہے کہ آپ نے بمقام غزنی خواب میں دیکھا کہ رشتہ ارادت میرا ساتھ خواجہ کے درست ہوا، صبح سراسر شوق خواجہ دہلی آئے اور بطریق ظاہری بھی مرید ہوئے، آپ تذکیر بہت فرماتے تھے، اکثر کلمات محبت فرمایا کرتے تھے، آپ کی مجلس تذکیر میں بابا صاحب قاضی حمید الدین، سید مبارک غزنوی و مولانا مجدالدین حاجی عاجزنی وغیرہ مشائخ دہلی بھی جمع ہوتے تھے، اور سماع میں بہت غلو کرتے تھے، حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے، کہ کسی نے پوچھا کہ مولانا آپ میں قوت اُٹھنے بیٹھنے کی نہیں بوجہ ضعیفی کے مگر سماع میں یہ شورش کرنے کی قوت کہاں سے آجاتی ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ قوت عشق کی ہے، سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ مولانا بدر الدین

کی خضر علیہ السلام سے ملا، آپ نے عرض کیا بہتر ہے، ایک روز آپ تذکیر کر رہے تھے، کہ ایک شخص آدمیوں سے دور بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اپنے والد سے کہا، کہ حضرت خضر وہ بیٹھے ہیں، انہوں نے کہا کہ بعد تذکیر بھی ملیں گے، آپ نے کہا ہاں، مگر جب تذکیر ہو چکی خضر ناپید ا در غائب ہو گئے، اور عمر شریف آپ کی ایک سو کئی برس کی ہوئی، رحلت آپ کی ۶۵۷ھ میں ہوئی، مزار پائیں مزار خواجہ کے ہے۔

ذکر قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کبار مشائخ ہند اور خلیفہ شیخ شہاب الدین کے تھے اور شمس الدین سمرقندی کی بھی صحبت سے فیضان حاصل کیا تھا، ان کے والد کا نام عطاء اللہ تھا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر کرتے ہیں، کہ حضرت ہمراہ پدر اپنے کے دہلی میں آئے، یہاں ان کے والد فوت ہوئے، عالم بے مثل تھے، بادشاہ وقت نے ان کو ناگور کا قاضی کیا، آپ نے تین برس تک نہایت امانت اور دیانت سے ناگور کی قضا کو انجام دیا، ایک شب حضرت رسول مقبول کو خواب میں دیکھا، کہ گویا ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں، صبح ترک علائق کر کے حرمین شریفین کی طرف راہی ہوئے، جب بغداد پہنچے، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مرید ہو کر ایک سال کار فقر کو انجام دیا، بعدہٗ خرقہ خلافت حاصل کی، اسی جگہ حضرت خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی، پھر شیخ نے ان کو حرمین کی طرف رخصت کیا، ایک سال سات ماہ چند یوم مدینہ منورہ میں رہ کر بزرگان مدینہ طیبہ سے ملازمت کر کے تین سال مکہ معظمہ میں رہے، ایک روز طواف کعبہ میں یہ ایک بزرگ کے قدم بقدم طواف کر رہے تھے، کہ انہوں نے منہ پھیر کر کہا کہ اے حمید الدین متابعت ظاہری سے کیا سود، متابعت باطن کر آپ نے جواب دیا وہ کیا ہے، انہوں نے فرمایا میں ہر قدم پر ختم قرآن کرتا ہوں، ان کے دل میں خیال ہوا کہ معنی کلام شریف دل پر گزر جاتے ہوں گے، انہوں نے فرمایا کہ لفظاً لفظاً ادا کرتا ہوں، یہ سن کر آپ کو زیادہ حیرت ہوئی، وہاں سے دہلی میں آئے، اور فریفتہ حضرت خواجہ قطب الدین ہو کر حضرت ہی کی خدمت میں سکونت اختیار

کی، اور انواع کمالات حاصل ہوئے اور سماع سے بہت خوش تھے، صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ باوجود جامعیت علوم ظاہری و باطنی کے مزاج میں آپ کے ظرافت بھی تھی، ایک روز شیخ برہان الدین بلخی و قاضی کبیر الدین خوارزمی گھوڑوں پر سوار جاتے تھے، راہ میں ملاقی ہوئے، قاضی کبیر نے کہا اے حمید الدین گھوڑا بہت چھوٹا ہے، آپ نے جواب دیا چھوٹا ہے ولیکن بڑوں سے بہتر ہے، فوائد شریف میں تحریر ہے کہ قاضی حمید الدین کو بابا صاحب سے بہت دوستی تھی، ایک روز بابا صاحب نے چاہا سنیں مگر قوال حاضر نہ تھے، شیخ بدرالدین سے فرمایا کہ وہ خط کہ جو قاضی حمید الدین نے بھیجا ہے لا، شیخ بدرالدین نے وہ لفافہ لاکر حضرت کے روبرو رکھا، آپ نے خط نکال کر شیخ بدرالدین کی طرف اشارہ کیا کہ پڑھ، قاضی حمید الدین نے وہ خط نہایت عاجزی کے ساتھ لکھا تھا، سنتے ہی ذوق پیدا ہوا، اور وہ رباعی کہ جو آخر خط میں لکھی تھی یاد کی، رباعی یہ ہے ؎

آں عقل کجا در کمال تو رسد — وآں روح کجا کہ در جمال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز محل — آں دید کجا کہ در جمال تو رسد

لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کی نسبت یہ فرمایا تھا، کہ خلفائے فی الهند کبیرہ فہم الدین ناگوری یعنی میرے خلفائے ہند میں سب سے بزرگ حمید الدین ناگوری ہے، آپ کے تین خلیفہ ہوئے ہیں۔ شیخ احمد نہروانی و عین القصاب حسن رسن تاب اور حضرت کثیر التصانیف تھے، رسالہ عشقیہ و مقامات اصفیہ وغیرہ کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں، صاحب سیر الاولیاء سے روایت ہے کہ قاضی حمید الدین بعد نقل حضرت قطب الاقطاب دس سال زندہ رہے، جب وقت آپ کا قریب آیا، آپ نے اولاد کو وصیت کی، کہ بندہ کو پایان مزار خواجہ کے دفن کرنا، بعد دس ربیع الثانی بقولے نویں رمضان ۶۷۸ھ میں رحلت فرمائی، دفن کرتے وقت آپ کی اولاد نہ چاہتی تھی، کہ ہم آپ کو پایان خواجہ صاحب کے دفن کریں، مگر آپ کی وصیت سے ناچار ہوئے، اور چبوترہ بلند بنوایا، آپ نے اسی شب کو بحالت خواب اپنے فرزند سے فرمایا، کہ تم نے بلند چبوترہ بناکر مجھ کو روئے مبارک خواجہ سے شرمندہ کیا ہے، حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں،

کہ میں نے بارہا پایان خوابہ تربت خواجہ درمیان قبر قاضی کے نماز گزاری ہے، وہ ذوق اور راحت پائی ہے، کہ بیان سے باہر ہے، بعد اس کے فرمایا کہ مکان کا کیا اثر ہے یہ اثر ان دو بزرگوں کا ہے، یہ دونوں حضرت آسودہ ہیں، مجاوران آستانہ قطب الاقطاب سے جو صاحب قاضی کہلاتے ہیں، آپ کی اولاد سے ہیں۔

ذکر شیخ علی سنجری قدس اللہ سرہ العزیز

آپ محب خواجہ بزرگ کے اور خلیفہ خواجہ قطب الدین کے تھے، کتب ہائے خاندان چشتیہ میں ہر جگہ ان کا ذکر ہے، دلیل العارفین سے نقل ہے، کہ خواجہ بزرگ خلافت نامہ آپ سے لکھا کر دیا کرتے تھے، بغیر ان کی تحریر کیئے آپ دستخط نہ فرماتے، بعض نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب سے بہت محبت تھی، خلیفہ خواجہ بزرگ کے تھے، اور ہم عصر سلطان شمس الدین کے تھے، جائے مزار آپ کا زیر منارہ مسجد قوۃ الاسلام کے واقع ہے۔

ذکر صاحبزادہ عالی قدر یعنی حضرت خواجہ احمد قدس سرہٗ

پسر بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو خواجہ احمد تیماجی بھی مشہور کرتے ہیں، آپ عمر طبع کو پہنچے تھے، اور اولاد بھی ہوئی، اور اکثر آپ کے فرزندوں سے تا عہد حضرت سلطان المشائخ زندہ تھے، انھوں نے حضرت سے تکمیل علم الہٰی کی کی اور بعد انتقال کے پہلوئے والد اپنے میں مدفون ہوئے، چادر مزار قطب الاقطاب آپ کے مزار پر بھی رہتی ہے اور دو پسر چھوڑے تھے، ایک خوجہ دوسرے سید کبیر جب ان دونوں نے انتقال کیا، تو صحن روضہ جد اپنے میں مدفون ہوئے، سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آیا۔

ذکر بابا حاجی روزبہ قدس سرہ

حضرت اُن سے مشرب تھے اور بہت باکمال کہ آپ کی وجہ سے بہت لوگ مشرف باسلام ہوئے، آپ خندق قلعہ پیتھورا میں مسکن گزین تھے، وہیں آپ کا مزار ہے، لکھا ہے کہ

سب سے پہلے دہلی میں، آپ ہی وارد ہوئے ہیں، آپ کے خاندان کا کچھ پتہ نہ ملا کہ کس خاندان کے فقیر ہے۔

ذکر مولانا سعد و قاضی عماد رحمۃ اللہ علیہ

یہ دونوں صاحب اکابر علمائے دہلی سے تھے، اوّل اوّل بوجہ سماع کے حضرت خواجہ قطب الدین سے ان کو ردوکد تھی، آخر حلقۂ ارادت میں آئے، مزار آپ کا پہلوئے خواجہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید قدس سرہٗ

آپ نبیرہ شمس العارفین اور خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین کے تھے، اپنے والد سے جدا ہو کر فضائل صدری اور معنوی حاصل کئے اور شیخ احمد غزنوی اور شیخ عبدالواحد کی ملازمت سے مشرف ہوئے، اور فیضان حاصل کیا، فوائد شریف سے نقل ہے کہ ایک بار بوجہ امساک باراں کے غلہ گراں ہوا، خلقت پر سخت سختی گزرنے لگی، تمام خلائق دہلی ہجوم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور درخواست دعا کی آپ ممبر پر کھڑے ہوئے اور آستین اپنی سے ایک دامن نکالا، ایک تار اس میں سے جدا ہو گیا تھا، اس تار کو آسمان کی طرف کر کے کہا، کہ الٰہی بحرمت اس ایک تار اس بڑھیا کے دامن کے کہ جس نے تمام عمر نامحرم مرد کو نہیں دیکھا، اور بحق راز و نیاز کے کہ وہ جو تیرے ساتھ رکھتی تھی، بارش کر ورنہ جنگلوں میں بسر کروں گا، آبادی میں پھر کبھی قدم نہ رکھوں گا، اسی وقت ایسی بارش ہوئی، کہ جنگل پانی سے بھر گئے، ہر جگہ سیلاب ہو گیا، بعد اس کے لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ دامن کس کا اور کیسا تھا، آپ نے فرمایا کہ وہ دامن ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین نے میری والدہ کو عنایت کیا تھا، وہ اس کو سر پر رکھ کر عبادت کیا کرتی تھیں، نام آپ کی والدہ کا بی بی سارا تھا، مزار دونوں صاحبوں کے پشت عید گاہ کہنہ پر ہیں، شیخ جمال الدین کولوی آپ ہی کی اولاد سے تھے اور ۶۷۳ھ میں شیخ نظام الدین نے وفات پائی۔

ذکر شیخ معز الدین دہلوی

کہ پہلے نائب سلطنت تھے، بعدہٗ مرید حضرت قطب الاقطاب کے ہوکر فقر اور فاقہ اختیار کیا، اور باکمال مشقت مقصود حقیقی پر پہنچ کر خرقۂ خلافت حاصل کیا، مزار ان کا جوار روضہ خواجہ میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز قدس اللہ سرہٗ

آپ مُرید قاضی حمید الدین کے تھے، حضرت خواجہ میں نہایت اعتقاد تھا، حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے، کہ جس کا بردہ فرار ہوتا وہ آکر حضرت سے دعا چاہتا، جس روز کے واسطے آپ فرماتے اسی روز وہ آجاتا، ایک روز حضرت کی خدمت میں ایک شخص آیا، اور عرض کی میرا غلام بھاگ گیا ہے، دعا کیجئے کہ وہ آجاوے، فرمایا کہ جا فلاں وقت آجائے گا، مگر مجھ کو خبر کردینا، اتفاقاً وہ بردہ اس کے مکان پر آگیا، اس نے حضرت کو خبر نہ کی وہ پھر بھاگ گیا، صاحب غلام نے پھر آکر عرض کیا، آپ نے فرمایا تو نے پہلے خبر نہیں دی، اب وہ آدتے گا، ملفوظات چشتیہ میں ہر جگہ آپ کا ذکر ہے، وفات آپ کی ۶۵۵ھ میں ہوئی، مزار متصل روضہ کے باہر دروازہ درگاہ بجانب حوض شمسی ہے اور مشہور ہے کہ تیزی ذہن کے واسطے آپ کی قبر پر سے پتھر اُٹھا کر لار کھتے ہیں، جب کام ہوجاتا ہے، اس کے برابر شیرینی تول کر تقسیم کرتے ہیں۔

ذکر شیخ فریدالدین ناگوری نبیرہ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری

کہ صاحب سجادہ اپنے جد کے تھے، بعہد سلطان محمد تغلق دہلی میں آئے اور بجمنڈل کے پاس مقیم ہوئے اسی جگہ راہ خواجہ میں آپ کا مزار ہے، آپ کی عمر سو برس کی ہوئی، سلسلہ نسب آپ کا سعد بن زید سے عشرہ مبشرہ میں ملتا ہے، اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ کے مزار پر ایک پتھر بھاری پڑا ہے، کہتے ہیں کہ شیخ اس کو حالت سکر میں اپنی گردن پر ڈال کر تشریف لائے تھے، اس وجہ سے چاک پران کہتے ہیں، اصل چاک پیران ہے،

صحیح یہ ہے کہ آپ کا مزار لاڈو سرائے میں ہے، متصل مسعود بیک کے،

ذکر حضرت دائی من میل

اولاد شرفا اوش سے ہیں اور شیر دہ حضرت خواجہ قطب الدین ہیں، ہمیشہ ریاضت اور عبادت میں مشغول رہتی تھیں، جب خواجہ تولد ہوئے انہوں نے شیر پلایا، اور بہت محبت رکھتی تھیں جب خواجہ بزرگ ہوئے اور دہلی میں قیام پذیر ہوئی، ان کو اوش سے طلب کر کے خرقہ خلافت عطا فرما کر ولایت دہلی آپ کے متعلق فرمائی، آپ سے ہزاروں صاحب کمال ہوگئیں، اور حضرت خواجہ نے ان کو پہلے حقوق ادا کئے، پھر اپنے گھر کا ان کو مختار کیا، یہ کبھی باہر مردانہ میں نہیں آئیں، مزار ان کا مقابل مسجد کہنہ دروازہ شرقی روضہ حضرت خواجہ کے واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد رئیس قدس سرہٗ

حضرت کے ہم شیر و مرید حضرت خواجہ کے تھے، اور ہر محل پر حاضر رہا کرتے تھے، ہر شب مجلس رسول مقبول میں حاضر ہوتے، ایک شب رسول مقبول علیہ السلام کی مجلس میں تھے کہ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ صبح میرا سلام قطب الدین کو پہنچانا اور ظاہر کرنا کہ تین روز سے تحفہ نہیں آیا، غفلت نہ چاہیئے، جب یہ بیدار ہوئے، کل ماجرائے شب حضرت سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا، اب میں حضور سے منفعل ہوا، اب کبھی ناغہ نہ ہوگا، مزار ان کا روضہ خواجہ میں پائیں مزار شیخ جلال الدین ابدال کے واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ امام الدین ابدال قدس سرہٗ

کہ ہم شیر یعنی کوکہ خواجہ کے تھے، اور خالہ زاد بھائی ضیاء الدین مرد غیب کے تھے، بمقام اوش دو دیگر جگہ اولیاء کی خدمت سے مشرف ہوئے علم ظاہری و باطنی بہم پہنچایا، خواجہ فرید الدین گنج شکر سے ہم صحبت رہے، آپ کا یہ حال تھا کہ جس کی طرف تیز نظر سے دیکھتے وہ اولیاء ہو جاتا، ہمیشہ ہمراہ ابدال سیر وطیہ میں عجائب و غرائب زمانہ کا تماشہ کیا، آخر عمر میں بسبب محبت والدہ یعنی دائی من میل اور زیارت حضرت خواجہ اوش سے دہلی آئے، جب حضور خواجہ میں پہنچے مرید ہونا چاہا، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمہارا نصیبہ ساتھ بدر الدین کے ہے، ان کا مرید ہو، پس بحکم خواجہ

مولانا بدرالدین کے مرید ہوکر ریاضت وعبادت میں مشغول ہوئے خلیفہ اور صاحب سجادہ اپنے پیر کے ہوئے، سماع بہت سُنتے تھے، حضرت سلطان المشائخ سے بہت محبت رکھتے تھے، جب حضرت سلطان المشائخ سنتے تھے، آپ کو ضرور طلب کیا کرتے تھے، زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے، وفات آپ کی ـــــ میں ہوئی، پایان مزار خواجہ میں متصل مزار مولانا بدرالدین کے آپ کا مزار بھی ہے۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا پسر شیخ امام الدین ابدال

کہ مرید اور خلیفہ اپنے پدر کے تھے، اور اپنے وقت میں شیخ عصر تھے، صاحب کلمات الصادقین نے لکھا ہے، کہ مولانا بدرالدین غزنوی سے بھی فیض حاصل کیا ہے اور محبت اور عشق حقیقی میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے تھے، ایک روز آپ کے یہاں مجلس عرس شیخ امام الدین ابدال میں نان وگوشت تیار تھا، مگر خلق بہت جمع تھی، خادم نے عرض کیا کہ کھانا بہت ہی کم ہے، خلق کثیر ہے، آپ نے فرمایا کہ نان وگوشت کو ڈھانک کر بسم اللہ کہہ کر بانٹنا شروع کرا اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حاضرین کو تقسیم بھی ہوا اور پھر بوں کا توں باقی تھا، مزار آپ کا عقب عیدگاہ کہنہ کے زیارت گاہ خلائق ہے اور شیخ شمس الدین جنازہ پران کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔

ذکر شیخ حسن دانا قدس سرہ

قاضی زادہ تھے، جب ان کے والد نے انتقال کیا، بادشاہ وقت نے محکمہ قضا ان کے سپرد کرنا چاہا، انہوں نے انکار کیا اور اپنے کو دیوانہ بنالیا، جب یہ خبر حضرت خواجہ کو ہوئی، آپ نے فرمایا وہ دانا ہے کہ قضا کو قبول نہ کیا، اس روز سے دانا مشہور ہوئے، جب خدمت حضرت میں پہنچے مُرید ہوکر مقربان درگاہ سے ہوئے، مزار ان کا عقب مسجد دہنہ خواجہ واقع ہے۔

ذکر خواجہ حسن خیاط قدس سرہ

کہ اولیائے کرام و علمائے عظام دہلی سے تھے ترک لباس کر کے حضرت خواجہ کے مرید ہو کر فقر و فاقہ اختیار کیا، ریاضت اور مجاہدات شاقہ میں مشغول ہوئے اور کار اپنا بکمال پہنچا کر خرقۂ خلافت حاصل کیا، ہمیشہ خانقاہ پیر و مرشد میں رہتے اور جامہائے حضور میں بخیہ کیا کرتے تھے اس وجہ سے خیاط مشہور ہوئے، مزار ان کا متصل دروازہ مسجد روضہ خواجہ واقع ہے۔

ذکر حضرت سید امجد و سید زین الدین قدس سرہٗ

ان دونوں بزرگوں کو کشف الارواح و کشف القبور تھا، بلا واسطے روح پاک حضرت خواجہ قطب الدین سے تربیت پائی، ایک روز سید امجد کا گزر دریا پر ہوا، جب پانی میں اترے ڈوبنے لگے، ایک مرد نے پاس سے سر نکالا، اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ڈوبنے سے بچایا، انہوں نے معلوم کیا، کہ وہ خواجہ تھے، جنہوں نے بچایا اس روز سے آستانہ کے باہر قدم نہ رکھا، اور تصوّر مزار مبارک میں مشغول رہتے تھے، جب ان دونوں صاحبوں نے وفات کی حوض شمسی پر مدفون ہوئے، مزار ان کے قریب مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ احمد نہروانی قدس سرہٗ

خلفائے قاضی حمیدالدین ناگوری سہروردی چشتی مرد بزرگ واقف اسرار حقیقت تھے، شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ مشغولی شیخ احمد نہروانی اکیلے کی دس صوفیوں کے برابر ہے، یہ حضرت وقت انتقال حضرت خواجہ دہلی میں موجود تھے، بعض وقت کار بافندگی میں حالت پیدا ہوتی کہ از خود رفتہ ہو جاتے اور کار خود بخود ہوا کرتا، ایک بار قاضی حمیدالدین واسطے دیکھنے ان کے کے مکان پر آئے، آپ کام کر رہے تھے، وہیں ملاقات ہوئی، قاضی صاحب نے چلتے وقت فرمایا کہ احمد کب تک کار اصلی کو چھوڑ کر اس کار میں مشغول رہے گا، یہ کار کار آگاہوں کا نہیں ہے، اس کار سے دست بردار ہو وہ کار کر جو کار آمد ہے، اس میں کار بند ہو کر اس کار سے بیکاری بہتر ہے، بعد رخصت قاضی حمیدالدین کے آپ اپنے آلہ کار میں میخ آہنی ٹھونکنے لگے، اتفاقاً وہ ہاتھ میں لگی،

ہاتھ زخمی ہوگیا، پس اس کار سے بے کار ہو کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوئے ۶۶۱ھ میں وفات پائی، مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ

عظام مشائخ خاندان چشت سے ہیں کہ فیض عام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے حاصل کیا، بہت بڑے کامل تھے جن کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے پہلے سات برس شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہے اور پھر شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید ہوئے جب شیخ کا انتقال ہوا خدمات حضرت خواجہ بزرگ اور قطب الاقطاب میں رہ کر حاصل کیا، اور بدست قطب الاقطاب خرقہ خلافت حاصل کیا، آپ ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہمراہ سفر حجاز میں تھے، اور دیگدان ایسا تیار کیا کہ جس میں ہمیشہ آگ رہے اور سر کو آسیب نہ پہنچاوے، اس دیگدان پر طعام واسطے کھانے شیخ کے گرم رکھتے اور اس کو اپنے سر پر لئے رہتے جب شیخ کھانا طلب کرتے گرما گرم حاضر کرتے، شیخ واحد الدین کرمانی سے نقل ہے کہ ایک بار سفر میں بندہ شیخ جلال الدین تبریزی کے ہمراہ تھا، جب ہم صحرائے بنی لام میں پہنچے، راستہ ایسا سخت تھا، کہ پیدل چلنا بہت مشکل ہے، اسی وقت اونٹوں کے سوداگر آگئے، اور ہر اونٹ کی بیس اشرفی قیمت کہنے لگے، ہمارے قافلہ والے جو متمول تھے، سب نے شتر خرید کئے اور باقی جو مجلس تھے ناچار ہوئے، مجبور ہمراہ کے چلے، جب شیخ جلال الدین تبریزی کو کہ یہ کیفیت معلوم ہوئی، اونٹوں کا حال دریافت کیا، معلوم ہوا کہ پانچ سو شتر اور باقی ہیں، اور جو فرد ختنی ہیں، آپ نے ایک ہانڈی لے کر اس میں ایک اشرفی ڈال کر چادر اپنی سے ڈھانکا، اور یا لطیف کہہ کر ہاتھ ہانڈی میں ڈالا بیس اشرفیاں نکلیں، اسی طرح کل شتر خرید کر کل اہل قافلہ کو تقسیم کئے، القصہ حضرت کا دہلی میں آنا، بادشاہ کا معتقد ہونا، شیخ نجم الدین صغریٰ کا معاملہ پہلے طے ہو چکا ہے، بعد ان جھگڑوں کے آپ نے دہلی میں قیام کرنا مناسب نہ جان کر بدایوں میں تشریف لا کر اقامت اختیار کی، ایک روز آپ قرب شہر کنارہ تالاب پر چند اصحاب خوش تھے، یکایک اس جگہ سے اٹھ کر تجدید وضو کیا،

اور فرمایا کہ اسے درویشوں آؤ نماز جنازہ شیخ نجم الدین صغریٰ ادا کرو، اس کا ابھی دہلی میں انتقال ہوا ہے، جب نماز سے فارغ ہوئے، فرمایا کہ میں بواسطہ تہمت اس کے کے دہلی سے بدر ہوکر یہاں آیا لیکن وہ میرے پیروں کی غیرت سے جہان سے بدر ہوا، چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ شیخ نجم الدین صغریٰ نے اسی ساعت میں انتقال کیا تھا، ایک روز آپ شہر بدایون میں اپنے دروازہ پر جلوہ نما تھے، ایک ہندو دہی بیچتا ہوا آ گیا، آپ کی نظر اس پر پڑی، اسی وقت صدق دل سے مسلمان ہوا، آپ نے اس کا نام علی رکھا، اس نے اپنے گھر جاکر کل مال و متاع اپنا لے کر حضرت کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا کہ میں ملکیت اس کی درگزرا، جس طرح آپ چاہیں صرف کریں، حضرت نے کہا، اس مال کو اپنے پاس رکھ کر جس جگہ کہوں گا خرچ کرنا پس جس کو انعام دینا ہوتا، علی سے فرماتے دس درہم دے دے، یہاں تک دام دام خرچ ہوا کچھ باقی نہ رہا، صرف ایک درہم باقی تھا، علی نے اپنے دل میں خیال کیا، کہ اگر اب شیخ کا حکم ہوا تو میں کہاں سے دوں گا، ناگاہ اسی وقت ایک سائل آیا، آپ نے فرمایا کہ ایک درہم تیرے پاس باقی ہے اس کو دے دے، ایک روز حضرت قاضی کمال الدین جعفری کے مکان پر تشریف لائے قاضی نماز میں تھے، آپ نے خادموں سے دریافت کیا قاضی کیا کرتے ہیں. انہوں نے جواب دیا کہ نماز ادا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تمہارا قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے، یہ فرما کر اپنے مکان مراجعت کی، دوسرے روز قاضی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ قاضی نماز پڑھنی جانتا ہے، نہایت افسوس ہے، آپ نے ارشاد کیا کہ فقیروں کی نماز یہ ہے کہ جب تک کعبہ چشم ظاہری سے نہیں دیکھتے، تکبیر اولیٰ نہیں کرتے، یہ نماز ان کی درجہ اولیٰ کی ہے اور بلند مرتبہ پر پہنچتے ہی نماز ان کی عرش بریں پر ہوتی ہے، اگر تم کو یہ حال میسر ہے، بیشک نماز ادا کرتے ہو ورنہ خیر، قاضی کو یہ کلام صداقت نظام سن کر رنج تو ہوا، مگر کچھ نہ کہا، اُٹھ کر اپنے گھر آیا، اسی شب کو خواب ہوا دیکھا کہ شیخ جلال الدین عرش پر نماز ادا کرتے ہیں، پس صبح ہوتے ہی قاضی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت کچھ عرض کیا اور اپنے پسر سیف الدین کو حضرت کا مرید کرایا، ایک بار شیخ میں اور بہاؤالدین زکریا ملتانی میں کچھ رنجش ہوگئی تھی، اس کی کیفیت اہل کتاب نے یوں لکھی ہے،

کہ دونوں بزرگوں نے باہم کچھ سیاحت کی، ایک بار شیخ فریدالدین عطار کے شہر میں وارد ہوئے شیخ بہاؤالدین تو یادِ حق میں مشغول ہوئے، اور شیخ جلال الدین برائے سیر شہر میں آگئے، ناگاہ شیخ فریدالدین عطار کی خانقاہ میں پہنچے، جب فریدالدین عطار کو دیکھا، ان کے انوار کمالات میں محو ہو گئے، جب اپنی قیام گاہ پر آئے، شیخ بہاؤالدین سے کل حال بیان کیا، اس پر شیخ بہاؤالدین نے کہا، کہ اس وقت تم اپنے مرشد کے کمال اور انوار کو بھی یاد لائے تھے، انہوں کہا کہ میں بالکل محو ہو گیا تھا، مجھ کو کچھ خبر نہ رہی تھی، شیخ بہاؤالدین کو یہ بات بری معلوم ہوئی ان کی صحبت ترک کی، الغرض آپ نے ایک عرصہ تک بدایوں میں قیام فرمایا، آخر بامراللہ تعالیٰ سفر بنگالہ کا اختیار کیا، جب چلے تو علی نو مسلم کہ جو حلقۂ ارادت اور گروہ درویشوں میں آچکا تھا پیچھے شیخ کے دوڑا، شیخ نے فرمایا کہ جا، اس نے عرض کیا کہ بغیر حضرت کے میں یہاں رہنا نہیں چاہتا پھر آپ نے ارشاد کیا کہ جا اسی جگہ رہ ہم نے بحکم خدا تجھ کو اس شہر کا قطب کیا، اور میں ہمیشہ تیرے رو برو رہوں گا، مجھ میں اور تجھ میں کچھ حجاب نہ رہے گا، پس ایسا ہی ہوا کہ علی قطب بدایوں کا ہوا، اور اس سے بھی کرامات کا بہت کچھ اظہار ہوا، اور جب وہ چاہتا تھا، شیخ کو ظاہر پاتا تھا، پس جب حضرت بنگالہ میں پہنچے تمام خلق نے رجوع کی اور خانقاہ تیار ہوئی زمین مول لے کر باغ لگوائے اور پھر ان کو وقف فرمایا، تا حال ہزاروں مسافر و مقیم خانقاہ پر پلتے رہے، اس جگہ قدیم بت خانہ تھا، آپ نے اپنی کرامت سے اس کو مسمار کیا، اور اسی جگہ مسجد تعمیر کی، پجاری وہاں کے مسلمان ہوئے مزار آپ کا اسی بت خانہ کی جگہ پر ہے وفات حضرت کی ۶۲۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد ترک نارنولی قدس سرہٗ

کہ آپ کو پیر ترک اور سلطان بھی کہتے ہیں، مرید خواجہ عثمان ہارونی کے پیر بھائی خواجہ بزرگ کے، مگر حضرت خواجہ بزرگ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا تھا، لکھا ہے کہ پہلے نارنول میں ہندو بہت رہتے تھے اور حضرت کے ہمراہی مسلمان کم تھے، ہندوؤں نے ارادہ کیا، کہ مسلمانوں کو قتل کریں، چنانچہ بروز عید مسلمان نماز میں تھے ہندوؤں نے یہ وقت غنیمت جانا، مسلمانوں پر آپڑے، اور بہت اہل اسلام عین سجدہ

میں شہید ہوئے، اسی روز حضرت نے بھی جام شہادت نوش کیا، اور خاص اپنے مکان میں
مدفون ہوئے۔ اس شہر میں بہت سے شہداء کے مزار ہیں لیکن دو بہت بزرگ اور مشہور ہیں ایک
تو حضرت دوسرے وہ جن کا مزار نشیب میں ہے، ان دونوں مزاروں سے اب تک کرامات و
فیضان جاری ہے، صاحب اخبار الاخیار ناقل ہیں کہ ایک بار بادشاہ نے حضرت شیخ نصیر الدین
محمود چراغ دہلی کو بوجہ کسی رنجش کے ٹھٹھہ جانے کا حکم دیا، اور آپ نارنول ہو کر راہی ہوئے،
جب کوس بھر کا فاصلہ رہا، آپ چنڈول سے اتر کر پا پیادہ ہوئے، جب مقبرہ حضرت شیخ
محمد کے قریب پہنچے، تو اس مقبرہ کے آگے ایک بھاری پتھر پڑا تھا، دست بستہ اس پتھر کے
روبرو کھڑے رہے، بعد اس کے روضہ میں جا کر فاتحہ ادا کی، ایک شخص نے یہ حال دریافت کیا
آپ نے فرمایا رہے خدمت گاران کہ مالک خود اس کے در پر آوے، میں نے دیکھا کہ روح
پر فتوح رسول مقبول علیہ السلام اس پتھر پر مثل خورشید جلوہ گر ہے، جب تک وہ صورت
میرے روبرو رہی میں اس پتھر کی طرف متوجہ رہا، بعد اس کے روضہ میں گیا، جس کو کوئی مشکل
پیش آوے وہ اس روضہ کی طرف رجوع کرے، اُمید ہے کہ مشکل آسان ہو، اور ایک شخص
نے بیباکی سے عرض کیا، کہ آپ کو بھی تو اس وقت مشکل کا سامنا ہے، آپ بھی اس کی آسانی
کے واسطے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ آسان ہوگی، حضرت نارنول سے چل کر
تھوڑی دور گئے تھے کہ سنا بادشاہ دہلی نے انتقال کیا، شیخ واپس ہو کر پھر دہلی میں تشریف
لائے، وفات شیخ محمد ترک قدس سرہٗ کی ۶۴۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر مسعود قدس سرہٗ

کہ سلطان واصلان حق و برہان فانیانِ ذات مطلق تھے، تمام مشائخ ان کے کمال و
عرفان و محویت اور وجدان پر متفق ہیں، اور ریاضت و مجاہدہ ترک و تجرید و فقر شوق جو حضرت
کو تھا کم ہر کسی کو میسر ہوتا ہے، تھوڑی ہی اپنی توجہ سے سالکان ناسوت کو بمقام لاہوت
پہنچاتے تھے، اور اوّل سے تا آخر صفائے باطن میں کوشش کی دنیا اور آخرت کو نظر بھر
کر کبھی نہیں دیکھا، باوجود ایسے کمالات کے وہ خلق محمدی تھا، کہ تمام خلق حسن سیرت سے

حضرت کی فریفتہ تھی، اور آپ جملہ خلفائے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی میں محبوب ترین اور صاحب سجادہ تھے، اور سلسلہ نسبی حضرت کا حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب تک اس طرح ملتا ہے، یعنی حضرت گنج شکر بن شیخ سلیمان بن شیخ سیحان بن شیخ احمد بن یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن احمد المعروف فرخ شاہ کابلی البلخی بن نصیر الدین محمود نشیمان شاہ بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ بن واعظ الاصغر بن واعظ الاکبر بن ابوالفتح بن حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، یہ قول صاحب سیر الاولیاء کا ہے، مگر بعض روایت میں یہ بھی ہے، کہ ابوالفتح اسحاق پسر سلطان ابراہیم لاولد تھے، اور آپ کے والد ماجد جمال الدین سلیمان ہمشیرہ زادہ سلطان محمود غزنوی کے تھے، سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ فرخ شاہ بادشاہ کابل تھے، تمام سلاطین ان کے مطیع تھے، اور یہ سلطنت غزنی سے پہلے تھی، جب سلطنت غزنی کو قوت ہوئی سلطنت کابل شامل غزنی ہوئی، لیکن فرزندان فرخ شاہ کابل میں رہے، آخر چنگیز خاں نے خروج کر کے ایک عالم زیروزبر کیا، اور کابل بھی تاراج ہوا، اسی جھگڑے میں آپ کے دادا شیخ احمد نے شربت شہادت نوش کیا، اور آپ کے جد شیخ شعیب مع اپنے عیال و اطفال کے لاہور میں آئے بعد چند روز کے قصور میں پہنچے، قاضی قصور نے ان کی بہت مدارات کی اور ان کی کیفیت سے بادشاہ کو مطلع کیا بادشاہ نے قضاء قصبہ کوتھی کہ جو قریب ملتان کے ہے تفویض کی، آپ کے دادا اور والد دونوں صاحبوں کے مزار قصبہ کوتھی ہی میں ہیں، لکھا ہے کہ قاضی سلیمان کے تین پسر ہوئے، اول شیخ عزیز الدین محمود، دوسرے شیخ فرید الدین مسعود، تیسرے شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ اسرارہم، اور مادر ان بزرگواروں کی بی بی قرسم خاتون دختر مولانا وجیہ الدین کی تھیں، ان کے کمالات ملفوظات خواجگان چشت میں اکثر موجود ہیں، یہ بی بی مآب صالح واصلان حق سے تھیں، بعض نے لکھا ہے کہ شیخ کمال الدین سلطان محمود غزنوی کی ہمشیرزادہ نہ تھی، لکھا ہے پہلا نام حضرت کا مسعود تھا، حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مہربانی سے فرید الدین نام عنایت کیا، اور روایت صحیح یہ ہے کہ فرید الدین غیب سے ملقب ہوئے اور کتب ہائے مشائخ سے ثابت ہے کہ حضرت کے ایک سوایک نام تھے۔

ان کا پڑھنا واسطے ہر حاجت اور ہر مہم کے کافی ہوتا ہے، چنانچہ تجربہ یہی ہے وہ اسمائے مبارک یہ ہیں، شیخ فرید، خواجہ فرید، مخدوم فرید، بابا فرید، فرید مسعود، فرید محمود، فرید مقصود، شاہ فرید، مولانا فرید، حاجی فرید، درویش فرید، عاجز مسکین فرید، غریب فرید، موجود فرید، فرید قاصد فرید مقصد، فرید چشتی، فرید اجودھنی، فرید حامد، فرید کامل، فرید مکمل، فرید خادم، فرید متوکل، فرید سالک، فرید مسالک، فرید زاہد، فرید عالم، فرید صادق، فرید صابر، فرید شاکر، فرید امام، فرید مجتہد، فرید منذرین، فرید متقی، فرید مرشد، فرید حق، فرید وکیل، فرید خالص، فرید مخلص، فرید عاشق، فرید عارف، فرید اعظم، فرید معظم، فرید ہادی، فرید مہدی، فرید ولی، فرید سخی، فرید قطب، فرید غوث، فرید بلعث، فرید سیاح، فرید جہاں گشت، فرید کبیر، فرید گنجشکر، فرید الحق، فرید حبیب، فرید عزیز، فرید مقبول، فرید صوفی، فرید صاحب، فرید عقق، فرید دقق فرید خیر، فرید مخیر، فرید سلطان، فرید برہان، فرید واصل، فرید دم، فرید قدم، فرید اول، فرید آخر فرید ظاہر، فرید باطن، فرید جل، فرید بھق، فرید بر، فرید بحر، فرید یحییٰ، فرید ممیت، فرید نوراللہ فرید نظراللہ، فرید فضل اللہ، فرید فیض اللہ، فرید صبغۃ اللہ، فرید یغفظۃ اللہ، فرید انہ الحد، فرید اہل اللہ، فرید سر اللہ، فرید عزیز اللہ، فرید روح اللہ، فرید عبداللہ، فرید محیط اللہ، فرید قطب الاقطاب، فرید مشکل کشا، فرید قاضی الحاجات، فرید، چاہیئے کہ جس کار کے واسطے پڑھے، چالیس روز میں ایک لاکھ تمام کرے، جو وقت مقرر کرے اسی وقت پر پڑھے اگر کل نہ ہو سکیں تو یہ پانچ نام ضرور پڑھے، شیخ فرید، مولانا فرید، حاجی فرید، خواجہ فرید درویش فرید، اور ان کے پڑھنے کا طریق یہ ہے کہ جب کوئی مہم پیش آوے، باوضو پہلے اکتالیس بار آیت الکرسی، پھر اکتالیس بار الحمد، پھر اکتالیس بار سورۂ اخلاص اور سو بار درود اور پچاس بار سبحان اللہ تا آخر اور قرآن میں سے جس قدر ممکن ہو پڑھ کر اوّل سو بار شیخ فرید، پھر سو بار خواجہ فرید، پھر سو بار مولانا فرید، پھر سو بار درویش فرید، پھر سو بار شیخ فرید، پھر سو بار حاجی فرید پڑھ کر اسی جگہ سو رہا کرے، یعنی بعد نماز عشاء کے پڑھا کرے، حضرت کو خواب میں دیکھے گا، جو حاجت ہو عرض کرے، جیسا حکم ہو اس پر کاربند ہو اور سوتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور یا غفور اور یا اللہ اور یا ہو تین تین بار اپنے سینہ پر اپنی انگشت

سے لکھے، بعض ملفوظات پیران چشت میں لکھا ہے کہ حضرت گنجشکر حمل میں تھے، تو آپ کی والدہ کو بیروں کی طرف رغبت ہوئی، ان کے ہمسایہ میں ایک درخت بیری کا پھلا ہوا تھا، آپ بے اجازت مالک کے چند بیر توڑنے چاہتی تھیں، کہ کھاویں آپ نے اندر شکم کے بیقراری کی، کہ جس کی وجہ سے والدہ حضرت بیقرار ہوئیں، اور بیر ہاتھ سے گر گئے، لکھا ہے کہ جب آپ بڑے ہوئے، تو آپ کی والدہ نے عذر کیا کہ فرزند تیرے حمل کے دنوں میں کبھی کوئی چیز مشکوک نہیں کھائی، آپ نے جواب دیا کہ بے اجازت مالک بیری کے چند بیر آپ نے توڑنے میں سے نے بیقراری کر کے آپ کو مال مشکوک سے بچا دیا، یاد کر لیجئے، یہ سُن کر والدہ حضرت متحیر ہوئیں، کہ میں نے تو اس کا اظہار کبھی کسی سے نہیں کیا اور جو یہ پسر کہتا ہے سچ کہتا ہے، صاحب سیر السالکین سے روایت ہے کہ انتیس شعبان کو ابر آسمان پر محیط تھا، مسلمانانِ شہر خدمت قاضی سلیمان پدر حضرت میں آئے اور کہا کہ آج ۲۹ رجب ہے، اگر حکم ہو تو کل روزہ رکھیں، آپ نے فرمایا چاند میں شک ہے، درصورت شک روزہ رکھنا مکروہ ہے، اس وقت میں ایک بزرگ تھے کہ جن پر گمان ابدال کا تھا مقیم تھے، ان کی خدمت میں آئے اور یہ مسئلہ پوچھا، اُن بزرگ نے فرمایا، کہ آج کی رات قاضی کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، وہ قطب ہوگا، اگر کل اس نے شیر نہ پیا تو کل تم بھی روزہ رکھو، اگر اس نے دودھ پیا تو کل روزہ نہ ہوگا، الغرض اسی شب کو حضرت تولد ہوئے اور صبح شیر نہ پیا روزہ رکھا، تمام شہر نے حضرت کی متابعت کی اور روزہ رکھا، جب وقت افطار کا آیا، آپ نے پستانِ مادر دہن میں لیا اور شیر نوش کیا، اسی طرح تمام روزے رکھے، صاحب سیر العارفین حضرت سلطان المشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت مکتب میں بیٹھے، تھوڑے ہی دنوں میں قرآن حفظ کیا، اور تحصیل علوم سے فارغ ہوئے، اور شہر ملتان میں مسجد مولانا منہاج الدین میں کتاب نافع پڑھتے تھے، کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تشریف فرما ملتان ہوئے، اور اسی مسجد میں ٹھہرے، شیخ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے لڑکے کیا پڑھتا ہے، آپ نے عرض کیا کہ نافع پڑھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ نافع ہوگا، یہ بات آپ کی ایسی موثر ہوئی، کہ مرید ہوئے، جب خواجہ دہلی میں تشریف

لانے لگے، آپ بھی ہمراہ ہوئے، خواجہ نے فرمایا ابھی اسی جگہ رہ کر علوم ظاہری کی تحصیل کر بعد اس کے میرے پاس آنا، کس واسطے کہ زاہد بے علم تسخیر شیطان میں آجاتا ہے، حضرت ملتان سے قندھار میں آئے، بعد تحصیل علوم بغداد پہنچے، اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور سیف الدین باخرزی وسعدی حموی وبہاء الدین حموی وبہاؤ الدین و شیخ واحد الدین کرمانی و شیخ فرید الدین محمد نیشاپوری سے مشرف حضوری حاصل کر کے مستفیض ہوئے، بعد اس کے مقام دہلی خدمت پیر روشن ضمیر میں حاضر ہوئے، حضرت قطب الاقطاب نے ایک جدا حجرہ آپ کی عبادت کے واسطے مقرر فرمایا، بعد تربیت کمال کو پہنچ کر مشرف بخرقہ خلافت ہوئے، چنانچہ حضرت نے خود فرمایا ہے کہ میں نے شیخ شہاب الدین کو خود دیکھا اور ان کی صحبت میں رہا، ہر روز دس ہزار دینار سے کم فتوح نہ تھا، مگر وہ صبح سے شام تک سب راہ خدا میں صرف فرماتے، کل کے واسطے ایک پیسہ نہ رہتا تھا، خود حضرت بابا نے فرمایا ہے، کہ بغداد میں میں نے شیخ اجل شیرازی کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے، مجھ کو انہوں نے یہ دعا دی کہ تیری روزی میں برکت ہو، جب میں بغداد سے باہر آیا، ایک درویش کو ایسا دیکھا کہ صرف پوست اور استخوان باقی تھا، چند روز ان کی صحبت میں رہا، وہاں سے بخارا آیا، شیخ سیف الدین باخرزی کو دیکھا بڑے بزرگ تھے، میں آداب بجالا کر نزدیک ان کے بیٹھا، جب میری طرف ملاحظہ کرتے فرماتے، کہ بار کا مشائخ روزگار میں سے ہوگا، تمام عالم اس کے مرید اور فرزندوں سے بھر جائے گا، اور کمبل سیاہ جو اوڑھے ہوئے تھے، بندہ کو عنایت کر کے فرمایا کہ اس کو اوڑھ لے، چند روز اس بزرگ کی خدمت میں رہا، وہاں سے چل کر ایک مسجد میں آیا، اس کے پاس ایک بزرگ رہتے تھے، میں نے دیکھا کہ ہوا کی طرف آنکھیں بند کئے کھڑے ہیں، چار روز یہی کیفیت رہی بعدہٗ آنکھ کھولی، میں نے سلام کیا، جواب دیا اور فرمایا بیٹھ، جب میں بیٹھا آپ نے کل کیفیت بندہ سے بیان کی، اس شب کو بھی میں ان کی خدمت میں رہا، جب صبح ہوئی، ان بزرگ کو نہ پایا۔ وہاں سے چل کر بدخشاں میں پہنچا، اور وہاں کے بزرگوں سے ملا، وہاں سے پھر ملتان آیا، شیخ بہاؤ الدین زکریا سے مصافحہ ہوا، انہوں نے پوچھا کہ اپنا کام کہاں تک پہنچایا میں نے کہا کہ اگر میں کہوں

تو آپ کرسی پر بیٹھ کر ہوا پر تشریف لے جاویں، یہ کہتے ہی کرسی ہوا پر سے پیدا ہوئی، شیخ بہاؤ الدین نے اس پر ہاتھ مارا، اور کہا کر مولانا فرید خوب انجام دیا، وہاں سے چل کر میں دہلی میں آیا اور یادِ حق میں مشغول ہوا، حضرت نے مجھ کو نعمت عطا کی، اور فرمایا کہ مولانا فرید تو اپنا کار پورا کر کے میرے پاس آنا حضرت کے مشاغلے اور مجاہدے اور ریاضات، عبادات مشہور ہیں، اور حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ بابا صاحب نے ایک بار فرمایا کہ میں بمقام سیستان مجلس شیخ واحد الدین کرمانی میں موجود تھا کہ دو فقیر آئے، کچھ ذکر کرامات فقر کا ہو رہا تھا، یہاں تک ان دونوں نے کہا کہ اس محفل میں جتنے درویش ہیں اپنی اپنی کرامات دکھائیں، اول صاحب خانہ کی طرف اشارہ ہوا، انہوں نے فرمایا والی شہر مجھ سے بد عقیدہ ہے، طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے، تعجب ہے کہ آج میدان سے سلامت آوے کہ اسی وقت خبر آئی کہ حاکم شہر گھوڑے پر سے گر کر ابھی مر گیا، پھر مجھ سے کہا کہ تم کچھ دکھاؤ، میں نے مراقبہ کیا اور حاضرین سے کہا کہ آنکھیں بند کرو، سب نے اپنے کو کعبہ میں دیکھا، جب آنکھ کھولی پھر اسی مجلس میں پایا، اور ان دونوں مسافروں نے اپنے خرقہ اوڑھے اور غائب ہو گئے فقط خرقہ پڑے رہے، صاحب مراۃ الاسرار و فوائد السالکین حضرت گنجشکر سے ناقل ہیں۔ یعنی حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں شرف ارادت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے کلاہ چہار ترکی سر دعا گو پر رکھ کر بہت شفقت فرمائی، اس وقت قاضی حمید الدین، مولانا علی کرمانی، سید نور الدین مبارک شیخ نظام الدین، ابو المؤید مولانا شمس ترک شیخ محمود موئینہ دوز وغیرہ حاضر تھے، حضرت قطب الاقطاب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ کو ذاتی قوت اور تصحیح ایسی چاہیئے کہ جو کوئی اس کے پاس مرید ہونے آوے، وہ قوت نظر باطنی اپنی سے زنگ کے سلینہ کا صاف کر لے کہ کچھ کدورت سینہ میں باقی نہ رہے، بعد اس کے اس کا ہاتھ پکڑے، اور خدا رسیدہ کرے، لکھا ہے کہ حجرہ آپ کا قریب دروازہ غزنوی کے نیچے برج کے تھا، آٹھویں روز مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے، باقی یاد حق میں مشغول رہتے صاحب سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ جب حضرت گنج شکر نے چاہا کہ مجاہدہ زیادہ کریں،

خواجہ کی خدمت میں عرض کیا، خواجہ نے فرمایا کہ پہلے روزہ طے کر، جب غیب سے پہنچے افطار کر، تیسرے روز غیب سے روٹیاں آتیں، آپ افطار کرتے، بعد ایک ساعت کے جی متلاتا اور قے ہو جاتی، معدہ پاک ہو جاتا تھا، بعد چند روز کے حضرت نے یہ حال خدمت خواجہ میں عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ مسعود طعام خماری سے افطار کرتا تھا، عنایت حق تیرے شامل حال ہے کہ وہ طعام تیرے شکم میں نہیں ٹھہرتا، اب چھ روز کے بعد افطار کر، بعد چھ روز کے اشتہا جب غالب ہوئی ہاتھ زمین پر مارا، ایک سنگریزہ ہاتھ میں آیا، جب اس کو منہ میں رکھا شکر ہو گیا، اس وقت اس کو منہ سے باہر کیا، اس طرح چار بار اشتہا ہوئی، اور سنگریزہ منہ میں ڈالے شکر ہو گئے، پھر دل میں خیال آیا کہ خواجہ نے فرمایا تھا، کہ جو غیب سے پہنچے اس سے افطار کرنا، شاید یہ افطاری غیب سے پہنچی ہے، چند سنگریزے اٹھا کر کھائے وہ شکر ہو گئے، جب صبح ہوئی خدمت خواجہ میں حاضر ہو کر تمام حال عرض کیا، خواجہ نے فرمایا خوب کیا، جو غیب سے ہے وہ نیک ہے، حال مانند شکر کے شیریں رہے گا، اس روز سے گنج شکر خطاب ہوا، اور یہ فرمایا ؎

سنگ در دست تو گہر گردد زہر در دہن تو شکر گردد

صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ ایک روز شیخ خدمت خواجہ میں آئے، بسبب ضعف کے زمین پر گر پڑے، قدرے مٹی منہ کے پاس پہنچی شکر ہو گئی، اس روز سے گنج شکر ہوئے، اور صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ سوداگر چند بیلوں پر شکر لادے جاتے تھے، شیخ نے ان سے شکر طلب کی، انھوں نے جواب دیا کہ یہ نمک ہے، شیخ نے فرمایا کہ نمک ہوگا، جب سوداگروں نے گونیں کھولیں تو ان میں سے نمک نکلا، بہت شرمندہ ہو کر شیخ کی خدمت میں آکر عرض کیا، جب آپ نے کرم کی نگاہ کی، پھر بدستور شکر ہو گئی نواب بیرم خاں خانخاناں نے کہا ہے ؎

کان نمک جہان شکر شیخ بر و بحر آں کز شکر نمک کند و از نمک شکر

صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ وہ سوداگر یہ کرامت دیکھ کر معتقد ہوئے، سردار کا نام عالم تھا، ایک نقل ہے کہ حضرت کو ایام طفولیت میں شیرینی سے بہت

ذوق تھا، جب آپ کی والدہ نماز پڑھتی تھیں، مصری کے ٹکڑے زیر مصلیٰ رکھتی تھیں، جب سلام پھیرتی تھیں، ان کو اشارہ کرتیں اس جگہ مصری رکھی ہے، ایک روز والدہ حضرت کی مصری زیر مصلیٰ رکھنی بھول گئیں، آپ نے موافق عادت کے زیر مصلیٰ ہاتھ ڈالا، بہت سی ڈلیاں مصری کی نکلیں، آپ نے فرمایا مادر آج تم مصری رکھنی بھول گئیں، پروردگار نے مجھ کو بہت سی مصری دی، والدہ نے فرمایا، اے پسر یقین ہوا کہ تو ضائع نہ ہوگا، اور مثل شکر شیریں رہے گا، اس روز سے گنج شکر خطاب پایا، اور خود بخود مشہور ہوئے، ایک نقل ہے کہ جناب سرور عالم نے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کی خبر دی تھی، اور گنجشکر ملقب فرمایا تھا، صاحب گلشن اولیا سے نقل ہے کہ سات سو برس پہلے ظہور شیخ فریدالدین سے اکثر مشائخین سلف نے آپ کی خبر دی تھی، کہ ایک شیخ کامل پیدا ہوگا، گنج شکر کہلائے گا، بہت کو قرب خدا میں پہنچائے گا، اس کے مرید قطب روزگار ہوں گے، اور روایات معتبرہ اس طرح بھی ہیں، کہ حضرت جنگلوں، پہاڑوں میں ریاضت فرماتے تھے، سوائے گھاس خشک اور پتوں کے کچھ نہیں نوش فرماتے تھے، ایک روز تشنہ چاہ پر پہنچے، راہ دیکھنے لگے، کہ ڈول رسی آئے تو پانی پیوں، دیکھا کہ ہرنوں کی ڈار آئی، ان کے آتے ہی چاہ نے جوش مارا، وہ ہرن پی کر روانہ ہوئے، جب آپ نے قصد پانی پینے کا کیا، پانی سمٹ کر پھر چاہ میں چلا گیا، آپ نے بدرگاہ باری عرض کی، کہ پروردگار عالم جانوروں کو پانی دیا، میں جو تیری راہ میں جلا ہوا ہوں، مجھ سے پانی دریغ رکھتا ہے فرمان ہوا کہ فرید تیری نظر ڈول رسی پر تھی، ہرنوں کی نظر ہماری طرف تھی، اس وجہ سے ان کو پانی دیا تجھ کو نہ دیا، اسی وقت آپ اس چاہ میں چالیس روز لٹکتے رہے، اور نفس کو پانی نہ دیا، بعد چالیس روز کے قدرے خاک منہ میں ڈال کر افطار کیا، وہ خاک منہ میں پڑتے ہی شکر ہوگئی، اسی وقت اس کو تھوک دیا، آواز ہوئی کہ اے فرید تیرا چلہ قبول ہوا، اور آج سے تجھ کو گنجشکر کیا، نقل ہے کہ ایک روز حضرت نے خواجہ سے عرض کیا کہ بہت سخت ایک چلہ کروں آپ نے فرمایا کہ فرید کچھ حاجت نہیں، یہ باتیں واسطے شہرت کے ہیں، حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس روز سے بہت بڑا خیال اور پشیمانی ہے، کہ میں نے ایسی بات کہی

جو خاطر مبارک پر ناگوار گزری، الغرض بعد چند روز کے حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا کہ فرید ایک چلہ معکوس کر، آپ نے ارشاد کیا جس ترکیب سے ارشاد ہو کروں، خواجہ نے فرمایا کہ ایسی مسجد ہو کہ جس میں سوائے مؤذن کے اور کوئی نہ رہتا ہو، بعد نماز عشاء کے مسجد خالی رہتی ہو، اور مؤذن بھی دیندار امانت دار ہو، اس مسجد میں کنواں، کنویں پر درخت ہو، ایسی جگہ تمام شب الٹا لٹک کر مشغول ہو تا کہ چلہ پورا ہو جائے، پس موجب ارشاد پیر روشن ضمیر ارادہ مصمم کر کے مسجد موصوف کی تلاش میں نکلے، نواح دہلی میں ایسی صفت کی مسجد نہ پائی، دہلی سے ہانسی آئے وہاں بھی اس صفت کی مسجد نہ پائی، اس طرح شہر بشہر قصبہ بقصبہ، دیہہ بدیہہ تجسس کیا، اوچ میں مسجد موصوف پائی، اور خواجہ رشید الدین میناٸی متوطن ہانسی وہاں مؤذن تھے، حضرت کے کمال معتقد تھے، آپ اس مسجد میں چند روز رہے، اور بعد میں مؤذن صاحب سے کہا کہ اگر میرا راز کسی پر نہ کھلے تو میں یہاں معکوس ایک چلہ کروں، انہوں نے کہا کہ میں نیاز مند ہوں، امانت داری کروں گا، اب تو یہ ہوا کہ بعد نماز عشاء کے جب سب نمازی چلے جاتے اس وقت ایک سرا رسی کا مؤذن آپ کے پیر میں باندھتا، دوسرا سرا رسی کا درخت کی ٹہنی سے باندھتا آپ تمام شب اس چاہ محبوب حقیقی میں اُلٹے لٹکتے رہتے، صبح ہوتے قبل از آنے نمازیوں کے مؤذن آکر آپ کو نکالتا، پھر صبح نماز ادا کر کے مراقبہ میں رہتے، اسی طرح چالیس شب پوری کیں ؎

سعدیا کنگرہ عشق بلند است بلند تا نو سر پا نہ کنی دست تو آنجا نہ رسد

بقول مولانا نظامی

برقص آمدہ جملہ اعضائے من! سر من شدہ کرسی پائے من!

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھ کو جو کچھ ملا ہے، وہ متابعت رسول مقبول علیہ السلام سے ملا ہے، یعنی حضرت نے بھی نماز معکوس ادا کی ہے، پس میں بھی اپنے پیر میں رسی باندھ کر الٹا لٹکا کرتا تھا،

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت محمد چشتی نے بہت نماز معکوس ادا کی ہے، اس سنت کو حضرت بابا صاحب نے بھی ادا کیا۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی دہلی میں تشریف لا کر خانقاہ قطب الاقطاب میں فروکش ہوئے، حضرت خواجہ نے بحضور خواجہ بزرگ اپنے خلفاء کو پیش کیا، ہر شخص کو اس کے ظرف کے موافق نعمت عطا فرمائی، بعد اس کے فرمایا کہ بابا قطب الدین تمہارے مریدوں میں سے کوئی اور باقی ہے، آپ نے عرض کیا کہ مسعود نام فقیر چلہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ اٹھے اور حضرت خواجہ قطب الدین کو ہمراہ لے کر حجرہ بابا صاحب پر آئے، اور حجرہ کھولا اندر گئے، بابا صاحب بسبب ضعف کے تعظیم کو کھڑے نہ ہو سکے، آنکھوں میں آنسو بھر کر سر اوپر زمین کے رکھا، خواجہ بزرگ نے یہ حال دیکھ کر از راہ رحم فرمایا کہ بابا بختیار اس جوان کو مجاہدہ میں کب تک جلائے گا، کچھ بخشش کر قطب الاقطاب نے عرض کی کہ میری کیا مجال ہے کہ روبرو حضرت کے بخشش کر سکوں، خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ اس کا تعلق تجھ سے ہے، اور منہ طرف قبلہ کے کر کے حجرہ موصوف میں کھڑے ہوئے، خواجہ صاحب نے بھی متابعت کی، اور دونوں بزرگوں نے بابا صاحب کے حق میں دعائیں کیں، اور اسم اعظم کو جو سینہ بسینہ چلا آتا تھا تلقین فرمایا اور خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ فرید شمع ہے، خاندان درویشوں میں اس سے فقیر کو روشنی ہوگی، یہ تمام عالم پر اظہر من الشمس ہے کہ ایسا ہی ہوا، میر سید محمد کرمانی مؤلف سیر الاولیاء نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بخشش کونین از شیخین شد در باب تو ۔۔۔ بادشاہی یافتی زیں بادشاہان جہاں
مملکت دنیا و دین گشتہ مسلم بر ترا ۔۔۔ عالمے کن گشتہ انعامی تو اے شاہ جہاں

یہی حضرت جناب سلطان المشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وقت نقل خواجہ قریب پہنچا، قاضی حمید الدین کے خیال میں آیا کہ خرقہ اور سجادہ مجھ کو عطا ہوگا، اور یہی خیال مولانا بدر الدین کے دل میں گزرا کہ خرقہ اور سجادہ مجھ کو ملے گا، اسی وقت خواجہ نے نور باطن سے ان کے دل کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ یہ خرقہ اور عصا و مصلی و نعلین

چوبیں اور دیگر تبرکات میرے پیروں کے جو ہیں میں نے فرید کو دیئے، کہ وہ میرا جانشین ہے، اور اس امانت کو قاضی حمید الدین کے حوالہ فرما کر جان بحق تسلیم ہوئے، جب بابا صاحب دہلی پہنچے، تو قاضی حمید الدین نے کل امانت آپ کے سپرد کی، آپ بعد چند روز کے تشریف فرمائے ہانسی ہوئے، باقی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پس اسی زمانہ میں شیخ جمال الدین ہانسوی مرید ہوئے، جب یہاں بھی خلقت نے اژدہام کیا، آپ قصبہ کوٹھی وال وطن آبائی میں آئے، اور چندے بسر فرمایا، چونکہ یہاں سے ملتان قریب تھا، یہاں بھی لوگوں نے گھیرا، مشوش ہو کر چاہا کہ لاہور میں چلئے، اس وقت لاہور تاخت چنگیز خانیوں کے سبب سے ویران تھا، آخر قصبہ اجودھن کو مجہول جگہ سمجھ کر اجودھن میں تشریف لائے، اس وقت وہاں ایک جوگی صاحب استدراج رہتا تھا، کل شہر اس کو مانتا تھا، آٹھویں روز گائے کا دودھ اس کے واسطے لے جاتے تھے، یہ صرف آٹھویں روز دودھ پیتا تھا، خوبی یہ تھی کہ جتنا دودھ آجاتا اپنے کشف سے سب پی لیتا، سیف زبان تھا، بہت سے مقامات جوگ طے کئے ہوئے تھا، پری ذام یعنی جلس دم بھی کرتا تھا، بعض مقامات ایسے تھے کہ وہ اسے نہ کھلتے تھے، ایک مدت سے فکر تھی، کہ کوئی فقیر اہل اسلام ملے، کہ جس کی وجہ سے یہ مقامات بھی طے ہو جائیں کہ حضرت بھی وہاں رونق افروز ہوئے، اور خلقت نے حضرت کی طرف رجوع کی، اس جوگی کو کہ اس کا نام شنبھوناتھ تھا، خبر ہوئی کہ ایک مسلمان فقیر اس قصبہ میں وارد کیا ہے، یہ اپنے سینکڑوں چیلوں اور ہمراہی فقیروں کو لے کر حضرت کی طرف چلا، اور دل میں خیال کیا کہ اگر فقیر کامل ہے، اور میرے دونوں مندرے کان سے اس کے آگے نکل کر جا پڑیں گے، تو میں سمجھوں گا کہ وہ کامل ہے، پس جب روبرو حضرت کے گیا، آپ نے نور باطن سے اس کے دل کا حال معلوم فرما کر ان مندروں کو دیکھا، اسی وقت مندرے خود بخود اس کے کانوں سے نکل کر حضرت کے روبرو آپڑے، پھر اس کے دل میں خطرہ گذرا کہ اگر یہ شاخیں پیدا کرا دیں تو جانوں حضرت کو بھی اس کے خطرہ سے آگاہی ہوئی اور دست مبارک سے دونوں مندرے اٹھا کر مٹی میں ڈالے وہ اسی وقت اگ آئے یہ کرامت

دیکھ کر وہ اعتقاد لایا، اور عرض پرداز ہوا کہ ایک دلیل اور باقی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا وہ کیا، اس نے کہا میں غائب ہوتا ہوں، اگر آپ نے مجھ کو ڈھونڈ لیا تو میں بیشک آپ کا چیلہ ہوں گا، یہ کہہ کر وہ دراز ہوا، اور اپنی چادر اوڑھی پڑتے ہی روح اس کی قالب سے پرواز کر کے عالم بالا پر پہنچی، جسم اس کا مثل مردہ کے ہوگیا، حضرت نے سر مراقبہ میں جھکایا، اس کی روح عالم ملکوت سے گذر چکی تھی، کہ روح مبارک نے اس کو گھیرا، اور آواز دی کہ باش آگے تیرا گزر نہ ہوگا یہ مقام اہل ایمان کے واسطے ہے، یہاں تک بھی تیرا گزر اس سبب سے ہوا کہ تیرے دل میں عظمت اور محبتِ اسلام کی تھی، یہ فرماتے ہی روح اس کی واپس ہوئی، اور اپنے قالب میں آئی، وہ اُٹھ بیٹھا، حضرت نے سر مراقبہ سے اٹھایا وہ قدموں پر گر پڑا اور معہ اپنے چیلوں کے صدق دل سے مسلمان ہوا، اور حضرت سے بیعت کی چندے حضور کی خدمت میں رہ کر علم الٰہی کی تکمیل کی، بعدہٗ حضرت نے اس کو شاہ ولایت ملک سیوستاں کا فرما کر معہ اس کے چیلوں کے اس طرف رخصت فرمایا، وہ جوگی اور سب اس کے چیلے اولیا ہوئے، صاحب سیر السالکین اور سیر الاقطاب نے اس کو دو طرح پر نقل کیا ہے، دونوں نقول قریب قریب ہیں، صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں کہ میں نے وہ درخت بچشم خود دیکھے ہیں کہ موجود تھے، پتے ان کے نہایت سُرخ رنگ خوشنما تھے کہ ان درختوں کو وہاں کے لوگ کسنبھ کہتے تھے اور قریب آبادی کے زیارت گاہ ہیں، یہ ذکر [illegible] کا ہے کہ شاہ اکرم جامع اقتباس الانوار اس شہر میں پیش امام تھے، اور بہت روز وہاں رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت نوشہرہ میں تشریف فرما ہوئے، ایک روز مسواک کر کے چوب مسواک کو زمین میں استادہ کیا اسی وقت اس میں نشو ونما ہوا، یعنی جال کا درخت ہوا، چند روز کے بعد جب حضرت وہاں سے چلے تو دیکھا کہ وہ درخت پیچھے آتا ہے فرمایا کہ باش دریں جا باش، جب وہ نہ رکا پھر فرمایا باش دریں جا باش، غرض تین بار ایسا ہی فرمایا جب وہ نہ رکا غصہ ہو کر اس کی شاخیں پکڑ کر زمین پر دے مارا، اور فرمایا کہ باش دریں جا باش، وہ اسی جگہ سرسبز ہے، میں نے دیکھا ہے اور زیارت گاہ عام ہے نقل ہے کہ ایک روز حضرت تشریف فرما تھے،

جسم مبارک میں کچھ تغیر تھا عصا ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے، چند قدم چلے تھے، کہ عصا دست مبارک سے گرا اور آثار تفکر اور حیرت ہوئے، حضرت سلطان المشائخ سے عرض کی مخدوم معلوم نہیں اس وقت حیرت اور تفکر کس سبب سے ہے، فرمایا کہ جب میں نے عصا پر تکیہ کیا عتاب الٰہی ہوئے کہ کس واسطے سوائے ہمارے دوسرے پر تو نے تکیہ کیا، اس وجہ سے میں نے عصا ڈال دیا اور پشیمان ہوا، سیر السالکین سے روایت ہے کہ آپ کے عہد میں درویشان کوہ قاف میں باہم اختلاف پیدا ہوا، بعض کہتے تھے کہ جہان میں قطب اکبر ہے، بعض کہتے تھے کہ نہیں ہے کس واسطے کہ اگر ہوتا کوہ قاف میں کبھی تو آتا، آخر یہ طے ہوا کہ دو شخص فلاں فلاں جو کامل اور شیخ مانے جاتے ہیں تلاش میں جاویں، جب قرار پا چکا ان دونوں معتبروں کو روانہ کیا، یہ تمام عالم میں پھرے، جہاں جس کامل کو سنا وہاں گئے اس سے ملے، اگر صفات قطب کبریٰ نہ پائیں، صفات قطبیت کبریٰ اور دیگر صفات مقامات فقر اللہ نے چاہا تو دوسرے رسالہ میں تحریر ہوں گی، الغرض یہ دونوں بزرگ تفحص کناں وارد ہندوستان ہوئے اور حضرت گنجشکر کی کرامات اور ریاضت و عبادت کا شہرہ سن کر وارد اجودھن ہوئے، آپ سے ملاقات کی، آثار قطبیت کبریٰ کے تو پائے، مگر حالات باطنی کو نہ پا سکے، اور حضرت کی خدمت میں رہنا سعادت سمجھا، جب ان کو بہت دن لگے دو شخص اور آئے وہ بھی رہ گئے، پھر دو اور آگئے وہ بھی رہ گئے، اسی طرح کل درویشان وہاں کے آئے اور آپ کی خدمت میں رہنے لگے، جب حضرت نے دیکھا کہ وہ مقام اولیاء سے خالی ہے، اس وقت ان سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے مقام کو خالی نہ چھوڑو، وہیں چلے جاؤ، اور مقام قطبیت کبریٰ ان کو معائنہ کرا دیئے، وہ درویش اپنے جرائم و نایم عفو کرا کے بامراد اپنے وطن کو گئے، بعد اس کے ایک بار شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی اور حضرت عالم طیر میں تھے، سیر کناں کوہ قاف ہوئے، ایک مسجد دلکشا دیکھ کر وہاں قیام کیا، وہاں کے کل درویش واسطے پابوسی حضرت بابا صاحب کے حاضر ہوئے اور خدمات بجا لائے، ایک روز واسطے وعظ کے عرض کی آپ نے تفسیر قرآن مجید بیان کی جس کے سننے سے تمام خلائق محظوظ ہوئی، اس وقت سپر سے حجاب اٹھ گیا تھا، ایک حالت طاری تھی، بعد اس کے جب دنیاداروں نے بہت ستانا شروع کیا، دونوں بزرگواروں نے

واپس ہندوستان مراجعت کی، حضرت شیخ محمد غوث گوالیری قدس سرہٗ نے اوراد غوثیہ اور دیگر مکاشفات اپنے میں تحریر کیا ہے کہ ایک شب میں حاضر وقت تھا، یکایک ایک آواز آئی کہ تیری حضوری اور معموری کا وقت ہے آ، جب میں نے سر نکالا، دیکھا کہ دریائے عظیم ہے اور تمام عالم اس کو دریا دیکھ رہا ہے، اور ایک تخت مرصع بلند بالا دیر پا رکھا گیا، اور آگے اس تخت کے ایک صورت جلال، ایک صورت جمال، اور ایک مرد باوقار اس پر جلوہ افروز ہے اور تمام خلق اس دریا میں آگئی ہے، وہاں سے جا نہیں سکتی، مگر چند شخص کہ جن کو میں پہچانتا ہوں، نصف راہ وہ طے کر چکے تھے، کہ میں نے ان سبقت کی، اور قریب اس تخت کے پہنچا، وہ محافظ تھے، وہ آگے جانے کو مانع ہوئے کہ یوں نہ جاؤ، اور اپنا پیراہن مجھ کو عطا کیا، اور دو طبق انوار فیض جمال سے اور تین طبق فیض جلال سے میرے سر پر لٹا لے، جب میں نے زیادہ طلب کئے کہا کہ اتنا ہی تیرے نصیب میں ہے، پھر میں نے التماس کیا کہ آپ کا نام کیا ہے فرمایا کہ فریدالدین گنجشکر کہتے ہیں، پس میں نے قدم ان کے لئے، اور پھر عرض کی، کہ یہ کیا جگہ ہے فرمایا کہ دریائے ہستی ہے اور یہ تخت رب العالمین ہے، جو ولی اور نبی اس مقام پر پہنچتا ہے، نعمت ہائے جلال و جمال سے فیضیاب ہوتا ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت تنہا جگہ کے محافظ ہیں، فرمایا چار شخص ایک بایزید بسطامی، دوسرے خواجہ جنید بغدادی، تیسرے خواجہ ذوالنون مصری، چوتھا یہ فقیر، پھر میں نے عرض کیا کہ آپ صاحبوں کی پیدائش بعد رسول مقبول علیہ السلام کے ہے، پہلے کس طرح محافظت ہوتی ہوگی، فرمایا حقیقت ہمارے مرتبہ سے تعلق رکھتی ہے، پہلے ظہور بدن ہے اور بعد ظہور ہے، اس جسم عنصری کو کچھ دخل نہیں، پس وسعت حضرت خواجہ گنجشکر کی اس جگہ سے معلوم کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا مرتبہ عنایت فرمایا، سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ جب حضرت غوث بہاؤالدین کی رحلت ہوئی، تو بابا صاحب واسطے تعزیت کے ملتان تشریف لے گئے، شیخ صدرالدین پسرو جانشین شیخ نے آپ کا آنا غنیمت اور سعادت دارین جانا، بعد دو روز کے اظہار کیا، کہ ایک تو قریب روضہ کے ایک چاہ ہے، اس کا رہٹ ہر وقت آپ ہی پھرتا ہے، بیلوں کا کچھ کام نہیں، تمام مویشی پانی پیتے ہیں، دوسرا امر یہ ہے کہ قبر مبارک سے ہاتھ باہر آتا ہے،

لکھو لکھا آدمی جمع ہوتے ہیں، اور اس امر سے حیران رہتے ہیں، حضرت نے مراقبہ فرمایا سر اٹھا کر کہا کہ مجھ کو کل حال روح پاک سے معلوم ہوگیا، شیخ نے چاہ پر ایک دیو متعین کر دیا تھا کہ وہ رہٹ کو پھرایا کرے، اور خادم سے فرمایا کہ اس چاہ پر جا اور کہہ دے کہ اگر اسے پھرانے والے رہٹ کے اگر حکم خدا سے پھراتا ہے تو مباح ہے، ورنہ یہاں سے چلا جا، اسی وقت ایک سخت آواز ہوئی، اور رہٹ پھرنا موقوف ہوا، خادم نے حاضر ہو کر کل حال عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ اب کبھی آپ سے نہ پھیرے گا، بعد اس کے آپ بعد صاحب سجادہ روضہ پر آئے وہ ہاتھ بدستور قبر سے نکلا، حضرت نے پانی کا آفتابہ اپنے خادم سے طلب کیا، جو چلتے وقت اس کے حوالہ کیا تھا، اور قدرے پانی اپنے ہاتھ میں لے کر دست برآمدہ قبر پر ڈالا، وہ ہاتھ اندر گیا، پھر باہر آگیا، پھر آپ نے چند قطرے اس ہاتھ پر ڈال دیئے، وہ پھر اندر ہوگیا، تیسری بار پھر نکلا، آپ نے پھر تھوڑا پانی دیا، وہ ہاتھ پھر اندر ہوگیا، بابا صاحب نے ارشاد کیا، کہ جب شیخ کو غسل میت دیا ہے، تو ناف آپ کی خشک رہ گئی تھی، اسی واسطے ہاتھ بطلب آب باہر آتا تھا، اب وہ مدعا پورا ہوا، اب کبھی ہاتھ باہر نہ آوے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا نقل ہے کہ ایک بار شیخ بہاؤالدین زکریا نے شیخ جمال ہانسوی کو طلب کیا کہ تھوڑے دن میرے پاس رہے گا، بابا صاحب نے فرمایا کہ برادر اپنا جمال بھی کوئی کسی کو دیتا ہے، شیخ بہاؤالدین اس وقت چپ ہو رہے، لیکن شیخ جمال کے دل کو اپنی طرف کشید کیا، اسی وقت شیخ جمال نے بابا صاحب سے عرض کیا کہ اگر حضور کی مرضی ہو تو تھوڑے دن شیخ بہاؤالدین کے پاس گزار دوں، حضرت نے جواب نہ دیا، پھر انہوں نے بعد چند روز کے عرض کی، پھر جواب نہ دیا، پھر شیخ جمال نے تیسری بار عرض کیا، حضرت کو ناگوار گزرا، خفا ہو کر فرمایا کہ تجھ کو اپنا اختیار ہے جا، مگر کرامت اور نعمت ان کی صلب ہوئیں، وہاں سے نکل کر جنگلوں میں پریشان پھرنے لگے، اور تمام بدن میں زخم ہو کر متعفن ہو گئے، حضرت نے کل اہل خانقاہ کو حکم دے دیا کہ کوئی کبھی ہمارے روبرو شیخ جمال کا ذکر نہ کرے اور شیخ جمال کے چہرہ کا رنگ ایسا متغیر ہوگیا تھا کہ کوئی شناخت نہ کر سکتا تھا، بعد ایک مدت کے عالم نام سوداگر جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور حضرت کا مرید بھی تھا، ایک جنگل میں شیخ جمال

سے ملا، ان کی یہ حالت پریشان دیکھ کر پوچھا کہ شیخ کیا حال ہو گیا، شیخ جمال روئے اور اپنی سرگزشت بیان کی، اس سوداگر کو ان کے حال پر رحم آیا، اور کہا کہ تسلی رکھو، شیخ کی خدمت میں پہنچ کر تمہاری حقیقت عرض کروں گا، جب عالم سوداگر خدمت میں حضور میں حاضر ہوا، شیخ جمال کی کیفیت عرض کی، اور سفارش کی کہ اس کو طلب کیجئے شیخ جمال کی کیفیت سن کر حضرت کو بھی رحم آیا اور فرمایا کہ اسے عالم یہ رُباعی اس کو لکھ بھیج، اس کے بموجب حکم والا کے وہ رباعی تحریر کرکے ایک فقیر کے ہاتھ شیخ جمال کے پاس روانہ کی، رباعی

رو گرد جہاں بگرد یا آبہ کُن گر ہم چو منی یابی یارا پے کُن
یک صبح باخلاص بیا بر در ما گر کار تو نیابد آنگہ گلہ کُن

شیخ جمال بمجرد دیکھنے اس رباعی کے خوش ہوئے اور جلدی سے خدمت پیر مرشد میں حاضر ہوئے، زمین خدمت کی چومی اور بہت روئے، حضرت نے ان پر بہت مہربانی فرمائی، اور فرمایا کہ میرا جمال قطب عالم ہے، اس روز سے مخاطب بہ قطب ہوئے، اسی وقت وہ ہیئت اصلی پر آگئے، اور نعمت صلب شدہ اور دیگر نعمت ہائے عظمیٰ سے مشرف ہوئے، نقل ہے کہ حضرت ملک مالوہ میں مسافر تھے ایک روز زیر درخت بڑ کہ بر سر تالاب قصبہ بڑودہ علاقہ منجوں میں ہے تشریف فرما تھے، کہ تیز و تند آندھی آئی، بہت سے درخت گر گئے اور اس درخت کی بھی ایک شاخ کہ سر مبارک پر تھی ٹوٹی اور ٹہنی سے جدا ہوئی، جب اس کے ٹوٹنے کی آواز آپ کے کان میں پہنچی سر اٹھا کر اس کو دیکھا وہ اسی جگہ قائم ہو گئی، باوجودیکہ ٹہنی سے جدا ہو چکی تھی، اور پھر بھی سرسبز اور شاداب رہی۔

نقل ہے کہ چھٹے مہینے آپ کے واسطے طبقہ زمہریر سے ایک مشک پر آب آتی تھی، آخر سلطان ناصر الدین نے اس مشک کو اجودھن سے منگا کر اس کے تعویذ بنا کر اپنے اہل و عیال کے گلے میں ڈالے۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ بابا صاحب کو ایک روز حالت پیدا ہوئی بہت دیر بیہوش رہے جب ہوشیار ہوئے یاروں کی طرف دیکھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جو تیرے مرید اور مریدوں کے مرید ہیں، جو تیرے سلسلہ میں ملیں گے، ان پر آتش دوزخ حرام کی،

تمام یار سننے سے اس خبر کے خوش ہو گئے، اور شکر حق بجا لائے، کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بابا صاحب سے فرمایا کہ اے فرید تجھ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے مریدوں اور مریدوں کے مریدوں اور جو تیرے سلسلہ میں پہنچیں گے ان سب پر آگ دوزخ کی حرام کی، مگر وہ جو تیرے پیرو ہوں گے، کس واسطے کہ مرید وہی ہے جو پیر کے قدم بقدم ہو، صاحب مراۃ الاسرار سے نقل ہے کہ بابا صاحب اور شیخ بہاؤالدین زکریا میں کمال دوستی تھی، مثل برادر حقیقی کے، مگر بعض مفسد بابا صاحب کی خدمت میں شیخ کی شکایت کرتے، ان کی خدمت میں ان کی شکائتیں کرتے، اس کے دفعیہ کے واسطے شیخ بہاؤالدین لکھتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں عشق بازی ہے، دوسرے کی گنجائش نہیں اس کے جواب میں بابا صاحب لکھتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں عشق ہے بازی نہیں، حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ بابا صاحب کو افطار کم تھا، خواہ کیسی ہی حالت ہوتی، اور شیخ بہاؤالدین کو صوم کم طاعت عبادات زیادہ، چنانچہ دو رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے، صاحب سیر السالکین ناقل ہیں، کہ ایک روز حسن قوال حضرت کی خدمت میں آیا، اور عرض کی کہ شیخ بہاؤالدین کی بہت تعریف سنی ہے جی چاہتا ہے، ان کو جا کر دیکھوں، حضرت نے فرمایا جا، مگر بے ادبی نہ کرنا، الغرض حسن ملتان پہنچ کر دروازہ خانقاہ شیخ بہاؤالدین پر حاضر ہوا، غلام شیخ نے اس کے آنے کی خبر گذارش کی، حکم ہوا کہ آنے دو، جب یہ قریب گیا، دیکھا کہ مکان عالیشان ہے، اور ہر طرح سے آراستہ ہے جس میں قاقم اور دیبا کا فرش ہے، اس پر ایک پلنگ جڑاؤ بچھا ہوا ہے، اس پر مخمل رومی تکیہ وغیرہ آراستہ ہیں، اور شیخ بہاؤالدین اس پر بیٹھے ہیں، یہ تکلف دیکھ کر اس کے دل میں خیال گزرا کہ یہ کیا شیخی ہے کہ کل سامان عیش دنیا موجود ہیں، فقیری گنجشکر کے گھر ہے کہ جہاں سوائے ایک بوریئے کے دوسرا نہیں، شیخ نور باطن سے دریافت کر گئے، اور فرمایا کہ او بے ادب بھائی فریدالدین نے تجھ سے کیا کہہ دیا تھا کہ بے ادبی نہ کرنا تو نے نہ مانا، اور شیخ کو غصہ آیا اور چاہا کہ اس کو اٹھا کر پھینک دیں، دست بابا صاحب درمیان میں آ گیا، شیخ پھر درگزر کر گئے، دوسری بار پھر چاہا کہ اس کو سزا دیں، پھر وہی ہاتھ آڑے آ گیا، تیسری بار پھر اس کو زک دینی چاہی، پھر وہ ہاتھ درمیان میں آ گیا، اور اس ہاتھ نے کہا

کہ اے حسن اس ہاتھ کو پہچانتا ہے، حسن نے کہا کہ قربان اس ہاتھ کے اگر یہ ہاتھ نہ ہوتا تو میں زندہ نہ رہتا، لکھا ہے کہ ایک روز یہی حسن قوال حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری لڑکی کی شادی ہے، کچھ عنایت کیجیے، بابا صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس کیا ہے، جو دوں، تو خوب جانتا ہے، اس قوال نے کہا کہ اگر کچھ نہیں ہے تو کہہ دو کہ یہ اینٹ اٹھالے، تھوڑی دیر تو آپ چپ رہے، بعدہٗ فرمایا کہ اٹھالے، اس نے جو اینٹ کو ہاتھ لگایا، سونے کی ہوگئی، یہ خوش ہوا اور پھر عرض کیا کہ حکم دیجئے تاکہ دوسری خشت بھی اٹھاؤں، آپ نے فرمایا کہ یہی کافی ہے، جب اس نے اصرار کیا فرمایا کہ اس کو تو اٹھالے، مگر پھر نہ اٹھاتا، اس نے منظور کیا، وہ اینٹ بھی اس کے ہاتھ لگاتے ہی زر ہوگئی، پھر اس نے عرض کی کہ تیسری کی بھی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا کہ تجھ کو کہہ دیا کہ اب کچھ نہ کہنا، اور پھر تو کہتا ہے، قوال نے کہا کہ ذرا سے کہہ دینے میں تمہارا کیا ہرج ہوتا ہے، آپ نے تبسم فرماکر ارشاد کیا کہ خیر ایک اور اٹھالے، اٹھاتے ہی وہ بھی سونے کی ہوگئی، وہ قوال بخوشی تینوں خشت زر لے کر مکان پر آیا، اور بڑی دھوم دھام سے اپنی دختر کی شادی کی، اور اپنی کل برادری سے حضرت کی یہ کرامت بیان کی۔ نقل ہے کہ ایک رند خدمت بابا صاحب میں آیا، آپ ریش مبارک میں کنگھا کر رہے تھے، اس نے کہا کہ یہ کنگھا مجھ کو دے، آپ نے فرمایا کہ مستعمل ہے، اس نے کہا یہی دے، ورنہ میں لے لوں گا اور تجھ کو برکت ہوگی، آپ نے فرمایا تجھ کو اور تیری برکت کو دریا میں ڈالا، اور وہ زندہ خانقاہ سے باہر آیا اور تالاب میں غسل کرنے کو گھسا، اسی روز ڈوب کر مرگیا، صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین پسر حضرت نے روبرو آپ کے آکر شکایت کی کہ قاضی ابوحسن نے مجھ کو اور میرے مریدوں کو بہت برا بھلا کہا اور ایسے کلمات ناشائستہ کہے کہ جن سے بہت ہی بے عزتی ہوئی، حضرت نے یہ سن کر عصا اپنا اٹھاکر زمین پر مارا، اسی وقت قاضی کے شکم میں درد اٹھا اس نے بیقرار ہوکر کہا کہ مجھ کو جلد بابا صاحب کی خدمت میں لے چلو، تاکہ میں اپنی خطا معاف کراؤں، اس کے احباب اس کو اٹھاکر لے چلے، راستہ ہی میں وہ مرگیا، صاحب سیر المشائخ نقل کرتے ہیں کہ ایک جوان محمد نام دہلی سے بارادۂ بیعت

اجودھن کو چلا، ایک بازاری عورت فاحشہ کہ صاحب جمال تھی، راستہ میں ملی، شام کو سرائے میں دونوں کا ایک جگہ مقام ہوا، اس کوٹھڑی میں سوائے ان کے تیسرا نہ تھا، اس عورت نے چاہا کہ اس مرد کو اپنے قبضہ میں لیجئے، اور ہم صحبت ہو جیئے، قریب تھا کہ یہ مرد آلودہ بہ گناہ ہو، اسی وقت ایک مرد اس جگہ پیدا ہوا، اور ایک طمانچہ اس جوان کے منہ پر مارا، اور کہا کہ اسے بے ادب واسطے ارادت شیخ کے جاتا ہے اور راستہ میں بدکاری کرتا ہے یہ کہہ کر غائب، یہ جوان استغفار پڑھتا ہوا وہاں سے نکلا، اور بعد چند روز کے خدمت شیخ میں پہنچا پہلی بات شیخ نے یہ فرمائی کہ الحمد للہ والمنۃ کہ راستہ میں تو نے مکر عورت فاحشہ سے نجات پائی، سبحان اللہ کیا ولایت کیا عالی رتبہ تھا، صاحب خزینۃ الاصفیا وسیر الاقطاب سے ناقل ہیں، کہ بادشاہ دہلی نے فوج کو واسطے تاراج قصبہ دپال پور کہ اہل قصبہ مسلمان نہ ہوتے تھے، روانہ کیا، جب یہ فوج پہنچی، انہوں نے بعضوں کو قتل کیا، بعضوں کو قید کیا، ایک مسلمان تیلی کی بھی عورت گرفتار ہوئی، اس کا خاوند حضرت بابا صاحب کی خدمت میں آیا، اور بصد زاری عرض کیا کہ میری عورت بھی مبتلائے بلا ہوئی لشکری اس کو پکڑ کر لے گئے، حضرت نے اس پر مہربان ہو کر فرمایا تسلی رکھ تین روز تو میرے پاس رہ، اللہ قادر ہے تیری منکوحہ تجھ کو مل جاوے گی، قدرت خدا سے اسی روز ایک منشی سرکاری قید ہوا، اور وارد اجودھن ہو کر واسطے دعا خلاصی اور بہبودی اپنی کے حضور کی خدمت میں آیا، حضرت نے فرمایا کہ اگر تو خلاص ہو جائے تو فقیروں کی کیا مدد کرے گا، اس نے عرض کیا کل مال و متاع، فرمایا تیرے مال سے کچھ غرض نہیں مگر تجھ کو جو خلعت ملے اس تیلی کو دے دینا، اس نے قبول کیا، اسی وقت اس کی بحالی کا حکم آیا، وہ اس تیلی کو ہمراہ لے کر خدمت حاکم دپال پور میں حاضر ہوا، اس نے اس کو خلعت سرفرازی دیا، اس میں ایک اسپ اور کنیزک خوبرو تھی، اور پھر اس کو اس کے کام پر بحال کیا، اس منشی نے وہ سامان اس تیلی کے حوالہ کیا، اس عورت نے جب اپنے شوہر کو پہچانا منہ کھول دیا، اور شکر پروردگار بجا لائے، اور اپنا کل مال و متاع خیرات کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، ترکِ دنیا کی اور عبادتِ حق میں مشغول ہوئے، نقل ہے کہ ایک حاکم دپال پور کو باز کے شکار کا بہت شوق تھا، اس کا ایک بہت پیارا باز تھا، وہ ایک باز دار کے سپرد تھا، اور یہ حکم

تھا کہ بے حکم ہمارے اس باز کو شکار پر نہ چھوڑا جائے، اتفاقاً وہ بازدار حسب منشا اپنے دوستوں کے جنگل میں آیا، اور ان دوستوں کے اصرار سے اس باز کو شکار پر چھوڑا، جب شکار باز کے ہاتھ نہ لگا، باز آسمان پر ہوا ہوا، اور نظر سے غائب ہوگیا، تب تو یہ بازدار گھبرا گیا، ناچار فقیر ہی کا گھر سوجھا، بعقیدہ تمام خدمت بابا صاحب میں آیا، اور باز کا کل حال عرض کیا، آپ نے فرمایا، مت گھبرا خدا خیر کرے گا، اس کو کھانا کھلایا، جب کھانا کھا چکا، فرمایا کہ دیکھ تیرا باز وہ اس دیوار پر بیٹھا ہے، اور جب تک تو نہ جائے گا، وہ نہ اڑے گا، بازدار نے اس کے قریب جا کر پکڑا اور قدمبوسی کر کے اپنے حاکم کی خدمت میں گیا، اور کل ماجرا باز کا عرض کیا، وہ کمال حضرت کا سن کر خدمت عالی درجت میں گیا، اور مرید ہو کر تارک الدنیا ہو کر تا حیات جاروب کشی آستانہ شریف میں مصروف رہا، صاحب خزینۃ الاصفیا ناقل ہیں کہ ایک قطعہ زمین حضرت کا زر خرید تھا، ایک اور شخص نے اس پر ملکیت کا دعویٰ کیا، اور وہ مقدمہ اجلاس حاکم دیپال پور میں پیش ہوا، بعد ترتیب مثل دعوے مدعی حاکم نے حضرت کو واسطے جواب دہی کے طلب کیا، آپ نے جواب میں لکھا کہ اس مقدمہ کا حال اہل قصبہ سے دریافت کر لو، سب جانتے ہیں، اس نے جواب دیا کہ "یہ مقدمہ ایسی بے پروائی سے فیصل نہ ہوگا خود حاضر ہو یا تمہارا وکیل، اور جب تک سند نہ پیش کرے گا، قابل توجہ نہ ہوگا، حضرت نے رنجیدہ ہو کر فرمایا اس گردن شکستہ سے کہو، کہ ہمارے پاس نہ سند ہے نہ گواہ اگر ہمارے کہنے کا اعتبار ہے تو کافی ہے، ورنہ زمین متنازعہ سے دریافت کر لو کہ تو کس کی ملک ہے یہ سن کر حاکم متحیر ہوا، اور برائے امتحان موقع پر آیا، اس وقت خلائق اجودھن اس معاملہ کے دیکھنے سننے کو موقع پر حاضر تھی، بحکم حاکم مدعی نے کہا کہ اے زمین تو کس کی ملک ہے، کچھ جواب نہ ملا، پھر حضرت کے ایک خادم نے باآواز بلند کہا کہ اے زمین فرید الدین گنجشکر کا حکم ہے راست بیان کر کہ تو کس کی ملک ہے، زمین نے بفصاحت جواب دیا کہ میں خواجہ فرید الدین کی ملک ہوں مدعی منفعل ہوا، حاکم متحیر ہوا واپس پھرا راستہ میں اس کی گھوڑی کا قدم الجھا وہ گرا، اور وہ حاکم اس پر سے گردن کے بل گرا، کہ منکا اس کی گردن کا ٹوٹ گیا اور فوت ہوا، راحت القلوب سے نقل ہے، کہ محمد شاہ ایک شخص یاران حضرت سے تھا آیا، آداب بجا لایا، مگر مکدر خاطر

تھا، حضرت نے کدورت کا حال دریافت کیا، اس نے عرض کیا کہ میرا برادر بیمار ہے، اس کو حالت نزع میں چھوڑ آیا ہوں، آپ کی قدمبوسی کو آیا ہوں، شاید اس کو زندہ نہ پاؤں گا، آپ نے فرمایا، جا تیرا برادر اچھا ہے، اس کو شفا ہو گئی، حبیب محمد شاہ مکان پہ آیا، اپنے بھائی کو تندرست پایا، نقل ہے چند درویش بیت المقدس سے آپ کی خدمت میں آئے، اور حضرت کو تیز نظر سے دیکھا، آپ گردن جھکائے بیٹھے رہے، آخر ایک نے کہا کہ یا مخدوم میں نے آپ کو بیت المقدس میں جاروب کشی کرتے ہر روز دیکھا ہے، اور آپ نے اپنا نام فریدالدین اجودھنی بتایا تھا، فرمایا کہ ہمارے تمہارے درمیان عہد کیا تھا، کہ یہ حال کسی سے نہ کہنا، تم نے عہد فراموش کیا، سنو مردانِ خدا جس جگہ ہیں، وہیں خانہ کعبہ وہیں بیت المقدس وہیں عرش، وہیں کرسی ہے، جو کچھ پیدائش خدا ہے، سب ان کی پیش نظر ہے مگر اس طرف توجہ ہو، جس طرف توجہ کی وہیں حال معلوم ہو گیا، اگر یقین نہیں ہے تو آنکھیں بند کرو، بعد ایک ساعت کے فرمایا کہ کھول دو اور حلفاً اہل مجلس کے روبرو بیان کرو، اس فقیر نے بحلف کہا کہ میں نے بچشم باطن معائنہ کیا، اور بعد اس کے حضرت کا مرید ہو کر کار تکمیل کو پہنچا کہ خرقہ خلافت حاصل کیا، اور سیستان کا شاہ ولایت ہوا، راحت القلوب سے نقل ہے کہ مرید مسمّی شہاب الدین لاہور سے چل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آداب بجا لایا، پچاس دینار روبرو حضرت کے رکھے، اور عرض کیا کہ حاکم لاہور نے آداب کورنش عرض کیا ہے اور نذرانہ پیش کش کیا ہے، آپ نے تبسّم کر کے فرمایا، کہ شہاب الدین خوب حصّہ کیا، برابر کے آدھے آپ رکھے آدھے ہمارے پاس لا کر پیش کئے، شہاب الدین خجل ہوا، عذر تقصیر چاہا، اور توبہ کی، اور باقی ماندہ پچاس دینار آگے رکھ دیئے، حضرت نے فرمایا کہ جدید بیعت کر کر تیری توبہ ساقط ہو گئی، اس نے پھر دوبارہ بیعت کی یہاں تک کہ خرقہ خلافت عطا ہوا، اور بلخ کا شاہ ولایت کیا گیا، فوایدشریف سے نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا، کہ میں ایک روز خدمت شیخ میں حاضر تھا کہ موئے مبارک ریش حضرت سے جدا ہوا، اور آپ کی بغل کی طرف پڑا، میں نے عرض کیا کہ ایک بال ریش مبارک سے جدا ہوا ہے اگر حکم ہو تو اس کو لے کر بعزت تمام تعویذ بنا کر حرزِ جان کروں، فرمایا کہ لے لے، میں نے

اس کو لے کر تعویز بنایا جب بعد چند روز کے پھر دہلی میں آیا، جو مریض طلب تعویذ میں میرے پاس آتا، میں اسے موئے مبارک کے تعویذ دیتا، اس کو شفا ہوتی، ایک روز پسر تاج الدین ملتانی بیمار تھے، اور تاج الدین کہ میرا دوست تھا، بطلب تعویذ موئے مبارک کو آیا، میں اس کو ایک طاق میں دہر کر بھول گیا، ہر چند تلاش کیا نہ ملا، آخر وہ پسر فوت ہوا بعد چند روز کے ایک اور شخص آیا وہ بھی میرا دوست تھا، اس نے بھی تعویذ موئے مبارک طلب کیا، یکایک میری نظر اس تعویذ پر جا پڑی، طاق میں سے اٹھا کر اس کو دیا، وہ جس کے واسطے لے گیا تھا، اس کو شفا ہوئی، اب میں نے معلوم کیا کہ حیات پسر تاج الدین کی باقی نہ تھی، اس وجہ سے وہ تعویذ میری نظر سے پوشیدہ ہو گیا تھا، نیز حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے، یعنی سلطان الاولیا، فرماتے ہیں کہ محمد نام ایک شخص میرا ہمسایہ تھا اس کو ہمیشہ ناروا کا عارضہ لاحق رہتا تھا، جب میرا ارادہ واسطے زیارت شیخ اجودھن کا ہوا، اس نے معلوم کر کے منت کہا، کہ جب تم شیخ کی خدمت میں پہنچو، میری شفا کے واسطے عرض کرنا، جب میں حاضر ہوا اس کا بھی پیام عرض کیا، اور تعویذ چاہا، فرمایا کہ لکھ اللہ کافی، اللہ شافی، اللہ معافی، میں نے تحریر کر کے پیش کیا، اس کو معائنہ فرما کر ارشاد کیا کہ اس کو دے دینا، جب میں واپس دہلی میں آیا، وہ تعویذ اس کو دیا، برکت اس تعویذ سے پھر کبھی تاحیات کے ناروا نہ ہوا، نقل ہے کہ ایک بار سات درویش حضرت کی خانقاہ میں آئے اور بیان کیا کہ تمام عالم میں پھرے فقیر نہیں دیکھا، مگر چند مدعی دیکھے، آپ نے فرمایا بیٹھو ہم تم کو فقیری دکھاویں گے، انھوں نے اس بات کی طرف کچھ توجہ نہ کی، اور وہاں سے چل دیئے، آپ نے فرمایا فقیری دیکھو گے، وہ درویش جب اجودھن سے باہر ہوئے بادِ سموم یعنے لُو لگنے سے مر گئے۔

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ سلطان ناصر الدین خلف شمس الدین التمش نے اوچ اور ملتان کی طرف لشکر کشی کی اور واسطے قدمبوسی حضرت گنجشکر کے اجودھن میں آیا، بعد ملاز مت کے چار سندیں موضع کی اور کچھ زر نقد ہمدست سلطان غیاث الدین بلبن کے کہ اس زمانے میں امرائے سلطانی سے تھا، شیخ کی خدمت میں پیش کش کیا، حضرت نے نقد تو فقیروں کو تقسیم کر دیا، اور معافی جاگیر قبول نہ فرمائی، اور کہا کہ اس کے بہت طالب ہیں ان کو دو

شاہ مارا دیہہ وہدمنت بند   رازق مارزق بے منت دہد

اس وقت غیاث الدین کے دل میں آیا کہ سلطان ناصرالدین لاولد ہے، اگر حضرت کی توجہ ہو، تو بادشاہی مجھ کو مل جاوے، حضرت نور باطن سے معلوم فرماکر یہ دو بیت زبان مبارک پر لائے، بیت :-

فریدون فرخ فرشتہ نبود   زعود و عنبر سرشتہ نبود
زداد ودہش یافتہ اونیکوئی   توداد ودہش کن فریدوں توئی

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت گنجشکر ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، چنانچہ دانہ مویز ایک پیالہ پانی میں ترکر کے اُن کا آب زلال نوش فرماتے، اور نصف شربت حاضرین کو تقسیم کرتے، سحری کے وقت دو نان آتیں، ان میں سے قدرے نوش کرتے باقی تقسیم فرماتے اور بعد افطار روزہ کے ہر قسم کا کھانا حاضرین کو کھلاتے، آپ اس میں ہاتھ کم ڈالتے، نیز حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ کچھ درویش صاحب دہلی میں آئے، جامع مسجد میں ٹھہرے بھوکے تھے، حضرت بابا صاحب نے دانائی سے معلوم کیا، اور گھر میں گئے، وہاں سوائے قدرے جوار کے اور کچھ موجود نہ تھا، اس جوار کو آپ نے پیسا اور روٹیاں پکا کر درویشوں کے پاس لائے، ان درویشوں نے کہا تمہارے گھر میں سوائے اس جوار کے اور کچھ نہ تھا، تم نے کس طرح پیسا اور پکایا ہم دیکھ رہے تھے اب کیا چاہتے ہو کہو، الغرض جو مطلب حضرت کا تھا، وہ ان درویشوں کی مدد و دعا سے پورا ہوا، ہمیشہ آپ کے یہاں تنگی رہتی تھی، مگر جو درویش آتا تھا خالی نہ جاتا تھا، کس واسطے کے فقرا کا قاعدہ ہے، کہ خدمت فقرا سے ہرگز دریغ نہیں کرتے، بلکہ سعادت جانتے ہیں، پس یہی قاعدہ حضرت شاہ غلام فرید کا تھا، حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے کہ میں اجودھن سے آکر دہلی میں مقیم ہوا، اور وہ کمبل کہ جو شیخ نے مرحمت فرمایا تھا، اس کو اوڑھے رہتا تھا، ایک بار جامع مسجد میں گیا، شیخ شرف الدین قبائی نے مجھ کو طلب کیا، اور احوال سے دریافت کیا، میں نے اپنی مریدی اور عطائے خرقہ کی کیفیت ان سے بیان کی، یہ سنتے ہی حضرت گنجشکر کی شان میں کلمات نامناسب کہے، جو مجھ کو ناگوار گزرے،

اور مجھ کو بھی برا کہا باوجودیکہ میں جواب رکھتا تھا، مگر ان کی برداشت کی، جب پھر خدمت شیخ میں بمقام اجودھن پہنچا، اس ماجرے کو عرض کیا، حضرت ہائے ہائے کرکے روئے، اور میری بُرد باری پر آفرین کی، اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ شرف الدین گیا، جب میں پھر دہلی میں آیا، شرف الدین مر چکا تھا، نیز روایت ہے کہ شیخ یوسف ہانسوی کہ حضرت کے یاران سابق سے تھے، اوچ سے آئے، حضرت نے پوچھا کہ یوسف اس سفر میں کیا دیکھا ہے، اس نے عرض کی کہ فلاں فلاں جگہ فلاں درویش فلاں فلاں جگہ کاملین کو دیکھا ہے، ایسے عابد ایسے زاہد تھے، یہ سن کر حضرت نے وضو کیا، اور اُٹھے اور ہوا پر پرواز کی، جب تھوڑی دیر بعد تشریف لائے، یوسف نے عرض کی کہاں تشریف لے گئے تھے، فرمایا کہ یوسف تیرے بیان سے مجھ کو ان مشائخ کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، ان کو دیکھنے گیا تھا، صاحب مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ ایک روز شیخ صدرالدین بن شیخ بہاؤالدین زکریا نے پدر بزرگوار اپنے سے عرض کیا کہ شاہ کردیز کے مزار سے ہاتھ باہر آتا ہے، اور بیعت کرتا ہے، مگر آپ کے فرزندان کی طرف اتنی رجوع نہیں ہے، جتنی اس ہاتھ کی طرف ہے، آپ نے چندے تغافل فرما کر فرمایا کہ بابا اس خیال میں تم مت پڑو، جب مصر ہوئے، تو ناچار فرمایا کہ مرقد پاک شاہ کردیز میں جا کر خود التماس کر کر آپ کے کمالات میں کسی کو شک نہیں ولیکن رعایت اپنے جد کی شریعت کی لازم ہے، شیخ صدرالدین مزار پر گئے، اور پیام پدر عرض کیا، اس روز سے وہ ہاتھ نکلنا اور بیعت کرنا بند ہوا، مزار شاہ کردیز کا ملتان میں ہے، اس حکایت کا یہاں موقع نہ تھا، مگر برسبیل تمثیل تحریر کی، مگر اب چند کلمات طیبات بابا صاحب ملفوظات حضرت سے تبرکاً تحریر ہوتے ہیں یعنی حضرت گنجشکر نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست رکھنا چاہیئے جو وہ دیتا ہے، اس کو کوئی نہیں لے سکتا، جب وہ لیتا ہے، کوئی دلا سکتا نہ وہاں سفارش چلتی ہے، نہ رشوت کام دیتی ہے، کلمہ دوم درویش کو چاہیئے کہ آرائش ظاہری میں نہ کوشش کرے، واسطے دنیاوی عزت کے، اپنے روبرو خدا کو بے قدر نہ کرے، حرمت خاندان نگاہ رکھے، صرف طلب حق میں مشغول رہے، کلمہ سوئم، جو سائل

دروازہ پر آوے اس کو جو موجود ہو دیوے یا موجود نہ ہو، نہ دیوے، نرمی سے کہہ دے کہ اس وقت نہیں ہے، اور بُرا بھلا اور سخت کلامی سے پیش نہ آوے، اس بارے میں آیت کریمہ دال ہے واما السائل فلا تنہر یعنے سائل کو مت جھڑک، اور اس سے سخت کلامی مت کر، بُرے بھلے کا کچھ خیال نہ کرے، روٹی دے، اہل کو کسی جگہ نہ بھولے، جو بات کہے سمجھ کر کہے، دل کو بازیچہ دیوانہ نہ کرے، کلمہ چہارم بھاگنا اپنے سے اور پہنچنا طرف حق کے عوام سے حذر کرنا، گوشہ اختیار کرنا، کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، کم ملنا، نہ مثل برگ نیب تلخ ہونا، نہ مثل شکر و شیر رہنا، بین بین رہنا، کلمہ پنجم، دشمن کیسا ہی دوست ہو، دوستی میں اس سے بے ڈرر ہنا نہ چاہیئے، جیساکہ سعدی نے کہا ہے ؎

از اں کس تو ترسد بترس اے حکیم

کلمہ ششم، اپنی توانائی پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے کہ نہ معلوم موت کس وقت آوے اور اہل اللہ کی صحبت کو غنیمت جانے، ان کی کتب دیکھے، اور جو شخص تمام جہان کو اپنا دشمن بنانا چاہے، تکبر اختیار کرے، جو اپنی حرمت اپنا اعتبار کھونا چاہے، وہ غمازی دروغ گوئی اختیار کرلے، کلمہ ہفتم، درباب سماع یعنی ایک بار اباحت اور حرمت سماع میں کہ اختلاف علما، کا ہے، گفتگو ہو رہی تھی، حضرت نے فرمایا، سبحان اللہ یکے سوخت و خاکستر شُد، دو دیگر ہنوز در اختلاف است، یعنی ایک جلا خاکستر ہوا، دوسرا اختلاف میں ہے، صاحب سیر الاقطاب فرماتے ہیں کہ حضرت کی تین ازواج تھیں، ایک بی بی ہزیرہ دختر سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی، دوسری بابی سارہ، تیسری بی بی شکر دیہ، دونوں خادمہ دختر سلطان کے ہمراہ آئی تھیں، دختر شاہ نے اپنی خوشی سے یہ دونوں خادمہ حضور کے تصرف میں دے دی تھیں۔ اور کیفیت اس کی یہ ہے کہ بعد وفات حضرت قطب الاقطاب بابا صاحب چند بے دہلی میں رہے ہیں، ایک روز سلطان غیاث الدین بلبن واسطے زیارت حضرت کے آیا، اور عرض کیا کہ بندہ تو اکثر بار سعادت زیارت سے مشرف ہوا ہے، لیکن بیگمات کا باہر گھر کے آنا محال ہے، میں ان کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ حضور نوازش فرماکر میرے گھر قدم رنجہ فرماویں تو وہ پردہ نشینان بھی قدمبوسی سے مشرف ہوں، آپ نے فرمایا کہ ہمارے پیرو

نے ہمیشہ امرا کے گھر جانے سے اجتناب کیا ہے، مگر مشیت ایزدی میں دم نہیں مارا جاتا، اگرچہ سنت پیروں کی ہاتھ سے خالی جاتی ہے مگر حکم خدا اسی طرح ہے۔ بسم اللہ کہہ کر آپ ہمراہ بادشاہ محل سرا میں داخل ہوئے، دختر سلطان ہزیرہ بانو ڈیوڑھی پر استادہ تھیں، کہ نظر حضور کی ان پر پڑی، تا دیران کی طرف دیکھتے رہے اور سلطان سے پوچھا کہ یہ دختر کس کی ہے، سلطان نے عرض کیا، کہ آپ کے غلام کی دختر ہے، حضرت چپ ہو رہے اور کل اہل محل سرائے نے قدمبوسی کی، اور بزودی باہر تشریف لائے، بادشاہ نے اسی وقت وزیر کو طلب کیا، اور فرمایا کہ حضرت گنجشکر بموجب میری استدعا کے میرے گھر تشریف فرما ہوئے تمام مستورات نے قدمبوسی کی، آپ نے کسی کی طرف توجہ نہ فرمائی، سر نیچے کئے چپ رہے، میری دختر کو دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ دختر کس کی ہے، میں نے کہا میری ہے، کچھ جواب نہ دیا، اور اسی وقت تشریف لائے معلوم ہوتا ہے کہ میل خاطر اس کی طرف ہوا ہو، تو ابھی حضرت کی خدمت میں جا، اور میری طرف سے عرض کر کہ اگر حکم ہو تو میں اپنی دختر کو واسطے خدمت عالی کے حاضر کروں، وزیر نے جا کر پیام سلطان ادا کیا، حضرت نے وزیر سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہرگز یہ نہ تھا کہ میں اپنے کو آلودہ کروں، مگر حکم خدا یوں ہی اسی طرح ہوا، کہ فرید میرے حبیب کی سنت ادا کر، لاچار قبول کیا، مگر میں حیران ہوں کہ کیونکہ یہ حکم ہوا، میں جس وقت محل میں داخل ہوا، اور حق کی طرف متوجہ ہوا، اسی وقت حکم ہوا فرید سر اونچا کر، جب میں نے سر اونچا کیا، نگاہ دختر پر پڑی، اسی وقت حکم ہوا، کہ اس دختر سے نکاح ہوگا، اس واسطے قبول کرتا ہوں، وزیر یہ سن کر حضور شاہ میں آیا، اور کل حال عرض کیا، سلطان سنتے ہی خوش ہوا۔ اور وزیر کو حکم دیا۔ کہ ابھی تیاری کرو، ابھی نکاح کر کے اس دختر کو حضرت کے سپرد کرو، اور جہیز شاہانہ ہمراہ کرو، وزیر نے اسی وقت خود پدر وکیل بن کر دختر شاہ کا عقد کیا، اور دختر کو معہ جہیز ایک مکان خاص میں پہنچا دیا، شب کو حضرت بحکم خدا گھر میں آئے، اسباب و سامان دیکھ حیران کھڑے رہے، آخر ایک گوشہ میں اپنا مصلیٰ بچھا کر یادِ حق میں مشغول ہوئے، دختر شاہ نے جب یہ دیکھا اسی وقت مسند سے اُٹھ کر طریقہ آداب بجا لائیں، اور دست بستہ کھڑی رہیں، حضرت بھی صبح تک

عبادت میں مشغول رہے، صبح باہر آگئے، جب دوسری شب ہوئی پھر اسی گوشہ میں تمام شب مشغول عبادت رہے، آخر چوتھی شب بی بی نے عرض کی کہ میں نہیں جانتی کہ مجھ سے کیا قصور ہوا، کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرماتے، آپ نے فرمایا کہ بی بی رضامندی فقیر کی، رضامندی خدا کی ہے، اگر رضائے حق درکار ہے تو دنیا کو ترک کر لباس درویشی پہن اور عبادت میں مشغول ہو اور یہ تمام مال ومنال راہ خدا میں صرف کر بی بی نے سنتے ہی اس حکم کے اسی دن تمام مال ومنال درویشوں کو دیا، کچھ باقی نہ رکھا، حضرت اس بات سے بہت خوش ہوئے، اور مکان جہیز سے باہر آ کر یاروں سے فرمایا کہ ہماری اہل خانہ کے واسطے جفت پلاس تیار کرو، شیخ محمود موئینہ دوز نے اسی وقت تیار کی، وہ اپنی زوجہ کو دی، یہ خبر بادشاہ کو ہوئی، اس نے بار دیگر پھر اتنا ہی مال ومتاع دیا، بی بی نے اسی وقت اس کو بھی راہ خدا میں صرف کیا، بادشاہ نے پھر تیسری بار اتنا ہی دیا، بی بی نے وہ بھی راہ خدا میں صرف کیا، مگر تین سو باندیاں جو اُن کے باپ نے دی تھیں، وہ باقی تھیں، بی بی نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ کنیز قدیمی ہیں دوسروں کو دینا نامناسب ہے، ان کو واپس کر دیا جائے، مگر ان میں سے جو آپ کو اچھی معلوم ہوں واسطے اپنی خدمت کے رکھ لیجئے، چنانچہ سارہ اور شکر دیہ رکھ لی گئیں تھیں، باقی سب کو سلطان کے پاس بھیجدیا، اور بی بی نے عرض کیا کہ ہم نے فقر اور فاقہ سے گزارا کیا، میرا باپ بادشاہ ہے، وہ کب گوارا کرے گا، اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسی جگہ رہیں کہ جہاں ہم کو کوئی نہ جانے، اور بذوق عبادت میں مصروف رہیں، حضرت نے اس صلاح کو پسند کیا، اجودھن میں تشریف لائے، اور دہلی میں اپنے برادر شیخ نجیب الدین متوکل کو اپنا خلیفہ کر کے رکھا، اور حضرت کے چھ پسر اور تین دختر پیدا ہوئیں، جن میں شیخ عبداللہ پسر خورد، خوردسالی میں شہید ہوئے، ان کا مزار پاک پتن میں بیرون شہر جانب جنوب قریب حرم روضہ حضرت گنجشکر کے واقع ہے اور وہ شیخ عبداللہ بیابانی مشہور ہیں، باقی سب سے اولاد ہوئی، صاحب مراۃ الاسرار پانچ پسر اور دو دختر تحریر کرتے کرتے ہیں، اور حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی نقل کرتے ہیں، کہ ان کا نکاح اجودھن میں ہوا تھا، اور آپ نے نزدیک جامع مسجد کے اپنے رہنے کو مکان بنایا تھا، مگر آپ

اکثر مسجد میں رہا کرتے تھے، یا جنگل میں زیر درختان کر کے بسر فرماتے، اور اہل و عیال کا گزر پیلو یا
گل گریر پر تھا، وہ بھی شکم سیر نہ ملتا تھا، فتوحات بدرجہ غایت تھیں، حضرت کل مساکین اور
مسافروں کو نقدی تقسیم فرماتے، آپ عادت معہودہ پر رہتے، باوجود اس قدر آمدنی نقد و جنس
کے حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جس روز مجھ کو گل گریر شکم سیر ہو کر ملتی تھی، وہ روز روز
عید ہوتا تھا، بڑے صاحبزادہ شیخ بدرالدین سلیمان تھے، کہ صاحب سجادہ ہوئے ان کے بھی
چھ بیٹے اور پانچ دختر تھیں، مزاران کا گنبد معلیٰ میں ہے، ان کو سوائے اپنے خاندان
پدری کے علیحدہ خاندان چشت سے ارادت تھی، چنانچہ خواجہ عور د خواجہ روز خواجگان
چشت سے حیات بابا صاحب میں قصبہ چشت سے تشریف فرمائے اجودھن ہوئے تھے
بابا صاحب نے شیخ سلیمان و شیخ شہاب الدین کو تبر کا مرید کروا دیا تھا، دوسرے مخدوم زادہ
شیخ بہاؤالدین مشہور شہاب الدین گنج عالم تھے، بڑے عالم متبحر تھے، ان کے پانچ پسر تھے،
ان کا مزار بھی متصل روضہ کے ہے، مگر آپ کے خلفاء نے وہیں دوسرا مقبرہ بنوا کر آپ کے
جسد مبارک کو وہاں مدفون کیا، تیسرے صاحبزادہ شیخ یعقوب تھے، ان کے دو پسر تھے،
ان کا مزار معدوم ہے، کہتے ہیں کہ ابدالوں میں مل گئے تھے، چوتھے پسر شیخ نظام الدین کہ
محبوب ترین تھے، ان کی شہادت ہوئی، یہ سپاہ پیشہ تھے، بروقت رحلت پدر ہمراہ
سلطان غیاث الدین پٹیالہ میں تھے، جس شب پدر کا انتقال ہوا، انہوں نے ازراہ کشف
معلوم کیا، اور صبح حاضر ہوئے، اور تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے، ان کا مزار مطہور میں
ہے، پانچویں صاحبزادہ نصیر الدین نصر اللہ تھے، ان کے چھ پسر تھے، اور یہ شارو کے شکم سے
تھے، مزاران کا موضع کے قریب ایک چاہ ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ اس چاہ میں
بابا صاحب نے ایک معکوس چلہ کیا تھا، بعض نے شیخ نصر اللہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ
شارو کے ہمراہ تھے، حضرت نے ان کو مثل فرزندوں کے پرورش اور تعلیم فرمایا، اور بہت
محبوب تھے، اور دختر نیک اختر یہ ہیں، ایک بی بی فاطمہ دوسری بی بی شریفہ، تیسری بی بی
مستورہ بی بی فاطمہ کا نکاح حضرت نے شیخ بدرالدین اسحاق سے کیا تھا، یہ صحیح النسب
سادات بخارا، اور خلیفہ شیخ داؤد کے تھے، ان کے دو پسر ہوئے،

خواجہ محمد، خواجہ موسیٰ، اور بی بی مستورہ کا نکاح شیخ عمر الدین صوفی الفاروقی سے ہوا، ان کے ایک پسر شیخ محمد پیدا ہوئے، اور بی بی شریفہ جوانی میں بیوہ ہوئیں، ان کی اولاد نہ ہوئی، تمام عمر عبادت حق میں مشغول رہیں اور اولیا ہوئیں، چنانچہ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا تھا، کہ اگر خلافت اور سجادہ عورت کو دینا جائز ہوتا، تو میں بی بی شریفہ کو دیتا، ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہوا، بعض حضرات نے چار دختر بیان کی ہیں، اور کہتے ہیں کہ چوتھی دختر منکوحہ حضرت شیخ علی احمد صابر کی تھیں، اس قول کی تصدیق اخبار الاخیار، معارج الولایت، سیر الاقطاب سے ہے جیسا کہ صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ شیخ علی احمد صابر داماد اور خلیفہ شیخ فریدالدین گنجشکر کے ہیں، اور سلسلہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی وغیرہ کا ان سے منتہی ہوتا ہے، قبران کی کلیر میں ہے، اور صاحب معارج الولایت اور سیر الاقطاب نے خواہرزادہ داماد خلیفہ بابا صاحب کا لکھا ہے۔ صاحب خلاصۃ القادریہ ملفوظات بابا صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ بوقت تعمیر روضہ غوث الثقلین بابا صاحب بغداد میں موجود تھے، ہر روز مزدوری میں شریک رہتے، جب وقت مزدوری کے ملنے کا ہوتا، آپ اس سے پہلے چلے جاتے تھے، بہت دن اسی طرح گزرے آخر ایک روز صاحبزادہ سید عبدالرزاق نے فرمایا عجیب مزدور ہے تمام دن مزدوری کرتا ہے وقت مزدوری لینے کے حاضر نہیں ہوتا، کام ختم ہوا اس نے کچھ نہیں لیا، اسی شب کو صاحبزادہ سے فرمایا گیا کہ مزدور نہیں ہے، فرید مسعود ہے، برائے حصول سعادت آیا ہے، اس کا اکرام کرنا، دعوت کرنا، باعزاز تمام رخصت کرنا، معلوم ہوا کہ غوث پاک سے روحانی فیض ہوا،

حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے، کہ شب ماہ محرم تھی کہ نماز عشا حضرت نے جماعت سے ادا کی، لبعد اس کے بیہوش ہوگئے، پھر ہوش آیا تو دریافت کیا کہ نماز عشا ر پڑھ لی، فرمایا دوبارہ پڑھوں گا، اسی طرح تین بار نماز عشاء ادا کی لبعدہٗ یاحی یاقیوم کہتے ہوئے مشاہدہ حق میں جان بحق تسلیم ہوئے، وفات حضرت کی شب سہ شنبہ پنجم محرم ۶۶۶ھ میں ہوئی، نزد بعض ۶۷۰ھ میں ہوئی، صاحب مخبر الواصلین نے لکھا ہے۔ تاریخ

افتخار زمانہ فخر زمن — شیخ اہل جہاں فرید الدین

بیگماں پنجم محرم بود — کہ فرید از زمانہ نقل نمود

روز ترحیل او سہ شنبہ داں! کاندریں نیست حرف شک و گماں
سال شنفارا دخلیل آمد برکمالات او دلیل آمد

عمر شریف آپ کی ۹۵ سال کی ہوئی، اور بعد انتقال اپنے پیر کے تیس سال بقید حیات رہے، صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ بابا صاحب نے پندرہ برس کی عمر میں بیعت کی، اور سات برس کی عمر سے آثار کرامت ظاہر ہونے لگے، مزار گوہربار پاک پتن شریف ملک پنجاب میں زیارت گاہ خلائق ہے، اور بروز عرس شریف ہزارہا خلائق و مشائخ روزگار اور آپ کے سلسلہ کے خلفائے نامدار و صاحب سجادہ ہائے عالی وقار جمع ہوتے ہیں، اور دروازہ روضہ متبرکہ کو دروازہ بہشتی سمجھ کر اس میں سے نکلتے ہیں، اور دروازہ پانچویں محرم کو کھلتا ہے اور وجہ تسمیہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلطان المشائخ بعد انتقال حضرت کے حاضر ہوئے ہیں، آپ نے رسول صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کو اس دروازہ میں تشریف فرما دیکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ یا نظام الدین مَن دَخَلَ فِی ہٰذَا البَابِ کَانَ اٰمِنًا۔ یعنے جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہو، وہ امان میں رہے، اس روز سے یہ بہشتی دروازہ مشہور ہے، ایک بار کسی نے حضرت سلطان المشائخ سے پوچھا کہ وقت نقل حضرت گنجشکر کے آپ حاضر تھے، چشم پُرآب کرکے فرمایا کہ حضرت نے مجھ کو ماہ شوال میں دہلی روانہ کیا، اور نقل حضرت کی پانچ محرم کو ہوئی، لیکن وقت رحلت بندہ کو یاد کیا اور فرمایا کہ فلاں دہلی میں ہے، میں قطب الاقطاب کی نقل کے وقت موجود نہ تھا، اور میرے شیخ بھی خواجہ بزرگ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے اور خرقہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، شیخ بدرالدین اسحاق اپنے داماد کے سُپرد کرکے فرمایا، کہ یہ امانت نظام الدین بدایونی کی ہے، اس کو پہنچا دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب بعد وفات بابا صاحب کے حضرت سلطان المشائخ اجودھن میں پہنچے، شیخ بدرالدین نے وہ امانت آپ کے سپرد کی، لکھا ہے کہ خلفاء آپ کے بے تعداد ہوئے ہیں، اور جواہر فریدی میں پچاس ہزار لکھے ہیں، مگر چند حضرات کا نام تبرکاً اس جگہ نقل کیا جاتا ہے، حضرت سلطان المشائخ بدایونی ثم دہلوی، حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر کلیری، شیخ جمال الدین ہانسوی، بدرالدین سلیمان، صاحبزادہ صاحبزادہ شیخ شہاب الدین گنج عالم و صاحبزادہ نظام الدین

شہید و صاحبزادہ شیخ یعقوب، و صاحبزادہ شیخ نصیر اللہ. شیخ بدر الدین اسحاق و شیخ دعا رو خادم شیخ زین الدین دمشقی و شیخ شکر ریز، و شیخ علی شکر باران، و شیخ علی الحق سیالکوٹی، و شیخ محمد سراج و شیخ دہنی و شیخ جمال عاشق کمال و شیخ عارف سیستانی و شیخ زکریا سندھی، شیخ صدر دیوانہ، و شیخ جلال الدین، و شیخ رکن الدین و سید محمد بن سید محمود کرمانی و شیخ منتخب الدین برادر و شیخ برہان الدین غریب و شیخ یوسف و شیخ برہان الدین ہانسوی و شیخ محمد شاہ غوری و مولانا محمد مولتانی و مولانا علی بہاری، شیخ محمد نیساپوری و شیخ حمید الدین مکانی و شیخ شہاب الدین بلخی عصارہ سیوستانی و شیخ داؤد پالی، شیخ نجیب الدین متوکل۔

ذکر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہٗ

برادر حقیقی و خلیفہ شیخ فرید الدین گنجشکر کے تھے، علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ مرتبہ عالی رکھتے تھے، نہایت متوکّل تھے کہ ستر برس دہلی میں رہے، کبھی کسی دنیا دار کے مکان پر نہیں گئے اور یہ کیفیت تھی کہ بوجہ مشغولی کے دن اور ماہ کی خبر نہ تھی، روپیہ، پیسہ، اشرفی سب یکساں تھے، کسی میں تمیز نہ تھی، ایک روز ایک درویش آیا، اور اس نے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل تو ہے، فرمایا کہ نجیب الدین نام رکھتا ہوں میں، اور متوکل نہ معلوم کون ہے، پھر اس درویش نے پوچھا کہ گنجشکر کا بھائی تو ہی ہے، فرمایا کہ ظاہری برادر تو ہوں اور باطنی کوئی اور ہوگا، میں توکل نہیں رکھتا صاحب اخبار الاخیار چند نقول آپ کے اس طرح فرماتے ہیں۔ نقل ہے کہ بروز عید چند درویش آپ کے مکان پر آئے، اس روز آپ کے یہاں کچھ نہ تھا، بالا خانہ پر جا کر عبادت حق میں مشغول ہوئے، اور دل سے کہا کہ آج عید ہے اور میرے فرزند بھوکے ہیں، اور مسافر آنے والے بھی خالی جاویں گے، اسی وقت دیکھا کہ پیرمرد اوپر سے آتا ہے اور بیت پڑھتا ہے ؎

باذل گفتم دلا خضر را بینی دل گفت اگر مرا نماید بینم!

اور وہ مرد طعام آپ کے روبرو لایا، اور کہا کہ تیرے توکل نے نقارہ عرش پر بجایا تو اس طرف ملتفت ہوا آپ نے کہا کہ اللہ جانتا ہے کہ واسطے اپنے ملتفت نہیں ہوا واسطے

یاروں کے التفات کیا، غالباً وہ مرد خواجہ خضر تھے، حضرت شیخ نظام الدین فرماتے ہیں کہ قبل مرید ہونے بابا صاحب کے ایک روز میں مجلس شیخ نجیب الدین میں بیٹھا تھا، میں اٹھا اور میں نے کہا کہ ایک بار سورہ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھو، اور میری نیت یہ تھی کہ میں قاضی ہو جاؤں شیخ نے اغماض کیا، میں سمجھا کہ انہوں نے سنا نہیں، پھر میں نے اسی طرح کہا اور وہ ابھی نیت تھی، آپ نے تبسم کر کے فرمایا ع

قاضی مشو چیزے دیگر شو

لکھا ہے کہ ایک روز آپ نے ایک روز گنج شکر کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ آپ مناجات یارب کہتے ہیں، اور جواب میں لبیک یا سیدی سنتے ہیں، شیخ نے فرمایا کہ خیر بعدہٗ فرمایا الارجاف مقدمۃ الکون، پھر عرض کیا کہ ایسا بھی کہتے ہیں، کہ خضر تمہارے پاس آتے ہیں، شیخ نے فرمایا خیر، پھر پوچھا کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ نجیب الدین کے پاس ابدال آتے ہیں، شیخ نے فرمایا تو بھی ابدالوں میں ہے، صاحب خزینۃ الاصفیا ناقل ہیں کہ بمقام دہلی آپ کے ہمسایہ میں تیمور نام ایک ترک رہتا تھا، اس نے ایک مسجد بنائی تھی، اس کے پہلو میں اپنے رہنے کو گھر بنایا تھا، امامت اس مسجد کی حضرت کرتے تھے۔ اتفاقاً اس کی لڑکی کی شادی آگئی، اس نے ایک لاکھ چند ہزار اشرفی شادی میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا، حضرت نے اس کو نصیحت کی کہ اتنا زرکثیر راہِ خدا میں محتاجوں کو دے تو بہتر ہے اس سے کہ شادی دختر میں خرچ کرے، یہ اسراف ہے، اس ترک کو یہ بات بُری معلوم ہوئی، اور آپ کو امامت سے موقوف کیا، آپ دہلی سے اجودھن تشریف لے گئے، حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حال بیان کیا، شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وظیفہ تمہارا موقوف کیا، دوسرا اس سے بہتر عطا کرے گا، پس ایسا ہی ہوا کہ جب آپ اجودھن سے واپس آئے، دوسرے ترک نے آپ کے پڑوس میں مکان بنایا، اور آپ کا مرید ہوا، اور خدمات بجالانے لگا، لکھا ہے کہ بدایوں میں ایک درویش صاحب دل تھا، اس کو وجیہ الدین کہتے تھے، شیخ نجیب الدین اس کے دیکھنے کو دہلی سے بدایوں میں آئے، اس فقیر کے پاس گئے، دیکھا کہ بوریہ پر بیٹھا ہے، آپ جوتہ اتار کر اس کے برابر بیٹھ گئے، اس کو ناگوار گزرا، نہ ان کی تعظیم

کی نہ کچھ بولا، ایک کتاب دیکھ رہا تھا، آپ نے وہ اس کے آگے سے اُٹھالی، سطر اول یہ نمودار ہوا، کہ آخر زمانہ میں فقیر متکبر ہوں گے۔ اگر صالح ان کے پاس آ دے، اور پاس بوریہ کے جوتا اتار کر بیٹھے تو فقیر آتش تکبر سے جل کر تکلیف دینی چاہے گا، آپ نے وہ کتاب اس کے ہاتھ میں دی، اور کہا کہ سطر اول کو دیکھو، تمہارے حسب حال ہے وہ فقیر شرمندہ ہوا، آپ وہاں سے راہی طرف دہلی کے ہوئے، لکھا ہے کہ غیاث پور میں ایک عورت صاحب ولایت مسمٰی بہ فاطمہ سام رہتی تھیں، کہ جن کی نسبت باباصاحب نے اکثر فرمایا ہے، کہ عورت برابر دو مرد اولیاء کے ہے، وہ حضرت شیخ نجیب الدین کو بھائی کہا کرتی تھیں، جب آپ کے گھر میں دو تین فاقے گزرتے، وہ بزرگ اپنے کشف سے معلوم فرماکر ایک ایک من کلچہ پکواکر آپ کے گھر بھیجتیں، اور آپ قبول فرمالیتے، وفات کی ۱۷۱ھ میں ہوئی، بوجہ اتحاد باہمی کے بی بی فاطمہ سام قدس سرہا کے نزدیک مدفون ہوئے، راستہ قطب میں اور غیاث پور میں وہ مقام ہے، جہاں سلطان المشائخ کا روضہ عالی ہے۔

ذکر حضرت شیخ داؤد پالہی قدس سرہٗ

کہ اعظم خلفائے حضرت گنجشکر سے تھے بڑے صاحب راز د نیاز اور یگانہ روزگار خلیفہ باباصاحب کے تھے آپ کا قاعدہ تھا کہ ہر صبح گھر سے نکل کر جنگل میں جاکر مشغول ہوتے، اور ہرن جنگل کے گرد جمع ہو کر آپ کو دیکھا کرتے تھے، جب آپ واپس مکان پر آتے ہرن جنگل میں منتشر ہو جاتے، حضرت سلطان المشائخ آپ کا ذکر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں اور شیخ داؤد پالہی باباصاحب سے ایک بار رخصت ہو کر چلے، بہت تیز چلتے تھے، کوس دو کوس چل کر نماز میں مشغول ہوتے، میں کوس دو کوس آگے نکل جاتا وہ نماز میں مشغول رہتے، مگر مجھ کو آ پکڑتے، اور کوس دو کوس آگے جاکر نماز میں مشغول ہوتے، آپ متوطن علاقہ ردولی کے تھے۔ ۶۷۹ھ میں وفات مزار حوض شمسی پر تھا، اب بیچ میں معلوم ہوتا ہے۔

ذکر سید امام علی لاحق سیالکوٹی قدس سرہٗ

کہ خلفائے حضرت گنجشکر سے تھے، بہت بڑے صاحب

تصرف اور صاحب باطن اور متقی تھے، بعد حصول خرقہ خلافت طرف سیالکوٹ کے رخصت ہوئے، وہاں پہنچ کر ہزاروں کو خدا رسیدہ کیا، صاحب معارج الولایت لکھتے ہیں، کہ جب آپ بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت دو علی اور موجود تھے ایک شخص علی بہاری، دوسرے شیخ علاؤالدین علی احمد صابر، جب آپ پہنچے بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ علی بھی انہیں دونوں علی میں لاحق ہوا، اس وجہ سے علی لاحق خطاب ہوا، وفات آپ کی ۶۸۶ھ میں ہوئی، مزار سیالکوٹ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ برہان الدین محمود ابی الخیر اسعد البلخی قدس سرہ

کہ علمائے وقت سلطان غیاث الدین بلبن اور معتقدین بابا صاحب سے تھے، علوم ظاہری اور باطنی میں باکمال تھے، اور اشعار آپ کے مضامین معرفت میں موجود ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ میں چھ برس کا تھا، اور ہمراہ پدر چلا جاتا تھا، ناگاہ سواری مولانا برہان الدین مصنف ہدایہ کی آگئی، بسبب ہجوم خلائق کے باپ سے جدا ہوگیا، اور کھڑا رہا، جب سواری میرے قریب آئی میں نے سلام کیا، فرمایا کہ یہ بچہ اپنے وقت کا علامہ روزگار ہوگا، میں نے یہ کلمہ سن کر ان کی رکاب کو بوسہ دیا، اور ہمراہ چند قدم چلا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ خدا مجھ سے ایسا کہتا ہے کہ بادشاہان وقت دروازہ اس کودک پر آویں گے، یہ عالم اور مشائخ ہوگا، مولانا نے فرمایا کہ خدا مجھ سے کسی گناہ کو نہ پوچھے گا، مگر چنگ اور سماع کو میں نے بہت سنا ہے، وفات آپ کی ۶۸۷ھ میں ہوئی، مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ بدرالدین بن علی اسحاق کا

سید بخاری اور سید خلیفہ بابا صاحب کے کامل مشائخ تھے، اور عالم متبحر واسطے مباحثہ علماء اور حل چند مشکلات مسائل علمی کے بخارا سے دہلی میں آگئے، یہاں سے علماء سے تسلی نہ ہوئی، ناچار واپس براہ ملتان بخارا کو واپس جاتے ہوئے دارد اجودھن ہوئے، آپ کے ہمراہیوں نے ارادہ کیا کہ حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہوں، مگر مولانا نے اجازت نہ دی کہ اس وقت فقرا کے منکر تھے، آخر

ہمراہی ان کے ان کو لے کر خدمت شیخ میں آئے، حضرت بابا صاحب نے کشف باطن سے ان کے دل کے حالات معلوم کر کے فرمایا کہ بدرالدین نے محض برائے حل چند مسائل علمی کے اتنی مسافت اٹھائی، اور وہ اس طرح پر ہیں، ان کی تسلی ہوئی، پس بابا صاحب نے ان کے قلب کو اپنی طرف جذب فرمایا، اور فرمایا کہ تم مجھ سے ملنے نہ آسکتے، اگرچہ صحبت علماء اکسیر اعظم ہے، مگر فقیروں اور مسکینوں سے محبت کرنا شرط مردمی ہے، انہوں نے جب یہ بات سنی سر اپنا حضرت کے قدموں پر رکھا اور مرید ہوئے، اور خدمت خانقاہ اختیار کی، ہر روز جنگل سے لکڑیوں کا بوجھ لایا کرتے، آخر بعد تکمیل الٰہی کے خرقہ خلافت پایا، اور بلفظ فرزندی کے مشرف ہوئے سنہ ۶۹۰ھ میں وفات پائی، مزار اجودھن میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ منتخب الدین چشتی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ بابا صاحب کے تھے، ان کو آقائے منتخب بھی کہتے ہیں، آپ نے ریاضت اور عبادت یہاں تک کہ مرتبہ محبوبی حاصل کیا، دو خلعت زریں دونوں وقت غیب سے آپ کے واسطے آتے تھے، آپ ان کو فروخت کر کے مساکین کو تقسیم کرتے، اپنے صرف میں نہ لاتے، اس سبب سے آپ زر زریں بخش کے ساتھ ملقب ہوئے، پس بابا صاحب نے ان کو بمقام دیوگری برائے دفع کرنے کفر و بدعت کے روانہ کیا تھا، آپ نے وہاں پہنچ کر چراغ اسلام روشن کیا، خلق اللہ کو راہ راست پر لائے، جو منکر رہے اس کے واسطے بددعا کی، ان کی شکلیں بگڑ کر پتھر ہوگئیں اب بھی ان کے نشان ملتے ہیں، وفات حضرت کی ۷، ربیع الاول سنہ ۶۹۵ھ میں ہوئی، مزار دیوگری میں ہے، بعدہٗ حضرت سلطان المشائخ نے ان کے برادر خورد و شیخ برہان الدین غریب کو کہ جوان کے خلیفہ تھے، ان کی جگہ معمور فرمایا، ان کے وقت میں وہاں سے کفر و بدعت اٹھا۔

ذکر حضرت سید محمد بن سید محمود کرمانی

عالم اجل و خلیفہ بابا صاحب کے تھے پہلے یہ واسطے تجارت کے کرمان سے

وارد لاہور ہوئے، اور اجودھن پہنچ کر قدمبوسی بابا صاحب سے مشرف ہوئے، وہاں سے پھر ملتان گئے، اور اپنے چچا سید احمد سے ملے، جب لاہور میں آئے، اجودھن میں حاضر ہو کر پھر ملتان میں جاتے، آخر شیخ سے کمال محبت ہوگئی، اور تجارت چھوڑ کر مرید ہو کر عبادت میں مشغول ہوئے اور بعد انتقال بابا صاحب کے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر مکمل ہو کر یاران اعلیٰ میں شامل ہوئے، وفات حضرت کی شب جمعہ ۷۱۱ھ میں ہوئی، مزار ان کا متصل باؤلی حضرت نظام الدین یاران چبوترہ میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ علاؤالدین بن شیخ بدرالدین سلمان قدس سرہٗ

نبیرہ صاحب سجادہ حضرت بابا صاحب کے تھے، سولہ برس کی عمر میں صاحب سجادہ ہوئے اور پچاس برس صاحب سجادہ رہے، تمام ہند آپ کا معتقد تھا، اور قدم مبارک آپ کے سوائے جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں رکھا، اور امراء اور بادشاہوں سے مستغنی اور صائم الدہر، قائم اللیل تھے، اور بہت سخی تھے، جو فتوحات ہوتا تھا، اسی وقت تقسیم فرما دیتے تھے، سلطان غیاث الدین تغلق کہ جو دیپال پور کا صوبہ دار تھا، اس وقت آپ کا مرید ہوا تھا، جب ۷۲۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا، تو یہ صوبیدار دیپال پور ملک غازی بادشاہ ہو کر سلطان غیاث الدین تغلق مشہور ہوا، اور حضرت کا مقبرہ تیار کرایا، یہ برج بابا صاحب سے بلند ہے، اگر دور سے بلند معلوم ہوتا ہے، آپ کی شان میں امیر صاحب نے جو قصیدہ لکھا تھا، ایک شعر اس کا یہ ہے ؎

علائے دین و دنیا شیخ و شیخ زادہ عصر
کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید

ذکر شیخ ضیاالدین نخشبی

خلیفہ بابا صاحب اور نبیرہ شیخ حمید الدین صوفی کہ صحبت خلق سے متنفر تھے، بدایون میں گوشہ عافیت میں بسر فرماتے تھے، آپ کی تصنیفات سے سلک السلوک و عشرہ مبشرہ و کلیات و جزئیات و شرح دعائے سریانی و طوطی نامہ وغیرہ بہت ہیں، وفات حضرت کی ۷۵۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسوی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت بابا صاحب کے اور اولاد سے امام اعظم کی تھے، بابا صاحب آپ پر نہایت نوازش فرماتے تھے کہ بارہ برس آپ کی محبت کی وجہ سے ہانسی میں رہے اور آپ کے حق میں فرمایا کہ شیخ جمال جمال ماست، اکثر فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرے سر کے گرد پھروں اور ان کی عدم موجودگی میں خلافت نامہ بخط خاص تحریر فرما کر بھیجا، اور جس کسی کو خلافت نامہ تحریر کرتے، اس میں آپ کی قبولیت بھی شرط تھی، اگر آپ قبول نہ فرماتے تو بابا صاحب ارشاد کرتے کہ پارہ کردہ جمال مزید ہرگز نتواں دوخت، نقل ہے کہ شیخ جمال نے جس روز سے یہ حدیث دیکھی، عذاب قبر سے بہت خائف رہتے تھے، جیسا کہ فرمایا: القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران، یعنی قبر ایک باغ ہے، باغہائے جنت سے یا ایک گڑھا ہے، گڑھوں دوزخ سے، جب آپ کا انتقال ہوا، تھوڑے دنوں بعد چاہا کہ گنبد تعمیر کریں، وقت کھودنے بنیاد چبوترہ کے ایک کھڑکی قبر شیخ میں سے معلوم ہوئی کہ اس میں سے بوئے بہشت آتی ہے پس اسی وقت بند کی گئی، وفات حضرت کی ۶۵۹ھ میں ہوئی، مزار ہانسی میں ہے، ایک گنبد میں تین بزرگ آسودہ ہیں، بعد انتقال حضرت کے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا، اور حال دریافت کیا، فرمایا کہ جب مجھ کو گور میں رکھا دو، فرشتے عذاب کرنے کو آئے چاہتے تھے کہ عذاب کریں، ان کے عقب میں دو فرشتے اور آئے، اور ان سے کہا اللہ کا حکم ہے کہ یہ شخص دو سنتوں میں بعد فاتحہ کے سورہ بروج اور والطارق پڑھا کرتا تھا، اور بعد ادائے نماز فرض کے آیت الکرسی کا وظیفہ رکھتا تھا، ہم نے ان آیات کی برکت سے اس کو بخشا۔

ذکر حضرت سُلطان الاولیا نقادہ دودمان چشتیہ محبُوبِ الٰہی حضرت سُلطان المشائخ نظام الدین اولیا زرزرین بخش قُدس اللہ سرّہٗ

ابن خواجہ احمد بن خواجہ علی بخاری بن سید عبد اللہ شاہ بن سید حسین بن سید علی بن سید احمد بن سید ابی عبد اللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر بن سید علی ہادی بن امام محمد جواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امیر المومنین امام حسین علیہ السلام اور از طرف مادر بھی سید حسینی ہیں، بلکہ سلسلہ مادری بھی آخری سلسلہ جدی سے مل جاتا ہے، یعنی آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا دختر سید ابو المفاخر کی اور وہ بیٹی سید محمد اظہر کی جو خلیفہ پیران پیر کے تھے، اور وہ بیٹے سید حسین کے، اور وہ بیٹے سید علی کے، چنانچہ اس جگہ سے دونوں سلاسل ملحق ہو گئے۔ صاحب مرأۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ اجداد حضرت کے بخارا کے رہنے والے تھے، اور گنجینۂ علم وحلم تھے۔ جد مادری حضرت کے خواجہ عرب اور جد حضرت کے خواجہ علی دونوں بزرگ باہم وارد ہندوستان ہوئے، پہلے لاہور میں قیام کیا، پھر بدایون میں تشریف لائے اور وہاں سکونت اختیار کی، دونوں بزرگوں میں آپس میں قرابت ہوئی، یعنی خواجہ عرب نے اپنی دختر نیک اختر رابعہ زلیخا کی شادی خواجہ احمد خلف علی کے ساتھ کی، خواجہ احمد کمال صالح اور دیندار تھے، خواجہ وقت نے ان کو بدایون کا قاضی کیا، مزار ان کا بدایون میں ہے، ان دو صدف پاک سے اللہ تعالیٰ نے ذکر معرفت کان کرامت سرمایۂ عشق محبت حضرت سلطان المشائخ ۶۳۴ھ میں کہ یہی من قطب الاقطاب کا تھا۔ بروز آخری چہار شنبہ بعد از طلوع آفتاب ۲۷، صفر قصبہ بدایون میں تولّد فرمایا۔ اسی وجہ سے ہر سال آخری چہار شنبہ کو غسل مزار مبارک کو دیا جاتا ہے اور غسل کا پانی تبرکاً لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اپنی حین حیات میں بھی حضرت آخری چہار شنبہ کو ہر سال غسل فرماتے تھے، وہی رسم چلی آتی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ تمام مقامات غوثی اور قطبی اور

فردانیت سے گزر کر مرتبہ محبوبی کو پہنچے، اقوال وافعال حضرت کے تمام مشائخوں کو حجت قاطع ہے، الغرض جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی، آپ یتیم ہو گئے۔ یعنی آپ کے والد خواجہ احمد صاحب نے انتقال کیا۔ جب سن بلوغ کو پہنچے کمال زہد و تقویٰ کے ساتھ علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، پچیس برس کی عمر میں معہ اپنی والدہ شریفہ کے دہلی میں تشریف لائے، اور پرانے قلعہ کے قریب ایک شخص کے دروازہ میں ٹھہرے پھر ایک شخص کے کوٹھے پر جو خس پوش تھا، اس میں رہے، مولانا شمس خوارزمی کے درس میں کہ جو بڑے فاضل وقت اور کامل تھے اور مخاطب بہ شمس الملک تھے، علوم دین کی تکمیل کی، مولانا آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار دیکھی۔ اور مولانا نے سند فضیلت اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی۔ مولانا کمال الدین حقیقت میں باکمال تھے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ان کو اپنا پیش امام بنانا چاہا۔ مولانا نے فرمایا کہ میرے پاس سوائے نماز کے دوسری چیز نہیں ہے، اب بادشاہ چاہتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے جاوے، مزار مولانا کا دہلی میں ہے، اور حضرت سلطان المشائخ نے بعد میں شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسایہ میں قیام فرمایا اور دونوں بزرگوں میں کمال محبت رہی، انہیں دنوں میں آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی انتقال فرمایا۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی بارہ برس کی عمر تھی، لغت دیکھتے تھے کہ ایک مرد ابوبکر قوال آپ کے اُستاد کی خدمت میں آیا اور اس نے چند شعر اور ایک قصیدہ شیخ بہاؤالدین کا پڑھا، پھر ذکر کیا کہ کنیزان شیخ آٹا پیسنے میں بھی ذکر کرتی ہیں اور بہت تعریف کی، آپ کے دل پر کسی بات نے اثر نہ کیا، بعد اس کے اقوال نے بیان کیا کہ جب اجودھن میں آیا شیخ فریدالدین کو دیکھا اور آپ کی ریاضت اور زہد کا ذکر کیا۔ یہ سنتے ہی آپ کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا، اور محبت شیخ کی پیدا ہوئی کہ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے باباصاحب کا خیال بندھ گیا۔ آخر بدایون سے روانہ ہو کر دہلی تشریف لا کر تحصیل علم دین کی اور مقامات حریری مولانا شمس الملک صدر ولایت سے پڑھی، یہاں تک کہ سند فضیلت حاصل کی، بعدہٗ بہ شوق ارادت شیخ فریدالدین اجودھن میں آئے، اور

قدم بوسی سے مشرف ہوئے، شیخ نے معًا بیت فرمائی ؎

اے آتش فراغت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقش جان ہا خراب کردہ

حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنا بھی اشتیاق ظاہر کرنا چاہتا تھا، مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کچھ نہ کر سکا، اور تفسیر اگلی چھ پارہ کلام اللہ کی پیش شیخ بتجویدی ۱ اور چھ باب عوارف شریف کی سند کی اور تمہید ابو شکور سلمی اور بعض کتابیں شیخ سے پڑھیں اور حضرت سے بیعت کی اور عرض کیا کہ ترک تعلیم کر کے اب نوافل میں مشغول ہوں، شیخ نے فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم سے منع نہیں کرتا، یہ بھی کر وہ بھی کر، درویش کو علم ضرور چاہیئے کہ شیطان کے دھوکہ میں نہ آئے، بعد چند روز کے بتاریخ ۲، ربیع الاول ۶۶۷ھ میں آخری چہار شنبہ کو خرقہ خلافت عطا ہوا، اور دہلی کو رخصت فرمایا۔ حضرت سلطان الاولیاؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اجودھن میں تھا، شیخ پر بہت تنگی تھی ایک مرید پانی لاتا، ایک ہیزم لاتا۔ ایک جنگل سے کریر لاتا میں ان کریروں کو اُبال کر شیخ کے روبرو لے جاتا۔ آپ ان سے قدرے لے کر افطار کرتے، باقی دوسروں کو تقسیم فرما دیتے تھے، ایک روز میں نے نمک قرض لے کر کریروں میں ڈال کر پکایا اور پیالہ میں ان کو اتار کر روبرو شیخ کے لے گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اس میں شبہ ہے میں نہیں کھاؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا بدرالدین اسحاق اور شیخ جمال ہانسوی ایک ایک چیز لاتے ہیں میں پکاتا ہوں، شبہ کی وجہ آپ پر ظاہر ہوگی، فرمایا درویش فاقہ سے مر جائیں گے مگر لذت نفس کے واسطے قرض نہ لیں گے، کس واسطے کہ قرض اور توکل میں مشرق اور مغرب کا سا بُعد ہے۔ اس وقت سے میں نے عہد کیا کہ کبھی کسی سے قرض نہ لوں گا۔ پھر جس کمبل پر آپ تشریف فرما تھے وہ مجھ کو دیا اور دعا دی کہ تو ہرگز کسی کا محتاج نہ ہوگا۔ اور دہلی چلتے وقت وصیت فرمائی کہ دشمنوں کو خوش رکھنا اور جس سے قرض لیا اس کو ادا کرنا۔ جب میں دہلی میں آیا، شیخ نجیب الدین سے اپنی سرگزشت بیان کی، وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مولانا ہم تم پیر بھائی ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ خود فرماتے ہیں کہ دہلی میں جائے فراغت لائق عبادت نہ دیکھ کر جنگل میں جا کر رہتا تھا، ایک روز میں کنارہ حوض تغلق کے بیٹھا ہوا حفظ قرآن پڑھ رہا تھا۔ ایک درویش صاحب کو حال

آگیا۔ میں نے پوچھا تم شہر میں رہتے ہو کہا کہ شہر سکونت کی جگہ نہیں، اگر عبادت کی حلاوت چاہیے تو جنگل میں ہے۔ پھر ایک باغ میں گیا اور تجدید وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور دعا کی کہ الٰہی جو جگہ میرے واسطے مناسب ہو آگاہی بخش تاکہ وہاں مقیم ہوں، ہاتف غیب نے ندادی کہ تیری جگہ غیاث پور ہے، وہاں رہ الحاصل میں غیاث پور میں جارہا اور ہدایت خلق اللہ میں مشغول رہا، اس روز سے ہزاروں مرید اور معتقد ہونے لگے، اور اسی جگہ معزالدین کیقباد نے نیا شہر بنایا۔ تمام امرا و شہزادہ جوق در جوق آنے لگے۔ میں اس اندیشہ میں تھا کہ یہاں کا رہنا اب بہتر نہیں۔ اور اسی روز ظہر کی نماز کے وقت ایک جوان حسین بہت دُبلا آیا۔ اور کہنے لگا کہ اوّل تو مشہور نہ ہونا چاہیئے اگر مشہور ہو گیا تو ایسا ہونا چاہیئے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندگی نہ ہو۔ پھر یہ کہا کہ کیا حوصلہ ہے کہ خلق سے جدا ہو کر حق سے مشغول ہوں۔ حوصلہ یہ ہے کہ خلق میں رہ کر حق سے مشغول رہیں۔ جب میں نے یہ بات سنی قدرے کھانا ان کے آگے لایا انہوں نے نہ کھایا۔ میں نے اس روز سے نیت کی کہ اسی جگہ رہوں گا۔ اس وقت اُنہوں نے تھوڑا پانی پیا اور غائب ہو گئے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ پھر حضرت اسی جگہ قیام پذیر رہے، اور خواص وعوام نے رجوع کی، اور باب فتوح کھلا اور ایک حضرت کے انعام احسان سے ممنون ہوا، اور خود ریاضت شاقہ اختیار کی، ہمیشہ صائم رہتے افطار کے وقت قدرے باسی روٹی کھاتے، اگر نہ ہوتی تو کچھ نہ کھاتے، خادم عرض کرتا کہ ایک تو مخدوم وقت افطار کے حضرت پہلے ہی تھوڑا کھاتے ہیں۔ اگر اس کو بھی ترک کیا تو ضعف زیادہ ہو گا اس وقت رو کر فرماتے کہ چند مساکین مساجد وغیرہ میں فاقہ زدہ پڑے ہیں۔ میرے حلق سے طعام کیونکر اُترے لے جا۔ پس یہاں تک رجوع ہوئی، کہ امیر سیف الدین نے عزالدین علی شاہ اور حسام الدین احمد اور خواجہ خسرو کو مرید کروایا، خواجہ امیر خسرو کی عمر اس وقت بیس برس کی تھی۔ بحر المعانی سے نقل ہے کہ غیاث الدین تغلق کو بوجہ سماع کے حضرت سے خصوصیت پیدا ہوئی۔ اور چاہا کہ خادمان حضرت کو اذیت پہنچائے، قدرت خدا سے یہ کیفیت ایک سیاح نے ملتان میں پہنچ کر شیخ رکن الدین ابوالفتح نبیرہ شیخ بہاؤالدین زکریا

سے بیان کی کہ بادشاہ اور حضرت میں یہ مناقشہ ہے، شیخ جی کو سلطان سے کمال محبت تھی۔ تاب نہ لا کر دلی میں تشریف لائے، حضرت کے مکان پر ٹھہرے، قوال جمع ہوئے سماع شروع ہوا، حضرت سلطان المشائخ کو حالت ہوئی، آپ کھڑے ہوئے مگر شیخ رکن الدین نے آپ کی آستین پکڑ کر بٹھا دیا، پھر آپ کھڑے ہو گئے، پھر شیخ نے دامن پکڑ کر بٹھایا، آپ پھر کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے، شیخ نوافل میں مشغول ہوتے۔ جب مجلس برخاست ہوئی، مولانا محمد شاہ امام نے کہا کہ یا شیخ رکن الدین ایک سوال کرتا ہوں، شیخ نے کہا کہو انہوں نے کہا آستین پکڑنے میں اور پھر دامن پکڑنے میں پھر نوافل میں مشغول ہونے میں کیا سیر تھی، شیخ نے فرمایا کہ مولانا جب برادر نظام الدین کو وجد آیا اور کھڑے ہوئے تو قدم ساتویں آسمان پر مارا ہاتھ میرا آستین تک نہ پہنچا، دامن پکڑ کر اٹھایا، جب تیسری بار کھڑے ہوئے، میں نے نہ دیکھا کہ کہاں گئے نوافل میں مشغول ہوا، سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار مولانا ظہیر الدین کو توال دہلی خدمت سلطان المشائخ میں حاضر ہوئے، ان کو خوشبو عود کی آئی سمجھا کہ حجرہ میں عود روشن ہوگا کہ خادم نے حجرہ کھولا، وہاں سے کچھ بو نہ آئی حیران رہے۔ حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا بو عود کی نہیں ہے، یہ دوسری چیز کی بو ہے، سبحان اللہ جو دلی کامل مراتب قطبیت اور فردانیت کو طے کر کے مرتبہ محبوبی اور معشوقی پر پہنچتا ہے، اس کی ذات پاک مظہر اسرار الٰہی ہو جاتی ہے۔ اور ارادہ اس کا ارادہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ہوتا ہے، اور جسم مبارک محبوب کا سرتاپا عطریات غیبی سے معطر ہوتا ہے۔ جو اہل دل اس کے پاس جاتا ہے، اور وہ بو اس میں اثر کرتی ہے۔ پس حضرت سلطان المشائخ کا رتبہ محبوبی اظہر من الشمس ہے، طالب ہو تو دیکھے اور سمجھے ؎

گر نبیند بروز شپرہ چشم ! چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

نقل ہے کہ وہ گلیم مبارک کہ جو بابا صاحب نے حضرت کو عطا کی تھی۔ آپ نے قاضی محی الدین کو مرحمت فرمائی، اس میں سے نہایت خوشبو آتی تھی۔ قاضی نے اس کو سر پر رکھا اور اپنے گھر میں لائے مثل حرز جان کے نگاہ میں رکھا، قاضی سمجھا کہ یہ عارضی ہے بہت

روز بعد پھر اس کو دیکھا خوشبو زیادہ پائی۔ امتحاناً اس کو خوب پانی میں دھویا دھوپ اور ہوا میں سکھایا اور بھی بو زیادہ ہوئی، متعجب ہو کر یہ کیفیت حضرت کی خدمت میں عرض کی حضرت نے چشم پُر آب کر کے فرمایا کہ قاضی یہ بوئے محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو عنایت کرتا ہے ؎

ایں بوئے نہ بوئے بوستانست ایں بوئے ز کوئے دوستانست

لکھا ہے کہ اوّل دہلی میں آپ کے یہاں بہت تنگی رہتی تھی، اکثر تمام طلباء اور فقراء پر فاقہ گزر جاتا تھا۔ ایک ضعیفہ آپ کے ہمسایہ میں تھیں کہ وہ سوت کات کر اس کی اجرت سے روزہ افطار کرتی تھیں، ایک روز اس کو معلوم ہوا کہ تمام درویش فاقہ سے ہیں۔ اس وقت آپ کے پاس آدھ سیر آٹا جو کا تھا، آپ کے پاس لائی، حضرت نے شیخ کمال الدین یعقوب کو فرمایا کہ یہ آٹا لے کر مٹی کی ہانڈی میں پانی ملا کر پکاؤ، کہ کسی مسافر کے کام آجا دے، اس نے بموجب حکم چولھے پر چڑھایا، ایک دو جوش آئے تھے کہ ایک فقیر دلق پوش آیا اور باآواز بلند کہا کہ نظام الدین کچھ کھانا ہے تو لا۔ جواب دیا گیا کہ ذرا ٹھہرو پکتا ہے۔ اس درویش نے کہا کہ آپ اُٹھ اور ہانڈی جیسی ہے لے آ میرے آگے۔ حضرت اُٹھے اور اپنے دامن سے اس کو پکڑ کر آگے درویش کے رکھا، اس نے پہنچتے تک اپنا ہاتھ ہانڈی میں ڈال کر گرم گرم کھانا شروع کیا۔ اس کو گرمی معلوم نہ ہوئی جتنا کھایا گیا کھایا۔ بعدہٗ اُٹھ کر دیگ کو اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گئی۔ اور کہا کہ نعمت باطنی تو نے فرید سے پائی۔ اور فاقہ ظاہری تیرا ہم نے توڑا اور اسی وقت غائب ہو گیا۔ اس روز سے فتوحات بدرجہ غایت بڑھ گئی۔ نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ ہر جمعہ کو غیاث پور سے کیلوکھڑی میں پیادہ جایا کرتے تھے۔ ایک روز یہ خیال آیا کہ گھوڑی ہوتی تو میں اس پر سوار ہو کر جایا کرتا، دوسرے روز شیخ نور الدین ملک یار پران کہیں سے گھوڑی پر سوار ہو آیا، اور بیان کیا کہ آج کی شب میرے پیر نے فرمایا کہ جتنی گھوڑیاں تیرے پاس ہیں نظام الدین کی نظر کر کہ وہ جمعہ کو پا پیادہ نہ جاوے چنانچہ یہ کل گھوڑیاں موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پیر کے حکم سے گھوڑیاں دیتے ہو میں بھی اپنے پیر سے ان کے لینے کی اجازت حاصل کر لوں، چنانچہ اسی شب کو حضرت بابا صاحب

نے فرمایا۔ کہ شیخ نورالدین میرا مُرید ہے۔ میں نے ہی اُسے اجازت دی تھی کہ گھوڑیاں نظام الدین کو دے شوق سے رکھ لے۔ صبح حضرت نے بخوشی وہ نذر قبول کی۔ اخبارالاولیاء سے نقل ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی کے مرنے کے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ تخت دہلی پر بیٹھا۔ ۱۳۱۶ئہ میں اس نے تخت پر بیٹھتے ہی فرزند علاؤالدین خضر خاں کو کہ جو مُرید حضرت کا تھا اس کو شہید کیا۔ اور مقبرہ عالی کی عمارات اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے، اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت کو ستا دے۔ مگر تمام امراء و لشکر کل مُرید اور معتقد تھے، اس وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک روز بادشاہ نے اپنے مشیر قاضی محمد غزنوی سے پوچھا کہ خرچ اس قدر شیخ نظام الدین کے پاس کہاں سے آیا ہے، یہ قاضی بھی حضرت سے ناخوش تھا، جواب دیا کہ امرائے شاہی اور سپاہی پہنچاتے ہیں، اس وجہ سے کشادہ پیشانی خرچ کرتے ہیں، یہاں تک کہ دو ہزار تنکہ زر سرخ روزانہ باورچی خانہ کا خرچ ہے، یہ سن کر سلطان کو اور حسد ہوا۔ حکم دیا کہ جو کوئی شیخ کو کچھ دے گا۔ اس کا وظیفہ خزانہ سلطانی سے موقوف کیا جائے گا، اور نہ کوئی جانے پاوے۔ جو جاوے اپنا گھر کہیں اور بنا دے، جب حضرت کو یہ خبر ہوئی خواجہ اقبال کو یہ حکم دیا کہ آج سے کل اخراجات میں دُگنا خرچ کیا جاوے جو درکار ہے، فلاں طاق میں بسم اللہ کہہ کر ہاتھ ڈال اور لیا کر۔ خواجہ اقبال آپ کے مُرید اور خلیفہ اور صاحب اور خانساماں اور زرخرید بھی تھے۔ خواجہ اقبال نے بموجب امر والا دُگنا خرچ کرنا شروع کیا۔ جب کئی روز گزرے کہ اہل شہر سے کوئی خانقاہ میں نہ گیا۔ اور نہ کچھ فتوحات ہوا، خرچ دُگنا ہو گیا۔ سلطان نے اس کا سبب خفیہ دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ بحکم حضرت طاق میں سے برائے خرچ ہر روز ملتا ہے۔ یہ سُن کر سلطان منفعل ہوا، اور ایک امیر کو حضرت کی خدمت میں بھیجا، اور کہلا بھیجا کہ شیخ رکن الدین ہر سال میرے دیکھنے کو ملتان سے آتے ہیں اور تم دہلی میں رہتے ہو تم نہیں آتے اس میں تحقیر ہے، یہ سن کر آپ نے جواب دیا کہ پیروں کی عادت نہیں کہ امراء کے مکان پر جاویں، مجھ کو معاف رکھیئے، یہ سُن کر سلطان اور بھی غصہ ہوا۔ اور پھر کہلا بھیجا کہ میرے حکم کی تعمیل تم کو کرنی ہو گی، حضرت سلطان المشائخ نے شیخ علی سنجری کو شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس بھیجا کہ مرشد بادشاہ کے اور خلیفہ شیخ

شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ یہ کہلا بھیجا تھا کہ آپ بادشاہ کو روکیں کہ فقراء کے ستانے میں اس کی بہبودی نہ ہوگی۔ جب شیخ علی سنجری پہنچے دیکھا کہ وہ از حد بیمار تھے، واپس آکر حضرت سے ذکر کیا، تیسرے روز شیخ ضیاء الدین نے انتقال کیا، اور دہلی میں مدفون ہوئے ان کی تقریب فاتحہ میں کل اکابر اور مشائخ اور سلطان سب جمع تھے، حضرت بھی تشریف لے گئے کل حاضرین تعظیم کو کھڑے ہوئے، آداب بجالائے مگر سلطان ملتفت نہ ہوا، تلاوت قرآن میں مشغول ہوا، اور سب حال آنکھوں سے دیکھا اور بھی آتش غضب سے جلا۔ بعض نے حضرت سے کہا کہ سلطان بھی اسی مجلس میں ہے۔ سلام وعلیکم کیجئے، فرمایا کچھ حاجت نہیں وہ تلاوت کر رہا ہے مخل نہ ہونا چاہیئے، بعد فاتحہ و ختم مجلس برخاست ہوئی، اپنے مکان پر سب گئے۔ بادشاہ نے علماء اور مشائخ کو جمع کر کے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سمجھاؤ کہ ہر روز میرے دیکھنے کو آیا کرے۔ اگر نہ ہو سکے آٹھویں دن ورنہ ہر ماہ نو کی مبارک باد کو ضرور آیا کریں، اور جو وہ کہیں مجھ سے کہو کہ میں کچھ اور فکر کروں، چنانچہ سید قطب الدین غزنوی شیخ عماد الدین طوسی، شیخ وحید الدین و برہان الدین کہ ان صاحبوں کے مزارات بھی دہلی میں ہیں۔ بایمائے سلطان حضرت کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت سلطان آپ کو کہتا ہے کہ ہر روز نہ ہو سکے۔ آٹھویں دن روز ورنہ ہر چاندرات کو ضرور آیا کریں اور مصلحت وقت بھی ہے کہ اس کا ارادہ فاسد معلوم ہو سکتا ہے، آپ نے چندے تامل کیا، اور فرمایا انشاء اللہ، لفظ انشاء اللہ کے فرمانے کو اُن صاحبوں نے جانا کہ راضی ہیں، وہاں سے خوشی خوشی آئے اور سلطان سے کہا کہ وہ راضی ہیں اور بادشاہ بھی خوش ہوا۔ اس روز ۲۷ صفر تھی کہ خواجہ وحید قریشی اور اعز الدین برادر حضرت امیر خسرو نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا شیخ ہم نے سنا کہ حضور واسطے دیکھنے سلطان کے راضی ہوئے۔ فرمایا کہ میں ہرگز برخلاف اپنے پیروں کے نہ کروں گا۔ یہ متحیر ہوئے کہ سلطان منتظر ہے کہ کب شام ہو اور شیخ میرے دیکھنے کو آویں، اور شیخ کا ہرگز ارادہ نہیں اس میں بڑا فساد ہوگا، حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ سلطان مجھ پر ہرگز فتحیاب نہ ہوگا۔ الغرض جب انتیس تاریخ ہوئی خواجہ اقبال نے عرض کی کہ امشب شب ماہ ہے واسطے ملاقات سلطان کے جو

تبرک حکم ہو فراہم کردوں، فرمایا ٹھہر جا جب وقت عصر ہوا بعد نماز کے خواجہ اقبال نے عرض کی کہ مجھ کو حکم ہو کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ اقبال سمجھے کہ شیخ بادشاہ کے دیکھنے کو نہ جائیں گے، آخر جب پہر بھر رات گئی، غیاث الدین تغلق کو جو اس کا معتبر اور پچاس ہزاری منصب رکھتا تھا، بارادہ سلطنت آیا اور کوشک ہزار ستون میں معہ قاضی محمد غزنوی کے جاہر بیگ کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ اور اس کے اطفال کو بھی قتل کیا۔ یہ ذکر ۷۲۱ھ کا ہے اور خود چار سال سلطنت کر کے مرگیا۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ ایک بار میں شیخ کے ہمراہ کشتی میں تھا، مجھ کو اپنے روبرو بلایا۔ اور فرمایا کہ تجھ سے کچھ چاہتا ہوں، جب تو وہی جاوے مجاہدہ میں رہیو، بیکار رہنا کچھ نہیں، روزہ رکھنا آدھی راہ ہے، اور نماز و حج آدھی راہ ہیں، پھر فرمایا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جو خدا سے چاہے وہ ملے فرماتے ہیں کہ ایک بار پھر مجھ سے شیخ نے فرمایا کہ تیرے واسطے میں نے اللہ تعالیٰ سے قدرے دنیا بھی طلب کی ہے، اور خلافت کے وقت فرمایا کہ مجاہدہ کرنا چاہیئے برائے استعداد پھر ایک بار حجرہ میں سر برہنہ کر کے یہ رُباعی فرما رہے تھے اور چہرہ متغیّر ہوتا جاتا تھا۔ رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیئم — خاکے شوم بزیر پائے تو زیئم
مقصودِ من خستہ زکونین توئی — از بہرِ تو مے روم و برائے تو زیئم

جب یہ تمام کر چکے سر سجدہ میں رکھا اور میری طرف دیکھا میں حجرہ میں گیا۔ اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھا۔ فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، چاہ کیا چاہتا ہے۔ میں نے دین حسن چاہا، فرمایا بخشا پھر میں اپنے دل میں پچتایا کہ یہ نہ مانگا کہ سماع میں مروں۔ نقل ہے کہ چند شخص واسطے ملازمت حضرت سلطان المشائخ کے چلے، بازار سے کسی نے کچھ تحفہ لیا۔ کسی نے کچھ لیا، ان میں ایک متعلم تھا۔ وہ سمجھا کہ ٹکے کیوں خرچ کئے، کس واسطے کہ شیخ ہر ایک کے تحفہ کو کیا دیکھیں گے، سب ساتھ پیش ہوں گے اور خدام اٹھا لے جائیں گے۔ یہ سوچ کر قدرے خاک کاغذ میں باندھ لے۔ جب سب پہنچے تحفہ سب نے شیخ کے روبرو رکھے، خادموں نے ان کو اُٹھانا چاہا، فرمایا کہ اس کاغذ کو یہیں چھوڑ دو

کہ یہ سرمہ شریف خاص میری آنکھوں کے واسطے ہے۔ متعلم تائب ہوا۔ اور شیخ نے اس پر بہت مہربانی فرما کر کہا کہ جو تجھ کو حاجت ہو بیان کر۔ نقل ہے کہ ایک شخص اپنی جگہ سے واسطے زیارت حضرت کے آتا تھا۔ جب بوندی میں آیا، وہاں ایک شیخ موہن بزرگ تھے، ان کی زیارت کو گیا۔ ان بزرگ نے پوچھا کہاں جائے گا۔ اس نے کہا کہ شیخ نظام الدین کی زیارت کو دہلی جاتا ہوں، انہوں نے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سلام کہنا اور کہنا کہ شب جمعہ میں تجھ سے کعبہ میں ملتا ہوں، وہ مجھ کو پہچان لیویں گے۔ یہ شخص خدمتِ حضور میں حاضر ہوا، اس درویش کا پیام دیا۔ آپ نے آزردہ ہو کر فرمایا کہ وہ درویش عزیز ہے مگر زبان نہیں رکھتا، بزرگی شیخ موہن کی بھی اس جگہ سے ظاہر ہے، مزار ان کا بوندی میں ہے۔ نقل ہے کہ سلطان علاؤالدین بن شہاب الدین کہ یہ بادشاہ اپنے کو سکندر ثانی کہتا تھا، بڑا مدبّر اور فاضل پابند شریعت تھا، اس نے بائیس برس نہایت عدل و داد کے ساتھ سلطنت کی، ایک بار بقصد امتحان چند باتیں متعلق امورِ سلطنت کے تحریر کر کے لکھا کہ آپ تمام عالم کے مخدوم ہیں، دین و دنیا کی حاجتیں آپ کی ذات بابرکات سے بر آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مملکت دنیا میرے ہاتھ میں دی ہے۔ چاہتا ہوں کہ جو کار جو مصلحت ملکی پیش آوے حضرت کی خدمت میں عرض کروں، آپ اس میں مشورہ دیں کہ میری اور خلقت کی خیر ہو، اور ہر ایک حکم کے نیچے حدیث نبوی تحریر فرما کر میرے پاس روانہ کیجئے۔ اس طرح تحریر کر کے اپنے چھوٹے بیٹے خضر خان کو دیا کہ یہ حضرت کا مرید بھی تھا۔ اور کہا کہ اس کاغذ کو شیخ کی خدمت میں لے جا اور جواب لا، پس خضر خان نے بموجب امر پدر حاضر ہو کر کاغذ سلطان شیخ کے دستِ مبارک میں دیا، حضور نے اس کو مطالعہ فرما کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو، بعدہٗ فرمایا کہ فقیروں کو کار بادشاہوں سے کیا کار، میں درویش ہوں، شہر کے ایک کونہ میں پڑا ہوں، بادشاہ اور مسلمانوں کی دعائے خیر میں مشغول ہوں، اگر بادشاہ نے اس بارہ میں پھر مجھ سے کہا تو میں یہاں نہ رہوں گا۔ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ جب یہ جواب خضر خان نے پدر کو دیا، سن کر خوش ہوا۔ اور معتقد ہو کر عرض کرایا کہ میں زیارت کو حاضر ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کچھ حاجت نہیں، میں دعائے غیب

میں مشغول ہوں، غیب کی دعائیں زیادہ اثر ہوتا ہے، میرے مکان میں دو دروازے ہیں، اگر سلطان ایک دروازہ سے داخل ہوگا۔ میں دوسرے سے نکل جاؤں گا۔ نقل ہے کہ ایک شخص نے تقریر کی کہ فلاں جگہ تمہارے یار مزامیر سنتے ہیں فرمایا کہ میں منع کرتا ہوں کہ مزامیر و محرمات درمیان ہوا چھا نہیں ہے۔ اس بارے میں اور بہت کچھ فرمایا، پھر کہا کہ شیخ وحدالدین کرمانی، شیخ شہاب الدین کے پاس آئے، شیخ نے اپنا مصلیٰ لپیٹ کر زیر زانو رکھا، یہ بات مشائخوں کو نہایت تعظیم کی معلوم ہوئی۔ جب رات ہوئی شیخ وحدالدین نے سماع طلب کیا۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو طلب کیا۔ جب سماع مرتب ہوا خود ایک گوشہ میں مشغول ہوتے، حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جو سماع میں صفتیں میں نے سُنی ہیں، اکثر اوصاف و اخلاق شیخ پر گمان کرتا ہوں۔ کہ ایک روز حیات شیخ میں قوالوں سے یہ بیت سنی ہے ؎

خرام بدیں صفت مبادا کز چشم بدت رسد گزندے

مجھ کو اخلاقِ حمیدہ اوصاف برگزیدہ اور کمال بزرگی اور لطافت کی یاد آتی ہے۔ یہ فرما کر چشم پُر آب کر کے فرمایا کہ تھوڑے دن گزرے ہیں کہ آپ نے رحلت کی۔ نقل ہے کہ جب سلطان غیاث الدین تغلق ۱۳۲۱ء میں بادشاہ ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد اس نے بنگالہ پر لشکر کشی کی۔ راستہ میں سے حضرت سلطان المشائخ کو لکھا کہ تا آنے میرے تم غیاث پور سے چلے جاؤ، تمہاری وجہ سے آدمیوں کی ایسی کثرت رہتی ہے کہ میرے متعلقوں کو جگہ نہیں ملتی۔ حضرت کے پاس یہ خط پہنچا۔ آپ نے مطالعہ کر کے فرمایا کہ ہنوز دہلی دُور است۔ پس ایسا ہی ہوا کہ بادشاہ دہلی میں نہیں پہنچا، پہلے تغلق آباد میں آیا۔ وہاں چوتھے سال جلوس میں مکان کے نیچے دب کر مر گیا۔ نقل ہے کہ ایک بار خانقاہ حضرت سلطان المشائخ میں مجلس سماع گرم تھی کہ ایک صوفی نے آہ کی اور اس کے بدن میں آگ لگی جل کر خاک ہو گیا۔ اس وقت حضرت کو حالت تھی جب آپ کو ہوش آیا اور دریافت کیا کہ خاک کیسی ہے عرض کی کہ ایک شخص نے آہ کی اور جل گیا، یہ اس کی خاک ہے۔ آپ نے پانی طلب کر کے اس خاک پر چھڑکا وہ صوفی زندہ

زند ہوا، آپ نے اس کو ارشاد کیا۔ ابھی تم میں خامی ہے۔ جب تک پختہ نہ ہو میری مجلس میں نہ آنا۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت واسطے زیارت مزار پُر انوار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرّہٗ کے حاضر ہوئے تھے، واپس ہوتے وقت کنارہ دریا پر گزر ہوا دیکھا کہ میر حسن علائی سنجری شاعر اپنے یاروں سمیت بہت خوش شراب نوشی کر رہا ہے، حضرت کو دیکھ کر منفعل ہوا، اور یہ شعر پڑھا ؎

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم! گر ز صحبت ہا اثر بودے کجاست!

زہد تا خشک از دل ما گم نہ گرد! ساماں ما بہتر از زہد شما است

یہ رباعی سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صحبت کو بہت اثر ہے، اس لفظ کو فرماتے ہی اس کے دل پر اس کا اثر ہوا، دوڑ کر اپنا سر حضور کے قدموں پر رکھا اور تائب ہوا، بعدہٗ مُرید ہو کر سعادتِ دارین سے بہرہ مند ہوا، چنانچہ اکثر یہ شعر پڑھتا تھا ؎

اے حسن توبہ انگہی کردی کہ ترا طاقت گناہ نماند

یعنی اُنہوں نے ۷۳ برس کی عمر میں توبہ کی، اور فواید الفواد جمع کی کہ معقول کتاب ہے یعنی نظر فیض اثر کے پڑتے ہی کامل ہو گئے۔ نقل ہے کہ شمس الدین بزاز نے نہایت متمول اور حضرت کا دشمن جانی تھا۔ ایک روز قریب سبزی منڈی کے شراب نواری کا ارادہ کیا، چشم ظاہر سے حضرت کو دیکھا کہ سامنے کھڑے انگشت سے اشارہ فرماتے ہیں کہ نہ پی، یہ معاملہ دیکھتے ہی اس نے شیشہ اور جام شراب توڑا، اور خدمتِ شیخ میں حاضر ہو کر حال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس کا نصیب یاور ہوتا ہے، ایسا ہی معاملہ پیش آتا ہے، آخر وہ مُرید ہو کر سعادتِ ابدی سے بہرہ مند ہوا، نقل ہے کہ ایک روز آپ کے کسی مرید کے گھر میں مجلس سماع تھی اور کھانا بھی تھا۔ گر وقت عین مجلس کے ہزاروں آدمی صوفی اور دیگر اہل شہر آ گئے، کھانا اس قدر نہ تھا کہ سب کو کفایت کرے، صاحب خانہ حیران ہوا، اب کیا کیجئے، حضرت نے نور باطن سے معلوم فرما کر خواجہ مبشر خادم خاص کو فرمایا کہ جب سب کے ہاتھ دُھلا چکے تو ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے ان کو چادر سے ڈھانک کر بسم اللہ کہہ کر تقسیم کرنا شروع کر دو، دو کے آگے ایک طباق رکھ کر حسب الحکم اُنہوں نے ایسا ہی

کیا، وہ پچاس آدمیوں کا کھانا کئی ہزار آدمیوں کو کافی ہوا، لکھا ہے کہ قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار تھے، وقت نزع حضرت ان کی عیادت کو تشریف لے گئے، دیکھا کہ قاضی بیہوش تھے، شناخت مردم بھی جاتی رہی تھی، حضرت نے قریب پہنچ کر دست مبارک ان کے چہرہ پر پھیرا، اسی وقت ان کو ہوش آیا، صحت ہوئی، بعد اس کے ایک مدت زندہ رہے بعض حضرات ایسا مشہور کرتے ہیں، کہ جب حضرت قاضی کی عیادت کو گئے، ان کو خبر ہوئی اُنہوں نے کہلا بھیجا کہ آخری وقت میں میں ان کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا کہ وہ سماع سُنتے ہیں. آپ نے فرمایا کہ میں نے توبہ کی، جب یہ خبر قاضی کو ہوئی، اپنی پگڑی بھیجی کہ اس کو بچھا دو وہ اس پر قدم رکھ کر تشریف لادیں، نہیں معلوم کہ اس کی سند ان حضرت کو کہاں سے ملی، کس واسطے کہ قاضی محی الدین کاشانی آپ کے مرید اور خلیفہ تھے، ایسا گستاخانہ کلام کس طرح کہتے واللہ اعلم، اور ایسے ہی ایک نقل اور جہلا نے مشہور کر رکھی ہے کہ حضرت بو علی قلندر آپ کی کرامات چھین لے گئے تھے، جس کو امیر خسرو بوساطت مبارز خاں واپس لائے مقام غور ہے کہ یہ سلطان الاولیاء اور وہ تجلی یہ محبوب کبریا و عاشق اللہ بعض کا قول ہے شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید تھے، بعض کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین کے، بعض کا عقیدہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے مُرید تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مرتبہ محبوبیت کل مراتب سے اعلیٰ ہے، قطبیت اور ابدالیت اور وحدانیت یہ سب مراتب محبوبیت کے آگے اُدنیٰ ہیں. پس ادنیٰ اعلیٰ کا مقابل ہرگز نہیں ہو سکتا. دوسرے یہ کہ اولیا میں ایسا مناقشہ نہیں ہوتا، میرے نزدیک یہ ایسی باتیں ہیں جیسے گنواروں نے بیربل اور اکبر اعظم کی بنا رکھی ہیں، نقل ہے کہ قصبہ سمادہ میں ایک جاگیردار کے گھر میں آگ لگی، فرمان معافی جاگیر بھی ہمراہ دیگر سامان کے جل گیا، وہ غریب واسطے حاصل کرنے سند کے دہلی میں آیا، اور بمشقت جدید فرمان حاصل کیا، جب کچہری سلطانی سے باہر آیا، کہیں گر کر گم ہوا، بہت ڈھونڈھا نہ ملا، روتا ہوا حضرت کی خدمت میں آیا، اور دعا چاہی، حضرت نے تبسم فرما کر کہا، کہ ابھی بازار سے حلوا لا کر اس پر فرید الدین بابا صاحب کی فاتحہ دلا تیرا فرمان مل جائے گا، وہ اسی وقت اُٹھ کر بازار میں آیا، اور قریب دروازہ خانقاہ کے جو حلوا فروش تھا، اس سے حلوا

مول کیا، علوائی وزن کر کے اس کے رکھنے کو کاغذ نکالا چاہتا تھا کہ اس کو پھاڑے، اس نے دیکھا تو وہ اسی کا فرمان تھا، اس نے غل مچایا کہ اس کو نہ پھاڑنا، پس علوا اور فرمان لے کر حضرت کی خدمت میں آیا اور مُرید ہوا، لکھا ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی نے چاہا کہ کسی بہانہ سے حضرت کو اپنے پاس بلاوے پس یہ کہلا بھیجا کہ عرصہ دراز گزرا کہ جو لشکر میرا مہم پر ہے، اس کی کچھ خبر نہیں آئی، میں نہایت متردد ہوں، آپ اگر ایک ساعت کو تشریف لاویں تو عین مصلحت اور مہربانی ہوگی، حضرت یہ پیام سنتے ہی پہلے تھوڑی دیر گردن جھکائے رہے، بعد اس کے فرمایا کہ سلطان سے کہہ دو، کہ میرے آنے کی کچھ حاجت نہیں، انشاءاللہ کل بوقت چاشت تم کو خبر ملے گی، اور تمہارا برادر الف خاں صحیح اور سالم معہ اسباب غنیمت خوش اور خرم ملے گا، چنانچہ دوسرے روز الف خاں فتح اور نصرت کے ساتھ آیا، اور بملازمت سلطان حاصل کی، سلطان نے خوش ہو کر پانچ ہزار دینار خدمت شیخ میں ارسال کئے اسی وقت اسفندیار قلندر آگیا، حضرت نے اسی وقت اس کو مرحمت فرماد یئے۔ نقل ہے کہ حضرت نے نکاح نہیں کیا، تمام عمر تجرد رہا، اس کا سبب محققوں نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ بمقام اجودھن حاضر تھے، بابا صاحب نے فرمایا کہ کچھ لا، تا کہ میں کھاؤں، حضرت نے اپنی دستار رہن کر کے لوبیا اور نمک خرید کر اس کو جوش کیا، نمک ملایا، اور بابا صاحب کے آگے لا رکھا بابا صاحب نے معہ یاروں کے نوش کیا، فرمایا کہ اچھا نمکین پکایا، میں خدا سے چاہتا ہوں کہ ہر روز ۴۲ من نمک تیرے باورچی خانہ میں خرچ ہوا کرے، حضرت نے کھڑے ہو کر آداب بجالایا، اس وقت بابا صاحب نے دیکھا کہ پائجامہ حضرت کا پھٹا ہوا تھا، اپنا پائجامہ عنایت کیا، حضرت نے اپنا فخر سمجھ کر اس کو اپنے پائجامے کے اوپر پہنا، جلدی میں اس کا ازار بند ایک طرف سے نکل گیا، بابا صاحب نے فرمایا کہ ازار بند محکم باندھ، حضرت نے عرض کیا کہ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا، اس وجہ سے تمام عمر تجرد رہا نقل ہے کہ جب حضرت کا شہرہ عالمگیر ہوا، اس وقت اہل مکہ نے کہا کہ افسوس ہے کہ مولانا نظام الدین نے حج ادا نہیں کیا۔ اس وقت وہ بزرگ بھی موجود تھے جو چالیس برس سے مجاور خانہ کعبہ تھے، انہوں نے کہا کہ

غلط ہے، مولانا نظام الدین ہمیشہ صبح کی نماز اوّل وقت کعبہ میں ادا کرتے ہیں، اس بات کا مکہ میں شہرہ ہوا، حاجیانِ دہلی میں بھی سنا، اور حضرت کے مُریدوں سے بھی بیان کیا، مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کوئی کچھ دریافت نہ کر سکتا تھا، ایک بار حضرت اپنے حجرہ میں تھے، اور ایک مرید در حجرہ پر وضو کو پانی لئے استادہ تھا، جب دیر ہوئی وہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت کے ہوں گے، یہ سمجھ کر وہ اندر حجرہ کے گیا، حضرت کو وہاں نہ پایا، چھت پر گیا وہاں بھی نہ پایا، ناچار ہو کر حجرہ کا دروازہ بند کر کے بدستور استادہ ہو گیا، کہ اسی وقت حضرت نے وضو کو پانی طلب کیا، اس اثنا میں اور بھی مرید آ گئے تھے نماز ادا کی، بعد نماز اس کے مرید نے عرض کیا، کہ چھت تک دیکھ آیا تھا، حضور تشریف نہ رکھتے تھے، جب میں باہر آیا، اسی وقت آپ نے پانی طلب کیا، یقین ہے کہ واسطے ادائے نماز کعبہ میں تشریف لے گئے ہوں گے، اور جو کچھ حاجیوں سے سنا تھا عرض کیا، اس پر حضرت نے چشم پُر آب کر کے فرمایا کہ میں اس قابل کب ہوں مگر یہ رحمتِ پروردگار ہے، ایک سانڈنی غیب سے پیدا ہو کر حجرہ کی چھت سے مجھ کو اپنے پر سوار کر کے کعبہ میں لے جاتی ہے، بعد فراغ نماز ہو کر اسی جگہ پہنچا جاتی ہے۔ الغرض جب عمر شریف حضرت کی ۹۱ سال کی ہوئی، سات روز بول و براز بند رہا، آٹھویں روز خواجہ اقبال کو طلب فرما کر کہا کہ جو نقد و جنس ہو، سب میرے آگے لا، اُنھوں نے عرض کیا، کہ جو فتوح ہوتا ہے اسی دن صرف ہو جاتا ہے، مگر چند ہزار من غلہ خرچ امروز موجود ہے، فرمایا کہ ابھی غرباء کو تقسیم کر، بعدہٗ گٹھڑی کپڑوں کی منگائی، اس میں ایک دستار، ایک کرتہ، اور مصلیٰ اور سند خلافت مولانا برہان الدین غریب کو عطا کیا، اور دکن کی جانب رخصت کیا، ان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اسی طرح ہر ایک خلیفہ کو عنایت کیا، اس وقت حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حاضر تھے، ان کی نسبت کچھ عنایت نہ ہوا، حاضرین مجلس کو فکر تھا کہ کیا وجہ ہے کہ جو وہ محروم رہے بعد تھوڑی دیر کے حضرت چراغ دہلی کو بلا کر وہ تبرکات کہ جو خواجگان چشت سے چلے آتے تھے اور بابا صاحب نے حضرت کو عطا فرمائے تھے، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو عطا فرمائے، اس کے بعد نماز عصر ادا کی، ہنوز آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ اس آفتاب دین محبوب رب العالمین

نے کل نفس ذائقۃ الموت کی تکمیل کی، یہ حادثہ عظیم بروز چہارشنبہ بتاریخ ۱۷ ربیع الآخر ۷۲۵ھ میں ہوا، مگر عمر شریف کو بعض نے ۹۴ سال لکھا ہے، روضہ متبرکہ بمقام غیاث پور متصل شاہجہان آباد درگاہ حضرت نظام الدین زیارت گاہ خاص وعام ہے، کیا خدا کی قدرت ہے، کہ پیدائش حضرت کی ربیع الاول میں ہوئی، اور وفات ربیع الآخر میں ہوئی، لکھا ہے کہ ایک درویش باکمال مریدان شیخ سوندھا صابری کے تھے، ان کو کشف القبور اور عالم ارواح میں کامل دست گاہ تھی، صاحب اقتباس الانوار کہ جوان کامل کے پیر بھائی ہیں، تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز وہ کامل روبرو تربت حضرت سلطان المشائخ کے بیٹھے، مراقبہ برزخ میں مشغول ہوئے، ان کو ایک دریائے عظیم نور ذات سا معلوم ہوا، اس میں ہر طرف سے نور کی موجیں اٹھتی تھیں، دیکھا ایک کشتی نورانی چلی آتی ہے، اس میں ایک تخت مرصع بچھا ہے، اس پر ایک مرد صاحب جمال بیٹھا ہے اور وہ تجلی تھی، کہ اس کی تجلی کے آگے آفتاب ایک ذرہ معلوم ہوتا تھا، یہ درویش صاحب مراقبہ دریا سے گزر کر صاحب تخت کے نزدیک پہنچے، پہنچتے ہی خوشبو سے معطر ہو گئے اور صاحب تخت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں، فرمایا کہ میں نظام الدین بدایونی ہوں، معشوق حق ہوں، لہذا تجلیات اس سبحانہٗ وتعالیٰ کی میری طالب ہیں، اور اولیاء ان کے طالب ہیں، اور حضرت نے ایک دستار ان درویش کو عطا کی، اور فرمایا کہ جا تجھ کو صاحب ولایت کیا، صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں کہ تا حیات ان کے جسم سے ان کے لباس سے اہل دلوں کو خوشبو آتی رہی، بعد مرنے کے بھی ان کے کپڑوں میں وہی خوشبو آتی رہی، صاحب مونس الارواح نے ایک بار یہ ارادہ کیا کہ بغداد شریف میں پہنچ کر حضرت غوث پاک کے روضہ مطہر کی زیارت سے مشرف ہو جیئے، یہ ارادہ مصمم کر کے چادر مزار، اور دیگر سامان نذر وسفر تیار کر کے پہلا مقام غیاث پور میں کیا، رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت پیران پیر تشریف لائے، اور فرمایا کہ جہاں آرا کہاں جاتی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ حضور کی زیارت اور چادر چڑھانے جاتی ہوں، حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہیں ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ دہلی میں کہاں ہیں، فرمایا کہ نظام الدین

جو میں وہ میں ہی تو ہوں، کیوں اتنا سفر اٹھاتی ہے، جب صبح یہ بیدار ہوئیں، ان کے ہمراہ جو علماء اور مشائخ تھے، سب کو طلب کر کے اپنا خواب بیان کیا، باتفاق سب نے کہا، امشب سب پر یہی کیفیت جداگانہ طاری ہوئیں، کہ جو ہم مطلب آپ کے خواب کی ہیں، پس صبح وہ سب سامان مزار پُرانوار حضرت سلطان المشائخ پر چڑھایا اور وہ نقد کہ جو بغداد شریف کے اور آمد و رفت کے خرچ کے واسطے تھا، کل ساکین اور خدام روضہ عالیہ کو تقسیم کیا، صاحب سیر السالکین تحریر کرتے ہیں کہ آخر وقت مرض الموت حضرت سلطان المشائخ کے شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کہ اس وقت دہلی میں تھے، واسطے عیادت کے آئے چاہا کہ زمین پر بیٹھیں، حضرت نے فرمایا کہ میرے پلنگ پر بیٹھو، انہوں نے کہا کہ قطب وقت اور محبوب رب العزت کے پلنگ پر بیٹھے، اور بعد دریافت احوال شیخ رکن الدین نے کہا کہ انبیاء اور اولیاء کو درمیان میں موت و حیات کے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اگر آپ چند روز توقف کریں تو خلق اللہ کو نفع ہو، ہزاروں ناقص کامل ہو جاویں، حضرت نے فرمایا، اشتیاق دوست اس قدر غالب ہوا کہ ایک ساعت باقی رہنے کو جی نہیں چاہتا، بلکہ ایک ایک دم مجھ پر دشوار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شب معاملہ میں دیکھتا ہوں کہ مجھ کو فرماتے ہیں کہ اے نظام تیرا شوق مجھ سے زیادہ ہے، میرے پہلو میں آ، یہ سُن کر شیخ رکن الدین اور جملہ حاضرین زار و زار رونے لگے، اور خود رفتہ ہو گئے، بعد اس کے شیخ رکن الدین نے کہا کچھ وصیت فرمایئے، حضرت نے فرمایا کہ پیران چشت سے ایک بزرگ نے وصیت کی تھی، کہ بعد مرنے میرے کے نزدیک جنازہ کے سماع کریں، بعد اس کے دفن کریں، جب ان حضرت نے وفات پائی، ان کے مریدوں نے نزدیک جنازہ کے سرود کروایا، اور وہ حضرت اُٹھ کھڑے ہوئے، سات روز اسی طرح سماع رہا، بعدہٗ سماع بند کر کے ان کو دفن کیا، میں بھی ان کے قدم بقدم جانا چاہتا ہوں تم بھی بعد میرے مرنے کے نزدیک جنازہ کے سماع کرانا، پس جب حضرت سلطان المشائخ کی وفات ہوئی، امامت جنازہ کی شیخ رکن الدین نے کی، بعد

نماز جنازہ کے شیخ رکن الدین نے کہا، کہ آج مجھ کو تحقیق ہوئی کہ چار برس مجھ کو واسطے امامت نماز جنازہ کے رکھا تھا کہ میں نماز جنازہ سلطان المشائخ کی امامت سے مشرف ہوں بعدہٗ شیخ رکن الدین نے قوال طلب کیا، آپ کے خلفاء نے منع کیا، کہ بمجرد سننے سماع کے حضرت کھڑے ہو جائیں گے وہ حضرت تو سات روز کے بعد سماع سے باز رہا، مگر ہمارے حضرت قیامت تک سماع سے باز نہ رہیں گے، جہان میں فتنہ عظیم اُٹھے گا، یہ بات شیخ رکن الدین کی سمجھ میں بھی آگئی اور جنازہ کو اٹھا کر لے چلے، اثنائے راہ میں ایک عورت اپنے دروازہ پر بیٹھی امیر خسرو کی غزل گا رہی تھی، اس وقت یہ شعر تھا ؎

اے تماشا گاہِ عالم روئے تست　　　　تو کجا بہر تماشا میروی

یہ آواز سُنتے ہی دست مبارک حضرت کا کفن سے باہر ہوا شیخ رکن الدین نے دوڑ کر اس عورت طوائف کو منع کیا، جب تک جنازہ قبر کے قریب نہ آیا ہاتھ اسی طرح باہر تھا، قبر میں اتارتے وقت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے عرض کیا کہ برہان شما ازیں ہم بیشتر است اگر دست گرد آید بہتر باشد چراکہ قدم سید درمیان ست، یہ عرض کرتے ہی ہاتھ کفن کے اندر ہو گیا، پس شیخ رکن الدین نے جنازہ قبر میں اتارا، اور قبر سے نکلتے ہی بیہوش ہو گئے، جب ہوش آئی لوگوں نے پوچھا بیہوشی کا کیا سبب تھا، شیخ رکن الدین نے کہا کہ یہ بھی قطب وقت تھے، لوگوں سے فرمایا کہ جب میں نے حضرت کو قبر میں اتارا، روحانیت رسول مقبول نے حاضر ہو کر برادر شیخ نظام الدین کو بغل میں لیا، مجھ کو طاقت مشاہدہ نور نبوت کی نہ تھی اس وجہ سے بیہوش ہو گیا تھا، خلفائے حضرت سلطان المشائخ کہ جو چند حضرات مشہور ہیں تبرکاً تحریر ہوتے ہیں، یعنی حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، حضرت امیر خسرو دہلوی، سراج الدین عثمان، شیخ قطب الدین منور نبیرہ شیخ جمال، شیخ حسام الدین ملتانی، مولانا جمال الدین نصرت خانی، مولانا فخر الدین، مولانا ابوبکر منڈوی، مولانا فخر الدین مروزی، مولانا علم الدین نیلی، شیخ برہان الدین غریب، مولانا وجیہ الدین یوسف، مولانا شہاب الدین امام، مولانا حافظ قاضی محی الدین کاشانی، مولانا وجیہ الدین پائلی، مولانا

فصیح الدین، مولانا شمس الدین یحییٰ، خواجہ کریم الدین سمرقندی، شیخ جلال الدین اودھی، مولانا جمال الدین، قاضی شرف الدین، مولانا کمال الدین یعقوب، مولانا بہاؤ الدین، شیخ مبارک، خواجہ معز الدین، خواجہ ضیاء الدین برنی، شیخ تاج الدین داوری، مولانا مؤید الدین انصاری، خواجہ شمس الدین خواہر زادہ، امیر خسرو، شیخ نظام الدین شیرازی، خواجہ سالار شیخ فرید الدین میرہی، شیخ علاؤ الدین اندیتی، شیخ شہاب الدین کنتوری، مولانا حجت الدین ملتانی، شیخ بدر الدین توار، شیخ رکن الدین خیری، شیخ عبدالرحمٰن سارنگ پوری، حاجی احمد بدایونی، شیخ لطیف الدین، شیخ نجم الدین، محبوب شیخ شمس الدین دھاری، خواجہ یوسف بدایونی، شیخ سراج الدین، حافظ قاضی شاد علی، مولانا قوام الدین یکرانہ، مولانا برہان الدین ساوری، مولانا جمال الدین اودھی، شیخ نظام الدین مولیٰ، قاضی عبدالکریم قدرنی، قاضی قوام الدین قدوری، مولانا علی شاہ جاندار، خواجہ تقی الدین خواہر زادہ، حضرت سید محمد کرمانی، سید یوسف حسنی، حمید شاعر قلندر، خواجہ مبشر خان سامان، ومصاحب اعلیٰ و خادم خاص، صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ سلطان الاولیا، وہ بزرگ تھے کہ گوشہ میں بیٹھے ہوئے تصرف فرماتے تھے، ایسا ہی روضہ متبرکہ ان کا قبلہ حاجات عالم ہے، وہ لکھتے ہیں کہ یہ ذرہ بے قدر ۱۰۵۲ھ میں بشرف زیارت آستانہ بادشاہ کونین حاضر ہوا فیض روحانیت حضرت سے بہت سی نعمتیں پائیں، انکا احاطہ تحریر سے باہر ہیں، سبحان اللہ آج تک ظہور تصرفات ولایت حضرت کا ہمیشہ بہیچ ترقی کے ہے اور تا قیامت قائم رہے گا، چنانچہ بعد ارادت خدمت پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت مرزا روشن بخت گورگانی قدس اللہ سرہٗ العزیز اس احقر کاتب الحروف کو مزارات پر جانے کا شوق ہوا، تمام صحرائے دہلی کی خاک کو توتیائے چشم کیا، یہ قاعدہ رہا کہ جس مزار کو با انوار و برکات دیکھا وہاں مشغول ہوا، مراقبہ کیا، طرح طرح کے ذائقے اٹھائے، بعض حضرات کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے، ان حضرات کی مہربانی سے بعض مشکلات بھی حل ہوئیں، کئی ہزار اولیا، کبار خاک پاک دہلی میں آسودہ ہیں، مگر چار مقام عجیب و غریب ہیں، اوّل تو روضہ متبرکہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، دوسرا روضہ عالی متعالی حضرت

سلطان المشائخ جو طالب اہل نظر جاوے، ممکن نہیں فیضان سے محروم آوے، اڑی مشکل حل نہ ہو، مقامات نہ کھلیں، تیسرا مزار حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، چوتھا مزار حضرت شاہ ترکمان بیابانی قدس اللہ اسرارہم۔

ذکر حضرت شاہ عبداللہ کرمانی بنگالی

خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ آپ کے سلسلہ کے ہزاروں فقیر ہیں، بلکہ جو آپ کے فقیر ہیں، وہ کرمانیہ مشہور ہیں۔

ذکر حضرت پیر کریم سیلونی

خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ کے، اور کامل وقت گزرے ہیں، اور صاحب گروہ ہیں، یعنی آپ کے جو فقیر گزرے ہیں، وہ کریمیہ کہلاتے ہیں، وفات آپ کی ۶۶۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ برہان الدین صوفی قدس سرہٗ بن شیخ جمال ہانسوی

لکھا ہے کہ وقت انتقال پدر بزرگوار آپ خوردسال تھے، حضرت بابا صاحب کی خدمت میں لائے گئے، بابا صاحب نے نہایت عنایت کی، اور خلافت نامہ اور مصلیٰ اور عصا ساتھ اس نعمت کے اوپر شیخ جمال الدین کے رواں تھی، شیخ برہان الدین کو عطا کی اور خدمت گزاری شیخ نظام الدین اولیاء کی وصیت فرمائی، چنانچہ شیخ برہان الدین ہر سال شیخ نظام الدین اولیائؒ میں جاکر تربیت پاتے، اور تاحیات سلطان المشائخ کے کسی کو مرید نہیں کیا، از اخبار الاخیار نہ معلوم بعض صاحبزادگان جمالی کو موجودہ کو کہاں سے سند ملی ہے کہ وہ مرید کو تحریر کرکے دیتے ہیں، شیخ جمال کے نام کے بعد حضرت سلطان المشائخ کا نام ان کے بعد قطب الدین منوّر کا نام لکھتے ہیں۔ درویشوں کے کسی خاندان میں یہ نہیں دیکھا کہ ہادی سے پہلے طالب کا نام لکھا جاوے، اس نقل سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین نے نہ کچھ حاصل کیا نہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کرنا یا فیضیاب ہونا ثابت ہوتا ہے، حیف ہے۔

ذکر حضرت خواجہ امیر خسرو دہلوی

کا نام مبارک ابوالحسن اور تخلص خسرو تھا، حضرت سلطان المشائخ اور برہان الدین الفضلا اور امیر زادہ اور بادشاہوں کے ہمیشہ ہم صحبت تھے مگر تعلق دل جو تھا، وہ خدا کے ساتھ تھا، امیر صاحب کے والد کا نام امیر سیف الدین اور نانا کا نام عماد الملک تھا، کہ اولیائے زمانہ گزرے ہیں، اور ایک سو تیرہ برس کی عمر ہوئی کہ حضرت امیر صاحب کو خود تربیت کیا، لکھا ہے کہ حضرت بمقام مومن آباد معروف بہ پٹیالی کہ کنارہ دریائے گنگ پر ہے، پیدا ہوئے، آپ کے مکان کے متصل ایک مجذوب رہتے تھے، آپ کے والد آپ کو اسی وقت ان مجذوب کی خدمت میں لے گئے، آپ کو دیکھتے ہی ان مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا طوطی ہند اور ملک الشعراء عارف باللہ یگانہ روزگار ہوگا، قیامت تک نام اس کا یادگار رہے گا، اور دعا دی کہ تو ہر دلعزیز ہو، آپ نے نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی، اور خورد سالی میں ہمراہ والد کے دہلی تشریف لائے، اور اپنے نانا عماد الملک کے زیر تعلیم رہے، نہایت خوبرو و خوب طینت، حاضر جواب، عالی طبع، زود فہم، خوش گو تھے، جب سات برس کے ہوئے، اپنے بھائی اور والد کے ہمراہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کی، جب آپ نو برس کے ہوئے، آپ کے والد امیر سیف الدین نے اسی برس کی عمر میں شہادت پائی، چند عرصہ میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں زہد اور ریاضت شاقہ فرماتے، یہاں تک کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو ترک اللہ کا خطاب عطا کیا، جیسا کہ امیر صاحب خود فرماتے ہیں ؎

بر زبانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ رفت　　دست ترک اللہ بگیرد باللش سپار
چوں من مسکین ترا دارم ہم نیم بس بود　　شیخ من بس مہربان و خالقم امرزنگار

بارہا حضرت سلطان المشائخ نے آپ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ میں اپنے وجود سے رنجیدہ ہوتا ہوں، مگر اسے ترک من میں تجھ سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوتا، اور آپ کے بڑے بھائی اعز الدین علی کو دوبارہ خلعت خاص سے مشرف فرمایا، اور ان کو بھی بہت عزیز

رکھتے تھے، حضرت میر صاحب جو شعر فرماتے پہلے پڑھ جاتی کو دکھاتے تھے تاکہ کوئی سقم نہ رہ جائے، معلوم ہوا کہ سارا خاندان آفتاب تھا، ایک بار ایک شخص نے سلطان المشائخ سے عرض کی کہ جیسی مہربانی اور عنایت خسرو پر ہے، اُمیدوار ہوں کہ بندہ پر بھی مبذول ہو، حضرت نے جواب دیا کہ ویسی قابلیت پیدا کر، میر صاحب نے ایک بار حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ اُمیدوار ہوں کہ حضور کے قدموں پر مروں، کہہ دیجئے کہ تیری زندگی موقوف ہے اُوپر بقا میری کے کر تجھ کو میرے پہلو میں دفن کریں، حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ ایسا ہو گا، الغرض جب آپ تکمیل درویشی کر چکے، خرقہ خلافت عطا ہوا، اور بوجہ خوش کلامی ہم مجلس سلاطین ہوئے، آپ کی بہت کچھ تصانیف ہیں، ۹۹ کتابیں ہیں، ۵ لاکھ کے قریب شعر ہیں، اور ہندی زبان میں بے شمار کلام ہے، لکھا ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ سماع سُنتے داہنی طرف امیر خسرو اور بائیں طرف خواجہ مبشر بیٹھتے، اور قوال پہلے امیر صاحب کی غزل شروع کرتے، اور لکھا ہے کہ حضرت امیر صاحب کو حضرت سلطان المشائخ نے بخطاب مفتاح السماع کے یاد فرمایا ہے، اور لکھا ہے کہ حضرت امیر صاحب ہر شب نماز تہجد میں سات سیپارہ قرآن مجید پڑھتے اور نماز عشاء کے بعد خدمت پیر میں حاضر ہو کر تمام مریدوں کے حالات عرض کرتے، بعض سے خطا معاف فرماتے، بعض کی سفارش کرتے، ایک روز امیر صاحب نے شیخ سے عرض کیا کہ میں ایسا چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن فرشتے مجھ کو خسرو کہہ کر یاد نہ کریں، کہ یہ نام متکبر ہے، شیخ نے فرمایا کہ بروز قیامت تجھ کو محمد کاسہ لیس کہیں گے، صاحب سفینۃ الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ سوز سینہ بے کینہ اور آتش عشق منزل حضرت خواجہ امیر خسرو کی اس قدر تھی کہ پیراہن مبارک حضرت کا قلب کی جگہ سے ہمیشہ سوختہ رہا کرتا تھا، بلکہ یہ کیفیت تھی کہ جس وقت نیا کپڑا پہنا، اسی وقت دل کی جگہ سے جل گیا، اور چالیس برس صائم الدہر رہے ہیں، امیر صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک روز بعد الفراغ وظائف صبح حضرت پیر روشن ضمیر نے بندہ کو طلب فرما کر کہا کہ ہیں نے ایک خواب دیکھا ہے، تو بھی سُن اور زبان الہام سے بیان کر، فرمایا کہ شب آدینہ کو میں نے خواب

میں دیکھا کہ شیخ صدرالدین پسر شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمۃ آئے، میں نے ان کی تعظیم کی، اور اُنھوں نے ایسی تواضع کی بیان سے باہر ہے، اس میں دیکھا کہ اے خسرو تو دُور سے پیدا ہوا اور میرے پاس آیا، اور بیان معرفت شروع کیا، اسی وقت اذان کی آواز سنی اور میں بیدار ہوا، یہ خواب بیان فرماکر کہا کہ دیکھ یہ کیا مرتبہ ہے، بعدہٗ میں نے نیازمندی سے عرض کیا، کہ میں ایک ناچیز اس مرتبہ کو پہنچوں، آخر آپ ہی کا تو دیا ہوا ہے، یہ سنتے ہی رونا آیا، اور پکار کر روئے، میں بھی اس وقت بہت رویا، بعدہٗ اس کے کلاہ خاص طلب کرکے دست مبارک سے میرے سر پر رکھی اور فرمایا کہ کلمات مشائخ کو زیادہ دیکھا کر، اور یہ رُباعی زبانِ مبارک سے فرمائی، رُباعی

خرد کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست   ملکیت ملک سخن آں خسرو راست
ایں خسرو ما است نام خسرو نیست   زیرا کہ خدائے نام خسرو ما است

لکھا ہے کہ ایک روز ایک فقیر برائے طلب خدمت سلطان المشائخ میں آیا، اور اپنا مطلب بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ آج جو فتوح ہوگا تجھ کو دوں گا، اس روز کچھ فتوح نہ ہوا پھر فرمایا کہ کل جو کچھ فتوح ہوگا تجھ کو دوں گا، کل بھی کچھ فتوح نہ ہوا، آپ نے اپنی کفش اس درویش کو دی، اور رخصت کیا، وہ کفش لے کر چلا، اتفاقاً امیر صاحب ہمراہ بادشاہ کہیں گئے تھے، وہاں سے آتے ہوئے یہ درویش مل گیا، پوچھا کہاں سے آتا ہے، اس نے کہا کہ تیرے پاس دہلی سے، پوچھا کہ سلطان المشائخ کی بھی کچھ خبر ہے، درویش نے کہا کہ خیرتیت سے ہیں، امیر صاحب نے کہا کہ تیرے پاس سے مجھ کو بوئے شیخ آتی ہے شاید کوئی چیز ان کی تیرے پاس ہے، درویش نے کہا کہ کفش خواجہ میرے پاس ہے کہ مجھ کو عطا کی ہے، امیر صاحب نے فرمایا، کہ اس کو فروخت کرتا ہے، اس نے اقرار کیا، میر صاحب نے پانچ لاکھ روپیہ کا جو صلہ قصیدہ میں بادشاہ دہلی سے پایا تھا، کل اس درویش کو دے کر کفش حضرت کی اس سے لے لی، اور اس کو سر پر رکھے ہوئے خدمت پیر میں حاضر ہوئے، حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خسرو یہ کفش سستی خریدی ہے، آپ نے عرض کیا کہ حضور اس درویش نے اسی پر اکتفا کیا، ورنہ اگر

تمام جان و مال اس کفش کے بدلے میں طلب کرتا، میں سب دے کر لیتا، سبحان اللہ جن کے ایسے عقیدہ ہوں، پیران سے راضی نہ ہوں، تو اور کس سے ہوں، علاوہ بریں ہزاروں حکایات اور کلمات آپ کے مشہور ہیں، لکھا ہے کہ جب حضور خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، حضرت امیر صاحب دہلی میں موجود نہ تھے، ہمراہ سلطان تغلق بنگالہ میں تھے، جب خبر انتقال پیر روشن ضمیر سنی، اسی وقت سیاہ پوش ہوئے، اور بسرعت تمام دہلی میں آئے، آتے ہی مزار کے روبرو کھڑے ہوکر کہا، سبحان اللہ آفتاب زیر زمین اور خسرو زندہ، اور اپنے چہرہ کو مرقد منوّر سے گھس گھس کر بیہوش ہو گئے، بعد تھوڑی دیر کے ہوشیار ہوئے، مگر چھ ماہ تک مفارقت پیر مرشد سے روتے اور آہ بھرتے رہے، آخر بروز چہار شنبہ ۱۷ شوال ۷۲۵ھ میں دنیائے ناپیدار سے کوچ فرما کر قرب الٰہی حاصل کیا، مقبرہ عالی یاران چبوترہ پر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

ذکر حضرت میر حسن علائی سنجری قدس سرہٗ

کہ سادات عظام و خلفائے حضرت سلطان المشائخ سے تھے، فاضل اجل شاعر بے مثل اور معزز تھے، اور بہت سے قصیدہ اپنے پیر کی شان میں کہے، اور دربار شاہی میں بھی تعارف تھا، سلطان غیاث الدین بلوچ ان کے کلام کے ان کو بہت دوست رکھتا تھا، اکیس برس کی عمر میں توبہ کر کے مرید ہوکر کامل و صاحب سلطان المشائخ ہوئے، اور فواید الفواید ملفوظات شیخ جمع کی، اور جائے پیدائش آپ کی دہلی ہے، آخر عمر میں بحکم سلطان محمد تغلق دیوگری تشریف لے گئے، اور ۷۳۶ھ میں وفات پائی، مزار دیوگری میں ہے۔

ذکر حضرت مولانا مؤید الدین

لکھا ہے کہ یہ امیر زادہ تھے، اور وقت امیری سلطان علاؤالدین کے ان کی خدمات بجا لاتے تھے، ایک بار حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوکر یکایک دنیا کو ترک کر کے عبادت حق میں مشغول ہوئے، جب علاؤالدین بادشاہ ہوا، اس نے آپ کو یاد کیا، اور سلطان جی کو لکھا کہ مولانا کو ہمارے پاس بھیج دیجئے کہ ان سے کار متعلق ہے، حضرت نے جواب دیا

کہ اس کو اور کار درپیش ہے، اس کے سرانجام میں مصروف ہے، ظاہری کار سے اس کو کچھ سروکار نہیں رہا، وہ اس جواب سے رنجیدہ ہوا، پھر کہلا بھیجا کہ مخدوم سب کو اپنا سا بنانا چاہتے ہیں، اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ اپنی برابر کیا بلکہ اپنے سے بہتر چاہتا ہوں، یہ سن کر سلطان مجبور ہوا، وفات ان کی ۷۳۶ھ میں ہوئی، مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت شیخ وجیہ الدین یوسف قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، لکھا ہے کہ یہ جب سے مرید ہوئے مور چال چلا کرتے تھے، یہاں تک کہ شیخ کی دعا سے ہوا پروازی کرنے لگے تھے، بعد تکمیل خرقہ خلافت بمقام چندیری پر مامور ہوئے۔ ۷۲۹ھ میں بمقام چندیری وفات پائی،

ذکر حضرت خواجہ محمد امام قدس سرہٗ

کہ نبیرہ بابا صاحب اور فرزند شیخ بدر الدین اسحاق کے تھے اور اپنے والد ماجد سے بھی علم الٰہی کی تکمیل کی تھی، آخر خدمت حضرت سلطان المشائخ میں مشرف ہوئے، اور انوار المجالس، ملفوظات حضرت سلطان جی جمع کئے، اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے، علم موسیقی بھی خوب جانتے تھے، ۷۳۰ھ میں بمقام غیاث پور وفات پائی، مزار ان کا یاران چبوترہ پر ہے، جو متصل باؤلی کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین ملتانی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ سلطان المشائخ کے تھے زہد اور تقویٰ از حد تھا، اکثر اوقات شیخ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ دہلی ظل حمایت حسام الدین میں ہے۔ نقل ہے کہ راہ میں مستغرق ہوئے چلے جاتے تھے، جانماز کندھے سے گر پڑی، ایک شخص نے پکار کر دو آوازیں یا شیخ یا شیخ، آخر اس نے پاس جا کر ہاتھ سے ہلا کر کہا کہ دو آوازیں یا شیخ کہہ کر دیں، تم نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز میں شیخ نہیں ہوں، دریوزہ گر ہوں، اگر اس طرح پکارتا تو میں جواب دیتا۔ لکھا ہے کہ ایک بار حسب حاجت پیر حرمین شریفین میں گئے، بعد از حج کے

واپس آئے، سلطان جی نے فرمایا کہ جو شخص زیارت روضہ رسول مقبول چاہے، وہ علیحدہ زینت کرے، اور زیارت رسول سے مشرف ہوا، اگر بذریعہ حج کے زیارت روضہ کی کرے، مشرف نہیں ہوتا۔ یہ سنتے ہی بہ نیت مدینہ طیبہ اور واسطے زیارت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہوئے، وفات حضرت کی ۷۳۵ھ میں ہوئی، مزار ان پیر کا پاک پتن میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ فخرالدین روزی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ سلطان المشائخ اور بہت متقی تھے قرآن شریف کی کتابت کیا کرتے تھے، تمام عمر مجرد رہے اور اکثر رجال غیب ان کے روبرو آیا کرتی تھی، ایک روز انہوں نے خواجہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک دن مجھے پیاس لگی ہوئی تھی، ایک کوزہ پانی غیب سے پیدا ہوا، میں نے کوزہ پھوڑا اور پانی پھینک دیا اور کہا کہ کرامت کا پانی نہیں پینا چاہتا، خواجہ نے فرمایا کہ پینا چاہیئے تھا کہ اشیا غیب سے بے عیب ہے، پھر عرض کیا کہ میں نے کنگھا کرنا چاہا، کنگھا موجود نہ تھا، ایک دوست آیا اس کے ہاتھ میں کنگھا تھا، میں نے اس سے لے کر کنگھا کیا۔ ایک بار وضو کر کے ارادہ کیا کہ کنگھا کروں، کنگھا طاق خانقاہ میں تھا، میرا ارادہ کرتے ہی خود بخود میرے پاس آگیا، لکھا ہے کہ شیخ فخرالدین ایک جزو کلام اللہ کا روز تحریر کرتے تھے، اور اجرت میں لوگ زیادہ دیتے مگر آپ چار آنہ جزو لیتے تھے، کچھ للہ دیتے کچھ اپنے صرف میں لاتے، آخر عمر میں بصارت کم ہوئی، کتابت چھوٹ گئی، حمیدالدین ملک التجار نے سلطان علاؤالدین خلجی سے سفارش کر کے سو روپیہ روز مقرر کرائے، آپ نے منظور نہ کئے، فرمایا چار آنہ روز سے زیادہ نہ لوں گا۔ ہزار حیلہ بمشکل دس آنہ مقرر ہوئے، ۷۳۶ھ میں وفات ہوئی، مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت مولانا ضیاء الدین برنی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، شیخ کی ان پر نہایت مہربانی تھی، حکایات عمدہ بیان کرتے تھے، خواجہ امیر خسرو و امیر حسن علائی اور مولانا ضیاء الدین برنی یہ تینوں صاحب ایک جان دو قالب تھے، تاریخ فیروز شاہی

آپ ہی کی تصنیف ہے، اور آپ نے اپنے حسرت نامہ میں لکھا ہے کہ میں ایک بار خدمت پیر مرشد میں حاضر تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ پہلے مشائخ مرید کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے، اور میرے شیخ بلا احتیاط ہر کسی کو بیعت فرماتے ہیں نہ معلوم اس میں کیا حکمت ہے، میں چاہتا تھا کہ سوال کروں، ہنوز خطرہ تمام نہیں ہوا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وقت میں حکمتِ کاملہ سے اپنی ایک خاصیت رکھی ہے کہ اس کے موافق خاصیت پیدا ہو، اور طبیعت ہر عصر کے باہم مشابہ نہیں ہوتی، اصل میں ارادت مُرید انقطاع غیر حق سے ہے، اور اشتغال اللہ اور اہل سیف بیعت جب تک نہیں دیتے تھے، جب تک انقطاع کلی غیر حق سے نہیں کرا دیتے تھے، عہد ابوسعید ابوالخیر اور تا زمانہ شیخ سیف الدین باخرزی اور شیخ شیوخ شہاب الدین سُہروردی تا عہد ولایت شیخ فریدالدین ان کے دروازوں پر امراء اور بادشاہ، جملہ خلائق کا اژدھام رہتا تھا، اور ملوک بخوفِ آخرت اپنے کو اِن عاشقانِ الٰہی کی پناہ میں رکھتے تھے، اور یہ حضرات مہربانی سے ہر کسی کو مُرید کرتے تھے کوئی ایسا نہیں جو معاملات معشوقانِ خدا کو قیاس کر سکے۔ میں بھی حسب متابعت اپنے پیروں کے مُرید کرنے میں احتیاط نہیں کرتا۔ اس میں کئی فائدے ہیں، اوّل تو نہیں سُنتا ہوں کہ میرے مُرید گناہ سے بچتے ہیں، نماز اوّل وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، اور ادائے نوافل میں مشغول رہتے ہیں، اگر پہلے شرائط کی حقیقت و ارادت ان سے کہو تو شاید ان سے نہ ہو سکے اور اتنے ثواب سے بھی محروم رہیں، دوسرے یہ کہ میرے شیخ نے مجھ کو اجازت دی ہے اور مسلمان میرے پاس عجز سے آتے ہیں۔ اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اس نیت سے شاید ان کا کلام سچا ہو مرید کرتا ہوں، خاص کر یہ صادقوں سے سُنا ہے کہ بیعت کرنا گناہ سے باز رکھنا ہے تیسرے قوی سبب سب سے یہ ہے کہ ایک روز پیر مُرشد میرے نے دوات قلم میرے روبرو رکھ کر فرمایا کہ تعویذ بہت سے لکھ اور حاجت مندوں کو دے میں اس کار سے دل تنگ ہوا، ملال میرا دریافت فرما کر ارشاد کیا کہ نظام الدین ابھی سے ملول ہوا، جب تیرے دروازہ پر ہجوم حاجت مندوں کا ہو گا جب کیا کرے گا۔ یہ سُن کر میں نے قدموں پر حضرت کے سر رکھا اور رویا اور عرض کی کہ مخدوم

نے بندہ کو معزز فرمایا، خرقہ خلافت عطا کیا، میں ایک فقیر ہوں، خلقت کے ملنے سے نہایت متنفر اور کار خلافت نہایت بزرگ ہے۔ اس کا سرانجام مجھ بیچارہ سے کیوں کر ہو گا۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ نظام الدین معلوم کر کہ فردائے قیامت مجھ کو درگاہ پروردگارِ عالم میں آبرو ہو گی، کہ تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں اپنا پاؤں بہشت میں نہ رکھوں گا، جب تک کہ تیرے مُریدوں کو ہمراہ بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔ پس میں اس سبب سے جو کوئی میرے پاس طالب اور تائب آتا ہے اس کو مُرید کرتا ہوں کہ خلق گنا ہگار ہے جو میرے پیر کے وسیلہ سے نارِ جہنم سے بچیں، غنیمت ہے وفات حضرت مولانا ضیاء الدین برنی کی ۷۴۸ھ میں ہوئی، مزار یارانِ چبوترہ پر پایانِ مزار امیر صاحب کے واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ برہان الدین غریب قدس سرّہٗ

صاحب ذوق وشوق وہ وحد عاشق سماع خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ آخر حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی بھی آپ کے پاس تشریف لائے ہیں، اور آپ نے بوجہ عقیدت کے تمام عمر غیاث پور کی طرف پشت نہیں کی، لکھا ہے کہ دوبارہ خرقہ خلافت پایا۔ ایک روز سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شیراز و میر حسن حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ شیخ برہان الدین مرید قدیم ہے مثل دیگر خلفا کے ان کو خرقہ خلافت عطا ہوا۔ خواجہ اقبال نے پیراہن اور کلاہ حاضر کی، شیخ نے دست مبارک کلاہ اور پیراہن پر رکھا، اور مولانا برہان الدین کو عطا کیا، ایک بار شیخ علی زنبیلی اور ملک نصرت نے کہ عزیز سلطان علاؤ الدین اور مرید حضرت شیخ کے تھے۔ حضرت شیخ سے شکایت کی مولانا برہان الدین پیر بن کر خرقہ خلافت پہن کر کمل بچھا کر بیٹھتے ہیں خلق کثیر ان کے پاس جمع ہوتی ہے، دکان شیخی کی خوب گرم کر رکھی ہے، حضرت سلطان جی ان سے یہ سُن کر رنجیدہ ہوئے، جب مولانا حاضر ہوئے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے، اسی وقت خدام نے مولینا سے کہا کہ تم کو مناسب ہے، ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہارے بیٹھنے کی جگہ یہ نہیں، مولانا حیران و پریشان اُٹھ کر مکان پر آئے اور گویا تعزیت میں بیٹھے،

اہل شہر مولانا کے دیکھنے کو ترس گئے، آخر کار امیر صاحب نے دستار اپنی گلے میں ڈال کر مولانا کی شفاعت چاہی۔ حضرت نے فرمایا ترک اللہ کا کیا حال ہے کہہ، آپ نے عرض کیا کہ معافی جرائم مولانا برہان الدین چاہتا ہے، شیخ نے تبسم فرما کر کہا کہ معاف کیا، اس کو حاضر کر بعدہٗ مولانا اور امیر صاحب گلے میں دستار ڈالے ہوئے حاضر ہوئے، آداب بجالائے، حضرت نے بٹھایا۔ اور مولانا کو تجدید بیعت فرما کر بار دیگر خرقہ عطا فرمایا۔ ان حضرات نے بعد انتقال حضور کے بہت سی خلق کو خدا رسیدہ کیا۔ لکھا ہے کہ جب مولانا بدر الدین دیوگری میں تشریف فرما تھے، اس وقت آپ کی کرامات کا دُور دُور شہرہ ہوا۔ چنانچہ شیخ زین الدین نے شیراز میں شہرہ کرامت مولانا سُنا اور برائے ملازمت شیراز سے دیوگری پہنچے، وہاں سنا کہ سماع سُنتے ہیں، متردد ہوئے مولانا کو ان کے ایما سے آگاہی ہوئی، کہلا بھیجا کہ واسطے زیارت ملاقات ایک عزیز کے اتنی مسافت طے کی اور منزل مقصود پر پہنچ کر توقف کرنا بعید از عقلمندی ہے، اگر خطرہ یا وسوسہ شیطانی مانع ہو، تو میرے پاس آن کر استفسار کریں۔ انشاء اللہ رفع ہوگا۔ یہ سن کر شیخ زین الدین حاضر ہوئے، اس وقت سماع میں تھے یہ بھی بے اختیار ہو کر زمین پر سرلائے اور سماع میں آکر وجد کرنے لگے۔ کل خطرے دفع ہوئے، اور مُرید ہوئے، وفات مولانا برہان الدین کی ۷۴۱ھ میں ہوئی، مزار دیوگری میں ہے اور خلیفہ آپ کے یہ ہے، شیخ زید الدین شیرازی، شیخ فرید الدین، شیخ کمال الدین کاشانی، شیخ رکن الدین کاشانی، اور شیخ عزیز الدین شیرازی کے ایک مرید شیخ حسن تھے، جنھوں نے ہدایت القلوب جمع کی ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین سوختہ قدس سرہٗ

شیخ فرید بن شیخ امیر المومنین حضرت خواجہ معین الدین

ہند الولی سوختہ آتش محبت الٰہی تھے، اور حضرت سلطان المشائخ کے پاس بہت رہے ہیں ۷۴۱ھ میں وفات ہوئی، مزار سانبھر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عزیز الدین صوفی قدس سرہٗ

کہ نواسے بابا صاحب کے شاگرد قاضی محی الدین

کاشانی اور خلیفہ حضرت سلطان جی کے تھے، آپ نے ملفوظات سلطان الاولیاء کے جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کا نام تحفۃ الابرار ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت میں بخدمت شیخ نظام الدین حاضر ہوا تھا، شیخ تنہا بیٹھے تھے، قبلہ کی طرف منہ کئے، اور آنکھیں آسمان کی طرف تھیں اور جمال حق میں مستغرق تھے۔ چونکہ میں وقت نازک پر آیا تھا۔ تھوڑی دیر متحیر کھڑا رہا۔ دیکھا جسم مبارک شیخ کا لرزا، اور مثل کنجشک اپنے کو جھاڑا، اور عالم سہو میں پھرا کر ہاتھ ملے اور کہا کہ تو کون ہے میں نے کہا عزیز فرمایا کہ عزیز ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ، وفات ان کی ۷۱۱ھ میں ہوئی، مزار ان کا یاران چبوترہ متصل مولانا ضیاء الدین برنی کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ شمس الدین یحییٰ قدس سرہٗ

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے اور اعظم علمائے ہند سے تھے کہ علمائے ہند ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے، جائے مولد ان کا صدر اودھ ہے، برائے تحصیل علوم وارد دہلی ہوئے، اور ایسے کامل کہ عالم کسی علم میں آپ سے گفتگو نہ کر سکتا۔ آخر بوسیلہ شیخ صدر الدین۔ خدمت حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کمالات باطنی سے مشرف ہوئے۔ اور تمام عمر تجرید سے گزاری، بعد حصول خرقہ خلافت بہت کم مرید ہو گئے، وفات حضرت کی ۷۴۷ھ میں ہوئی، مزار یاران چبوترہ پر مثل باؤلی کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ اخی سراج الدین بدایونی قدس سرہٗ

کہ مشاہیر خلفائے سلطان الاولیائ تھے کہ عین شباب میں قبل از نکلنے ریش دبرودت کے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں آئے، مگر علم ظاہری سے بے بہرہ تھے، حضرت مولانا فخر الدین نے آزردگی سے فرمایا کہ یہ جوان خوش رو خوش طبع ہے، مگر علم سے بے بہرہ ہے، زاہد بے علم مسخر شیطان ہوتا ہے۔ مولانا فخر الدین نے حضرت کو مہربان دیکھ کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو چندے اس جوان کو اپنی صحبت میں رکھوں، تعلیم کروں آپ نے فرمایا کہ بہت نیک ہے ع

در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

مولانا فخر الدین زرادی ان کو اپنے مکان پر لائے اور تعلیم شروع کی، چھ ماہ میں اتنا حاصل کیا کہ دوسرے کو چھ برس میں بھی اتنا حاصل نہ ہوتا۔ بعدہٗ مرید ہو کر عالم ظاہری اور باطنی ہوئے، خرقہ خلافت حاصل ہوا، اور طرف بنگالہ کے مامور ہوئے، بارہا حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سراج آئینہ ہندوستان ہے۔ وفات حضرت کی ۷۵۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حمید قلندر

لکھا ہے کہ یہ بیٹے مولانا تاج الدین کے تھے، خورد سالی میں حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے

ایک بار آپ حضور سلطان جی کے حاضر تھے، ان کے والد بھی موجود تھے، وقت افطار کھانے کے خوان آئے، حضور نے ایک روٹی کے دو ٹکڑے کر کے نصف اپنے روبرو رکھی اور نصف شیخ حمید کو دی، انہوں نے اس کو جیب میں رکھ لیا۔ جب خانقاہ سے باہر آئے۔ دیکھا کہ چند قلندر موجود ہیں، ان کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ شیخ کی راہ میں کچھ حاضر ہو تو لاؤ۔ افطار کریں، انہوں نے کہا نصف روٹی پاس ہے اور کچھ نہیں، قلندروں نے کہا نصف۔ روٹی ہے وہی دے دے، یہ حیران ہوئے اور وہ نصف روٹی ان کے حوالے کی، اسی وقت ان کے والد آگئے، انہوں نے کہا کہ حمید وہ تبرک کہاں ہے، انہوں نے کہا قلندروں کو دے دیا، اُن کے افسوس کیا اور کہا ایسی نعمت تو نے کیوں دے دی، ہماری سات پشت کو کافی ہوتی۔ یہ کہہ کر پھر خدمت حضور میں حاضر ہو کر حال عرض کیا۔ حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ حق درویشاں بدرویشاں رسید، اے مولانا تاج الدین دلجمعی رکھو، یہ تمہارا بچہ قلندر عالی قدر ہوگا۔ پس اس روز سے یہ قلندر مشہور ہوئے، اور بعد وفات شیخ کے مولانا کمال الدین اور مولانا برہان الدین سے ہم صحبت رہے، بعدہٗ بخدمت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی حاضر رہ کر ان کے ملفوظات جمع کئے، اس کا نام خیر المجالس رکھا، ۷۶۸ھ میں وفات پائی، مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ علاؤالدین نیلی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، مگر کبھی کسی کو مُرید نہیں فرمایا۔ فوائد الفوائد کو اپنی قلم سے تحریر کیا، اور ہمیشہ اس کا مطالعہ کیا کرتے تھے، ۷۶۲ھ میں وفات ہوئی، مزار یارانِ چبوترہ متصل باؤلی کے ہے۔

ذکر حضرت مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہٗ

جامع اصول السماع و مریدانِ جانثار و خلفائے نامدار حضرت سلطان الاولیاء کے تھے، اور شاعر بھی تھے، خود حاضر حضور حضرت سلطان المشائخ ہو کر مُرید ہوئے، اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی، چند بار برائے زیارت روضہ حضرت خواجہ بزرگ میں حاضر ہوئے، کئی بار اجودھن گئے، شب و روز جنگلوں میں رہتے، حضرت مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایک ماہ میں نیاز حاصل ہوا، فخر الدین کو ایک روز میں بلکہ ایک ساعت میں حاصل ہوا، اکثر سکنائے دہلی کے ہمراہ جلاوطن ہو کے دیوگری آئے، وہاں سے حرمین شریفین گئے۔ ۷۴۸ھ میں واپس ہندوستان آتے ہوئے جہاز کے پھٹ جانے سے غرق دریا ہو کر منزل مقصود کو پہنچے۔

ذکر حضرت قاضی محی الدین کاشانی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے تھے، فضیلت اور کمال تقویٰ ان کا شہرہ آفاق تھا، لکھا ہے، کہ جب آپ حضور محبوب الٰہی میں حاضر ہوئے، دنیا کو ترک کیا، یاد الٰہی میں مشغول ہوئے، بعدہٗ پیر روشن ضمیر نے بذریعہ خط خاص سند خلافت تحریر فرما کر عطا کی، اور یہ نصیحت فرمائی، کہ تارک دنیا رہنا چاہیئے، اور اہل دنیا کی طرف مائل نہ ہو جیو، صلہ بادشاہوں کا بھی نہ لیجیو، جو مسافر تیرے دروازہ پر آویں، اور اس وقت تیرے پاس کچھ نہ ہو، اس وقت کو غنیمت جانیو، ایک بار قاضی محی الدین کاشانی نے حضرت سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ مراقبہ مرید اللہ تعالیٰ اور پیغمبر کو اور شیخ کو اور رہبر

ایک کو جدا چاہیئے۔ یا شریک فرمایا کہ مشترک بھی ممکن ہے، اور جدا بھی مفید ہے، اگر جمع کرنا چاہیئے، تو جانبین ید اللہ حاضر ہے، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف شیخ بائیں طرف ہے، لکھا ہے کہ جب ان پر فقر اور فاقہ نے غلبہ کیا، چونکہ پروردہ ناز و نعمت تھے، چہرہ سے فقر کے آثار کچھ معلوم کر کے آپ کے دوست سلطان علاؤالدین کو خبر کی، اس نے عہدہ قضا کہ ان کا موروثی عہدہ تھا، ان کو تفویض کرنا چاہا، جب یہ خبر آپ کو ہوئی خدمت شیخ میں یہ حال عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ جو بات تجھ پر گزرتی تھی وہی پیش آئی یہ سن کر ان کو رنج ہوا، شیخ نے خلافت نامہ ان سے واپس لے لیا، ایک سال تمام حضرت ان سے مکدر خاطر رہے بعدہٗ تجدید بیعت کرا کر پھر بار دیگر خرقہ خلافت عطا کیا، وفات ان کی ۷۱۹ھ میں ہوئی، مزار ان کا مقبرہ حالی متصل سڑک مہرولی قریب بی بی نور کے زیارت گاہ عام ہے۔

ذکر حضرت خواجہ شمس الدین ماہر قدس سرہٗ

خواہرزادہ امیر صاحب کے خلیفہ و محب حضرت سلطان المشائخ کے تھے، ان کا یہ دستور تھا کہ صف جماعت میں سر نیچا کئے رہتے، جب صورت شیخ دکھائی دیتی اس وقت نیت باندھتے تھے، ان کے مرض الموت میں شیخ ان کی عیادت کو جاتے تھے کہ راستہ میں سنا کہ ان کا انتقال ہوا، شیخ نے فرمایا الحمد للہ دوست بدوست رسید مزار ان کا پائنتی امیر صاحب کے دالان مقبرہ امیر صاحب میں ہے، وفات ان کی ۷۲۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا جلال الدین اودھی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ سے تھے، ترک اور تجرید و عزلت میں موصوف تھے، تمام عمر ان کی مباحثہ علمی میں گزری انہوں نے ایک روز مباحثہ کی شیخ سے اجازت چاہی، شیخ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کو تعلیم کروں، مگر مولانا جلال الدین مانند پوست پیاز کے ہیں۔ سن وفات نہیں ملا ہے۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین شیرازی قدس سرہٗ

ظاہر اور باطن با وصاف حمید، اور سینہ صاف تھے، علم تصوف سے خوب ماہر تھے اور مقرر تھے، خلیفہ حضرت سلطان جی کے تھے، اپنے پیر بھائیوں کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، مزار ان کا ان کے مکان میں اس جگہ ہے جہاں سلطان علاؤالدین نے اپنا شہر بسایا تھا۔

ذکر حضرت خواجہ شمس الدین دہاری قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے اُنھوں نے بھی شیخ کے ملفوظات جمع کئے، ان کا مزار ظفر آباد میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ احمد بدایونی قدس سرہٗ

یہ طریقہ ابدالی رکھتے تھے، صاحب سیر الاولیا لکھتے ہیں کہ ایک روز ماں نے ان سے سوال کیا کہ خوش رہتے ہو، جواب دیا خوشی اسی وقت ہوتی ہے، جب جماعت سے نماز ملتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین حق گوئی پسر مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہٗ

سلطان محمد تغلق نے کہا کہ آپ مجھ کو عادل کہا کریں، آپ نے بادشاہ کے روبرو کہا کہ میں ظالم کو عادل نہیں کہہ سکتا اس پر بادشاہ نے غصہ ہو کر ان کو قلعہ سے نیچے پھنکوا دیا، مزار اسی خندق میں ہے یعنی خندق تغلق آباد میں ہے۔

حضرت شیخ وجیہ الدین پائیلی قدس سرہٗ

مریدان پاک نہاد حضرت سلطان الاولیاء سے تھے۔ سیر الاولیاء میں آپ کے حالات مفصل درج ہیں۔ صاحب کلمات الصادقین تحریر کرتے ہیں کہ علوم ظاہری میں اور باطنی میں اور تجرید فقر اور فاقہ اور فضائل صوری و معنوی میں نظیر نہ رکھتے

تھے، اور خدمت شیخ میں کمال ممتاز تھے، لکھا ہے کہ خضر علیہ السلام سے ملتے تھے، ایک روز حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ مولانا سلطان المشائخ کا مُرید ہو، پس بہ ہدایت خضر آپ مرید ہوئے۔ نقل ہے کہ مولانا وجیہ الدین فرماتے ہیں کہ ایک بار میں پانی پت میں جا تھا، راستہ میں ایک صوفی پیدا ہوا میرے دل میں ایک نوع کا انکار آیا، اس صوفی نے کہا کہ مجھ کو علم میں کچھ مشکل پیش ہے، جس سے ملتا ہوں دریافت کرتا ہوں، میں نے اس کا مسئلہ سُن کر اس کو حل کیا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کس کے مرید ہو، میں نے کہا کہ نظام الدین اولیاء کا ہوں، اُس نے کہا نظام الدین میرے قطب ہیں۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین امام مسجد حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ

آپ کو کلام اللہ شریف معہ ترجمہ اور تفسیر کے حفظ تھا اور قاری بھی تھے، اور بوجہ صحت لفظی اور خوش الحانی کے حضرت ان کو بہت عزیز رکھتے تھے، بعد وفات پیر روشن ضمیر کے بہت روز زندہ رہے، ہدایت خلق میں مصروف رہے، اور بعد انتقال کے بمقام لاڈو سرائے جوار روضہ قطب الاقطاب میں دفن ہوئے، اور شیخ حیدر شیخ رکن الدین پسر شیخ شہاب الدین امام مسعود بک و فریدالدین چاک پر ان صاحبوں کے مزارات بھی لاڈو سرائے میں ہیں۔

ذکر حضرت شیخ حیدر قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، صاحب سیر الاولیاء نے ان کا ذکر نہیں کیا، مگر صاحب لطائف اشرفی ناقل ہیں کہ آپ کو خرقہ خلافت عطا ہوا اور آپ کے بہت سے مرید تھے، چنانچہ شیخ الادین کہ ڈاسنہ میں آسودہ ہیں اور شیخ علم الدین ہزبری وغیرہ آپ کو گوشہ نشینی کی کم عادت تھی، ان کو جلوت میں خلوت حاصل تھی، باوجود مرتبہ خلافت کے اپنے کو مثل عوام کے ظاہر فرماتے، اور نامرادی سے

زندگی بسر کی۔ بعد انتقال کے لاڈو سرائے میں مدفون ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین

امام اور خلیفہ حضرت سلطان المشائخ تھے، اپنے پدر بزرگوار سے بھی نعمت حاصل کی، اور ان کے صاحب سجادہ ہوئے اور پہلوئے پدر میں مدفون ہوئے۔

ذکر حضرت مسعود بک قدس سرہٗ

مُرید شیخ رُکن الدین تھے، پہلے ان کا نام شیر خاں تھا، اور اقربائے سلطان فیروز شاہ سے تھے، جب جذبہ الٰہی بہم پہنچا دنیا کو ترک کر کے حلقہ درویشاں میں شامل ہوئے، شیخ رُکن الدین مذکور کے مُرید ہوئے، عجیب وغریب سُکر پیدا کیا، صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ مست بادۂ وحدت وحقیقت اور سخن مستانہ فرماتے تھے، سلسلہ چشت میں کسی نے اسرار حقیقت کو فاش نہیں کیا، آنسو جوان کا نکلتا تھا، بہت گرم ہوتا تھا کہ دوسرے کے ہاتھ کو جلا دیتا تھا، علم تصوف اور توحید میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں، یعنی عین الصفات، ہمدانی ومراۃ العارفین اور فرقہ ملاتیہ رکھتے تھے، علماء آپ سے نفاق رکھتے تھے، مثل حسین منصور کے قتل ہوئے، مزار آپ کا پہلو پیر میں جوار روضہ خواجہ قطب الدین بمقام لاڈو سرائے ہے، آپ کے مزار پر تجرید اور غُربت برستی ہے۔

ذکر سید الحجاب قدس سرہٗ

کہ آپ کو سید الحجاب بھی کہتے ہیں، عوام سید العجائب مشہور کرتے ہیں۔ صاحب تاریخ فیروز شاہی ناقل ہیں، کہ خواجہ وحید الدین واسطے نام رکھانے کے خدمت حضرت سلطان المشائخ میں لے گئے، اس وقت وضو کر رہے تھے، جب وضو سے فارغ ہوئے خواجہ وحید نے ان کو پیش کیا، حضور نے ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ اس معروف جہاں کو لا، جب یہ نزدیک گئے آفتابہ میں جو پانی تھا، وضو کا بچا ہوا تھا، ان کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس معروف عالم کو اچھی طرح پرورش کرنا، مشاہیر زمانہ ہوگا، چونکہ حضور کی زبان سے معروف سرزد

ہوا اس واسطے ان کے والد نے ان کا نام معروف رکھا، جب بڑے ہوئے زہد و ریاضت میں مشغول ہوئے، اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، جب واپس دہلی میں آئے، سلطان محمد تغلق نے بوجہ عقل و کمال کے ان کو طلب کر کے نائب عماد الملک خطاب دیا، جب فیروز شاہ ۷۵۲ھ ۱۳۵۱ء میں تخت دہلی پر بیٹھا، تو اس نے عماد الملک کمال سید الحجاب سے ملقب کیا، اس کے کل امورات ملکی اور مالی اور ذاتِ خاص میں مشیر رہ کر خلق اللہ کا نفع مدِ نظر رکھا، علماء اور فقرا کو جاگیریں دلوائیں، اس کے عہد میں ان کے سوا اور کوئی ندیم نہیں ہوا، چالیس سال اس طرح گزارے، کہ جب کاروبار نیابت سے فارغ ہوتے تو تلاوت قرآن کرتے، گریہ زاری سے پیش آتے، تمام شب یاد محبوب میں گزارتے، ۷۷۲ھ میں وفات پائی، مزار جوار روضہ حضرت خواجہ قطب الدین میں ایک موضع سید الحجاب کہ جو آپ کے نام پر مشہور ہے، زیارت گاہ خاص و عام ہے، قریب لاڈو سرائے کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ قطب الدین منور بن شیخ برہان الدین ہانسوی بن جمال الدین قطب ہانسوی قدس سرہٗ

خلیفہ و مرید حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کے تھے، بعد وفات اپنے پدر کے باباصاحب کی خدمت میں رہے بعدہٗ باباصاحب نے حضرت سلطان الاولیاء کے سپرد کیا، حضرت نے ان علوم ظاہری و باطنی سے مستغنی فرمایا اور خرقہ خلافت عطا کیا کہ آپ جامع کمالات و مظہر کرامات ہوئے، فقر اور تجرید میں یگانہ، صحبتِ خلق سے بیگانہ کہ تمام عمر اپنے حجرہ سے قدم باہر نہ رکھا، مگر سال واسطے زیارت اپنے پیر روشن ضمیر کے ہانسی سے دہلی آ کر تربیت پاتے تھے، یہ حضرت خاندان قطب جمال میں آفتاب ہوئے، کس واسطے کہ سلسلہ جمالی معدوم ہو چکا تھا، حضرت نے انوار و برکات نظامیہ سے بہرہ مند ہو کر خاندان جدی کو بھی روشنی بخشی ہے کہ منور اسم با مسمےٰ تھے، نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق

نے قاضی کمال الدین صدر جہان کو مع سند معافی چند موضع کی خدمت شیخ میں بھیجا کہ شیخ کو فریب دے کر پھر ایذا دے، جب قاضی خدمت شیخ میں پہنچے، نذر بادشاہ پیش کی، آپ نے اس نذر کو قبول نہ فرمایا، اور کہا کہ بادشاہوں کا تحفہ یا عطیہ یا نذرانہ میرے شیخ سلطان الاولیاء نے اور جملہ پیران چشت نے کبھی منظور نہیں فرمایا، میں بھی قبول نہیں کرتا، واپس لے جاؤ، جو اس کے طالب ہیں ان کو دو، چونکہ سلطان درپے ایذائے درویشاں تھا، جب اس کا جوڑ نہ چلا پھر اور فکر میں ہوا، اتفاقاً ایک بار سلطان علاقہ ہانسی میں دورہ کررہا تھا، جب بمقام بینسی کہ ہانسی سے چار کوس ہے وہاں اس کا ڈیرا ہوا، مخلص الملک نظام الدین کہ سخت طبیعت تھا، معائنہ نواح، ہانسی کو روانہ کیا، جب یہ ہانسی میں آیا دیکھتا ہوا شہر کو چلا آتا تھا، جب قریب مکان شیخ قطب الدین منور کے آیا اہل شہر سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ مکان کس کا ہے یا انہوں نے کہا کہ مکان یہ شیخ قطب الدین منوّر خلیفہ سلطان نظام الدین اولیاء کا ہے، یہ سُن کر کہنے لگا کہ تعجب ہے کہ سلطان الوقت نے اس جگہ نزول کیا، اور خلیفہ نظام الدین اولیاء اس کے دیکھنے کو نہ آیا، پس جب یہ معائنہ کرکے خدمتِ سلطان میں پہنچا اور بیان کیا کہ ایک خلیفہ نظام الدین اولیاءؒ قطب الدین منور اس جگہ رہتا ہے بڑا مغرور معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عطیہ سلطانی کو نہیں لیا، اب دیکھنے کو بھی نہ آیا، سلطان نے حسن برہنہ کو حکم کیا کہ تو جا کر قطب الدین منور کو لا، جب وہ در شیخ پر پہنچا، شیخ نورالدین صاحبزادہ حضرت کے باہر آئے حسن نے کہا کہ شیخ سے عرض کرو کہ سلطان آپ کو طلب کرتا ہے، شیخ نے فرمایا کہ حسن سے دریافت کرو کہ تم کو بھی کچھ اختیار ہے، جب یہ پھر حسن کے پاس آئے اور شیخ کا پیغام دیا حسن نے کہا مجھ کو کچھ اختیار نہیں بلکہ یہ حکم ہے اسی وقت تم کو روبرو سلطان کے پیش کروں، شیخ نے نے فرمایا کہ الحمدللہ میں اپنے اختیار سے نہیں جاتا، بعض نے لکھا ہے کہ شیخ نے دریافت فرمایا کہ مجھ کو کچھ اختیار ہے، اس نے جواب دیا کچھ نہیں، الغرض بعد اس کے مردمان خانہ کو سپرد بخدا کیا، اور مصلیٰ دوش مبارک پر ڈال کر پیادہ پا روانہ ہوئے، ہر چند حسن نے عرض کیا کہ گھوڑا حاضر ہے، مگر شیخ نے قبول نہیں کیا، جب نزدیک مقبرہ اپنے دادا اور والد

کے آئے آپ کو وجد ہوا، اور حسن سے دریافت کیا کہ اگر حکم ہو تو بزرگوں کی زیارت کروں حسن نے کہا کیجئے، پس پائنتی مزارات کے جاکر باآواز بلند کہا کہ میں گوشۂ خلوت تمہاری سے باختیار خود نہیں جاتا ہوں، اور اہل خانہ بے خرچ ہیں، میں اُن کے واسطے کچھ نہیں چھوڑے جاتا ہوں، یہ کہہ کر مقبرہ سے باہر آئے، اسی وقت غیب سے ایک شخص ظاہر ہوا، اور ایک ہمیانی روپیہ سے پُر پیش کش کی اور کہا کہ تمہارے وابستگان کے خرچ کے واسطے ہے، شیخ نے فرمایا کہ اس کو میرے گھر پہنچا کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے، بعدہٗ لشکر سلطان میں آئے، حسن نے سلطان سے کہا کہ شیخ موجود ہیں، سلطان نے ازراہِ غرور شیخ کو اپنے روبرو طلب نہ کیا۔ بدستور دورہ کرتا ہوا بہت روز بعد دہلی میں آیا، حضرت بھی ہمراہ لشکر رہے، جب دہلی میں مطمئن ہوا شیخ کو اپنے روبرو طلب کیا، جب خبر ہوئی کہ شیخ آتے ہیں اٹھا اور کمان اپنے ہاتھ میں لے کر تیر اندازی میں مشغول ہوا کہ شیخ بھی آئے دیکھتے ہی شیخ کے ہیبت الٰہی چھا گئی، اُٹھ کر تعظیم کی اور مصافحہ کیا، شیخ نے دست سلطان خوب محکم پکڑا، مگر تصرفات روح پاک اور خواجگانِ چشت اور مہربانی پیر روشن ضمیر حضرت سلطان الاولیاء سے وہ جبار قتال بادشاہ کہ جس نے بہت سے مشائخوں کو تہ تیغ بیدریغ کیا تھا، معتقد ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ کے شہر میں پہنچا، آپ نے مہربانی نہ فرمائی، آپ نے فرمایا کہ فقیر گوشہ اپنے میں دعائے جملہ مسلمانان میں مشغول رہتا ہے معاف فرمائیں اور ایسی باتیں فرمائیں کہ سلطان بہت خوش ہوا، اور کہا کہ جو آپ کا مقصود ہو پورا کروں اور جو خدمت میرے لائق ہو اس کو بجالاؤں، شیخ نے فرمایا کہ مطلب یہی ہے کہ یہاں سے رخصت ہو کر اپنے گوشہ میں جاؤں، سلطان نے شیخ کو رخصت کیا، اور ایک لاکھ روپیہ ہمدست شیخ فیروز شاہ ضیاء الدین پیش کش کیا، جب شیخ نے وہ روپیہ دیکھا فرمایا کہ نعوذ باللہ فقیر کو ایک لاکھ روپیہ سے کیا سروکار، واپس سلطان کے پاس لے جاؤ، جب وہ واپس لے گئے اور عرض کیا کہ اتنا لینا نہیں چاہتے اس میں سے نصف بادشاہ نے رکھ لیا، اور نصف شیخ کی خدمت میں ارسال کیا، آپ نے اس کے لینے سے بھی انکار کیا، پھر سلطان سے عرض کیا گیا، آخر ہزار صد و جہد ایک ہزار قبول فرماکر آستانہ حضرت خواجہ

قطب الدین بختیار کاکی و حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کے بھیج کر براہِ خدا تقسیم کرادیا، اور خود روانہ طرف ہانسی کے ہوئے۔ بعد چند روز کے ۷۶۰ھ میں انتقال فرمایا، مزار ہانسی میں ہے اور اسی طرح ان کے فرزند شیخ نورالدین کو سلطان محمد تغلق نے اپنے روبرو طلب کیا، اس وقت یہ خوردسال تھے، ہیبت سلطانی ان کے دل پر چھاگئی، اُسی وقت ان کو معلوم ہوا کہ والد فرماتے ہیں، بابا نورالدین العظمۃ والکبریاء للّٰہ یہ لفظ آپ کے کان میں پہنچتے ہی وہ ہیبت دور ہوئی اور دلیری سے گفتگو کی، مزار ان کا مقبرہ آبائی میں ہے۔

ذکر حضرت مولانا علی شاہ جاندار قدس سرہٗ

مُرید سلطان الاولیاء کے تھے یہ وقت عیادت کے بھی حضرت کے پاس جاتے تھے، بلکہ مصاحب اور یار ہمدم تھے، خلاصۃ الطائف ان کی تصنیفات سے ہے، مزار یارانِ چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت خواجہ تقی الدین نوح

خواہرزادہ حضرت کے تھے، اور حافظ قرآن بھی تھے، جب حضرت نے ان کو خرقہ خلافت عطا کیا تھا، یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو آدے اس کو جمع نہ کرنا، اگر کچھ نہ ہو تو فکر اور رنج نہ کرنا کہ خدا تجھ کو دے گا، کسی کی بدی نہ کرنا، جفا کے بدلے عطا کرنا، قرض نہ لینا، درویشوں کی عزت کرنا، اگر ایسا کرے گا بادشاہ تیرے در آدیں گے، حضرت نے حینِ حیات پیر روشن ضمیر مین عالم شباب میں قضا کی۔

ذکر حضرت خواجہ علاؤالدین بن شیخ بدرالدین سلیمان قدس سرہٗ

کہ سولہ برس کی عمر میں سجادہ نشین باباصاحب کے ہوئے، نہایت بزرگ گذرے ہیں، امیر خسرو نے ان کی شان میں لکھا ہے ؎

علائی دنیا و دیں شیخ و شیخ زادہ عصر　　کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید

وفات حضرت کی ۷۳۴ھ میں ہوئی بعدہٗ ملک غازی نے جو آپ کا مُرید تھا، اپنے عہد سلطنت میں گنبد عالی تیار کرادیا۔

ذکر حضرت قاضی ضیاء الدین نخشی قدس سرہٗ

خلیفہ بابا صاحب کے تھے، آپ کو خلق سے نفور تھا، بمقام بدایوں گوشہ عافیت میں بسر فرماتے تھے، اور سلک السلوک، عشرہ مبشرہ و جزئیات و کلیات و شرح دعائے سریانی و طوطی نامہ وغیرہ آپ کی تالیفات سے موجود ہیں، وفات حضرت کی ۷۵۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد صاحب قدس سرہٗ

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، اور اپنے کو لباس اغنیاء و صورت ملوک میں پوشیدہ رکھتے تھے، بادشاہوں سے ہم صحبت رہتے تھے، جب یہ مانک پور میں پہنچے تو قاضی شہر معہ اپنے پسر کے شیخ کی ملاقات کو چلا، راستہ میں یہ خطرہ گزرا کہ اگر شیخ نے ہم کو مصری دی تو بیشک یہ صاحب کرامت ہیں، جب وہ روبرو آئے آپ نے اپنے مرید مولانا جلال الدین سے فرمایا کہ مدعی برائے امتحان آتے ہیں، تھوڑی مصری لاتا کہ وہ محروم نہ رہیں، حاضر ہو کر دیکھا تو مصری شیخ کے روبرو موجود تھی، قاضی نے آپ کی دعوت دی، آپ نے فرمایا کہ چالیس برس ہوئے کہ قاضیوں کے گھر کا کھانا نہیں کھایا، یہ سن کر قاضی رنجیدہ ہوئے، آپ نے فرمایا کہ تمہارا لڑکا اگر اپنی ملک سے کھانا تیار کرائے گا، تو کھانا کھاؤں گا۔

ذکر حضرت شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتی قدس اللہ سرہٗ العزیز

کہ اولیائے نامدار و مشائخ صاحب اسرار چشت و اہل بہشت سے تھے، نسب آپ کا چند واسطوں سے حضرت امام اعظم سے منتہی ہوتا ہے، یعنی حضرت قلندر صاحب بن مولانا فخر الدین زبیر بن سالار حسن سالار، عزیز بن ابا بکر غازی بن فارس بن عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم بن محمد بن دانک بن امام نعمان ابو حنیفہ کوفی بن ثابت بن نعمان لکھا ہے، اگر

حضرت کے والد پانی پت میں تشریف لائے، اور آپ پانی پت میں بطن بی بی فاطمہ سے تولد ہوئے کہ جن کا مزار پانی پت میں ہے، اور شیخ جمال ہانسوی اور قلندر صاحب خالہ زاد بھائی تھے، اوائل عمر میں تحصیل علوم ظاہری کی، اور بارہ برس مسجد قوت الاسلام میں وعظ فرماتے رہے، ایک روز عین وقت وعظ کے کہ آپ منبر پر بیٹھے خلق اللہ کو حکم الٰہی سے آگاہی فرما رہے تھے۔ ایک فقیر درِ مسجد پر آیا اور بآواز بلند کہا کہ شرف الدین جس کام کے واسطے پیدا ہوا ہے اس کو بھول گیا۔ کب تک اس قیل وقال میں رہے گا یہ کہہ کر وہ تو چل دیا۔ اور آپ کے دِل میں جذبہ محبت الٰہی پیدا ہوا، اور رہبر کی تلاش ہوئی۔ آخر حضرت شیخ شہاب الدین عاشقِ خدا کے مرید ہوئے، وہ خلیفہ شیخ امام الدین ابدال کے وہ خلیفہ حضرت شیخ بدرالدین غزنوی کے وہ خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین کے مگر حضرت شیخ امام الدین ابدال کو خرقہ خلافت حضرت خواجہ نے مرحمت فرمایا تھا، اور ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ قلندر صاحب کو حضرت سلطان المشائخ سے بیعت تھی۔ الغرض حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر بعد ارادت کے ریاضت اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے، یہاں تک کہ کل کتب دریا میں ڈال کر بارہ برس حضرت کی گمٹی کے نیچے دریا میں کھڑے رہے، کہ مچھلیاں تمام گوشت پنڈلیوں کا کھا گئی تھیں، اسی حالت میں خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جب برس بارہ ہو گئے غیب سے آواز ہوئی کہ شرف الدین تیری عبادت ہم نے قبول کی مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی کہ پروردگار تو عالم الغیب ہے مجھ کو سوائے تیرے کچھ درکار نہیں۔ اسی جگہ کھڑا تیری محبت میں جان دے دوں گا پھر آواز آئی کہ پانی سے نکل۔ تجھ سے بہت کچھ کام لینے ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ تو اپنے ہاتھ سے نکال، میں بارادۂ خود دریا ئے محبت سے قدم باہر نہیں رکھوں گا۔ یہ عرض کر کے آپ کو استغراق ہو گیا۔ اسی وقت دیکھا کہ ایک بزرگ نے گود میں اٹھا کر کنارہ پر پھینک دیا۔ آپ نے آنکھ کھول کر کہا اے شخص یہ تو نے کیا کیا میری اتنے دنوں کی محنت گئی، ورنہ تھوڑی دیر میں میں اپنی مراد کو پہنچ جاتا، ان بزرگوار نے ارشاد کیا کہ میں علی ہوں تو نہیں جانتا کہ مجھ کو یداللہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی مشکر

پروردگار عالم بجا لائے اور حضرت کی قدم بوسی کی، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چند نکات وحدت تعلیم فرما کر غائب اور ناپید ہوئے، آپ اسی وقت سے مست الست ہو گئے، اور تمام علوم دین و دنیا روشن ہو گئے، اس روز سے شرف الدین بو علی شاہ قلندر سے مخاطب ہوئے آپ کی تصنیفات بھی بہت ہیں۔ اور مکتوبات کہ جو بنام اختیار الدین مرید کے تحریر فرماتے ہیں۔ نہایت متبرک ہیں۔ عجیب کلام ہے، فضائل اور خوارق حضرت کے اگر تحریر ہوں تو بہت بڑی کتاب ہو۔ اس مختصر میں اتنی بڑی گنجائش کہاں اگر نقول تبرکاً تحریر ہوتے ہیں۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین پانی پتی کو تمام نعمت ہائے دینی و دنیوی اپنے پیر شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی سے پہنچی۔ مگر طریقہ باطنی خاص توجہ شاہ شرف الدین بو علی شاہ قلندر میسر ہوا۔ چنانچہ خاندان شیخ جلال الدین میں جس کسی کے یہاں کچھ شادی ہوتی ہے، پہلے قلندر صاحب کی نیاز ہوتی ہے، اور نذر حضرت کی یہ ہے کہ یخنی اور دہی اور نان گندم با احتیاط پکا کر حضرت کی نذر کر کے تقسیم کریں، جو حاجت ہو بحکم خداوندی بر آوے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حالت جذب اور مستی میں لبیں آپ کی بڑھ گئی تھیں کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ مزاحم ہو۔ آخر مولانا ضیاء الدین سنامی نے جوش شریعت سے ایک ہاتھ میں مقراض لے کر ایک ہاتھ سے داڑھی پکڑ کر مونچھوں کو کترا، بعدہٗ حضرت قلندر صاحب نے اپنی ریش مبارک کو چوما اور کہا کہ کیا مبارک ریش ہے کہ جو راہ شریعت محمدی میں پکڑی گئی۔ اور مبارک خاں آپ کے محبوب مرید تھے، جس کسی کو کچھ حاجت ہوتی وہ مبارک خاں سے کہتا، وہ حضرت سے عرض کر کے اس کی کاربراری کرا دیتے۔ علاوہ ان کے اختیار الدین کے بہت سے مرید تھے، اور بادشاہان وقت آستانہ بوسی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار سلطان علاؤ الدین نے چاہا کہ کچھ نذر خدمت قلندر صاحب میں ارسال کرے۔ امراء سے صلاح کی کہ کون لے کر جاوے، کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کلام کرے۔ آخر سب کی یہ رائے ہوئی کہ خواجہ امیر خسرو کو روانہ کیا جائے، یہ رائے جب قرار پائی تو سلطان نے امیر خسرو کو خدمت حضرت سلطان المشائخ بھیجا، ان نے پہنچ کر حضرت سلطان کا شوق [illegible] پہلے تو حضرت

نے تامل فرمایا، بعدہٗ امیر صاحب کو اجازت دی، اور فرمایا کہ دیکھو جو کچھ قلندر عاشق اللہ فرماویں اس کو تسلیم کرنا معترض نہ ہونا۔ پس حضرت امیر صاحب نے نذر سلطان ہمراہ لے کر دہلی سے چل کر بعد تین روز کے پانی پت میں داخل ہو کر خادمان شیخ شرف الدین سے کہا کہ میرا آنا بیان کر دو کہ خسرو کو مولانا نظام الدین نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، اجازت دیجیے، خدام نے عرض کیا، فرمایا آنے دو، جب خسرو نزدیک پہنچے سلام علیک کی، آپ نے کچھ لفظ ہندی فرمایا کہ جس کا ترجمہ گانے والا ہے۔ یہ سن کر امیر صاحب نے سلام کیا اور کہا کہ یہ آپ کی عنایت ہے جو میری طرف خطاب ہو ورنہ میں ایک ناچیز ہوں، آپ نے فرمایا کہ ؏ از ہیرے ہائے خود چیزے بگو

یعنی اپنی تصنیف سے کچھ کہہ۔ امیر صاحب نے غزل پڑھی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

غزل خسرو

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چوں فراق یار نیست ‍ ‍ ‍ ‍ گر اُمیدِ وصل باشد ہمچناں دشوار نیست
چند گوئیدم برو زنار بند اے بت پرست ‍ ‍ ‍ ‍ بر تنِ خسرو کدامی رگ کہ آں زنار نیست

یہ سُن کر قلندر صاحب خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوش رہے گا اور خوش جائے گا۔ پھر چند شعر آپ نے پڑھے ؎

دیم خسرواں بر نعل اشتر است ‍ ‍ ‍ ‍ خسرو کے کر حلقۂ تحریر بر سر است
عقل کل است علم لدنی بعارفاں ‍ ‍ ‍ ‍ ایں عقل و علم جسمے و رسمے مختصر است

یہ سُن کر امیر صاحب کو رقت ہوئی، قلندر صاحب نے فرمایا کہ تو کچھ سمجھا بھی، خسرو صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو رونا اس قدر آیا کہ میں کچھ نہیں سمجھا، یہ سُن کر قلندر صاحب خوش ہوئے، اور بادشاہ کی نذر بھی قبول کی اور فرمایا کہ اگر مولانا نظام الدین کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا اور خدام کو حکم دیا کہ خسرو کو خانقاہ میں اکرام سے رکھو، غرض ٹھہر کر تین دن امیر صاحب نے رخصت طلب کی، آپ نے رخصت دی، اور ایک خط برائے

حضرت سلطان المشائخ اور دیہ اسلطان کے واسطے بدیں مضمون کہ علاؤ الدین فوطہ دار دہلی مقرر داند کہ با بندگان خدائے تعالیٰ نیکو کند۔ پس جب امیر صاحب واپس آئے آپ نے شیخ کا خط ان کو دیا، اور سلطان کا خط سلطان کو دیا، یہ عبارت دیکھ کر امرا نے عرض کی کہ بادشاہ خلیفۃ اللہ کو ایسا لکھنا ترک ادب ہے۔ سلطان نے کہا غنیمت ہے کہ جو اس ذرہ بے قدر کو فوطہ دار لکھا ہے، ایک بار توشحنہ دہلی تحریر فرمایا تھا، اب فوطہ دار جو فرمایا اُس کا میں بہت شکر کرتا ہوں۔ وفات حضرت کی ۱۲ ار رمضان ۷۲۴ھ میں بمقام بوڑہ کھیڑا ہوئی، اور کرنال میں مدفون ہوئے، جب یہ خبر پانی پت میں پہنچی، اہل پانی پت آپ کے برادر زادہ کو لے کر ہمراہ کرنال آئے، اور بہزار جدو جہد نعش مبارک کو پانی پت میں لاکر دفن کیا، مگر فیض اس ذات بابرکات کا کیا پانی پت کیا کرنال کیا بوڑہ کھیڑا کیا، جا گوئی جس جگہ حضرت نے چند روز قیام فرمایا۔ سجدہ گاہ جہاں جہانیان ہے۔ اس محل پر کسی عارف کا کلام خوب موزوں ہے ؎

برزمینے کہ نشان کف پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

ذکر حضرت مولانا ناصح الدین قدس سرہٗ

پسر قاضی حمید الدین کہ ان کے حق میں حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ نہایت بزرگ تھے۔

ذکر حضرت شاہ خضر قدس سرہٗ

کہ مشرب قلندری رکھتے تھے، پہلے ولایت روم سے آئے تھے۔ خوارق اور کرامات بہت سی آپ سے ظاہر ہوئیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا، اور واپس روم کو رخصت فرمایا۔ تھوڑے دنوں بعد آپ جونپور میں تشریف لائے اور سرہر پور میں شاہ قطب کو مرید کر کے خرقہ خلافت عطا کیا اور خود روم کو تشریف لے گئے، سلسلہ حضرت کا قلندریہ چشتیہ جاری ہے، یعنی شاہ خضر نے شاہ قطب کو مرید کیا اُن سے شیخ عبد السلام ہوئے۔

ذکر حضرت قدوہ عارفان زبدہ کاملان حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہٗ

کر اصحاب اعظم و احباب اکرام و اکبر خلفائے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ عابد عظیم زاہد کریم کہ حالات عالیہ و مکاشفات جلیلہ رکھتے تھے۔ ولایت دہلی میں بعد رحلت حضرت سلطان المشائخ بنام حضرت قرار پائی۔ طریقہ آپ کا صبر و شکر فکر و فاقہ رضا و تسلیم تھا، اور آپ کے والد کا نام سید یحییٰ تھا۔ اور آپ کے دادا کا نام سید عبد اللطیف تھا۔ آپ سید حسنی تھے۔ سید عبد اللطیف وارد ہندوستان ہو کر لاہور میں قیام پذیر ہوئے اور آپ کے والد سید یحییٰ لاہور میں پیدا ہوئے۔ بعد اس کے اودھ آکر قیام کیا۔ چونکہ صحیح النسب سادات سے تھے، تمام شہر با عظمت پیش آتا تھا حضرت کی پیدائش اودھ میں ہوئی، جب عمر حضرت کی نو برس کی ہوئی، آپ کے والد نے قضا کی اور آپ کی والدہ شریفہ کہ وہ بھی سید زادی تھیں، آپ کی تربیت اور تحصیل علم میں بہت کوشش فرماتی تھیں۔ چنانچہ پہلے مولانا عبد الکریم شیروانی کے زیر تعلیم رہے، ان کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم ظاہری حاصل کئے، مگر عام طفلی سے آثار ترک و تجرید اور نفس کشی کے پیشانی حضرت سے ہویدا تھے۔ ہمیشہ صائم رہتے تھے کبھی نماز با جماعت فوت نہیں ہوئی۔ اکثر لوگ سنبھالو سے روزہ افطار کرتے تھے، سات برس ایک درویش کامل کے ساتھ نماز جماعت سے ادا کی، بعدہٗ ریاضت اور مجاہدہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب چالیس برس کا سن ہوا، دہلی میں تشریف لائے اور زیارت اور خدمت حضرت سلطان المشائخ سے مشرف ہوئے اور خدمات شائستہ بجا لا کر بخطاب محمود گنج شرف مخاطب ہوئے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ شب و روز کمر بستہ خدمت پیر مرشد میں حاضر رہتے تھے، حضرت سلطان المشائخ اس وقت کیلو کھڑی تشریف فرما تھے۔ کنارہ دریا کے بالاخانہ تھا اس میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اس جگہ

سوائے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے دوسرا نہ جا سکتا تھا۔ یہ بھی اسی بالاخانہ میں مشغول رہتے تھے۔ ایک بار چند درویش خاندان شیخ بہاؤ الدین سے آکر شب باش ہوئے صبح ایک درویش ان سے دریا پر غسل کر نے لگا، کوئی اچکا آیا اور اس درویش کے کپڑے اچک لے گیا۔ وہ بیچارہ غل مچاتا آیا، حضرت اس جگہ آئے اور اپنے کپڑے اس کو دے کر فرمایا کہ غل نہ مچا یہ لے جا۔ اس میں مقصد کیا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ پیر کی مشغولی میں اس کے غل سے فرق آوے حضرت سلطان جی نے یہ معاملہ حضرت کا نور باطن سے معلوم فرما کر بعد نماز چاشت آپ کو بلا کر نہایت مہربانی سے اپنی پوشاک خاص سے ان کو پوشاک عطا کی۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کبھی کبھی حسب اجازت پیر و مرشد واسطے زیارت اپنی ہمشیرہ کلاں کے اودھ کو جایا کرتے تھے بعد ملازمت ان کے پھر شیخ کی خدمت میں آجاتے تھے۔ اور آپ کے ہمشیرہ زادہ تھے۔ مولانا زین الدین علی اور کمال الدین حامد کہ جن کا ذکر بعد میں ہو گا۔ ایک روز حضرت مخدوم نصیر الدین نے امیر خسرو قدس سرہٗ سے کہا کہ تم سفارش کرو کہ جب میں اودھ میں ہوتا ہوں، بسبب مزاحمت خلق مشغول نہیں رہ سکتا۔ اگر شیخ کا فرمان ہو تو جنگل میں رہ کر عبادت میں مشغول رہا کروں۔ امیر صاحب یہ سن کر وقت معینہ پر بعد نماز عشاء، جب خدمت حضرت سلطان المشائخ میں واسطے عرض و معروض کے حاضر ہوئے، جو انہوں نے کہا تھا عرض کیا تھا، اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ تجھے درمیان خلق رہنا چاہیئے، ان کے جور و جفا اٹھانے ہوں گے، مکافات کے بدلے میں عطا کرنی ہوگی۔ آخر حضرت نصیر الدین کو حجرہ شریف میں طلب فرما کر ارشاد کیا کہ تیرے دل میں کیا ہے جنگل میں رہنے سے تیرا مقصود کیا ہے۔ باپ تیرا کیا کام کرتا تھا۔ آپ نے عرض کیا کہ مقصود میرا اللہ عامر یلہ حیات خواجہ ہے اور کفش برداری درویشوں کی۔ والد میرے روئی کی سوداگری کرتے تھے۔ بعد اس کے حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ میں خدمت بابا صاحب میں حاضر تھا۔ بمقام اجودھن ایک میرا دوست اور ہم سبق آگیا۔ میرے رنگین کپڑے وہ بھی شکستہ دیکھ کر کہنے لگا کہ تمہارا کیا حال ہو گیا۔

اگر اس شہر میں معلمی کرتے تو اسباب معیشت سے انفراغ رہتا۔ میں نے یہ سُن کر کچھ جواب نہ دیا۔ جب خدمت باباصاحب میں گیا۔ مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ نظام الدین اگر کوئی تیرا یار آکر کہے کہ کیا تو نے اپنا حال کر رکھا ہے۔ معلمی ہی کر جو فراغت حاصل ہو تو جواب کیا دے گا، میں نے عرض کیا جو حکم عالی ہو، فرمایا کہ ؎

نہ ہمرہی تو مرا تو یش گیر د برد ترا سعادت باد امر انگو نساری!

بعدہٗ فرمایا کہ خوان کھانے کا لا، جب میں روبرو لایا، ارشاد فرمایا کہ اس کو سر پر رکھ کر جہاں تیرا یار ٹھہرا ہوا ہے جا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب اس دوست کے روبرو لے گیا اس نے کہا مبارک باد تجھ کو یہ صحبت، حضرت شیخ نصیر الدین فرماتے ہیں کہ اس طرح بندہ کو تلقین فرمایا، بعدہٗ ریاضت اور مجاہدہ فرمایا، کبھی مجھ کو دس روز گزر جاتے تھے جب بُرا حال ہوتا۔ تُرشی کھاتا۔ نقل ہے کہ ایک روز بعد ان کے کسی پیر بھائی کے گھر میں مجلس تھی، اور آپ بھی اسی مجلس میں موجود تھے کہ باجے کے ساتھ سماع شروع ہوا، آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے، یاروں نے کہا بیٹھو، آپ نے فرمایا میں نہ ٹھہروں گا۔ یہ امر خلافِ سنّت ہے، پھر لوگوں نے کہا کہ سماع سے منکر ہو، مشرب پیروں سے پھر گئے، آپ نے فرمایا حجت نہیں ہوتی، دلیل کتاب وحدیث سے چاہیئے آخر بعض نے کہا کہ حضرت سلطان جی سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ ان کا اتقا بڑھا ہوا ہے۔ سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس سماع میں مزامیر نہیں ہوتا تھا، اگر کوئی ذکر بھی کرتا کہ فلاں صاحب کے یہاں سماع مزامیر کے ساتھ ہوا تو آپ منع فرماتے، نقل ہے کہ شیخ برہان الدین غریب کہ حضرت مخدوم صاحب کے ہم جلیس تھے۔ ان کے پاس سے وہ کلاہ نمدی کہ جو عطیہ شیخ تھی گم ہوگئی، یہ بہت غمگین ہوئے، ان کی تشویش دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ مولانا اس سے عمدہ تحفہ عطیہ آج تم کو بخشش ہوگا، اور کلاہ گم کردہ بھی ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت پیر روشن ضمیر نے مولانا کو مصلّےٰ مرحمت کیا اور گٹھڑی میں سے کلاہ پائی گئی، لکھا ہے کہ آپ کے یہاں سماع میں مزامیر نہ ہوتا ہوتا تھا۔ ایک روز اس

بیت پر حالت ہوئی۔ بیت

نظر از دیدہ ما ناقص فتاد است وگرنہ یار ما از کس نہاں نیست

ایک بار کوئی آپ کی پوشاک چرا لے گیا۔ آپ نے دم نہ مارا، بوصیت مرشد پابند رہے یہاں تک کہ ایک روز بعد نماز ظہر حضرت حجرہ میں مشغول تھے، شیخ زین الدین کہ مرید اور بھانجے تھے وہ بھی یہیں کہیں گئے تھے، آپ تن تنہا مراقبہ میں سر جھکائے ہوئے تھے، تراب نام ایک قلندر بے باک کہ بہت برسوں سے آپ کا دشمن تھا، خالی موقع پاکر حجرہ میں گھس آیا، اور گیارہ زخم چھُرے سے جسم مبارک پر لگائے، سمجھا کہ میں کام پورا کر چکا اور وہاں سے بھاگا، مریدوں نے دیکھ کر اسے گرفتار کیا، اور روبرو حضرت کے لائے، چاہا کہ اُس کو زدوکوب کریں، آپ نے فرمایا کہ کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے، شیخ صدرالدین حکیم اور شیخ زین الدین کو قسم دی کہ ہرگز اس کی ایذا کا ارادہ نہ کرنا اور اس قلندر کو نزدیک طلب فرماکر بہت کچھ دے کر رخصت فرمایا اور یاروں سے کہا کہ اگر اس کو ایذا دی جاتی تو خلاف وصیت شیخ ہوتا کیا عجب ہے اس کا ہاتھ بھی دُکھا ہو، بعد اس ارادت کے تین برس اور بقید حیات رہے، سیرالاصفیا سے نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق کہ بہ بہکانے عمر سمرقندی و علی قندھاری کے جو دشمن مشائخ تھے، ناخوش ہو رہا تھا کہ کسی حیلہ سے شیخ کو ایذا پہنچا دے، ایک روز بادشاہ نے دعوت کے حیلہ شیخ کو بلایا اور کھانا ظروف ہائے نقرئی اور طلائی میں روبرو رکھا، اُن کا مدعا یہ تھا کہ اگر شیخ نے ان برتنوں میں کھایا تو بحیلہ شرعی پکڑلیں گے، اگر ان نے نہ کھایا تو توہین سلطان میں دیکھیں گے، غرض آج نہ چھوڑیں گے۔ حضرت شیخ نے نور باطن سے دریافت فرماکر تھوڑا کھانا ہاتھ پر لے کر پہلے زبان پر رکھا، پھر اُس کو نوش کیا، حاسد مجبوراً اور شرمندہ ہو کر رہ گئے، بعدہ سلطان نے دو توڑے زر سرخ اور دو تھان پارچہ شیخ کو پیش کئے آپ نے اُن کی طرف التفات نہ فرمایا اور کھڑے ہو گئے، اسی اثناء میں خواجہ نظام الدین وزیر بادشاہ نے دیکھا یہ خواجہ بادشاہ کا عزیز اور حضرت سلطان المشائخ کا مرید صادق تھا، اُس نے اُٹھ کر تھان اور دونوں توڑے اُٹھا کر خدام شیخ کے حوالہ کئے اور کفش

حضرت کی اپنے رومال سے جھاڑ کر روبرو رکھی اور تا دروازہ ہمراہ آیا، جب وہ واپس نزدیک سلطان کے آیا، سلطان نے دست بقبضہ ہو کر خفگی سے کہا کہ تم نے عطیہ سلطانی کیوں ہاتھ سے اُٹھایا، کیوں پاپوش جھاڑیں اور کیوں اُن کے آگے رکھیں، خواجہ نظام الدین نے جواب دیا کہ میرا فخر ہے کہ ان کی جوتی کو اپنا تاج سر بناؤں کہ میں غلام نظام الدین اولیاء کا ہوں، اگر میرے قتل کا ارادہ ہے تو میری جان ناتوان ان کی خاک پا پر فدا ہے، یہ سُن کر سلطان کو تو بہت غصہ آیا مگر بوجہ توجہ حضرت کے کچھ نہ کر سکا، صاحب جوامع الکلم راوی ہیں کہ حضرت شیخ نصیرالدین کو خانقاہ میں اس بیت پر وجد ہوا ہے۔

جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی   قلم بر بیدلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی

مولانا مغیث شاعر نے ایک رسالہ لکھا، اور اس مجلس کی تمام کیفیت لکھی اور لکھا کہ شیخ کو اس بیت پر حالت وجد ہوئی کہ جس میں خداوند تعالیٰ کی نسبت جور و جفا سے اشارہ کرتے ہیں، اس میں کفر لازم آتا ہے، اس میں چند کلمات ایسے ہی جمع کر کے مولانا معین الدین عراقی کے پاس بھیجدیئے، اُنھوں نے دیکھ کر حضرت کی خدمت میں ارسال کی، آپ نے مولانا عراقی کو طلب فرمایا، وہ کتاب اُن کو واپس دے کر دستارِ خلافت عطا کی، دوسرے روز پھر سماع تھا، حضرت کو اس رباعی پر اضطراب ہوا۔ رباعی

با طبل مغانہ دوش بیباک زدیم   عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر یکے بغچۂ مے خوارہ   صد یار کلاہ توبہ بر خاک زدیم

بعد اضطراب بسیار کے بالائے بام تشریف لاکر بیٹھے اور مولانا مغیث کو طلب کیا، جب وہ روبرو آئے فرمایا کہ مولانا لکھو کہ اس جگہ کیا جہل ہے، اور فرمایا کہ باہر کر دو، دو چار روز کے بعد مولانا مغیث نے انتقال کیا، اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں کس لائق ہوں کہ شیخی کروں، آج

مسلمانا مسلمانا مسلمانی مسلمانی   ازین آئین پئے دنیا پشیمانی پشیمانی

فرمایا کہ ایمان کا غم کھانا چاہیئے درپے کرامت نہ ہونا چاہیئے، حیران ہوں کہ خلق بے مشاہدہ کیونکر جیتی ہے۔ حضرت سید محمد گیسودراز سے نقل ہے کہ خواجہ نے فرمایا کہ

میں کودک تھا، ایک مسجد میں قرآن پڑھتا تھا، اس مسجد میں درخت آزاد تھا، ایک کوا آکر اس پر بیٹھا، جو کچھ اس نے باآواز بلند کہا میں نے اس کو سمجھا۔ خیر المجالس سے نقل ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہوکر حضرت سے سوال کیا کہ حال فقیروں کا کہاں ہے اور کیوں ہے، فرمایا کہ حال نتیجہ صحبت اعمال۔ ہے اور عمل دو طرح پر ہے۔ عمل جوارح معلوم ہے، عمل قلب کہ اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ بعدہٗ فرمایا کہ اوّل انوار عالم علوی سے نازل ہوتی ہیں، اور ارواح کے بعد اس کے اس کا اثر ہوتا ہے قلب پر، بعدہٗ جوارح پر جوارح متابع قلب ہیں، جو قلب متحرک پر ہوتا ہے جوارح بھی حرکت میں آتے ہیں، پھر اس عزیز نے سوال کیا کہ عوارف صاحب حال کو متوسط کہا ہے اور وہ روایت سے نقل کی کہ المبتدی صاحب وقت المتوسط صاحب حال والمنتہیٰ صاحب الانفاس دوسروں کو اس بات میں مشکل ہوئی، حضرت نے اس سائل کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم اس بارہ اس وقت کیا سُننا چاہتے ہو، تم نے عوارف پڑھی ہے، اس نے کچھ جواب نہ دیا، خواجہ نے فرمایا کہ المبتدی صاحب وقت اور صاحب وقت کیا ہے، یعنی وہ صوفی کہ وقتِ خویش کو غنیمت رکھے کہ سوائے اس کے دوسرا وقت پاؤں گا یا نہ پاؤں گا۔ پس جو یہ جانتا ہے اپنے وقت کو غنیمت رکھتا ہے، اور اس کو تلاوتِ قرآن اور نماز میں بسر کرتا ہے، جب سالک حفظ اوقات پر مستقیم ہوا، اور اپنی اوقات کو معمور رکھا، استقامت پائی اور اُمید ہوئی کہ صاحب حال ہوا، اور مواہب نتیجہ مکاسب ہے اور وہ حال اثر انوار کا ہے، باقی جیسے کہ پہلے بیان ہوا، بعدہٗ فرمایا کہ منتہیٰ صاحبِ انفاس ہے مگر ارباب طریقت نے اور طرح بیان کیا۔ یعنی جو کچھ اس کے منہ سے نکلے خداوند تعالیٰ اسی طرح کرے، پھر فرمایا کہ یہ متعلق اصلاح کے ہے کہ پھر اس نے سوال کیا کہ خلق اللہ آدم علی صورتہ کیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ درست ہے، کس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جس قد و قامت، صورت و ہیبت کے ساتھ پیدا کیا وہ اسی شکل پر رہے کچھ تغیر نہ ہوا۔ بخلاف صورت آدمیوں کے کیونکہ پہلے آدمی بچہ بعدہٗ جوان پھر بوڑھا ہوتا ہے۔ اور آدم اور پر ایک صورت کے رہے کچھ تغیر و تبدل نہ ہوا

یہ مراد نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ شکل و صورت سے پاک ہے اور وفات حضرت کی ۱۷ ریا ۱۸ رمضان شب جمعہ ۷۵۷ھ میں ہوئی، مزار قریب شاہجہان آباد درگاہ چراغ دہلی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ کاتب الحروف کے والد کا بھی آستانہ فیض نشانہ حضرت میں مزار حضرت شیخ کمال الدین علامہ سے جانب شرق سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ ان کو حضرت سے بہت عقیدت تھی۔ اس وجہ سے وہاں مدفون ہوئے، اور مولانا مظہر کرمانی نے یہ مرثیہ لکھا تھا۔

مرثیہ

زدار محنت ایں نہ سپہر زنگاری　کدام دل کہ نہ خون گشت از جگر خواری
کجا بجام طرب مجلسے بنا کردند　کہ سپہر بنار یدسنگ قہاری
وفاز عالم فانی مجو کہ مشہور اند　فلک بخیرہ کشی اختراں بغداری
خزینہ الیست سپہر از نفوس انسانی　دفینہ الیست زمیں از تباں فرخاری
قواے عزیز کہ در ملک مغروری　مباش ایمن اگر عاقلی و ہوشیاری
چہ دانی آنکہ درا وراق کار خاغیب　قضا چہ نقش برآرد ز کلک جباری
زمانہ صلح کند بادل تو یا خصمی　فلک بدشمنی آید بہ پیش با یاری!
چو وقت آں برسد ہیچ کس نگیرد دست　نہ ملک تے ملکی نے سپہ سالاری
بقا بقا خدا الیست و ملک ملک خدائے　کہ نیست قائم و دائم کسے بجز باری
زدست چرخ ندانم کجا کنم فریاد　کہ برگذشت بما جور روز بسیاری
جہاں بہ ماتم خواجہ نصیر الدین محمود　ہزار گونہ فغاں کرد نوحہ و زاری
بقیۂ سلف و یادگار اہل کرم　کہ گرد ختم خلافت بہ ملک دینداری
مہیمنا ملک منعما خداوندا　بحق نعمت قرآن و دولت قاری
برحمت تو کہ عام است در جہان باقی　بعزت تو خاص است در جہانداری
کہ روح اعظم آں شیخ پیشوائے کرم　کہ مقتدائے جہاں بودہ است زاختیاری

ندیم قربت خود کن غریق رحمت خویش — مجاور رسل و انبیاز مختاری
بساط صحن دہ از حلہا فردوسی — خلافت قبر کن از پردہ ہائے غفاری

اور خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ اوّل حضرت شیخ کمال الدین علامہ، میر سید محمود گیسو دراز دہلوی، میر سید محمد ابن جعفر مکی، ملک زادہ احمد، مولانا معین الدین عمرانی، میر سید علاؤالدین برادر زادہ، مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت، شیخ یوسف صاحب تحفۃ النصائح محمد وحید الدین ادیب، سید جلال الدین کشوری، قاضی محمد سادی فاضل، شیخ سلیمان ردد ھی، شیخ محمد متوکل کشوری، شیخ دانیال، شیخ قوام الدین، قاضی عبدالمقتدر، مولانا خواجگی، مولانا احمد تھانیسری، شیخ زین الدین ہمشیرزادہ حضرت شیخ صدر الدین، حکیم شیخ سعداللہ کیسہ دراز۔

نقل ہے کہ جس زمانہ میں جواہر سنگھ جاٹ نے دہلی لوٹا اور اس کے اطراف میں قریہ اور موضع تھے سب کو تاراج کیا، آبادی چراغ دہلی میں ایک برہمن رہتا تھا، اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ملک لٹ رہا ہے ہم بھی تباہ ہوں گے، مزار شیخ پر چل کر عرض کیجئے کہ یہ بستی کس طرح بچے، مراد والے دُور دُور سے آتے ہیں اور بتصدق اس مزار کے دلی مراد پاتے ہیں۔ یہ سوچ کر اس نے اپنا لوٹا برنجی، مانجھا غسل کیا، لوٹا پانی سے بھر کر مزار معلی پر آیا، لوٹا رکھ کر عرض کیا کہ میں برہمن ہوں، میری نذر قبول ہو، اور آپ پر روشن ہے کہ تمام علاقہ برباد ہو رہا ہے، ہم لوگ جو اس چار دیواری کے اندر بستے ہیں، آپ کی رعایا ہیں، سوائے آپ کے دوسرا وسیلہ نہیں رکھتے، یہ وقت مدد کا ہے، یہ عرض کر کے اپنے مکان پر آیا، تمام دن حضرت سے لَو لگائے رہا، شب کو جب وہ سویا خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ تم دروازہ بند کئے دلجمعی سے بیٹھے رہو، اگر تمہاری طرف وہ آویں گے اندھے ہو جاویں گے، چنانچہ جاٹ چراغ دہلی کے لوٹنے کو آتے تھے، احاطہ چراغ دہلی ان کو نظر نہ آتا تھا، تمام جنگل میں پھر کر چلے جاتے تھے۔ جب کئی بار اُنہوں نے حملے کئے، اور ناکام رہے تو اطراف کے لوگوں سے پوچھا کہ احاطہ چراغ دہلی نہیں ملتا، ان لوگوں

نے کہا دیکھ لو یہ سامنے دکھائی دیتا ہے وہ پھر گئے، جب قریب پہنچے حصار چراغ دہلی پھر نہ دکھائی دیا، انہوں نے تجسّس کیا کہ کیا وجہ ہے کہ جو ہم قریب جاتے ہیں حصار چراغ دہلی نظر نہیں آتا، لوگوں نے کہا کہ وہاں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مزار ہے، وہ بستی اُن کے نام پر مشہور ہے، وہ اپنی بستی پر بہت مہربان اور بستی والے بہت معتقد ہیں، یہ ان حضرت کا تصرّف ہے یہ سُن کر وہ معتقد ہوئے اور خلوص ارادہ سے واسطے زیارت کے آئے شیرنی، عطر، پھول اور چادر چڑھائی، اور اپنی تمام کیفیت تمام اہل بستی سے بیان کی، چنانچہ گورنمنٹ انگریزی نے جب دہلی میں تسلّط پایا تو مسلمانان اہل معرض عتاب میں جہاں ملتے گرفتار کئے جاتے، پھانسی دیئے جاتے، ہر ایک قریہ اور قصبہ و دیہہ میں مصیبت زدہ پناہ گزین تھے۔ چنانچہ چراغ دہلی میں بھی بہت سے آدمی تھے، بعضے فوجی زخمی بھی تھے، مجبر اور مٹکاف صاحب سوار لئے ہر طرف گھومتے لوٹتے مارتے گرفتار کرتے تھے، اہل شہر کے ساتھ بعض اہل دیہہ بھی برباد ہوئے، یہ کیفیت دیکھ خدام آستانہ شریف اور دیگر اہل بستی نے اسی برہمن کی اولاد سے جو ایک شخص تھا کہا کہ تیرے جد نے پہلے بھی عرض سے عرض کیا ہے اور وہ عرض قبول ہوئی، اور لٹنے سے بستی بچی، ہماری رائے یہ ہے کہ جس طرح تیرا دادا گیا تھا تو بھی اسی طرح مزار حضرت پر جا کر عرض کر تاکہ اس آفت سے بستی بچے یا جیسا حکم ہو عمل میں لاویں، وہ برہمن بدستور نہا دھو کر لوٹا پانی کا لے کر مزار پُر انوار پر آیا، بہت دیر تک گریہ وزاری کرتا رہا۔ اُسی شب کو اس کو خواب ہوا کیوں گھبراتا ہے، بستی والوں سے کہہ دے کہ جو آ گئے ان کو نہ نکالو نہ اب اور کسی کو اپنی بستی میں آنے دو یہاں سے کوئی گرفتار نہ ہوگا نہ اور کوئی آفت آوے گی چنانچہ ایک متنفس بھی چراغ دہلی سے گرفتار نہیں ہوا۔ صاحب معدن المعانی نے لکھا ہے کہ جب وقت نقل شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا نزدیک پہنچا، شیخ رکن الدین برادر شیخ کمال الدین ہمشیرہ زادہ اپنے کو بلا کر فرمایا کہ نعمتہائے خواجگان چشت سے جتنا جس کو نصیب تھا وہ میں نے مریدوں کو دے دیا، تم کو چاہیئے کہ جب مجھ کو قبر میں رکھو، خرقہ میرے سینہ پر کاسہ چوبیں زیر سر اور یہ تسبیح زیر انگشت اور ایک طرف نعلین، اور ایک

طرف عصار کھنا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، بعدہ فاتحہ سوم کے میر سید گیسو دراز کو دہلی میں رہنا کہ مفارقت پیر میں اور خرقہ کا ملنا شاق گذرا، آخر جس چارپائی پر حضرت کو غسل دیا تھا اُس کے بان کو نکال کروہ جھلنگا اپنے گلے میں ڈالا اور کہا میرا یہی خرقہ ہے اور دکن کی طرف کوچ کیا، کہتے ہیں کہ راستہ میں جس کسی پر اُس جھلنگے میں سے نکال کر ذرا سا بان ڈال دیا، وہی اولیا ہوگیا۔ صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ باردوم جب میں دہلی شریف میں روز پنجشنبہ اور شب جمعہ روضہ اقدس حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی پر گزرا، تمام شب بیدار اور مشغول رہا، انواع سعادت حاصل کیں۔ جب حضور بارروحانیت پاک پیدا ہوئے، بندہ نے گستاخی سے عرض کیا کہ اکثر خلفائے حضرت کے صاحب مقامات اور کرامات ہوئے، مگر خرقہ خلافت کسی کو بھی مرحمت نہیں ہوا، فرمایا کہ سچ ہے۔ بعض میرے مرید صاحب مقامات عالی ہوئے ہیں مگر اس وقت اُن میں تھوڑا سا تعصب کا اثر باقی تھا، اس واسطے مقتضائے دیانت وامانت نہ تھا کہ خرقہ اپنے پیروں کا اس شخص کو دوں جو قید تعصب سے باہر نہ ہو، اس وجہ سے خرقہ پیران خود کسی کو نہیں دیا گیا، مگر بعض مریدوں کو میں نے اپنا خرقہ دیا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ سلسلہ پیران چشت اُن سے جاری رہے گا کہ اب وہ قید تعصب سے باہر ہوئے، اور حجاب تعصب اُٹھ گیا، بمرتبہ توحید مطلق کے پہنچے کہتے ہیں کہ اس کے اوپر میرے تجلّی ہوئی کہ ایسی کیفیت میں نے کبھی نہ دیکھی تھی، پس میں سجدۂ شکر بجا لایا اور تصرفِ روحانیت حضور پر متحیر ہوا۔

ذکر حضرت مولانا خواجہ کمال الدین خلیفہ اعظم و ہمشیر زادہ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہٗ

سلسلہ نسب حضرت کا جناب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ علوم دینی اور حدیث و فقہ، اصول و معقول و منقول وغیرہ میں یگانہ

روزگار تھے، اس وجہ سے علامہ خطاب پایا، علم تصوف خوب جانتے تھے، کلام اللہ معہ ترجمہ یاد تھا، قرأت سے پڑھتے، ہزاروں طلباء اکتساب علوم کرتے تھے، نفل زیادہ پڑھا کرتے تھے، نماز پڑھنے جب داخل مسجد ہوتے پہلے دو رکعت آداب مسجد ادا کرتے اور دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کرتے، بعد اس کے نماز میں مشغول ہوتے، اول تو کسی کی نسبت برا بھلا نہ فرماتے تھے، اگر کبھی زبان مبارک سے کچھ نکلتا، فوراً اس کا اسی طرح ظہور ہوتا، حضرت مخدوم بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو اپنے حجرہ کے روبرو دفن کرایا، آپ کے فضائل جو میں نے اپنے جد حضرت ابوظفر کی زبانی سنے ہیں، اگر ان کو تحریر کیا جاوے تو بہت بڑی کتاب تیار ہو اگر زندگی نے وفا کی اور زمانہ نے فرصت دی تو بعد اس کتاب کے ہدیہ ناظرین کروں گا، الغرض چند مدت ریاضت و مجاہدہ شاقہ اور تزکیہ نفس اور صفائی باطن میں مصروف رہے، بعد اس کے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور بمقام احمد آباد گجرات مقرر ہوئے، اور ہدایت خلق فرمائی، تمام خلق اطراف و جوانب احمد آباد معتقد اور حلقہ بگوش ہوئی، جب اژدھام خلائق زیادہ ہوا، اوقات مبارک میں خلل آنے لگا وہاں سے پھر دہلی تشریف لائے، خدمت شیخ اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپ کی اولاد امجاد ہنوز احمد آباد میں مرجع خلائق ہے، وفات حضرت کی ۷۵۶ھ میں ہوئی، مزار صحن آستانہ مخدوم میں بمقام چراغ دہلی سجدہ گاہ مریدان ہے، پہلے گرد مزار کے سنگ سرخ کا کٹہرا تھا، اب کسی رئیس حیدرآباد نے عمارت بلند تیار کرائی ہے۔

ذکر حضرت خواجہ ملک زادہ احمد قدس سرہ خلیفہ حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی

کہ نہایت محبت شیخ میں فنافی الشیخ ہو گئے تھے، صاحب جوامع الکلم سے روایت ہے کہ بوجہ ادب آپ نے بیعت ظاہر نہیں کی، کہتے تھے، کہ میری مجال نہیں کہ شیخ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھوں، جب تک شیخ کی زیارت سے مشرف نہ ہوتے، کھانا نہ کھاتے، جب آتش عشق الٰہی نے بالکل سوختہ کر دیا، عرق پیدا ہوا، جو قطرہ خون کا

ناک سے ٹپکتا، اس کو چاٹ لیتے اور کہتے کہ میرا جسم سراپا جسم شیخ ہے، زمین پر اس کا گرنا ترک ادب ہے، اگر ناگاہ کوئی قطرہ زمین پر ٹپک بھی جاتا، اس سے نام شیخ لکھا ہوا معلوم ہوا، جب یہ خبر پیر بھائیوں کو ہوئی، حضرت مخدوم سے عرض کی بے چارا احمد جل گیا، خدا کے واسطے اس کی خبر لیجئے، شیخ نے مہربانی کی کہ ان کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ دائے صد وائے کار احمد کا تمام ہوا، پہلے سے کیوں نہ خبر کی، شیخ نے آواز سن کر شیخ کو دیکھا اور جان بحق تسلیم ہوئے، وفات آپ کی ۷۴۷ھ میں ہوئی، مزار جوار روضہ شیخ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ دانیال قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کہ ان کو مولانا عود کہتے تھے، نسب آپ کا حضرت عباس علمدار تک پہنچتا ہے، یعنی شیخ دانیال بن میر بدر الدین بن سید فضل بن سید حسن بن عبد اللہ بن عباس بن علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ آپ کے بزرگوں کی بڑی بڑی عمریں ہوئیں، چنانچہ آپ کے والد کی عمر ایک سو پیالیس برس کی بھی لکھا ہے، کہ آپ کے والد عہد سلطان غیاث الدین بلبن میں وارد ہندوستان ہوئے، اور سترکہ میں قیام کیا وہیں شیخ دانیال پیدا ہوئے، جب آپ سن بلوغ کو پہنچے قصبہ ساسانہ میں آئے اور قاضی عبد الکریم سے تحصیل علوم کیا، بعدہٗ قاضی نے آپ کو اپنی فرزندی میں لیا، اور اپنی دختر سے نسبت کی، بعد بکشش جاذب حقیقی دہلی آکر مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہو کر کمالات ظاہری اور باطنی سے مشرف ہوئے، بعد عطائے خرقہ خلافت واسطے ہدایت اہل وطن کے ان کو شیخ نے رخصت کیا، جب قریب سترکھ کے پہنچے، قزاق نے بطمع مال آپ کو شہید کیا، چاہتے تھے کہ اہل و عیال کو قتل کریں اور اسباب لیں، کل اندھے ہو گئے بھاگ نہ سکے آخر حکام وقت نے گرفتار کر کے قتل کیا، یہ واقعہ ۷۴۸ھ میں ہوا، مزار اسی مقام پر ہے۔

ذکر حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت شیخ مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے، ان پر حضرت سلطان المشائخ بھی نہایت نوازش فرماتے تھے، ان کے والد سوداگری کرتے تھے، اور حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے ضعیف ہو گئے تھے، مگر اولاد نہ تھی، حضرت وجد میں

تھے، ایک روز والد نے اولاد کے بارہ میں عرض کی، حضرت نے اپنی پشت ان کے والد کی پشت سے ملائی اور فرمایا کہ تجھ کو اللہ نیک پسر دے گا، اسی وقت شب کو ان کی والدہ پیرانہ سالی میں حاملہ ہوئیں، بعد وضع حمل یہ پیدا ہوئے، ان کے والد ان کو خدمت شیخ میں لے گئے، حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے کرتہ تیار کر کے ان کو پہنایا، اور حضرت شیخ نصیرالدین کی گود میں دیا اور تاکید کی اس کی تربیت ظاہری اور باطنی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھنا، چنانچہ آپ نے سایۂ مہربانی شیخ میں پرورش پائی، اور کاملین وقت سے ہوئے، آپ کی تصنیفات سے فصیح و متین علم طب میں مشہور کتاب ہے، نقل ہے کہ ایک بار آپ کو پریاں واسطے علاج ایک پری زاد کے لے گئیں تھیں، ایک پری نے کاغذ لکھ کر دیا کہ فلاں رنگ و صورت کا کتا ہے، اُس کو دینا اور واپس پہنچا گئیں۔ آپ نے آکر اس کتے کو تلاش کر کے وہ خط دیا، وہ خط کے دیکھتے ہی اُٹھا اور شہر کے باہر آکر زمین کھود کر آپ کو خزانہ کا نشان دیا، آپ نے اس خزانہ کو نکال کر راہِ مولیٰ میں صرف کیا، وفات حضرت کی ۷۵۹ھ میں ہوئی، مزار نواح روضہ شیخ میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ معین الدین خورد قدس سرہٗ

پسر بزرگ شیخ حسام الدین سوختہ و خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے۔ یہ حضرت ریاضت اور مجاہدہ میں موصوف تھے، یہاں تک کہ بلا توسط روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے فیض یاب ہوئے، اور آپ سے آپ کے برادر شیخ قیام الدین سے بہت اولاد ہوئی، وفات حضرت کی ۷۶۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سراج الدین چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ اعظم و پسر بزرگ حضرت مولانا کمال الدین علامہ کے تھے، صاحب کشف و کرامات و عشق محبت ذوق و شوق اور زہد اور تقویٰ تھے، مگر اپنی کرامات کو بہت چھپاتے تھے، اور آپ کے والد نے بوقتِ انتقال اپنے ان کو طلب کیا اور نعمت ہائے خواجگان چشتیہ سے مملو فرمایا، اس روز یہ حال ہوا کہ جس کی طرف نظر بھر کر دیکھتے وہ محبت الٰہی میں مست و شیدا ہو جاتا تھا، وفات حضرت کی

یکم جمادی الاول ۶۰۳ھ میں ہوئی، مزار ان کا پٹن میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمد بن سید مبارک قدس سرہٗ

کرمریدان سلطان المشائخ اور خلیفہ اعظم حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت سلطان جی سے خورد سالی میں بیعت کی تھی، تربیت اور تکمیل حضرت مخدوم صاحب سے کہتے ہیں کہ سلطان جی کی روح پاک سے آپ کو اویسی طریق پر بھی فیض تھا۔ آپ کے باپ دادا بھی مقربان حضرت سلطان المشائخ تھے۔ سیر الاولیاء انہوں نے جمع کی، اور دوسری سیر الاولیاء میں ملفوظات بابا صاحب درج ہیں، اُس کے مؤلف شیخ بدر الدین اسحاق ہیں، اور وفات حضرت کی ۷۷۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ یوسف چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے نہایت بزرگ اور صاحب کرامت تھے، علم دین میں آپ کی کتاب فیض انتساب تحفۃ النصائح معتبر کتاب ہے، اور نظم میں بھی عمدہ مہارت تھی، وفات حضرت کی ۷۷۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبد المقتدر قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدومؒ کے عالم اور عامل درویش کامل صاحب باطن فصیح اور بلیغ تھے۔ آپ کے والد بھی عالم اور مفتی تھے، اوّل اوّل آپ کو درویشوں سے تکبر تھا، ہمیشہ حضرت مخدوم سے مباحثہ شرعی کیا کرتے تھے، آخر کو مرید ہو کر نعمت معرفت سے بہرہ مند ہوئے اور مناقب الصدیقین تحریر کی، جس میں شیخ کے فضائل تحریر کئے ہیں، اور قاضی شہاب الدین کو کہ جو اپنے وقت میں مشہور فاضل ہوئے ہیں، آپ کے شاگرد تھے۔ ایک روز قاضی شہاب الدین کو کچھ قسم زر سے ملا، اُنہوں نے دل میں سوچا کہ اس کو ایسی جگہ دفن کروں کہ کوئی نہ دیکھے، بعدہٗ خدمت اُستاد میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ خیال زر کے دفن کرنے کا اور علم کا بوجھ کس طرح اٹھاؤ گے۔ آخر ۲۸ محرم ۷۹۱ھ

میں وفات پائی خانقاہ جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت قاضی سعدی چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے عالم باعمل اور نہایت متقی تھے، ہزاروں کو آپ سے فیضان ظاہری اور باطنی ہوا، وفات حضرت کی سنہ ۸۰۱ھ میں ہوئی، بعد آپ کے خواجہ اختیار الدین صاحب سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز شیخ متوکّل قدس سرہٗ

کہ پہلے اپنے والد سے خرقہ خلافت حاصل کیا، آخر بخدمت حضرت مخدوم صاحب مرید ہوکر کار فقر کو سرانجام پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، اور اولیائے زمانہ سے ہوئے نہایت بزرگ متقی تھے، صاحب معارج الولایت نے لکھا ہے کہ آپ کو خضر علیہ السلام نے ایک کیسہ عنایت کیا تھا کہ ہمیشہ درہم سے پُر رہتا تھا، خرچ کرکر بھی کمی نہ ہوتی تھی، اس کیسہ میں سے نکالتے تھے، اس وجہ سے کیسہ دار خطاب تھا۔ اور میر سید اشرف جہانگیری سمنانی سے بھی فیض تھا۔ وفات آپ کی سنہ ۸۰۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین کے تھے، مولانا معین الدین عمرانی سے اکتساب علم دین کیا تھا۔ مگر مولانا معین کہ حضرت مخدوم صاحب سے کبیدہ خاطر تھے اور اپنے شاگردوں کو مخدوم صاحب کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ مگر مولانا خواجگی ظاہر ہوکر تحصیل علم باطنی کرتے تھے، اس امر سے مولانا معین الدین ان سے بھی دل میں ناخوش ہوتے تھے، مگر دونوں صاحبوں سے کمال عقیدت تھی۔ اس شکر رنجی سے بہت پریشان رہتے تھے، قدرت خدا سے مولانا معین الدین مرض ضیق النفس میں ایسے مبتلا ہوئے کہ رستگاری مشکل ہوئی علاج اطباء سے عاجز ہو گئے اور مولانا مذکور بھی اپنی زندگی سے ناامید ہوئے، مولانا خواجگی نے عرض کیا کہ استاد اطباء نے آپ کے علاج سے دست کشی کی۔ صاف جواب دے دیا مناسب ہے کہ استمداد دعا مردان خدا سے

کی جاوے کہ وہ اطبائے امراض روحِ قلب ہیں، اس وقت میں مخدوم شیخ نصیر الدین اولیائے مستجاب الدعوات ہیں، اگر ان کے پاس چلئے تو وہ دعا کریں۔ یقین ہے کہ بارگاہِ کبریائی میں ان کی دعا قبول ہو، اور ان کی برکت صحبت اور تاثیر ہمت بتوجہ نظر کیمیا اثر سے شفا ہو۔ یہ سُن کر اگرچہ مولانا معین الدین کا دل تو نہ چاہتا تھا، مگر بوجہ تکالیف مرض موجودہ کے شیخ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب ان کے آنے کی خبر حضرت کو ہوئی تو خانقاہ سے پیشوائی کر کے اندر لے گئے، باعزاز تمام بٹھایا۔ اور ان کے آگے دسترخوان بچھایا۔ اس پر کھانا چُنا گیا۔ ایک رکابی میں دہی اور خشکہ تھا۔ وہ ہی رکابی مولانا کے آگے رکھی گئی۔ شیخ نے ارشاد کیا کہ بسم اللہ کرو۔ مولانا نے زبردستی چند لقمے نوش کئے۔ کہ دہی اور خشکہ اور شکر صریح مخالف مرض تھے۔ مگر جب دسترخوان برخاست کیا ہاتھ دھلائے، معًا ان کو کھانے سے قے نے غلبہ کیا۔ اور اُبکائی آئی۔ سلفچی حاضر کی گئی، بہت زور سے قے ہوئی اور مرض کو آرام ہو گیا۔ اس پر مولانا بصدق دِل حضرت کے معتقد ہوئے۔ لکھا ہے کہ آپ نے نورِ باطن سے امیر تیمور صاحب قرآن کا آنا معلوم فرما کر دہلی کو چھوڑ کر کالپی میں تشریف لائے۔ اور چند مدت وہاں قیام فرما کر ۸۱۹ھ میں وفات پائی۔ مزار کالپی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد تھانیسری قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین کے تھے۔

مولانا خواجگی اور آپ میں بہت اتحاد تھا۔ مولانا جب کالپی گئے ہیں آپ دہلی میں رہے آخر فوج حضرت امیر تیمور صاحب قرآن نے بوجہ بداعمالی اہل دہلی کے ان کو سزائے اعمال دی، شہر لٹا، مولانا مذکور یعنی شیخ احمد تھانیسری معہ اہل عیال قید ہوئے، اتفاقًا کسی نے حضرت امیر صاحب کو خبر دی کہ شیخ احمد مریدان خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سے ہیں اور بہت بڑے فاضل اور کامل ہیں قید ہوئے۔ اسی وقت امیر صاحب سے بعزت خواجگان چشت ان کو رہا کر کے شریک مجلس خاص کیا۔ اس وقت مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ کے پوتے شیخ الاسلام تھے۔ ایک مجلس میں شیخ الاسلام اور شیخ احمد سے تقدم وتاخر مجلس پر سخت گفتگو ہوئی۔ امیر تیمور نے فرمایا کہ مولانا برہان الدین

صاحب ہدایہ تھے۔ ان کے پوتے کو تم سے اوپر بیٹھنا چاہیئے۔ شیخ احمد نے فرمایا کہ مولانا برہان الدین نے چند مقام پر ہدایہ میں خطا کی ہے، عزت علم کے ساتھ ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ مقامات خطا کے بیان کرو، شیخ احمد نے اپنے فرزند اور شاگردوں سے اشارہ کیا کہ خطا میں صاحب ہدایہ کی بیان کرو۔ امیر صاحب نے بعزت صاحب ہدایہ اس بحث کو موقوف کیا۔ مگر کبھی پھر بحث نہیں ہوئی، چونکہ مولانا خواجگی سے آپ کو نہایت اُلفت تھی ان کی جدائی نہ سہی گئی، آخر مع اہل و عیال دہلی سے روانہ ہو کر کالپی آئے، اور دونوں بزرگوں میں معمولی صحبت رہی، بعد انتقال مولانا خواجگی کے سنہ ۸۲۰ھ میں انتقال کیا۔ مزار کالپی میں ہے جو کوئی مزار حضرت پر چالیس روز برابر جاتا رہے وہ اپنی مراد پاتا ہے اور آپ کے عرس میں بہت معتقد دور دور سے جمع ہوتے ہیں۔

ذکر حضرت میر سید محمد گیسو دراز بن سید یوسف چشتی حسینی دہلوی قدس سرہٗ

کہ عظام اولیائے ہند اور خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے کہ جامع تھے، سیادت اور کرامت اور ولایت میں شان عالی اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ لکھا ہے کہ آپ بمقام دہلی سنہ ۷۲۰ھ عہد دولت سلطان خلجی میں تولد ہوئے، چونکہ آپ کے والد بھی خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے تھے، اول روز سے تعلیم درویشی ہونی شروع ہوئی، چند روز میں علم ظاہری حاصل کیا۔ صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ تا حیات حضرت پیر و مرشد دہلی میں رہے، بعد انتقال شیخ کے دکن میں تشریف لے گئے وہاں کی خلقت دور دور سے آکر مطیع و معتقد ہوئی اور وہیں حضرت نے انتقال کیا آپ کو سید گیسو دراز جو کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز چند مریدوں کے ہمراہ پالکی شیخ کی کندھے پر لئے ہوئے تھے، چونکہ بال آپ کے بڑے بڑے تھے، پالکی اٹھاتے وقت ڈنڈے پالکی کے نیچے دب گئے تھے، اور جانا بھی دُور تھا اگرچہ تکلیف تو ہوئی، مگر بوجہ ادب اور

عشق و محبت شیخ کے اپنے گیسو نہ نکال سکے، اسی طرح چلے گئے، جب یہ خبر شیخ کو ہوئی ان کی عقیدت اور صدق محبت سے بہت خوش ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے یہ بیعت ارشاد فرمائی ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد والله خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اور سید محمد صاحب کو جو آپ کے مرید ہیں اور اُنہوں نے کلمات طیبات آپ کے جمع کر کے نام اس کتاب کا جوامع الکلم رکھا ہے، متاخرین کل اس کتاب کو معتبر سمجھتے ہیں، اس میں حضرت کے حالات مفصل مندرج ہیں اور آپ کا کلام نظم کہ معرفت توحید میں جو ہے لاثانی ہے، محمد تخلص ہے، جیسا کہ فرمایا ؎

نظم

از شراب شوق گشتم مست او هست من گم گشت اندر هست او
بود ما در او نابود شد هر چہ جز غیرش بداں مردود شد
چوں مجرد گشتم از هستی تمام نے وجودم ماند آں جا نہ نام
چوں شدہ فانی محمد از وجود غیر او دیدہ کہ کس دیگر نہ بود

غزل

اے صورت تو جہان معنی با صورت تست جان معنی
یک شاخ گل نہ بستہ صورت مثل تو بہ بوستان معنی
از صورت تست خاطر ما منزل گہِ کاروان معنی
ہر عضو کند بصد زبان پیش ز صورت تو بیان معنی
در صورت وصف تو محمد تا حشر نہادہ خوان معنی

صاحب معارج الولایت ناقل ہیں کہ عمر شریف حضرت کی ایک سو پچاس برس کی ہوئی۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا علاقہ حیدرآباد دکن میں

زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد متوکل کنتوری قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی کے آپ کے والد ہرات سے ہندوستان میں آکر اجولی میں متوطن ہوئے، آپ کا جائے مولد اجولی ہے، جب آپ جوان ہوئے دہلی میں تشریف لاکر حضرت مخدوم صاحب کے مرید ہوکر کار فقر کو بہ تکمیل پہنچایا۔ آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے واسطے ہدایت خلق کے بھڑائچ میں مقرر کئے گئے، نقل ہے کہ ایک روز حضرت اپنے حجرہ کا دروازہ بند کئے بیٹھے تھے، انہوں نے گوشۂ چشم سے دیکھا کہ ایک جوگی بالتصرف خود حجرہ میں آگیا، آپ اپنے کار میں مشغول رہے، آخر اس نے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا، اس جوگی نے آپ سے مصافحہ کیا اور بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے لگا۔ شیخ نے دیکھا کہ حجرہ کی یہ کیفیت ہے کہ ہر طرف سے زر بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے، آپ نے اُس زر کی طرف توجہ بھی نہ کی رتب جوگی نے جانا کہ یہ درویش مستغنی ہے، اور قدموں پر حضرت کے سر رکھا، اور کہا کہ میں آپ کی ہمت آزماتا تھا، اسی وقت صدق دل سے مسلمان ہوا، شیخ نے اس جوگی سے ارشاد کیا کہ اب پھر وہ طلسم ظاہر کر دائس نے ہر چند کوشش کی ممکن نہ ہوا، بعد مجاہدات و ریاضت کے کامل درویش ہوا، اسی طرح حزینام ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھ کو سونا چاندی بنانا آتا ہے، آپ کی نظر کرتا ہوں آپ نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا میرے پاس بھی قدرے اکسیر ہے، اگر ایک ذرہ ایک من مس پر ڈالا جائے تو زر ہو جاوے، اور شیخ علاؤالدین نے اپنے بھانجے سے ارشاد کیا کہ اس شخص کو بھڑائچ سے نکال دو۔ وفات حضرت کی ۸۲۷ھ میں ہوئی، مزار بھڑائچ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

ذکر حضرت شیخ قوام الدین چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی تھے لکھا ہے بعد انتقال حضرت مخدوم نصیرالدین اوچ میں تشریف لے جاکر

خدمت مخدوم جہانیاں میں چند روز رہ کر مقامات بلند حاصل کئے، مریدوں کو نہایت عمدگی سے تعلیم فرماتے تھے، اور صاحب حال و قال اور متقی اور بہت فصیح اور بلیغ تھے اوصافِ حمیدہ حضرت کے مشہور ہیں، ایک بار آپ مجلس شیخ میں حاضر تھے اور مشائخ کو ذوق ہوا آپ کو نہ ہوا، اُٹھ کر اپنے مکان پر آئے اور گھر والوں سے پوچھا کہ اس گھر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اسباب دنیا ہے، اُنہوں نے انکار کیا، آپ نے خود ڈھونڈھنا شروع کیا، تھوڑا سا گڑ برآمد ہوا کہ وہ آپ کی زوجہ نے اپنے کھانے کو رکھا تھا، اس وجہ سے کہ وہ حاملہ تھیں آپ اُس کو لے کر باہر آئے اور تصدق کیا، پھر آ کر مجلس میں شریک ہوئے خوب ذوق حاصل ہوا۔ نقل ہے کہ جب وفات مخدوم جہانیاں کی نزدیک پہنچی، آپ نے بمصلحت شیخ قوام الدین سے رائے لی کہ سجادہ اور تبرکات پیران عظام کس کے سپرد کردوں، اُنہوں نے سید صدرالدین راجو قتال کی نسبت رائے دی، حضرت نے ان کی رائے کو پسند کر کے اپنے برادر سید صدرالدین راجو قتال کو خرقہ خلافت دے کر صاحب سجادہ کیا، اور خرقہ تبرک اپنے فرزند سید صدرالدین کو عطا کیا، میر صدرالدین کی والدہ نے یہ خبر سُن کر فرمایا کہ قوام الدین کی صلاح سے میرا فرزند سجادگی سے محروم رہا، خدا کرے کہ اس کی بھی اولاد محروم رہے، شیخ قوام الدین یہ بات سن کر خوش ہوئے اور کہا کہ الحمد للہ بی بی صاحبہ نے میرے ایمان کے واسطے دعا نہ کی اگر یہ میرے فرزند اس نعمت سے محروم ہیں، اگر مرید بھی میرے فرزند ہیں، کافی ہے، چنانچہ آپ کے پسر سلطان نظام الدین کاروبار دنیا میں مصروف رہے، اور مرید صاحب سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۸۴۰ھ میں ہوئی، مزار لکھنؤ میں ہے کس واسطے کہ بعد انتظار مخدوم جہانیاں کے آپ لکھنؤ میں تشریف لائے اور وہیں وفات پائی۔

ذکر حضرت سید جعفر مکی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی توحید اور تفرید میں عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ بحرالمعانی تصنیف فرمائی جو حقائق توحید اور اسرار

معرفت سے بھری ہوئی ہے۔ دوسری کتاب آپ کی وقائق المعانی ہے تیسری حقائق المعانی اور ایک رسالہ اسرار روح کے بیان میں ہے۔ ایک رسالہ پنج نکات ہے ایک بحر الانساب ہے کہ اس میں نسب اہلبیت رسول مقبول اور اپنا نسب نامہ تحریر فرمایا ہے۔ اور دعوئے کیا ہے کہ آپ کی کتابوں کے دیکھنے سے رمز حق معلوم ہوتا ہے اور زمانہ سلاطین تغلق عہد بہلول لودھی تک بقید حیات رہے۔ آپ کے آبائے کرام شرفائے مکہ معظمہ سے تھے وارد ہندوستان ہوکر سرہند میں مقام کیا۔ بحر المعانی میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میری ساٹھ برس کی عمر تھی میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو چکا تھا۔ کسب و کمال میں کوشاں تھا۔ مقصود اصلی سے غافل تھا۔ اب یہ حال دیکھتا ہوں یعنی جو کچھ آپ کے مشاہدہ میں آیا۔ حالات ابدال و اوتادو اقطاب و امزار اور رجال اللہ اور ان کا شمار ان کے مرتبے ان کے احوال اور اقسام بحر المعانی میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ممکن نہیں جو دوسرا لکھ سکے۔ اگر لکھے گا تو اسی خرمن سے خوشہ چینی کرے گا۔ آپ فرماتے ہیں۔ سب سے ملاقی ہوا۔ سب کے مقامات دیکھے، فیضان حاصل کئے، مگر منجملہ اولیاء و اقطاب کے دو شخص مقام معشوقی کو پہنچے ہیں کہ اس مقام پر دوسرا نہیں پہنچا۔ ایک تو سید عبد القادر جیلانی، دوسرے شیخ نظام الدین بدایونی، یہ دونوں مشارب روح احمدی سے تھے، چنانچہ یہ فقیر سفر دریائے نیل میں خضر علیہ السلام کے ہمرکاب تھا۔ مشاہدہ لایزالی کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا، شیخ عبد القادر جیلانی اور شیخ نظام الدین بدایونی مقام محبوبی و معشوقی کو پہنچے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نو برس سحو میں رہا، اکیس برس سکر میں رہا کہ مجھ کو خبر نہ تھی۔ چند مدت مستی سے مزانیت میں نزول کیا۔ بڑے کاملین درویشان صاحب ولایت اور قطب وقت سے ملا۔ فیضان لئے ۸۱۱ھ میں بخدمت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی حاضر ہوا، ایسا کچھ دیکھا کہ اگلوں کو بھول گیا۔ حضرت کے قدموں پر سر رکھا، مُرید ہوا شیخ نے فرمایا کہ اے شہباز تو نے عالم ناسوت و ملکوت جبروت لاہوت کی سیر کی اور پاک آیا، اور ایک سلائی میری آنکھ میں پھیر کر فرمایا کہ سلائی نور حقانی ذات سے ہے۔ بعد اس کے جو واقعہ آپ کو اسی برس کے عرصہ میں پیش ہوئے اور مشاہدہ ہوئے ان کو بحر المعانی میں تحریر فرمایا ہے۔ دیکھنے سے تعلق ہے وفات حضرت کی ۸۹۱ھ

میں ہوئی مزار سرہند میں ہے۔

ذکر حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی السعید ناگوری قدس سرہ

کنیت آپ کی ابو احمد اور خلیفہ خواجہ بزرگ کے اور اولاد حضرت سعید سے تھے۔ کہ عشرہ مبشرہ میں ہے، یہ حضرت تفرید و تجرید میں قدم مضبوط اور ہمت عالی شان اور شان بزرگ رکھتے تھے، اولیائے کبار ہندوستان سے مانے جاتے ہیں، عمر آپ کی دراز ہوئی، نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ خوش بیٹھے تھے، اہل مجلس سے ارشاد کیا۔ کہ آج در اجابت کھلا ہوا ہے جو کچھ چاہتے ہو چاہو ان میں سے ایک نے دنیا چاہی ایک نے دین چاہا، دونوں اپنے اپنے مقصود کو پہنچے، بعدہٗ قاضی حمید الدین صوفی کی طرف مخاطب ہوئے کہ تیرے واسطے خدا سے کیا طلب کروں، آپ نے عرض کیا میری کیا مجال ہے زبان بھی ہلا سکوں۔ جو حضور کی خواہش ہے وہی میری خواہش ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا: التارک من الدنیا والفارغ من العقبیٰ والموصول الی اللہ۔ تو دنیا اور عقبیٰ میں مکرم رہے گا یہ اس روز سے سلطان التارکین ملقب ہوئے۔ بعدہٗ حضرت خواجہ قطب الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ آپ نے عرض کیا۔

ہر چہ تو خواہی بخواہم بشئے بر آستانم ۔۔۔ بندہ را فرمان نباشد ہر چہ فرمائی بر آنم

خواجہ بزرگ نے فرمایا قطب الدین تو قدوۃ الواصلین امام المتقین زبدۃ العارفین قطب الاقطاب قطب الدین بختیار اوشی ہوگا۔ لکھا ہے کہ حضرت قاضی صاحب مسجد خواجہ بزرگ کی امامت کرتے تھے، مگر یہ کیفیت تھی کہ ناگور سے آکر صبح نماز پڑھاتے اور بعد عشا کے پھر ناگور میں جا کر مشغول بعبادت ہوتے اور لکھا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی اور حضرت میں در باب فقر اور غنا بہت خط و کتابت رہی جو ہنوز موجود ہیں۔ مگر شیخ آپ کے خط کا شافی جواب نہیں دے سکتے تھے۔ وفات آپ کی

۲۹ ربیع الثانی بعمر ۱۰۴ سال ۶۷۳ھ میں ہوئی، مزار ناگور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالعزیز علی بن شیخ حمید الدین صوفی ناگوری قدس سرہٗ

کر خلیفہ اپنے پدر بزرگوار کے تھے، آپ نے جوانی میں رحلت کی، صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ ایک مجلس میں قوال یہ گا رہے تھے بیت ؎

جاں بدہ او جاں بدہ و جاں بدہ فائدہ در گفتن بسیار چیست

اس بیت پر آپ کو حالت وجد ہوئی اور ایک نعرہ مارا، اور کہا کہ دادم دادم اور جاں بحق ہوئے، آپ کے تین فرزند تھے، جن کی خبر آپ نے پہلے دی تھی کہ وحید وحید ہوگا کہ مجرد رہے گا، بے قید دلی تعلق اور فرید فرید عالم اور صاحب سجادہ ہوگا، اور نجیب نجیب و شریف ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، وفات حضرت کی ۸۶۱ھ میں ہوئی، مزار ناگور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد صابر چشتی قدس سرہٗ

مرید خلیفہ و خدام بابا صاحب کے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ وقت عطائے خرقہ بابا صاحب نے ان سے فرمایا تھا کہ تو ہمیشہ خوش رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صبر و شکر کے ساتھ خوب ایام گذاری کر کے ۶۹۰ھ میں وفات پائی۔ بابا صاحب کے مریدوں میں تین صابر ہیں۔

ذکر حضرت سید تاج الدین شیر سوار قدس سرہٗ

خلیفہ شیخ قطب الدین منور کے تھے، یہاں تک کمال کو پہنچے کہ تمام وحوش و طیور آپ کے دام محبت میں پھنسے جب واسطے زیارت پیر کے ہانسی جاتے شیر پر سوار ہوتے اور بجائے کوڑے کے مار سیاہ ہاتھ میں ہوتا تھا ایک روز حالت بیخودی میں شیر پر سوار پیر کے روبرو آئے پیر ایک دیوار پر بیٹھے

تھے، فرمایا کہ اے تاج الدین جانوروں کا بس میں کرنا کچھ کام نہیں رکھتا، مردان خدا اگر حکم کریں تو دیوار سنگ اور خشت کی چلنے لگے، معًا یہ فرماتے ہی دیوار چلنے لگی، آپ نے لات دیوار پر ماری اور فرمایا کہ میں نے تمثیلاً یہ ذکر کیا تھا تجھ سے نہیں کہا تھا، اپنی جگہ ساکن ہو، یہ تمام قوت اور کرامت تصدق حضرت سلطان المشائخ کا ہے اور یقین ہے کہ ان کے غلامان غلاموں میں ایسے صفات تا قیامت قائم رہیں گے۔ وفات حضرت کی ۷۸۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ابدال قدس سرہٗ

کہتے ہیں کہ وہ بڑے بزرگ تھے ان کے دروازہ پر ایک بھاری پتھر تھا اس پر ایک کاسہ چوبیں رکھا تھا آنے جانے والا جو اس طرف گذرتا اس پیالہ میں کچھ نہ ڈال دیتا تھا، شام کو آپ اس پیالہ سے فتوح نکال کر خرچ مسافران و محتاجان کیا کرتے، صبح پھر بدستور رکھ دیتے، پھر وہ بدستور بھر جاتا۔ ایک قاعدہ یہ تھا کہ اگر غلہ گراں ہوتا زیادہ آمدنی ہوتی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر حضرت شیخ علاؤالدین علاؤالحق بن اسعد لاہوری بنگالی قدس سرہٗ

خلیفہ اعظم حضرت شیخ سراج الدین اخی عثمان کہ وہ خلیفہ سلطان جی صاحب کے تھے۔ شیخ علاؤالدین علاؤالحق امیرزادہ اور بہت بڑے عالم تھے بعدہٗ سلک مریدان نظامیہ میں شیخ سراج الدین اخی سے بیعت کی اور بدرجات اعلیٰ میں پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب اخبارالاخیار تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سراج الدین اخی کو جب حضرت سلطان المشائخ نے بنگالہ کو رخصت کیا تو آپ نے عرض کیا کہ وہاں شیخ علاؤالدین بہت بڑا عالم ہے مجھ کو اس سے گفتگو کی تاب نہ ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سراج کچھ اندیشہ نہ کر وہ تیرا مرید ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا معارج الولایت سے نقل ہے کہ حضرت صحیح النسب ہاشمی تھے، سلسلہ آپ کا حضرت خالد بن ولید سے منتہی ہوتا ہے، اور لکھتے ہیں کہ شیخ علاؤالدین بہت متکبر تھے، بوجہ احتشام دولت کے اپنے کو گنج نبات کہلاتے تھے۔ یہ خبر حضرت سلطان المشائخ کو ہوئی کہ بنگالہ میں ایک امیر

اور عالم ہے، وہ اپنے کو گنج نبات مشہور کرتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت کو غصہ آیا کہ میرے پیر گنجشکر ہیں، اس نے اپنے کو ان سے بھی افضل بنایا کہ گنج نبات کہلواتا ہے۔ الٹی اس کی زبان گونگی کر بمجرد دعا کرنے سے ان کی زبان بند ہوگئی۔ جب شیخ سراج الدین کے مُرید ہوئے تب زبان کھلی اور ایسی عبادت اور ریاضت اور زہد کیا کہ اس رتبہ پر پہنچے کہ میر سید اشرف جہانگیری سمنانی بعد ترک سلطنت ظاہری رہبری خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں پہنچے اور کار بہ تکمیل پہنچایا، آپ کے فرزند دلبند یعنی نور الدین قطب العالم متوجہ خاص ان کے قطب عالم ہوئے، اور شیخ نصیر الدین نانک پوری ایسے ایسے صاحب اُن کے مُرید ہوئے اور خود مرتبہ ابدالیت کو پہنچے، صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ شیخ علاؤ الدین جب خدمت شیخ سراج الدین میں آئے تمام مال و منال کو ترک کر کے کمر ہمت خدمت پیر روشن ضمیر میں باندھی چست۔ جب شیخ سراج الدین سفر میں جاتے خادم دیگ کھانے کی گرم گرم ان کے سر پر رکھتا، اس سبب سے آپ کے سر کے بال جاتے رہے تھے، اکثر ایسا ہوتا کہ آپ سواری پیر کے ہمراہ ننگے پیر ہوتے اور ان کے اقربا کہ جو متمول اور رئیس شہر تھے مل جاتے مگر ان کو دیکھ کر آپ کے دل میں کچھ بھی خیال نہیں آتا تھا۔ نقل ہے کہ آپ کی خانقاہ میں بہت خرچ تھا، ہزاروں آدمی خادم و مسافر آتے اور رہتے تھے، سب کو کھانا ملتا تھا، اور جو کچھ جو مانگتا آپ اس کو عطا کرتے جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی اس کو رشک ہوا اور وزرا سے کہا کہ میرا خزانہ اس کے خرچ کے آگے ناچیز ہے ایسے شخص کا کہ جو اس قدر خرچ کرتا ہے اپنے شہر میں رکھنا مصلحت نہیں آخر حضرت بحکم شاہ وہاں سے اٹھ کر سنارگاؤں میں سکونت پذیر ہوئے اور خادم کو حکم کیا کہ آج سے دونا خرچ کیا جائے کہ خار چشم حاسدوں میں بہتر ہے، ظاہراً کوئی وجہ خرچ کی اس قدر نہ تھی کہ املاک پدر سے کل دو باغ تھے جن میں سے آٹھ ہزار کی آمدنی تھی، مگر یہ کل خرچ اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے مرحمت فرماتا تھا۔ دو برس آپ سنارگاؤں میں رہے، اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ ایک بار چند قلندر خانقاہ حضرت میں آئے، ان کے ہمراہ ایک بلّی بھی تھی۔ اتفاقاً وہ گم ہوگئی کہیں چلی گئی، وہ لوگ حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری بلّی تیری خانقاہ سے غایت ہوئی، پیدا کر آپ نے فرمایا کہاں سے پیدا کروں، ایک نے ان میں سے

کہا کہ ہرن کی شاخ میں سے پیدا کر ہم کیا جانیں آپ نے فرمایا کہ تو اپنی جزا شاخ سے پائے گا۔ دوسرے نے کہا کہ اپنے خصیوں میں سے پیدا کر فرمایا کہ بہتر ہے تو اپنے خصیوں سے سزا پائے گا۔ چنانچہ جب قلندر خانقاہ سے باہر ہوئے ایک کے شکم میں گائے نے سینگ مارا۔ کہ وہ اس کے صدمہ سے مر گیا۔ دوسرے کے خصیئے متورم ہوئے اور ان میں درد پیدا ہوا آخر اسی درد کی شدت سے مرا۔ دونوں نے بے ادبی کی سزا واقعی پائی۔ وفات حضرت کی غرہ رجب ۸۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار انوار پنڈوہ میں ہے۔

ذکر حضرت میر سید اشرف جہانگیری سمنائی قدس سرہٗ

کہ مشہور اولیائے ہند سے ہیں اور خلیفہ شیخ علاؤالدین علاؤالحق بنگالی اور فقرائے چہاردہ خانوادہ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے والد سلطان ابراہیم کہ سمنان کے بادشاہ تھے، جب ان کی وفات ہوئی تو آپ تخت پر بیٹھے۔ چند سال داد عدل کی دے کر تارک الدنیا ہوئے اور درویشوں سے ملے۔ لطائف اشرفی سے نقل ہے کہ سید اشرف جہانگیری مادر زاد ولی تھے، سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور قرأت سیکھی۔ چودھویں سال علوم ظاہری سے فارغ ہوئے ان ہی دنوں میں آپ کے والد نے انتقال کیا، آپ کی توجہ سلطنت کی طرف نہ تھی۔ مگر امراء نے بزور منت آپ کو تخت پر بٹھایا مگر بعد از دیوان خاص و عام شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی اور دوسرے مشائخ کبار سمنان سے صحبت رکھتے تھے۔ ایک روز خضر علیہ السلام ان کے روبرو تشریف لائے اور فرمایا کہ اگرچہ تجھ کو امور سلطنت سے فرصت نہیں ہے، مگر ایک روز مقرر کر کے اس وقت میں ملاحظہ معانی نقش ہو ذات یعنی اللہ بے توسط فرمان کے دل صنوبری کر تاکہ واقف نفاس ہو جائے گا، انہوں نے حسب الحکم اس شغل کو کرنا شروع کیا۔ اس کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ معلوم ہوا بعد اس کے خواجہ اویس قرنی کو خواب میں دیکھا انہوں نے ذکر اویسیہ بتایا، سات برس اس ذکر کو کرتے رہے۔ ایک روز پھر خضر علیہ السلام تشریف لائے کہ شب ۲۷ رمضان تھی، آپ تنہا ذکر میں مشغول تھے، خضر علیہ السلام نے کلمات نصیحت آمیز ارشاد فرمائے کہ جن کے ہم مطلب یہ بیت ہے ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیا دوں   ایں خیال است و محال است جنوں

یعنی اے پسر مطلب مولا کا روبار دنیا جمع نہیں ہو سکتا، اگر طلب خدا ہے تو سلطنت سے دست بردار ہو کر جلدی سے ہندوستان پہنچ کر شیخ علاؤ الدین بنگالی کی خدمت میں حاضر ہو کہ وہ تجھ کو خدا رسیدہ کرے گا، حضرت نے بمجرد ارشاد خضر علیہ السلام تارک دنیا ہو کر کاروبار سلطنت سلطان محمود کے حوالہ کیا اور اپنی والدہ خدیجہ بیگم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت سفر چاہی، والدہ ان کی نے فرمایا کہ اے فرزند دلبند، سعادت پیوند تیرے ہونے سے پہلے روحانیت حضرت خواجہ احمد یسوی نے مجھ کو اشارہ کیا تھا کہ تیرے گھر فرزند ہوگا، کہ جس کے نور ولایت سے تمام جہان منوّر ہوگا، اللہ کا شکر ہے کہ وہ وقت آپہنچا، مبارک ہے ہندوستان کو جا، میں نے اپنے حقوق بخش کر تجھ کو بحق سپرد کیا، بس وہاں سے حضرت چل کر وارد ہندوستان ہو کر بمقام اوچ تشریف لا کر مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں مشرف ہوئے اور نعمہائے گوناگوں حاصل کیں، بعدہ دہلی پہنچ کر مزارات خواجگان چشت کی زیارت سے مشرف ہو کر راہی طرف بنگالہ کے ہوئے، جب آپ قریب مسکن شیخ علاؤ الدین کے آئے، حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے آنے سے شیخ کو مطلع کیا، شیخ تمام یاروں کو ہمراہ لے کر تا در خانقاہ پیشوائی کر کے لے گئے اور مرید فرمایا عمدہ لباس پہنایا، بعد تکمیل کے جہانگیر خطاب عطا کیا، اور خرقہ خلافت مرحمت فرمایا، بعدہٗ جونپور کو رخصت فرمایا آپ نے شیخ سے عرض کیا کہ جونپور میں ایک شیر ہے، یعنی شیخ حاجی چراغ ہند سہروردی خلیفہ نبیرہ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی شیر وقت ہے، مجھ کو کیونکر اس سے تاب مقاومت ہوگی، شیخ نے فرمایا کہ تجھ کو شیر بچہ ملے گا جو اس شیر سے سمجھ لے گا، تجھ کو پہلے ظفر آباد میں فتح ہوگی، پس حضرت بحکم پیر راہی طرف جونپور کے ہوئے، جب گزر قصبہ محمد پور میں ہوا، وہاں کے تمام علماء و فضلاء آپ سے ملنے آئے، اثناء گفتگو میں مدح چہار یار رسول مقبول ہونے لگی، حضرت نے بھی خلفاء راشدین کی مدح میں ایک رسالہ لکھا تھا، وہ پاس موجود تھا اس کو پیش کیا، ان صاحبوں نے اس کو جواب دیکھا تو اس میں بہ نسبت اصحاب ثلاثہ کے جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں چند کلمات زیادہ تھے، یہ دیکھ کر ان لوگوں نے بحث شروع کی، اور احتمال

رقص کا کیا، ہر چند آپ نے عمدہ تقریر سے ان کو قائل کیا مگر وہ نہ مانے، اس روز تو محفل برخاست ہوئی، سب اپنے اپنے گھر گئے، دوسرے روز تمام اہل قصبہ اور علمار نے جمع ہو کر مشورہ کیا، کہ کل بعد جمعہ کے سید کو سزا دینی چاہیئے، یہ ارادہ مصمم کر کے محضر تیار کیا، اور حضرت کی خدمت میں آئے، اور علمار سے استفتار نکال کر حضرت کے روبرو پیش کیا، آپ چاہتے تھے، کہ کچھ جواب دیں کہ مولوی سید خاں جو کہ سر حلقہ علمار اور مفتی قصبہ تھا، اس نے علما سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا اعتراض میر سید اشرف پر بسبب مدح علی کے ہے کہ انہوں نے کسی قدر ان کی تعریف اصحاب ثلاثہ سے زیادہ لکھی ہے، مگر تمہارا اعتراض جب ہوتا کہ یہ سید نہ ہوتے کس واسطے کہ اگر کوئی اپنے جد و پدر کو عالی مرتبہ بیان کرے تو کوئی ڈر نہیں، اس وقت سید خاں سے علمار نے کہا کہ ہم کو اس باب میں معتبر کتاب سے سند ملنی چاہیئے، سید خاں نے جامع علوم سے نقل کی ہوئی یہ عبارت پڑھی، الناس ابناء الدنیا لا یلام الرجل علی حب ابویہ و بمدحہما، یعنی مردمان پسر دنیا ہیں، ملامت نہ کرو، اگر کوئی ان آدمیوں میں سے اپنے باپوں کی تعریف کرے، یہ سنتے ہی سب دم بخود ہو گئے، کچھ جواب نہ دے سکے، شرمندہ ہو کر اٹھ گئے، حضرت سید صاحب نے دوستوں کے واسطے دعا کی اور سید خاں کو بشارت دی کہ چار پسر عالم اور فاضل ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور منافقوں کی نسبت کلمات بد فرمائے، چنانچہ وہ مبتلائے بلا ہوئے، پہلے سید خاں بھی رنجیدہ تھا مگر اس فتح مباحثہ کی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت سید عالم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سید اشرف میرا جگر گوشہ ہے اور تم لوگ الفاظ غیر واقع کہو، تم ہرگز مقابلہ میں اس سے بازی نہ پاؤ گے، اگر خیر چاہتے ہو تو تائب ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہو، چنانچہ انہوں نے بحکم رسول مقبول عمل کیا، معارج الولایت سے سند ہے کہ جب حضرت ظفر آباد میں تشریف لائے، چند ہنسی بازوں کور چشموں نے بہکانے کے لئے بعض حاسدین سے ایک زندہ شخص کو کفن وغیرہ سے درست کیا، اور چار پائی پہ لٹا کر آپ کی قیامگاہ پر لائے، اور حضرت سے تقاضا کیا کہ نماز جنازہ پڑھا دیجئے، حضرت خود امامت کریں، ہمراہی خدام مقتدی ہوئے، ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ جب نماز جنازہ کے واسطے تکبیر ہو مردہ اٹھ کر آپ کو سلام کرے اور کہے کہ آپ بڑے کراماتی ہیں کہ مجھ مردہ کو

زندہ کیا، اس میں آپ کی خوب رسوائی ہو گی، حضرت کو پہلے ہی نور باطن سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ مسخرہ پن کرتے ہیں، پہلے تو نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کیا، جب یہ نہ مانے اُٹھ کر ہمراہیوں کو لے کر نماز شروع کی، جب تکبیر ہوئی، اور مردہ نہ اُٹھا تو ان مسخروں نے پاس آکر دیکھا، تو وہ شخص مردہ تھا، یہ کرامت دیکھ کر روئے پیٹے اور قصور معاف کرایا، جب اہل شہر نے یہ کرامت دیکھی طالبانِ حق دُور دُور سے آکے مستفیض سعادت ہونے لگے، یہ اژدہام خلائق حضرت کے پاس شیخ حاجی چراغ ہند کو کہ صاحب ولایت اس جگہ کے تھے، اچھا نہ معلوم ہوا، مگر کچھ بن نہ آیا، اسی عرصہ میں شیخ کبیر سرہرپوری کہ امرائے شہر سے تھے، بعد تحصیل علوم ظاہری کے ان کا خیال طرف کشف کمال باطنی کے ہوا، خواب میں دیکھا، کہ ایک شخص صاحب کمال نے مُرید کیا! صبح اندیشہ کیا، کہ یہاں کے صاحب ولایت حاجی ہیں، یہ سوچ کر شیخ حاجی کی خدمت میں آئے جو صورت کہ خواب میں دیکھی تھی، ان کو اس صورت کے ہم شکل نہ پایا، چند روز ان کی خدمت میں تو رہے، مگر بیعت نہیں کی، آخر میر سید اشرف جہانگیری کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی صورت اور اس صورت کو کہ جو خواب میں دیکھی تھی مطابق پایا، اور سر حضرت کے قدموں پر رکھا مرید ہوئے، آپ نے مریدوں سے فرمایا کہ شیخ کبیر یہ وہ ہی شیر بچہ ہے، کہ جس کی نسبت شیخ علاؤ الدین نے فرمایا تھا، جب یہ خبر مرید ہونے شیخ کبیر کی حاجی کو ہوئی، بہت غصہ ہوئے اور بد دعا دی کہ شیخ کبیر جوان مرے گا، یہ خبر بد دعا دینے کی حضرت سید صاحب نے سنی، شیخ کبیر سے فرمایا کہ تو کبیر یعنی بوڑھا ہو کر مرے گا، اور تجھ سے پہلے شیخ حاجی مرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ کبیر سے پہلے شیخ حاجی نے انتقال کیا، اور شیخ کبیر ایک سو بیس برس کے ہوئے، تب آثار ضعیفی ان پر ظاہر ہوئے، تذکرہ چشتیہ میں لکھا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سیر کرتے ہوئے جونپور کے علاقہ میں کچھوچھہ میں قیام پذیر ہوئے، وہاں ایک جوگی جو ہوا پر چلتا تھا، مقابلہ میں پیش آیا، مگر حضرت پر اس کی کوئی کرامت نہ چلی، ناچار ہو کر مسلمان ہوا، اور حلقہ ارادت گلے میں ڈالا، حضرت نے اسی جوگی کی مڑھی یعنی مکان میں خانقاہ بنائی، اور ایک باغ روح افزا تیار کرا کر روح آباد موسوم فرمایا، بعدہٗ ہمراہی حضرت بدیع الدین قطب مدار بیت اللہ شریف تشریف لے گئے، بعد زیارت حرمین شریفین حضرت شاہ مدار

تو واپس ہندوستان میں تشریف لائے اور آپ نجف اشرف کربلائے معلّیٰ میں زیارت مزارات پیشوایان دین احمدی سے مشرف ہوتے ہوئے اور مولوی جلال الدین رومی اور ان کے بیٹے سلطان ولد اور دیگر مشائخین اس ملک سے ملے بعدہٗ شام میں آکر خاص دمشق میں شیخ فخرالدین عربی کی زیارت کی، وہاں سے پھر مکہ میں آئے، بعد حج روضہ غوث پاک اور امام ابو حنیفہ و امام احمد بن حنبل کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر بغداد سے کاشان میں آئے، شاہ عبدالرزاق کاشانی سے ملے، وہاں سے سمنان وطن اصلی میں آئے، آپ کی ہمشیرہ اس وقت زندہ تھیں، ان سے مل کر ان کی دلداری کر کے مشہد مقدس میں آئے، اور آستانہ عالی جناب امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ میں معتکف ہوئے، ان ہی ایام میں امیر تیمور صاحب قرآن گورگانی واسطے زیارت امام صاحب کے وہاں آئے، چونکہ حضرت بھی معتکف تھے، آپ سے بھی ملے، اور نہایت اعتقاد سے پیش آئے، چنانچہ خاندان تیموریہ کو جو محبت اور عقیدت خواجگان چشت سے رہی اور تا حال موجود ہے، اور ان حضرات نے جو جو مہربانیاں فرمائیں اور تا حال فرماتے ہیں اس کے باعث گویا میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ ہیں، کیونکہ تخم محبت آپ نے بویا، اور امیر صاحب نے عقیدت کا پانی اس میں دے کر نشو و نما دیا، اور ہمایوں کے عہد میں وہ درخت ہوا، جہانگیر کے زمانہ میں اس میں پھل اور پھول آئے، عالمگیر کے زمانہ میں اگرچہ اس درخت کی بیت جھڑ ہو گئی تھی، مگر فرخ سیر کے عہد میں وہ پھر سرسبز ہوا، اور محمد شاہ کے عہد میں بار ور ہوا، اور اکبر ثانی اور ابوظفر کے عہد میں پھل اس کے بتصدق حضرت مولانا فخر صاحب پختہ اور شیریں ہوئے کہ تمام خاندان تیموریہ کو نصیب ہوئے، تا ہنوز خاندان تیموریہ حلقہ بگوش خواجگان چشت ہے الغرض وہاں سے ہرات اور ماوراء النہر آئے، اور حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی کی خدمت میں چندے رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا، وہاں سے ترکستان میں آکر فرزند شیخ احمد یسوی سے ملے، بخارا میں آئے، وہاں سے غزنی کابل میں سیر فرماتے ہوئے ملتان میں پہنچے، وہاں سے اجودھن شریف زیارت مرقد منور حضرت گنج شکر سے مشرف ہو کر دہلی آئے، دہلی سے اجمیر میں مستفیض ہوئے، وہاں سے دکن میں جا کر سید محمد گیسو دراز سے ملے، وہاں سے سراندیپ گئے، وہاں سے سیر کرتے ہوئے گجرات میں آئے، وہاں سے واپس اپنی خانقاہ میں چندے قیام پذیر رہے،

بعدہٗ بھراہی میر کبیر سید علی ہمدانی تمام دنیا کی سیر کی، پھر خدمت پیر روشن ضمیر حاضر ہو کر تبرکات خواجگان چشت اور دیگر نعمت ہائے چشتیہ سے مشرف ہوئے، لکھا ہے کہ اس سیر و سفر میں آپ نے ایک سو نوے کاملین سے فیضان حاصل کئے، اور جب آخر حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوئے، مخدوم نے چار سو کئی پیروں سے جو نعمت حاصل کی تھی آپ کے سپرد کی، وہاں سے بخوشی اپنے مقام پر آئے، ایک بار آپ کی مجلس میں علی قلندر ان کفنی پوش آئے، اور کہا کہ جہانگیری کہاں سے پائی، آپ نے فرمایا کہ اپنے پیر سے، اس نے کہا کہ اس کی تصدیق کیونکر ہوں، یہ سن کر آپ کو ملال آیا اور فرمایا کہ میں جہانگیر ہوں، یہ فرماتے ہی علی گرا اور مر گیا، اس کے ہمراہی عفو و تقصیر لائے، اور مرید ہوئے، معارج الولایت سے روایت ہے کہ گروہ فقرا ہنود سے اور آپ سے ایک بت خانہ پر کچھ بحث ہوئی، آپ نے ایک بت کو طلب کیا، وہ فوراً حاضر آیا، اور اپنی زبان سے حضرت کی تعریف کی، یہ کرامت دیکھ کر وہ لوگ سب مسلمان ہوئے مشہور ہے کہ آج تک آپ کے باغ میں جانور بیخال نہیں کرتے ہا ور روضہ اقدس کے حوض کا پانی کبھی گندہ نہیں ہوتا ہے، اور آسیب زدہ روضہ منور کو دیکھتے ہی اچھا ہو جاتا ہے، بلکہ آپ کا نام پڑھ کر دم کرنے سے آسیب بھاگ جاتا ہے، لکھا ہے کہ حضرت نے ۲۷ محرم ۸۰۸ھ میں قبل انتقال تمام احباب کو جمع کر کے سب سے رخصت ہوئے، اور حاجی عبدالرزاق کو خرقہ عطا کر کے اپنا صاحب سجادہ کیا، حاجی صاحب حضرت کے فرزند دینی تھے، اور بعد نماز ظہر مجلس سماع گرم فرمائی، قوالوں نے غزل حضرت سعدی کی شروع کی، جب اس شعر پر آئے حضرت کو شوق ہوا،

گر بدست تو آمدہ است اجلم . قدرے غنیما بما جرائے قلم

اس پر وجد ہوا، اور ایسا وجد ہوا کہ خارج از تحریر ہے، بعدہٗ قدرے تسکین ہوئی پھر قوالوں نے یہ شعر شروع کیا ؎

خوب تر زیں دگر چہ باشد کار ۔ یار خنداں بعد بجانب یار
سر بلند جمال جاناں را ۔ جاں سپار د نگار خنداں را

اس ابیات کے سنتے ہی آتش عشق بھڑکی بعد شوق غالب ہوا کہ مثل مرغ نیم بسمل کے

تڑپنے لگے، آخر ایک آہ بھر کر جاں بحق بجاں تفویض کی، انا للہ وانا الیہ راجعون، اور اپنے باغ روح آباد میں اندرون حرم کے دفن ہوئے، عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی تھی، آپ کی تالیفات سے بشارات المریدین اور مکتوبات ہیں اور لطائف اشرفی میں آپ کے کوائف عمری خوب تحریر ہیں۔

ذکر حضرت مخدوم حسام الدین فتحپوری قدس سرہٗ

خلیفہ قاضی مقتدر کے با وصاف عرفان معروف تھے، نقل ہے کہ آپ باوقار اولیاء ہند میں سے ہیں، بہت لوگ آپ کی توجہ سے باخدا ہوئے، چنانچہ شیخ بڈھن کی عمر چھ برس کی تھی کہ ان کے والدان کو مخدوم کی خدمت میں لائے اور عرض کی کہ میرے کئی لڑکے خورد سال مر گئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی دعا سے یہ عمر طبعی کو پہنچے، فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ پیر کبیر ہوگا، پھر ان کے والد نے عرض کیا کہ اگر کچھ علم بھی نصیب ہو تو بہتر ہے فرمایا کہ عالم متبحر ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ پھر عرض کیا کہ علم معرفت بھی قدرے ہو، فرمایا بڑا عارف ہوگا، عمر دراز ہوگی، چنانچہ شیخ بڈھن بہمہ صفت موصوف تھے، وفات حضرت کی سنہ ۸۰۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ اختیار الدین عمر ایرجی قدس سرہٗ

خلیفہ قاضی سادی چشتی کے، آپ امیرزادہ ایرچ کے تھے، بوجہ جاذب جذب حقیقی تارک الدنیا ہو کر پہلے علوم ظاہری سے فارغ ہو کر بخدمت حضرت قاضی سادی کہ کامل وقت اور خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے، مرید ہو کر تکمیل علم باطنی کی خرقہ خلافت حاصل کیا اور اولیائے نامدار سے ہوئے وفات حضرت کی سنہ ۸۰۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ فتح اللہ اودھی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ اعظم شیخ صدر الدین حکیم کے وہ خلیفہ حضرت چراغ دہلی کے یہ حضرت علماء دہلی سے تھے جامع مسجد دہلی میں وعظ فرماتے، آخر شیخ صدر الدین حکیم کے مرید ہو کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے، جب فقر اور فاقہ سے تنگ ہوتے پیر سے

شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ یہ رحمتِ الٰہی ہے اس سے تنگ نہ ہونا چاہیئے، چنانچہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب فقیر شب کو بھوکا رہا، وہ شب اس کو شب معراج ہے اور جس فقیر نے صبح اُٹھ کر بیت الخلا دیکھا گویا اس نے دوزخ کا دروازہ دیکھا، یہ سُن کر آپ اس پر کاربند ہوئے، پھر ایک دن شکایت کی کہ فتوح کار نہیں ہوتا، اور میں مشقت بھی حد سے زیادہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ جو کتب تمہارے پاس ہیں طلباء کو تقسیم کردو آپ نے بموجب حکم پیر کے بہت سی کتب عنداللہ دے دیں، چند کتب کہ نایاب زمانہ تھیں رکھ لیں، پھر محنت شاقہ میں مشغول ہوئے، مگر کشود کار نہ ہوا، آخر جو کتب باقی تھیں ان کو تقسیم کر دیا، چند کتب ایسی تھیں کہ ان کو تالاب میں لے جاکر دھونے لگے، دیکھا کہ کل حروف دھل گئے، اور ان کی جگہ رب المعبود لکھا ہوا پایا، اسی وقت کامل وقت ہوئے ہزاروں طالبانِ حق کو بحق ملایا، اور شیخ قاسم دہلوی اور شیخ محمد علیی کو خرقہ خلافت عطا کیا، وفات حضرت کی ۸۲۱ھ میں ہوئی، مزار اودھ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عین الدین قتال قدس سرہٗ

کہ فرزند دلبند و خلیفہ سعادت مند حضرت شیخ سعداللہ کیسہ دراز کے تھے اور سید امیر ماہ بہڑائچی سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا، ظاہراً طریق ملامتیہ کر لیا تھا، رات دن شراب پیتے تھے، علماء نے ان کی شکایت ان کے والد سے کی، اُنہوں نے ان کو پہلے تو منع کیا کہ اس کار کو چھوڑ دے، مگر ان کی یہ کیفیت ہوئی، کہ کھاتے پیتے طہارت کے واسطے جو پانی آتا سب شراب ہو جاتی، ایک روز فرمایا کہ چاہ سے پانی لا، وہ پانی چاہ سے نکلتے ہی شراب ہوگئی، پھر دریا سے پانی منگایا دیکھا تو وہ بھی شراب ہوگئی، آخر مجبور ہو کر اُن کو ان کی رائے پر چھوڑ دیا، جب شیخ سعداللہ کا وقت رحلت قریب پہنچا، شیخ معین الدین پسر کلاں اپنے کو طلب کیا، معلوم ہوا کہ وہ موجود نہیں ہیں، آخر فرمایا کہ اس خراباتی کو لاؤ، آپ اس وقت میخانہ میں تھے، جو شخص بلانے گیا تھا اس کی شکل دیکھ کر طرف آسمان کے دیکھا، اور ساقی سے کہا کہ ایک جام میری تقدیر کا اور ہے، وہ بھی دے دے، ساقی نے جام دیا، آپ نے اس کو پی کر زمین پر دے مارا، اور والد

کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے خرقہ خلافت اور امامت خواجگان چشت ان کو عطا کی، اور انتقال کیا، آپ بعد رحلت پدر کے صاحب سجادہ ہوئے، اور یہاں تک تقویٰ بڑھایا، کہ مقتدائے شریعت و طریقت ہوئے، وفات شیخ عین الدین کی ۸۲۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ یوسف بدہ ایرجی

خلیفہ شیخ اختیار الدین عمر ایرجی کے، یہ حضرت پہلے خدمت میں شیخ جہانیاں اور شیخ راجن قتال سہروردی میں رہے، اور نعمت ہائے سہروردیہ سے مشرف ہوئے، بعدہٗ شیخ اختیار الدین عمر ایرجی کے مُرید اور خلیفہ ہوکر مجمع البحرین ہوئے، منہاج العابدین کا ترجمہ فارسی زبان میں فرمایا، اور شیخ سارنگ نے شیخ کو خرقہ خلافت عطا کیا، صاحب تاریخ محمدی نے کہ جو آپ کے سلسلہ میں ہے، آپ کی کرامات کا خوب ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے، وفات حضرت کی عین حالت سماع میں ۸۳۴ھ میں ہوئی، اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے، سلاطین مالوہ نے عالی گنبد مزار مقدس بنایا۔

ذکر حضرت شیخ شیر خاں بک قدس سرہٗ

کہ عزیز سلطان فیروز شاہ کے تھے، نہایت مغرور، متکبر مگر جب جذبہ حق دامنگیر ہوا، شیخ رکن الدین بن شیخ امام الدین خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے، اور جذبہ عشق سے ہمیشہ گریاں رہتے تھے، آنسو ایسا گرم نکلتا تھا کہ اگر کسی کے ہاتھ پر ٹپک جاتا تھا، اس کو سخت گرم معلوم ہوتا تھا، اور عالم تصوف تھے، امیر خسرو کے دیوان پر ان کا بھی دیوان ہے، زلیخا اور مرأۃ العارفین آپ کی تصنیفات سے مقبول کتب ہیں، اور مقبول اللہ آپ کا خطاب تھا، ۸۳۶ھ میں وفات پائی، مزار دہلی میں ہے۔

پاک و ہند کے چھ سو کے قریب اولیائے کرام کا حسین تذکرہ

دوم

مرزا محمد اختر دہلوی

ملک اینڈ کمپنی رحمان مارکیٹ
غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

ذکر شیر بیشہ ولایت ہمائے اوج کرامت غواص بحر معرفت غضنفر بادیہ محبوبیت الاقطاب فرد الافراد سید السادات حضرت مخدوم علاؤ الدین احمد صابر کلیری قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت صحیح النسب سادات عظام اور اولاد امجاد حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، کہ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر ابن سید شاہ عبدالرحیم بن سید عبدالسلام بن سید سیف الدین بن عالی جناب حضرت سید عبدالوہاب ابن حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عجائب حال غرائب احوال آپ کی والدہ ماجدہ ہمشیرہ جناب حضرت بابا صاحب فرید الملت والدین گنج شکر اجودھنی کی تھیں۔ ولادت باسعادت حضرت کی ۱۹ ماہ ربیع الاول ۵۹۲ھ بشب پنج شنبہ بعد از نماز تہجد کہ ایک پہر رات باقی تھی کہ حضرت تولد ہوئے، اسی وقت حضرت سے اظہار کرامت ہوا۔ کہ حضرت ولی مادر زاد تھے۔ صاحب انوار الشہود تحریر کرتے ہیں، کہ حضرت کی دایہ کا بیان ہے کہ جس وقت شکم مادر سے باہر ہوئے تو سر مبارک قبلہ کی طرف تھا، اور میری یہ مجال نہ ہوئی کہ بے وضو میں غسل کراتی۔ مورخان معتبر کی تحریر سے واضح ہے کہ آثار تہجد صبر و قناعت روز اول ہی سے شروع تھے۔ کہ بجائے سوا دو سال کے حضرت نے کل چھ ماہ چالیس

یوم شیر مادر نوش فرمایا، ایام شیر خواری اور طفلی کے خوارق و کرامت جو حضرت سے ظہور میں آئے اگر مفصل تحریر کیے جائیں تو دوسری اور کتاب تیار ہو جو تھے سال حضرت کی زبان کھلی، پہلا جو لفظ زبان حق بیان سے صادر ہوا وہ یہ تھا۔ لا موجود الا اللہ ۵۹۷ھ میں آپ یتیم ہوئے ایک سال کامل خاموش رہے، بعد اس کے جذبہ حق دامنگیر ہوا، حضرت کے مجاہدہ اور مشاغلہ اور ترک طعام اور لنگر تقسیم کرنے کی کیفیت کتابوں میں مشرح درج ہے اور تاریخ ۷ ارمحرم الحرام بروز پنج شنبہ بعد نماز اشراق ۶۲۳ھ میں حضرت بابا صاحب نے آپ نے اپنا مرید فرمایا، دو سال آپ نے حجرہ سے قدم باہر نہ رکھا، چنانچہ حضرت کا حجرہ مبارک پاک پٹن شریف میں تاحال موجود ہے، اب تک اس حجرہ میں ایسے ویسے کا کام نہیں کہ ٹھہر سکے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد عطائے خرقہ خلافت حضرت بابا صاحب نے آپ کو شاہ ولایت دہلی فرمایا اور سند تحریر فرمادی، چونکہ مہر بابا صاحب کی حضرت قطب جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتی تھی، حکم تھا کہ ہانسی جا کر مہر کرلینا، پس آپ کا وہاں تشریف لے جانا اور دونوں بزرگوں میں باہمی رنجش کا پیش آنا، سیر الاقطاب میں مشرح درج ہے، بعد اس کے ولایت کلیر حضرت کو مرحمت ہوئی اور حسب الحکم پیر روشن ضمیر اجودھن سے چل کر ۱۵ ماہ ذی الحجہ ۶۵۰ھ بروز شنبہ قریب کلیر شریف پہنچ کر نزول اجلال فرمایا دوسرے روز شہر میں داخل ہوئے اس وقت کی کیفیت بھی سیر الاقطاب وغیرہ کتابوں میں تحریر ہے پس جب اہالیان شہر کلیر اپنے اعمال شنیعہ کی سزا پاچکے تو حضرت نے دور شہر کے حدود سے ایک درخت گولر کے نیچے جا کر قیام فرمایا اس شہر میں جو لوگ آپ کی ولایت کے منکر تھے، یک لخت ان پر مسجد کی چھت گری اور سب دب کر مر گئے، کتاب معارج الولایت میں لکھا ہے، کہ ولایت حضرت کی ولایت موسوی تھی، اور قلب حضرت کا قلب اسرافیل پر واقع ہوا تھا، خیر و شر میں جو کچھ معجز بیان سے صادر ہوتا فوراً اس کا ویسا ہی ظہور ہوتا تھا، حضرت اوقات مبارک کو قلندر مشرب اور ابدال وش گزارتے تھے، اول اول آراستگی باطن میں اس قدر مستغرق رہتے تھے۔ کہ اسم ظاہر پر کبھی التفات نہ رکھتے تھے۔ آخر میں بالکل کونین سے بے پرواہ ہو کر مستغرق بحر شہودات ہو گئے تھے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آتے تھے۔ ہر وقت ہر لحظہ محوذات وحدت رہتے تھے، ذات مبارک مظہر جلال

حضرت صمدت تھی، یہ کلی قاعدہ ہے، کہ جس کسی کو عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے تو اس عشق کی آگ دل سالک سے ماسوا اللہ کو جلا دیتی ہے تو پس حضرت کو اعلیٰ مرتبہ تھا، جس طرح حضرت بابا صاحب آپ سے پیش آئے تھے، اس سے آپ کا مرتبہ اعلیٰ ظاہر ہے۔ اکثر قطب ابدال کا یہی قاعدہ رہا ہے، چنانچہ شیخ شمس الدین اور شیخ فخر الدین عراقی وغیرہ کے کوائف عمری اور عجائب حالات اکثر کتابوں میں موجود ہیں، اہل صفا ذوق اور شوق مشاہدہ دوست حقیقی میں بصر اور بصیرت ان کی رعایت مدح اور قدح خلق منظور نہیں کرتے اگر بعض کوتاہ ہمتی سے نگاہ بجانب خلق ڈالتے ہیں تو ان کو مقام معرفت حق میں راہ نہیں، اس مقدمہ میں مذہب اہل صفا یہ ہے، کہ یہ جماعت وارث انبیا ہے، معصیت سے معصوم کس واسطے کہ ان کے افعال اور اقوال موافق وحی کے ہوتے ہیں، اس واسطے سوائے مشیت ایزدی کے یہ لوگ اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کرتے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ چنانچہ ذات مبارک حضرت کی مطلق مستغرق حق تھی، کسی امور صوری اور معنوی میں مخالفت امر حال کو دخل نہ دیتے تھے ایسے مقام اولیا کو معصیت سے محفوظ رکھتے ہیں، کس واسطے کہ یہ تمام عالم مطلوب حقیقی کے جویاں رہتے ہیں۔ اعتراض کرنا اس گروہ پر از راہ حسد نابینائی ہے، سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ بعد ویرانی کلیر شریف کے ہر روز حضرت کی زیارت کرنے اس قدر خلقت آتی تھی، کہ وہ جنگل آبادی شہر سے بھی بہتر معلوم ہوا کرتا تھا۔ ایک نقل مشہور ہے کہ حسن قوال بابا صاحب کا اجودھن سے واسطے کچھ حاصل کرنے زر کے عازم ہندوستان ہوا، جس مرید کے پاس گیا اس نے بہت کچھ دیا، اس کو یہ خیال ہوا کہ اب کلیر چلیے کہ سید علاؤ الدین علی احمد صابر اعظم خلیفہ اور بابا صاحب کے بھانجے اور کلیر کے شاہ ولایت ہیں بہت کچھ ملے گا، الغرض جب یہ کلیر میں آیا، اس کو ویران دیکھا، آس پاس کے گاؤں والوں سے دریافت کیا، کہ خانقاہ صابر کس جگہ ہے۔ ان لوگوں نے کہا۔ کہ ایک ٹیلہ پر ایک گولر کے درخت کے نیچے ایک پھوس کی جھونپڑی ہے وہاں رہتے ہیں۔ الغرض قوال اسی پتہ پر آیا، جھونپڑی کو خالی پایا، سمجھا کہ کسی حاجت ضروری کو گئے ہوں گے، جب بہت دیر گزری، اس نے جھونپڑی کے گرد دیکھنا شروع کیا، دیکھا کہ گولر کا تھنا پکڑے بے خود کھڑے ہیں یہ باادب کھڑا رہا، بہت دیر کے بعد آنکھ کھولی اور فرمایا کہ تو کیستی، اس نے عرض کیا کہ فرید الدین

کا قوال، آپ نے فرمایا، کہ کون فرید اس نے جل کر جواب دیا، کہ تمہارے شیخ۔ اس وقت آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ میرے شیخ اچھے ہیں۔ اور اس قوال کو ہمراہ لے کر جھونپڑی میں آئے چولہے پر ایک مٹی کی ہانڈی رکھی ہوئی تھی۔ اس میں چند گولر تھے، وہ اس قوال کو مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ قوال اپنے دل میں بہت جلا۔ اور کہا کہ میں بھی یہ گولر بابا صاحب دکھاؤں گا۔ اور کہوں گا، کہ آپ کے پیارے مرید نے یہ دانا ری کی یہ سمجھ کر آجو دھن آیا۔ جب بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آداب بجالایا، قدمبوسی کرکے ہر ایک مرید کی خیریت عرض کی، آپ ہر ایک کا حال استفسار فرماتے رہے۔ آخر آپ نے پوچھا کہ میرے صابر کو بھی دیکھا، اس نے عرض کیا کہ میں تو ان کی بہت امید کرکے گیا تھا، مگر وہاں جھونپڑی ثابت بھی نہیں اور بڑے مغرور ہیں، بڑی دیر تک کھڑا رہا، آپ حالت سکر میں رہے۔ جب چشم کھولی، میں نے سلام کیا، پوچھا تو کون ہے۔ میں نے کہا کہ بابا فریدالدین کا قوال۔ اس پر انجان ہوکر پوچھا کون فرید میں نے کہا کہ تمہارے پیر اس وقت کہا کہ ہمارے شیخ اچھے ہیں، اور یہ گولر دانا ری کی ہیں کر سے نکال کر پیش کئے آپ نے دو نوش فرمائے۔ باقی حاضرین کو دیئے اور دو رکعت دوگانہ ادا کی۔ کہ آج میں شیخ ہوا، حاضرین نے عرض کیا کہ آپ پہلے شیخ نہیں تھے فرمایا کہ وہ صابر نہ تھا۔ وہ کہنے والا اور تھا، جس نے ان گولروں میں سے قدرے کھایا۔ اس کے نور باطن میں ترقی ہوئی۔ صاحب سیر الاقطاب کہتے ہیں کہ میں نے بچشم خود دیکھا، کہ شیر اپنی دم سے جاروب کشی کرتا ہے۔ حضرت نے آخر عمر میں خرقہ خلافت حضرت شیخ شمس الدین ترک کو عطا فرماکر جانب پانی پت رخصت کرکے ولایت اس شہر کا فرمایا۔ بروقت رخصت آپ نے حضرت سے عرض کیا، کہ اس جگہ شیخ شرف الدین بو علی قلندر صاحب ولایت ہیں، جواب میں حضرت نے فرمایا۔ کہ وقت ان کا آخر ہوا وفات حضرت کی ۱۳ ربیع الاول سنہ ۶۹۰ھ میں ہوئی۔ عین حالت سماع میں بعہد سلطان جلال الدین خلجی اور بروایت ثانی آپ کی تاریخ وفات جان گنج شکر ہے، صاحب مرآۃ الاسرار راوی ہیں، کہ حضرت ہم عصر حضرت سلطان المشائخ تھے، اور دونوں بزرگوں میں کمال محبت اور اتحاد تھا، اور چند سال پہلے حضرت سلطان المشائخ سے انتقال ہوا، مرقد پاک بمقام کلیر قبلہ حاجات خلق ہے اور تصرفات انکا جاری ہے، کہ مریدان صادق روحانیت حضرت سے فیض یاب ہوتے ہیں اور ان کے مدارج دینی و دنیوی صوری و معنوی طے ہوتے ہیں، کہ اگر انکو

شرح وار لکھیں تو دو مری کتاب تیار ہو۔ صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے، بعد وفات حضرت کے مجاوران درگاہ تاب جلال نہ لا کر بخوف آمد شیراں دور جا رہے تھے، بعد ایک مدت کے اہل ہنود نے روضہ عالیہ کے قریب دیبی کا مندر تیار کرایا۔ قریب تھا، کہ روضہ مطہرہ منہدم ہو، مگر شیر اسی وقت آ پہنچا، اور بہت سے ہنودوں کو ہلاک کیا باقی فرار ہوئے اور پھر اس طرف منہ نہ کیا، ایک روز ایک ہنود فقیر اس جگہ آگیا، نورانی جگہ دیکھ کر سمجھا، کہ یہ کسی واصل حق کا مزار ہے، مگر بسبب خصومت قدیم مذہبی کے اندر روضہ کے آیا، اور تربت کو مسمار کرنا چاہا۔ اور اپنی کلہاڑی سے مزار کو ڈھانے لگا، چند خشت نکالی تھیں اور چاہتا تھا، کہ اندر سے قبر کو دیکھے، کہ اس میں کیا ہے، اسی وقت غضب الٰہی میں گرفتار ہوا، دم اس کا بند ہو کر ہلاک ہوا۔ جب رات ہوئی، خدام آستانہ کو خواب ہوا، کہ گویا شیخ تشریف لائے، اور فرماتے ہیں کہ ایک شخص بے ادبی مزار کے لئے آیا تھا، اپنی سزا کو پہنچا ہے ابھی تک گرفتار ہے، جاؤ اور اس کو نکالو صبح جلدی سے مجاور پہنچے، اور اس فقیر کے مردہ کو گھسیٹ کر دور ڈالا، اس روز سے پھر کچھ آبادی ہوئی، بہت روز تک یہی کیفیت رہی، عرس شریف میں بھی رات کو کوئی مزار شریف کے قریب نہ ٹھہر سکتا تھا، اب ہزارہا آدمی جمع ہوتے ہیں نہ وہاں چوکی، نہ کسی قسم کا پہرہ نہ پولیس نہ تحصیل کوئی محافظ نہیں ہوتا، مگر چوری حرامکاری نہیں ہوتی، اور حاضرین کو علی قدر مراتب سکر اور سرور رہتا تھا۔

راقم الحروف مرزا احمد اختر مقیم حال قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر اپنی بیتی عرض کرتا ہے، اس ناچیز نے سترہ برس سیر و سیاحت کر کے بزرگان عہد کو دیکھا، بعض کے انفاس متبرکہ سے فیض پایا، ہندوستان کے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوا، حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا، مگر عمداً کئی سال تک حاضر نہ ہوا تاوقتیکہ خود نہ بلائیں اور پہلے اپنی زیارت سے مشرف نہ فرمائیں نہ حاضر ہوں گا، آخر ایک شب بعد نماز تہجد کے میں ذکر کر رہا تھا، حجرہ میں اندھیرا تھا، یکایک برق کی ایسی چمک معلوم ہوئی کہ میں ڈر گیا، سمجھا کہ بجلی گری بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا، تعجب نہ تھا کہ قالب سے روح پرواز کر جاتی کہ ناک میں خوشبو آئی، ذرا فرحت ہوئی، دیکھا تو تمام حجرہ لوٹے عنبر سے معطر تھا، اور ایک شخص نورانی دکھائی دیا، مگر اس کے منہ پر ایسی روشنی تھی، کہ جس کی جوت

زمین پر پڑتی تھی، میری تاب نہ تھی کہ میں روئے انور کو دیکھ سکتا، ایک نظر پڑتے ہی آنکھوں کو چوندہ لگ گئی تھی، تھوڑی دیر کے بعد وہ کیفیت جلالی ہٹی اور میرے جسم کو ہوا نے سرد کی، مگر مجھ میں حس و حرکت کی قوت نہ تھی، کان میں آواز آئی کہ تو میری ولایت میں میری قنات کے نیچے رہتا ہے اور میرے سلام کو نہ آیا، مجھ ہی کو تکلیف دی، یہ سنتے ہی میں تو بے ہوش ہو گیا۔ اور اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ صبح کی نماز بمشکل ادا کی گئی، اور وہ تحیر کئی دن معطر رہا، فرزند میرا سخت علیل تھا، اطبار نے جواب دے چکے تھے، اسی وقت اس کو کلی صحت ہوئی، اس روز سے تصرف اور یہ عنایت ہے کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آئی اور حضور کی روح پاک کی طرف رجوع کی، اسی روز بحالت خواب زیارت سے مشرف ہوا، اور وہ مشکل حل ہوئی بے شک ذات بابرکات مشکل کشا ہے بعد انتقال حضرت کے سلاطین دہلی نے چاہا کہ کلیر کو از سر نو آباد کریں، مگر تصرفات ولایت حضرت سے میسر نہ ہوا، صاحب اقتباس الانوار تحریر فرماتے ہیں، کہ بعد انتقال حضرت قریب مزار پر انوار حضرت کے کوئی نہ جا سکتا تھا، کس واسطے کہ جہاں کسی نے قریب مزار شریف کے قدم رکھا ایک برق مزار معلی سے پیدا ہو کر اس کو جلا دیتی تھی۔ جب حضرت قطب عالم بندگی عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ، بقصد زیارت جانب کلیر روانہ ہوئے، اور مزار مبارک سے ایک کوس کا فاصلہ رہا، یکایک برق چمک کر ان کے نزدیک آئی ہی تھی کہ آپ نے بصد عجز عرض کیا کہ غلام مشتاق زیارت ہے آگے جیسے مرضی، اسی وقت وہ برق ناپید ہوئی جب قریب روضہ کے پہنچے پھر برق بدستور چمکی، حضرت نے پھر بصد نیاز عرض کیا کہ بندہ برائے زیارت حاضر ہوا ہے، سر دینے کو تیار ہے، اسی وقت برق ناپید ہوئی، جب آپ قریب تربت اقدس کے گئے، پھر بدستور برق چمکی چاہتی تھی، ان پر گرے مگر یہ نہ ٹلے استقلال سے عرض حال کیا، برق ناپید ہوئی، اور روحانیت حضور کی مجسم ہو کر مزار سے باہر آئی، اور بندگی شیخ عبد القدوس کو بغل میں لیا، اور مہربانی سے فرمایا، کہ تو میرے سلسلہ میں ہے، اس وجہ سے بچ گیا ورنہ اس جگہ پہنچنے کی کسی کو مجال نہیں ہے، حضرت قطب عالم نے عرض کی برق جلال اپنی کو نیام کیجئے اور سرجمال آپنے خلق اللہ کو اپنی زیارت سے مشرف کیجئے، کہ عالم آپ کی برکات سے فیضان حاصل کرے، حضرت نے فرمایا کہ عبد القدوس تیری خاطر سے برق ذات اپنی کو عالم لامکان میں مسطور کیا اور اپنی صفات جمالیہ سے بقدر ایک ذرہ کے اس تربت پر جلوہ دیتا ہوں، اسی روز سے تقریب عرس شروع ہوئی

اور خوان فیوضات کا عام طور پر عالم کے واسطے کشادہ ہوا، جاننا چاہیئے کہ ملفوظات بابا صاحب میں ذکر حضرت کا کم واقع ہوا ہے، اس کا سبب یہ ہے، کہ کل ملفوظات بابا صاحب کے حضرت شیخ جمال ہانسوی کی رائے سے تیار ہوئے اور اگر کسی نے لکھے بھی تو ان کی خاطر سے کم ذکر کیا، کہ سب کو شیخ جمال کی مروت تھی، کس واسطے کہ یہ بابا صاحب کے پرانے مرید تھے، مگر تحبت کمالیت ولایت حضرت علی احمد صابر کے وجود باوجود اور مریدان اور خلفائے سلسلہ حضرت سے اظہر من الشمس ہے اور تا حال سلسلہ جاری ہے، اور نور باطن اس سلسلۂ عالیہ کا تمام ملک میں چمک رہا ہے۔

نقل ہے، کہ ایک قوال جو مولوی فتح محمد صاحب کا مرید اور کچھ پڑھا ہوا بھی تھا، اس نے ایک قصیدہ حضرت کی شان میں لکھا، عرس شریف میں حاضر ہو کر بھیرویں میں اس کو روبرو مزار کے گانا شروع کیا، کہ یکایک ایک سوار آیا اور آستانہ پر گھوڑے سے اتر کر ایک تھان ململ اور اس پر چھتیس روپے رکھے تھے قوال مذکور کو دے کر الٹے پاؤں چلا گیا اور غائب ہو گیا، صاحب اقتباس الانوار اور مراۃ الاسرار متفق ہیں۔ کہ سیر الاولیاء میں احوال خلفائے حضرت گنج شکر لکھا ہے۔ مگر حضرت کے بارہ میں اتنا ہی لکھا ہے کہ فقیر بزرگ صاحب نعمت کہ اس کو شیخ صابر کہتے ہیں اچھا فقیر ساکن کلیر تھا۔ اور پیوند بخدمت حضرت فریدالدین گنج شکر رکھتا تھا اور صاحب اجازت بھی تھا۔ بابا صاحب اپنے خلفا سے ایک کو رخصت فرماتے تھے کہ شیخ صابر نے عرض کی کہ میرے باب میں کیا حکم ہے بابا صاحب نے فرمایا، کہ صابر برو بھوکا خواہی کرو، بھوکا ہندی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھے عیش میں گزرے گی، پس آخر عمر تک ان کی محویت ذات کی عیش میں گزری اور بہت کشادہ پیشانی رہے، وہ فرماتے ہیں کہ سیر الاولیاء معتبر کتاب ہے، اس کا یہ کلام ہم کو اچھا معلوم ہوا کہ یہ کلمہ جمع کا ہے۔ حضرت گنج شکر نے کتنی نعمتیں ان کے حق میں ایثار فرمائیں۔ اگر کہیں کہ بھوکا راحت ہائے دنیا و آخرت ہے سچ ہے اگر کہیں کہ مراد خوراک راحتہائے تجلیات جلال جمال کہ مظہر ہائے گوناگون میں اوپر سالک کے وارد ہوں، یہ بھی درست ہے کہ اگر کہیں کہ راحتہائے قرب حق ہے عین مشاہدہ بعد حضور کے کہ عارف پر عتاب و خطاب میں ہوتا ہے کبھی لذت عتاب میں غرق ہوتا ہے۔ کبھی شوق خطاب میں مثل برق کے چمکتا ہے، یہ بھی نہایت زیبا ہے۔ مگر نزدیک فقرا کے بہترین راحت کا راحت

تحیر ہے کہ عارف کامل کو فنا کر دیتی ہے، توحید میں یعنی ذات مطلق ایسی محو ہوتی ہے کہ ہر چند آپ کو ڈھونڈھے نہیں پاتا، حرکات وسکنات اس کے مثل نائم کے ہوتی ہیں، چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے، اللھم زدنی تحیراً یعنی اے پروردگار میرے زیادہ کر تحیر اوپر میرے، پس کمالات حضرت سید علاؤالدین علی احمد صابر کے قیاس کرنے چاہئیں، کہ حضرت گنج شکر نے وقت رخصت کے اپنے خلفا کو کیا کیا تعلیم فرمایا، ان کی نسبت کیا کلمے فرمائے جو کتبہائے چشتیہ میں موجود ہیں۔ اور حضرت کی نسبت صرف کلمہ فرمایا دوسرا نہ کہا، نزدیک اہل صفا کے مقرر ہے، کہ جو مرید حضور پیر میں بمرتبہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، اور قرب حق حاصل کر لیتا ہے، اس کو پھر وصیت نہیں کرتے، کس واسطے کہ وہ امر حال سے آشنا ہو چکا ہے، اور فنا، احدیت جلوہ گر ہوئی، پس ایسے مرید کے حق میں وصیت کرنا نزدیک اس طائفہ کے فضول ہے۔"

بعض کا اعتراض ہے کہ اور بزرگوں کے حالات بہت بہت درج کتب تواریخ ہیں، ان کے کشف وکرامات زیادہ کیوں نہیں مشہور ہیں اگرچہ میں کسی صاحب کو جواب دینے کے لائق نہیں مگر اس کے چند وجوہ ظاہر ہیں اوّل تو یہ کہ یہ حضرات ستر کرامت فرماتے تھے اظہار کرامت کو بُرا جانتے تھے، دوسرے یہ کہ حضرت کا جلال ایسا تھا، کہ آپ کے نزدیک جانے کی ہر کسی کو مجال نہ تھی صادق الاعتقاد جو زیارت کو جاتے وہ بھی دور ہی سے زیارت کر کے چلے آتے تھے سوم یہ کہ جب سے کلیر میں آکر اس کو شرف شریف بخشا، کبھی کسی آبادی میں نہیں گئے، صحبت خلق سے تو اوایل ہی سے نفرت تھی، چہارم یہ کہ آپ کو استغراق ایسا تھا کہ ہر وقت بحر شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے، اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آنے کی ان کو کیا ضرورت تھی، پنجم یہ کہ بعض حضرت اپنی شہرت کو معیوب سمجھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ تحت القبائی لایعرفھم غیری، موجود ہے۔ چنانچہ بعض ایسے ہوئے ہیں اور موجود بھی ہیں، کہ انہوں نے اپنے کو پردہ ملامت میں چھپایا اور حضرت کے مزاج مبارک میں تو کمال درجہ کی ترک وتجرید اور احتیاط تھی، ششم یہ کہ حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ آپ کی خدمت میں رہے، آپ کے انفاس متبرکہ سے فیض پایا، اگر ان کی کیفیت بھی دیکھنی ہو، تو اخبارات اولیاء اللہ سے منکشف ہو

سکتی ہے، کہ وہ بھی صاحب ترک و تجرید اور صاحب استغراق تھے پس غور کیا جائے کہ آپ کے غلاموں میں کیسے کیسے زبردست اور کامل مکمل حضرات گزرے ہیں آگے اس کتاب کو دیکھنے سے ان کی کیفیت معلوم ہو جائے گی، حضرت کے مزار گھر بار سے تاحال جو فیض جاری ہے وہ اظہر من الشمس ہے، دور دور سے لاکھوں آدمی آتے ہیں اور دامن مراد کو پر کر کے لے جاتے ہیں، میں نے بہت سے بزرگوں کے اعراس دیکھے ہیں، مگر اوّل نمبر اجماع خلایق چار جگہ ہوتا ہے، ایک حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں دوم حضرت کے عرس شریف میں نمبر سوم کوٹ مٹھن شریف میں حضرت فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں کہ یہ عرس، ربیع الآخر کو ختم ہوتا ہے، چوتھا عرس حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ صابر کی کرامت ظاہر فیضان عام ہے جس کو اس سے انکار ہے وہ اس فقیر کاتب الحروف کے ہمراہ مزار مبارک پر حاضر ہو کر اطمینان کر لے، یہ بدنام قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر میں تاحال زندہ موجود ہے۔

ذکر شمس العالم لامثال بدر منازل حضرت جمال معدن علوم لدنی پروردہ لطف رسول مدنی آئینہ جمال و جلال حقانی حضرت شیخ شمس الدین ترک قدس اللہ سرہ

آپ خلیفہ حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر کے تھے اور نیز حضرت گنج شکر سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا تھا، شان بزرگ اور کرامات وافر رکھتے تھے، ہمیشہ ریاضات اور مجاہدات اور تصفیہ باطن میں مستغرق رہتے تھے، اور غایت تجرید سے لباس قلندرانہ چرمی پہنتے تھے دنیا اور رسم دنیا و عقبیٰ سے مستغنی تھے، اور جو کچھ زبان مبارک سے نکلتا تھا، فوراً اس کا ظہور ہوتا تھا، سلسلہ نسب آپ کا اس طرح پر ہے، یعنی شیخ شمس الدین ترک بن سید احمد بن سید عبدالمومن کہ فرزندان حضرت خواجہ احمد بسوی کے تھے، نسب آپ کا حضرت محمد حنیف بن حضرت علی مرتضیٰ سے ملتا ہے، صاحب سیر الاقطاب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ شاہ ولایت پانی پت

کے تھے اور جائے مولد آپ کا ترکستان ہے، صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ قبل از تشریف آوری ہندوستان کے ایک روز ایک مجلس میں اکثر مردم سادات جمع تھے اور اکابر شہر بھی موجود تھے، ایک شخص نے حضرت سے کہا، کہ تمہارے سید ہونے کا کیا ثبوت ہے، آپ نے فرمایا میں نے اپنے آباء سے سنا ہے اور نسب نامہ میرے پاس ہے اس شخص نے کہا کہ اس کا ثبوت دشوار ہے ہم کیونکر قبول کریں کہ وہ سند آپ ہی کی ہے یہ بات سنتے ہی آپ کو جوش آیا فرمایا کہ یہ بات موقوف رکھو سید کی داڑھی کا بال آگ میں نہیں جلا کرتا ہم تم دونوں آگ میں گھسیں جو جل گیا وہ سید نہیں اس سے بہتر اور کوئی دلیل نہیں آخر تنور گرم میں حضرت گھس گئے معاً آتش سرد ہوگئی ایک تار بھی جامہ مبارک نہ جلا اور غیب سے ایک چشمہ برآمد ہوگیا۔ کہ جس کے پانی سے حضرت نے وضو کر کے دوگانہ ادا کیا، بعدہ اس طاعن سے کہا کہ آپ بھی وعدہ وفا کیجئے وہ لاچار ہوا، اور جب نزدیک تنور کے آیا شعلہ آتش برآمد ہوا، اور اس کے کپڑوں میں آگ لگی اس نے شور کیا، تمام اہل مجلس نے بھی شور مچایا، حضرت نے جلدی سے اس کو بچایا معاً آتش سرد ہوگئی، تمام مجلس اس حال کو دیکھ کر اعتقاد لائی، بعد اس کے متوجہ طرف ہندوستان کے ہوئے اور بخدمت حضرت علاؤالدین علی احمد صابر حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی، بعض نے یہ کیفیت پانی پت کی لکھی ہے شیخ شاہ علی چشتی سیر الاقطاب میں تحریر کرتے ہیں کہ نام پاک حضرت برائے ہر مہم و ہر رنج مشکل کے با وضو بعد نماز عشاء ایک لاکھ مرتبہ پڑھے بحکم خدا وہ کام پورا ہو، یعنی بصدق دل پڑھے، یا شمس الدین ترک، بعض نے لکھا ہے کہ ہر سو بار کے بعد یہ کہے یا شمس الدین ترک پانی پتی مشکل کشا وہ لکھتے ہیں کہ میرا تجربہ ہے اور جس کو میں نے اجازت اس عمل کی دی ہے اس کا کام ہوگیا ہے، چنانچہ کاتب الحروف نے بھی تجربہ کیا ہے اور ایک صفت اور دیکھی ہے کہ اگر کار ہونہار نہیں ہے تو ہرگز یہ عمل پورا نہ کر سکے گا، اگر ممکن ہو ایک شب میں تمام کرے اور دوسروں سے پڑھوا دے اگر نہ ہو سکے چالیس روز میں پورا کرے مگر حرام کی نیت نہ ہو اور نہ نقصان ہوتا ہے اور آپ کے سلسلہ میں یہ رسم جاری ہے، کہ جس مرید کے گھر شادی ہوتی ہے، پہلے باحتیاط تمام حضرت کی نیاز ہوتی ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ حضرت بمقام ترکستان علوم معقول و منقول منطق

ریاضی، ہیئت ہندسہ وغیرہ سے فارغ ہوئے، تجرید وتفرید اختیار کر کے بطلب مرشد کامل گھر چھوڑا، بزرگان ماوراء النہر سے ملاقات کی، کسی کی خدمت میں وابستگی نہ ہوئی، آخر عازم طرف ہندوستان کے ہوئے اور سیر کناں بمقام اجودھن آئے بابا صاحب کی خدمت میں نیاز حاصل کیا، اور بمجرد مشاہدہ جمال حضرت سید علی احمد صابر حجاب اٹھ گیا، اور سر اپنا حضرت کے قدموں پر رکھا اور بشرف بیعت مشرف ہوئے، حضرت نے آپ کے حق میں اس وقت فرمایا کہ شمس الدین فرزند من خلا سے چاہتا ہوں، کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور تا قیامت جاری رہے الغرض بعد ارادت خدمت حضور میں مشغول ہوئے، اور روز بروز کسب سلوک اہل صفا میں ترقی کرنے لگے، چند روز میں سیر سلوک تمام کیا، اور اللہ تعالیٰ نے تھوڑی مدت میں بوسیلہ خواجگان چشت تکمیل ارشاد کو پہنچایا، کہ دوسروں کی تربیت میں مشغول ہوئے، اکثر احوالات عجیب خوارق عادات غریب مثل اولیاء ظاہر ہونے لگے، آخر خرقہ خلافت پایا، اور خدمت حضرت گنج شکر سے گوناں گوں نعمتیں حاصل کیں اور بابا صاحب نے اجازت نامہ بخط خاص تحریر فرما کر عنائت کیا اور اسم اعظم تعلیم فرمایا، دوسری سند حضرت پیر روشن ضمیر حضرت شیخ علی احمد صابر سے حاصل کی اور آپ نے بھی اسم اعظم اور دیگر نعمتہائے چشتیہ عطا فرما کر ارشاد کیا، کہ شمس الدین بعد انتقال میرے تین روز سے یہاں زیادہ یہاں نہ ٹھہرنا، اللہ تعالیٰ نے تجھ کو صاحب ولایت پانی پت کا کیا ہے، وہاں جا رہنا اور گم گشتگان بادیہ ضلالت کو ہدایت کرنا اور ممد و معاون اس دیار کے رہنا، انہوں نے عرض کی، کہ وہ ولایت حضرت قلندر صاحب کی ہے ان سے کس طرح صحبت ہوگی، فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں ان کا وقت آخر ہوا جس وقت تو پانی پت پہنچے گا وہ اس عالم فانی سے نقل فرمادیں گے، آپ نے عرض کیا، میرا ارادہ یہ تھا کہ باقی عمر جاروب کشی آستانہ حضور میں بسر کروں، حکم والا اس طرح ہے، مرضی مولیٰ از ہمہ اولے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین قدس سرہ بعد پانے خلافت کے حضرت مخدوم شیخ علاؤالدین علی احمد صابر سے واسطے پردہ کے سلطان غیاث الدین بلبن کے مصاحبوں میں نوکر رہے ہیں اپنے کمال کو لباس اغنیاء میں پوشیدہ رکھا، مگر آپ کے کمال کی شہرت ہونے کے باعث یہ لکھا ہے کہ سلطان نے ایک قلعہ پر یورش کی اور محاصرہ کئے ہوئے ایک مدت گزر گئی

تھی فتح میسر نہ ہوتی تھی، ایک شب کو ہوائے تند اور بارش بکثرت ہوئی، تمام لشکر اسلام کے خیمے گر گئے اور بسبب کثرت بارش کے آگ تمام لشکر کی بجھ گئی یہاں تک کہ سلطان کے خیمہ کی بھی شمع گل ہو گئی، خدمت گار سلطان آفتابہ لئے پھرتا تھا، کہ کہیں آگ مل جائے، تو سلطان کے وضو کے واسطے پانی گرم کر لے، اس نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ روشن ہے اور خیمہ کو بھی کوئی آسیب نہ پہنچا، وہ خیمہ حضرت کا تھا، وہ خدمت گار آپ کے خیمہ میں آیا، آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے وہ چاہتا تھا کہ آگ یا چراغ طلب کر لے، مگر بوجہ ہیبت الٰہی کے کچھ نہ کہہ سکا، روبرو کھڑا تھا، کہ حضرت نے سر اوپر اٹھا کر فرمایا، کہ آگ چاہتا ہے لے اس نے کوئلے چراغ حضرت سے روشن کئے اور آبدار خانہ میں لا کر حمام گرم کیا، وہ خدمت گار سقہ تھا یہ ماجرا دیکھ کر اس کو چین نہ پڑا، صبح مشک لے کر اس خیمہ کی طرف روانہ ہوا، جب نزدیک آیا حضرت کو وہاں نہ دیکھا، پھر کر تالاب پر آیا کہ جو قریب لشکر تھا دیکھا کہ ایک بزرگ وضو کر رہے ہیں یہ کھڑا رہا آپ نے نماز ادا کی اور اپنے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اس سقہ نے مشک بھری تو پانی اس تالاب کا گرم پایا، حیران ہوا کہ ہر روز یہاں سے پانی بھرتا ہوں، آج یہ پانی گرم کیوں ہے باوجودیکہ برف جم رہا ہے، چلہ کا جاڑا ہے یہی فکر کرتا ہوا آبدار خانہ میں آیا اور سمجھا کہ یہ برکت اس بزرگ کی ہے اس روز تو اس نے کسی سے اظہار نہ کیا، دوسرے روز حضرت کے پہنچنے کے چار گھڑی پہلے تالاب پر پہنچا، پانی مثل برف کے پایا، اور ایک درخت کے نیچے پوشیدہ ہو گیا کہ دیکھنا چاہیئے وہ بزرگ پھر بھی آتا ہے۔ حضرت وقت معینہ پر تشریف لائے، وضو کر کے نماز صبح ادا کی اور متوجہ طرف خیمہ کے ہوئے اب سقہ تالاب پر آیا پانی کو جو دیکھا تو گرم پایا، اور مشک بھر کر سلطان کے روبرو گیا جو ماجرا دیکھا تھا عرض کیا، سلطان نے وہ دن اور شب بسر کی، چار چھ گھڑی رات باقی رہے سقے کو ہمراہ لے کر تالاب مذکور پر آچھپا، حضرت بدستور تالاب پر آئے وضو کیا اور نماز ادا کی، بعدہ متوجہ طرف خیمہ کے ہوئے۔ سلطان نے آکر اس پانی کو دیکھا تو گرم پایا اور متعجب ہو کر عقب حضرت کے روانہ ہوا دیکھا کہ آپ خیمہ میں پہنچ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہوئے، سلطان ہاتھ باندھ کر روبرو جا کھڑا ہوا، جب آپ فارغ ہوئے سر اٹھایا، دیکھا سلطان دست بستہ کھڑا ہے تعظیم کو اٹھے، سلطان نے کہا زہے سعادت میری کہ تم سا خدا دوست میرے زمانہ

میں موجود ہے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ قلعہ کس واسطے فتح نہیں ہوتا۔ حضرت نے ہر چند ٹالا جب سلطان نہ مانا، آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا اسی وقت دھاوا کرو فتح ہوگی سلطان خوش ہو کر اپنی بارگاہ میں آیا۔ اور اسی وقت سوار ہو کر قلعہ پر دھاوا کیا۔ تین ساعت کے عرصہ میں قلعہ فتح ہوا، سلطان باظفر و غنیمت خیمہ گاہ اپنے پر آیا دوسرے روز ارادہ کیا کہ شرف ملازمت حضرت کی حاصل کرے آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر کل اسباب سامان زر و جواہر وہیں چھوڑ کر اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چندے قیام کیا۔ اور بعد انتقال پیر روشن ضمیر تین روز وہاں رہ کر چوتھے روز راہی طرف پانی پت کے ہوئے، پانی پت میں پہنچ کر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے حضرت قلندر صاحب نے از راہ کشف آپ کا تشریف لانا معلوم کر کے پانی پت سے مسافرت اختیار کی، جب حضرت قلندر صاحب اپنے حجرہ سے برآمد ہوئے پسر حلوہ فروش کہ حضرت کی اس پر بہت مہربانی تھی پوچھنے لگا، کہ اس وقت آپ کہاں جاتے ہیں، آپ کو نہ چھوڑوں گا، حضرت نے فرمایا کہ میں اس جگہ ایک ساعت نہیں ٹھہر سکتا کہ یہ ولایت دوسرے کے حوالہ ہوئی، اس پسر نے کہا کہ اس صاحب ولایت کو مجھے دکھا دیجئے پھر جہاں چاہیئے، تشریف لے جایئے، میں آپ کے ہمراہ چلتا ہوں حضرت قلندر صاحب نے فرمایا کہ فلاں محلہ میں ایک مرد ایسی شکل کا چرم پوش دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہے خبردار اس سے گستاخی نہ کرنا دور سے دیکھنا، الغرض وہ حلوا فروش آپ کے پتہ پر آیا دیکھا کہ ایک شاہباز بیٹھا ہے اور دو شیر دو طرف اس کے بیٹھے ہیں اور زیارت عرش کر رہے ہیں، یہ سراسیمہ ہو کر واپس آیا اور قلندر صاحب سے عرض کی۔ کہ جیسا آپ نے ارشاد فرمایا بجا اور درست ہے، سیر الاقطاب سے اس طرح ظاہر ہوا، کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک، جب پانی پت میں پہنچے بطریق کتابت ایک پیالہ دودھ قلندر صاحب کی خدمت میں ارسال کیا، غرض اس سے یہ تھی کہ یہ ولایت مجھ کو عطا ہوئی ہے، یہ شہر میری ولایت سے مثل کاسہ شیر کے مملو ہے، دوسرے کی گنجائش نہیں، قلندر صاحب نے جب اس پیالہ کو دیکھا، اس میں ایک پھول ڈال دیا، مراد یہ کہ میں اس شہر میں مثل پھول کے ہوں، تمہاری ولایت سے مجھ کو کچھ تعلق نہیں، بعض بیان کرتے ہیں، کہ جب حضرت پانی پت میں فروکش ہوئے۔ آپ کے خدمت گار کا گذر حضرت قلندر صاحب کی طرف ہوا، دیکھا کہ بشکل شیر بیٹھے ہیں یہ کیفیت دیکھ کر خادم واپس آیا اور حضرت شاہ ولایت سے سارا حال بیان کیا، آپ نے خادم سے

فرمایا کہ پھر جا اگر ان کو اسی شکل سے دیکھے، تو میرا اسلام کہنا کہ شیر کو جنگل چاہیئے" خادم بموجب حکم گیا، پھر بصورت شیر پایا، اس نے حضرت کا سلام کہا، اور کہا کہ شیر کو جنگل چاہیئے"۔ اسی وقت حضرت بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ اس جگہ سے اٹھ کر باگھوتی میں تشریف لے گئے، باگھوتی ایک جگہ قریب پانی پت کے ہے، حضرت جو وہاں بصورت شیر بیٹھے تھے، اس وجہ سے اس جگہ نے باگھوتی نام پایا، باگھ ہندی میں شیر کو کہتے ہیں اور وہ جگہ بوجہ برکت قدم مبارک حضرت بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ زیارت گاہ ہے۔ شیخ نے بار دیگر کہلا بھیجا، کہ کل توابع شہر میری ہی ولایت میں ہے، آپ سنتے ہی بمقام بوڑھا کھیڑا روانہ ہوئے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین نے ہندوستان میں نہ شادی کی نہ اولاد ہوئی مگر ۱۰۵۰ھ میں عہد شاہجہان میں سید صفدر خان حاکم اکبرآباد معزول ہو کر وطن کو جاتے تھے، پانی پت میں جب وارد ہوئے، روضہ حضرت پر واسطے زیارت کے آئے، آپ کا نام و نشان دریافت کیا، معلوم ہوا کہ ترکستان سے ہندوستان میں آئے تھے، یہ سنتے ہی صفدر خان روئے اور کہا کہ میں ہندوستان میں صرف ان کی ہی زیارت کو آیا تھا، مگر مزار کا پتہ نہ ملا تھا، میں حضرت کی اولاد سے ہوں، اور اپنا نسب نامہ دستخطی حضرت کا نکال کر مجاوروں کو دکھایا، انہوں نے آپ کی تحریرات سے اس کا مقابلہ کیا، مطابق پایا، سید صاحب نے کہا کہ آپ نے ترکستان میں شادی کی تھی سید احمد پسر تولد ہوئے، بعد تشریف آوری حضرت کے سید احمد سے بہت اولاد ہوئی، پس جب سید صفدر خان کی عالی نسبی کا شہرہ، شاہجہان نے ان کو صاحبزادہ سمجھ کر بار دیگر کابل اور قندھار کا صوبہ کیا، وفات حضرت شمس الدین ترک کی باتفاق مؤرخان صادق ۷۱۵ھ میں ہوئی، بعض نے ۷۱۵ھ لکھتے ہیں، اور صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں، کہ سن وفات معلوم نہیں ہوا، مگر ہمعصر حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی تھے۔ روضہ متبرکہ زیارت گاہ خاص و عام پانی پت میں ہے۔ خلیفہ آپ کے شیخ جلال الدین پانی پتی ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہ العزیز

آپ اس طائفہ کے محبوب تھے، شان عظیم طبع کریم حالت مستقیم رکھتے تھے، خلیفہ حضرت

شمس الدین ترک پانی پتی کے تھے، دراصل نام آپ کا خواجہ محمد تھا، جلال الدین خطاب ہوا، آپ نے اس قدر ریاضت اور مجاہدہ اپنے اوپر روا رکھا، کہ نفس امارہ بصورت موہوم مجسم ہوکر بدن مبارک سے جدا ہوا، اور کشف و کرامت میں بے نظیر تھے اور مریدوں کی تربیت خوب فرماتے تھے نسب نامہ آپ کا یہ ہے، یعنی خواجہ محمد جلال الدین بن خواجہ محمود بن کریم الدین بن جمیل الدین خواجہ عیسٰی بن شرف الدین خواجہ محمود بن بدرالدین خواجہ ابابکر بن صدرالدین خواجہ علی بن شمس الدین خواجہ عثمان بن نجم الدین خواجہ عبداللہ بن شہاب الدین خواجہ عبدالرحمٰن ثانی بن زین الدین خواجہ عبدالعزیز السرخسی بن فخرالدین خواجہ خالد بن ضیاء الدین خواجہ ولید بن قطب الدین خواجہ عبدالعزیز الکبیر بن رکن الدین خواجہ عبدالرحمٰن ساکن مدینہ جو گازرون میں آ گئے تھے بن علاؤالدین خواجہ عبداللہ ثانی بن علیم الدین خواجہ عبدالعزیز بن حسام الدین خواجہ عبداللہ کبیر بن امام الدین خواجہ عمر بن امیرالمومنین حضرت حبیب الرحمٰن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امرائے پانی پت سے تھے اور ولی مادرزاد عالم طفلی میں جمعیت اور جذبہ الٰہی گلوگیر ہو چکا تھا، اکثر جنگلوں میں جا کر مشغول رہا کرتے تھے، آخر میں بہت استغراق ہو گیا تھا، سماع سنتے تھے اور اعراس میں شریک ہوتے، اور خود کرتے تھے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے، کتاب زادالابرار آپ کی تصنیفات سے معتبر کتاب ہے۔ دو حج کئے بہت سے مشائخ کبار سے نعمتیں حاصل کیں، آپ کے کمالات کا قیاس کرنا چاہیئے کہ شیخ احمد عبدالحق شاہباز مشائخان وقت سے کمند ولایت مد شیخ جلال الدین کے پھندے میں پھنسے اور اس کے دام تربیت میں پرورش پائی۔ آپ کے والد بہت بڑے امیر کبیر تھے، حضرت مخیر بھی تھے، کسی بھوکے کو کبھی دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ جو سائل آتا تھا محروم نہ جاتا تھا، اس وقت میں بھی ایسی عالی ہمتی سخاوت اور خوارق و عادات مثل اولیاء اللہ سابق حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب میں پائے جاتے ہیں، لکھا ہے کہ حضرت قلندر صاحب شیخ کو بچپن سے دوست رکھتے تھے اور واسطے دیکھنے کے ہر روز شیخ کے مکان پر تشریف لاتے تھے ایک بار شیخ اپنے خرمن سے اپنا حصہ لینے گئے تھے، قلندر صاحب آپ کے مکان پر تشریف لائے معلوم ہوا کہ خرمن پر گئے ہیں، حضرت قلندر بھی آپ کے شوق میں اسی خرمن پر پہنچے جب شیخ نے حضرت کو دیکھا، اپنے دامن میں غلہ بھر کر قلندر صاحب کے حضور لائے، حضرت نے

تبسم کیا، اور فرمایا کہ اے پسر کیا لایا، شیخ نے کہا کہ گھوڑے کے واسطے دانہ حضرت نے فرمایا کہ اگر گھوڑا بھوکا ہے تو اس کو دے، شیخ نے منہ طرف گھوڑے کے کر کے کہا، کہ اگر اشتہا ہے تو کھالے قدرت خدا سے گھوڑا گویا ہوا، کہ میں شکم سیر ہوں دانہ کی حاجت نہیں شیخ کو تحیر ہوا، اور غلہ لئے کھڑے رہے، حضرت نے پھر فرمایا کہ کیا لایا ہے۔ یہ غلہ میں نے تجھ کو بخشا اور خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ جتنے دانے تیری گود میں ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی اولاد تجھ کو عطا کرے، پس حضرت کی دعا سے شیخ کی بہت اولاد ہوئی، دوسری روایت یہ ہے، کہ حضرت شاہ ولایت ترک شمس الدین باصحاب در حجرہ پر تشریف فرما تھے، حضرت توحید فرما رہے تھے، ایک لڑکا صاحب جمال شیخ جلال نام امرائے پانی پت سے لباس فاخرہ پہنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا چلا جاتا تھا، حضرت کی نظر پڑی اور محبت پیدا ہوئی، کہ شیخ جلال حاضر ہوتے اور گھوڑے سے اتر کر بنظر اعتقاد قدموں پر سر رکھا، بعدہ ایک مدت سیاحت کی،

نقل ہے، کہ ایک بار بہمراہی چند درویشاں سیر کناں قصبہ ہانسی میں وارد ہوئے، ان دنوں میں حضرت قطب عالم شیخ جمال الدین ہانسوی حیات تھے، ان کو غیب سے بشارت ہوئی، کہ شیخ جلال پانی پتی آتا ہے جلدی اپنے دروازہ پر جا، کہ اس کی دعا کی برکت سے تیرا سلسلہ جاری ہوگا اسی وقت حضرت شیخ جمال نے اپنے خادم سے کہا کہ شرق کی جانب جا، چند درویش آتے ہیں، ان کو میرا سلام کہنا، اور یہاں لانا وہ خادم خانقاہ سے چل کر تھوڑی دور گیا تھا، آپ سے ملاقاتی ہوا۔ اور اپنے شیخ کا سلام کہا اور ہمراہ لئے ہوئے خانقاہ پر آیا، یہاں شیخ جمال منتظر دروازہ پر کھڑے تھے ان درویشوں سے کہا تم میں سے کوئی اور بھی باقی ہے، انہوں نے کہا کہ ایک لڑکا خورد سال کہ وہ باہر آبادی سے یہاں اسباب رکھا ہے موجود ہے ہم سب بموجب خواہش آپ کی حاضر ہیں، شیخ نے کہا مجھ کو اسی طفل سے کام ہے اور ان کو کھانا دیا اور کہا تم میں سے ایک جا کر طفل کو لے آئے۔ پس ایک فقیر گیا، اور آپ کو بلا کر لایا، شیخ جمال حضرت کو دیکھتے ہی تعظیم و تکریم سے پیش آئے، نہایت تکریم سے کھانا کھلایا، بعدہ درویشوں سے کہا کہ آپ استراحت کریں اور حضرت شیخ جلال الدین کو اپنے پاس رکھا، اور وقت خلوت کے کہا کہ میں نے ستر شیخ علی صابر کو چاک کیا تھا، جب یہ خبر باباصاحب کو پہنچی تو آپ نے فرمایا تھا کہ بیشک سلسلہ جمال منقطع ہوا۔ مگر طریق شیخ علی احمد صابر میں پانی پت کا رہنے والا شیخ جلال ہوگا۔ اگر وہ دعا کرے گا، تو شیخ جمال صاحب کا سلسلہ

جاری ہوگا، پس مجھ کو بشارت ہوئی ہے، کہ وہ آپ ہی ہیں، میرا سلسلہ جاری کیجئے، شیخ جلال نے وضو کیا، اور دوگانہ ادا کرکے دعا کی، اور فاتحہ خیر پڑھ کر رخصت ہوئے اور ہمراہی درویشوں سے ملے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، اور صاحب زادہ شیخ برہان الدین تولد ہوتے، یہ چھ مہینے کے تھے، کہ قطب جمال قدس سرہ نے رحلت کی، اور حضرت سلطان المشائخ ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے تھے۔ اس وقت یہ چھ ماہ کے تھے، پرورش فرمایا، تعلیم کی اور پھر یہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے اس نقل کو صاحب اقتباس الانوار نے نہ معلوم کہاں سے پایہ ثبوت کو پہنچایا کیا معنی کہ حضرت شیخ جمال کی وفات ۶۵۹ھ میں ہوئی۔ اور آپ کے فرزند کی عمر اس وقت چھ ماہ کی لکھی ہے، اور حضرت شیخ جلال الدین محمود کبیر الاولیاء کی وفات ۷۶۵ھ میں ہوئی اس حساب سے حضرت شیخ جلال الدین کی عمر قریب سوا سو برس کے معلوم ہوتی ہے کیا عجب ہے کہ یہی مستند ہو، کس واسطے کہ حضرت شاہ اکرم مصنف اقتباس کامل اور محقق گزرے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جمال نے خلوت میں آپ سے کہا کہ اگر سرگردان مت پھرو، ایک مردانِ خدا میں سے شمس الدین نام پانی پت میں آوے گا اس سے تمہارا کشود کار ہوگا، الغرض بموجب وصیت حضرت شیخ جمال کے ارادہ پانی پت کا کیا، جو درویش ہمراہ تھے، انہوں نے دیکھا، کہ یہ لڑکا ادھر میں سب کا اسباب لئے چلا جاتا ہے یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہوئے اور آپ کے ہی ہمراہ رہنا چاہا، مگر آپ نے ان کو رخصت کیا اور پانی پت میں آئے، حقیقت میں شاہ اکرم صاحب مؤلف اقتباس نہایت محقق ہیں، کہ خود لکھتے ہیں، کہ یہ حکایت خالی ضعف سے نہیں، صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے۔ کہ شیخ جلال صاحب مال وجاہ تھے، قبل از ارادت حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی عیش و عشرت سے اپنے وطن میں ایام گزارتے تھے، آخر مرید ہو کر کار فقر میں مشغول ہوئے، اور کار بہ تکمیل پہنچایا بعد چند سال کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور بعد وفات اپنے مرشد کے مسند صابری پر متمکن ہوئے، اور گم گشتگان بادیہ گمراہی کو براہ حق ہدایت فرمائی ہزاروں آدمی اطراف و جوانب سے آکر ہدایت پانے لگے، اور خرچ باورچیخانہ بہت زیادہ تھا ہزاروں بھوکے مسافر و مقیم خانقاہ پرورش پاتے تھے یہ کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ ہزار ہا روپیہ جو روز خرچ ہوتا ہے کہاں سے آتا ہے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ جس برتن میں جو کھانا کھاتا وہ اسی کی ملک مقرر تھی

خلقت حیران تھی، کہ ہر روز اتنے برتن کہاں سے آتے ہیں، کبھی اگر آبادی سے دل گھبراتا تو دس دس روز جنگلوں میں رہتے، وہاں غیب سے کھانا موجود ہوتا، اور جس قدر کھانا ہوتا اس کے کھانے والے بھی خدا بھیج دیتا تھا، اہل تاریخ سبب اس فتوح کا یہ بیان کرتے تھے، کہ جب حضرت شاہ ولایت نے آپ کو خرقہ خلافت دیا، اس وقت فرمایا تھا، کہ جلال تجھ کو یہ بھی دیا وہ بھی دیا۔ اس روز سے یہ کیفیت تھی کہ علاوہ املاک جدی کے لوگ گھوڑے، ہاتھی، شتر، زر و جواہر ہر قسم کے اسباب و سامان لاکر نذر کرتے تھے، مگر حضرت غلبہ استغراق ذات احدیت میں کسی چیز کی طرف نظر بھی نہ فرماتے تھے، بطریق مشرب پیران خود پروائے کون و مکاں نہ رکھتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے اصل نام آپ کا محمود تھا۔ جلال الدین کبیر الاولیا، پیر روشن ضمیر نے خطاب دیا تھا، سیر الاقطاب سے نقل ہے، کہ احمد قلندر نے طلب مرشد میں ولایت سے چل کر سیر کناں ہندوستان میں کسی جنگل میں آکر قیام کیا۔ اور اطراف و جوانب سے مشائخوں کو دعوت کر کے بلایا، کل اطراف کے درویش جمع ہو گئے، چنانچہ حضرت شیخ جلال الدین بھی موجود تھے۔ جب سب درویش کھانے پر بیٹھے اور کپڑا دستر خوان پر سے اٹھایا۔ تو تمام کھانا مشکوک نظر آیا۔ کہ ہر طباق میں کسی میں گربہ تھا۔ سب نے اس کو دیکھ کر تعجب کیا اور حضرت کی طرف متوجہ ہو کر کہا، کہ اب کیا کیا جاوے۔ آپ نے کہا کہ خدا سے کیوں نہیں عرض کرتے کہ الہٰی حکم دے، کہ جو کھانا ناجائز ہے وہ دستر خوان سے جدا ہو جاوے یہ فرماتے ہی ہر ایک جانور طباق میں سے کود کود کر ہیئت اصلی پر ہو کر روانہ ہوا، طباق خالی رہ گئے، یہ دیکھ احمد قلندر نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا، اور عرض پرداز ہوا، کہ اس ضیافت سے میرا یہ مطلب تھا، کہ صاحب ولایت کو پاکر اس سے کمال باطنی حاصل کروں، اللہ تعالےٰ نے کمال مہربانی سے ذات بابرکات کو مجھ تک پہنچایا، بعد اس کے تمام مشائخوں کو باعزاز تمام رخصت کیا، اور خود حضرت کا مرید ہوا۔ حضرت نے چند روز اسی جگہ قیام فرما کر اس قلندر کو کامل بنا کر خرقہ خلافت عطا کر کے ملتان کی طرف رخصت فرمایا، اور خود بدولت پانی پت میں رونق افروز ہوئے انہیں دنوں میں شیخ عبد الحق رودولوی حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ مرآۃ الاسرار سے نقل ہے کہ شیخ عبد السمیع مفتی پانی پت روبرو حضرت کے حاضر تھے۔ ایک عورت ضعیف و نحیف ایک خالی کوزہ واسطے لانے پانی کے ہاتھ میں لئے جاتی تھی، حضرت کی نظر جو اس پر پڑی ازراہ ترحم فرمایا، کہ اور کوئی

ایسا نہ تھا، کہ تجھ کو ایک کوزہ پانی لادیتا، اس نے کہا کہ مجھ میں کچھ دسے کہ پانی منگانے کی توقت نہیں، مجبوراً آپ ہی پانی لینے جاتی ہوں، حضرت نے اس کے ہاتھ سے وہ برتن پانی کا لے کر کنوئیں سے اس کو بھر کر دوش مبارک پر رکھ کر اس کے گھر پر پہنچایا، اور دعا کی، کہ الٰہی اس پانی میں برکت دے، اس روز سے وہ ضعیفہ کتنا ہی خرچ کرتی مگر پانی اس ظرف کا کم نہ ہوتا تھا۔

نقل ہے کہ باوجود بسیار املاک وجائداد وفتوحات کے خاص آپ کے اہل خانہ پر فاقے گزرتے تھے، ایک شخص کیمیاگر آپ کے صاحبزادہ سے ملا، اور عرض کی، کہ اے مخدوم زادہ تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے، کہ تم پر کئی دن کا فاقہ ہے تم مجھ سے کیمیا بنانی سیکھ لو تاکہ بفراغت ایام گزاری ہو کہیں حضرت بھی دیوار حجرہ کے قریب سے سن رہے تھے، فرزند کو بلایا۔ اور حجرہ میں لے جاکر فرمایا کہ دیکھ اس حجرہ کو جب انہوں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا، تو معلوم ہوا کہ تمام حجرہ سونے کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے فرزند یہ اکسیر پیدا کرو کہ جس پر نظر ڈالو، وہ کندن ہو جائے، اور وہ کیمیا جو ہے وہ فقیروں کے کام نہیں۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ حضرت نے کئی حج ظاہری طور پر ادا کئے اور ہمیشہ نماز جمعہ مکہ میں ادا کیا کرتے تھے، ایک بار آپ کے دل میں آیا کہ اگر اجازت رسول مقبول ہو کبھی پانی پت کبھی مکہ معظمہ میں نماز جمعہ ادا کیا کروں، اسی شب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے جلال تیرا کعبہ تیرے پاس ہے یعنی میرے فرزند سید محمود کے پاس تیرے نماز پڑھنے کی جگہ ہے، اس روز سے حضرت سید محمود صاحب کے مزار پر اتوار پر جاکر نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے، مزار سید صاحب کا جانب شرق مائل بہ جنوب پانی پت کے واقع ہے اور لکھتے ہیں، کہ حضرت کو استغراق بہت تھا، آخر عمر میں اور بھی زیادہ ہو گیا تھا، کہ وقت نماز کے خدام دونوں شانے پکڑ کر ہلاتے جب ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے، ایک روایت یہ ہے کہ خود ہوشیار ہو کر تجدید وضو کر کے نماز گزار کر پھر حالت استغراق میں ہو جاتے تھے

ایک روز پسران حضرت حاضر تھے کہ خود بخود چشموں کو وا کیا، اور فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حکم خدا ہے کہ اپنی عمر سے کچھ مخدوم جہانیاں کو دوں، کہ ان کی عمر آخر ہو چکی ہے، تمہاری اس بارہ میں کیا رائے ہے، فرزندوں نے عرض کیا، کہ ہم کیونکر روا رکھیں کہ عمر حضرت سے کچھ دوسرے کو نصیب ہو، اس پر کیونکر راضی ہوں۔ مگر خواجہ شبلی صاحب نے عرض کیا کہ اگر فرمان حق اسی طرح ہے تو

تامل نہ چاہیئے کہ حکم دوست کا رد نہ ہو، یہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے، سب کو رخصت فرماکر آپ حالت استغراق ہوتے، مگر فرزند کلاں خواجہ عبدالقادر موجود رہے کہ حضرت اٹھے اور صاحبزادہ سے فرمایا، کہ میرے پیر پر اپنے پیر رکھ اور آنکھیں بند کرلے، انہوں نے ویسا ہی کیا فرمایا آنکھیں کھول، جب انہوں نے کھولیں اپنے تئیں والد کے ہمراہ دہلی میں نزدیک مخدوم جہانیاں کے پایا۔ اس وقت مخدوم جہانیاں حالت نزع میں تھے، حضرت ان کے سرہانے کھڑے ہوئے اور سلام علیک کہی، انہوں نے آنکھیں کھول کر جواب سلام دیا، آپ نے ان کو گلے سے لگایا، اور فرمایا کہ اٹھو وہ فوراً اٹھ بیٹھے، فرمایا کہ وضو کرو جب وہ وضو سے فارغ ہوئے فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو بعد ادائے دوگانہ کے حضرت شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ بحکم خدا میں نے اپنی عمر سے چند سال تم کو دیئے یہ فرماکر وہاں سے باہر آئے اور جس طرح تشریف لے گئے تھے اسی طرح واپس پانی پت آئے مخدوم جہانیاں کو کلی صحت ہوئی، سلطان اس ماجرا سے آگاہ ہوکر نزدیک اپنے پیر مخدوم جہانیاں کے آیا اور حال دریافت کیا، مخدوم نے فرمایا، کہ جلال الدین پانی پت سے آئے میرے حق میں دعا کی اور اپنی عمر سے دس سال بندہ کو بخشے کہ میں نے صحت پائی، پھر وہ اپنے وطن کو گئے سلطان نے عرض کیا کہ زہے میرے نصیب کہ میرے عہد میں ایسے اولیاء ہیں اور حسب اجازت مخدوم واسطے زیارت حضرت کے پانی پت آیا، وقت ملازمت عرض کی، کہ آپ نے خدا کو دیکھا حضرت نے فرمایا کہ دیکھنا خدا کا ان چشم ظاہری سے شریعت میں روا نہیں ہے، البتہ سایہ حق سبحانہ تعالیٰ دیکھا ہے، یہ سن کر سلطان بہت خوش ہوا، اور بہت کچھ نذر کیا، حضرت نے وہ نذر قبول نہ فرمائی، مجبور آپ کے فرزندوں کے آگے لے گئے، انہوں نے بھی قبول نہ کی، پھر سلطان نے حکم دیا، کہ در خانقاہ برعند اللہ تقسیم کرو چنانچہ وہ اس قدر مال تھا، کہ موسم برشگال میں اب بھی اس سکہ کا روپیہ اشرفی بعض کے ہاتھ آجاتا ہے، بعدہ سلطان مرخص ہوکر دارالسلطنت میں واپس آیا، سلطان فیروز شاہ اپنے ہمشیرزادہ فتح خاں کو بہت عزیز رکھتا تھا، ایک روز اثنائے مکالمت میں قدم مبارک رسول مقبول کا کہ جس کو مخدوم جہانیاں عرب شریف سے لائے تھے ذکر آگیا کہ اس کو کہاں رکھیں، دونوں ماموں بھانجوں میں یہ بات قرار پائی کہ جو پہلے مرے اس کے سینہ پر قدم مبارک رہے، چنانچہ فتح خاں گھوڑے پر سوار ہوا، اپنے دل میں ارادہ کیا، کہ پانی پت چل کر شیخ جلال الدین سے

استدعا کیجیے کہ یہ قدم مبارک میرے سینہ پر رہے ۔ یہ خیال کر کے دواں دواں پانی پت آیا، قریب حجرہ کے گھوڑے سے اتر کر اندر حجرہ لے جانے لگا، شیخ زینا کہ خلیفہ حضرت کے تھے فرمانے لگے کہاں جاتا ہے کھڑا رہ، جب فتح خاں نہ مانا اور اندر گیا تو شیخ زینا نے کہا تو سلامت بھی آوے گا، اس نے جواب دیا کہ سلامت جاتا ہوں اور سلامت ہی آتا ہوں شیخ نے کہا اگر تو سلامت آدے تو میرا پیراہن چاک چاک کیجیو، ورنہ میں تیرا جامہ چاک کروں گا، فتح خاں پہلے ہی موت کا خواہاں تھا اسی مراد کو آیا تھا، دلیرانہ حجرہ میں در آیا، حضرت اس وقت استغراق میں تھے یہ دست بستہ کھڑا رہا کہ یکایک حضرت نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا برو فتح خان بگیر یہ سن کر فتح خاں خوش ہوا آداب بجالا کر حجرہ سے باہر لایا اور شیخ سے کہا کہ دیکھو کیونکر سلامت آیا شیخ زینا نے فرمایا بچہ تیر نشانہ پر پہنچ چکا ہے دہلی تک سلامت نہ پہنچے گا فتح خاں نے جواب دیا الحمدللہ میری آرزو یہی ہے اب میں نے بشارت پائی اور بہت خوشی سے گھوڑے پر سوار ہو کر راہی ہوا، جب نزدیک دہلی کے پہنچا اس کو نیند آئی۔ ایک درخت کے نیچے زین پوش بچھا کر لیٹا چادر اوڑھی کہ جان بحق تسلیم ہوا جب اس کے مرنے کی خبر سلطان کو پہنچی اس نے بموجب وعدہ کے قدم مبارک اس کے سینہ پر رکھا کہ تا ایں وقت زیارتگاہ ہے۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ مخدوم جہانیاں نے حضرت کی دعا سے جب از سر نو زندگی پائی واسطے ملاقات حضرت کے پانی پت میں آئے اور بہت روز تک قیام کیا بلکہ ایک چلہ بھی کیا اور حضرت سے فیضان بھی حاصل کیا، حجرہ مخدوم جہانیاں متصل مقبرہ حضرت قلندر صاحب ہنوز مشہور ہے، مگر صاحب مراۃ الاسرار نے اس کے خلاف لکھا ہے، مگر پہلی حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر شریف حضرت کی کیا عجب ہے کہ قریب سوا سو برس کے ہوئی ہو یا یہ کہ عشرون فرمایا ہو، بعد میں عشرون کا عشرہ رہ گیا ہو کس واسطے کہ حضرت کی وفات سے بیس برس بعد مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی، یعنی ۷۶۵ھ میں حضرت کی وفات ہوئی اور ۷۸۵ھ میں مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی۔ واللہ اعلم

سیر الاقطاب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ملک مشرق میں مسافر تھے، ایک گاؤں میں پہنچے دیکھا تمام اہل دیہہ اپنے اپنے اسباب وسامان باندھ کر بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں، آپ نے دریافت فرمایا اپنے گھر چھوڑ کر کیوں بھاگتے ہو، انہوں نے عرض کی کہ حاکم خراج سخت مانگتا

ہے، اس دیہہ میں کئی سال سے پیداواری نہیں ہوئی اپنی جانیں بچاکر کسی طرف کو نکل جاویں گے، آپ نے ارشاد کیا اپنے چودھری کو ہمارے پاس لاؤ، وہ دوڑے گئے اور چودھری سے کہا کہ ایک درویش کامل آیا ہے وہ تجھے طلب کرتا ہے جب یہ چودھری حاضر ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس موضع کا بیعنامہ ہمارے نام لکھ دو اور تم ہی رہو۔ اس نے بیعنامہ لکھ دیا، اس وقت فرمایا کہ کل آلات آہنی لاکر ان کو انبار اپلے میں رکھ کر آگ دو صبح نکالنا، اس حیلہ سے سرکاری محاصل ادا ہوجائے گا، تم بھی متمول ہوجاؤ گے، انہوں نے بموجب ارشاد کے ایسا ہی کیا، حضرت شب کو خفیہ وہاں سے دوسری طرف روانہ ہوئے۔ صبح جب انہوں نے اپنے ہل پانٹے وغیرہ راکھ میں سے نکالے تو سب سونے کے تھے بہت خوش ہوئے سرکاری دام ادا کئے اور خود ہمیشہ کو متمول ہو گئے

دیگر ایک وقت حضرت کوہستان کی سیاحی میں تھے ناگاہ ایک بلند پہاڑ پر گزر ہوا، دیکھا کہ ایک ہندو فقیر آنکھیں بند کئے دھیان میں بیٹھا ہے، آپ اس کے سامنے تھوڑی دیر استادہ رہے اور اپنے قلب سے اس کے قلب کو حرکت دی چونکہ وہ بھی اپنے فن میں کامل تھا آنکھیں کھولیں روبرو آپ کو کھڑا پایا، سمجھا کہ یہ کامل درویش ہے۔ اپنی جھولی سے ایک پتھر نکال کر حضرت کو دیا، اور کہا کہ یہ پارس ہے، لوہا اس پر لگنے سے سونا ہوتا ہے حضرت نے اس کو دیکھ کر تبسم کیا، اور اس پتھر کو ایک گہرے غار میں پھینک دیا، کہ جو برساتی پانی سے ملبب تھا، وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا اور کہا کہ اے شخص میں نے یہ نعمت عظمیٰ بڑی جانکاہی سے پیدا کی تھی، تیرے حال پر رحم کر کے تجھ کو دی، کہ تو کبھی فقر وفاقہ میں مبتلا نہ ہو، تم نے ایسی بے قدری سے اس کو ضائع کیا، آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھ کو دیا، وہ میری ملک تھی، میں نے جو چاہا کیا، اس نے جواب دیا کہ یہ سچ مگر تو نے میرے سامنے جو اس کو برباد کیا اس کا مجھ کو بہت درد ہے، یا تو اس کو موجود کر ورنہ یہاں سے تیری رستگاری نہ ہوگی، آپ نے فرمایا، مردان خدا جس پتھر پر نظر ڈالتے ہیں، وہ پارس ہوجاتا ہے اس ذرا سے ٹکڑے کی کیا اصل ہے۔ اس نے کہا، میں نہ مانوں گا، میرا ہی پتھر پیدا کر، جب آپ نے دیکھا، کہ جوگی نہ ماننے گا اس وقت فرمایا کہ اس پانی میں آ اور اپنا پتھر پہچان کر لے، جب جوگی پانی میں گیا، کل پتھر اسی شکل کے پائے، حیران ہوا کہ میرا کون سا ہے، پھر فرمایا کہ لوہا لگا کر دیکھ جب لوہا لگایا وہ سونا بن گیا، غرض جس پتھر کو لوہا لگایا وہ سونا ہوگیا، بڑی تلاش سے اس کا

وہ پتھر بھی ملا، اس نے طمع سے ایک اور اٹھا کر چھپالیا، حضرت نے نور باطن سے معلوم فرما کر کہا، کہ ایک زیادہ کیوں یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہوا، اور دونوں پتھر روبرو حضرت کے رکھے اور قدمبوسی کر کے عرض کی کہ نعمت معرفت سے کچھ بندہ کو بھی مرحمت ہو، آپ نے فرمایا کہ یہ نعمت بے اسلام کے حاصل نہیں ہوتی، وہ اسی وقت اسلام لاکر مرید ہوا، چند روز میں توجہ حضرت سے اولیا ہوا، لکھا ہے کہ چالیس سال برابر حضرت نے سیاحی کی، بڑے بڑے بزرگوں سے ملے، فیضان بھی حاصل کئے، لکھا ہے کہ جب عمر شریف حضرت کی آخر پہنچی، اتفاقاً حضرت شیخ عبدالحق رودولوی قدس سرہ سیر کرتے ہوئے آگئے، اور پیر و مرشد کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے چندے رہے کہ حضرت نے ان کو بطرف ردولی رخصت فرمایا، اور کہا کہ ہمارے خواجگان کا طریق یہی ہے کہ بعد تربیت و تکمیل مرید صادق کو جدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی تجھ کو طرف سنام کے روانہ کر دیا تھا، اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وقت نقل حضرت مخدوم شیخ علی احمد صابر قدس سرہ حضرت شاہ ولایت موجود نہ تھے، تو بھی میری نقل کے وقت موجود نہ ہو، یہ فرما کر خرقہ خلافت اور اپنے پیروں کے تبرکات مرحمت فرمائے، اور عین وقت رخصت کے کمال مہربانی سے فرمایا کہ عبدالحق میں خدائے عزوجل سے چاہتا ہوں، کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو، اور تمام عالم تیرے نور سے منور ہو، اور قیامت تک اس کا اثر باقی رہے اور میرے فرزندوں کی دستگیری کرتے رہنا، اور وقت نقل کے فرزندوں کو بلا کر وصیت فرمائی، کہ وقت حاجت تمہاری دستگیری کو عبدالحق کافی ہے، وفات حضرت کی ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ میں ہوئی، مزار پانی پت میں زیارت گاہ خاص و عام ہے، بعد انتقال حضرت کے حضرت شیخ احمد عبدالحق ایک بار پانی پت میں آئے، صاحب سجادہ اور دیگر صاحبزادگان نے آپ سے بیعت کی، آپ نے فرمایا، کہ اگر میں نہ آیا تو میرے مخدوم زادہ یونہی رہتے۔ اس روز سے اولاد حضرت شیخ جلال الدین محمود کبیر الاولیا پانی پتی سلسلہ حضرت شیخ احمد عبدالحق سے بہرہ مند ہوتی ہے، اور وصیت حضرت کی پابند ہے، حضرت کے چالیس خلیفہ تھے ان میں صاحب سلسلہ چشتیہ شیخ احمد عبدالحق ہوئے، کہ جن کا ذکر خیر آگے آوے گا، دوسرے حضرت شیخ بہرام چشتی بیڈولوی قدس سرہ خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی ہوتے، لکھا ہے، کہ پہلے ان کو خرقہ خلافت عطا کر کے بمقام برتا وہ روانہ فرمایا تھا، وہاں آپ ہدایت خلق اللہ میں مصروف

تھے، ایک سال دریائے جمن نے بسمت بیڈولی کہ اب ضلع مظفر نگر میں ہے عبور کر کے قصبہ کے نزدیک پہنچی، ساکنان قصبہ مذکورنے کہ معتقد حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے تھے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ اگر حضور تشریف لے چلیں، تو ہم لوگ اس آفت سے بچیں، حضرت مخدوم نے ایک خط بدست خاص بنام شیخ بہرام لکھا اور سائلوں کو دیا کہ برناوہ جاکر شیخ بہرام کو دو وہ تمہارے ہمراہ اگر وہیں رہے گا اللہ تعالیٰ تم کو اس آفت سے نجات دے گا، الغرض یہ لوگ برناوہ آئے، آپ مکان کے اندر تھے، انہوں نے آواز دی آپ باہر آئے ان لوگوں نے مخدوم کا خط دیا آپ نے اس خط کو پہلے بوسہ دیا، پھر گھر میں گئے اسی وقت ان کے ہمراہ ہوئے جب بیڈولی پہنچے کنارہ دریا پر جا کر عصا اپنا زمین پر مارا اور فرمایا کہ باش دریں جا باش، آپ نے اسی جگہ قیام فرمایا، تمام اہل قصبہ معتقد اور مطیع رہے اور حضرت نے ۷۵۴ھ میں وفات پائی۔ مزار پرانوار قصبہ بیڈولی میں زیارت گاہ خلق ہے ہزاروں سحر آلود اور مجنون آستانہ فیض نشانہ پر حاضر ہو کر اچھے ہوتے ہیں، جو بیمار لاعلاج ہو کر چندے وہاں قیام کرتے ہیں اور چاہ آستانہ سے ہر روز غسل کرتے ہیں، شفا پاتے ہیں، چنانچہ اس کاتب الحروف نے بچشم خود دیکھا ہے، کہ ایسے ایسے دیوانے آتے ہیں جو جکڑ کر رسیوں سے بندھے ہوتے ہیں، جہاں جھکڑا آستانہ میں آیا، اور خدام نے ڈوری ان کے پیر میں باندھی اور کہا کہ چھوڑ دو اب یہ قید ہو چکا، کہیں نہیں جاتے گا اس وقت وہ کھول دیا جاتا ہے، پھر نہ کسی کو مارتا ہے نہ گالیاں دیتا ہے، دیکھا ہے دیوانوں کو جب بول و براز کی حاجت ہوتی ہے تو خود آستانہ سے باہر جا کر بول و براز کر آتے ہیں، خود مزار پر جا کر سر ہلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مارے کوڑوں کے کھال گرا دی آگ لگا دی، وقت دوپہر کے سب اکٹھے ہو کر باری باری سے جنترمیں سے نکلتے ہیں، شور و شر کچھ نہیں کرتے، خود برنے کے درخت پر چڑھتے ہیں، اور اس کی ٹہنی پکڑ کر نیچے لٹکتے ہیں روتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ ہائے مارے کوڑوں کے کھال اڑا دی اور جو عورت خود مزار کے قریب جاتی ہے وہ کیسی ہی دیوانی ہو بے پردہ نہیں ہوتی باادب رہتی ہے آسیب زدہ یا سحر آلودہ تو فوراً اچھے ہو جاتے ہیں اور جن کو دماغی یا قلبی خلل ہوتا ہے وہ چندے وہاں قیام کرنے سے اچھے ہوتے ہیں جب تک اہل قصبہ معتقد اور ہم مذہب حضرت کے رہے کبھی دریا نے نہیں ستایا، کبھی ہیضہ کی بیماری اس قصبہ میں نہیں آئی جس روز سے وہ لوگ اثنا عشری ہوئے، بدلے عقیدت کے بغض ہوا اس روز

سے دریا پھر ستانے لگا ہے ۱۸۹۱ھ میں وبا بھی آئی، صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ
۱۰۵۰ھ میں بجانب بادشاہ دہلی ایک ہندو حاکم بیڈولی ہوا اور وہ معانی کہ جو واسطے خدام
آستانہ کی تھی اس کو ضبط کیا وہ چھوٹے چھوٹے دو موضع ہیں اور وہ زمین کہ خاص قصبہ میں ہے
اور واسطے اخراجات آستانہ شریف کے ہے اس کو بھی ضبط کرنا چاہا اہالیان قصبہ نے حاکم کو منع
کیا وہ نہ مانا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پیمائش زمین کو آیا اور پیمائش کرنی شروع کی، خدام یہ کیفیت
دیکھ کر مجبور ہوئے، ان میں سے ایک روضہ پر آیا، اور فریاد کی کہ یا حضرت اس کمبخت نے ہماری
روٹی چھینی، زمین خاص آستانہ کو بھی پیمائش کر رہا ہے مدد کیجئے، مجاور کے کہتے ہی اندر آستانہ کے
اس کو شور معلوم ہوا وہاں اس حاکم کا گھوڑا بگڑا وہ گھوڑے سے نیچے گرا، اور ہوا پر معلق ہوا، اسی
خادم نے اس کو ہوا پر دیکھ کر عرض کی، کہ یا حضرت اس کو ہوا پر کیوں لٹکا رکھا ہے۔ زمین پر دے
ماریئے فوراً وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہوا، اس کے آدمی اس کو آستانہ میں لائے وہ چلایا کہ مجھ کو جلد یہاں
سے لے چلو کہ غیب سے میرے سر پر مار پڑتی ہے، اور کہتے ہیں کہ یہاں سے نکل، اس کے آدمیوں نے
اس کو چارپائی پر ڈالا خود اس کی مشکیں بندھ گئیں، جب چارپائی پر ڈالتے تھے، وہ نیچے گر پڑتا تھا
آخر مجبور ہو کر خدام سے عفو تقصیر چاہی، ان لوگوں نے آستانہ پر آکر استدعا کی کہ یا حضرت یہ اپنی
سزا پا چکا، اب خطا معاف ہو، اسی وقت مشکیں کھلیں، اور بعد چند روز کے اچھا ہوا، اور
بہت کچھ نذر و نیاز کی، خدام کو بہت کچھ دیا، اس قسم کے حالات بہت سنے اور کچھ بچشم دید ہیں
اگر لکھوں، تو تیسری کتاب تیار ہو، تیسرے خلیفہ شیخ نظام الدین کہ تیس برس خدمت شیخ جلال الدین
میں رہے، آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے سنام میں مقرر ہوئے چند روز وہاں رہ کر حیات شیخ میں
انتقال کیا، اور ایک مدت آپ کی قبر پر شعلہ مثل چراغ کے روشن معلوم ہوتا رہا، ایک بار حضرت شیخ
جلال الدین وہاں پہنچے واسطے فاتحہ کے آپ کے مزار پر آئے، اس شعلہ کو دیکھ کر فرمایا کہ نظام الدین
یہ نور جو تمہاری قبر پر ظاہر ہے بہتر یہ ہے کہ اندر رہے کہ کوئی نہ دیکھے کہ آداب شریعت متروک نہ
ہو کس واسطے کہ اگر نور ہمیشہ ہویدا رہتا تو روضہ مقدسہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
رہتا، بمجرد فرمانے شیخ کے وہ نور اندر ہو گیا، پھر ظاہر نہ ہوا،

چوتھے خلیفہ حضرت خواجہ عبدالقادر کہ فرزند اکبر بھی تھے، یہ بھی حضرت کی حیات میں فوت

ہوتے، پانی پت میں یہ محل رانیاں متصل سید محمود صاحب کے آسودہ ہیں،
پانچویں خلیفہ خواجہ شبلی کے فرزند دلبند بھی تھے کہ عالم علوم ظاہری و باطنی و تجرید و فقر میں یگانہ روزگار تھے، اہل دنیا و دنیا سے نہایت متنفر تھے اور بسبب جسمی بیماری کے دونوں پیر بیکار ہوگئے تھے، مگر حالت وجد میں کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔ اس طرح پر کہ جس طرح تندرست کھڑے ہوتے ہیں ایک روز عین حالت وجد و سماع میں آپ کے چچا شیخ ادریس آگئے، آپ کو بحالت وجد کھڑا ہوا دیکھ کر کہنے لگے کہ شبلی وجد کے وقت جو کھڑا ہوجاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ شبلی اپنی کرامات دکھاتا ہے یہ سن کر بیٹھ گئے پھر تا حیات نہیں اٹھے اور حضرت اپنے مریدان افغانان پانی پت پر کہ جن کی اولاد اب تک پانی پت میں آباد ہے بہت مہربانی فرماتے تھے، ان کو دعا دی تھی کہ تمہارا تیر کبھی خطا نہ کرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا، ایک روز ایک افغان نے جلسہ عام میں کہا کہ ہمارے پیر کی دعا سے ہمارا تیر کبھی خطا نہیں کرتا، یہ کہہ کر آسمان کی طرف تیر چھوڑا، سب دیکھ رہے تھے کہ کیا ہوتا ہے، جب تیر زمین پر گرا دیکھا کہ اس میں مچھلی بندھی ہوئی تھی سب دیکھنے والے متحیر ہوئے اور سمجھے کہ یہ مردان خدا کی دعا کا اثر ہے وفات حضرت کی ۸۵۲ھ میں ہوئی۔
چھٹے خلیفہ خواجہ کریم الدین تھے کہ متصل اپنے برادر کلاں خواجہ عبدالقادر کے آسودہ ہیں۔
ساتویں خلیفہ خواجہ عبدالواحد کہ فرزند بھی تھے، مقبرہ سے باہر متصل دروازہ کے آسودہ ہیں۔
آٹھویں خلیفہ حضرت مخدوم شیخ لربنا کہ ان کے دادا پردادا حضرت کے جد کلاں کے ہمراہ گاذرون سے آئے تھے قصبہ اندری میں آسودہ ہیں،
نویں خلیفہ شیخ احمد قلندر کہ قلعہ پانی پت کی پشت پر آسودہ ہیں۔
دسویں خلیفہ شیخ شہاب الدین کو قصبہ جھنجھانہ میں آسودہ ہیں، کیسی ہی ہوا چلے آپ کے مزار پر جو چراغ رکھ دیا جاتا ہے گل نہیں ہوتا۔
گیارھویں سید موسٰی کوہسار میں آسودہ ہیں، بارھویں حضرت قاضی اولیاء کہ قصبہ سلطان پور علاقہ کرنال میں آسودہ ہیں، تیرھویں شیخ سعید نبیرہ قاضی محمد اولیاء، کہ قصبہ سونی پت میں آسودہ ہیں، ان کی اولاد پہلے تو حضرت شیخ جلال الدین کے صاحب سجادوں سے بیعت کرتی تھی اب اللہ جانے، چودھویں شیخ حسن کہ موضع نبیرہ پرگنہ بیانہ میں آسودہ ہیں، پندرھویں شیخ عبدالصمد سنامی

کہ سنام میں آسودہ ہیں، ان کی اولاد میں سجادگی چلی آتی ہے ان حضرت نے ملفوظات شیخ کے جمع کیے تھے، سولھویں میر سید محمود کہ متصل روضہ قلندر صاحب کے سرراہ آسودہ ہیں، سترھویں میر سراج الدین کہ متصل دروازہ قدیم روضہ حضرت قلندر صاحب جانب شمال آسودہ ہیں اٹھارھویں شیخ سرکیبنا کہ متصل شہر کے آسودہ ہیں، جس کسی کو کچھ حاجت ہوتی، آپ کے مزار سے خشت لا کر باادب رکھتا، بعد پورے ہونے حاجت کے اس کے برابر شرینی تول کر تقسیم کرتے، انیسویں شیخ سماؤالدین کہ کیرانہ میں آسودہ ہیں، آپ کا ذکر حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین کے ذکر کے ساتھ کیا جاوے گا، بیسویں شاہ ولایت نظام الدین کہ کیرانہ میں مسجد کلاں دربار کے آگے آپ کا مزار زیارت گاہ ہے، اور بیس خلیفہ نظری ہیں، اس طرح چالیس خلیفہ ہوتے ہیں۔

ذکر آں محو جذبات جلال ربودہ نفحات جمال غرق شہود ذات مطلق قطب الابدال حضرت شیخ احمد عبدالحق نوشہ ردوکوی قدس اللہ سرہ

سر حلقہ خلفائے شیخ جلال الدین پانی پتی کہ محبوب ترین خلفاء سے تھے، شان عظیم حال مستقیم رکھتے تھے، قہر و لطف سے جو کچھ آپ کے خیال میں آتا اسی وقت اس کا ظہور ہوتا، ریاضت اور مجاہدہ ایسا کیا، کہ چھ ماہ ایک قبر میں پوشیدہ یاد حق میں رہے، آپ کو بھی ہر وقت استغراق رہتا تھا کہ نماز جمعہ کو جاتے خادم حق حق کہتا ہوا آگے چلتا تھا تب آپ آگے قدم رکھتے تھے، اگر وہ کبھی چپ ہو جاتا آپ بھی کھڑے رہ جاتے تھے، شیخ عبدالرحمن چشتی کہ مصنف مراۃ الاسرار اور اد چشتیہ میں نقل کرتے ہیں، کہ اسم حق میں ان حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق و مریدان شیخ کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی سانس بغیر ذکر حق کے خالی نہ آتا تھا، ہر موقع ہر محل ہر کاروبار میں حق کہتے تھے، چنانچہ اسم حق اور جمال حق میں مستغرق رہتے تھے، چنانچہ آج تک آپ کے سلسلہ میں ذکر حق جاری ہے جاننا چاہیئے کہ جب روح عارف کی دریائے توحید میں غوطہ زن

ہوتی ہے توانانیت گم ہو کر تنہا لفظ حق حق کہنے لگتا ہے اور حقیقت توحید معائنہ کر کے حقیقت اشیاء ہیزدہ ہزار عالم کو ایک وجود جانتا ہے۔ اس سبب سے حق بحقیقت پہنچ جاتا ہے الغرض سلسلہ نسب حضرت چند واسطوں سے امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ سے منتہی ہوتا ہے، بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دادا شیخ داؤد معہ چند مردمان قبیلہ کے حادثہ ہلاکو خان میں بلخ سے نکل کر وارد ہندوستان ہوئے، اور بعہد سلطان علاؤالدین خلجی اددھ میں اہل مدہوئے اور قصبہ رودلی کی سکونت اختیار کی شیخ داؤد مرد عظیم القدر تھے اور مرید حضرت مخدوم نصیر الدین دہلی چراغ دہلی کے تھے، اپنے حال و جمال باطنی کو کسوت اہل ظاہر میں پوشیدہ رکھتے تھے، مزار ان کا رودلی سے جنوب میں نہایت غریبانہ واقع ہے۔ بعد انتقال ایک پسر شیخ عمر کو چھوڑا کہ یہ بھی مشائخ سیرت اور متقی تھے۔ ان کا مزار بھی اپنے والد کے پاس ہے، شیخ عمر کے دو صاحبزادے تھے، ایک شیخ تقی الدین دوسرے حضرت شیخ احمد عبدالحق شیخ تقی دہلی میں آرہے تھے۔ اور حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی بھی والدہ کے پاس تھے، صاحب انوار نور العیون تحریر فرماتے ہیں۔ کہ شیخ احمد قدس سرہ سات برس کے تھے ہمیشہ اپنی والدہ کے ہمراہ نماز تہجد اٹھ کر ادا کرتے، ایک روز آپ کی والدہ نے شفقت مادری سے کہا کہ عبدالحق ابھی تم پر نماز فرض نہیں، تم تقوی میں اپنی کوشش کرتے ہو، چونکہ آپ عاشق الٰہی تھے والدہ کی یہ بات خلاف معلوم ہوئی، اور کہا کہ یہ کیسی مادر مہربان ہے کہ اپنا کارنو کرتی ہے اور مجھ کو امر حق سے باز رکھتی ہے بنہایت شوق گھر سے بے سروسامان نکل کر چل دیئے، مگر زبان پر لفظ حق جاری ہو گیا، اور بعد ڈیڑھ دو ماہ کے اپنے بھائی شیخ تقی الدین کے پاس دہلی میں آئے انہوں نے ان پر بہت شفقت کی اور ان کو ایک مولوی کے پاس لے گئے کہ تعلیم کریں، انہوں نے ان کو میزان الصرف شروع کرائی، جب سبق ضرب ضربا آیا اس کے معنی پڑھے استاد سے کہنے لگے کہ راہ حق میں زدن اور زدہ شدن کا کیا کام مجھ کو ایسا علم پڑھاؤ جس سے معرفت حق حاصل ہو کہ سوائے اس کے میں اور کو دوست نہیں رکھتا، مولوی صاحب یہ سن کر متحیر ہوئے اور ان کی طلب صادق پر روئے اور عذر کیا، ان کے بھائی سے کہا کہ اس عزیز کا مطلب دوسرا ہے ہم تم کو اس امر میں کچھ دخل نہیں پڑھاتے کہیں اسے پڑھنے بٹھاؤ کہ علم جوہر انسان ہے، انہوں نے کہا کہ یہ کچھ اور ہی پڑھا ہوا ہے دیکھو میں تمہیں دکھلائے دیتا ہوں ایک بٹوہ میں پانچ روپے ڈال کر ان کو دیئے اور کہا کہ ان کو بحفاظت تمام رکھنا، آپ نے

وہ بٹوہ لے کر دروازہ کی دہلیز میں گاڑ دیا، تھوڑی دیر بعد آپ کی بھاوج نے پوچھا کہ بھائی عبدالحق وہ بٹوہ روپیہ کا کہاں ہے یہ سن کر کہنے لگے کہ کیسا بٹوہ میں کیا جانوں، انہوں نے کہا ابھی جو تمہارے بھائی نے دیا ہے رونے لگے کہ مجھے بہتان لگاتی ہو، مجھ کو بٹوہ نہیں دیا، انہوں نے وہ جگہ بتائی، جہاں آپ نے بٹوہ گاڑا تھا اس وقت یاد آیا اور فرمایا کہ میں بھول گیا تھا، آخر آپ کو صحبت دنیا داراں خوش نہ آئی دہلی سے نکل کر اور بزرگوں سے بھی ملے، آپ کے درد کو کسی نے نہ تشخیص کیا، ایک مدت جنگل میں بعبادت مشغول رہے اور ریاضت اور مجاہدہ بیحد کمال کو پہنچایا بعد الہام غیبی پانی پت میں وارد ہو کر شیخ جلال الدین نے آنا شیخ عبدالحق کا نور باطن سے معلوم کر کے چند گھوڑے باساز زریں کسوا کر در خانقاہ پر استادہ کرا دیئے اور خادم کو حکم دیا کہ آج دسترخوان نہایت تکلف سے تیار ہو، اور خراب بھی کوئی ایسی چیز ہو کہ جس کا چھونا منع نہ ہو کھانا حرام ہو، بعض نے لکھا ہے کہ شراب وغیرہ مسکرات تھی، نعوذ باللہ جو ذات بابرکات ہو اور وہ اپنے مریدوں کو خراب وحرام چیز کے لگانے کا حکم دے، خوب ثابت ہے کہ شیخ کو نہایت اتقا تھا، الغرض جب شیخ عبدالحق دروازہ پر آئے گھوڑے اور آرائش مکان اور تزک احتشام دیکھ کر اپنے دل میں کہنے لگے کہ جو شخص ایسا باحشمت اور دنیا دار ہو محبت الٰہی سے اس کو کیا ذوق ہو گا، جب اندر آئے تو دسترخوان کو دیکھ کر اور بھی حیران ہوئے اور اشیائے مسکرات دیکھ کر متنفر ہوئے وہاں سے نکل کر چل دیئے تمام دن چلے شام کو قریب ایک آبادی کے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے معلوم ہوا کہ یہ پانی پت ہے یہ سن کر بہت ہی حیران ہوئے وہ شب باہر بسر کر کے صبح پھر راہی ہوئے، تھوڑی دور چلے تھے کہ راہ گم کر گئے، دیکھا کہ ایک خشک درخت پر ایک شخص کلاہ سر پر رکھے بیٹھا ہے، انہوں نے اس سے راستہ دریافت کیا، اس نے کہا کہ اے گمراہ اصلی راستہ دروازہ شیخ جلال الدین سے گم کر کے آیا ہے اگر یقین نہیں تو دو شخص اور آتے ہیں، ان سے پوچھ لے، جب یہ چند قدم اور آگے بڑھے دیکھا کہ دو شخص بشکل مشائخ آتے ہیں، ان کے نزدیک پہنچ کر راستہ دریافت کیا، انہوں نے بھی کہا تو دروازہ شیخ جلال الدین سے راہ گم کر کے آیا ہے، تیرا راستہ دروازہ شیخ پر ہے، اب تو ان کو یقین ہوا کہ یہ ہدایت غیبی ہے، پس باعتقاد تمام وہاں سے واپس ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر وہ اپنی کلاہ مرزا خواجہ شمس الدین سے مس کر کے میرے سر پر رکھیں اور حلوا دیں تو کیا خوب ہو، جب یہ قریب

خانقاہ کے پہنچے ان کے آنے کا حال نور باطن سے معلوم کر کے روضہ پیرومرشد میں تشریف لے گئے خانقاہ پیران کو معلوم ہوا کہ شیخ روضہ خواجہ شمس الدین میں ہیں یہ بھی نہایت اشتیاق سے وہاں پہنچے اور اندر روضہ کے جاکر شیخ کی قدمبوسی کی، شیخ نے اپنی کلاہ روضہ شیخ سے مس کر کے ان کے سر پر رکھی، اسی وقت برائے نیاز ایک شخص حلوا لایا شیخ نے فاتحہ دے کر ان کو اور دیگر حاضرین کو تقسیم فرمایا، بعض نے لکھا ہے کہ وہ کل حلوا ان کے حوالے فرماکر کہا کہ یہ تمہاری آرزو تھی یہ حلوا لے کر خوش ہوئے اور تین بار دونوں نے حق حق کہا اور شیخ نے ان کو مرید فرمایا بعدہ جب کار بہ تکمیل پہنچا خرقہ خلافت عطا فرمایا، اور یہ ارشاد کیا، کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا، کہ ہزاروں خلفائے نامدار توجہ حضرت سے مقتدائے روزگار اور مرتبہ ولایت کے پہنچے، کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں یہ سلسلہ نہ ہو، بعض نے لکھا ہے کہ جب شیخ احمد دوبارہ آئے ہیں تو شیخ ان کے شوق میں درخانقاہ پر استادہ تھے اور صاحب اقتباس الانوار حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ نقل کرتے ہیں، کہ جب شیخ احمد عبدالحق آئے اور مرید ہوئے تو خدمت شیخ میں رہنے لگے مگر ان کے دل میں بوجہ اسباب معشیت کے تنفر تھا، کس واسطے کہ ان کو تجرید سے الفت تھی، ایک روز کسی مرید شیخ کے ہاں دعوت ہوئی، اس میں شیخ اور شیخ عبدالحق اور دیگر حضرات موجود تھے، دانستہ برائے مصلحت کوئی نشہ کی بھی چیز موجود کی گئی تھی وہ دیکھ کر ان کو نفرت ہوئی اور چلے گئے تھے بار دیگر پھر آکر مرید ہوئے، شیخ اپنی نہایت مہربانی فرماتے تھے، ایک روز خادم کو حکم دیا کہ آج ہر قسم کا کھانا اور کوئی نشہ کی بھی چیز ہو، جب دسترخوان آراستہ ہوا چند اور بھی یار حاضر تھے شیخ احمد عبدالحق کو بھی طلب کیا، اور ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بابا عبدالحق جس برتن کو حق سے جدا جانے اور دور سمجھے، اس میں ہاتھ نہ ڈالنا یہ سنتے ہی انہوں نے جو شیخ کی طرف دیکھا انوار تجلیات اللہ نور السموٰت والارض کا مشاہدہ ہوا۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ رونما ہوا۔ نہایت تجلیات ظہور حق سے متحیر اور بے خود ہو کر زار زار روتے، اور ایک مدت تک ایک گوشہ میں محو جمال حق ہو پڑے رہے، ایک روز حضرت شیخ نے کمال مہربانی سے ان کے پاس جاکر فرمایا کہ بابا عبدالحق ہوشیار ہو کچھ کھاؤ آپ نے یہ سن کر سر استغراق سے اٹھا کر عرض کیا کہ یا شیخ میں نہیں جانتا، کیا کھاؤں یا کروں، کس لئے کھانے کی خواہش کروں، کس سے پرہیز کروں، اور پاک ناپاک میں کیونکر فرق کروں کسی بزرگ کا قول

کیا خوب ہے ؎

غیرتش در جہاں نگہداشت لاجرم عین جملہ اشیا شد

سبحان اللہ وہ مقامات کہ جو بزرگوں کو بعد تکمیل کے حاصل ہوتے ہیں، ان کو اوائل میں حاصل ہوئے، الغرض جب شیخ نے بہت فرمایا تو عرض کیا، کہ سانویں کی روٹی بہتر ہے، مریدی سے پہلے بھی حضرت سانویں کی روٹی سے افطار فرمایا کرتے تھے، شیخ نے خادموں کو حکم دیا کہ سانویں کی روٹی لاؤ، انہوں نے بموجب حکم اس کے چاولوں کی روٹی تیار کر کے حاضر کی، آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ سانویں کی روٹی نہیں ہے بلکہ چاولوں کی روٹی ہے شیخ نے فرمایا، بابا اللہ پاک ہے پاک پاک کو عنایت فرماتا ہے آخر تک پاک رہے، پس بعد ان ہدایات کے شکوک رفع ہوئے اور ثابت قدمی سے اپنے کار میں مشغول ہوئے، بعد تربیت کے خواجگان چشت کا طریقہ ہے کہ مرید صادق کو اپنے سے جدا کر کے سفر کراتے ہیں، پس بموجب اجازت شیخ کے سفر اختیار کیا، ایک شب آپ کا گزر ایک شہر میں ہوا، اور مسجد جامع میں ٹھہرے، بعد نماز عشا کے دیکھا، کہ تمام خلق شہر کی مسجد میں آکر اذانیں کیوں کہتے ہو، ان لوگوں نے کہا، کہ اس شہر پر بلا نازل ہوتی ہے، اس کے دفع کرنے کو اذانیں کہتے ہیں، ان لوگوں نے کہا تم بھی درویش ہو اذان کہو، آپ نے فرمایا، کہ مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا، کہ اللہ کی طرف سے بلا نازل ہو، اور میں اس کے دفع کی کوشش کروں، حق کی طرف سے جو ہے وہ رحمت ہے اور زار زار روتے ہوئے اسی وقت وہاں سے اٹھ کر راہی ہوئے۔ آخر قصبہ سنام میں پہنچ کر ایک ضعیفہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے، اور ریاضت میں مشغول ہوئے، وہ بی بی بھی اس قدر ریاضت کرتی تھی کہ حضرت اس سے سبقت نہ لے جاتے تھے، نام اس ضعیفہ کا فاطمہ تھا، اور سنام میں ایک مجذوب تھے، ان سے حضرت کو کمال محبت ہو گئی تھی، ان کے واسطے کھانا لے کر جاتے وہ فرماتے کہ یہ رحمت حق ہے اور کھا لیتے، ایک روز اس ضعیفہ نے خواب میں دیکھا، کہ حوض میں سے مچھلیاں ماری جاتی ہیں، اور صبح حضرت سے بیان کیا اور تعبیر چاہی، آپ نے فرمایا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے، تیرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سنام خراب ہو اور میرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ دہلی خراب ہو، چنانچہ اسی عرصہ میں حضرت امیر تیمور صاحبقران وارد ہندوستان ہوئے، آپ نے اس مجذوب سے کہا کہ اب کیا رائے ہے اس نے کہا کہ میں بھی یہاں سے جاتا ہوں، تم بھی چلے جاؤ، چنانچہ بعد آنے آپ کے سنام تاراج

ہوا، جب آپ پانی پت میں آئے، دیکھا کہ شیخ بھی تیاری سفر کی کر رہے ہیں، ان کو دیکھتے ہی ایک طباق چاولوں کا مرحمت فرماکر کہا کہ یہاں رہنا بہتر نہیں، شیخ تو کوہستان شمالی کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت طرف بداؤن کے آئے چندے قیام فرماکر عازم بنگالہ ہوئے، بمقام پنڈہ شیخ علاؤ الدین بنگالی سے ملے، وہاں سے چل کر بہار شریف میں آئے وہاں دو مجذوبوں سے ملے انہوں نے آپ کے حق میں دعائیں کیں، وہاں سے چل کر ایک قبرستان میں رہے عجائبات دیکھے، اہل قبور کی کرامات معائنہ فرمائیں، آخر ایک اہل خیر کی نصیحت سے وطن میں آکر مسند ہدایت پر متمکن ہوکر تربیت مریدوں میں مشغول ہوئے، اور اہل برادری نے نکاح کرایا، پہلے آپ کے ہاں شیخ عزیز پیدا ہوئے، انہوں نے پیدا ہوتے ہی حق کہا کہ تمام اہل خانہ نے سنا اسی طرح ان سے خوارق ظاہر ہونے، ایک دن غل مچا آپنے دریافت فرمایا کہ کیا غل ہے لوگوں نے کہا کہ چناں اور چنیں خوارق ظاہر ہوتے ہیں، آپنے گھر جاکر فرمایا کہ میرے گھر میں ایسا غل نہ چاہیئے، اور گھر سے نکل کر گور غریباں میں آئے اور فرمایا کہ اس جگہ قبر عزیز کی ہے اسی وقت وہ فوت ہوئے، بعدہ دوسرے صاحبزادہ تولد ہوئے، انہوں نے بھی حق کہا، اور خوارق ظاہر ہوئے، آپ نے ان کے واسطے بھی دعا کی وہ بھی فوت ہوئے آخر جب شیخ عارف پسر سوم تولد ہوئے وہ زندہ رہے اور عارف کامل اور صاحب سلسلہ ہوئے اس سلسلہ کو احمدیہ چشتیہ کہتے ہیں، لکھا ہے، کہ ایک روز حضرت دیوار حجرہ پر تشریف فرماتھے کہ شیخ جمال گوجرہ گھوڑی پر جاتے تھے، حضرت کو دیوار پر بیٹھے دیکھ کر کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ یہ دیوار ہلنے لگے اور چلنے لگے، آپ نے فرمایا کہ کیا مشکل ہے، اسی وقت حرکت میں آئی۔ آپنے فرمایا بھائی جمال تمہاری گھوڑی کیسے چلتی ہے، انہوں نے ہر چند کوڑے مارے اس نے قدم بھی نہ ہلایا، اس وقت شیخ جمال شرمندہ ہوئے اور عذر چاہا، الغرض ردولی میں آپ کے دو حجرے تھے۔ جمالی نیچے جلالی بالا تے بام تھا۔ ایک بار پیادہ حاکم ردولی کے خانقاہ حضرت سے ایک چارپائی اٹھالے گئے، خدام نے عرض کیا، آپنے فرمایا صبر کرو، تھوڑی دیر بعد سنا کہ وہ حاکم مرگیا، ایک بار حضرت معہ چند یاران مسافر تھے، ایک جنگل میں پہنچے وہاں ایک درخت نہایت شاداب و سرسبز تھا، نیچے اس کے صاف زمین تھی آپ وہاں ٹھہر کر مشغول ہوئے، یہاں تک کہ روح نے پرواز کی خالی جسد رہ گیا، ہمراہی یہ حال دیکھ کر زاری میں آئے اور بہت لوگ جمع ہو گئے۔ جب بہت شور و غل مچا آپنے چشم واکی اور فرمایا کہ میرا

ارادہ اسی جگہ رہنے کا تھا، مگر تمہاری شورش سے پھر واپس آنا پڑا، یہ فرماکر ردولی شریف کو واپس آئے، وفات حضرت کی پندرہ جمادی الثانی ۸۳۶ھ میں ہوئی، مزار ردولی شریف میں زیارت گاہ خلق ہے، خلیفہ اول تو حضرت شیخ عارف دوسرے شیخ مخلص، تیسرے شیخ بختیار و شیخ شمس الدین و شیخ بہرام کریہ حضرت بھی کامل وقت گزرے ہیں اور نہایت پیر پرست تھے۔

ذکر حضرت شیخ قوام الدین سارنگ چشتی سہروردی قدس سرہ

یہ حضرت پہلے امرائے اہل ہنود سے تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو ان کی ہمشیرہ سے سلطان محمود بن فیروز شاہ نے نکاح کیا، یہ امرائے شاہی میں معزز ہوئے اور اپنے نام پر سارنگ پور آباد کیا، کہ دکن میں مشہور شہر ہے، اکثر بادشاہ مخدوم جلال الدین اوچی اور شیخ راجن قتال کی خدمت میں کھانا انہی کے ہمراہ کر کے بھیجا کرتا تھا، ایک روز شیخ راجن قتال نے کہا، کہ سارنگ اگر تو پانچوں وقت نماز پڑھا کرے، تو میں ادلش شیخ جلال کا تجھ کو دیا کروں، انہوں نے قبول کیا، اور اس تبرک سے مشرف ہوئے پھر فرمایا کہ اگر تو نماز چاشت اور اشراق اپنے اوپر لازم کرے تو میں اور تو دونوں ایک برتن میں کھائیں انہوں نے قبول کیا اور تینوں صاحبوں نے ایک جگہ کھانا کھایا، اسی وقت نور باطن ان کا منور ہوا، بعدہ شیخ قوام الدین خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہوئے۔ شیخ نے ان کو اشغال پیران چشت میں مشغول کیا، بعد چند روز کے سلطان محمد نے قضا کی، انہوں نے تمام مال و منال جاہ ترک کر کے اپنی اہلیہ وغیرہ کو ہمراہ لے کر پا پیادہ راہی طرف حرمین شریفین ہوئے، یہ کبھی کبوں پیروں چلے تھے، پاؤں میں چھالے پڑ گئے، ناچار قافلہ سے جدا ہو کر رہ گئے تیسرے روز فرمایا کہ تم لوگ تین قدم مجھ سے پیچھے آنکھیں بند کر کے آؤ، انہوں نے ایسا ہی کیا جب چشم کھولی اپنے کو قریب قافلہ کے پایا، اسی طرح زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر پھر ہندوستان میں آکر شیخ یوسف بدھ کی خدمت میں رہے اور ان سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا، اور کبھی کبھی لکھنؤ میں آکر زیارت پیر روشن ضمیر شیخ قوام الدین سے بھی مشرف ہوتے تھے مگر وقت وفات پیر کی موجود نہ تھے، شیخ نے فرمایا کہ سارنگ اس وقت موجود نہیں ہے ورنہ میں اپنا خرقہ اس کو دیتا، اور لباس اپنا حاضرین کے سپرد کیا کہ شیخ سارنگ کی امانت ہے، چنانچہ بعد انتقال شیخ کے جب لکھنؤ پہنچے

امانت پیر سے مشرف ہوئے اور لکھا ہے کہ شیخ راجن قتال نے بھی تبرکات اپنے پیروں کے شیخ سارنگ کے پاس بھیج دیئے تھے وفات شیخ سارنگ کی ۸۲۷ھ میں ہوئی،

ذکر حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ

حضرت شاگرد قاضی عبدالمقتدر کے اور خلیفہ مولانا محمد خواجگی کے تھے اور سید محمد اشرف علی سمنانی سے بھی استفادہ تھا، آپ بڑے فاضل اور باکمال تھے، چنانچہ شرح کافیہ اور کتاب الارشاد کہ علم نحو میں ہے اور علم بلاغت میں بدیع البیان لاثانی ہے اور بحر مواج تفسیر قرآن فارسی وتقسیم صنائع آپ کی تصنیفات سے موجود ہیں اور شعر بھی خوب فرماتے تھے اور اہل بیت کی شان میں آپ کا ایک رسالہ مناقب السادات ہے وفات حضرت کی ۸۴۵ھ میں ہوئی، ایک قطعہ آپ کا تبرکاً درج ہے۔

این نفس خاکسار کہ آتش سزائے اوست | برباد گشت لایق بے آب کردن است
شخصے چناں فرست کہ پا بر سرم نہد | ریزد ہمہ معنے وتکبر کہ درمن است

ذکر حضرت میر سید یداللہ نبیرہ سید محمود گیسو دراز قدس سرہٗ

حضرت نے عالم خوردی میں خرقہ خلافت حاصل کیا یعنی جد آپ کے وضو فرمارہے تھے، اور عمامہ زانو پر تھا، آپ نے اٹھا کر اس کو اپنے سر پر رکھا، سید صاحب نے فرمایا، کہ یہ خلعت تجھ کو مبارک ہو، الحمدللہ کہ امانت اپنے اہل کو پہنچی، اس روز سید صاحب جس کو مرید فرماتے نیابت سید یداللہ کرتے، ایک بار آپ ایک لڑکی نا کتخدا پر عاشق ہوئے، آخر اس سے نکاح کیا، جب جلوہ پر بیٹھے اس کے جمال کو دیکھ کر شوق پیدا ہوا، ایک آہ سرد بھر کر جان عزیز کو معشوق حقیقی کے سپرد کیا، بعد اس دلہن نے اسی محفل مستورات میں ان کو گود میں لیا اور فوت ہوئیں، آخر دونوں عاشق و معشوق کو ایک قبر میں رکھا، وفات حضرت کی ۸۴۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نورالدین قطب عالم بنگالی قدس سرہ

آپ فرزند دلبند وخلیفہ ارجمند

علاؤالدین علاؤالحق بنگالی تھے، صاحب عشق اور مشاہیر اولیائے ہند سے ہوئے ہیں، آپ کی کرامات مشہور ہیں، خدمات مرشد بجا لاکر قطب عالم سے مخاطب ہوئے، حضرت شیخ علاؤالدین نے تمام خدمات خانقاہ آپ ہی کے سپرد کیں تھیں، اتفاقاً ایک درویش کے شکم میں درد ہوا حاجت پاخانہ کی ہوئی، جب آپ اس کو اٹھانے لگے اس کا دست نکل گیا، آپ کے تمام کپڑے خراب ہوئے یہ حال ان کا شیخ علاؤالدین دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ یہ خدمت تونے خوب ادا کی اب دوسری خدمت میں مشغول ہو، چنانچہ کار فقر کو بانتہا پہنچایا، رفیق العارفین میں لکھا ہے، کہ ایک روز آپ برائے لنگر خانقاہ لکڑیوں کا بوجھ سر پر لئے چلے آتے تھے، آپ کے برادر کلاں شیخ اعظم خاں کہ وزیر سلاطین تھے مل گئے دیکھ کر فرمانے لگے، نورالدین کب تک لکڑیاں ڈھوئے گا، باپ کے پاس رہ کر دیکھ لیا کہ لکڑیاں ڈھوتا ہے، میرے پاس آکر میں تجھ کو دولت وجاہ سے مستغنی کردوں یہ سن کر جواب دیا کہ بندہ کو آپ کی دولت وحشمت کہ فانی ہے کچھ حاجت نہیں، ہیزم کشی خانقاہ بہتر، منصب وزارت تیرے لئے ہے وفات حضرت کی سال ۸۵۱ھ میں ہوئی، مزار شریف پنڈاوہ میں ہے اور شیخ رفعت الدین اور شیخ انور دو صاحبزادہ تھے بعد وفات حضرت کے صاحب سجادہ ہوئے،

ذکر حضرت شیخ علاؤالدین قریشی قدس سرہٗ

خلیفہ سید محمد گیسودراز کہ علاؤالدین قریشی گوالیاری مشہور ہیں، صاحب جامع علوم ظاہری وباطنی تھے، ہمیشہ گوشہ تنہائی میں یاد معبود کیا کرتے، بلکہ خادم کو حکم تھا، کہ کوئی اندر میرے پاس نہ آوے، وفات حضرت کی ۸۵۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ کبیر چشتی قدس سرہ

آپ اولاد شیخ فرید بن عبدالحمید صوفی ناگوری میں تھے۔ نہایت بزرگ اور صاحب مقامات تھے، شرح ضوء مصباح آپ کی تصنیف ہے، ناگور سے ہجرت کرکے گجرات میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں ۸۹۸ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ

مرید وخلیفہ وشاگرد شیخ عبدالمقتدر کے اور ان کے پوتے بھی تھے، فاضل اور مشائخ وقت گزرے ہیں، مکارم اخلاق سے نقل ہے کہ شیخ ابوالفتح جونپوری

چودہ مہینہ شکم مادر میں رہے، آپ کے جد نہایت فکر مند تھے ایک روز شیخ رکن ابوالفتح ملتانی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، کہ قاضی کے گھر لوتا ہوگا، اس کا نام میرے نام پر ہوگا، اسی روز ۱۴ محرم ۷۷۶ھ میں حضرت تولد ہوئے، اسی وقت شیخ جمال الدین مرید شیخ عثمان سیاح ان کے گھر آئے اور آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ابوالفتح ہے، قاضی اس بچہ سے تیرا گھر پر نور ہوگا، آخر الامر شیخ عبدالحی والد شیخ ابوالفتح نے اپنے والد کی حیات میں قضا کی، اور آپ نے اپنے دادا سے تربیت پائی، اور خرقہ خلافت حاصل کیا، بعد انتقال قاضی عبدالمقتدر کے مسند خلافت چشتیہ پر متمکن ہوئے، آمد امیر تیمور میں جونپور تشریف لائے اور زیر سایۂ دیوار ایام گزاری کی، بعض اوقات بھوک سے بدن میں لرزہ آجاتا تھا، ایک روز ایک سوداگر مرید قاضی عبدالمقتدر کا آیا، آپ کی یہ صورت دیکھ کر کہنے لگا۔ ایک مکان قریب مسجد نہایت عمدہ ہے خرید لیجئے اگر روپیہ نہ ہو، تو میرے پاس موجود ہے، اور تھیلی آپ کے آگے رکھ دی آپ نے اس روپیہ سے وہ مکان خریدا اور بتدریج خانقاہ تیار کرائی، پھر یہ سوداگر آیا، اور کیفیت خانقاہ کی دیکھ کر دل میں خطرہ لایا کہ شیخ کے پاس بہت مال ہے، جو ایسا مکان بنایا، آپ نے اس کے خطرہ کو معلوم کر کے فرمایا کہ میرے پاس بہت مال ہے ایک حجرہ زر اور ایک نقرہ سے پر ہے، مگر چور کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، جو چاہتا ہوں خرچ کرتا ہوں سے دوسروں کے مال کو چور لیتے ہیں، یہ سمجھا کہ یہ بددعا میرے مال کے واسطے ہے شیخ نے پھر آگاہ ہو کر فرمایا کہ مجھ کو کچھ اختیار نہیں جو کہلواتا ہے میں کہتا ہوں پس ان ہی دنوں میں اس سوداگر کے ہاں چوری ہوئی، ایک بار آپ کے گھر میں ہن برسی تھی اور شیخ محمد آبکس دریابادی اور شیخ فخر الدین بجنوری یہ دو صاحب آپ کے خلیفہ تھے، وفات حضرت کی بروز جمعہ ۱۳ ربیع الاول ۸۵۸ھ میں ہوئی، مزار جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عارف قدس سرہٗ فرزند شیخ احمد عبدالحق ردولی

حضرت نے بعد انتقال پدر کے سجادہ مشیخیت پر بیٹھ کر ہزاروں طالبان حق کو حق رسیدہ کیا، حضرت بندگی شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں، کہ خلق کی یہ کیفیت تھی کہ ہر ملنے والا یہ جانتا تھا، کہ مجھ سے زیادہ محبت دوسرے سے نہیں فرماتے۔ میں نے اپنی عمر میں کسی سے یہ نہیں سنا، کہ مجھ سے

شیخ محبت نہیں کرتے تھے۔ وجود عالم کثرت نظر اقدس سے اٹھ گیا تھا مستغرق جمال وحدت تھے۔ اس وجہ سے صحیح کل تھے۔ جب آپ کو پڑھنے بٹھایا۔ حضرت کے والد نے معلم سے فرمایا کہ اپنے علم سے اس کو کچھ مت سکھا، کہ علم حجاب اکبر ہے میں اس کو اپنا علم سکھاؤں گا، تمہارے پاس فقط ادب سیکھنے کے واسطے تمہارے پاس بٹھایا ہے، کہ نشست برخاست کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ جب آپ کسی قدر سیانے ہوئے، ایک روز آپ کے والد نے اہل خانہ سے کہا۔ کہ فقیر نے بدرگاہ حق گستاخی کی ہے۔ چند مرتبہ فرستادہ حق مجھ کو لینے آئے۔ میں نے ہر بار یہی جواب دیا۔ کہ جب تک کار خیر اپنے فرزند سے فارغ نہیں ہوتا۔ نہیں آتا۔ اے مادر لکھوری ہوشیار ہوا ور شادی کا بندوبست کر۔ شیخ عارف کو بچپن میں لکھوری کہتے تھے، ایک روز شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ نے شیخ نورالدین سے جو خلیفہ سید موسے کے تھے اور آپ کے محب اور معتقد تھے۔ کہا سید اپنی لڑکی کا عقد لکھوری سے کر دو انہوں نے اسی وقت قبول کیا۔ آپ نے مریدوں اور دلہا کو ہمراہ لے کر مکان شیخ نورالدین کا قصد کیا۔ اس دوران میں اور شرفائے قصبہ بھی آ گئے۔ جب شیخ نورالدین مکان پر جا بیٹھے اور یہ خبر قاضی شمس الدین کو ہوئی۔ انہوں نے آکر سید سے کہا کہ ہم کو فقیروں سے کیا نسبت اور ایسا فقیر کہ ایک کلہ میں آتش ایک کلہ میں پانی رکھتا ہے آپ نے نور باطن سے معلوم فرمایا کہ یہ سید کو منع کرتا ہے، نظر غضب سے اس کو دیکھا۔ معاً خون اس کے شکم سے جاری ہوا، آخر وہ بمنت پیش آیا۔ آپ نے مہلت دی اور نکاح کے واسطے چھ ماہ کی مہلت دی۔ بعدہ حضرت خانقاہ کو واپس آئے۔ آخر بعد چھ ماہ کے نکاح ہوا اور قاضی کے شکم سے پھر خون جاری ہوا۔ اس کی صحت کے واسطے لوگوں نے پھر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیر نشانہ پر پہنچ چکا ہے۔ اب چارہ نہیں۔ آخر قاضی نے قضا کی اور حضرت شیخ عارف کے ہاں شیخ محمد پیدا ہوئے۔ اور دو دختر ایک سید شریفی کہ وہ ایک سید سے بیاہی گئیں دوسرے ام کلثوم کو باشارہ روحانیت شیخ عبدالحق بندگی شیخ عبدالقدوس سے بیاہی گئیں۔ حضرت شیخ عارف نے بعد کمال ریاضت اور مجاہدہ کے بدست حق پرست والد اپنے سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور وفات بعمر چالیس سال ۸۵۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ابوالفتح علائی قریشی کالپوری قدس سرہ

مرید سید اللہ اور تربیت یافتہ

سید محمد گیسو دراز کے تھے۔ جب یہ پہلے روز خدمت سید صاحب میں پہنچے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے طالب اگر اس پہلے کہیں عاشق ہوا ہے تو کہہ دے انہوں نے کہا کہ میں تو عشق سیکھنے کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں عشق کو کیا جانوں کہ کیا چیز ہے۔ سید صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کے اظہار سے امتحان اور معلوم کرنا تیرے مشرب کا ہے واقعی کہہ دے اور پردہ نہ کر انہوں نے عرض کیا کہ ایک بار مجھ کو ایک ہندنی کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ جب کوئی صورت دیکھنے دیدار اس کے نہ نکلی۔ آخر زنار گلے میں ڈال کر بت خانہ میں جا بیٹھا۔ جہاں وہ بے حجابانہ آتی تھی۔ یہ سنتے ہی سید صاحب نے اس کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ تو باب عشق میں عجب عالی ہمت ہے۔ ایسا عالی ہمت کہاں پاؤں گا کہ اس کو طریقہ عشق خدا سکھاؤں یہ کام عالی ہمتوں کا ہے عزیزوں کو ایمان کیا چیز ہے جو تو نے راہ محبت میں صرف کیا، اب آگے تجھے عشق حقیقی تعلیم کروں اور اس کو بیعت کیا۔ اور حجرہ بابا صاحب میں کہ اندر روضہ حضرت خواجہ قطب الدین کے ہے۔ عبادت حق میں مشغول کیا۔ تھوڑے دنوں میں مکمل ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ مینا چشتی صاحب ولایت لکھنؤ

یہ حضرت خلیفہ شیخ قوام الدین خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ شیخ مینا ولی مادر زاد تھے جب یہ پانچ برس کے ہوئے ان کو پڑھنے بٹھایا۔ استاد نے کہا الف کہو آپ نے کہا الف۔ پھر استاد نے کہا ب کہو آپ نے فرمایا کہ میں نے الف پڑھ لیا۔ اب (ب) کی کچھ حاجت نہیں۔ میری محبت صرف الف الٰہی سے ہے اور کئی معنی الف کے بیان فرماتے آپ ہمیشہ مجرد رہے دنیا اور اہل دنیا سے متنفر اور ریاضت شاقہ کرتے تھے۔ یعنی دیوار پر بیٹھ کر عبادت فرماتے۔ جب نیند غلبہ کرتی، دیوار پر سے گر کر ہوشیار ہو کر پھر عبادت میں مشغول ہوتے۔ اور اپنے پہلوؤں میں کانٹے رکھتے تھے۔ کہ ان کی اذیت سے نیند نہ آوے اور موسم سرما میں کپڑے تر کر کے صحن خانقاہ میں بیٹھ کر عبادت کرتے۔ وجہ تسمیہ ان کے نام کی یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ شیخ قوام الدین کے پسر نظام الدین محمد مینا نے ایام جوانی میں سلطان محمد بن فیروز شاہ کی نوکری کر کے بمرتبہ اعلیٰ پہنچے۔ اس وجہ سے کہ شیخ ان سے ناخوش تھے۔ شیخ نظام الدین نے بعد اس کے نہایت کوشش کی۔ مگر شیخ ان سے خوش نہ ہوئے ایک بار یہ گھوڑے پر سوار خانقاہ میں گھس آئے۔ شیخ نے

دیکھ فرمایا کہ مجھ فقیر کے گھر بے باکی سے سوار ہو کر آیا۔ اے نابرخوردار تجھ کو شرم نہ آئی۔ یہ سمجھ کر انہوں نے گھوڑے کی باگ پھیری کہ گھوڑے کا قدم بگڑا اور یہ گھوڑے سے گر کر فوت ہوئے۔ شیخ نے اپنے مرید قطب الدین سے فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے کو خدا فرزند دے۔ اور وہ موسوم باسم شیخ محمد مینا ہو۔ بجائے فرزند متوفی حکم نعم البدل رکھتا ہو آخر دعائے حضرت سے آپ پیدا ہوئے اور شیخ کی مورود عنایات میں پرورش پاکر بعد تکمیل ترتیب صاحب سجادہ ہو کر لکھنو کے شاہ ولایت ہوئے۔ وفات حضرت کی ۸۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف لکھنؤ میں ہے:

ذکر حضرت شیخ شمس الدین طاہر قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نور الدین قطب عالم کے تھے، اور روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے بہت کچھ فیضان حاصل کیا۔ اور بوجہ محبت مزار حضرت خواجہ کے اجمیر شریف میں رہے اور بعمر ایک سو پچاس برس بمقام اجمیر ۸۸۱ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شاہ جلال الدین گجراتی

آپ خلیفہ شیخ پیارا کے تھے۔ صاحب تصرفات ظاہری و باطنی عالی مرتبہ اصل گجرات کے باشندے تھے۔ پھر بنگالہ میں رہے اور نہایت عالی شان خانقاہ بنا کر اس میں ایک تخت شاہی بنایا۔ اس پر بیٹھ کر اجلاس فرماتے تھے اور مریدوں اور معتقدوں پر احکامات جاری فرمایا کرتے تھے۔ آخر کسی روسیاہ حاسد نے یہ خبر بادشاہ وقت کو دی اور بہت کچھ شکائتیں کیں۔ یہ سن کر شاہ کو کمال تردد ہوا۔ اور فوج واسطے قتل شیخ اور ان کے معتقدوں کے روانہ کی۔ جب یہ فوج خانقاہ میں آئی۔ اور آپ کے مریدوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ قہار یا قہار جب تلوار شیخ کے سر پر بلند کی۔ آپ نے فرمایا یا رحمان یا رحمان اسی کلمہ پر سرتن سے قلم ہوا۔ اور زمین پر گر کر تین بار اللہ کہا اور چپ ہوتے۔ یہ واقعہ ۸۹۱ھ میں ہوا۔

ذکر حضرت شاہ کاکو قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ نور الدین قطب عالم کے تھے اور اولاد سے بابا صاحب کی تھے۔ اور شیخ پیر محمد لاہوری سے بھی فیضان حاصل اور بعد تکمیل وعطائے خرقہ خلافت خطہ لاہور میں مقرر ہوئے۔ اور آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں اور ہزاروں کو خدا رسیدہ کیا۔ دفات حضرت کی ۲۸۲ھ

میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین بانک پوری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نور الدین قطب عالم کے تھے۔ علوم شریعت و طریقت میں یگانہ روزگار تھے۔ رفیق العارفین آپ کا ملفوظات ہے۔ جو آپ کے مرید نے جمع فرمایا۔ مرقوم ہے کہ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ بعد عطائے خرقہ خلافت سات برس میں نے فاقہ کشی کی۔ ایک روز میرا پسر گریہ کناں میرے روبرو آیا۔ بوجہ فاقہ کے اس کا حال تنگ تھا۔ میری زبان سے یہ مصرعہ نکلا

ع اے عجبا چون توئی ہمچو منی راز

پس اسی وقت ایک شخص کھانا لایا۔ اور چالیس من ماش بھیجے۔ پہلے سے اس نے کبھی کچھ نہیں بھیجا اس پر میں نے اپنے کو بہت تعزیر کیا۔ کہ کیوں یہ کلمہ کہا اور جو کچھ میں نے پڑھا تھا۔ قدمبوسی شیخ سے مشرف ہوتے ہی سب بھول گیا۔ میرے والد ابتدا میں مجھ سے ناخوش ہو گئے تھے کہ تو نے کسب علم کیوں ترک کیا۔ جب یہ بات شیخ نے سنی فرمایا کہ درویش چاہتے ہیں۔ کہ سر اپنی تیغ کے نیچے رکھیں علماء چاہتے ہیں کہ اپنی تیغ کے نیچے رکھیں۔ پس مردہ ہے۔ کہ دونو کار کرے۔ اس روز سے مجھ کو پڑھا ہوا پھر یاد آ گیا۔ اور جذبہ کی یہ صورت تھی۔ کہ اللہ کہنا ممکن نہ تھا۔ اگر کہتا تھا نہایت بیتاب ہو جاتا تھا۔ لوگ مجھ پر دیوانگی کا گمان رکھتے تھے۔ جب واسطے زیارت شیخ کے وطن سے نکلا۔ ہر شب خواب میں فرماتے تھے۔ کہ میں تیرے پاس ہوں تو مت گھبرا۔ ایک بار میں کشتی میں سوار ہوا۔ دیکھا کہ ایک درویش میرے پاس ہے۔ جب کشتی کنارہ پر پہنچی وہ درویش غائب ہو گیا۔ جب خدمت شیخ میں حاضر ہوا۔ شیخ کو اسی لباس سے پایا۔ جیسا کہ اس درویش کا تھا۔ وفات حضرت کی ۸۸۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید علم الحق والدین قدس سرہ

آپ خلیفہ حضرت خواجہ سراج الدین کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار اور مشائخ وقت۔ خورد سالی سے آپ کو صحبت فقراء سے شوق تھا۔ اول اول نہایت ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں مشغول رہے ہیں۔ سترہ برس جنگلوں میں رہے۔ آبادی میں قدم نہیں رکھا۔ بعدہٗ اکثر کاملین سے ملاقاتیں کیں۔ ایک روز ایک مجذوب آپ کی خدمت میں آیا اور

اپنی صحت کے واسطے دعا چاہی۔ اس کا برا حال دیکھ کر آپ کو رحم آیا۔ ایک مرید کی طرف اشارہ کیا۔ آپ کے وضو کی کیچڑ اٹھا کر اس کے بدن سے ملی جس وقت وہ کیچڑ خشک ہوئی۔ اس کو فرمایا کہ اس کو بدن سے مل کر جدا کرو۔ جب اس نے اتارنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ جلد بھی اترنے لگی اور نیچے سے اچھی جلد برآمد ہونے لگی۔ مگر کچھ زخم باقی تھے۔ آپ نے بچا ہوا پانی وضو کا بدھنی سے اس کو مرحمت کیا کہ اس کو زخموں پر لگا۔ معاً لگانے سے وہ زخم بھی اچھے ہو گئے۔ حضرت کو روحانیت بابا صاحب سے نہایت الفت تھی اور فیضان بھی حاصل کرتے تھے۔ بمقام پیران پٹن ۲۶ صفر کو انتقال کیا۔ سن نہیں ملا۔

ذکر حضرت شیخ محمود راجن قدس اللہ سرہ العزیز

آپ خلیفہ سید علم الحق کے تھے کہتے ہیں کہ موافق ہدایت حضرت خواجہ بزرگ آپ نے سید علم الحق سے بیعت کی۔ بعد پاپیادہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر مصر میں بعض اولیاء اللہ سے ملے۔ وہاں سے شام آئے۔ بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور روحانیت حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی سے فیضان حاصل کیا۔ وہاں سے روم گئے۔ پھر وہاں سے آکر زیارت مزار غوث پاک سے شرف حاصل کیا۔ وہاں سے فارس میں آئے۔ وہاں سے مشہد مقدس اور بخارا ہوتے ہوئے قندھار میں آئے چندے قیام فرمایا وہاں سے پیران پٹن میں آکر چندے مقیم رہے اور ۲۰ ربیع الاول کو وفات ہوئی۔

حضرت شیخ جمال الدین عرف جمن قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ محمود راجن کے تھے حافظ کلام ربانی اور تفسیر آپ کو حفظ تھی۔ نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے تھے۔ آپ کو افطار کم تھا۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے اور خورد سالی سے دو رکعت نماز برائے صحت ایمان کبھی ناغہ نہ ہوئی اور ہمیشہ ایک ہزار نفل ادا کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ترک تجرید کے ساتھ بسر فرماتے دنیا اور اہل دنیا سے متنفر رہتے تھے۔ ایک روز آپ ایک مسجد میں مشغول تھے ناگاہ ایک شخص کو ضرورت غسل کی تھی وہ بہت رات سے آگیا۔ اس نے دیکھا کہ دست و پا آپ کے جدا جدا پڑے ہیں وہ سمجھا کہ کوئی مار گیا۔ وہاں سے بھاگ کر اپنے گھر آیا۔ صبح جب نماز کو آیا

آپ کو صحیح پایا۔ اوروں سے اس نے بیان کیا۔ ایک دوسرے کو خبر ہوئی۔ اب خلقت کا اژدہام ہونا شروع ہوا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری فرمایا کہ جس منہ سے میرا راز جس نے فاش۔ کیا وہ گونگا نہ ہوگیا۔ وہ شخص اسی وقت گونگا ہوگیا۔ اور چند مدت تک گونگا رہا۔ آخر حضرت کی خدمت میں آ کر اپنی حرکت سے توبہ کی۔ آپ نے ازراہ مرحمت اس کو چند دانہ مویز کے دیئے۔ وہ ان کو کھاتے ہی گویا ہوا۔ وفات حضرت کی ۲ ذی الحجہ ۸۸۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی قدس سرہٗ

یہ حضرت درویش خاندان نظامیہ کے اور خلیفہ شیخ مینا شاہ ولایت لکھنؤ کے ترک اور تجرید میں پیر کے قدم بہ قدم تھے۔ اور مشتاق سماع اور وجد تھے اور صاحب تصانیف بھی تھے۔ شرح مصباح و کافیہ اور مجمع السلوک کہ جن میں حالات شیخ مینا کے مفصل درج کئے ہیں۔ اور علوم ظاہری مولانا اعظم سے پڑھا۔ آپ کے مریدوں میں بہت سے باکمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ شیخ مبارک اور شیخ صفی یہ دونوں بزرگ کامل گزرے ہیں۔ وفات شیخ سعد الدین کی ۸۸۲ھ میں ہوئی۔ مزار شریف خیر آباد میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ میاں جی بیگ

حضرت مرید سید احمد گیسو دراز کے تھے۔ کہ ان کے زمانہ میں دوسرا درویش ان سے بہتر نہ سمجھا جاتا تھا۔ غرہ رجب سے تا بہ عاشورہ معتکف رہتے تھے۔ اور در حجرہ کو بند کرا لیا کرتے تھے۔ اسی طرح چھ ماہ بے آب و دانہ بسر فرماتے تھے۔ اور جس روز باہر آتے۔ پہلے غل مچاتے۔ تاکہ لوگ در حجرہ سے جدا ہو جاویں۔ اگر کسی پر نظر پڑ بھی جاتی تھی۔ تو وہ دو روز بے ہوش رہتا تھا۔ اس شہر کا قاضی آپ سے منکر تھا۔ ایک روز اس پر بھی نظر پڑی۔ وہ بھی دو روز بے ہوش رہا۔ ایک روز قاضی برائے تنبیہ چوڈول میں سوار ہوکر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے چوبارہ سے جانب قاضی دیکھا۔ معاً کہاروں کے پیر گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ قاضی بھی شریعت میں قدم راسخ رکھتا تھا۔ چوڈول سے اتر کر بالاخانہ پر شیخ کے پاس آنا چاہا۔ شیخ نے نیچے جاکر قاضی سے مصافحہ کیا اور اوپر لائے۔ قاضی نے دیکھا۔ کہ بوتل شراب کی رکھی ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ شیخ نے گلاس اس میں سے بھر کر قاضی کو دیا۔ فرمایا بسم اللہ بخور شربت نبات است۔ جب قاضی نے پیا تو وہ شربت نبات تھا۔ اس کے پیتے ہی شکوک رفع

ہوئے اور شیخ سے محبت ہوئی۔ آپ نے بعمر ایک سو بیس سال ۹۸۹ھ میں دنیا سے سفر پایا مزار شریف مندو میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ ملاّدہ قدس سرّہٗ

یہ حضرت پہلے مرید شیخ احمد بدایونی کے ہوئے اور ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کر کے کامل ہوئے بعدہٗ شیخ جلال الدین گجراتی کی صحبت میں رہ کر سبق عشق پڑھا۔ اور مصباح العاشقین کے نام سے مخاطب ہوئے۔ ایک روز مجلس سماع میں قوالوں نے مضمون فراق شروع کیا۔ اس وقت شیخ کو وجد ہوا۔ یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ سوختگی فراق سے قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے۔ مگر ایک اور بزرگ نے قوالوں سے کہا۔ کہ دوسری چیز شروع کر دو۔ ورنہ اب شیخ کا انتقال ہوا۔ انہوں نے مضمون وصل شروع کیا۔ اس کے سننے سے تازگی آنے لگی۔ ایک بار آپ کے گھر آگ لگی۔ جو دھان کہ بونے کے واسطے تھے۔ سب جل کر راکھ و کوئلہ ہو گئے تھے۔ جب وقت تخم ریزی کا آیا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ دھان جل گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم خود جلے ہوئے ہیں۔ جلا ہوا تخم ریزی کافی ہوگا۔ دوسرا کیا کریں گے۔ اور دعا کی کہ الٰہی ہر بار تو اپنی حکمت کاملہ سے کام کرتا ہے۔ اب کے میری التجا کے موافق کام کر۔ جو دھان میرے گھر میں تھے سب جل گئے۔ دوسرے لینے کی گنجائش نہیں۔ بس وہی جلے ہوئے دھان تیری رحمت کے بھروسہ پر بوتا ہوں۔ تجھ کو اختیار ہے۔ آخر وہی بوائے۔ قدرت خدا سے وہ پکے تو دیکھا۔ کہ ایک ایک دھان میں دو دو چاول تھے۔ آخر لوگوں نے وہ دھان سلطان سکندر کو دکھائے ہیں نے دیکھ کر شکریہ ادا کیا۔ کہ میرے عہد میں ایسے اولیائے مستجاب الدعوات ہیں۔ کہ جو خدا سے مانگتے ہیں۔ وہ پاتے ہیں۔ ایک روز آپ کی مجلس سماع میں ایک رئیس ہندو کہ اہل قنوج تھا آ گیا۔ شیخ کے جمال کو دیکھ کر بے خود ہو گیا۔ اس وقت شیخ کو وجد تھا۔ اس ہندو نے اپنے نوکروں سے کہا۔ کہ مجھ کو پکڑ ورنہ میں چلا۔ اور اپنے دین سے گزرا۔ اس کے ہمراہی اس کو لے کر آئے۔ جب اس کے ہوش درست ہوئے۔ تو اس سے پوچھا کہ کیا حال ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ یہ مسلمان خدا کو بغل میں لے کر وجد کرتے ہیں۔ اگر تم مجھ کو وہاں سے نہ لاتے تو میں اسی وقت مسلمان ہو جاتا۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۰۶ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا قصبہ ملاّدہ نواح قنوج میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ جنید حصاری قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد گنج شکر سے کامل بزرگ تھے۔ اور کتابت کی یہ کیفیت تھی۔ کہ تین روز میں قرآن مجید لکھ لیتے معہ اعراب کے اور بھی آپ کی تصنیفات سے چند رسالے ہیں۔ جس میں عالم ولادت میں جو کچھ آپ نے دیکھا ہے۔ اس طرح لکھا ہے۔ کہ اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۰۳ھ میں ہوئی مزار شریف آپ کا حصار میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسین ناگوری قدس سرہٗ

کہ خلیفہ شیخ کبیر کے تھے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تمام اہل ہندان کی ولایت اور عظمت پر متفق ہیں۔ آپ کو ذوق در عشق کمال درجہ کا تھا۔ زہد اور تقوی زیادہ تھا۔ ولایت گجرات میں بہت روز پیر کے ہمراہ رہے اور بہت روز تک مجاور حضرت خواجہ بزرگ رہے۔ پھر حجرہ شریف میں قیام کیا۔ بعدہ بحکم خواجہ ناگور میں اور درس تدریس میں مشغول ہوئے۔ اور تفسیر مسمیٰ بہ نور النبی تحریر کی۔ کہ اس کے تیس جزو ہیں۔ نہایت عمدہ ترتیب دی ہے اور حل ترکیب معانی قرآن عمدگی اور سہولیت کے ساتھ بیان کئے اور دیگر کتب اور مکتوبات آپ کے بہت ہیں۔ اور شیخ احمد غزالی کی سوانح کی شرح کی۔ اور تمام املاک جاہ و مکانات کل محبت حضرت رسالت پناہ علیہ السلام وقف فرمائے۔ آپ کا قاعدہ تھا۔ کہ عرس جد بزرگوار میں بہت پخت کراتے تھے۔ کل حاضرین کو تقسیم کر کے قدرے اپنے افطار کے لئے رکھ لیا کرتے تھے ایک روز بعد تقسیم طعام چار شخص اور آگئے دیکھا کہ ان کے بدن سے خون اور پیپ ٹپکتی تھی یعنی جذامی تھے۔ آتے ہی کھانا مانگا۔ شیخ نے جو کچھ اپنے واسطے رکھا تھا حاضر کیا انہوں نے کھا کر کہا یہ باقیماندہ کھانا تو کھالے آپ نے مروت مہمان نوازی سے نہ کھانا معیوب سمجھ کر پس ماندہ کھانا ان کا کھالیا۔ وہ اسی وقت روانہ ہوئے اور آپ کو اسی روز فتح ظاہری اور باطنی حاصل ہوئی سمجھے کہ مردان غیب تھے۔ اور آپ کے ہاں ایک گاڑی تھی اس کے بیلوں کی خود خدمت کرتے تھے۔ لباس نہایت کہنہ اور میلا پہنتے تھے۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے۔ کہ ایک شخص عبدالقادر جو شہزادہ تھا مگر مناسبت درویشوں سے رکھتا تھا۔ اس کے پاس آپ کے پیراہن سے چند تبرکات تھے۔ جامہ دستار، کرتہ، پاجامہ میں نے بھی دیکھے ہیں۔ ایک بار فارغ بحالت وجد میں شہر سے باہر

آئے۔ وہ تالاب جو قریب ناگور بہت گہرا ہے۔ اس پر مثل زمین کے چلے پیچھے وہ شخص کہ جو حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اسی طرح چلا اور جو قوال ہمراہ تھا نہ جا سکا۔

نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین بادشاہ منڈو نے آپ کو کئی مرتبہ طلب کیا۔ آپ نہ گئے ایک بار موئے مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے بادشاہ کے پاس آئے۔ امرا نے عرض کی کہ اگر یہ خبر شیخ حسین کو ہو گئی۔ تو بے بلائے چلے آویں گے۔ بادشاہ نے آپ کو خفیہ خبر کرائی۔ یہ سنتے ہی راہی طرف منڈو کے ہوئے، جب بادشاہ کو خبر ہوئی۔ کہ شیخ نزدیک آئے۔ بادشاہ استقبال کو باہر آیا۔ دیکھا کہ ایک شخص میلے پھٹے کپڑے پہنے ایک گاڑی پر سوار چلا آتا ہے۔ لوگوں نے کہا شیخ یہی ہیں۔ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر مصافحہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ موئے مبارک کی زیارت کرا۔ بادشاہ آپ کو لے کر اپنے مکان پر آیا جب موئے مبارک آپ کے روبرو آئے آپ نے ان کو دیکھا اسی وقت وہ آپ کے ہاتھ پر آ پڑے۔ آپ نے بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا پھر واپس دے دیئے، بعدہ بادشاہ آپ کو اپنے والد کی قبر پر لے گیا۔ اس کے واسطے دعا چاہی۔ آپ نے دعا کی۔ بعد اس کے جو کچھ اس کی قبر سے معلوم ہوا۔ بیان فرمایا۔ بادشاہ نے بہت کچھ پیش کش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا مگر آپ کے صاحبزادہ کو اس کی طرف میل ہوا۔ آپ نے ازراہ کشف معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ یہ سانپ ہے۔ کوئی سانپ کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ اگر کسی قدر اس میں سے لیتا ہے تو تعمیر روضہ خواجہ بزرگ اور حد خود میں صرف کرے تو اختیار ہے کس واسطے کہ میرے پیر کا بھی ارشاد ہے کہ تیرے ہاتھ زر آوے گا۔ اس کو تو تعمیر روضہائے مشائخ میں صرف کیجیو۔ اس سے پہلے کبھی آپ نے کسی کی نذر قبول نہیں کی تھی بلکہ زر کو کبھی ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔ پس وہ لے کر خواجہ کے روضہ پر عمارت تعمیر کرائی۔ اور دروازہ روضہ خواجہ کسی اور بادشاہ منڈو نے بنوایا۔ دوسرا روضہ شیخ حمید الدین ناگوری کا تیار کرایا اس کی چار دیواری بنوائی۔ اپنے خرچ میں حبہ نہ لائے۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۰۱ھ میں ہوئی۔ مزار ناگور میں ہے۔

ذکر حضرت راجی حامد شاہ قدس سرہ

یہ مرید حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری کے تھے۔ یہ بزرگ بھی صاحب نسبت اور صاحب حال تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ دو برادر عہد سلطان شمس الدین التمش میں سادات کرو بڑے وارد ہندوستان ہوئے۔ ایک سید شمس الدین نے میوات میں سکونت اختیار کی۔ دوسرے سید

شہاب الدین دہلی میں رہے اور راجی خطاب پایا۔ راجی حامد شاہ ان حضرت کے پوتے تھے پہلے یہ بھی پیشہ سپہ گری کرتے تھے، جب صحبت شیخ حسام الدین مانک پوری میں آئے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے صفائی باطن بہم پہنچا کر حضور وقت ان کے نصیب میں حاصل ہوا۔ علم آپ کو موافق حاجت کے تھا۔ مگر علمائے دہر آپکے حلقہ ارادت میں تھے جس کسی کو کامل بنانا چاہتے تھے۔ اپنی سرگذشت ان کے آگے بیان فرماتے اسی ضمن میں اس کے مقصود حاصل ہو جاتے تھے۔ وفات حضرت کی سا۹۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف مانک پور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسن طاہر قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ راجی حامد شاہ کے تھے اور سید نور پسر راجی حامد شاہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ حضرت بطلب علم ملتان سے دہلی میں آکر تحصیل علم میں مصروف رہے بعدۂ بہار میں جاکر شیخ بدر حقانی سے اکتساب علوم کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت بہار میں تولد ہوئے آپ کے والد ملتان سے آئے تھے۔ عین شباب میں آپ کو طلب حق دامن گیر ہوئی اور فقیر ہوئے۔ اسی ایام میں کتاب فصوص الحکم ایک مشائخ سے شروع کی ان کے والد طریقہ فصوص کے منکر تھے۔ ایک روز ان سے مسئلہ توحید اور وجود دریافت کیا۔ انہوں نے نہایت فصاحت سے اس کی شرح کی۔ اسی روز سے آپ کے کمال کا شہرہ ہوا۔ آپ نے خدمت راجی حامد شاہ میں بیعت کی۔ چندے جونپور میں رہے۔ بعدۂ باستدعائے علمائے دہلی، دہلی میں آئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ دہلی آنے کا سبب یہ ہوا۔ کہ عزیزان سلطان سکندر لودھی میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور دعا چاہی کہ سلطنت مجھ کو نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ایک کو ترقی دے کر سلطنت اس کے حوالہ فرمائی ہے تو اسی کا فرمانبردار رہ، یہ خبر جب سلطان کو ہوئی آپ کو دہلی میں بلا کر کوشک نیکی منڈل کے ایک برج پر رکھا۔ آپ کی تصنیفات سے مفتاح الفیض اور گنجینہ اسرار و بحر المعانی وغیرہ چند رسالے ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۴ ربیع الاول سنہ ۹۰۹ھ میں ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں قریب بجے منڈل نہایت متبرک مقام ہے۔

ذکر حضرت شیخ بختیار قدس سرہ

آپ مصاحب و مرید حضرت شیخ احمد عبدالحق کے تھے۔ پہلے یہ ایک جواہر فروش کے غلام

تھے۔ جب ان کا مالک ردولی میں آیا۔ ان کو شیخ کی نذر کیا۔ یہ ہمیشہ خدمات شائستہ بجالاتے اور ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ بہ شیخ ان کی طرف التفات بھی نہ فرماتے۔ بعد چھ ماہ کے شیخ مہربان ہوئے ان کو حالت مستی ہوگئی۔ اس مستی میں شیخ سے کہنے لگے کہ تو اس قدر نعمت رکھتا ہے اور بندگان خدا کو محروم رکھتا ہے۔ شیخ نے ہر چند ان کو منع کیا۔ مگر یہ نہ مانے۔ مجبور شیخ نے اپنے ہاتھ سے قدرے پانی ان کو پلایا۔ اسی وقت ہوشیار ہوگئے۔ تب شیخ نے فرمایا۔ کہ تو اپنے مالک کے پاس جا۔ اگر وہ رضا دے تو ہمارے پاس آ۔ ورنہ وہیں رہ۔ آپ آداب بجالا کر رخصت ہو کر جونپور میں اس جوہری کے پاس آئے۔ اس نے جب ان کو اور ہی حال سے دیکھا۔ ان کو آزاد کیا۔ یہ وہاں سے چل کر پھر خدمت میں آکر بہ تکمیل پہنچے۔ اور شب و روز خدمت شیخ میں حاضر رہے۔ ایک روز شیخ نے حکم دیا کہ گھر کے صحن میں چاہ کھود۔ انہوں نے چاہ کھود کر تیار کیا۔ بعد چندے حکم دیا کہ اس کو بند کر دے۔ انہوں نے بند کر دیا۔ اور کچھ نہ پوچھا کہ کیوں کھدوایا کیوں بند کرایا۔ ایک روز شیخ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اور یہ بھی حاضر تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ بختیار دیکھ آپ نے جو دیکھا۔ تو تمام حجرہ کو زر سے بھرا ہوا پایا۔ شیخ نے فرمایا جو تیرے کارآمد ہوئے آپ نے عرض کیا۔ کہ سوائے اطاعت حضور کے بندہ کو دوسری چیز درکار نہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی۔ عمر آپ کی دراز ہوئی۔ مزار ردولی شریف میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ فتح اللہ اودھی کے تھے آپ کے والد اکابر دہلی سے تھے۔ آمد تیمور میں جونپور آگئے تھے یہ جونپور میں پیدا ہوئے۔ ان کو خوردسالی سے مجالس فقرا میں جانے کا شوق تھا۔ شیخ ابوالفتح کے مرید ہوئے۔ قاضی شہاب الدین سے علوم ظاہری کی تحصیل کی لکھا ہے کہ آپ کی مشغولی ایسی تھی کہ یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں۔ ٹھوڑی سینہ سے لگ گئی تھی۔ گردن کے مہرے اوپر برآمد ہوگئے تھے۔ حجرہ کے آگے جو درخت تھا۔ اس کی یہ خبر نہ تھی کہ کب پت جھڑ ہوتی ہے۔ کب پتے برآمد ہوتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۱۱ھ میں ہوئی۔ مقبرہ عالی جونپور میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل قدس سرہٗ

آپ نہایت متوکل تھے۔ کہ اگر گھر میں حاجت سے زیادہ کچھ ہوتا اس کو تقسیم فرماتے یہاں تک کہ پانی واسطے وضو تہجد کے موافق حاجت کے رکھتے۔ اپنی مجلس میں مالداروں کو نہ آنے دیتے تھے۔ ایک روز ایک امیر آیا۔ اس نے زیارت کے واسطے عرض کرایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر آیا ہے تو جوتیوں میں بیٹھے اگر کچھ مال کا غرور ہے تو یہاں آنے کی حاجت نہیں۔ پس شام کے وقت وہ آیا۔ دیکھا تو چراغ بھی ندارد ہے۔ اس نے آپ کے فرزند سے کہا کہ صبح بہت سا تیل اور چراغ آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔ جب وہ ختم ہو چکے پھر حاضر کر دوں گا۔ غرض اس نے ایفائے وعدہ کیا۔ شب کو روشنی دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آیا۔ تمام کیفیت معلوم ہوئی۔ اس سامان کو اسی وقت مساکین کو دے دیا اور اسکو منع کرا بھیجا کہ اب کبھی نہ بھیجے۔ وفات حضرت کی ۹۱۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا الہ داد قدس سرہ

یہ حضرت بھی عمدہ علمائے جونپور سے تھے اور شاگرد قاضی شہاب الدین کے اور مرید راجے حامد شاہ کے۔ مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کرکے چند روز میں مکمل ہوئے وفات حضرت کی ۹۲۰ھ میں ہوئی مزار جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد مجد شیبانی قدس سرہ

ذات جامع الکمالات تھی سولہ برس کی عمر میں درس علوم کراتے تھے۔ لکھا ہے کہ نارنول میں پیدا ہوئے۔ پدر آپ کے قاضی مجد الدین تھے۔ وہ بیٹے قاضی تاج الافضل بن شمس الدین شیبانی کے جو اولاد سے امام محمد شیبانی کی۔ شاگرد و مصاحب امام اعظمؒ کے تھے آپ کے باپ کے سات بیٹے تھے۔ اور سب کے سب فاضل اور متقی ہوئے۔ شیخ احمد علم مناظرہ میں یگانۂ روزگار تھے۔ عین شباب میں حضرت خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہوئے اور علم طریقت حاصل کیا۔ بعدہٗ اجمیر میں آکر سات برس رہے اور خاندان نبوی سے نہایت اعتقاد تھا عشرۂ محرم میں بارہ روز تک اجلا کپڑا نہ پہنتے تھے۔ قبرستان سادات میں خاک پر پڑے رہتے تھے عشرہ کے روز دودھ اور شربت سادات کے گھر خود لے جایا کرتے ہر روز نیاز کرتے۔ وفات شریف میں نہایت تکلف سے نیاز کرتے۔ اصحابہ اور اہل بیت رسول کے اعراس کرتے اور عشرہ میں اس قدر روتے تھے۔ کہ ہمیشہ آنکھیں متورم اور سرخ رہتی تھیں۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے اور جس وقت مجلس میں بیٹھتے بہ ہیبت تمام گفتگو کرتے۔ مجذوبوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اپنی تعظیم اور توقیر کو درست نہ رکھتے تھے۔ اگر کوئی بیان کرتا کہ میں نے رسول مقبول کو خواب میں دیکھا۔ اس کے روبرو با ادب بیٹھ کر سنتے۔ اس

کی آستین اپنے منہ سے ملتے۔ اس کے قدم اپنی آنکھوں سے لگاتے اگر وہ بیان کرتا کہ میں نے فلاں جگہ دیکھا ہے۔ اس جگہ جاکر وہاں کی خاک اپنے چہرہ سے ملتے اگر پتھر ہوتا اس کو پانی سے دھوکر وہ پانی اپنی پوشاک پر چھڑکتے۔ اور مثل اپنے پیر کے کپڑے پرانے اور میلے رکھتے۔ اگر کسی کو سید سے کچھ خصومت ہوتی۔ تو اس کے پاس جاکر منت صفائی کراتے۔ اگر کوئی دلیل شرعی ہوتی۔ تو منع کرتے۔ کہ یہ اہل بیت رسول سے ہیں۔ ان کی خدمت میں تقریر کرنا بے ادبی ہے اور آدھی رات کو روضہ خواجہ بزرگ پر جا کر نماز تہجد ادا کرکے اشراق تک کسی سے بات نہ کرتے۔ دوپہر کو قیلولہ کرکے پھر تفسیر قرآن فرماتے۔ جب یہ شب کو روضہ خواجہ پر آتے۔ روضہ خود بخود کھل جاتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے چھپ کر دیکھا۔ اور ان کے پیچھے چلا۔ شیخ خود تو نکل گئے۔ اس کو دونوں کواڑوں نے پکڑ لیا۔ آخر وہ پکارا کہ یا شیخ توبہ کرتا ہوں میرا قصور معاف ہو اسی وقت چھوٹ گیا۔ مولانا محمد نارنولی کہتے ہیں۔ کہ میرے استاد مولانا عبدالقادر کو جو خلیفہ شیخ کے تھے۔ انہوں نے یہ کیفیت فتح الباب میں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ایک بار باشارہ حضرت خواجہ بزرگ آپ اجمیر سے باہر آئے اور مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ اس وقت اجمیر پر نظر جمال ہے یہاں سے نکلو۔ الغرض سات روز کے بعد اہل ہنود نے آکر اجمیر کو تاراج کیا۔ جو مسلمان وہاں رہ گئے تھے سب برباد ہوئے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نارنول میں تھے۔ ایک مجذوب الہ دین نامی آئے اور کہا کہ شیخ احمد تجھ کو آسمان پر بلاتے ہیں اپنے پیر کے پاس جا۔ اسی وقت روانہ بہ ناگور ہوئے۔ وہاں جا کر بے ہوش ہوئے جب ہوش آیا۔ اللہ اکبر کہتے ہوئے جان بحق تسلیم کی۔ پانچویں صفر ۹۴۷ھ کو انتقال فرمایا مزار شریف حضرت کا سلطان التارکین پائینتی مزار مرشد کے ناگور میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت شاہ سید و قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ حسام الدین مانک پوری کے تھے۔ پہلے صحبت امراء میں رہے اور بہت دولت مند تھے۔ جب جذبہ عشق الٰہی گلوگیر ہوا۔ شیخ حسام الدین مانک پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر کار فقیری کی تکمیل کی۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور خاصان خدا سے ہوئے۔ شعر عاشقانہ فرماتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۲۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد حسن قدس سرہٗ

آپ پسر بزرگ شیخ محمد حسن طاہر کے تھے۔ جونپور میں پیدا ہوئے اور سکونت اکبر آباد معروف

یہ آگرہ اختیار کی تھی۔ صاحب حال بلند مرتبہ تھے۔ ہندو ہو یا مسلمان، جس کی نظر چہرہ مبارک پر پڑتی تھی وہ معاً اللہ اکبر کہتا۔ اور آپ کی جامعیت پر متحیر رہتا۔ نسبت چشتیہ ان کو اپنے والد سے تھی۔ جب حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ چند سال مدینہ طیبہ میں رہے۔ اور یمن میں جاکر مشائخ قادریہ سے بھی اجازت یافتہ ہوئے۔ گویا مجمع البحرین ہو گئے۔ سبحان اللہ دونوں خاندان عالی شان ایسے ہی ہیں۔ اور بعد نماز عصر کے رات ہونے کے ایسے منتظر رہتے۔ جیسے کوئی اپنے محبوب کا منتظر ہوتا ہے۔ جب شام ہوئی حجرہ بند کر کے یاد حق میں مشغول ہوتے۔ علم تصوف میں آپ کی بہت کچھ تصنیفات ہیں۔ اور آپ کے مرید بھی بہت تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بڑے چچا ان کے مرید تھے ان کا نام شیخ فضل اللہ تھا۔ وفات حضرت کی ۲۷ رجب یا ۲۰ صفر ۸۵۹ھ میں ہوئی مزار دھلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف چشتی صابری قدس سرہ

حضرت بے مشاہدہ جمال معشوق حقیقی ایک دم نہ آسودہ ہوتے تھے۔ مرتبہ حضرت کا ہر شخص قیاس کر سکتا ہے۔ کہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی سا شخص آپ کی مریدی میں آوے۔ اور زیر تربیت رہے کیا مرتبہ اعلیٰ ہوگا۔ جن کے مرید ایسے ہوتے وہ پیر کیسے ہوں گے۔ شیخ رکن الدین بسر حضرت شیخ عبدالقدوس لطائف قدسی میں فرماتے ہیں کہ میرے پدر شیخ عبدالقدوس کا ارادہ تھا۔ کہ دوسری جگہ بیعت کریں۔ کس واسطے کہ شیخ محمد صاحب سے رشتہ داری تھی۔ اس وجہ سے ان کی طرف توجہ کم تھی۔ جب خیال دوسری جگہ مرید ہونے کا آتا روحانیت شیخ عبدالحق کی میرے پدر کے روبرو آکر فرماتی۔ کہ تو میرا ہو کر دوسری جگہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ ہر بار سکوت کرتے۔ جب کئی بار یہ صورت پیش آئی۔ سمجھے کہ میں انسان ہوں۔ مجھ کو اگرچہ فیضان روح پاک شیخ عبدالحق سے ہے۔ مگر ظاہری بیعت کرنا بھی ضرور ہے۔ جب یہ خطرہ غالب ہوا۔ روحانیت حضرت کی مجسم ہو کر ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ ابھی تجھے شبہ ہے۔ کہ مجھ کو مردہ تصور کرتا ہے۔ اگر یہ خیال بیعت ظاہری کا ہے۔ میرے پوتے شیخ محمد سے بیعت کر اس کے بعد میرے پدر نے میرے ماموں حضرت شیخ محمد صاحب سے بیعت کی۔ اگرچہ شیخ محمد پیر تھے مگر بوجہ میرے والد کے بڑے بہنوئی ہونے کے بہت تکریم فرماتے تھے

اور فرماتے ہیں۔ کہ میرے پدر کا ارادہ نکاح کا بھی نہ تھا۔ مگر مشیت ازلی اسی طرح تھی۔ اس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ حضرت شیخ عارف کے دو لڑکیاں تھیں۔ ایک کی شادی سید سے کی گئی تھی۔ دوسرے لڑکے کی نسبت ان کی والدہ کا یہ خیال تھا۔ کہ ایسے سے شادی کروں کہ جو قطب عالم ہو۔ آخر باشارہ روحانیت شیخ احمد عبدالحق سے نکاح ہوا۔ یعنی نکاح حضرت کا بعد انتقال شیخ عارف کے ہوا۔ اور جو بچہ شیخ محمد صاحب کے گھر پیدا ہوتا۔ حضرت شیخ عبدالقدوس اس کے کان میں اذان فرمایا کرتے تھے۔ شیخ محمد بھی مثل اپنے والد اور جد کے ہمیشہ شکر اور استغراق میں رہتے تھے۔ وہ ہی خوارق اور کرامات حضرت سے ظاہر ہوئے۔ ہر جمعہ کو صبح کی نماز جامع مسجد میں ادا کر کے تمام دن جامع مسجد میں مشغول رہتے۔ کسی سے بات نہ کرتے۔ جب جمعہ کا وقت آتا۔ نماز ادا کر کے پھر مشغول ہوتے اور پھر نماز مغرب ادا کر کے خانقاہ میں تشریف لاتے اپنی تمام عمر میں کبھی چاندی یا سونے کو ہاتھ نہ لگایا۔ جو فتوحات ہوتا خدام کو حکم تھا کہ شام تک کل خرچ ہو جاوے کل کے واسطے کچھ نہ رہے اور جو مسافر فقیر وارد خانقاہ ہوتا تھا۔ اس سے نہایت مہربانی سے پیش آتے۔ اور جو سائل آتا۔ جو کچھ سامنے موجود ہوتا۔ فرماتے کہ اس کو اٹھا لے۔ ایک روز ایک ضعیفہ حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ میرے اوپر کئی فاقے گزر چکے ہیں۔ ایسی فرصت نہیں کہ کمہار کے ہاں سے ایک کوزہ مٹی کا لے کر پانی بھی پی لوں آپ مردان خدا اور سخی مشہور ہیں۔ میری دستگیری کیجیئے۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ اسی وقت ایک زمیندار آیا۔ اور تھوڑا سا غلہ حضرت کے روبرو رکھ کے چلا گیا۔ حضرت نے دست حق پرست سے اس غلہ کو اپنے وضو کی بدھنی میں اس کو بھر کر اس کو عطا کیا۔ جب تک وہ زندہ رہی۔ اس بدھنی کا غلہ کم نہ ہوا۔ اور کتنا ہی خرچ کرتی بدھنی بدستور بھری رہتی۔ صاحب لطائف قدسی فرماتے ہیں۔ کہ آخر عمر میں جب شیخ محمد کو مرض موت لاحق ہوا۔ اس وقت اپنے فرزند کلاں شیخ الاولیاء عرف شیخ بدھ کو طلب کیا۔ حاضرین نے عرض کی کہ وہ بمقام شاد آباد شیخ عبدالقدوس کے پاس اکتساب فضائل کرتے ہیں۔ اسی وقت روحانیت شیخ احمد عبدالحق نے عین معاملہ میں شیخ عبدالقدوس سے فرمایا کہ شیخ بدھ کو لے کر ردولی جلد پہنچ۔ معاً میرے پدر یعنی شیخ عبدالقدوس ارادہ سفر کا کر کے راہی ہوئے جس وقت ردولی میں پہنچے تو وقت شیخ محمد صاحب کا قریب تھا اور حالت استغراق میں تھے۔ جب ہوشیار ہوئے فرمایا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ فہم کردم فہم کردم

میرے پدر نے پوچھا کہ فہم کیا فرمایا کہ توحید مطلق کو فہم کیا۔ جب وقت انتقال قریب پہنچا استغراق کا غلبہ ہوا۔ میرے پدر نے عرض کیا۔ کہ وقت ہوشیاری مردان خدا کا ہے۔ جواب دیا کہ اس وقت سوائے ذات حق کے میرے سینہ میں کچھ نہیں سماتا۔ پھر اچھی طرح اٹھ بیٹھے۔ اور خرقہ خلافت اور جملہ امانت پیران چشت معہ اسم اعظم میرے پدر کو مرحمت فرمایا اور وصیت فرماکر اپنا جانشین کیا۔ پھر میرے پدر نے عرض کی کہ بندہ کو مفارقت حضور کی کب گوارا ہو گی۔ اس پر کمال مہربانی سے فرمایا۔ کہ بابا تجھ کو کیا اندیشہ ہے تو جملہ اولیائے حق سے ہے میری جگہ تیری جگہ ہے۔ جہاں چاہے رہ میں ہرگز تجھ سے جدا نہیں ہوں۔ اور اپنے فرزند کی تربیت تیرے حوالے کرتا ہوں۔ جب تو اپنے مقام کو جاوے اس کو اسرار باطنی سے آگاہ کر دیجیو اور نعمت پیران چشت سے مشرف ہو کر میری جگہ چھوڑ دیو۔ پس یہ وصیت تمام کر کے بخوشی حق حق کہتے ہوئے انتقال کیا۔ سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ میرے پدر شیخ عبدالقدوس نے مخدوم زادہ شیخ بدھ کو نعمت باطنی سپرد کر کے حضرت پیر اپنے کا صاحب سجادہ کیا۔ اور بعد چند روز کے بجانب گنگوہ شریف مراجعت کی۔ اور تربیت اولاد والیان صادق ہدایت حق میں مشغول ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حالت صحت میں شیخ بدھ کو خود صاحب سجادہ فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ اولیا عرف شیخ بدھ قدس سرہٗ

پسر کلاں شیخ محمد صاحب چشتی احمدی بعد وفات پدر عالی قدر کے صاحب سجادہ ہوئے۔ اور کسب درویشی کو کمال پہنچایا۔ اور ترتیب مریدوں میں مشغول ہوئے۔ ایک روز آپ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ سوتے تھے۔ ان کی جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ شیخ بدھ سوتے ہیں۔ اور ایک صورت شیخ بدھ کی جانماز پر نماز گذار ہے۔ یہ حال دیکھ کر مضطرب ہو کر شور کرنے لگیں۔ جب شیخ بیدار ہوئے۔ اسی وقت ایک صورت اصلی رہ گئی۔ آپ نے اپنی زوجہ کو منع کیا۔ کہ یہ راز فاش نہ کرنا۔ اہل کمال کو بعد کسب کے صورت مثالی حاصل ہوتی ہے۔ اس کو صوفیہ وجود مکتسب کہتے ہیں۔ الغرض جب وقت حضرت کا قریب پہنچا تو اپنے فرزند کلاں شیخ پیر کو امانت ہائے خواجگان چست عطا فرمائیں اور خرقہ خلافت پسر خورد شیخ منصور کو بھی عطا کیا۔ شیخ منصور نے بہت سیاحت کی اور بزرگان دین مثل حضرت شیخ جلال تھانیسری سے

فیضان حاصل کئے اور بعد اپنے برادر شیخ اولیاء کے صاحب سجادہ ہوئے۔ اور شیخ عبدالرحمن کہ مرید شیخ بدھ کے تھے۔ خدمت شیخ منصور میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب مرآۃ الاسرار فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بھی شیخ عبدالرحمن کی خدمت میں رہ کر بہت فائدے حاصل کئے ہیں۔ عارف بابرکت تھے۔ ہمیشہ مشغول بعبادت رہتے تھے۔ شیخ منصور کے بعد شیخ پیر صاحب سجادہ ہوئے۔ یہ ہمیشہ شکر الٰہی میں مست رہتے تھے۔ اور آنکھیں ان کی کثرت مشاہدہ سے سرخ رہتی تھیں۔ کہ ان کی طرف دیکھنا ممکن نہ تھا۔ اور بہت متواضع تھے۔ آخر عمر میں امانت پیران چشت حوالہ قطب الدین پسر خود کر کے رحلت فرمائی۔ یہ بھی کامل وقت گزرے ہیں۔ بہت سے مقامات طے کئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ اکثر بلاد کی سیر کی۔ بزرگان وقت سے ملے۔ چندے پانی پت میں رہے۔ بعدہ بزیارت حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر پیران کلیر شریف میں حاضر ہوئے۔ معاملہ میں مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ تیری عمر آخر ہوئی اپنی ہڈیاں اپنے بزرگوں کے پہلو میں پہنچا۔ انہوں نے عرض کی کہ میرے بزرگوں نے بڑی بڑی عمریں پائیں میں نے کیا قصور کیا۔ کہ پچاس ساٹھ برس کا جاتا ہوں۔ حکم ہوا کہ تو نے بیس برس اپنی عمر میں سے رحمت خاں کو دے دیئے۔ اب جا اور امانت پیران چشت کو بامانت دوسرے کے سپرد کر کے آپ وہاں سے رخصت ہو کر ردولی شریف میں آئے اور امانت اپنے پسر شیخ حمید کے سپرد کی۔ کیفیت دینے عمر کی یہ ہے کہ رحمت خاں امرائے اکبر اعظم سے تھا۔ اس کو خدمت شیخ میں بہت عقیدت تھی۔ ایک بار وہ بہت سخت بیمار ہوا۔ حضرت اس کی عیادت کو گئے۔ دیکھا کہ سخت بیمار ہے۔ ازراہ کرم فرمایا کہ میں نے اپنی عمر میں سے بیس برس تجھ کو دیئے۔ وہ اسی وقت اچھا ہوا۔ صاحب اقتباس الانوار نے لکھا ہے کہ سلسلہ ارادت شیخ عبدالرحمن مذکورہ بالا کا جو مصنف مراۃ الاسرار کے ہیں۔ شیخ حمید الدین بن قطب الدین سے ہے۔

ذکر حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی بن شیخ اسمٰعیل قدس سرہٗ

یہ حضرت محتشمان روزگار و عارفاں صاحب اسرار سے تھے۔ ہمت عالی شان بزرگ اور وافر کرامت رکھتے تھے۔ اور اہل عشق اور سماع میں ممتاز وقت تھے۔ اور ابتداء سے قیودات

کثرت سے منزہ تھے۔ اور بعض مقام یکرنگی میں دوست سے ہمرنگ تھے۔ اوّل خرقہ درویشی اپنے پیر شیخ محمد صاحب صابر سے حاصل کیا۔ بعدہٗ شیخ الاسلام شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی سے خرقہ خلافت پہنچا اور سلسلہ مداریہ۔ سہروردیہ اور نظامیہ میں اجازت یافتہ ہوتے نظامیہ سلسلہ تین طرح پر عطا ہوا ایک تو وہ کہ شیخ صدرالدین طیب سے مل کر حضرت سلطان سے ملتا ہے۔ دوسرے سید محمد گیسو دراز سے مل کر شیخ نصیرالدین چراغ دہلی سے ملتا ہے۔ تیسرا مخدوم جہانیاں سے مل کر مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی سے ملتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جس وقت سید اجمل بھرائچی کو نعمت مخدوم جہانیاں سے ملی۔ اس وقت جس قدر سلاسل میں حضرت اجازت یافتہ تھے۔ کل کی اجازت سید اجمل کو دی۔ انہوں نے کل کی اجازت سید بڈھن بھرائچی کو۔ انھوں نے کل کی اجازت شیخ درویش لودھی کو دی۔ شیخ درویش نے کل کی اجازت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو دی۔ شیخ عبدالسلام اور سید ابراہیم سے بھی خرقہ خلافت پہنچا۔ مشرح کیفیت ان کی ذکر آخر حضرت میں درج ہو گی۔ یعنی جو سلاسل کاتب الحروف بسلسلہ حضرت سید فتح علی شاہ قادری قدوسی سے حصے میں ان کا خلاصہ ذکر آخر میں ہدیہ ناظرین کروں گا۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں۔ کہ شیخ صفی الدین حنفی جد شیخ عبدالقدوس میر سید اشرف سمنانی کے مرید تھے۔ قیام ان کا ردولی میں تھا۔ ایک بار سید صاحب کچھوچھہ تشریف لائے۔ اس زمانہ میں شیخ اسمٰعیل سوا ماہ کے تھے۔ شیخ سیف الدین ان کو خدمت سید صاحب میں لائے۔ آپ نے ان کو پیار کیا اور فرمایا کہ یہ بھی میرا مرید ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ فرزند عطا کرے گا۔ جو قطب عالم ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ بعد انتقال شیخ احمد عبدالحق کے پیدا ہوئے۔ جب ذرا سیانے ہوئے جاروب کشی روضہ شیخ کا شوق پیدا ہوا ایک روز کتاب کافیہ لئے روضہ کے اندر گئے۔ اندر سے حق حق کی آواز ہوئی۔ اور ایسی کیفیت پیش آئی کہ یہ بے ہوش ہو گئے۔ زیارت روضہ روحانیت حضرت سے مشرف ہوئے۔ فرمان ہوا کہ مطالعہ علم ظاہری حجاب اکبر ہے۔ اصل کار میں مشغول ہو۔ اور شغل ظاہری سے محروم فرمایا۔ اس روز سے پڑھنا لکھنا چھوڑ کر کار باطنی میں مشغول ہوئے۔ تمام شب اطاعت حق میں بسر کرتے اگر کبھی نیند آ بھی جاتی تو شیخ کھڑے ہوئے جگاتے معلوم ہوئے اور دن کو شیخ پیارہ سے صحبت رہتی۔ لطائف قدسی میں لکھا ہے کہ جب

قصہ اپنے دادا بھائی شیخ فخر الدین کا سنا۔ کہ پچاس برس انہوں نے پانی نہیں پیا۔ آپ نے بھی پانی پینا ترک کر دیا اور خورد سالی میں یہ کیفیت تھی۔ کہ اوّل وقت نماز کے مسجد میں جاکر اوّل صف میں بیٹھتے جوں جوں نمازی آتے جاتے آپ پیچھے ہٹتے جاتے تھے یہاں تک کہ سب سے پیچھے ہوجاتے بعد فراغ نماز کے نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھتے۔ سبحان اللہ کیا انکسار تھا۔ لطائف قدسی سے نقل ہے کہ جب آپ نے پڑھنا ترک کیا تو آپ کے والد نے آپ کے ماموں قاضی دانیال سے کہا۔ کہ بھانجے کی خبر لے۔ اس نے پڑھنا بالکل چھوڑ دیا۔ انہوں نے ان کو بلا کر بہت تاکید کی اسی عرصہ میں ایک میراثن دائرہ لئے گاتی نکلی۔ اس پر آپ کو وجد ہوا۔ انہوں نے کیفیت دیکھ کر آپ کے والدین سے کہا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ یہ نیک ہوگا۔ اس کو معلم دوسری طرح کا چاہیئے کہ جو علم باطن پڑھا وے۔ اس وقت میں مخدوم شیخ خواجگی کہ خلیفہ شیخ صیدھا کے تھے وہ خلیفہ شیخ شمس الدین اودھی کے وہ خلیفہ میر سید اشرف سمنانی کے تھے۔ کہ ساڈھورہ میں مقیم تھے۔ آپ ان کی خدمت میں ساڈھورہ آئے۔ اور کہا میں نے علم نہیں پڑھا۔ شیخ نے فرمایا کہ شغل باطن کر۔ جب علم اصول آگیا۔ فروعات کیا چیز ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس قسم کا مسئلہ حضرت کے روبرو پیش ہوتا۔ کہ آپ اس کو حل فرماتے اور لطائف قدسی سے نقل ہے کہ حضرت کے مجاہدہ اور ریاضت کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی۔ کہ اکل و شرب مطلق چھوٹ گیا تھا اور آتش روحانی میں ایسے افروختہ ہوئے تھے۔ کہ سانس کے ساتھ بوئے کباب آتی تھی۔ کبھی سانس میں سے عود عنبر کی خوشبو آتی تھی۔ یعنی عشق الٰہی میں اپنے کو سوختہ کر دیا تھا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے

؎ تا نسوزد بر نیاید بوئے عود ورنہ اوہم چوب مثل دیگر است

اور سر اور کاکل میں سے دھواں اٹھتا معلوم ہوتا تھا۔ جب شیخ محمد صاحب کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ کہ یہ آتش عشق اور مجاہدہ میں جل چکا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اس کے سر پر باسی پانی روز ڈالا کریں اور کثرت درود شریف کے واسطے حکم دیا۔ کہ تردیج تلب ہو۔ اوّل اوّل آپ کو خلق سے نہایت نفور تھا مرشد کے گھر کے کاروبار تمام بجالاتے تھے۔ اور ہمیشہ پوشاک درویشی اختیار کیا۔ اور بعد نماز عشاء کے ذکر جہر شروع کر کے صبح کرتے۔ اقتباس الانوار سے روایت ہے۔ کہ جس وقت حضرت گنگوہ میں آئے وہاں ایک سنیاسی کا مٹھ نہایت دلکشا تھا۔ آپ کو پسند آیا۔ چاہا کہ اسی جگہ قیام ہو۔ اتنے اس کے جاکر درویشوں سے پوچھا کہ گروجی کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک برس گزرا۔ کہ گپھا میں ہیں فقط ایک روزن دیوار

ہوا کے واسطے رکھا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ ان کے پاس جاسکے۔ الغرض اس روزن کو معلوم فرماکر قریب اس کے بیٹھ کر مراقبہ فرمایا۔ صفت روحانیت نے جسد مبارک پر غلبہ پایا۔ اور طرف توجہ ذات کے کی بس جسد رنگ لطافت پر آیا۔ کہ اس روزن سے گزر کر گپھا کے اندر آئے دیکھا کہ فقیر حبس دم کئے ہوئے اپنے کار میں مشغول ہے۔ پھر مراقبہ فرماکر اپنی روح سے اس کی روح کو حرکت دی۔ معاً ہوشیار ہوا اور حضرت سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے۔ یہاں کیونکر آیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اسی کی قدرت سے یہاں آگیا۔ مگر تو نے اپنا کار کہاں تک پہنچایا اس نے جواب دیا کہ دیکھو ابھی پانی ہوجاتا ہوں۔ اور پانی ہوگیا۔ حضرت نے اس پانی میں قدرے پارچہ تر کرلیا۔ جب وہ ہیئت اصلی پر ہوا آپ نے فرمایا۔ کہ میں بھی پانی ہوتا ہوں۔ تو اس میں کپڑا تر کیجیو۔ چنانچہ جب حضرت پانی ہوئے۔ اس نے بھی کپڑا تر کیا۔ جب آپ ہیئت اصلی پر آئے اور فرمایا کہ اپنے پارچہ اور میرے پارچہ کو سونگھ۔ پہلے اس نے اپنے پانی کا پارچہ سونگھا جس سے دماغ اس کا پریشان ہوا۔ پھر حضرت کے پانی کے پارچہ کو سونگھا دماغ معطر ہوگیا۔ اس وقت معتقد ہوا۔ اور کہا کہ میں تو اپنے فن میں کامل ہوں۔ مگر تم بھی کامل نکلے۔ البتہ بدبو اور خوشبو کا تفاوت رہا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خوشبو اسلام کی ہے۔ اور وہ بدبو کفر کی تھی۔ اس فقیر نے کہا۔ کہ مجھ کو بھی اسلام سے مشرف کیجئے۔ آپ نے اس کو کلمہ پڑھایا۔ وہ بصدق دل مسلمان ہوا۔ اور حضرت سے بیعت کی اور اس جوگی کو بعد تکمیل کے مع اس کے چیلوں کے برائے ہدایت کسی جگہ مقرر فرمایا روضہ حضرت کا اور آبادی آپ کی اولاد کی اسی فقیر کی جگہ ہے کہ اب سرائے شیخ مشہور ہے۔ لکھا ہے کہ شیخ حمیدالدین صاحبزادہ کلاں ردولی میں تولد ہوئے۔ ان کی گیارہ برس کی عمر تھی۔ کہ شاہ آباد میں آئے۔ وہاں شیخ رکن الدین مصنف لطائف قدسی پیدا ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک بار میں نے برائے تعلیم عرض کیا۔ کچھ تلقین نہ فرمایا۔ میں نے بے حکم حضرت کے کتب خانہ سے ایک کتاب نکالی اور اس کی تحریر کے موافق نماز چاشت اور اشراق ادا کرنے لگا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا کہ ابھی شغل اوراد نہ کرے میں جو کہوں۔ اسی طرح مشغول ہو۔ سبحان اللہ کیا کشف باطن تھا۔ ایک بار حضرت نے خود فرمایا۔ کہ میرا ارادہ خلق میں مخلوط ہونے کا نہ تھا۔ بلکہ یہ ارادہ تھا۔ کہ پہاڑوں میں عمر بسر کروں۔ مگر مجبور ہوں۔ کہ مشائخ وقت حیات میں بکوشش تمام خرقہ خلافت دے کہ مجھ فقیر کو سجادہ پر بٹھایا۔ خاص کر روح حضرت شیخ احمد عبدالحق و روحانیت حضرت سلطان المشائخ و حضرت گنج شکر و دیگر مشائخان قدس اللہ اسرار

ہم نے بجبر اس فقیر کو سجادہ پر بٹھایا۔ خلق اللہ کو بیعت دینی بڑی لطائف قدسی سے نقل ہے۔ کہ انتقال سے تین برس پہلے آپ کو سکوت ہوگیا تھا۔ ہمیشہ احدیت میں مستغرق رہتے تھے کسی سے بات نہ کرتے تھے۔ شیخ احمد کو یہ بھی فرزند تھے۔ ایک روز انہوں نے عرض کیا سکوت کس وجہ سے ہے فرمایا۔ کہ وجود میرا دریا ذکر ہوگیا ہے۔ ہر وقت بحر فنا کی موجیں آتی ہیں۔ اور غرق کر کے شہود حق میں لے جاتی ہیں۔ اس طرف آنے نہیں دیتیں۔ لکھا ہے کہ ۱۵ جمادی الآخر روز دوشنبہ کو عرس مخدوم شیخ احمد عبدالحق تھا۔ اسی روز حضرت کو تپ لرزہ آیا۔ اور روز جمعہ کو پانچواں روز تھا۔ قدرے صحت ہوئی۔ نماز جمعہ ادا کی بعد نماز کے پھر تپ شروع ہوئی اور چار روز اور تپ آئی۔ بروز سہ شنبہ وقت نماز چاشت ۲۳ ماہ جمادی الآخر ۹۴۵ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار گنگوہ شریف میں فیض بخش عالم تھا۔ شیخ رکن الدین فرماتے ہیں۔ تا دم مرگ عبادت میں فرق نہیں آیا۔ قبل از انتقال تجدید وضو کیا اور دوگانہ ادا کر کے بے ہوش ہوتے اور حق حق کہتے ہوئے انتقال کیا۔ عمر شریف ۸۴ برس کی ہوئی جس میں ۳۵ برس ردولی میں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ ۳۵ سال شاہ آباد میں قیام فرمایا اور ۱۴ سال گنگوہ میں بسر فرمائے۔

شیخ رکن الدین کہتے ہیں جب کفن پہنا چکے۔ میں نے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا تو قلب کو حرکت تھی۔ ذکر جاری تھی۔ اور آپ کے سات پسر تھے۔ سب کے سب عالم اور عارف ہوئے۔ شیخ حمید و بندگی شیخ رکن الدین و بندگی شیخ عبدالکبیر۔ شیخ احمد رکن الدین مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک روز روضہ حضرت پر مجلس سماع تھی۔ شیخ رکن الدین کو وجد ہوا۔ اور نظر مریدان سے ناپید ہوئے بعد دیر کے لوگوں نے دیکھا باقی آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں۔

کیفیت شیخ عبدالکبیر پیر متذکرہ بالا کی یہ ہے۔ کہ آپ مرید و فرزند شیخ عبدالقدوس کے تھے ذوق اور شوق سخاوت اور شجاعت خوارق وکرامت میں بے مثل تھے۔ ایک بار سلطان وقت آپ کی زیارت کو چلا۔ دو وزیر اس کے ہمراہ تھے۔ تینوں نے اپنے واسطے ایک ایک کھانا مقرر کیا کہ اگر ہم کو ہماری خواہش کے موافق شیخ نے کھانا دیا تو ضرور شیخ اہل کمال ہیں۔ جب بادشاہ نزدیک آیا۔ حضرت نے گوشت کے بھرے ہوئے سموسے گوشت آہو سے سلطان کے روبرو رکھے۔ نان نخی میاں بدھل کے آگے۔ ملک محمد کے آگے حلوہ رکھا۔ یہ کشف دیکھ کر تینوں صاحب حیران رہے۔ آپ نے فرمایا کہ بابا گیا

حیرت کی بات ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کو اہل دنیا کے روبرو شرمندہ نہیں کرتا۔ جو وہ چاہتے ہیں وہ مرحمت فرما دیتا ہے۔ بعد وفات والد نے دو برس زندہ رہے۔ ۹۴۱ھ میں وفات پائی۔ اور ایک کتاب کے حاشیہ پر لکھا دیکھا ہے کہ آپ کے پانچ سو خلیفہ ہوئے۔ مگر جو صاحب ارشاد اور مشہور ہوئے ہیں۔ اوّل حضرت شیخ جلال الدین محمود الفاروق تھا نیسری کہ ان کا ذکر آوے گا۔ دوسرے شیخ عبدالغفور اعظم پوری کہ خلیفہ شیخ عبدالقدوس کے عالم اور کامل سیاح تھے۔ اور مرید اپنے جد مادری کے بھی تھے۔ ایک بار آپ کو جن اٹھا کر لے گئے۔ ایک مدت ان کے ملک میں رہے۔ ان کی زبان سے ماہر تھے ان کے ملک کی کیفیت بیان فرمایا کرتے تھے۔ مگر بوجہ اختلاف آب و ہوا کے ہیئت میں کسی قدر فرق آگیا تھا۔ ہندوستانی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ مانو آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ مانو نام آپ کی ایک محبوبہ تھی۔ اگر اس کا نام ٹھیکری پر لکھ کر چاہ میں ڈالتے۔ آپ فوراً چاہ میں گرتے نہ معلوم وہ معشوقہ حضرت جن یا انسان تھی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شیخ ہمارے قبیلہ سے تھے۔ اکثر عورتوں نے سنا ہے کہ ایک عورت پیدا ہو کر آپ کے گھر کا کاروبار بجالا کر پھر غائب ہو جاتی ہے وفات حضرت کی ۹۹۵ھ میں ہوئی۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ رسول مقبول نے آپ کو بحالت خواب یہ درود تعلیم فرمایا تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِعَدَدِ اَسْمَآئِکَ الْحُسْنٰی اور ان کے خلفا سے چند صاحب باکمال ہوتے ہیں۔ شیخ ابو اسحاق فرزند شیخ عبدالغفور و بندگی شیخ احمد و میر سید علاؤالدین ساکن کتانہ کہ جب ان کا انتقال ہوا ہے۔ تو مزار میں سے تین بار کلمہ حق کی آواز آئی۔ اور ایک شعلہ نور سرہانے سے ایک پائینتی سے پیدا ہو کر دونوں باہم مل کر قبر میں سما گئے۔ تیسرے خلیفہ شیخ عبدالقدوس کے شیخ بھولا نور باف سہارنپوری کے درویش کامل گزرے ہیں۔ ایک بار ان کو جنون ہو گیا تھا۔ اس حالت میں غیب کی باتیں کرتے تھے حضرت نے ان کے حال سے آگاہ ہو کر ایک تعویذ مرحمت فرمایا۔ اس کے باندھتے ہی اچھے ہوئے اور جو غیب کی باتیں کرتے تھے۔ ان کا مشاہدہ ہونے لگا۔ چوتھے شیخ بھورو کہ پہلے یہ دائم الخمر تھے۔ جب جذبہ الٰہی دامنگیر ہوا۔ ایک روز حضرت سے ملے۔ روئے مبارک پر نظر پڑتے ہی توبہ کی اور مرید ہو کر رفتہ رفتہ کو انجام پہنچا کر اولیا ہوئے۔ پانچویں خلیفہ حضرت کے شیخ بہاؤالدین کہ اعلیٰ درجہ کے پیر پرست تھے چھٹے خلیفہ شیخ عبدالستار سہارنپوری۔ ساتویں خلیفہ شیخ عبدالاحد پدر شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی۔ آٹھویں خلیفہ میر سید رفیع الدین اکبر آبادی۔ نانویں خلیفہ شیخ عبدالرحمٰن اکثر مکتوب ان کے نام صادر ہوئے

ہیں۔ دسویں شیخ عبدالنبی اور از روئے تحریر تذکرۃ العارفین ہند کے ہمایوں بادشاہ نے بعضے کہے ہیں۔ کہ سن جلوس دوسرے ہیں حضرت سے بیعت کی۔ گیارھویں بندگی شیخ جامن مسطور کہ مقرب بارگاہ مرشد تھے۔ اور آپ کو مقام فنافی الرسول حاصل تھا۔ یہ ہمدم شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ کے اور محرم اسرار تھے۔ حضرت کی اکثر روایات آپ سے سند ہوتی ہیں۔

سلسلہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی یہ سلسلہ صابریہ حضرت شیخ مرید شیخ احمد کے وہ مرید شیخ عارف کے۔ وہ مرید شیخ احمد عبدالحق کے وہ مرید شیخ جلال الدین پانی پتی کے۔ وہ مرید شاہ ولایت شیخ شمس الدین پانی پتی کے وہ مرید حضرت مخدوم علاؤالدین علی۔ احمد صابری کلیری کے۔

سلسلہ نظامیہ نصیریہ یہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی کے وہ مرید بڈھن بھڑائچی کے وہ مرید سید اجمل بھڑائچی کے وہ مرید مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وہ مرید مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے وہ خلیفہ اکمل حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے۔

سلسلہ دوم نظامیہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ الاسلام شیخ درویش محمد کے۔ وہ مرید میاں شیخ بن حکیم اودھی کے وہ مرید سید صدرالدین اودھی کے۔ وہ مرید پیر سید محمد گیسو دراز کے وہ مرید مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے۔

سلسلہ سوم نظامیہ یعنی شیخ مرید شیخ الاسلام درویش محمد کے۔ وہ مرید شیخ سعداللہ کے وہ مرید شیخ فتح اللہ کے وہ مرید شیخ صدرالدین طبیب کے وہ مرید حضرت سلطان المشائخ کے۔ سلسلہ قادریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے وہ مرید سید بڈھن بھڑائچی کے وہ مرید سید اجمل بھڑائچی کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے وہ مرید شیخ محمد علیٰی کے وہ مرید شیخ ابوالمکارم فاضل کے وہ مرید شیخ قطب الدین ابوالغیث کے وہ مرید شمس الدین ثانی کے۔ وہ مرید شمس الدین علی حداد کے وہ مرید حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی کے سلسلہ دوسرا قادریہ یعنی شیخ عبدالقدوس مرید سید ابراہیم حسنی کے وہ مرید شیخ احمد جبلی کے۔ وہ مرید شاہ موسیٰ کے وہ مرید شاہ عبدالقادر کے۔ وہ مرید شیخ محمد حسن کے وہ میر سید ابوصالح کے۔ وہ مرید اپنے پدر سید عبدالقادر جیلانی کے اور تیسرا سلسلہ اس طرح پر ہے۔ کہ شیخ محمد حسن ابونصر سے مل کر سید ابوصالح سے ملتے ہیں۔ یعنی پیر بھائی سے بھی خرقہ پہنچا تھا۔ سلسلہ چوتھا قادریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ عبدالسلام علی شاہ کے وہ مرید شاہ محمد کے

وہ مرید قطب الدین بینا دل جونپوری کے وہ مرید سید نجم الدین قلندر کے وہ مرید حضرت پیران پیر دستگیر کے۔ اس سلسلہ کو قلندریہ بھی کہتے ہیں۔ تذکرۃ الفقرا میں یہ سلسلہ مسمّیٰ بہ قلندر شاہ ہے الٹا لکھا گیا ہے۔ سلسلہ کبیریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد اودہی کے وہ مرید سید بڈھن بھرائچی کے وہ مرید سید اجمل بھرائچی کے۔ وہ مرید سید جلال الدین بخاری کے۔ وہ مرید شیخ شمس الدین ابو محمد بن محمود فرقانی کے وہ مرید شیخ قطبا الخالدی کے وہ مرید شیخ احمد کے۔ وہ مرید بابا باجند کے وہ مرید شیخ نجم الدین کبیر فردوسی کے سلسلہ دردیہ یعنی شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش اودہی کے وہ مرید سید بڈھن کے وہ مرید سید اجمل کے وہ مرید سید جلال الدین بخاری کے وہ مرید شیخ رکن الدین ملتانی کے وہ مرید شیخ صدرالدین ملتانی کے وہ مرید شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے اور بھی سلسلہ قادریہ ہے۔ یعنی شیخ شہاب الدین سہروردی کو کہ خلیفہ غوث پاک بھی تھے۔ سلسلہ دوسرا سہروردیہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے وہ مرید سید بڈھن کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے وہ مرید شیخ رکن الدین وہ مرید شیخ صدرالدین عارف کے۔ وہ مرید شیخ شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے۔ وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے۔ وہ مرید شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کے۔ وہ مرید شیخ وجیہہ الدین ابو حفص کے وہ مرید شیخ محمد بن عبداللہ سہروردی کے۔ وہ مرید شیخ اخی سراج کے۔ وہ مرید شیخ الی عباس کے وہ مرید شیخ ابی عبداللہ خفیف کے وہ مرید شیخ محمد جعفر کے وہ مرید شیخ ابی عمر کے۔ وہ مرید شیخ عظیم ابی تراب کے۔ وہ مرید شیخ حاتم الاصم کے۔ وہ مرید شفیق بلخی کے۔ وہ مرید سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی کے۔

سلسلہ مداریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے۔ وہ مرید سید بڈھن کے وہ مرید سید اجمل کے وہ مرید حضرت بدیع الدین شاہ مدار کے۔ وہ مرید بایزید بسطامی کے وہ مرید خواجہ حبیب عجمی کے وہ مرید خواجہ حسن بصری کے دوسرا سلسلہ مداریہ اس طرح پر ہے۔ کہ طیفور شامی مرید عین الدین شامی کے وہ مرید یمین الدین شامی کے وہ مرید عبداللہ علمبردار کے۔ وہ مرید حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اور سلسلہ نقشبندیہ اس طرح ہے کہ سید اجمل بھرائچی مرید شاہ عبدالحق کے وہ مرید خواجہ عبداللہ احرار کے وہ مرید خواجہ یعقوب خرنی کے۔ وہ مرید خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کے۔ لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوسی قاضی القضات دہلی رہے ہیں۔ صاحب تصانیف

اور عالم بے مثل تھے۔

ذکر حضرت شیخ بہاؤالدین جونپوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ محمد عیسٰی کے تھے جو مشاہیر روزگار سے تھے ترک اور تجرید میں یگانہ عصر تھے کہتے ہیں کہ یہ طالب علمی کرتے تھے۔ کہ شیخ حسین گجرات سے خدمت شیخ عیسٰی میں جونپور میں آئے اور صاحب کیمیا تھے۔ شیخ بہاؤالدین سے بہت اخلاص پیدا ہو گیا۔ ایک باران کو ہمراہ لے کر جنگل میں گئے اور کہا کہ تم کو کیمیا بتائے دیتا ہوں موافق حاجت کے بنا لیا کرنا۔ پھر میں تم کو دوسرا عمل بتاؤں گا۔ شیخ بہاؤالدین نے عرض کی۔ کہ بندہ آپ سے دوسری کیمیا کا خواہاں ہے۔ یہ سن کر شیخ حسین ذولقہ بہت خوش ہوئے تربیت باطن فرمائی۔ شیخ حسین آخر خرقہ خلافت شیخ محمد عیسٰی سے حاصل کرکے ذولقہ چلے گئے چلتے وقت شیخ بہاؤالدین نے عرض کی۔ کہ مجھے مرید کیجئے۔ فرمایا کہ تیرا پیر اسی شہر میں ہے۔ میری صحبت کا فیضان جو تیری قسمت میں تھا وہ ہوا۔ پس شیخ بہاؤالدین شیخ عیسٰی کے مرید ہوئے۔ اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے ہنوز خلافت نہ ملی تھی۔ کہ وقت شیخ محمد عیسٰی کا قریب پہنچا۔ شیخ بہاؤالدین نے فرمایا۔ کہ تیری خلافت آگے سید کے ہے جو مانک پور سے آوے گا۔ بعدہ سید راجی حامد شاہ مانک پور سے وارد جونپور ہوئے پہلی ہی ملاقات میں شیخ بہاؤالدین کو خرقہ خلافت دیا۔ وفات شیخ بہاؤالدین کی ۹۴۷ھ میں ہوئی مزار جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ خانو گوالیاری قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید خواجہ حسن ناگوری کے مشاہیر وقت ہوئے ہیں اور خرقہ شیخ اسمٰعیل فرزند شیخ حسین سرمست بھی بمقام چندیری حاصل کیا۔ اور روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے بھی فیض یاب ہوا۔ وفات حضرت کی ۹۴۷ھ میں ہوئی مزار گوالیار میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ علاؤالدین بن شیخ نورالدین اجودھنی قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے بابا صاحب کی اور وحید عصر تھے۔ اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ رکھتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کچھ کام نہ رکھتے تھے۔ حظ نفس اور آرام و آسائش و آرائش اپنے اوپر روا نہ

رکھتے تھے۔ اس وقت آپ فرید ثانی مشہور تھے۔ اور روحانیت حضرت قطب الاقطاب سے فیض یاب تھے اور بہت عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے پاس ایک درویش آیا۔ اور اس نے تعریف کی۔ کہ میرے پاس تریاق اکبر ہے جس کے کھانے سے کیسا ہی زہر خوردہ یا مارگزیدہ ہو۔ اس کو فوراً شفا ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس بھی تریاق اعظم ہے۔ اور امتحان کے واسطے ایک چڑیا زندہ منگا کر اس کے منہ میں قدرے سنبل فار دیا۔ اسی وقت وہ مر گئی۔ بعدہٗ قدرے کاک لنگر خانہ جو خواجہ قطب الدین کا تھا۔ پانی میں حل کر کے قدرے پانی اس کے منہ میں ڈالا۔ وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔ ولادت آپ کی ۸۴۲ھ میں ہوئی اور وفات ۹۱۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سلطان جلال الدین قریشی قدس سرہٗ

یہ حضرت کاملان خاندان چشتیہ سے ہوتے ہیں کہ بباطن سالک بظاہر مجذوب صاحب حال اور مجرد تارک اور کپڑا فقط ایک تہبند رکھتے تھے۔ اور عالم متبحر تھے۔ ہر ایک زبان میں کلام کرتے جو کچھ بیان فرماتے نہایت صحت و فصاحت سے بیان فرماتے۔ کل علوم حفظ تھے۔ ایک بار وقت نماز صبح جامع مسجد میں آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے مگر قرات ایسی لمبی شروع کی۔ کہ دن نکل آیا۔ یہ بات لوگوں کو ناگوار گزری۔ اور گفتگو شروع ہوئی۔ نہایت استحکام سے جواب دیتے۔ جب وہ لوگ گرم ہونے لگے موافق عادت معہود کے وہاں سے اٹھ کر جنگل میں چلے آتے۔ مرید نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہشام نام میرا ایک مرید ہے جو جنگلوں میں پھرتا ہے۔ آپ کے معتقدوں سے ایک نے آپ کے ملفوظات جمع کر کے آپ کو ملاحظہ فرمائے آپ نے اس کتاب کو چاہ میں ڈال دیا اکثر وقت قلق کے یہ فرمایا کرتے تھے۔

حاصل عشقت سہ سخن بیش نیست ؎ سوختم سوختم سوختم ؎ خادم بودم بہ لخت شام سوختم

اور پانچ برس تک کتاب علم حقیقت پڑھی۔ اس عرصہ میں کسی آدمی کا منہ نہیں دیکھا۔ درختوں کے پتے کھائے۔ ایک روز فرمانے لگے مجھ کو عشق مجازی پیدا ہوا۔ اسی میں جذبہ الٰہی گلوگیر ہوا۔ میں صحرائے اجمیر میں چلا گیا۔ ایک جوان نہایت خوبصورت دیکھا۔ میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ وہ شخص خضر ہوں گے۔ فرمایا کہ علامت دیکھنے خضر کی یہ ہے کہ ان کے ظہور سے بارش ہوتی ہے۔ وہ ملا وہ مردان غیب سے تھا۔ اور فرماتے ہیں کہ جب میں مرید ہوا۔ تو میرے پیر نے فرمایا۔ کہ لوگ کرے کر

چنانچہ ایک شخص نے خود خواستگاری کر کے مجھ کو نوکر رکھا۔ میں نے بہت مال جمع کیا۔ پیر کا حکم ہوا کہ اس کو لٹا دے۔ میں نے لٹا دیا۔ تین بار مال جمع کیا اور لٹایا آخر پیر کے ہمراہ ایک جنگل میں گیا وہاں ایک حجرہ تھا۔ در حجرہ پیر رہتا پیر اندر رہتے۔ سوائے صبح کی نماز کے وقت کے اور وقت ملازمت نصیب نہ ہوتی۔ پانچ برس اسی طرح گزرے اس عرصہ میں میرے پیر نے مجھ کو تین سو علم سکھلائے۔ اور فرمایا کہ جا آگے تیرا حوصلہ نہیں ہے۔ اس روز سے پھر پیر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور اپنے پیر کے فراق میں دیواروں سے ٹکرایا کرتے تھے۔ اور پڑھتے تھے

دریغا مونس تنہائی ما۔ دریغا سرمۂ بینائی ما۔ من ہست دے عشقم ہوشیار نخواہم شد

لکھا ہے کہ اگر مس پر پھونک مار دیتے تھے تو وہ سونا ہو جاتا تھا۔ دہلی آگرہ میں اکثر رہے وفات حضرت حضرت کی بمقام مندو ۹۴۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید سلطان بھڑائچی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ علاؤالدین اجودھنی کے اور خاندان سلطاریہ سے بھی فیض یافتہ تھے۔ کپڑا موافق ڈھکنے ستر کے رکھتے تھے۔ سر ننگا رہتا تھا۔ ذکر جہر کرتے تھے۔ ایک عورت آپ کی توجہ سے مسلمان ہوئی۔ اس کے اقربا نے کچہری محمد زمان میں جو منجانب بادشاہ بابر حاکم تھا۔ اس کے مل جانے کا دعویٰ کیا۔ حاکم نے شیخ کو کہلا بھیجا۔ کہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دیں آپ شمشیر ہاتھ میں لے کر نکلے۔ اور فرمایا کہ یہ نہ ہوگا۔ کہ مسلمان کو کافروں کے سپرد کیا جاوے اگر ارادہ جنگ کا ہے تو بندہ حاضر ہے دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ آخر حاکم پر شیخ کے کہنے سے رعب چھا گیا۔ اور بہت نادم ہوا۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۴۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید علی قوام قدس سرہ

صاحب جذب اور ذوق شوق تھے۔ کبھی لباس درویشی کبھی دنیاداروں کا سا مکلف لباس رکھتے۔ آپ کو بہت فتوح تھا۔ مساکینوں کا روزانہ مقرر کر رکھا تھا۔ نہایت متخیر تھے خدام بہت تھے۔ مگر چالیس برس تک شب کو کسی کام کے واسطے کبھی خدمتگار کو نہیں جگایا۔ ایک بار شب کو تشنگی ہوئی۔ موافق عادت کے زیر پلنگ پانی دیکھا۔ اس روز خدمتگار پانی رکھنا بھول گیا تھا بہتیرے ہی تشنگی نے جب غلبہ کیا۔ کئی بار زیر پلنگ پانی دیکھا آخر غیب سے کوزہ پانی ہاتھ میں آیا۔

اس کو نوش کیا اور شکر پروردگار بجالائے مگر خدمتگار کو نہ جگایا۔ اور فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے علی اپنے دروازہ پر نقارہ بجواتا ہے۔ مگر خلق کی خبر نہیں لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نقارہ آپ ہی کی عنایت سے ہے۔ ورنہ علی کیا چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ خلق کے واسطے دعائے خیر کر تو مستجاب الدعوات ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ لوگ قوالوں کو فرمائش کرتے ہیں کہ فلاں غزل گاؤ۔ مجھ کو ہر شے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جو وہ گاتے ہیں۔ سب پر شوق ہوتا ہے وفات حضرت کی ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالرزاق جھنجانہ قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ محمد حسن طاہر کے وہ مرید راجی حامد شاہ کے۔ وہ مرید شیخ حسام الدین مانک پوری کے وہ مرید نور قطب عالم کے وہ مرید علاؤالحق بنگالی کے۔ وہ مرید اخی سراج کے وہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ حضرت کو روح پاک قلندر صاحب سے اوّل سے نسبت تھی بمقام بودھا کھیڑی معتکف رہے ہیں اہل بیت پاک سے کمال عقیدت تھی اور حضرت غوث اعظم سے بھی نہایت اعتقاد تھا اور حضرت بھی ان پر بہت مہربان تھے ہر ایک کار میں امداد فرماتے تھے۔ اور شیخ امان پانی پتی سے مسئلہ توحید میں بہت گفتگو رہی ہے۔ بہت بڑے ذاکر اور متفکر تھے۔ آپ کے مریدوں میں سید علی چشتی کہ مزار ان کا لودھیانہ میں ہے۔ شیخ وقت گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی سن ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ جھنجانہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

ذکر حضرت شیخ یوسف معروف بہ شاہ جوسی چشتی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے بابا صاحب کی تھے۔ اور ولایت موروثی پر ثابت قدم رہے اور ہمیشہ اجودھن میں رہے۔ بعد مجاہدہ اور ریاضت کثیر کے موافق ندائے غیبی کے معہ تینوں بھائیوں کے براہ خشکی عازم حرمین شریفین ہوئے۔ جب واپس امیر میں آئے۔ عینا عادل شاہ خاندیس کے بادشاہ نے قدوم شیخ غنیمت جانا۔ نہایت اعزاز سے چندے رکھا بعدہ وہاں سے رخصت ہو کر اجودھن میں آئے۔ اور عیال و اطفال کو ہمراہ لے کر برہانپور میں داخل ہو کر سکونت اختیار کی اور وہیں سن ۹۵۰ھ میں وفات پائی۔

ذکر شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ

آپ خلیفہ اعظم عبد القدوس گنگوہی کے تھے۔ آپ کے پدر قاضی محمود بلخ سے ہندوستان میں آئے۔ تو آپ کی عمر سات برس کی تھی۔ مگر قرآن حفظ کر چکے تھے۔ اور سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر شرعی فتویٰ دینے لگے تھے۔ آپ صائم الدہر قائم اللیل تھے۔ لکھا ہے کہ عبد القدوس ایک بار سیر کناں وارد تھانیسر ہوئے۔ وہیں آپ نے بیعت کی بعض نے لکھا ہے کہ شیخ تھانیسر میں اس وجہ سے آئے تھے۔ کہ ایک بار شیخ اپنے فعل میں مصروف تھے۔ کہ ہاتف غیب نے ندا دی۔ کہ جلال الدین تھانیسری کو ہم نے تجھ کو بخشا۔ اس کو اپنا مرید کر۔ اسی وقت حضرت شیخ راہی طرف تھانیسر کے ہوئے۔ آکر دیکھا کہ آپ اپنے مدرسہ میں طلباء کو پڑھا رہے ہیں۔ شیخ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ جب جلال الدین نے سبق طلباء سے فراغت پائی۔ حضرت سے پوچھا کہ اے درویش تم کون ہو اور کہاں سے آئے۔ شیخ نے زبان حق ترجمان سے بعد اپنے عجز وانکسار کے چند کلمات توحید آمیز ارشاد فرمائے۔ اور ان کے قلب کو اپنے نور باطن سے مجلا کیا۔ معًا کثافت ظاہری دور ہوتے ہی جو جمال بے مثال کو دیکھا۔ قدموں پر سر رکھا۔ حق منکشف ہوا۔ ظلمت کثرت لوح سینہ سے دور ہوئی نور وحدت چمکا اور مرید ہوئے۔ شیخ نے کلاہ چار ترکی اپنے سر سے اتار کر ان کے سر پر رکھی اور تعلقات قلبیہ و قالبیہ و نفسیہ و روحانیہ سے فراغ پایا۔ پہلے شغل نفی اثبات ارشاد فرمایا۔ بعد اس کے سلطان الاذکار تعلیم فرمایا۔ جب یہ کار بھی مکمل ہوا۔ شغل سرپایہ تعلیم فرمایا۔ اور دیگر افکار و اشغال ہر ایک خاندان کے تعلیم فرمائے۔ آپ نے مدت کثیر اپنے کو آتش مجاہدہ میں جلایا۔ اور مقصود کلی حاصل کیا۔ صاحب مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ آپ کو مدام استغراق رہتا تھا وجود باوجود آپ کا محو ذوق سماع و عبادات و اوراد آداب شریعت و طریقت تھا۔ اسی برس تک بلا ناغہ ایک قرآن روز ختم فرمایا۔ ایک روز ایک شخص ایک غزل خوش الحانی سے گا رہا تھا۔ آپ بالاخانہ پر تھے۔ سنتے ہی بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے اور مثل مرغ نیم بسمل کے تڑپنے لگے۔ اور استغراق کی یہ کیفیت تھی۔ کہ وقت نماز کے خادم جب کان میں باواز بلند اللہ اکبر کہتا۔ جب ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے اقبالنامہ جہانگیری سے روایت ہے۔ کہ جلال الدین محمد اکبر اعظم شاہنشاہ مکرم نے جب بروز دوشنبہ دوسری محرم ۹۷۹ھ کو بجہت دفع مرزا محمد حکیم اپنے برادر کے لشکر کشی جانب پنجاب کی۔ جب تھانیسر

پہنچے برائے زیارت شیخ خانقاہ حضرت میں تشریف لائے۔ بعد سعادت ملازمت کی کلمات حقائق درمیان میں لائے۔ چونکہ اس شاہنشاہ کو جملہ علوم میں جامعیت تھی۔ مسئلہ توحید پیش کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ رباعی

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ ۔ پس بر رنگے ہر یکے تاب عناں انداختہ

جملہ یک نور است اما رنگہائے مختلف ۔ اختلافے درمیان ایں و آں انداختہ

اور نہایت احسن طور سے بادشاہ کو سمجھایا۔ پھر شیخ ابوالفضل نے عرض کیا کہ کس طرح دریافت کریں۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ آہ سے

آہ را ستفتائے دلیر آہ آہ ۔ کم تعظیم بستر بر کو نہن رہا

یہ سن کر بادشاہ بھی رونے لگے اور کہا کہ بندہ کو فقیر کیجئے۔ میں اس سلطنت سے گزرا آپ نے فرمایا۔ کہ پہلے اپنا جانشین کر دو۔ اس کے بعد یہ ارادہ کرو۔ کہ تمہاری ایک ساعت کی عدالت بہتر ہے۔ ہزار عبادت اور فقیری سے تمہاری درویشی عدل اور انصاف کرنا خلق خدا کا نفع پہنچانا ہے۔ یاد خدا بھی کرو اور سلطنت بھی کرو۔ بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر خیمہ گاہ کو واپس آئے اور شیخ محافہ میں سوار ہو کر بقید زیارت مزار سالار اسحٰق نبیرہ نوح علیہ السلام کہ مزار ان کا نواح تھانیسر میں ہے۔ تشریف لئے جاتے تھے کہ فیضی حاضر ہوا۔ آپ اس کی خاطر سے واپس خانقاہ میں آئے۔ فیضی نے سوال کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو برائے سواری انسان کے پیدا کیا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ آدمیوں پر سوار ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہایت تعجب ہے۔ کہ باوجود اس قدر علم و فضل کے اب تک یہ امر تیری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ بعضے آدمی مثل چارپایوں کے ہیں۔ بلکہ حیوان ان سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمیوں کے حق میں فرمایا ہے اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ فیضی یہ سن کر منفعل ہوا۔ جب تک بیٹھا رہا۔ کچھ بات نہ کی۔ آخر رخصت ہو کر قیام گاہ پر آیا اور راجہ بیر بر سے شیخ کی تعریف کی اسی وقت بیر بر بھی خدمت شیخ میں حاضر ہوا۔ شیخ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا۔ آخر یہ اٹھ کر چلا آیا۔ جب یہ شیخ غوث محمد گوالیاری سے ملنے گیا تو شیخ نے اس کی بہت تعظیم کی۔ مکلف فرش پر بٹھایا۔ اس نے پوچھا کہ اولیاء اللہ سب مرتبہ میں مساوی ہیں آپ نے ایسی نوازش فرما کر معزز و ممتاز فرمایا۔ جب میں شیخ جلال الدین تھانیسری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میری طرف التفات بھی نہ

فرمایا۔ شیخ غوث محمد گوالیاری نے فرمایا۔ کہ برادر جلال الدین نے کمال شہود ذاتی بہم پہنچایا۔ دنیا اور اہل دنیا کی قدر ان کی نظر میں کچھ نہیں رہی ہے۔ وہ تم کو کیا خاطر میں لاتے۔ کس واسطے کہ بادشاہ اور گدا ان کو یکساں ہیں اور مجھ میں ہنوز بعض بعض تعلقات دنیا باقی ہیں۔ بیربر یہ سن کر خوش ہوا اور کہا کہ جو آپ نے فرمایا منصفی سے فرمایا۔ لکھا ہے کہ شیخ کمال قادری کو حضرت سے بہت محبت تھی۔ طبقات حسامیہ سے نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید تھا۔ کہ اس کو اشتیاق تجلی ذات نہایت تھا۔ اس شوق میں بہت مجاہدہ اور ریاضت برسوں کی۔ مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔ اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اس وقت میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے بزرگ نہیں کہ ان کی نظر سے آدمی صاحب حال ہوتا تھا۔ اسی وقت آپ کو اس کے خطرہ پر آگاہی ہوئی نظر عاشقانہ اس پر نظر ڈالی کہ وہ تجلی ذات اس پر منکشف ہوئی مگر اسی وقت مر گیا کس واسطے کہ حوصلہ اس تجلی کا نہ تھا اور اسی وجہ سے آپ نے توقف بھی فرمایا تھا۔ اور آپ کے بھی مکتوبات ہیں۔ ارشاد الطالبین کے نام سے مشہور اور کبھی پیر کے روبرو بے وضو نہیں آتے۔ شاہ آباد میں بھی بہت دنوں پیر کے پاس رہے ہیں اور اپنے پیرزادوں سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے۔ لکھا ہے کہ وفات سے چند روز پہلے امانت خواجگان چشت اور خرقہ خلافت شیخ نظام الدین تھانیسری ثم بلخی کو مرحمت فرمائی۔ اور چودہ ذی الحجہ ۹۸۹ھ میں بمقام تھانیسر انتقال فرمایا۔ چند خلفا حضرت کے جو مرتبہ تکمیل پہنچ چکے تھے۔ یہ ہیں شیخ نظام الدین بلخی۔ دوسرے شیخ عبدالشکور تیسرے خلیفہ قاضی محمد سالم کیرانوی۔ کہ ان کا مزار کیرانہ میں ہے۔ یہ رہنے والے کیرانہ کے تھے۔ اس وجہ سے ایک چاہ کہ جو کبھی منجانب بزرگان کاتب الحروف ان کی مدد معاش کو معاف تھا۔ سالم والا مشہور ہے چوتھے خلیفہ شیخ موسیٰ۔ پانچویں شیخ عیسیٰ کہ دونوں اسم باسمی تھے۔ چھٹے خلیفہ میر سید فاضل ساکن موہانہ ضلع میرٹھ۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین بن عبدالشکور بلخی قدس سرہٗ

خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسری کے مذہب حنفی اور مشارب علیہ صابریہ رکھتے تھے۔ احوال و افعال حضرت کے مشائخین کبار کو حجت قاطع و برہان ساطع ہیں اور نیز داماد و برادر زادہ اپنے پیر کے تھے۔ آپ کے والد شیخ عبدالشکور بھی شیخ جلال الدین تھانیسری اپنے برادر خلیفہ کے تھے۔ علوم

رسمی کہ سر بسر قیل و قال ہیں ان کی طرف رجوع نہ تھی۔ مگر شرح لمعات اور رسالہ بیان ہفت طبق مشہور ہیں۔ امر یاض اقدس تفسیر قرآن مجید و معاون حقانی آپ کی تصنیفات سنے ہیں باقی تمام علوم کیمیا و سیمیا ذات جامع الکمالات تھے۔ علم شریعت اور طریقت میں بے مثل تھے۔ لکھا ہے کہ شرح لمعات مکہ میں تصنیف کی اور دوسرے شرح کلام مجید کی مدینہ طیبہ میں تصنیف کی وہ تفسیر مدنی مشہور ہے۔ ان دونوں تفسیروں کی تحریر کے وقت کوئی آپ کے پاس نہ جاتا تھا۔ باوضو لکھا کرتے تھے۔ نقل کرتے ہیں کہ جب آپ صاحب سجادہ ہوئے۔ اور شہرۂ کمالات آپ کا بلند ہوا۔ تو شاہزادہ سلیم آپ کے معتقد ہوتے آپ نے ان کو بشارت دی تھی۔ کہ تو بادشاہ ہوگا۔ آخر جب یہ بادشاہ ہوئے۔ اور بوجہ بہکانے نور جہاں بیگم کے شہزادہ خسرو سے ناخوش ہوئے اور ان کو مقید کرنا چاہا۔ اس وقت یہ ناچار ہو کر اکبر آباد سے فرار ہوئے۔ جب تھانیسر میں پہنچے۔ شیخ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور اپنے پدر و مادر کی شکایت کی۔ اور اپنے واسطے دعا چاہی۔ شیخ نے بہت کچھ نصائح مربیانہ بیان فرمائے۔ کہ ہر حال میں والد کی اطاعت چاہیئے۔ یہ تو طرف بیاس کے چلے گئے اور دشمنان شیخ نے موقعہ پاکر بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ شاہزادہ خسرو برائے حصول مطلب شیخ تھانیسری کے پاس گئے۔ اور انہوں نے ان کو بشارت سلطنت دی۔ یہ سن کر جہانگیر سخت برہم ہوئے۔ اور حکم دیا کہ شیخ ہندوستان سے چلے جاویں اور پھر نہ آویں۔ حضرت کا سفر کا پہلے ہی ارادہ تھا۔ مکہ معظمہ جانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ حکم پہنچا۔ حضرت ہندوستان سے چل کر مکہ میں آئے اور حج کیا۔ بعدۂ مدینہ منورہ میں کئی برس رہے۔ اور شرح المعانی تصنیف فرمائی۔ بعدۂ بحکم روحانیت پیغمبر خدا علیہ السلام بلخ میں آکر مقیم ہوئے۔ ایک کیفیت پہلے یہ گزری۔ کہ قریب بلخ کے آپ چلے آتے تھے۔ تاکہ ایک شخص حکام بلخ سے گھوڑی پر سوار آتا تھا۔ اور شیخ ابو سعید فرزند حضرت کے گھوڑے پر سوار تھے۔ نر نے مادہ کی طرف میل کیا۔ اور گھوڑی پر جا پڑا۔ وہ شخص غرور حکومت میں تھا۔ غصہ ہو کر شیخ ابو سعید کی پشت پر تازیانہ مارا۔ کہ اس کا نشان ہوگیا۔ انھوں نے اپنے پدر کو اپنی پیٹھ دکھائی۔ آپ نے از راہ جلال فرمایا۔ کہ ابھی تک اس کی گردن نہیں ٹوٹی۔ یہ سنتے ہی وہ گھوڑی سے گرا۔ اور گردن اس کی ٹوٹی بعد اس کے بادشاہ امام قلی خان ازبک حضرت کا مرید ہوا۔ اس کے مرید ہوتے ہی ہزارہا آدمی مرید ہوئے اور لکھا ہے۔ کہ سات سو ولی ہوئے۔ مگر علمائے شہر کو حسد ہوا اور بادشاہ سے کہا کہ شیخ

مسجد میں نہیں آتے۔ اپنی خانقاہ میں جدا نماز پڑھتے ہیں۔ ایک شہر میں دو جگہ نماز جمعہ ناجائز ہے۔ بادشاہ نے آپ سے عرض کیا کہ جامع مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کیا کریں تو بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ امام جامع مسجد رافضی ہے۔ میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا۔ یہ خبر امام اور دیگر علماء کو ہوئی۔ انہوں نے تمام شہر کو برانگیختہ خاطر کیا۔ آخر یہ رائے سب کی قرار پائی۔ کہ یا تو شیخ امام کا رفض ثابت کریں ورنہ بادشاہ اور شیخ دونوں کو قتل کرو۔ یہ خبر بادشاہ کو بھی ہوئی۔ وہ شیخ کی خدمت میں آیا۔ کل حال مشورہ شہر کا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بچہ فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ابھی عقدہ کشائی کر دیتا ہے۔ چنانچہ اسی وقت دس بارہ ہزار آدمی مسلح خانقاہ میں گھس آئے۔ امام شمشیر برہنہ لئے شیخ کے پاس آیا۔ اور زبان درازی کرنے لگا اور کہا کہ تو نے مجھ پر تہمت رفض کی لگائی ہے۔ تیرا خون بہانا مجھ کو مباح ہے۔ شیخ نے بادشاہ سے کہا۔ کہ امام کا موزہ چیر کر دیکھو۔ اس کے تلے میں کیا ہے؟ الغرض جب موزہ چیر کر دیکھا۔ تو اس میں سے کاغذ نکلا۔ کہ جس میں شیخین کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جب خلائق نے شیخ کی یہ کرامت دیکھی۔ پہلے اس امام کو قتل کیا۔ بعدہٗ سب نے اپنا عفو تقصیر چاہا۔ اور بصدق دل مرید ہوئے۔ صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں۔ کہ نام شاہ بلخ کا نظر محمد خان تھا۔ اور وہ ہر روز برائے زیارت شیخ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک بار آپ کوہستان بلخ کی سیر فرماتے ہوئے ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں پانی نہ تھا۔ جب وقت ظہر کا آیا عصا مبارک ایک پتھر پر مارا اسی وقت اس پتھر سے چشمہ شیریں جاری ہوا۔ اس کوہ سے جو شہر قریب تھا۔ وہاں ایک حکیم رہا کرتا تھا۔ اس نے یہ کرامت شیخ کی سن کر لوگوں سے کہا کہ اس وقت ستارۂ آبی برج سرطان میں تھا اس وجہ سے پانی نکل آیا۔ یہ کچھ کرامت نہیں ہے۔ اتفاقاً وہ حکیم شیخ سے ملنے آیا۔ شیخ کو اس کے کہنے کا حال معلوم تھا اس کو لے کر وہاں آئے جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا پہلے اس حکیم سے پوچھا۔ کہ ستارۂ آبی برج سرطان میں ہے۔ اس نے غوطہ کر کے کہا۔ کہ اس وقت آتشی میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ زمین سے پانی اس وقت برآمد ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا۔ ناممکن ہے۔ آپ نے عصا پتھر پر مارا۔ کہ چشمہ شیریں رواں ہوا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ حکیم ایمان لایا اور مرید ہوا۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ اس وقت بلخ میں ایک عامل اور سخی مرد تھا۔ کہ اس کو دست غیب تھا اور علم کیمیا کو خوب جانتا تھا۔ اور شیخ کو بھی کامل اور صالح درویش مانتا تھا۔ جب وقت رحلت اس کا قریب پہنچا۔ اپنے ملازم کے ہاتھ شیخ کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ خداوند تعالیٰ

نے مجھ کو بڑے بڑے کمال اور علوم عطا کئے ہیں۔ میں اب دار فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہوں سوائے آپ کے کسی کو لائق نہیں پاتا۔ آپ میرے پاس تشریف لاویں میں سب آپ کو بتا دوں گا۔ آپ نے اس ملازم سے کہا۔ کہ اپنے آقا سے کہہ کہ یہ جتنے علوم ہیں۔ مردان خدا ان کی طرف نظر بھی نہیں کرتے اگر علم توحید سے تجھ کو کچھ حاصل ہے۔ تو وہ کافی اور کام کا ہے۔ ورنہ خیر۔ خادم نے جاکر آقا سے بیان کیا اس نے پھر عرض کیا۔ کہ اس سے بے بہرہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو یہاں لے آؤ۔ الغرض جب وہ خدمت شیخ میں آیا۔ آپ نے اس کو علم توحید تعلیم فرمایا۔ کہ اس کے دل سے پردہ دوئی اٹھا اور اسی وقت کامل ہوا۔ اور اولیاء ہو کر مرا۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہے۔ کہ ایک بار شیخ صحرائے بلخ میں تشریف لئے جاتے تھے۔ کہ ایک مردہ پڑا ہوا دیکھا۔ اس کے قریب جاکر مراقبہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ چندے اس کی عمر باقی ہے۔ کھڑے ہوکر فرمایا۔ قم باذن اللہ وہ اسی وقت کھڑا ہو گیا۔ وفات شیخ نظام الدین تھانیسری ثم بلخی کی آٹھویں رجب بروز جمعہ ۱۰۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار بلخ میں زیارت گاہ ہے۔ صاحبزادے کئی چھوڑے تھے۔ جن میں سے شیخ محمد سعید پسر کلاں کہ جن کا ذکر آگے آوے گا۔ انہوں نے تھانیسر میں سکونت اختیار کی۔ دوسرے صاحبزادہ عبدالحق کرنال میں رہے۔ ان کی اولاد کرنال میں ہے۔ اور بعض صاحبزادوں کی اولاد بلخ میں ہے۔ کہ جو روضہ متبرکہ کی خدمات بجا لاتے ہیں اور خلفائے حضرت سے کہ جو صاحب ارشاد اور ہندوستان میں آسودہ ہیں یہ ہیں۔ اول صاحب سجادہ بندگی شیخ ابوسعید گنگوہی۔ دوسرے شیخ حسین بھورے کہ پہلے مرید شیخ جلال الدین تھانیسری کے تھے۔ بعد میں تکمیل اور خرقہ خلافت شیخ نظام الدین سے حاصل کیا۔ لکھا ہے کہ ایک بار شیخ محمد صادق نے شیخ حسین بھورے سے پوچھا کہ تم کو فنا احدیت ذات کس وقت میسر ہوتی ہے۔ کہا کہ جس وقت نماز کی نیت باندھتا ہوں پھر انہوں نے شیخ محمد صادق سے پوچھا۔ کہ تم کو فنا احدیت ذات میں کس وقت میسر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جب سماع سنتا ہوں میں نہیں رہتا اور شیخ حسین بھورے کے خلیفہ شیخ ولی محمد نارنولی ہمیشہ اکبر آباد میں رہے۔ کامل درویش تھے۔ مزار شیخ حسین بھورے کا کھور میں ہے۔

تیسرے خلیفہ شیخ پائندہ بنوری کہ نہایت صاحب کمال تھے۔ شب کے وقت جب ذکر جہر کرتے جو سنتا وہ لاالٰہ الا اللہ کہتا ہوا مست و مدہوش ہو جاتا تھا۔ آخر اہل شہر نے آپ کے پیر سے

شکایت کی۔ کہ ان کے ذکر کی آواز سنتے ہی ہم لوگ بے ہوش ہوجاتے ہیں۔ گھر کھلے پڑے رہتے ہیں۔ آپ کے پیر شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ شیخ پایندہ تم شب کو جنگل میں جاکر ذکر کیا کرو۔ جنگل میں یہ کیفیت بہم پہنچی کہ جب لاالہ کہتے تمام درخت سرنگوں ہوجاتے۔ جب الااللہ کہتے سیدھے ہوجاتے۔ چوتھے سید الہ بخش لاہوری۔ یہ صائم الدہر تھے۔ ایک مٹھی کھیلیں آٹھ روز میں آپ کے افطار کے خرچ میں آتی تھیں۔ ہمیشہ ترک اور تجرید کے ساتھ رہے۔ اکثر خلق لاہور آپ کو خدا بیں اور بعضے خدانما کہتے تھے۔ شیخ آدم بنوری خلیفہ شیخ احمد سرہندی نے لکھا کہ تم کو مردم جس طرح کہتے ہیں۔ وہ تمہاری مرضی سے کہتے ہیں یا بے مرضی۔ اگر تمہاری مرضی سے کہتے ہیں تو اس عقیدہ بد سے توبہ کرو جو معتقد روایت پروردگار دنیا میں ملحد وزندیق ہیں۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا۔ شیخ آدم نعمت رویت سے محروم ہیں۔ مگر تجھ کو مشرف کراتا ہوں۔ چنانچہ وہ شخص بے ہوش ہوا۔ اور دوپہر کے بعد اس کو ہوش آیا۔ سید الہ بخش سے عرض کی۔ کہ اب میں امیدوار ہوں۔ کہ باقی زندگی خدمت حضور میں گزاروں آپ نے فرمایا۔ کہ اب کے تو شیخ کے پاس جا۔ میرا جواب دے اور حقیقت رویت سے آگاہ کر۔ اور بمرتبہ علم الیقین مشرف کرایا۔ مزار ان کا لاہور میں ہے۔ اور ان کے خلفاء سے شیخ محمد مرزا کہ سرہند میں آسودہ ہیں۔ کامل درویش گزرے ہیں **خلیفہ پنجم**۔ شیخ عبدالکریم لاہوری **خلیفہ ششم** شیخ الہ داد لاہوری۔ انہوں نے اکثر کو صاحب ہدایت بنایا۔ چنانچہ دوست محمد صوفی ان ہی کے خلیفہ تھے **خلیفہ ہفتم**۔ شیخ مصطفے **خلیفہ ہشتم** شیخ عبدالفتح **خلیفہ نہم** خلیفہ شاہ عبدالرحمٰن کشمیری **خلیفہ دہم** شیخ صادق برہان پوری **خلیفہ یازدہم** قاضی عبدالحی پسر قاضی سالم کیرانوی **خلیفہ دوازدہم** شیخ صادق برہان پوری **خلیفہ سیزدہم** شیخ فیجی بودہ تھے۔ کہ جنہوں نے خرقہ خلافت شیخ اسمٰعیل کو دیا۔ وہ رہنے والے اکبر آباد کے تھے۔

ذکر حضرت شیخ امان پانی پتی کہ اصلی نام عبدالملک ملقب بہ امان اللہ

یہ حضرت مرید شیخ محمد حسن کے وہ مرید پدر خود شیخ طاہر کے اور شاگرد شیخ مودود لاوری

کے کئی خاندان سے فیض یاب تھے۔ مشرب نعمت اللہ شاہی میں دو واسطہ سے ملتے تھے۔ مسائل توحید میں دستگاہ رکھتے تھے۔ علم تصوف اور مسائل توحید میں صاحب تصنیف ہیں۔

نقل کرتے ہیں۔ کہ شیخ امان کی اکثر یہ کیفیت ہوتی کہ نماز میں جب اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ شروع کی اور اسی کو بار بار کہا۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے۔ زمین پر گر گئے۔ حالت چہرہ کی تغیر ہو گئی۔ آخر جب ہوشیار ہوتے۔ نماز قضا ادا فرماتے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ کو اہلبیت پاک سے ایسی محبت تھی۔ کہ اگر آپ درس فرماتے ہوتے اور کوئی بچہ سید کا آجاتا۔ تو کتاب بند کر کے تعظیم کو کھڑے ہو جاتے اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک فقیری کی دو چیزیں ہیں۔ اوّل محبت اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے تہذیب الاخلاق۔ اور فرمایا کہ علامت محبت کی یہ ہے کہ اس کے متعلقین کو محبوب سے زیادہ دوست جانے جو عاشق خدا ہے وہ اس کے حبیب کو دوست ضرور رکھے گا اور جو رسول کو دوست رکھتا ہے وہ اس کے اہل بیت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے گا۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ جلدی مجھ کو سفر در پیش ہے۔ شیخ اجودھنی نے عرض کیا۔ کہ ہم کمترین بھی ہمرکاب ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سفر ظاہر ہے تو یاباران ہے۔ اگر سفر دوسرا ہے تو یاروں کو میں نے خدا کے سپرد کیا۔ بعدہٗ گھر میں تشریف لے جا کر ہر ایک آدمی اور ہر ایک چیز سے وداع فرما کر کتابوں اور حجرہ سے وداع فرمائی۔ اسی عرصہ میں تپ ہوئی۔ فرمایا کہ گرم پانی کرو۔ کپڑے اور بدھنی کوری لاؤ۔ آج تمام عمر کا دسواں دورہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس روز گیارھویں تھی اور عرس سالانہ حضرت غوث الاعظم کا تھا۔ اس واسطے کھانا تقسیم فرمایا۔ دوسرے روز سکرات موت غالب ہوئی۔ بے ہوش ہوئے۔ اسی حالت میں فرمایا کہ چند مشائخ فتویٰ توحید طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ مسائل توحید فرما کر بارھویں ربیع الثانی ۹۹۷ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کے خلفا میں سے شیخ سیف الدین والد شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ رکن الدین اجودھنی و شیخ تاج الدین ذکریا اجودھنی تھے۔ یہ صاحب بھی تھے۔

ذکر حضرت شیخ حمزہ ہرسو قریشی قدس سرہ

کہ اولاد شیخ بہاؤ الدین ذکریا سے تھے۔ اور مرید خاندان میر سید گیسو دراز کے۔ آپ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ہر وقت عبادت میں رہتے تھے۔ صاحب نعمت

اور کرامت تھے۔ پہلے سپاہیوں میں ملازم تھے۔ ایک روز محل سلطان کے پہرہ پر تھے۔ شب کے وقت یہ خیال آیا پہرہ دینا اور اطاعت اس کی چاہیئے کہ جو خود میری حفاظت کرتا ہو نہ کہ میں اس کی اطاعت کروں کہ جس کی میں حفاظت کرتا ہوں۔ یہ خیال کر کے اسی وقت تارک ہو کر اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مجذوب ہمزہ نام تھے۔ ان سے نعمت حاصل کی۔ بعدہٗ چندے شیخ احمد مجد شیبانی کی خدمت میں رہے بعد تکمیل قصبہ ہرسو وطن مالوفہ اپنے میں کہ نارنول سے قریب ہے۔ سکونت اختیار کی اور جو شریف بے علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ برکت انفاس میں حضرت سے با علم ہو جاتا تھا اور آپ کو فتوحات بھی بہت ہوتا تھا۔ مگر کل اسی روز تقسیم فرماتے۔ اہل خانہ کو بھی مثل دوسروں کے دیتے آپ کے ایک مرید نقل کرتے ہیں۔ کہ شیخ نے بندہ کو برائے کار جانب ریگستان روانہ کیا۔ ایک ایسے جنگل میں پہنچا کہ جہاں پانی نہ تھا۔ اور تشنگی نے ایسا ستایا کہ میں نے مرنے پر کمر باندھی مگر دل میں میرے یہ خیال ہوا کہ پہلے مشائخ اگر مرید کو کہیں بھیجتے تھے۔ تو راستہ میں اس کو پانی کی جگہ دودھ ملتا تھا۔ اور میں اس جنگل میں مرا جاہتا ہوں۔ کہ یکایک ایک ریوڑ بکریوں کا آگیا۔ اس کے چرواہے کے پاس ایک مشک پر آب تھی۔ میں نے اس سے پانی طلب کیا۔ اس نے کہا۔ کہ اس جنگل میں پانی کہاں۔ اس مشک میں دودھ ہے اگر چاہے تو پی لے۔

میں نے اس سے تھوڑا سا دودھ پیا۔ بعد تھوڑی دیر کے پھر تشنگی ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ چشمۂ شیریں اور ٹھنڈا موجود ہے۔ میں نے شکر پروردگار ادا کیا اور خوب پانی پیا۔ اور توجہ خاص پیر و مرشد سے دوبارہ زندگی پائی۔ وفات شیخ ہمزہ کی بقول صاحب اخبار الاخیار ۲۵ ربیع الآخر وقت شام ۹۵۷ھ میں ہوئی۔ نماز مغرب کی تیسری رکعت کے سجدہ میں تھے۔ کہ انتقال فرمایا۔ مزار شریف قصبہ ہرسو میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین متقی قدس سرہٗ

یہ اولیاء خاندان چشت سے گزرے ہیں اور خاندان سہروردیہ سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ ایسے عاشق اللہ تھے۔ کہ ماسوائے اللہ کے کچھ کام نہ تھا۔ اور اتقا ایسا تھا کہ ایک روز ایک شخص کھانا لایا۔ آپ نے اس میں سے ایک لقمہ کھا کر کہا کدورت معلوم ہوتی ہے۔ شیخ علی نقی اس کا کیا سبب ہے شیخ علی نقی نے کہا۔ کہ کھانا وجہ حلال کا ہے مگر جس وقت ہمسایہ سے آگ

لی ہے تو چند تنکے پھونس کے بلا اجازت اس کے اٹھا لئے تھے۔ ان سے آگ سلگائی تھی۔ یہ سن کر آپ اٹھے۔ اور جس کے گھر سے آگ لائے تھے اس کو کچھ دے کر معاف کرایا۔ کہ تیرے گھر سے پھونس بے اجازت لے گیا تھا۔ بعدہٗ اس کھانے کو کھایا اول اول حضرت خراجی زمین سے کاشت کر کے ایام گزاری کرتے تھے۔ آخر اس کو بھی چھوڑ کر فاقہ کشی اختیار کی آٹھ آٹھ روز بے کھائے گزر جاتے تھے۔ اگر کوئی کھانا لاتا تو بوجہ شبہ کے نہ کھاتے۔ اس قدر فاقہ کشی کی کہ بھوک کے صدمہ سے مر گئے۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے ہاں مجلس تھی۔ ایک شخص چلتے وقت نادانستہ آپ کی جوتی پہن کر چلا گیا۔ جب اس کو معلوم ہوا۔ آپ کی جوتی واپس لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں نہ لوں گا جب تک اس کی قیمت نہ دے دوں گا۔ کس واسطے کہ جو میری چیز ہے سب وقف ہے۔ کوئی میری چیز لے لے حرام نہ ہوگی۔ اور ایسے ہی بایزید نام آپ کے پسر تھے۔ کہ ہمیشہ گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے۔ دنیا اور دنیاداروں سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے ایک روپیہ نذر کیا۔ آپ نے کبھی روپیہ نہ دیکھا تھا پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کس کام آتا ہے اس نے کہا۔ اس کو روپیہ کہتے ہیں۔ بازار میں اس کو دے کر جو چاہتے ہیں سو لیتے ہیں۔ تب آپ کو معلوم ہوا وفات شیخ حسام الدین کی ۹۶۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میر سید عبدالاوّل بن سید علائی قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید صاحبزادگان

میر سید محمد گیسو دراز سے تھے۔ علوم دینی اور دنیوی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور شرح بخاری مسمیٰ بہ فیض الباری سراجی منظم اور سفر السعادت اور ایک رسالہ تحقیق نفس میں بعبارت فارسی و دیگر کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں اور اکثر کتابوں کے حاشیے لکھے۔ عمر آپ کی دراز ہوئی ہے۔ صاحب معارج النبوت ناقل ہے کہ آپ کے بزرگ قصبہ زید پور علاقہ جونپور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد دکن چلے گئے تھے آپ دکن میں پیدا ہوئے اور وہیں تحصیل علوم کیا۔ آخر گجرات میں آئے وہاں سے حرمین شریفین گئے۔ وہاں سے واپس آکر احمد آباد میں رہے۔ پھر باستدعائے نواب بہرام خان خانخانان بعہد اکبر اعظم دہلی میں تشریف لائے اور دہلی میں ۹۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ قاضی خان ظفر آبادی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ حسن طاہر کے اور صاحب

کرامت زہد و تقویٰ تھے۔ اور نفس کش اور تجرید و تفرید سے ایام گذاری کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ جد کلاں راقم نے کچھ نذر کیا۔ اس کو قبول نہ کیا۔ بلکہ ایک بار سفید کاغذ پر اپنی مہر کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔ کہ جس قدر روپے شیخ چاہیں۔ برائے خرچ خانقاہ تحریر فرمالیویں آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت سلطان المشائخ نے کبھی کسی بادشاہ کا قبول نہیں کیا میں نے بھی اپنے مرشد کے روبرو عہد کیا ہے۔ کہ کبھی سوائے خدا کے دوسرے سے طلب نہ کروں گا۔ وزیر نے آکر بادشاہ سے عرض کی۔ بادشاہ نے کہا۔ پھر جا۔ اور کہہ کہ آپ کے فرزندوں کے واسطے ہے آپ نے سن کر فرمایا۔ کہ فرزندوں کو اپنا اختیار ہے آخر فرزند نے بھی قبول نہ کیا۔ یعنی شیخ عبداللہ پسر کلاں حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ وفات حضرت قاضی خان کی بمقام ظفر آباد ۹۶۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبدالعزیز بن شیخ حسن طاہر قدس سرہٗ

یہ خلیفہ حضرت قاضی خان مذکورۃ الصدر کے تھے۔ مشہور درویش چشتیہ سے ہیں علم شریعت اور طریقت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاضت اور عبادت میں یگانہ حلیم اور نہایت متواضع اور شفیق اور مہذب اور خلیق تھے۔ جس کی نظر روئے مبارک پر پڑتی تھی۔ حالت طاری ہو جاتی تھی۔ ولادت آپ کی ۸۹۸ھ میں بمقام جونپور ہوئی۔ اور خاتمہ آپ کا بتاریخ ۶ جمادی الآخر ۹۷۵ھ میں باستماع اس آیت کریمہ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ وقوع میں آیا۔ یادگار اہل چشت آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ذکر حضرت شیخ علی متقی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان چشتی والقادری الشاذلی المدنی قدس سرہٗ

آپ کے بزرگوں کا وطن جونپور تھا۔ آپ برہانپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کی یہ کیفیت تھی کہ شیخ حسام الدین آپ کے والد سات برس کی عمر میں بمقام برہانپور شاہ باجن چشتی کہ سلسلہ خواجہ بزرگ کے درویش تھے۔ مرید ہوئے۔ جب بڑے ہوئے بادشاہوں کی خدمت میں رہ کر بہت

کچھ مال دنیا جمع کیا۔ جب جذبۂ حق گلوگیر ہوا۔ تمام مال و منال راہ خدا میں لٹا کر شیخ عبدالحکیم پسر شاہ باجن کی خدمت میں کسب درویشی کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدۂ ملتان میں آکر شیخ حسام الدین متقی ملتانی کی خدمت میں رہ کر فوائد کثیر حاصل کئے۔ بعدۂ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوکر شیخ ابوالحسن بکری قطب وقت کی خدمت میں رہے۔ بعدۂ شیخ محمد بن محمد بن سخاوی سے طریقہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور طریقہ شاذلیہ میں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی سے بھی اجازت ہوئی۔ اور طریقہ مدینیہ میں کہ شیخ ابومدین شعیب مغربی سے ہے شیخ موصوف سے اجازت حاصل کی اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی۔ کہ شیخ ابوالجرہ وغیرہ علمائے مکہ مرید ہوئے۔ اور آپ کی تصانیف سے قریب سو کتابوں کے ہے۔ مگر جمع الجوامع و جامع عسیر و مجموعہ حکم کبیر و بین الفریق و سہل السبیل و مرادات القربیہ مشہور زیادہ ہیں۔ بعدہ ملک گجرات میں تشریف لائے سلطان بہاؤالدین والئے گجرات نے نہایت التجا کی کہ میں برائے قدم بوسی حاضر ہوں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ آخر سلطان نے قاضی عبداللہ سندھی کو سفارش کے واسطے بھیجا۔ مجبور آپ نے منظور کیا۔ جب سلطان برائے زیارت آیا۔ اور ایک کروڑ روپیہ سکہ گجراتی پیش کیا۔ آپ نے وہ روپیہ قاضی عبداللہ سندھی کو دے کر فرمایا کہ تمہارے سبب سے یہ فتوح ہوا۔ میں نے تم کو دیا۔ صاحب اخبارالاخیار فرماتے ہیں۔ کہ بادشاہ کے کسی وزیر نے بجہت برکت اپنے گھر کے شیخ کی دعوت کی چونکہ دعوت کا رد کرنا منع ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تین شرائط سے دعوت قبول کرتا ہوں۔ اوّل جہاں چاہوں بیٹھوں، دوئم جو چاہوں۔ کھاؤں۔ سوئم۔ جب چاہوں چلا آؤں۔ ان نے شرائط شیخ منظور کرلیں۔ جب آپ دعوت میں چلے۔ ٹکڑا خشک روٹی کا جیب میں ڈال لیا۔ جب ان کے مکان پہنچے۔ قریب صدر دالان کے زمین پر بیٹھ گئے۔ اس وزیر نے عرض کیا۔ کہ فرش پر تشریف رکھیئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں موافق شرط کے جہاں چاہا بیٹھ گیا۔ جب کھانا آیا آپ نے خشک روٹی جیب سے نکال کر کھانی شروع کی۔ اس نے کھانے پر بھی اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ موافق شرط کے جو جی چاہا کھاتا ہوں۔ اور وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان پر چلے آئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز وجہ حلال سے حاصل ہوتی ہے۔ ضائع نہیں ہوتی۔ ایک روز فرمانے لگے کہ میں کشتی پر سوار تھا۔ اور سفر دریائے شور کا تھا۔ کہ ناگاہ طوفان آیا اور کشتی پھٹ گئی۔ ہم کئی فقیر ایک تختہ پر رہ گئے۔ پانی کے تلاطم سے جو کتب کہ میرے پاس تھیں بھیگ

گیئں۔ جب وہ تختہ کنارہ پر لگا۔ میں نے ان کتابوں کو دھوپ دی۔ ان کے اوراق جدا ہو گئے عنایت الٰہی سے ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوا۔ وہاں سے ہم روانہ کعبہ کو ہوئے۔ راستہ میں تشنگی غالب ہوئی پانی وہاں نہ تھا ہم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی۔ اس نے اپنی رحمی سے بارش کی ہم سیراب ہوئے۔

نقل ہے کہ ولادت حضرت شیخ علی متقی کی ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ وفات بوقت صبح دوسری جمادی الاول ۹۷۵ھ میں بمقام مکہ معظمہ ہوئی۔ لکھا ہے کہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو فرمایا کہ میری انگشت شہادت جب تک موافق ذکر کے حرکت کرتی رہے۔ سمجھ لینا کہ ابھی روح بدن میں باقی ہے۔ جب وہ ساکن ہو جائے تو معلوم کرنا انتقال کیا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور شیخ عبدالوہاب خلیفہ آپ کے فرماتے ہیں کہ ایک بار بندہ واسطے زیارت مزار شیخ کے گیا۔ اور میں نے عرض کیا۔ کہ آپ کے خلیفہ کی خدمت میں ہوں۔ مگر آپ اپنے خلیفہ یعنی میرے پیر سے سفارش کیجئے کہ زیادہ تر عنایات میرے بندہ پر فرماویں۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ شیخ مصلی خفی پر بیٹھے ہیں اور میں دست بستہ ایستادہ ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ تو نے جو عرض میری قبر پر کی میں نے سب سُنی مطمئن رہ۔ تیرے مقصود سب حاصل ہوں گے۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ بعد انتقال شیخ کے بارہ برس پیچھے آپ کے برادرزادہ نے قضا کی۔ اعزا نے چاہا کہ جیسے شیخ عبداللہ یافعی کو قبر فضیل بن عباس میں دفن کیا تھا۔ ان کو بھی کسی اولیاء کے مزار میں دفن کریں۔ آخر یہ قرار پایا ان کو ان کے چچا شیخ علی کی قبر میں رکھو۔ جب ان کی قبر کھولی کہ نعش مبارک بجنسہ موجود تھی کفن بھی میلا نہ ہوا تھا۔ حالانکہ مکہ کی زمین کا خواص ہے کہ تین ماہ کے بعد مردہ بالکل خاکستر ہو جاتا ہے۔

ذکر شیخ امجد من جونپوری قدس سرہ

پسر شیخ بہاؤالدین جونپوری کہ عمر شریف ان کی سو برس سے زیادہ ہوئی صاحب عظمت اور مجاہدت شہرۂ آفاق تھا۔ آخر میں حضرت ایسے ضعیف ہو گئے تھے کہ دو آدمی اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ اکثر کمالات حضرت کے مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۷۰ھ میں بمقام جونپور ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حسن محمد چشتی والقادری ثم سہروردی قدس سرہٗ

بن شاہ محمد جیو بن شیخ نصیر الدین بن شیخ مجد الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین علامہ کہ قطب الاقطاب وقت گزرے ہیں۔ مرید شیخ جمال الدین معروف بشیخ محمود راجن کے اور عالم متبحر اور علم تصوف سے خوب واقف تھے۔ بترتیب مریدوں میں یگانہ عصر تھے۔ ترک اور تجرید بڑھا ہوا تھا۔ اور نہایت متقی تھے کہتے ہیں۔ کہ حضرت اکبر اعظم نے آپ کی خدمت میں بارہ گاؤں کا فرمان اور کچھ نقد اور کچھ کپڑا ارسال کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا۔ کہ جب بارہ گاؤں کے زمیندار ہوتے۔ پھر فقیری کہاں۔ ہمارے پیروں نے بھی ایسا منظور نہیں کیا ہے۔ تب اس امیر سلطانی نے کہ جو وہ لے کر گیا تھا۔ عرض کی۔ کہ یہ پارچہ وغیرہ اور نقد کو خانقاہ کے درویشوں اور مساکین کو تقسیم فرما دیجیے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ کہ یہ سلطنت کا مال مشکوک ہے۔ پس جب میں اس کو مشکوک جانتا ہوں تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کو دوں۔ اور جس کو بادشاہ کا جی چاہے دے فقیر ہمیشہ بادشاہِ اسلام اور کل مسلمانوں کے واسطے دعا کرتا ہے۔ لینے کی کچھ حاجت نہیں۔ فقیر کے نزدیک کل مسلمان بھائی برابر ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۹۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف احمد آباد گجرات زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد اعظم چشتی نظامی قدس اللہ سرہٗ العزیز

یہ حضرت خلفائے نامدار و فرزند کامگار حضرت شیخ حسن محمد چشتی کے تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغ حاصل کیا۔ قرآن مجید قرأت سے پڑھتے تھے۔ عوارف شریف حفظ یاد تھے علم تصوف میں دستگاہ تھی۔ سات برس سخت مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہ کر کار فقر کمال کو پہنچا کر طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ نقشبندیہ میں خرقہ خلافت اپنے والد شیخ حسن محمد چشتی سے حاصل کیا۔ اور کاشف دقائق اور حقائق و معارف تھے۔ آپ کو افطار کم تھا۔ تمام عمر کبھی سونے چاندی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جو فتوح ہوتا وہ شام تک قسمت مساکین ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صبح کو بھنڈار میں ٹکڑا روٹی کا بھی نہ رہتا تھا۔ دوسرے روز پھر خدا دیتا۔ پھر اسی طرح خرچ ہو جاتا۔ آپ کے

تصنیفات سے بیالیس کتب ہیں۔ مثل آئینہ وجود اور طریق الصالحین آداب العارفین اور ہدایت المریدین مشہور کتب ہیں۔ میں نے اپنے جد حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی چشتی فخری سے سنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ حضرت شاہجہان بادشاہ نے سن جلوس دوسرے میں تین لاکھ روپیہ نقد اور پانچ گاؤں کی سند اور ایک کلاہ چار ترکی کہ جو خاص بادشاہ کے ہاتھ کی سی ہوئی تھی اور ایک گڈری کہ جو تین ماہ میں سل کر تیار ہوئی۔ نواب اسلام خان بہادر کو ساتھ کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجی جب نواب صاحب موصوف احمد آباد میں پہنچے تو صوبہ دار احمد آباد نے استقبال کیا اور دونوں صاحب خدمت شیخ میں آئے۔ اور بادشاہ کا خط اور سند کہ جو خریطہ زربفتی میں تھی۔ پیش کی آپ نے فرمایا کہ اس کو کھولو۔ دونوں کاغذ پیش کئے۔ آپ نے پہلے خط کو پڑھا۔ اس کا حال معلوم ہوا۔ پھر وہ کشتی کہ جس میں کلاہ وغیرہ تھی ملاحظہ کی اس وقت ایک سیاہ درویش حاضر تھا۔ وہ گڈری تو اس کو دی اور کلاہ کو دست مبارک میں لے کر سید احمد بغدادی کہ جو مریدان خاص سے تھا اس کے سر پہ رکھی اور فرمایا۔ میں نے تجھ کو یہ خرقہ خلافت عطا کیا اور فرمایا کہ یہی میرا تبرک ہے۔ یہ وہ کلاہ ہے کہ جس کو اس بادشاہ نے روزہ رکھ رکھ کر سیا ہے اور جس نے سن بلوغ سے آج تک آسمان کو بے وضو نہیں دیکھا۔ جس نے مال سلطنت کو اپنے اوپر حرام سمجھا۔ جو لوجہ حلال ایام گذاری کرتا ہے۔ اور اسی وقت اس بادشاہ کو ولایت کا شغر کا کر کے رخصت کیا چنانچہ مزار سید صاحب کا نواح کا شغر میں زیارت گاہ ہے۔ بعدہٗ نواب موصوف سے فرمایا کہ نقد جو لایا ہے در خانقاہ پر مساکین کو تقسیم کر دیا جائے فقیر اس قدر مال کے رکھنے کا متحمل نہیں ہے اور فرمان کی نسبت فرمایا۔ کہ یہ واپس بادشاہ کو دے دے کہ اس کے طالب اور بہت ہیں اگر اس کو منظور کرتا ہوں تو بروز قیامت اپنے پیروں کو کیا منہ دکھاؤں گا اور بادشاہ کے لئے ایک تسبیح سنگ موسٰی کی عنایت کر کے رخصت کیا۔ چنانچہ وہ تسبیح ہنوز تبرکات میں میرے پاس موجود ہے۔ اور پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ مودود چشتی سے تا حضرت مولانا فخر صاحب کل خواجگان چشت کے تبرکات موجود ہیں۔ جن کو میں اپنی اولاد اور جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ وفات حضرت شیخ محمد اعظم صاحب کی ۹ ربیع الاوّل ۱۰۴۲ھ میں ہوئی مزار پر انوار احمد آباد میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ سلیم چشتی بن بہاؤ الدین چشتی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے بابا صاحب کی تھے ہندوستان میں آپ کو شیخ سلیم چشتی اور عرب میں شیخ الہند کہتے تھے۔ اور آپ کی والدہ کا نام بی بی احد تھا۔ آپ کے آبائے کرام کسی زمانہ میں اجودہن سے آکر لودھیانہ میں مقیم ہوئے اور آپ بحکم الٰہی دہلی میں تشریف لاکر سرائے علاؤ الدین زندہ پیر میں کہ یہ اس وقت ایک محلہ تھا، قیام پذیر ہوئے اور ۸۸۴ھ میں شیخ سلیم تولد ہوئے پیدا ہوتے پیشانی کے بل زمین پر گر پڑے کہ ایک دانہ وہاں سے ملتے نورانی میں چبھ گیا۔ کہ نشان اس کا تمام عمر رہا۔ ایک روز خود فرمایا کہ جب وہ دانہ میری پیشانی پر چبھا۔ مجھ کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں نے چاہا کہ اس کو نکالوں مگر یہ خیال ہوا کہ تمام عالم میں بدنام ہو جاؤں گا۔ الغرض آپ کی عمر کتنی ماہ کی تھی، کہ آپ کے والدین دہلی سے نقل کر کے قصبہ فتح پور میں متوطن ہوئے۔ وہاں آپ کے والدین نے انتقال کیا۔ اور شیخ موسیٰ برادر کلاں حضرت نے پرورش کیا۔ بوجہ لاولدی کے آپ ہی کو بجائے فرزند پرورش فرماتے تھے۔ جب آپ سن بلوغ کو پہنچے اور ارادہ سفر کا کیا بڑے بھائی نے روکا اور کہا میرے اولاد نہیں ہے۔ میں بجائے اولاد کے تم کو دیکھ کر جیتا ہوں، تمہاری مفارقت گوارا نہ ہوگی، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو فرزند دے گا آخر بعد اولاد کے ان کے گھر فرزند تولد ہوا۔ آپ فتح پور سے سرہند میں آئے، مولانا شیخ مجد الدین ملک العلماء سرہندی سے علوم ظاہری حاصل کئے اور کبھی کبھی قصبہ بھدال میں کہ متصل سرہند کے ہے شیخ بدر الدین کے مزار پر جاکر مشغول رہا کرتے تھے اور ۹۳۱ھ میں مکہ معظمہ میں جاکر کئی حج اور کئے اور ایک مدت مجاور روضہ طیبہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام رہے، بعدہٗ عرب اور عجم اور خراسان اور شام وغیرہ اقالیم کی سیر کی، صحبت بزرگان سے فیضان حاصل کئے اسی سیر و سفر میں قطب العارفین شیخ ابراہیم چشتی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کر کے پھر عرب شریف میں آئے، اور سید محمد مولیٰ و شیخ محمود شامی اور شیخ رجب علی کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ہزاروں شرفائے عرب مرید ہوئے، بعدہٗ پھر ہندوستان میں تشریف لاکر پہاڑی سیکری پر ریاضت اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے اور نکاح کیا اولاد پیدا ہوئی اور عمارت اعلیٰ باغ و چاہ بنائے بعد و ۹۶۰ھ میں بوجہ مفسدہ میموں بقال عازم حرمین شریفین ہوئے۔ جب بیت اللہ میں پہنچے یاروں سے فرمایا

کہ میں چاہتا ہوں کہ ترک طعام کروں یا سکوت دوام اختیار کروں یاروں نے عرض کی کہ سکوت سے دروازہ فیض بند ہوجائے گا، آخر آپ نے ترک طعام کیا، بعد ہفتہ عشرہ کے غذرے یے گوشت کے طعام سے افطار فرماتے۔ اس سفر میں اہل وعیال حضرت کے فتح پور میں تھے، آپ نور باطن سے ان کا حال معلوم فرماکر پریوں کے ہاتھ ان کے خرچ کے لائق نقد بھیج دیا کرتے۔

نقل ہے کہ قاضی غیاث الدین جو قاضی ابراہیم آبادا م آپ کے خلیفہ تھے، انہوں نے ایک روز عرض کیا کہ سلطان محمد عادل شاہ اور بندہ سے ملاقات ہے۔ میں برائے ملازمت جاتا ہوں، امیدوار ہوں کہ اسپ عراقی جو طویلہ خاص میں ہے مرحمت ہو کہ میں اس بادشاہ کی نذر کروں، آپ نے فرمایا، کہ اس شرط پر دیتا ہوں کہ بادشاہ اس کو جدا نہ کرے، اگر کسی کو دے دیا تو موجب زوال دولت واقبال کا ہوگا قاضی نے محکم وعدہ کیا اور گھوڑے کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا اسے نذر کیا نیز وعدہ شیخ بیان کیا، بادشاہ نے قبول کیا، آخر ایک خاصان بارگاہ سلطان نے وہ گھوڑا ایک امیر کو دے دیا، آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی دولت کو برباد کر دیا، چنانچہ چند روز کے بعد اس کے تمام ممالک میں فتنہ وفساد برپا ہوا، ابراہیم خان سور نے جو سالا محمد عادل شاہ کا تھا، بادشاہ سے بغاوت کی، آخر بادشاہ تاب اقامت نہ لاکر لینجر کے قلعہ میں چلا گیا، بعدہ احمد خان سور کہ جو عدلی کا بہنوئی تھا اس نے یورش کر کے ابراہیم کو سندھ نواح دھلی سے نکال کر گنگا تک تسلط کیا چاہتا تھا کہ آگے بڑھے ۹۶۲ھ میں حضرت ہمایوں بادشاہ نے آکر بار دیگر عنان سلطنت ہند اپنے ہاتھ میں لی۔

معارج الولایت سے نقل ہے، کہ پہلے بننے محلات سلطانی کے تمام اہل فتح پور سے آپ نے فرمایا تھا، کہ پندرہ برس کے بعد یہاں عمارات عالی تیار ہوں گی، تم کو چاہیئے کہ اپنے اپنے مکان کشادہ بنا لو ورنہ ہرگز پھر زمین کا ملنا بھی دشوار ہوگا۔ آخر حضرت اکبر اعظم کو ذات بابرکات سے اعتقاد ہوا آپ کی دعا سے شاہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ تولد ہوئے، اور شاہزادہ کو بادشاہ نے برائے تربیت و پرورش حوالہ شیخ کیا، اور تمام رعایائے فتح پور مورد عنایت سلطانی ہوئے، محلات شاہی اور دیگر عمارت عالی تیار ہوئیں اور عظیم الشان شہر تیار کیا گیا، لکھا ہے کہ ایک روز شیخ محل شاہی میں تشریف لے گئے اس محل کو دیکھ کر فرمایا کہ جو عمارت میں نے دیکھی ہے خلاف اس کے ہے۔ اسی وقت نقشہ نویس حاضر ہوئے اور حسب ایمائے نقشہ تیار ہوا بادشاہ نے بصرف زر کثیر مسجد اور خانقاہ برائے شیخ تیار کرائی۔ تاریخ

ثانی مسجد الحرام ہے، اور تاریخ خانقاہ خانقاہ اکبر ہے، سبحان اللہ دیکھنے سے تعلق ہے۔ایسی خانقاہ دوسری روئے زمین پر نہیں ہے۔ شہزادہ سلیم کے پیدا ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر اعظم کو اولاد نرینہ کا بہت خیال تھا، ایک روز شیخ سے عرض کی کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو بیٹا دے۔ آپ نے مراقبہ فرمایا، بعدہٗ سر اٹھا کر فرمایا کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے عالم مجبوری ہے سلطان نے پھر عرض کیا، کہ حضرت اگر میری تقدیر میں ہوتا، تو میں آپ سے دعا کا کیوں خواہاں ہوتا۔ آپ نے تھوڑا سکوت فرمایا، بعدہ ارشاد کیا کہ اس ملک میں راجپوتوں کی بہت دنوں سلطنت رہی، بہتر ہے کہ کل بادشاہ بیگم دختر راجہ بہارا مل کچھواہا فیقرنی سے ملنے آوے، بموجب ارشاد بادشاہ کے رانی موصوفہ دوسرے روز آپ کے زنانہ مکان میں آئیں، جب ان کے آنے کی خبر آپ کو ہوئی آپ بھی گھر میں تشریف لائے اور اپنی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ رانی صاحبہ کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھو اور اوپر سے اپنی چادر مبارک دونوں صاحبوں پر ڈال کر اپنی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ اس کو دے دو وہ اس وقت حاملہ تھیں بعد تھوڑی دیر کے رانی موصوفہ سوار ہو کر محل سرائے میں داخل ہوئیں، قدرت خدا سے دوسرے روز آثار حمل کے نمودار ہوتے بعد اس کے بادشاہ جب آپ کی زیارت کو آئے، آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھ کو فرزند عطا کیا، مگر اس کا نام میرے نام پر رکھنا، چنانچہ ۹۷۷ھ میں شاہزادہ سلیم پیدا ہوئے بادشاہ نے بہت کچھ مساکین کو دیا یعنی تین کروڑ نقد اور تین لاکھ بیگہ پختہ زمین اور تین سو گاؤں خیرات کئے۔ اور شاہزادہ کو ایک بار موتیوں اور ایک بار زمرد، ایک بار ہیرے ایک بار نیلم، ایک بار فیروزہ، ایک بار لعل بدخشانی کے ہمراہ تول کر خیرات کئے، اور پا پیادہ منزلیں کر کے حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کی اور وہاں بھی بہت کچھ چڑھایا، اور خیر و خیرات کی، وہاں سے آکر شہزادہ کو شیخ کی خدمت میں رکھا، چنانچہ شہزادہ سلیم کے خوارق اور کرامات کہ جو بعض مواقع پر ظاہر ہوئے ہیں تواریخ دیکھنے سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک بار شیخ حجرہ میں معتکف تھے، نماز کے واسطے مسجد میں جاتے تھے دیکھا کہ ایک فقیر سوتا ہے، آپ نے اس کے سرہانے جا کر جگایا، اور فرمایا کہ فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیئے وہ فقیر شرمندہ ہوا اور عرض کی کہ بے شک میں خواب میں لڑ رہا تھا، ایک روز ایک شخص نے آپ کے روبرو بیان کیا، کہ دختر نایک گوپال نے جو ایک گوتیا مشہور ہے۔ بادشاہ دہلی سے عرض کی کہ اگر

حکم ہو تو بندی دکن جا کر اپنے پتا یعنی باپ کی ہڈیاں لے آوے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے باپ کی ہڈیاں کس طرح شناخت ہوں گی، اس نے عرض کیا کہ ہمارے خاندان میں ہڈی میں سوراخ ہوتا ہے یہ عمل راگ کا ہے۔ شیخ نے سن کر فرمایا کہ گویئے جو فقط آواز کرتے ہیں ایک سوراخ ہڈیوں میں رکھتے ہیں اور درویشوں کی ہڈیوں میں تمام سوراخ ہیں، یہ فرما کر ران کو چیرا، اور ہڈی دکھائی حاضرین نے دیکھا، کہ اس قدر چھید تھے کہ خانہ زنبور معلوم ہوتے تھے پھر فرمایا، کہ قدر سرود کی فقیر جانتے ہیں گویوں کو کیا وقوف ہے۔

نقل معارج الولایت سے ہے، کہ آپ کے چھوٹے بیٹے کا نام تاج الدین تھا، جب ان کی عمر سال بھر کی ہوئی، آثار کرامت ظاہر ہونے لگے تھے۔ ایک روز نظر اہل خانہ سے غائب ہو گئے، جب تلاش کیا تو بالاخانہ پر شیخ کے پاس پایا، آخر ڈھائی برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ اور وفات شیخ بروز پنجشنبہ ۲۹ رمضان ۹۷۰ھ میں ہوئی، مزار فتح پور میں ہے، آپ کے دو فرزند تھے۔ شیخ احمد و شیخ بدر الدین، آپ نے بروقت انتقال فرمایا کہ بابا صاحب نے بدر الدین کو صاحب سجادہ کیا تھا میں بھی بدر الدین کو صاحب سجادہ کرتا ہوں، سب کو اس کی اطاعت چاہیئے اور خلیفہ حضرت کے دیگر ممالک میں بے شمار ہیں، مگر ہندوستان میں جو چند حضرات مشہور ہوئے ہیں یہ ہیں شیخ عبد الواحد متوطن اکبر آباد شیخ امام سرہندی شیخ سدھاری، شیخ جلال حافظ، امام سید حسین، شیخ حاجی حسین بکھاری، شیخ رکن الدین، شیخ یعقوب کشمیری، شیخ ولی ساکن قصبہ میوا، شیخ بدوانی، شیخ حماد گوالیاری، شیخ محمد غوری، شیخ کبیر سارنگ پوری شیخ محمد بخاری، شیخ پیارا مانڈوی، شیخ تقی چابک، شیخ سید جبور دہلوی، شیخ محمد مردالی، شیخ کمال الدین شیخ فتح اللہ سنبھلی وغیرہ قدس اللہ اسرارہما،

ذکر حضرت شیخ تقی چابک قدس سرہٗ

یہ حضرت قوم سے نورباف اور خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے صاحب کرامت وخوارق بابرکت گزرے ہیں اور برائے دفع زہر مار آپ کا نام مبارک نہایت مفید لکھا ہے کہ آپ مانکپور کے پہاڑ میں بہت رہے ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۸۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد طاہر گجراتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ علی متقی کے تھے اور قوم سے بوہرہ رہنے والے قریہ

کے نواح گجرات سے ہیں مگر جب فضل حق شامل حال ہوا صاحب علم و فضل اور کرامت ہوئے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے تمام علماء و فقراسے ملے۔ اور شیخ علی متقی کی خدمت میں پارہ کر خرقہ خلافت حاصل کرکے اپنے وطن میں اکثر شرک اور بدعت قومی دور کیا، اور اپنی تصانیف سے خلق اللہ کو فیض پہنچایا، چنانچہ آپ کی جمع کی ہوئی کتب یہ ہیں شرح صحابہ مسلے یہ مجمع البحار، رسالہ تصحیح اسماء الرجال اور قاعدہ تھا کہ روشنائی خود گھونٹا کرتے تھے یہاں تک کہ طلباء کو سبق پڑھانے مگر اپنا کام کئے جانے اور فرماتے دست باکار دل بایار زبان در گفتار اور اس علاقہ میں دور کرنے بدعت اور شرک میں نہایت مشغول تھے، کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے تھے، آخر دشمنوں نے موقع پاکر ۹۸۱ھ میں شہید کیا۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین بکھاری قدس سرہٗ

یہ حضرت فرزند شیخ یوسف شاہ جوسی کے تھے، لکھا ہے کہ بارہ سال مادر شکم میں رہے جب بارھویں سال تولد ہوئے۔ بعد چلہ نہلانے کے آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بابا رے میں نے تیرے واسطے بارہ برس کڑوی دوائیں کھائیں، یہ سن کر آپ نے آنکھیں کھولیں اور تبسم کرکے فرمایا کہ اماں وہ تمام ادویہ میں نے بھی کھائی ہیں۔ میں بارہ برس تک آپ کے شکم میں معتکف رہا، چالیس دن کے بچہ سے یہ باتیں سن کر آپ کی والدہ کو ہیبت معلوم ہوئی، اور اسی صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوئیں، بی بی اللہ دی، آپ کی پھوپی نے آپ کو پرورش کیا، جب سن تمیز کو پہنچے مدرسہ اجودھن میں درس علوم کیا ایک شب بابا صاحب کو خواب میں دیکھا کہ کلاہ چار ترکی ان کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ اے فرزند اللہ تعالیٰ نے تجھ کو فقیری عطا کی پہلے جاکر زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو صبح تمام کیفیت اپنے والد سے عرض کی اور حسب اجازت والد اپنے کے ہمراہی شیخ سونا اور شیخ محمود و شیخ بھیگن اور شیخ حمید الدین طرف مکہ کے آئے، ادھر آپ کے والد نے اجودھن سے چل کر قلعہ اسیر میں سکونت اختیار کی اور عینا عادل شاہ کو ان کی خدمت میں بہت اعتقاد ہوا جب عمر حضرت کی آخر پہنچی، مرتے وقت عادل شاہ کو وصیت کی، کہ میرا بیٹا شاہ بھکاری براہ خشکی برائے حج گیا تھا۔ وہ اس طرف سے آوے گا، اس کی خدمت سے درگزر نہ کرنا، اور تیرے کل مطالب اس سے حاصل ہوں گے اور شیخ حسین کو حسن کے بیٹے صاحبزادہ کے ہمراہ گئے تھے خرقہ خلافت اور سند عطا کی اور انتقال

فرمایا جب حضرت شیخ بھیکن مکہ سے واپس پھرے موضع بنگری متصل تالہ اوتاولی کے پہنچے، عادل شاہ استقبال کو آیا، نذرانہ پیش کش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا کہتے ہیں۔ کہ شاہ بھیکن نے پانچ حج کیے، مگر چلنے میں کبھی پشت کعبہ کی طرف نہیں کی اور نہ جوتی پہنی۔ اور ایک کوزہ میں چھوہر کھا کرتے تھے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا آپ اس میں دست مبارک ڈالتے۔ کہ ان کے ڈنگ کی اذیت سے نیند نہ آوے، اور صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، چھ ماہ کے بعد اپنے ہاتھ سے پکا کر افطار کرتے اور یاروں کو تقسیم فرماتے ایسا کہ تین سو آدمیوں کو پہنچتا تھا۔ ایک بار یاروں نے عرض کی کہ حکم ہو تو ہم بھاکری کی روٹی پکاویں۔ آپ نے فرمایا، کہ تم نہ پکا سکو گے جب وہ لوگ بہت ملتجی ہوتے، آپ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے، الغرض جو جو پکانے بیٹھا تھا، آگ سلگانے میں اس کی داڑھی جل گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا بھاکری کا پکانا کار پکھاری کا ہے۔ لکھا ہے کہ جب حضرت برہان پور میں ٹھہرے تو شیخ محمود کی یہ خدمت تھی کہ وضو کے واسطے پانی لایا کریں چنانچہ حضرت نے شیخ محمود کو پکارا معلوم ہوا کہ تپتی ندی سے پانی لینے گئے ہیں، آپ نے افسوس فرمایا اور ایک عصا زمین پر مارا کہ زمین سے بکثرت پانی جاری ہوا، جب آپ اس جگہ سے چلے تو پانی بھی پیچھے ہوا، آپ نے فرمایا اسے پانی تاولی نہ کر تاول ہندی میں جلدی کو کہتے ہیں آہستہ چل، اسی وقت تمام پانی زمین میں غائب ہو کر مثل پانی چشمہ کے جاری ہوا وہ چشمہ اتاولی ہی مشہور ہے عینا عادل شاہ نے گرد اس چشمہ کے خانقاہ تعمیر کرائی۔ وفات شیخ کی ۹۸۵ھ میں بمقام برہان پور ہوئی، مزار شریف خانقاہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ پیارا چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے اپنے وقت میں مشائخین معززین سے تھے، اور شیخ ان کو بہت معتبر سمجھتے تھے چنانچہ جس وقت اکبر اعظم شہزادہ افراد کو لے کر برائے زیارت روضہ حضرت خواجہ بزرگ اجمیر شریف کو چلے، اس وقت حضرت شیخ سلیم چشتی نے برائے حفاظت شہزادہ آپ کو ہمراہ کر دیا تھا، اتفاقاً جب اجمیر شریف میں پہنچے، شہزادہ علیل ہو گیا شہنشاہ اکبر نے آپ کو بلا کر کہا کہ شیخ نے تم کو برائے حفاظت شہزادہ کے ہمراہ کیا تھا، کچھ تدارک کرو، آپ نے کہا کہ بے اجازت شیخ کی میں کچھ نہیں کر سکتا، اسی وقت بحکم شہنشاہ تین سو کوس کے دہاوے کے سانڈنی حاضر ہوئی، آپ نے عریضہ خدمت شیخ میں لکھا، اور سانڈنی سوار کے حوالہ کیا۔ اس نے

لے جاکر شیخ کی حضور میں پیش کیا، شیخ نے اس کے جواب میں لکھا، سلطان کی تسلی کردو، اور تم خود اس کی بیماری جذب کرو، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا، شہزادہ کو اسی وقت آرام ہوا۔ اور آپ کئی ماہ بیمار رہے ایک بار آپ قلعہ سے آتے تھے، اور ہاتھی سلطانی پانی پینے جاتے تھے، ایک ان میں مست تھا، کئی آدمیوں پر چوٹ کر چکا تھا، آپ کے اوپر لپکا، جب وہ قریب آیا، آپ نماز کی نیت باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہوگئے، ہاتھی فوراً ہٹ گیا، اور شہزادہ کو آپ سے اور آپ کو شہزادہ سے بہت الفت تھی، خوردسالی ہی میں کسب درویشی کرایا کرتے تھے، اسی وجہ سے شہزادہ کو جذب ہوگیا تھا۔ جب شہزادہ سن بلوغ کو پہنچا، آپ ملک مالوہ میں تشریف لاکر کنارہ دریائے نربدپر کہ جہاں گھاٹ جنوب اور شمال کے مسافروں کے آمدورفت کا تھا، قیام فرمایا اور ۹۸۵ھ میں انتقال کرکے اسی جگہ دفن ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ رزق اللہ قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ مصباح العاشقین محمد ملاوہ کے تھے، کہ آپ کے پدر نے عالم شیرخواری میں مصباح العاشقین کی نذر کردیا کرتا تھا، انہوں نے فرمایا کہ یہ میرا مرید ہے، جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی، مصباح العاشقین نے وفات کی اور بعد سن بلوغ کے بوجہ تعلق روحانی پیرومرشد سے عارف اور فاضل ہوئے اور عشق الٰہی میں یگانہ عصر ہوئے خوب سفر کئے، ہندی اور فارسی زبان میں خوب شعر کہتے تھے، چنانچہ رسالہ پیمانن اور جوت نرنجن اور سار بچن کہ جو ہندی زبان میں علم معرفت میں تصنیف فرمائی، اور تجلیات قلوب کو جو ترتیب مریدوں میں ہے مشہور ہے، ہندی میں تخلص آپ کا راجن ہے اور فارسی میں تخلص مشاقی ہے، حضرت بزرگان دہلی سے ہوئے ہیں، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد سے پڑھے تھے، وفات حضرت کی ۲۰ ربیع الاول ۹۸۹ھ میں بمقام دہلی ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ اسحاق قدس سرہٗ

یہ حضرت بزرگان اہل چشت سے تھے، بہت بڑے سیاح اور ذاکر اور مشاغل خوب مجاہدہ کئے ہوئے تھے، عمر بھی بڑی ہوئی، اوائل میں آپ کو شوق فرزند کا تھا، جب خدا نے فرزند دیا گھر کو چھوڑ کر سیاحت اختیار کی، بعض نے لکھا ہے کہ آپ کو اولاد کی تمنا تھی، عمر ضعیفی میں حق تعالیٰ

نے آپ کو فرزند عطا کیا، تو روز جمعہ تھا، آپ نے خادم سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہے حاضر کر، اس نے عرض کیا، کہ گھر میں کیا ہے جو حاضر کروں، آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہے لے آ دو سیر غلہ اور دو پرانے کپڑے لائی، آپ نے خیرات کئے اور فرمایا کہ گویئے کو بلا، اس نے کہا دینے کو کیا ہے جو گانے والا آوے، فرمایا کہ پگڑی اور چادر اپنی دوں گا اسی عرصہ میں پڑوس میں کہیں گانا ہو رہا تھا، اس کی آواز سن کر گریہ طاری ہوا جب بے اعتبار ہوئے اس کے گھر آئے، ذرا ٹھہر کر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آج جمعہ ہے میں نے غسل نہیں کیا حجام کو بلوا کر اصلاح بنوائی غسل کیا، یاروں سے رخصت ہوئے اور قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور جان بحق تسلیم ہوتے وفات حضرت کی ۹۹۵ھ میں ہوئی، مزار شریف دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ زندہ پیر پسر شیخ عبدالکبیر چشتی صابری پانی پتی قدس سرہٗ

یہ حضرت عمدہ مشائخ عصر سے تھے زہد اور تقویٰ اور علوم ظاہری اور باطن میں کامل اور مکمل تھے، اور آپ کے تین بھائی تھے، برادر بزرگ شیخ حسین اور شیخ برہان الدین اور شیخ محمود یہ دونوں برادر آپ سے چھوٹے تھے۔ شیخ حسین نے روبرو اپنے والد کے انتقال کیا، ان کے دو فرزند تھے، الغرض شیخ عبدالکبیر کے انتقال کے بعد سجادگی پر آپس میں مناقشہ ہوا سلطان نے دو فریق کر دیئے، تھوڑے ہی دنوں کے بعد عید تھی، برائے نماز عید شہر سے باہر دونوں فریقوں میں تلوار چلی، آخر سجادگی شیخ عثمان کے نام مقرر ہوئی۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے، کہ ایک بار دو شخص قوم جاٹ کہ ایک ان میں ہندو اور ایک مسلمان تھا۔ لڑتے لڑتے خدمت شیخ عثمان میں آئے، آپ نے دونوں کے بیان سن کر مقدمہ جانب مسلمان فیصل کر کے اس کو ڈگری دی، ہندو بہت چلایا، کہ آپ نے اپنی ملت کا پاس کیا، آپ نے یہ سن کر مراقبہ کیا۔ بعدہ سر اٹھا کر فرمایا کہ تمہاری دونوں کی عورتیں حاملہ ہیں، جو سچا ہے۔ اس کے گھر لڑکا اور جو جھوٹا ہے اس کے گھر لڑکی پیدا ہوگی۔ دونوں نے منظور کیا، بعد تھوڑے دن کے ہندو کے گھر دختر اور مسلمان

کے گھر لڑکا تولد ہوئے اس وقت دونوں کا اتفاق موقوف ہوا، لکھا ہے، کہ آپ کے صاحبزادہ شیخ نظام الدین نے اپنے ملک میں نیا کنواں تیار کرا کر آپ سے عرض کیا کہ فاتحہ پڑھیئے، آپ نے فرمایا کہ ایک گائے اور کئی من آٹا پکا کر پہلے فقرا کو کھلا ئیں فاتحہ پڑھوں گا، انہوں نے عرض کیا، کہ سوائے ایک بکری کے میرے پاس اور کچھ نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ جو میں نے کہا تیر بہدف ہے، کنواں مسمار ہو جائے گا، الغرض اسی شب کو وہ کنواں بیٹھ گیا۔ وفات حضرت کی ۹۹۹ھ میں ہوئی مزار شریف پانی پت میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ دانیال قدس سرہٗ

یہ خلیفہ حضرت راجے حامد شاہ کے اور فیض یافتہ روح پاک خواجہ بزرگ کے اور عاشق رسول کے تھے، عجائب احوال غرائب اطوار جامع الکمالات ہوئے ہیں اور ایک سو گیارہ برس کی عمر میں ۹۹۴ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ فتح اللہ بن سنبھلی چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے تھے اور حسب الحکم پیر خود کوہ فتح پور پر مشغول رہا کرتے تھے اور محض امی تھے، علماء آپ کی بے علمی پر معترض ہوتے تھے کہ بے علم ولی نہیں ہوتا، آپ کے مرید شیخ وجیہ الدین کو ناگوار خاطر گزرا، ایک وقت شیخ سے یہ ماجرا عرض کیا، فرمایا کہ جو معترض ہے اس کو میرے پاس لاؤ وہ ایک مولوی کو آپ کے پاس لائے، آپ نے فرمایا کہ مولانا جس کتاب کو آپ کہیں میں پڑھوں، انہوں نے ہدایہ پیش کیا، آپ نے فرمایا اول سے پڑھوں یا آخر سے یا درمیان سے اور شیخ وجیہ الدین سے فرمایا کہ میں زبانی بے دیکھے کتاب کے ہدایہ پڑھتا ہوں تو لکھ، چنانچہ کئی صفحہ آپ نے لکھوائے اور اس عالم کو دیئے، اور فرمایا کہ کتاب سے مقابلہ کر اس کرامت کو دیکھنے سے علما معتقد ہوئے، لکھا ہے کہ بعد وفات شیخ سلیم کے فتح پور میں امساک باراں کے سبب سے نہایت تکلیف تھی، صاحبزادہ شیخ احمد صاحب نے ایک خط آپ کے نام لکھا، اور استدعای دعا کیجئے تاکہ باران رحمت ہو جب خط پہنچا، اس وقت آپ جامع مسجد میں تشریف رکھتے تھے خط کے پڑھتے ہی جنگل میں جا کر دھوپ میں بیٹھ گئے اور بارگاہ خدا میں التجا کی کہ جب تک فتح پور میں مینہ نہ برسے گا میں یہاں سے نہ اٹھوں گا، اور حاضرین جو ہمراہ گئے

تھے۔ ان سے فرمایا، کہ آسمان کی طرف دیکھو کہ ابر فتح پور کی طرف پیدا ہوا یا نہیں، لوگوں نے دیکھا اور کہا، اس طرف ابر محیط معلوم ہوتا ہے آپ وہاں سے اٹھے، اور جواب میں لکھا کہ اگر بروقت نماز جمعہ فتح پور میں بارش ہوئی ہے تو لکھو، پس اسی وقت فتح پور پر ایسی بارش ہوئی کہ پھر بارش کی حاجت نہ رہی، آپ کو روحانیت غوث پاک سے بھی فیض تھا، وفات حضرت کی ۹۹۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ خانو چشتی کے تھے اور مشائخ وقت گزرے ہیں، اور چالیس برس آپ نے طالبان حق کو تعلیم فرمایا، اور ہر سال پاپیادہ ننگے پیر بحالت ذوق شوق وہ وجد سماع نارنول سے برائے زیارت مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حاضر ہوتے، وہاں سے اجمیر جاکر مزار پر انوار حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوتے، اور آپ کے برادر کلاں شیخ اسمٰعیل بھی شیخ خانو کے مرید تھے، اور شیخ خواجگی پیری اور شیخ منور کہ مزار ان کا اکبر آباد میں ہے، نہایت مشہور درویش ہوئے ہیں، مرید شیخ خانو کے تھے، وفات شیخ نظام الدین نارنولی کی سنہ ۹۹۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ طاہا چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم کے تھے سفر بیت اللہ میں پیر کے ہم رکاب تھے جب شیخ ہندوستان میں آئے شیخ طاہا کو احمد آباد گجرات میں منفرد فرمایا، اور شیخ محمد شیروانی اور دیگر طالبان حق کو برائے تربیت آپ کی خدمت میں چھوڑا۔ بعد امتحان باطنی تمام مشائخ اس علاقہ کے معتقد اور فیض یاب ہوئے اور شیخ محمد اعظم صاحب اور شیخ طاہا صاحبان دونوں بزرگوں میں کمال اتحاد رہا، معارج الولایت سے نقل ہے کہ مظفر شاہ ہوائی کا جب گجرات پر تسلط ہوا، اس نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، کہ آپ شمشیر میری کمر میں اپنے دست مبارک سے باندھیں کہ میں اکبر پر فتح یاب ہوکر تمام ہندوستان کو اپنے تصرف میں لاؤں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ملک اکبر کو عطا کیا ہے مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں اس کے تغیر میں کوشش کروں، یہ سن کر مظفر نہایت غصہ ہوا، اور کہا کہ لشکر اکبر کے بدلے پہلے میں شمشیر اپنی آپ کے خون سے رنگین کرتا ہوں، شیخ نے جواب دیا کہ آٹھ روز کی مہلت ہے، بعدہ جو چاہے کرنا، پس وہ ہفتہ نہ گزرنے پایا تھا، کہ فوج فتح موج بادشاہی پہنچی، اور ملک

گجرات کو تاخت و تاراج کیا، مظفر فرار ہوا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت اکبر اعظم نے یہ معاملہ سن کر شیخ کی بہت خدمت کی اور تاحیات اعزاز شیخ ملحوظ رکھا، وفات حضرت کی سنہ ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ مٹہ گاگرونی قدس سرہٗ

یہ حضرت درویش کامل تھے، اور روحانیت حضرت شیخ خواجہ بزرگ سے فیض یاب تھے، بیس برس کامل روضہ خواجہ پر رہے، ایک دن آواز سنی کہ اسے مٹہ تجھ کو بحق پہنچا، اور صاحب ولایت گاگروں کا کیا وہاں کا تصرف تجھ کو بخشا، پس بحکم خواجہ گاگروں میں آ کر مقیم ہوئے اور ہدایت خلق اور ارشاد مریدوں میں مشغول ہوئے، گاگرون کا پتھر خلاف سرحد گاگروں یہ تاثیر رکھتا ہے، کہ اس کا گھس کر پلانا سمیت ہیضہ کو دفع کرتا ہے، اس میں یہ کیفیت ایسے ہی بزرگوں کی برکت سے پیدا ہوئی، وفات حضرت کی سنہ ھ میں ہوئی۔ مزار گاگرون میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ کبیر جولاہہ قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ تقی سہروردی کے تھے، اور مشاہیر زمانہ سے ہوئے ہیں اپنی ولایت کو طریق ملامتیہ میں چھپایا تھا، اور تمام موحدان وقت سے ممتاز تھے، چندروز رامانند بیراگی کی خدمت میں رہ کر فن شاعری زبان ہندی میں حاصل کیا، زبان ہندی میں معرفت پہلے انہوں نے بیان کی، مگر کبیر صاحب کا وہ کلام ہے، کہ ہرگز دوسرے شاعر کو نصیب نہیں ہوا، آپ نے جو فرمایا معاملہ اور واردات کو ارشاد فرمایا، وہ باتیں فرمائیں کہ جو طالبان حق کے بکار آمد تھیں، بعد اس کے حضرت نے شیخ بھیکا چشتی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا، مزار شریف بھیکا کا نواح لکھنو میں ہے اور ہندو مسلمان دونوں گروہ آپ کے معتقد تھے ہر ایک آپ کو اپنے میں سے شمار کرتا تھا، خوارق اور کرامات آپ کے مشہور ہیں، اور جو اہل ہنود آپ کے سلسلہ کے ہیں وہ کبیر پنتھی کہلاتے ہیں، طریق ان کا اذکار و اشغال بالکل اہل اسلام کے مطابق ہے مگر الفاظ کا فرق یہ ہے کہ مسلمان اللہ کہتے ہیں، وہ سوہم کہتے ہیں، اس کاتب الحروف کو عالم سیر و سفر میں فقرائے کبیر پنتھیوں سے ملنے کا بہت اتفاق ہوا ہے۔ بعض وقت فقیر اور وہ ایک مکان میں اپنے اپنے کار میں مشغول بھی رہے ہیں، حضرت داراشکوہ قادری خلف شاہجہان بادشاہ حسنات العارفین میں تحریر فرماتے ہیں، کہ قیام حضرت کا کاشی یعنی بنارس میں تھا، وقت نزع حضرت کے ہندو اور مسلمانوں میں تقرار ہوئی، مسلمان کہتے تھے، کہ ہم اپنے

طریق پر تجہیز و تکفین کریں گے، ہندو کہتے تھے، کہ ہم ان کو جلاویں گے، آپ کو بے ہوشی تھی۔ قریب تھا، کہ تلوار چلے، آپ نے چشم وا کی اور فرمایا کہ کیوں لڑتے ہو میں ابھی زندہ ہوں یہ فرما کر حجرہ بند کر لیا، بعد تھوڑی دیر کے دروازہ کھول کر دیکھا تو حضرت کے بستر پر تھوڑی سی مٹی پڑی تھی اور کچھ نہ تھا یا لنگوٹی وغیرہ تھی یہ کرامت اور زبردستی دیکھ کر سب کو حالت طاری ہوئی۔ یہ وقوعہ ۷۰۷ھ میں ہوا، آپ کا یہ پد مشہور ہے، مائی ترکنی باپ جولاہہ کبیر اسنت بھی تمہاری کل کس نے رام کہی، اس پد سے آپ کا اسلام صاف ظاہر ہے، آپ کے صاحبزادہ شیخ کمال تھے، ان کا مزار احمد آباد میں ہے، نقل ہے کہ ایک بار شیخ کبیر بان کر رہے تھے یعنی تانا سوت کا صاف کر رہے تھے، کوچہ سر پر رکھا تھا، ایک شخص نے پوچھا کبیر کیا کر رہا ہے، آپ نے جواب دیا کہ ٹوٹے کو جوڑ رہا ہوں پھر اس نے کہا تیرے سر پر کیا ہے آپنے فرمایا کہ کوچہ، آپ فرماتے ہیں،

یہی مٹی میت ہے یہی ہے کملا پھول	اپنے میں تو کھوج لے مورکھا سے نہ بھول
چلتی چکی دیکھ کر دیا کبیرا روئے	دو پاٹن کے بیچ میں آتا بت گیا نہ کوئے
کبیر لیسے پو باٹ میں گل کتوں کے پاس	اپنی کرنی پار اترنی تم کیوں بھے اداس
کر سے مالا نہ کھوں مکھ سے کھوں نہ رام	سوا سا سو ہم ہو رہو نہیں اور سے کام
جوگ کرے یا جپ کرے مون دھرے دن رین	من منسا استھر کئے جیا نہ پاوے چین
پوتھی پستک دہر دو بانڈے ہو جا سنتا نشانی	کہیں کبیر سنو بھئی سادھو حوت میں جوت سمانی

ذکر حضرت شیخ ولی چشتی قدس سرہٗ ابن شیخ یوسف چشتی

آپ مرید شیخ اسلیم کے تھے لکھا ہے کہ جس روز آپ خدمت شیخ سلیم میں حاضر ہوئے، اسی روز منظور نظر ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا، یہ حال دیکھ کر اور مریدوں نے شیخ سے عرض کی کہ ہم لوگ سالہا سال سے حاضر خدمت ہیں، ہنوز خرقہ خلافت سے مشرف نہیں ہوئے اور یہ پہلے ہی روز مشرف باسعادت ہوئے، اس میں کیا بھید ہے، آپ نے فرمایا یہ شخص بنا بنایا آیا ہے مثلاً ہانڈی تیار روبرو آئی فقط اس میں نمک نہ تھا، نمک کے ڈالتے ہی وہ تیار اور خوش مزہ ہو گئی، گویا میں نے ان کی تیار ہانڈی میں نمک ملا دیا وفات شیخ ولی کی ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا عبداللہ انصاری سلطان پوری قدس سرہٗ

یہ حضرت عالم بے بدل و مشاہیر فقرائے ہند سے ہیں، مرید خاندان چشت کے نہایت متقی تھے زمانہ شیر شاہ سور سے تا عہد اکبر زندہ رہے دفع کفر و بدعت میں نہایت کوشش کرتے تھے امرائے اثنا عشری کو آپ سے نہایت عداوت تھی موقع پاکر بادشاہ کو ان کی جانب سے برہم کرکے دیس بدر کرادیا آپ نے عرب میں جاکر کئی حج کئے چندے مدینہ طیبہ میں رہے اور ۹۹۰ھ میں واپس ہندوستان آئے دشمنوں نے زہر دے کر شہید کیا۔ آپ کی تالیف اور تصنیفات سے منہاج الدین و عفیفۃ الانبیاء و کشف الغمہ مشہور کتب ہیں۔

ذکر حضرت شیخ اختیارالدین مردانی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نظام الدین نارنولی کے قوم سے پٹھان تھے، جب محبت الٰہی پیدا ہوئی اجمیر جاکر روضہ حضرت خواجہ پر معتکف ہوئے، حسب بشارت حضرت خواجہ بزرگ نارنول میں آئے دیکھا کہ شیخ نظام الدین ٹوٹی چارپائی پر سرنگوں بیٹھے ہیں یہ دیکھ کر ان کے دل میں خطرہ فاسد گزرا شیخ نے نور باطن سے معلوم کرکے سر اٹھا کر فرمایا کہ تو خواجہ کا بھیجا ہوا ان کے حکم کے موافق میرے پاس آیا ہے، اس میں شک کی کیا جگہ ہے یہ اس خطرہ سے شرمندہ اور پشیمان ہوئے اور مرید ہوکر تربیت اور تکمیل پائی، بعدہٗ خرقہ خلافت مرحمت فرما کر ان کے وطن کی طرف رخصت فرمایا، اور اختیار خان سے اختیارالدین مخاطب ہوئے پہلے وطن آپ کا نزدیک کالپی کے تھا۔ ۱۰۰۱ھ میں انتقال کرکے وہیں مدفون ہوئے، بعدہٗ آپ کی اولاد شمس آباد میں آ بسی ہے۔

ذکر حضرت شیخ جلال الدین کاسی چشتی قدس سرہٗ

پہلے نام ان کا جلال خان تھا قوم سے افغان تھے اور شیر شاہ سور کے دیوان تھے جب خاندان سور سے دولت اقبال گیا یہ رنگ آمیزی دنیا کی دیکھ کر ان کا دل دنیا سے کراہیت کرنے لگا ترک کلی کرکے شاہ محمد چشتی کہ بنکر مئو میں آسودہ ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، مرید ہوکر نہایت محنت کی مگر کشود باب نہ ہوا، شاہ محمد نے فرمایا کہ جلال تیرا کام آستانہ شیخ بدرالدین صاحب ولایت سے ہوگا وہاں جاکر آپ نے حکم پیر و مرشد

روضہ شیخ بدر الدین پر آکر جاروب کشی میں مشغول ہوئے اور اکثر مزار پر قرآن پڑھا کرتے تھے اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول تھے ایک روز مزار پر انوار شیخ سے آواز آئی کہ جلال بدر الدین و بدالدین جلال اس روز سے رجوع خلائق اور فتوح ہونے لگا، ہزاروں مرید ہوتے، ایک روز آپ کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اگر فرزند معنوی لائق ملے تو میں اس کو اپنی جگہ چھوڑوں، اسی شب کو شاہ ولایت نے اس معاملہ میں فرمایا کہ تیرے واسطے فرزند بھی لاتا ہوں اس کو اچھی طرح تعلیم کرنا اتفاقاً اسی عرصہ پرگنہ آسوسر کار لکھنو میں ایک کا یستہ نے اپنے لڑکے کو کہ جس کی عمر بارہ برس کی تھی، پڑھنے بٹھایا وہ نہایت خوبصورت تھا، اور گلستان جب شروع کی ایک روز اس کا سبق بلغ العلےٰ بکمالہٖ، کشف الدجےٰ بجمالہٖ حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ کا تھا۔ اس لڑکے نے معلم سے پوچھا، کہ اس مرتبہ کا کون شخص تھا معلم نے نعت حضرت سرورعالم کہے، سنتے ہی بصدق دل مسلمان ہوا، یہ سن کر اس کے متعلقین نے بہت کچھ شور شر کیا۔ مگر وہ نہ مانا۔ وہاں سے نکل کر مسافرت اختیار کی، یہاں تک کہ بدایون میں شیخ کے دروازہ پر آیا، روحانیت شاہ ولایت نے شیخ کو آگاہ کیا، کہ فرزند تیرے دروازہ پر آپہنچا، مخدوم عبداللہ نام رکھنا، وہ تیرا جانشین ہوگا شیخ نے اس کو مرید فرماکر تربیت اور تکمیل فرمائی اور خرقہ خلافت عطا کیا اس کو بھی روحانیت شاہ ولایت سے حضوری حاصل ہوئی اور شیخ جلال کا قاعدہ تھا، کہ آدھی رات تک مزار شاہ ولایت پر قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، بعدہ بدایون سے چندے فاصلہ پر ان کے اطفال تھے، وہاں جایا کرتے، ایک روز رہزنوں نے تیروں سے شہید کیا۔ یہ واقعہ ۸۱۳ھ میں ہوئی۔ بعد شیخ کے مخدوم عبداللہ صاحب سجادہ ہوئے ان کا قاعدہ تھا، کہ تمام شب بیدار رہتے تھے، ایک پاؤں سے کھڑے رہتے۔ آپ کی کرامتیں مشہور ہیں ہزاروں مرید ہوئے، چنانچہ شیخ طٰہٰ کہ اکابر رائے بریلی سے تھے، ترک دنیا کرکے آپ کے مرید ہوتے اور ۸۲۲ھ میں وفات پاکر مرشد کے قریب دفن ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ مزمل چشتی قدس سرہٗ

آپ مرید خاندان چشت سے تھے آپ کے والد حاجی عبدالوہاب کہ سادات عظام سے تھے، پہلے یہ شیر شاہ کے امیروں میں رہے تھے، بعدہٗ ریاضت وعبادت شاقہ کرکے خرقہ خلافت پہنا اور اولیائے ہند سے ہوئے وفات حضرت کی ۱۰۱۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سید جیو قدس سرہ

آپ امرائے دہلی سے تھے ایک روز ایک مرید شیخ سلیم سے ملے کہا کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں جو ملتے ہی جذب کر کے مجھ کو مجھ سے جدا کردے تو میں اس کا مرید ہوں، اس درویش نے کہا کہ یہ صفت پیر شیخ سلیم میں ہے جو فتح پور میں ہیں، یہ اس درویش کو ہمراہ لے کر فتح پور چلے، ہر منزل میں یہ خیال تھا کہ شیخ میرے استقبال کو آویں گے یہاں تک در خانقاہ پر پہنچ کر کھڑے رہے، شیخ نہ آئے آخر غصہ ہو کر دہلی واپس پھرے، یہ تھوڑی دور گئے تھے کہ شیخ نے نور باطن سے معلوم کر کے ایک شخص ان کے پیچھے روانہ کیا کہ واپس پھیر لاوے جب وہ فرستادہ روبرو شیخ جیو کے گیا، دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر کر پاپیادہ خانقاہ شیخ میں آکر قدمبوس ہوئے اور جمال شیخ کو دیکھتے ہی روز بے ہوش پڑے رہے، چوتھے روز جب ہوشیار ہوئے مرید ہو کر کار فقر بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت سے معزز ہو کر حسب اجازت پیر مرشد دہلی میں مقیم ہوتے۔ اور ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی،

ذکر حضرت شاہ نعمان چشتی قدس سرہ

لکھا ہے کہ آپ دولت آباد میں اپنے پیر کے پاس تھے جب وقت انتقال ان کا نزدیک پہنچا ان سے فرمایا کہ تو برہان پور میں شیخ نظام الدین بکھاری کے پاس جا کر اپنا حصہ لے پس بموجب حکم پیر و مرشد آپ خدمت شاہ بکھاری میں پہنچے، انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تیرے آنے سے پہلے تیرے پیر کی سفارش میرے پاس آگئی ہے، اور اپنی تسبیح اور مصلے اور عصا عطا کیا، اور ایک نظر میں کامل بنایا، بعدہ بطرف قلعہ اسیر رخصت فرمایا، اس وقت آپ نے عرض کیا، کہ وہاں کے شاہ ولایت محمود ہیں، اس میں کیا حکمت ہے، انہوں نے فرمایا کہ وہ بحکم رسول مقبول دوسری جگہ جاویں گے، آپ برہان پور سے چل کر قلعہ اسیر میں مقیم ہوتے اور ہمیشہ بزور کرامت مجلس پیر میں حاضر ہوتے اور بعد برخاست مجلس اپنے مقام پر واپس آتے، اور جو تحفہ چاہتے، دست دراز کر کے خدمت شاہ بکھاری میں پہنچاتے، وفات حضرت کی ۱۰۱۶ھ میں ہوئی، مزار قلعہ اسیر میں ہے،

ذکر حضرت شیخ حاجی اویس و لوزی قدس سرہ

آپ اولاد سے پیر کبار کی کہ قوم افاغنہ میں توزی ایک مرد با نعمت و عظمت تھے، فیض روحانیت پیر کبار سے رکھتے تھے، اور حرمین

کی زیارت سے مشرف ہوکر قرن میں جاکر خواجہ اویس قرنی کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوکر پھر ہندوستان میں آئے، صاحب معارج الولایت ناقل ہیں، کہ آپ کے گھر فرزند تولد ہوا اس کا نام داؤد رکھا، آپ نے اس کی شادی کرنی چاہی، آپ کے گھر سے یہ کہا کہ یہ بچہ شادی کرنے کے لائق نہیں، جب وہ لڑکا بڑا ہوا دیوانہ ہوا، اور ایک آپ کی دختر تھی۔ جب وہ بالغ ہوئی، آپ نے شیخ یوسف سے کہا میں اپنی لڑکی تم کو دیتا ہوں، انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی والدہ سے دریافت کر لوں، آپ نے فرمایا کہ خیر، اگر تم نے قبول نہ کیا تو تمام عمر چہرہ نہ دیکھو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ یوسف نے بیس نکاح کئے ایک کے چہرہ نہ تھا یعنی کسی کے اندام نہانی نہ تھی، وفات شیخ حاجی کی ۱۷۵۰ء میں بمقام قصور ہوئی کہ وطن اصلی شیخ کا تھا، صاحب اخبار الاولیاء پیر کبار صاحب کا ذکر اس طرح کرتے ہیں، کہ پیر کبار بن شورہ بن خویشگی قوم افغان آپ کے جو فقیر ہیں، بعضے چشتیہ شوریانی بعضے چشتیہ خویشگی کہلاتے ہیں، ان میں بہت سے آپ کی اولاد سے بھی ہیں، لکھا ہے کہ شورہ کے تین لڑکے ہیں، ایک پیر کبار، دوسرا حسین خویشگی، تیسرے خویشگی واز، یہ تینوں بزرگ وار کامل وصاحب ذوق وشوق ہوئے ہیں، تلاش پیر میں بہت دنوں پھرے، بہت سے مشائخ دیکھے ان کی صحبت میں رہے مگر تسلی کسی سے نہ ہوئی، آخر قصبہ چشت میں آکر خواجہ مودود چشتی کے مرید ہوئے اور آپ کشتی مطبخ کی کیا کرتے تھے، چالیس برس خدمات مرشد بجالائے جب وفات خواجہ مودود چشتی کی نزدیک پہنچی، پیر کبار کو پاس بلا کر نعمت اور خرقہ خلافت سے ممتاز فرما کر طرف وطن کے رخصت کیا، مگر بوجہ محبت کے روضہ مرشد کی جاروب کشی میں مصروف رہے، آخر دوبارہ واقعہ میں خواجہ نے فرمایا، کہ تو اپنے وطن کو، ناچار آپ وطن میں آئے، تمام افغانان کوہستان پشاور بدعقیدہ تھے۔ کرامات دیکھنی چاہتے تھے۔ کہ ہم کبوتر جنگلی لاکر شیخ کے گریبان میں چھوڑیں اگر وہ آستینوں سے نکل جاویں، تو ہم ولایت کے قائل ہوں۔ قدرت خدا سے اسی وقت دو کبوتر جنگلی غیب سے پیدا ہوئے، اور شیخ کے گریبان میں سے گھس کر ہر دو کبوتر آستینوں میں سے نکل گئے، یہ کرامت دیکھ کر اطراف وجوانب کے لوگ بالخصوص قبیلہ خویشگی تمام وکمال مرید ہوئے، پیر کبار نے کبوتروں کے واسطے دعا کی اور کبوتر ذبح کرنے کی تمام مریدوں کو ممانعت کی، کہ جو کبوتر کو ستاوے گا، اس کے اولاد نہ ہوگی یا تنگ روز رہے گا، چنانچہ قبیلہ خویشگی میں بالکل کبوتر کے ستانے کی ممانعت ہے، پیر کبار کے بہت سے خلیفہ ہوئے مگر مشہور

ترین یہ ہیں، اول شیخ بنگ کہ عظمائے مشائخین سے تھے اور بھتیجے ہیں آپ کے، بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ مودود چشتی کے پوتے تھے، ان کے حق میں دعا کی تھی کہ تیرے مرید اور تیری اولاد قیامت تک معرفت سے خالی نہ رہے گی، وفات شیخ کبیر کی ۵۵۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت آخوند سعید شوریانی قدس سرہٗ

یہ حضرت ثانی ابوالحسن خرقانی تھے ابوالحسن خرقانی نے روحانیت

سلطان العارفین سے تربیت پائی تھی، انھوں نے روحانیت پیر کبار سے تربیت پائی اور کار فقر کو بکمال پہنچایا، ظاہر کسی سے بیعت نہیں تھی اجرائے احکام شریعت میں نہایت مستعد اور مقید تھے شاہ و گدا کو ایک نظر سے دیکھتے تھے امراسے نفرت کرتے تھے، سماع کو بہت دوست رکھتے تھے مرید اور خادم نہ رکھتے تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کی کرامات بہت کچھ بیان کی ہیں، چنانچہ کھانے میں نمک بہت ڈالتے تھے، مگر جب کھانا تیار ہوتا نمک موافق ذائقہ کے معلوم ہوا کرتا تھا ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میرا عزیز بہت روز سے گم ہے، اس کے مرنے جینے کی خبر نہیں، آپ نے چندے تامل فرما کر ارشاد کیا کہ وہ مرگیا چنانچہ گجرات سے اس کے مرنے کی خبر آئی ایک روز ایک ٹھاکر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ شہنشاہ اکبر بندہ سے ناخوش ہے دعا کیجئے کہ میرا قصور معاف کرے جو آپ فرماویں میں نذر کروں گا، آپ نے فرمایا کہ روبرو بادشاہ کے بے کھٹکے جائیں نے اس کی زبان بند کردی، اس کی زبان کو تیرے دیکھتے ہی یہ حرکت ہوگی، کہ اس کو خلعت دو، جب خلعت حاصل ہوئے بادشاہ کے پاس سے ایک بکرا میرے واسطے لانا، آخر راجپوت ٹھاکر بادشاہ کے روبرو گیا اور خلعت حاصل کیا اور بکرا لے کر آخوند کے روبرو آیا، آپ نے فرمایا یہی ایک بکرا میرا ہدیہ ہے وفات حضرت کی ۱۰۲۰ھ میں بمقام قصور ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین بن شیخ عثمان زندہ پیر پانی پتی

آپ خلیفہ اپنے پدر کے تھے، باوصاف حمیدہ موصوف تھے، قناعت اور ریاضت اور عبادت میں شہرہ آفاق دونوں جہان سے بے پرواہ اور مستغرق بہ یاد مولی تھے، آپ دو بھائی تھے، بڑے بھائی آپ کے شیخ کمال کہ حقیقت میں اسم بامسمی تھے بعد انتقال والد کے ان کو صاحب سجادہ کرنا

چاہا، مگر آپ نے قبول نہ کیا، اور اپنے چھوٹے بھائی شیخ نظام الدین کو صاحب سجادہ کیا۔ شیخ نظام نے صاحب سجادہ ہوکر ایک مدت ہدایت اور ارشاد میں مشغول رہ کر ۱۰۸۱ھ میں رحلت فرمائی مزار پانی پت میں ہے اور عمر شریف ایک سو سینتالیس برس کی ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ رحمت شوریانی چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے اور روحانیت جدا بنی سے تربیت پائی اور تمام حیوانات کی بولی سمجھتے تھے، ان سے کلام کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ قدس سرہٗ

نسب آپ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ پہلے بزرگ آپ کے جونپور کے باشندے تھے، پھر گجرات میں جا رہے تھے آپ گجرات میں پیدا ہوئے، اور آپ کے والد نے آپ کی طفولیت میں قضا کی، جب جوان ہوئے پہلے شیخ صفی گجراتی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت پہن کر بعدہٗ مکہ معظمہ میں گئے، بارہ برس شیخ علی متقی کی خدمت میں بسر کئے وہاں سے احمد آباد میں آکر نکاح کیا۔ ایک مدت شیخ وجیہہ الدین سے اکتساب علوم ظاہری کیا، بعدہٗ بخدمت شیخ ماہ جونپوری کے گجرات میں تھے آئے انہوں نے ان کے والد سے سنا تھا کہ میرا بیٹا قطب وقت ہوگا اس واسطے بہت اعزاز سے رکھتے تھے۔ ایک بار شیخ ابو محمد خضابی کے کہ مرید ان کے والد کے تھے، شیخ وجیہہ الدین اور شیخ ماہ کو لکھا، کہ میرا شہباز پرواز کیوں نہیں کرتا، انہوں نے جواب میں لکھا، کہ پروازی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور شیخ محمد کو اسیر کی طرف رخصت کیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے وہ نعمت جو آپ کے والد شیخ ابو محمد اسیر کے سپرد کر گئے تھے۔ حاصل کر کے برہان پور میں جا کر تدریس ظاہری اور باطنی میں مشغول ہوئے، آپ کو خدمت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال محبت تھی۔ ہر سال واسطے زیارت رسول مقبول کی جاتے ہر چندے قیام کے بعد باشارہ حضرت علیہ السلام واپس آتے۔ جو فتوح ہوتا۔ ایک ثلث عیال و اطفال کو ایک ثلث فقرائے خانقاہ کو دیتے اور ایک ثلث مدینہ طیبہ کو ارسال فرماتے۔ وفات حضرت کی بمقام برہانپور شب دوشنبہ دوسری رمضان ۱۰۲۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا شیخ احمد شوریانی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے اور اخبار الاولیا اور معارج الولایت کے مصنف خواجہ غلام محی الدین عبداللہ خویشگی چشتی آپ کے دادا تھے۔ اور شاگرد اور مرید حضرت شیخ اسحٰق بن شاہ کاکو کی کہ وہ اولاد سے بابا صاحب کی تھے۔ اور لاہور میں رہتے تھے۔ بہناروں ان کے مرید تھے شیخ احمدان کی خدمت میں قصور سے حاضر ہوئے تھے آپ کے زمانہ میں جو مسئلہ علمائے لاہور اور ملتان سے حل نہ ہوتا تھا۔ وہ آپ کے روبرو پیش ہو کر حل ہوتا تھا اور ہمیشہ ادعیہ ماثورہ و چہل اسم و دعائے سیفی و حزب البحر کا ورد رکھتے تھے۔ اور شیخ احمد فاروقی سرہندی کابلی مجددی و شیخ عبدالحق محدث دہلوی و شیخ عیسیٰ برہانپوری یہ تینوں صاحبان حضرت کی نہایت عزت کرتے تھے اور شیخ عبداللطیف برہانپوری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر میں دو شخصوں سے بہتر نہیں دیکھے۔ ایک شیخ عبدالوہاب دوسرے شیخ احمد شوریانی۔ بلکہ برہانپور میں جو طالب قصور سے آپ کی خدمت میں جاتا۔ اس کو واپس قصور میں خدمت شیخ احمد میں بھیجتے۔ اور تالیف و تصنیف کی نسبت فرماتے۔ کہ متقدمین کی تالیفات کافی اور وافی ہیں۔ آپ نے کچھ تالیف نہیں فرمایا۔ مگر ایک کتاب سوالات احمدی ردّ ملاحدہ وغیرہ میں جو تالیف کی وہ کافی ہے۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۰ھ میں ہوئی مزار شریف قصور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری

آپ خلیفہ شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری کے تھے۔ آپ کو سماع سنتے ہی وہ حالت ہوتی تھی۔ کہ دم نکلنے میں کچھ ہی باقی رہ جایا کرتا تھا۔ تین تین چار چار دن بے ہوش پڑے رہتے تھے۔ مثل مردہ کے اور نہایت بابرکت اور صاحب کرامت تھے۔ وفات حضرت کی ۴ ذی الحجہ ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل مزار شیخ محمد صدیق کے ہے۔

ذکر حضرت میر سید محمد کالپوری قدس سرہٗ

حضرت نے پہلے سید ابوالاعلیٰ نقشبندی سے مرید ہو کر کسب نقشبندیہ کیا۔ بعدہٗ بزیارت روضہ خواجہ بزرگ اجمیر میں آئے اور روحانیت خواجہ سے کئی سلسلوں میں فیضیاب ہوئے۔ ایک بار آپ روبرو مزار خواجہ مشغول تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت نے پان عنایت کئے۔ جب بحال خود آئے تکس پانوں کا ہاتھ میں پایا اور ہمیشہ درس میں مشغول رہتے فقرا سے بہت تواضع

اور تعظیم سے پیش آتے۔ امراسے کم توجہی کرتے تھے۔ اور ہر ایک سلسلہ میں مرید فرمایا کرتے تھے۔ اور تفسیر سورۂ فاتحہ بھی وفات حضرت کی ۱۳۲۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ اعلیٰ چشتی پانی پتی قدس سرہٗ

آپ مدارج اعلیٰ ومراتب معلی رکھتے تھے اولاً سے شیخ جلال الدین کبیر الاولیا کی تھے خرقہ خلافت اپنے والد شیخ نظام الدین سے حاصل کیا۔ اور شیخ نظام الدین نارنولی سے بھی خرقہ تبرک حاصل کیا۔ پہلے نام نامی عبدالسلام تھا، بعدہٗ شاہ اعلیٰ مخاطب ہوئے پہلے آپ نوکری پیشہ تھے۔ فراخان کہ امرائے سلطان بابر بادشاہ سے تھا۔ اس کے نوکر رہے۔ تیراندازی میں تمام فوج بابری میں مشہور تیرانداز تھے جب جذبہ الٰہی گلوگیر ہوا۔ دہلی سے پانی پت میں اپنے پدر کی خدمت میں حاضر ہوکر حسب اجازت ان کے ایک حجرہ میں متصل درگاہ حضرت شاہ ولایت چلہ میں بیٹھے اور ریاضت اور مجاہدہ میں بہت کوشش کی یہاں تک کہ درِ حجرہ مسدود کرالیا تھا۔ اسی حالت میں شیخ نظام الدین نارنولی کی خدمت میں پہنچ کر خرقہ خلافت وخطاب شاہ اعلیٰ سے مشرف ہوئے۔ مصنف سیر الاقطاب شیخ اللہ دیا کہ آپ کے مریدوں میں سے ہیں۔ تحریر کرتے ہیں کہ میں نے ایک امر کی روحانیت حضرت بوعلی قلندر سے استدعا کی۔ اور کچھ نذر قبولی۔ جب میری مراد حاصل ہوئی۔ میں ہمرکاب حضرت شاہ اعلیٰ نیاز چڑھانے چلا راستہ میں بارش بہت ہوئی آپ نے ہمراہیوں کو فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ بارش سے تم کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ ہم نے دیکھا کہ ہم سے دو قدم کے فاصلہ سے بارش ہوتی ہے۔ اور ہم نہیں بھیگتے۔ الغرض درگاہ میں پہنچے۔ نیاز چڑھائی تقسیم کی مگر ہم پر ایک بوند تک نہ پڑی۔ لکھتے ہیں کہ میرا ایک پیر بھائی چند اشرفیاں اپنے مکان میں کہیں گاڑ کر بھول گیا۔ ہرچند تلاش کیا نہ پایا۔ ناچار حضرت مرشد سے عرض کیا۔ آپ اس کے مکان کی طرف متوجہ ہوئے جب قریب دروازہ مکان کہ شاہراہ پر تھا۔ پہنچے آپ نے ایک عصا زمین پر مارا اور فرمایا کہ یہاں کھود۔ اس نے جو کھودا۔ برتن اپنا بھرا اشرفیوں سے پایا۔ یہ دیکھ کر حیران ہوکر عرض کی کہ میں نے یہ برتن اپنی کوٹھری میں گاڑا تھا۔ راہ میں کیونکر آگیا۔ اس میں کیا بھید تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ سرالٰہی ہے۔ اس کا ذکر کرنا منع ہے۔ شاہ اعلیٰ نے اپنی خانقاہ میں چاہ تیار کرایا۔ مگر اس کا پانی کھاری نکلا جب خدام نے حضرت سے عرض کیا۔ تو اسی وقت ایک خادم درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین نے چند کاک تبرکات لاکر دیئے آپ نے ان کو

توڑ کر اپنے ہاتھ سے اس چاہ میں ڈالے اور فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ اب اس چاہ کا پانی چکھ کر دیکھو۔ پس حاضرین نے بموجب ارشاد کے پانی جو چکھا تو شربت ہوگیا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ شاہ منصور اور شاہ نور۔ دونوں نے روبرو حضرت کے قضا کی۔ اور شاہ محمد ابن شاہ منصور صاحب سجادہ ہوئے تھے اور حضرت ۸۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بعمر ایک سو بیالیس سال ۱۰۳۳ھ میں بعہد حضرت جہانگیر بادشاہ انتقال فرمایا۔ شیخ اللہ دیا نے تاریخ ولادت لفظ فیاض ۸۹۱ھ سے نکالی ہے اور تاریخ وفات ۱۰۳۳ھ (شیخ اعلیٰ) سے نکالی۔ بعد وفات کے کئی برس پیچھے استانی جی نے آپ کے روضہ کی عمارت تیار کرائی۔ لکھا ہے کہ جب چبوترہ بن کر تیار ہوا۔ ایک شب میر عمارت سے بحالت خواب فرمایا کہ چبوترہ بننے سے میری نعش کا صندوق شکستہ ہوگیا۔ ایک اینٹ اٹھا کر صندوق درست کر کے پھر نئے سرے سے چبوترہ بنا۔ میر عمارت نے صبح اپنا خواب استانی سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جیسا حضرت کا حکم ہے اسی طرح کرنا چاہیئے الغرض تمام روسائے شہر و ملازمان نواب مقرب خان اور جس نے سنا اسی طرح تمام خلائق پانی پت آپ کے مزار پر جمع ہوئی۔ چبوترہ مسمار کیا گیا۔ قبر کا پٹاؤ کھولا دیکھا۔ تو واقعی بائیں طرف کا تختہ ٹوٹا ہوا ہے۔ داہنا پیر پھیلا ہوا ہے۔ بایاں سکڑا ہوا ہے۔ کہ جس طرف اینٹ جا پڑی تھی۔ باقی یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ آرام فرماتے ہیں۔ اور آنکھیں وغیرہ تمام عضو درست ہیں۔ تمام خلائق زیارت نعش مبارک سے مشرف ہوئی۔ بعدہ تختہ صندوق کا درست کر کے پھر چبوترہ بنا۔ ان استانی کی کیفیت کہ جو کاتب الحروف نے اپنے بزرگوں سے سنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت جد امجد نور الدین جہانگیر بادشاہ نے اپنی کنیزوں میں سے ایک کنیز اپنے رضائی بھائی نواب مقرب خان کو جنہوں نے کسوٹی کے کھنبہ قلندر صاحب کی درگاہ چڑھاتے تھے۔ اور وہیں ان کا مقبرہ ہے اور اولاد سے شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کی تھے۔ ان کو عنایت کی۔ وہ بی بی نہایت عفیفہ اور قرآن شریف کی حافظہ تھیں۔ نواب اور ان کا تمام خاندان عطیہ سلطانی سمجھ کر ان کی عزت کرتا تھا۔ یہ نہایت پرہیزگار اور نمازی تھیں۔ یہ امرائے پانی پت کیرانہ کی لڑکیوں کی استانی تھیں۔ یعنی دختر نواب اور دختر دیوان عبد الرحیم اور دیگر لڑکیاں اس خاندان کی اور دیگر شرفا کی ان کے پاس آکر قرآن پڑھتی تھیں۔ زیور ان کے پاس بہت تھا۔ انہوں نے اس کو فروخت کر کے شاہ اعلیٰ صاحب کی درگاہ بنوائی اور کیرانہ میں درمیان دونوں درباروں کے چاہ اور حوض

اور مسجد عالی شان تیار کرائی۔ اسی مسجد کے صحن میں ان کی قبر ہے۔ اس پر سنگ مرمر کا تعویذ ہے وہ مسجد بھی استانی کی مسجد مشہور ہے۔ جو انجان ہیں وہ دربار کی مسجد کہتے ہیں۔

ذکر حضرت بایزید تبک زئی چشتی قدس سرہٗ

آپ مشائخ وقت تھے اور تربیت روحانیت شیخ بتک سے پائی۔ ایک روز سماع میں خوش وقت تھے۔ فرمایا کہ کوئی ہے کہ میرے روبرو آئے میں اس کو خدا سے ملاؤں۔ قبیلہ خویشگی سے شیر خان مجوزی و پائندہ مجوزی و صدر الدین توزی سن کر اٹھے اور آپ سے مصافحہ کیا۔ اسی وقت تینوں واصل حق ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب سماع سنتے تھے۔ یہی الفاظ فرماتے اسی طرح بہت سے واصل حق ہوتے، ایک بار آپ نے بموجب عادت کے یہی کلمہ فرمایا ایک شخص روبرو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو قابلیت نہیں۔ ایک روایت ہے کہ جب وہ مصافحہ کرنے اٹھا شیخ کے اور اپنے درمیان آگ سے بھری ہوئی دیکھی مصافحہ نہ کر سکا۔ آپ کی زوجہ سے روایت ہے کہ بعد نماز صبح مصلے پر بیٹھے ہوئے میں نے شیخ کو کبھی بصورت پیر کبھی بصورت جوان کبھی بصورت شیر غراں دیکھا ہے۔ پہلے صورت شیر میں دیکھ کر میں ڈری، میرا ڈرنا معلوم کر کے صورت اصلی میں ہو کر فرمایا کہ مت ڈر۔ شیران حق کے گھر شیر جنگلی نہیں آتا۔ ایک بار آپ سفر میں تھے۔ قریب اکبر آباد کے آدمی کی کھوپری پڑی تھی۔ آپ اس سے باتیں کرنے لگے۔ اس کی سرگذشت دریافت فرما کر اس کے واسطے دعا کی وفات حضرت کی ۱۰۳۵ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار قصور میں ہے۔ آپ کے تینوں خلفا کا ذکر حسب ذیل ہے۔

اوّل خلیفہ آپ کے شیر خان امجوزی تھے۔ ایک بار آپ چلے جاتے تھے کہ ہاتھی مست آتا تھا فیلبان نے کئی بار پکار کر کہا۔ کہ راستہ سے ہٹ جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ مست کو مست سے کچھ اندیشہ نہیں۔ جب وہ فیل مست قریب آیا۔ آپ کے روبرو سر زمین کے اوپر رکھا۔ آپ نے ہاتھ سے سر اٹھایا اور فرمایا۔ کہ اگر میں اس کا سر نہ اٹھاتا تو یہ تمام عمر سرنگوں رہتا۔ ایک بار ایک پیرزال آپ کی خدمت میں آئی۔ اور عرض کیا کہ اس بوڑھی کا ایک ہی لڑکا ہے۔ وہ لب دم ہے۔ اس کی شفا کی دعا کیجئے۔ آپ نے چندے تامل فرما کر ارشاد کیا۔ کہ اس کی عمر پوری ہو چکی۔ اب سوائے اس کے کچھ چارہ نہیں۔ کہ میں اپنی عمر اس کو دوں۔ یہ کہہ کر چادر اوڑھتے ہی لیٹ کر جان بحق تسلیم ہوئے ادھر اس پیرزال کے

لڑکے کو شفا ہوئی۔

مردان خدا خدا نباشد لیکن ز خدا جدا نباشد

دوسرے خلیفہ صدرالدین شیخ صدو کے مثل دیوانوں کے پھرا کرتے تھے۔ بچے آپ کے ہمراہ بہت رہا کرتے تھے۔ اور روٹیاں مانگا کرتے تھے۔ آپ اپنی بغل میں سے نکال نکال کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ یاروں کے ہمراہ چلے جاتے تھے۔ کہ مینہ بشدت آگیا۔ ہمراہی گھبرائے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ چنانچہ ان کے گرداگرد پانی برسا۔ وہ لوگ بچے رہے تیسرے خلیفہ شیخ پائندہ توزی تھے۔ جوان کے بچے ہوئے وضو کے پانی کو پیتا اولیا ہو جاتا۔

ذکر حضرت شیخ جان اللہ لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی صابری کے تھے علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے۔ اوائل میں بمقام لاہور طلبا کو درس کراتے تھے۔ جب جذبہ حقیقی نے اپنی طرف کھینچا ترک تعلیم کرکے طلب حق میں نکل کر تھانیسر آکر شیخ نظام الدین کے مرید ہوکر کار درویشی تمام کرکے ہمراہ مرشد حج کرکے بلخ میں آکر خرقہ خلافت لے کر پھر لاہور میں آئے۔ اور آپ کا شہرہ کرامات بلند ہوا۔ اور ہزاروں مرید ہوئے وفات حضرت کی نویں جمادی الثانی ۱۰۳۹ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت سید علی غواص ترمذی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی کے تھے اور اس وقت مرید ہوئے۔ جب شیخ ہند سے بلخ کو چلے ہیں۔ بہت دنوں خدمت مرشد میں رہ کر نعمتیں حاصل کر کے ملک یوسف زئی کی طرف رخصت ہوئے۔ وہاں ہزاروں آپ کے مرید ہوئے اور بہت سے خلافت یافتہ ہوئے چنانچہ مولانا درویزہ پشاوری اور ان کے فرزند شیخ عبدالکریم مرید ہوئے۔ صاحب مخزن الاسلام نے حضرت کی نہایت تعریف کی ہے کہ حضرت اپنے عہد میں غوث اعظم ثانی تھے۔ اور بلا مزامیر کے سماع سنتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۰۰ھ میں ہوئی مزار ملک یوسف زئی میں ہے۔

ذکر مولانا درویزی پشاوری چشتی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سید علی غواص کے تھے علوم ظاہری و باطنی

سے آراستہ برائے پردہ ولایت آپ طلباء کو پڑھایا کرتے تھے اور کفر اور شرک اور بدعت کو دور کرنے میں نہایت کوشاں تھے۔ آپ کی تالیفات سے مخزن اسلام زبان افغانی ہیں۔ نہایت معتبر ہے۔ کسی قدر ناتمام رہ گئی تھی۔ سو آپ کے فرزند شیخ عبدالکریم نے پوری کی۔ اور صاحب معارج الولایت کی اس پر شرح چڑھی ہوئی ہے۔ اپنے وقت میں عالم متبحر تھے وفات حضرت کی ۱۰۴۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید محمد مہدی بن سید یوسف جونپوری

آپ خلیفہ شیخ دانیال کے صاحب سکر اور مغلوب الحال تھے حالت سکر میں مثل بعض حضرات کے کہ کسی نے انا اللہ وانا الحق وانا سبحانی فرمایا۔ آپ لفظ انا مہدی فرمایا کرتے تھے۔ اور حالت محویت میں جو دعویٰ مہدیت کرتے تھے جب ہوش میں آتے اس سے تائب ہوتے جو جاہل کہ حالت سکر میں یہ کلام سنتے توبہ کو صحیح نہ جانتے تھے۔ آخر کو ایک گروہ مہدویہ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ آپ ان کو ہر چند منع فرماتے سمجھاتے کہ مجھ کو دعویٰ مہدیت نہیں۔ مگر بعض وقت جو زبان حضرت سے نکلا تھا۔ وہ اس کے ہی پابند تھے۔ اور حضرت کی مراد یہ نہ تھی کہ میں مہدی ہوں۔ بلکہ انا مہدی کے معنی ہادی مہدی ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۱۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حاجی گگن شوربانی قصوری قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے اوائل میں آپ کو تفرید اور تجرید اور تقویٰ بدرجہ کمال تھا۔ سات حج کئے اور نقاب ہمیشہ چہرہ پر ڈالے رہتے تھے۔ کہ نظر نامحرم پر نہ پڑ جائے۔ لیکن فتح یاب نہ ہوتا تھا۔ ہر چند کوشش کی بہت سے اولیاء سے ملتجی ہوئے مگر ساتویں مرتبہ جو حج کو گئے، وہاں جا کر خانہ کعبہ کے روبرو بہت گریہ وزاری کی کہ ہاتف غیب نے ندا دی۔ فتح باب تیرا شیخ عیسیٰ مشوانی کے پاس ہے۔ پس ہندوستان میں آکر شیخ عیسیٰ مشواتی کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ عیسیٰ مشرب ملامتیہ رکھتے تھے۔ اکثر شراب پیا کرتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر بداعتقاد ہوئے اور ان سے انکار کیا۔ شیخ عیسیٰ نے نور باطن سے معلوم کر کے باواز بلند کہا۔ تو جس کے پاس گیا۔ کشود نہ ہوا۔ آخر کعبہ سے معمور ہو کر میرے

پاس آیا اور ملاقات ہونے سے پہلے ہی پھر گیا۔ یہ امر عقل کے خلاف ہے۔ یہ سنتے ہی بصدق اعتقاد سر اپنا شیخ کے قدموں پر رکھا۔ اور بیٹھے۔ شیخ نے بوتل شراب کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اس کو اٹھا کر میرے پاس لا۔ انہوں نے کسی قدر تامل کیا۔ شیخ نے خود اٹھ کر بوتل اٹھا کر تمام شراب ان کے حلق میں ڈال دی۔ اسی وقت یہ بے خود ہو گئے۔ جب ہوش آیا۔ لباس اتار کر لباس محبت یعنی بقدر ستر عورت لباس اختیار کیا۔ اور دنیا اور اہل دنیا سے کم التفات کرتے تھے۔ سکر ہر وقت غالب رہتا تھا۔ سر اور داڑھی اور مونچھ اور پلکوں کے بال اکھاڑ ڈالتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ زینت دنیا ہے اس کو دور کرنا چاہیئے۔ حضور اور مجرد رہنا چاہیئے۔ سماع سے بہت ذوق رکھتے تھے۔ آگ سے بہت مشغول رہتے اور ہر وقت آگ روشن رہتی تھی۔ جو کچھ نذرانہ آتا۔ اس کو دھوئیں میں ڈال دیتے۔ ایک افغان بے اولاد آیا اور دعا چاہی کہ میرے گھر اولاد ہو فرمایا کہ پہلا لڑکا مجھ کو دے تو تیرے بہت سی اولاد ہو گی۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ قبول کرے گا۔ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا۔ اس افغان نے اس لڑکے کو لا کر شیخ کی نذر کیا۔ آپ نے اس بچہ کو لے کر آگ میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر وہ افغان بہت پشیمان ہوا۔ اور کہا کہ میں اس کو جلانے کے واسطے نہ لایا تھا۔ آگ میں سے نکال کر مجھ کو دے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرے پسر کو جلایا نہیں۔ اپنے گھر جا اس کو اس کے گہوارے میں پاوے گا۔ جب وہ اپنے گھر گیا۔ اپنے بچہ کو گہوارہ میں پایا۔ لکھا ہے کہ بسبب غلبہ جلال کے آگ بھی مظہر جلال الٰہی ہے ہر وقت روشن رکھتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۳ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قصبہ قصور میں ہے۔ بعد وفات شیخ جس کی کچھ حاجت ہوتی ہے۔ وہ بصدق دل نیت کرتا ہے۔ کہ جب میری مراد پوری ہو گی۔ آگ روشن کروں گا۔ چنانچہ بعد حصول مدعا شب جمعہ کو آگ روشن کرتے ہیں۔ پس آگ ہی حضرت کی نیاز مانی جاتی ہے۔

ذکر حضرت شیخ حاجی عبدالجلیل چشتی لکھنوی قدس سرہٗ

آپ کا طریق اویسی تھا۔ ظاہراً کسی سے بیعت نہ کی تھی۔ روحانیت خواجہ بزرگ قدس سرہ سے تربیت پائی اور شجرہ جو اپنے مریدوں کو دیتے۔ بعد اسم مبارک خواجہ اپنا نام تحریر فرماتے اور اپنی تالیفات میں خود لکھا ہے۔ کہ وفات میری ۱۰۴۲ھ میں ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ذکر حضرت شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت شیخ مخدوم الملک عبداللہ انصاری کے فرزند اور مرید شیخ نظام الدین بلخی صابری کے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت بھی ہمراہ شیخ کے بلخ میں رہے۔ بعد انتقال اپنے والد کے لاہور میں آکر ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے۔ نہایت بابرکت اور صاحب کرامت تھے۔ آپ نے دو حج کئے ایک ہمراہ والد کے دوسرا پا پیادہ معہ چند مریدوں کے راہ خشکی سے۔ پس اس سفر میں ایک بار راہ گم کر گئے۔ ایسی جگہ پہنچے۔ کہ جہاں پانی نہ تھا۔ یاروں پر تشنگی غالب آئی۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ کہ ایک تیتر آپ کے سر پر سے بولتا ہوا گزرا سمجھے ضرور کہیں پانی ہے۔ یہ سمجھ کر چند قدم چلے تھے کہ چشمہ پانی کا ملا۔ سب نے غسل کیا۔ اور فرمایا کہ آج سے جو ہمارا مرید ہو تیتر کو نہ مارے۔ اس روز سے آپ کے سلسلہ میں تیتر کا گوشت منع ہے۔ ایک روز حاجی صاحب اپنی خانقاہ سے قریب باغ زیب النساء بیگم دختر حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے تھی۔ برائے فاتحہ مزار پیر زہری پر جاتے تھے ایک شخص شبرا نام ریشم باف ملا۔ اور وہ دن بھی عرفہ عیدالاضحیٰ کا تھا۔ شبرا بولا۔ کہ آج دن حج کا ہے وہ لوگ بڑے طالع ور ہیں۔ جو طواف کعبہ کا کرتے ہوں گے۔ افسوس ہے کہ ہم اس دولت سے محروم ہیں یہ سنتے ہی فرمایا۔ کہ اگر تو بھی چاہتا ہو کہ میں حاجیوں کے ساتھ شریک ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر کے میرے پیروں پر اپنے پیر رکھ۔ اس نے بموجب حکم آنکھیں بند کر کے اپنے پیر حضرت کے پیروں پر رکھے جب آنکھیں کھولیں تو اپنے کو ہمراہ شیخ جبل عرفات پر پایا اور اچھی طرح رسومات حج ادا کئے اور اسی طریقہ سے پھر لاہور میں آیا۔ آپ کی تصنیفات سے اسرار عجیبہ جواذکار و اشغال چشتیہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور شرح فصوص الحکم فارسی بھی مشہور کتاب ہے وفات حضرت کی ۱۰۴۵ھ میں بتاریخ ۲۷ رجب بمقام لاہور ہوئی۔ اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ شیخ یحییٰ اور سداللہ نور اور عبدالحق اور اعلیٰ حضور ان میں شیخ یحییٰ نہایت باکمال اور صاحب حال وقال ہوئے ہیں۔ ہزاروں آپ کے مرید تھے۔ ایک بار ایک چور کہ نام اس کا خیر و تھا۔ وہ ہزنی بھی کرتا تھا۔ موضع سیدوالہ سے بارادہ چوری لاہور میں آیا۔ اور بہت کوشش کی۔ کہیں موقع نہ لگا۔ آخر خانقاہ شیخ یحییٰ میں آکر نقب لگائی اور شیخ کے دو بیل کھول کر راہ نقب سے لے کر باہر آیا۔ اسی وقت اندھا ہو گیا۔ پھر اندر خانقاہ کے گھسا۔ بینا ہو گیا۔ جب یہ باہر آیا۔ نابینا ہوا۔ کئی بار ایسا ہوا۔ آخر مجبور ہو کر جہاں سے بیل

کھولنے تھے وہیں باندھے اور ایک کونہ میں بیٹھ رہا۔ جب صبح ہوئی۔ خادمان خانقاہ نے شب کا ماجرا عرض کیا۔ اور اس چور نابینا کو روبرو لے گئے۔ اس نے تمام کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ اس وجہ سے واجب الرحم ہے اور اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر پھیرا۔ اسی وقت بینا ہوا اور چوری سے توبہ کر کے مرید ہو کر کمال کو پہنچا۔

ذکر حضرت شیخ الہ داد نوری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے پیر کبار کی تھے۔ نہایت متوکل اور ہمیشہ حجرہ میں معتکف رہا کرتے تھے۔ کسی کی شادی غمی میں شریک نہ ہوتے تھے۔ اور ہمیشہ حجرہ بند رہتا تھا اور اخوند سید شور یانی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے دعا کی۔ الٰہی میری اولاد زیادہ ہو گئی ان میں کوئی شقی کوئی متقی ہو گا امیدوار ہوں کہ سب کو بخش دے آواز آئی کہ کمان ہاتھ میں لے کر تیر چھوڑ جتنے قدم پر تیر پڑے گا۔ اتنی پشت کو بخشا۔ آپ نے کمان سے جب تیر چھوڑا۔ چار قدم پر جا گرا۔ معلوم ہوا کہ چار پشت کی بخشش ہوئی۔ وفات حضرت کی ۹۱۰ھ میں ہوئی۔ مزار قصور میں ہے۔

ذکر حضرت ملک محمد جانسی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ اللہ داد کے اور وہ خلیفہ محمد مہدی کے وہ خلیفہ شیخ دانیال کے وہ خلیفہ سید راجی حامد شاہ کے وہ مرید شیخ حسام الدین مانک پوری کے کہ خاندان نظامیہ میں مشہور مشائخ گزرے ہیں۔ اور لقب آپ کا محقق ہندی تھا۔ آخر عمر میں آپ کبڑے ہو گئے تھے ایک بار بحضور اکبر اعظم آئے۔ شہنشاہ نے ان کی ہیئت کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ آپ نے کہا کہ اے بادشاہ ظرف پر تبسم کیا یا کمہار پر۔ بادشاہ نے آپ کی فطانت پر آفریں کی۔ ہندی زبان میں آپ کی تالیفات بہت ہیں۔ مثل پدماوت۔ دھونی نامہ ولوستی نامہ وغیرہ۔ اور وفات حضرت کی ۹۴۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مخدوم شیخ عبد الرشید جونپوری قدس سرہٗ

لقب آپ کا شمس الدین فیاض تھا اور مرید اپنے والد شیخ مصطفےٰ عبدالحمید عثمان کے اور وہ مرید شیخ محمد بن شیخ نظام الدین انبیٹھی کے وہ مرید شیخ معروف جونپوری کے وہ مرید شیخ اللہ داد شارح کافیہ وہدایہ کے وہ مرید راجی حامد شاہ کے اور شیخ طیب سے دوسرے سلسلہ میں اجازت یافتہ تھے۔ پہلے درس تدریس

فرماتے تھے۔ بعدہ وہ چھوڑ کر کتب ہائے معرفت کا مطالعہ کرنے لگے۔ عربی زبان سے بہت شوق تھا۔ اور شیخ محی الدین کے اسرار مخلوقات پر عمدہ شرح تحریر کی۔ ذکر جہر بہت کرتے تھے۔ سماع میں بہت وجد ہوتا تھا۔ اور ایک کتاب رشیدیہ اور زبدۃ السالکین و مقصود الطالبین اور ایک دیوان آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ شمسی تخلص کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میر سید احمد گیسو دراز کالپوری قدس سرہٗ

آپ پسر و مرید سید محمد کے اور عاشق

نام پاک میر سید محمد گیسو دراز کے ان کی متابعت میں آپ نے بھی گیسو دراز کیئے۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ہندی اور فارسی زبان میں شعر فرماتے تھے اور مسائل توحید و مقدمات شیخ محی الدین بن عربی کے اوپر علانیہ تقریر دلپذیر کرتے۔ بعد ادائے فرض با آواز بلند کلمہ توحید نو بار فرماتے شاہجہان پور کے لوگ جو سلسلہ نقشبندیہ کے تھے مقابلہ اور مناظرہ کیا کرتے تھے۔ مگر جو مناظرہ کو آتا اس کی تسکین فرما دیتے۔ آپ کی تصنیفات سے جوامع الکلم اور مشاہدات ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا تقی الدین اودی

آپ مرید خاندان شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے۔ نہایت متقی دن بھر جنگل میں بعبادت مشغول رہتے۔ شب کو تھوڑی دیر گھر میں ٹھہر کر پھر باہر آجاتے۔ ابدال آپ کے پاس آتے تھے۔ بلکہ انہوں نے ایک بار چاہا کہ آپ ہمارے ہمراہ رہیں۔ آپ نے اہل و عیال کا عذر کر کے منظور نہ کیا شیخ افق الدین پسر بزرگ شیخ نور قطب عالم کہ نہایت بزرگ و متواضع و صاحب حالت تھے۔ شیخ الور برادر خورد شیخ نور کہ نہایت سخی اور مہمان نواز تھے۔ شیخ حسام الدین لکھتے ہیں۔ بندہ نے مخدوم زادہ سے پوچھا کہ عشق کیونکر ہوتا ہے فرمایا کہ جب آنکھ کھول کر دیکھے معلوم کرے کہ دوست آتا ہے یا اس کا پیام آتا ہے۔ ہر وقت اسی کے خیال میں رہے ورنہ کیوں آنکھیں کھولیں۔

ذکر حضرت شیخ ابوسعید چشتی صابری گنگوہی بن شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس قدس اسرارہم

یہ حضرت نواسے شیخ بندگی جلال الدین تھانیسری کے تھے۔ چند مدت اپنے جمال حال کو کسوت سپہ گری میں پوشیدہ رکھا جب عشق کا غلبہ ہوا۔ تو اپنے نانا شیخ جلال کے مرید ہوئے۔ چونکہ کبر سن اور فنائے احدیث میں مستغرق رہتے تھے۔ کار مشیخت شیخ نظام الدین تھانیسری کے سپرد تھا۔ آپ کو بھی ان کے حوالہ کیا۔ کہ تم ان کو تربیت دو۔ پہلے آپ نے ذکر نفی اثبات کا شروع کیا تھا۔ بعدہ ایک مدت کے جب ریاضت شاقہ کی اور مجاہدہ کیا۔ انوار جبروتی و ملکوتی رونما ہوئے چونکہ ہمت عالی رکھتے تھے۔ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ کہ طلب شہود وذات رکھتے تھے اب جاننا چاہیئے کہ نور تین قسم پر ہے جو صفت جلال سے ظاہر ہوتا ہے۔ برنگ آفتاب یا برنگ طلا یا برنگ آتش دکھائی دیتا ہے۔ جو بصفت جمال ظاہر ہوتا ہے۔ برنگ ماہ یا نقرہ یا پانی جلوہ گر ہوتا ہے۔ تیسرا نور ذات منزہ ہے۔ صفات سے اس کو سوائے اولیائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ حضرت کو توجہ اس نور کی طرف تھی۔ الغرض جب شیخ نظام الدین طرف عرب کے روانہ ہوئے اور حضرت گنگوہ شریف میں ریاضت اور عبادت میں مشغول رہے اور جنگلوں میں سراسیمہ پھرا کرتے تھے۔ ایک روز روضہ قطب عالم بندگی شیخ عبدالقدوس پر بیٹھے تھے اور مفارقت پیر میں رو رہے تھے۔ کہ قبر کے اندر سے آواز آئی۔ کہ ابوسعید اگر طالب خدا ہے۔ تو بلخ کو جا۔ آپ تین شب روضہ شیخ پر رہے تینوں شب یہی صدا سنی۔ اور ایک شخص انجان آیا۔ اس نے کہا۔ کہ اگر بلخ کا راستہ معلوم نہیں۔ تو میں چلتا ہوں۔ اور ان کو گھوڑے پر سوار کر کے لے چلا۔ جس منزل پہ پہنچتے تھے۔ وہاں نہایت مدارات ہوتی تھی کہتے ہیں وہ شخص روحانیت شیخ تھی۔ جب بلخ سے تین کوس رہے۔ تو شیخ نظام الدین کو بشارت ہوئی۔ کہ ابوسعید آتا ہے۔ میری امانت اس کے حوالہ کرنا۔ جب یہ خانقاہ شیخ میں پہنچے۔ تین روز امیرانہ دعوت اور مدارات کی۔ چوتھے روز ان کو گوشہ میں لے جا کر نوازش ان کے جد کی اور کل کیفیت بیان کی۔ اور شغل سہ پایہ تلقین فرمایا الغرض بارہ برس مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ ایک روز فرمایا۔ کہ تمہارے اعمال اور اشغال نے تم کو تعجب میں ڈال رکھا ہے۔ اب

چاہیئے کہ کتوں کی خدمت کیا کر۔ آپ چند روز شکاری کتوں کی خدمت میں مصروف رہے ایک روز کتوں کو نہلانے جلاتے تھے۔ کہ بارش ہونے لگی۔ سامنے سے ایک اور کتا آگیا۔ اس پر ان شکاریوں نے حملہ کیا۔ آپ نے روکا۔ پھر پھسل کر کیچڑ میں گر پڑے۔ اس وقت رو کر کہا۔ کہ الٰہی ایک بندہ تیرا شیخ نظام الدین ہے۔ کہ دنیا اس کے پیر دھو دھو کر پیتی ہے۔ ایک میں ذلیل اور خوار ہوں اسی وقت عنایت الٰہی ہوئی کہ چودہ طبق روشن ہو گئے۔ بعد تربیت و تکمیل کے ہندوستان میں مقام گنگوہ شریف ہدایت خلق میں مشغول ہوئے سواطع الانوار سے روایت ہے کہ ایک شخص منکر حال درویشاں آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ میں طلب خدا میں آیا ہوں مگر قوت ریاضت و مجاہدہ نہیں رکھتا۔ چاہتا ہوں کہ نظر کیمیا اثر سے مجھ کو خدا تک پہنچا دیجئے۔ آپ نے عصا ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ کہ میں طالب خدا کو تین ضرب میں خدا رسیدہ کرتا ہوں۔ اور اس کے سر پر عصا مارا کہ عالم ملکوت اس پر منکشف ہوا۔ دوسرا عصا مارا عالم جبروت کھل گیا۔ تیسرا عصا مارا عالم شہود سے بہرہ ور ہوا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تین روز مست اور بے خود رہا۔ جب ہوش آیا۔ مرید ہو کر صاحب کمال ہوا۔ اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت غسل فرما رہے تھے۔ اور شیخ محمد صادق سر مبارک پر پانی ڈال رہے تھے۔ ان کو ایسا معلوم ہوا کہ جو پانی کا قطرہ جسم مبارک سے نیچے زمین پر گرتا ہے۔ بصورت امرد صاحب جمال ہو کر آسمان کو اڑ جاتا ہے۔ پھر نہیں دکھائی دیتا۔ پس بعد انفراغ غسل کے شیخ محمد صادق نے یہ کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے عالی مرتبہ فرمایا اور اس معاملہ کی احسن طور پر شرح فرمائی۔ عمر حضرت کی دراز ہوئی ہے۔ جب آخری وقت قریب ہوا۔ اس وقت تبرکات پیران اور سجادگی بندگی۔ شیخ محمد صادق کو مرحمت فرما کر اسم اعظم تعلیم فرمایا۔ وفات حضرت کی یکم یا دوسری ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۱۰۴۹ھ لکھا ہے۔ خلفا آپ کے بہت ہوئے۔ مگر جو مشہور ہیں یہ ہیں۔ بندگی شیخ محمد صادق کہ جن کا ذکر آوے گا۔ دوسرے شیخ ابراہیم رامپوری قدس سرہ کہ نہایت فقر اور فنا میں موصوف تھے۔ اور زہد اور ریاضت میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ ہمیشہ فنائے احدیت میں مستغرق رہتے اور محبت اہل بیت میں بے اختیار تھے۔ جن دنوں میں حضرت بمقام سید پور علاقہ کرنال میں مقیم تھے۔ چارپائی پر نہ سوتے تھے لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بعض سادات اس مقام کے ایسے ہیں کہ ان کو چارپائی میسر نہیں وہ زمین پر سوتے ہیں

میں چارپائی پر قدم رکھوں۔ نہایت ترک ادب ہے اور آپ ہمیشہ دن کو باغ سید پور میں مشغول رہتے جب باغ میں پھل آتے۔ اطفال سادات ان پر پتھر مارتے ثمر جھاڑتے اگر آپ کے جسم پر پتھر بھی لگ جاتا۔ تو اس کو سعادت سمجھتے۔ آخر جب بہت ہی تنگ ہوئے بچوں سے نہ کہا کہ نہ کھاؤ۔ مگر درختوں سے فرمایا۔ کہ مجھ کو ادب سادات ہے۔ ان سے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس روز سے ان درختوں میں پھول تو آئے مگر ثمر نہیں آئے اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ آپنے روحانیت حضرت بو علی قلندر سے تربیت پائی۔ اور نہایت خصوصیت اور حضوری تھی۔ آپ کے فضائل ظاہر ہیں۔ کہ شیخ محمد دہلوی شاہباز آپ کی تربیت میں رہے۔ مزار شریف رام پور میں ہے۔ تیسرے خلیفہ شیخ محب اللہ صدیقی صدر پوری تھے۔ کہ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوکر طلب حق میں گھر سے نکل کر اکثر مشائخین وقت سے ملے۔ مگر مدعا حاصل نہ ہوا۔ آخر دہلی میں آکر روضہ مقدسہ حضرت خواجہ قطب الدین پر معتکف ہوتے۔ حضور نے معاملہ میں فرمایا۔ کہ سلسلہ شیخ صابر علی کا گرم ہے۔ گنگوہ میں ابوسعید کے پاس جا۔ بحکم خدا گنگوہ میں آکر شیخ ابوسعید جی کے مرید ہوئے۔ شیخ نے اپنے خادم مجاہد کو فرمایا۔ کہ تجدید وضو کر کے دوگانہ ادا کر کے گوشہ میں بیٹھ کر استعداد محب اللہ کو دیکھ کر اس کے موافق تربیت کی جاوے۔ جب انہوں نے مراقبہ کر کے دیکھا۔ اور عرض کیا کہ مناسبت ولایت موسوی سے ہے۔ مراۃ الاسرار سے نقل ہے۔ کہ شیخ محب اللہ برائے زیارت روضہ شیخ احمد عبدالحق کے ردولی آئے۔ میرے مکان پر قیام کیا میں بھی وہیں موجود تھا۔ وہاں سے شہر پٹنہ میں میر سید عبدالحکیم سے کسب فضائل کیا۔ بعدہٗ الہ آباد میں مسکن گزین ہوئے۔ پہلے فقر فاقہ پیش آیا۔ آخر کشائش ہوئی اور ہزاروں مرید ہوتے۔ آپ بیس برس الہ آباد میں رہے۔ بہت سے آپ کے خلیفہ ہوئے۔ سو وفات حضرت کی ۹ رجب بروز پنجشنبہ بوقت غروب آفتاب ۱۰۵۸ھ میں ہوئی۔ مزار الہ آباد میں ہے۔ آپ نے ایک پسر خوردسال تاج الدین چھوڑا تھا۔ تیسرے خلیفہ شیخ خواجہ پانی پتی اور چوتھے خلیفہ شیخ حبیب اللہ پانچویں خلیفہ شیخ ابراہیم سہارنپوری تھے۔

ذکر حضرت بندگی شیخ محمد صادق گنگوہی

یہ حضرت خلیفہ اور برادر زادہ شیخ ابوسعید کے تھے اور سماع نہایت زور شور سے سنتے تھے۔ اس وقت جس پر نظر پڑ جاتی تھی۔ تجلی ذات اس پر پرتو فگن ہوجاتی تھی

اور حضرت نہایت خوبصورت تھے روحانیت حضرت رسول مقبول علیہ السلام سے نہایت عقیدت تھی۔ اور جو شخص آپ کے پاس آتا جب تک بیٹھا رہتا۔ ماسوا دل برداشتہ رہتا تھا۔ ایک بار آپ عمدہ کپڑے پہن کر بروز عید برآئے۔ آداب کورنش اپنے عم بزرگ شیخ ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے ان کا جمال دیکھ کر فرمایا۔ کہ میں اپنی ولایت کا نور اس پسر کی پیشانی میں چمکتا ہوا دیکھتا ہوں اور ان کے قلب کو کشش کیا۔ اور آخران کو شوق نام الٰہی ہوا۔ مرید ہو کر ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار آپ بازار سہارنپور میں چلے جاتے تھے۔ ایک مہاجن پر نظر پڑی۔ اس نے جو پھر کر حضرت کو دیکھا۔ فریفتہ جمال ہو کر قدموں پر آپڑا۔ اور مسلمان ہو کر مرید ہوا۔ آپ نے اس کا نام شیخ عبدالسلام رکھا کہ سماع میں ان کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ ایک بار آپ سیر کرتے ہوئے بمقام جگن ناتھ پہنچے۔ بازار کی سیر کر رہے تھے کہ ایک بت سنگین کو دیکھا۔ کہ ہنود اس کی پوجا کر رہے ہیں شیخ بھی محو تماشا ہو گئے۔ کہ وہ بت آپ سے ہم کلام ہوا۔ اور آپ کی تعریف کی یہ کشف دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہوئے۔ بعض مرید ہوئے۔ لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق آپ کا ایک مرید گاؤں میں رہتا تھا۔ اور نا کتخدا تھا۔ شیخ بھی اس کے مکان میں سیر کناں تشریف لے گئے۔ اور اس سے فرمایا کہ چند دانے انبہ لا۔ چونکہ فصل ہو چکی تھی وہ نہایت تلاش سے چھ دانے ثابت اور ایک کترا ہوا لایا۔ آپ نے ان کو نوش فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری منکوحہ سے تم کو چھ پسر سالم ایک ناقص عطا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چھ پسر اچھے اور ایک گونگا پیدا ہوا۔ بعد چند روز کے شیخ پھر اس دیہہ میں تشریف فرما ہوئے اہل دیہہ شیرینی لے کر آئے۔ تمام بچے گاؤں کے جمع ہوئے شیرینی تقسیم کی۔ عبدالحق کے چھیوں سالم بچوں نے گونگے کی شیرینی چھین لی۔ اس نے غل و شور کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا غل ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ عبدالحق کے اچھے بچوں نے گونگے کی شیرینی چھین لی فرمایا۔ اس کو ہمارے روبرو لاؤ جب وہ پاس پہنچا۔ اپنا لب اس کے منہ سے لگایا۔ اسی وقت گویا ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۸ محرم ۹۵۸ھ میں ہوئی مزار گنگوہ میں ہے آپ کے خلفا میں سے آٹھ مشہور ہیں۔ شیخ محمد داؤد کہ فرزند بزرگ تھے۔ دوسرے شیخ محمد گنگوہی کہ فرزند دوم تھے۔ باکمال اور صاحب سلسلہ گزرے تھے تیسرے شیخ ابراہیم مراد آبادی چوتھے شیخ عبدالسبحان سہارنپوری پنجم شیخ عبدالجلیل الہ آبادی۔

چھٹے شیخ جمال ساکن موضع کا چھو۔ ساتویں شیخ مبارک تربیت یافتہ۔ شیخ ابو سعید کے تھے انہوں نے بہت کچھ ریاضت اور مجاہدہ کئے۔ حج کئے۔ تمام جہان کی سیر کی۔ مگر کشود کار نہ ہوا۔ آخر بخدمت شیخ محمد صادق حاضر ہوئے اور چندے مشقت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور صاحب سلسلہ ہوئے۔ ان کے مزار کا کچھ پتہ نہ لگا۔ آٹھویں خلیفہ شیخ یوسف کران کو بھی خرقہ خلافت بلیش گاہ شیخ ابو سعید سے تھا۔ اور انہوں نے شیخ نظام الدین تھانیسری کو بھی دیکھا ہے۔ ہر روز چالیس ہزار مرتبہ ذکر جہر کرتے تھے اور بہت گداز طبع تھے۔ مگر کشود کار نہ تھے۔ آخر شیخ محمد صادق سے بیعت کی اور اولیائے روزگار ہو کر بمقام سمانہ علاقہ کرنال میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ محمد داؤد بن شیخ محمد صادق گنگوہی

آپ خلیفہ اور صاحب سجادہ بھی تھے کہ حال قوی ہمت اور مجاہدہ میں یگانہ روزگار تھے۔ مراۃ الاسرار حضرت کے عہد میں تالیف ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت کو اوائل عمر میں طلب حق دامنگیر ہوئی اور آپ کے والد نے حسب الامر حضرت رسول مقبول آپ کی تربیت شروع کی۔ اور حضرت ریاضت و مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے اور جو تجلی کہ رونما ہوتی تھی۔ عالی ہمتی سے اس پر قناعت نہ کر کے مشاہدہ ذات رب الجلیل میں قدم آگے رکھتے۔ اور موجب تلقین پدر خود اذکار و اشغال اور مجاہدہ میں مشغول رہتے پھر دن چڑھے تک ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ کرتے۔ اقتباس سے نقل ہے کہ شیخ داؤد ہمیشہ گیارھویں ربیع الاول کو عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت کے پاس کچھ خرچ نہ تھا۔ اپنے خلیفہ شیخ سوندھا سے فرمایا کہ کسی مہاجن سے کچھ قرض لو تا کہ عرس غوث پاک کیا جاوے۔ یہ فرما کر برائے قیلولہ گھر میں جا کر استراحت فرمائی بیدار ہو کر شیخ سوندھا صاحب کے حجرہ میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اب قرض نہ لینا۔ غوث پاک نے خود مجھ کو خرچ عرس عنایت کیا۔ شیخ سوندھا نے مفصل حال اس کا دریافت فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں سو گیا تھا معلوم ہوا۔ کہ غوث پاک تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ یہ پڑیا لے کر عرس کر اس میں گیارہ روپیہ اور ایک اشرفی ہے۔ جب میں بیدار ہوا۔ وہ پڑیا اپنے پاس رکھی ہوئی پائی۔ دیکھا تو اشرفی اور گیارہ روپیہ اس میں پائے۔ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے آپ کے ہاں بہت تنگی رہتی تھی جس روز سے غوث پاک نے یہ عطیہ مرحمت فرمایا۔ نہایت کشائش

ہوتی اور فتوحات بدرجہ غایت ہونے لگا۔ نقل ہے کہ آپ نے ایک مرید کو چلہ میں بٹھایا جب چلہ پورا ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ کہ میں نے چالیس روز کچھ نہیں کھایا۔ حضرت نے فرمایا۔ کیوں جھوٹ بولتا ہے جو تو نے کھایا میں جانتا ہوں جس درخت کے پتے تو نے کھائے ہیں۔ میں اس سے گواہی دلوا سکتا ہوں اور اس درخت کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ گواہی دے اس درخت نے فصیح زبان سے گواہی دی۔ اور وہ مرید شرمندہ ہوا۔ اور اپنا قصور معاف کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ تجدید بیعت کر کہ بسبب دروغ کے تیری بیعت بھی کاذب ہوئی۔ شیخ سوندھا خلیفہ آپ کے فرماتے ہیں کہ ایک درویش آیا اور حضرت سے سوال کیا۔ کہ فقیر باخدا کب ہوتا ہے آپ نے ارشاد کیا کہ جب فقر کا فقر تمام ہوئے اور حالت اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللہُ حلوہ نما ہو۔ پھر اس نے پوچھا کہ بندہ لائق اطلاق اسم خدا کے کس کسب سے ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ ایک ہے جب بہت اللہ اللہ کہتا ہے اور اپنے کو فراموش کرتا ہے بلکہ خود نہیں رہتا۔ نقل ہے کہ آپ کے ہاں ایک مور پلا ہوا تھا۔ آپ اس کو بہت دوست رکھتے تھے۔ دانہ پانی اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔ جب آپ کا انتقال ہوا اور جنازہ دروازہ سے باہر نکلا وہ مور دروازہ کے ایک درخت پر بیٹھا تھا فریاد کرنے لگا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔ نقل ہے کہ ایک روز نواب سعد اللہ خان وزیر حضرت صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ نے کہ عالم متبحر اور یگانہ روزگار تھے۔ بخدمت حضرت سلطان عرض کیا کہ شیخ داؤد گنگوہی علم ظاہر چنداں نہیں رکھتے تھے اور علم باطن میں معلوم نہیں کہاں تک رسائی ہے اگر حکم ہو تو ان کی آزمائش کروں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ مجھ کو ان کے علم میں کچھ شک نہیں۔ مگر بہتر ہے تم بھی اپنا شک مٹالو حضرت بتقریب عرس حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ حاضر تھے۔ نواب مذکور بھی بحیلہ زیارت مزار پر انوار خواجہ پر پہنچا حضرت سے مل کر بحث مقدمات علمیہ شروع کی۔ آپ نے روحانیت حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی معًا ارشاد ہوا۔ کہ بابا داؤد میں نے تجھ کو بحر مواج کیا۔ جو یہ سوال کرے جواب شافی دے پس سعد اللہ خان نے سولہ سوال کئے۔ حضرت نے سب کے جواب شافی دیئے۔ یہ کرامت دیکھ کر حضرت کو خزینہ العلوم سمجھ کر بکمال عجز و نیاز پیش آیا۔ اور رخصت ہو کر خدمت شاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ شیخ مدرسہ الٰہی کا تعلیم یافتہ ہے ان کے سینہ میں جملہ علوم موجزن ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا۔ الحمد للہ کہ میں تو بقدر اپنے حوصلہ کے ان کے کمال سے واقف ہوں مگر تم بھی واقف ہوئے اور لکھا ہے کہ شاہزادہ داراشکوہ قادری قدس سرہ کو حضرت سے باکمال محبت تھی۔ جب حضرت دہلی تشریف لے جاتے تھے۔ دولت سرائے شہزادہ پر قیام

پذیر ہوتے اور دونوں بزرگوار برابر دو مصلے بچھاکر مشغول رہتے۔

نقل ہے کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ۱۰۶۸ھ میں سریر آرائے تخت شاہنشاہی ہوئے۔ بعض دشمنان خاندان چشتیہ نے شاہ سے شکایت کی کہ شیخ داؤد رات دن بدعت اور سماع میں مشغول رہتا ہے۔ متابعت شرع شریف سے بالکل منحرف ہے۔ دارا شکوہ کا ہم صحبت اور دوست ہے یہ سن کر بادشاہ نے حضرت کی طلبی میں فرمان جاری کرایا۔ حضرت حسب طلب شاہ دہلی پہنچے۔ شاہ نے ملا عبدالقوی کو کہ دشمن فقراء تھا۔ برائے بحث بھیجا اس نے حضرت کے پاس آکر مسئلہ سماع کا استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر از روئے ظاہری پوچھتا ہے تو السماع لاہلہ مباحٌ یعنی جو اہل ہے اس کو سماع مباح ہے۔ میں آپ لائق سننے سماع کے جانتا ہوں اگر از روئے باطن دریافت کرتے ہو تو تم پر ظاہر ہو جائے گا پس جو قوال ہمراہ تھے ان سے ارشاد فرمایا کہ کچھ کہو۔ انہوں نے قوالی شروع کی۔ شیخ مست جام توحید ہوئے اور ملا سے فرمایا کہ اے جاہل میں خود صاحب شرع ہوں۔ مجھ سے دلیل اباحت سماع دریافت کرتا ہے۔ یہ فرماتے ہی ملا کو تمام علوم فراموش ہوئے۔ جاہل محض ہو گیا۔ گریہ وزاری شروع کی اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھا اور عفو تقصیر چاہا۔ شیخ کو بھی اس پر رحم آگیا۔ اور فرمایا کہ تو ملک العلماء اور مفتی ہے فقیروں کو کیوں تکلیف دیتا ہے پس جو بھول گیا یاد آگیا اور صدق دل سے مرید ہوا۔

صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ جب وقت آخری قریب پہنچا تین روز پہلے اپنے چھوٹے بھائی شیخ محمد سے فرمایا۔ کہ تابوت میرے واسطے آراستہ کر تین شب سے رسول مقبول کو دیکھتا ہوں کہ فرماتے ہیں کہ داؤد جلد میرے پاس آ۔ پس حسب الامر شیخ کے تابوت تیار کیا۔ شب پنجم ماہ رمضان شہود عالم الاطلاق نے حضرت پر غلبہ کیا۔ حالانکہ امراض جسمانی سے کوئی لاحق حال نہ تھا۔ قوالوں کو طلب کر کے قوالی شروع کرائی۔ بوقت صبح چھٹی رمضان کو تبرکات پیران چشت اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کئے اور فرمایا کہ یہ امانت شیخ سوندھا کی ہے۔ میرے بعد اس کے حوالے کرنا اور جان اطہر کو مشاہدہ جاناں میں تسلیم کر کے با دوست یک رنگ ہوئے۔ بعض نے سن وفات ۱۱۰۵ھ لکھے ہیں۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ اول شیخ سوندھا پسر شیخ عبدالمومن قدس سرہ کہ اولاد سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھے۔ آپ کے والد بھی صاحب دستگاہ اور قصبہ سفیدوں کہ پانی پت سے چودہ کوس جانب غرب ہے۔ متوطن تھے۔ اور حکام بادشاہی سے تھے۔ شیخ سوندھا دو برادر تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی نے روبرو والد کے وفات

پائی اور حضرت زیر تربیت اپنے والد کے رہے۔ جب سن تمیز کو پہنچے۔ کار درویشی میں مشغول ہوئے
چندے اپنے کمال کو کسوت سپہ گری میں پوشیدہ رکھا۔ اسی عرصہ میں پانی پت میں آپ کا نکاح ہوا
بعد چند روز کے آپ کی منکوحہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت کلیہ تعلقات صوری سے خلاصی
حاصل ہوئی اور تمام علائق سے مجرد ہو کر طلب مرشد حقیقی میں نکلے۔ پہلی منزل پانی پت میں ہوئی۔
اور جوار روضہ حضرت شیخ جلال کبیر الاولیاء میں اترے۔ نماز عشاء سے فارغ ہو کر آرام فرمایا۔ شیخ
جلال الدین کو معاملہ میں دیکھا کہ تشریف لا کر ہاتھ پکڑا۔ اور شیخ محمد داؤد کی صورت دکھائی اور فرمایا
کہ یہ تیرا پیر ہے۔ داؤد نام ہے۔ قصبہ گنگوہ ہی میں اس کا مکان ہے وہاں جا اپنے مطلب کو پہنچے گا۔
جب حضرت بیدار ہوئے صورت شیخ داؤد کو لوح سینہ پر منقش دیکھا۔ صبح وہاں سے اٹھ کر گنگوہ کی راہ لی
اور خدمت میں شیخ داؤد کی پہنچ کر مرید ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ خرقہ خلافت پہلے شیخ محمد صادق ہی سے
پہنچا تھا۔ الغرض چندے ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہ کر بعد تکمیل کامل کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور
حسب الہدایت پیر دستگیر شیخ محمد داؤد برائے ہدایت خلق پانی پت میں آ کر مقیم ہوئے کبھی روضہ کبیر الاولیاء
میں۔ کبھی شاہ ولایت میں شب بسر فرماتے۔ تمام دن جنگل میں بعبادت مشغول رہتے۔ بعدہ حسب اجازت
مرشد موضع بوہر میں چندے رہے۔ اور روحانیت سید معز الدین صاحب ولایت سے استفادہ اٹھایا۔
شیخ بلاقی کہ ہمدم تھے۔ وہ آپ کے ہمراہ تھے۔ بعد مقام کیتھل کہ وطن شیخ بلاقی کا تھا۔ تشریف لائے اور
چند روز رہے اور ریاضت کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ایک ایک چلہ قدم حجرہ سے باہر نہ رکھتے تھے۔ ایک بار
یہود سے باہر شاہ ولایت بھوبر کا عرس تھا۔ آپ بھی شریک تھے کہ لوہر کے حاکم کا پسر فوت ہوا۔ اس
مردہ کو خدمت حضرت میں لائے اس کے باپ نے عرض کی کہ

مردان خدا خدا نباشند　　لیکن ز خدا جدا نباشند

امیدوار ہوں کہ میرا پسر زندہ ہو۔ یہ سن کر اٹھے اور اس کے سرہانے جا کر فرمایا کہ بحکم ان حی القیوم اٹھ
اس نے اسی وقت چشم وا کیں اور زندہ ہوا۔ لکھا ہے کہ ایک بار حالت مستی میں پرادہ کی آگ میں پہر
بھر تک بیٹھے رہے۔ جامہ تک نہ جلا۔ اور ایک بار مقام کیتھل مجلس سماع میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ
ایک درویش نے حالت وجد میں کہا۔ کہ دیکھو حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہند الولی تشریف لائے
بعض نے لکھا ہے کہ یہ کہا نبی تشریف لائے اس پہ قاضی شہر برہم ہوا۔ کہ ولی کو نبی کہنا کفر ہے اور اس

درویش کے درپے قتل ہوا۔ آپ نے قاضی سے فرمایا کہ العاشق والمجنون معاف رکھو درپے اس کے قتل کے نہ ہو قاضی باز نہ آیا۔ اس پر خفا ہو کر فرمایا کہ تو نے عاشقان الہٰی کے قتل پر کمر باندھی ہے کتے کی بولی بول کر مرے گا۔ چنانچہ اسی وقت اس کو تپ اور کھانسی اور دمہ پیدا ہوا اور اسی مرض میں مر گیا۔ یعنی وہ عرس شیخ صوفی بدھنی کا تھا اور جس درویش نے بنی ہند کہا تھا اس کا نام عبدالقادر تھا، جو شیخ بدھنی کے خاندان سے تھا۔

نقل ہے کہ ایک بار موضع بداس میں بتقریب عرس تشریف فرما تھے۔ وہاں سادات کی ایک مسجد تھی۔ اس میں قبلہ رو بیٹھے تھے۔ اس مسجد کے روبرو ایک دالان تھا وہاں ایک خراباتی فقیر بھنگ، پیس رہا تھا آپ نے جو رگڑے کی آواز سنی فرمایا کہ کیا پیتا ہے۔ مریدوں نے کہا کہ ایک خراباتی بھنگ پیس رہا ہے فرمایا اس کو منع کرو، جب وہ منع کرنے سے باز نہ آیا نوبت بہشت ہشت پہنچی آپ کو پاس شریعت جلال آیا، حالانکہ اس وقت عمر شریف لوے سے گزر چکی تھی، مگر مثل جوانان عملے کر اس کے روبرو گئے وہ آپ کی ہیبت سے بھاگا آپ نے فرمایا کہ کہاں جاتا ہے، آخر نظر قہر اس پر پڑ چکی تھی، موضع یتنگ میں جا کر مر گیا۔

نقل ہے کہ بوجہ کبر سنی کے بیٹھنا اٹھنا محال تھا مگر جب سماع ہوتا خود کھڑے ہو کر وجد کرتے اور ایسی قوت ہو جاتی تھی کہ دس آدمیوں سے بمشکل سنبھلتے تھے۔ اقتباس سے نقل ہے کہ ایک بار عرس شیخ جلال الدین سے فارغ ہو کر بھوبر جاتے تھے۔ راستہ میں رہزن ملے مگر بوجہ ہیبت حضرت کی۔ دست درازی نہ کر سکے ایک خادم پیچھے رہ گیا تھا اس کو لوٹ لیا وہ روتا ہوا حضرت کے روبرو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں آگ نہ لگی۔ یہ فرماتے ہی وہاں آگ لگی، زمیندار وہاں کے دوڑے، عاجزی سے پیش آئے جو لوٹا تھا حاضر کیا آپ نے درود شریف پڑھ کر اس طرف دم کیا فوراً آگ بجھ گئی لکھا ہے کہ ایک بار آپ وجد سماع میں تھے کہ پھر پھر تمام بدن نظر مردمان سے غائب ہو گیا، پھر پھر کے بعد پھر دکھائی دیا، بعد فراغ مجلس کے ایک نے پوچھا، فرمایا کہ نور معشوق عاشق پر غالب آگیا، اس نے نور عاشق کو چھپا لیا تھا، لکھا ہے کہ جب وقت وفات نزدیک پہنچا قوالوں کو طلب کر کے فرمایا کہ یہ بیت حافظ صاحب کی کہو۔

صحبت غیر نخواہم کہ بود عین قصور ‏ ‏ ‏ ‏ باخیال تو چرا با دگراں پردازم

جب قوالوں نے اس کو شروع کیا تو آپ کو وجد ہوا اور اسی ذوق شوق میں بتاریخ ۲۴ ماہ جمادی جمادی الاوّل ۱۱۲۹ھ میں بمقام سفیدون انتقال فرمایا۔ خلیفہ آپ کے اوّل شیخ محمد اکرم بن محمد علی اکبر متوطن براموی مصنف اقتباس الانوار و سواطع الانوار قدس سرہ ہوئے۔ آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اور تا عہد حضرت اورنگ زیب زندہ رہے۔

دوسرے خلیفہ شیخ محمد علی بن شیخ اللہ بخش ساکن براس تیسرے خلیفہ شیخ پیر محمد ساکن تھانہ بھون چوتھے خلیفہ شیخ عثمان کرنالی، پانچویں خلیفہ شیخ محمد صدیق کیتھلی، چھٹے خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ بلاقی کہ محبوب مرشد تھے۔ اور خود پیر مرشد کے عاشق صادق تھے، ذکر جہر بہت کرتے تھے، جب شیخ داؤد جی کا انتقال ہوا۔ ہندوستان کو چھوڑ کر حج کیا۔ اور مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے۔ چندے وہاں رہ کر فوت ہوئے، ساتویں خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ عبدالقادر متوطن قصبہ ستور دفات بھی حضرت کی ستور میں ہوئی آٹھویں خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ ابوالمعالی انبیٹھوی کہ جن کا ذکر آگے آوے گا، نویں خلیفہ شیخ داؤد کے سید غریب اللہ بن سید عبدالرسول کیرانوی کہ جہاں کا نب الحروف بوجہ تباہی خاندان کے مقیم ہے۔ دوسری وجہ قیام اپنے کی آگے بیان کروں گا جاننا چاہیئے کہ سید غریب اللہ اور صاحب سیر الاقطاب دونوں بزرگ خالہ زاد بھائی اور ہمشیر بھی تھے، اور سید غریب اللہ کو آپ کے والد نے شاہ محمد پیر زادہ شیخ جلال پانی پتی کا مرید کرادیا تھا، جب یہ سیانے ہوئے۔ تو پیر سے کچھ اعتقاد نہ تھا۔ جب سن بلوغ کو پہنچے اور طالب مولیٰ ہوئے تو گنگوہ میں جاکر شرف خدمت شیخ ابوسعید گنگوہی کا حاصل کیا۔ اور اذکار و اشغال میں مشغول رہے بعدہ مرید ہونا چاہا، حضرت نے فرمایا، اس سے پہلے کہیں بیعت کی انہوں نے شیخ سے ذکر کیا کہ خورد سالی میں شاہ محمد پیر زادہ کا مرید ہوا تھا۔ اب آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا توبہ کر مجھ کو اور میرے پیروں کی کیا مجال ہے کہ اس خاندان کے مرید کو مرید کریں ہم سب اس درگاہ کے غلام ہیں بہتر ہے کہ تو جاکر روضہ شیخ پر ملتجی ہو اور اپنا قصور اپنے پیر سے معاف کرا سید غریب اللہ بحکم شیخ ابوسعید پانی پت میں آئے، اور مرشد سے تمام حال بیان کر کے قصور معاف کرایا، اور ایک مدت تک پانی پت میں مشغول رہے۔ جب شیخ ابوسعید کا انتقال ہوا، پھر خدمت شیخ محمد صادق میں حاضر ہو کر مرید ہونا چاہا۔ ان کے حکم سے شیخ محمد داؤد کے مرید ہو کر تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا

اور شاہ حسین برھوی سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا۔

نقل ہے کہ بعد ادائے خرقہ خلافت ضلع کرنال جانے کا ان کو حکم ہوا، انہوں نے عرض کی کہ غلام کو وطن تشریف کی اجازت ہو، شیخ نے فرمایا کہ وہاں تجھ کو کوئی نہ پوچھے گا، وہاں لوگ کسی کے معتقد نہیں ہوتے۔ ٹھگ بتائیں گے آپ نے عرض کی کہ فقیر کو ایسی ہی جگہ رہنا چاہیئے۔ کہ جہاں اس کو کوئی نہ پوچھے، آخر کیرانہ میں آکر مکان آبائی تر لہ محلہ میں مقیم ہوئے، چنانچہ اس فقیر نے بھی قیام اس قصبہ میں اس وجہ سے کیا ہے کہ کوئی پرسان حال اور تکلیف دہ نہیں ہے، اہل قصبہ میں ایسی کچھ جامعت ہے، کہ ہر شخص ہمچون من دیگرے نیست کے مضمون میں بہت خوش ہے، فقرا کی طرف کبھی اس اہل قصبہ کو توجہ نہیں ہوئی، چنانچہ قاضی محمد سالم خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کہ کامل وقت گزرے ہیں اور ان کی اولاد بھی موجود ہے، مگر ان کے مزار کا نشان کسی کو معلوم نہیں، میاں یار علی شاہ صابری کہ تمام اس نواح میں مشہور ہیں، مگر اہل قصبہ میں سے کسی کو ان کے مزار پر فاتحہ پڑھتے نہیں دیکھا، حضرت سید غریب اللہ شاہ کا مزار بھی ٹوٹا پھوٹا ہے، سیدوں کا حجرہ مشہور ہے۔ آپ سے بھی لوگ کم واقف ہیں جو شخص فقیری کرنی چاہے، کیرانہ میں آکر رہے، ہندوستان میں واسطے رہنے فقیر کے سوائے کیرانہ کے دوسرا مقام متصور نہیں ہوتا، کس واسطے کہ ہندو اور مسلمان اس قصبہ کے کبھی جویائے حال اور تکلیف دہ فقیر کے نہیں ہوتے، آمدم برسر مطلب۔

نقل ہے، کہ سید غریب اللہ اکثر عرس حضرت خواجہ قطب الدین میں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک بار عین مجلس میں ایک پیرزادہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ محتسب شاہی کو ہمراہ لے کر آیا۔ اور قوالی کو منع کیا کہ تمام صوفی بے حظ ہوتے سید صاحب نے روحانیت حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی۔ معًا معلوم ہوا کہ قبر شق ہوئی اور حضور بہ لباس سرخ برآمد ہو کر قبر شریف پر بیٹھے فرماتے ہیں ؎

گلگوں لباس کرد و سوار سمند شد یاران حذر کنید کہ آتش بلند شد

یہ سنتے ہی سید صاحب کو حالت ہوئی، یہاں تک کہ اس پیرزادہ کو بھی حالت ہوئی، بعد چند روز کے وہ پیرزادہ اسی ہیبت میں مرگیا، اس نواح میں یہ نقل مشہور ہے کہ بعد اس معاملہ کے حضرت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ نے تمام مشائخین چشتیہ کو جو دہلی سے شمال میں تھے طلب فرمایا، اس نواح کے پیرزادہ جب کیرانہ میں آئے اور تیتر وارلہ دروازہ سے باہر ہوئے، ان کی گاڑیوں کے جو بیل تھے رہ گئے، بہترا

ہانکا مارا قدم نہ اٹھا ، اس وقت سب کو خیال ہوا کہ سید غریب اللہ شاہ کا یہ تصرف ہے ، سب صاحب آپ کے مکان پر آئے ، اور چلنے کے واسطے کہا ، چونکہ آپ کے نام بھی حاضری کا حکم ہو چکا تھا ، آپ نے اپنی رعیت کے کہاروں سے ڈولی تیار کرا کر ان کے ہمراہ ہوئے ۔ جب گاڑیوں سے ڈولی آگے ہوئی کل بیل چلنے لگے ۔ بعد تین منزل کے دہلی پہنچے یہاں محتسب نے ایک مکان میں فرش کرا کر اس کے نیچے چھری کٹاریاں ناوک تیز لگا رکھیں ، کسی فقیر دوست نے ان درویشوں کو مطلع کیا ، کل کو فکر ہو گیا ، کہ اللہ ہی شرم رکھے صبح سب صاحب اس مکان میں طلب ہوتے حکم ہوا کہ یہاں حالت ہو تو دیکھیں یہ حالت تمہاری ریا کے ساتھ ہے یا سچی ہے ، سب نیچے گردن کئے چپ تھے سید غریب اللہ شاہ نے کہا کہ اگر سماع کی اجازت ہو تو ضرور عاشقان خدا کو حالت وجد ہو یہ کہہ کر ایک درویش سے فرمایا کہ کچھ کہہ اس نے یہ غزل خواجہ قطب الدین کی شروع کی ، جس کا مطلع یہ ہے ؎

دل اگر دانا بود در ہر من اسرار ہست چشم گر بینا بود یوسف بہ ہر بازار ہست

اس پر سید صاحب کو حالت ہوئی اور بے اختیار ہو کر لوٹنے اور وجد اور مستی کرنے لگے ، بہر بھر کامل وجد کیا مگر نہ فرش کہیں سے پھٹا نہ جسم مبارک پر زخم آیا ، یہ کرامت دیکھ کر حضرت عالمگیر نے کل درویشوں کو باعزاز رخصت فرمایا ، سید صاحب کو جاگیر دینی چاہی آپ نے قبول نہ کی ، اور فرمایا کہ چند بیگہ زمین آپ کے بزرگوں نے میرے بزرگوں کو دی تھی میری قوت لایموت کے واسطے وہی کافی ہے ۔ نقل کرتے ہیں کہ جس شب آپ کی وفات ہوئی اس کی صبح کو معتقدان اور مریدان میں سے ایک بزرگ پانی پت میں تھے ، ان کو معلوم ہوا کہ سید صاحب نے انتقال کیا وہ روتے ہوتے بھاگے جب جمنا گھاٹ پر آئے سنا کہ سید صاحب نے شب کو قضا کی افتاں وخیزاں باحال پریشان کیرانہ میں آئے تو لوگ حضرت کو قبر میں اتار کر پٹاؤ دے رہے تھے ، ان حضرت نے حاضرین سے کہا ذرا تامل کرو اور کاغذ قلم دوات لاؤ ، الغرض ایک پرچہ لکھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ بعد مرنے کے ہم وہاں کی کیفیت تجھ کو بتائیں گے سو وعدہ ایفا فرمائیے ۔ اور وہ کاغذ قلم دوات قبر میں رکھ دیئے ۔ تھوڑی دیر بعد دست حق پرست کاغذ اور قلم دوات لئے پٹاؤ سے باہر آیا ، ان درویش نے وہ لے لیا اور ہاتھ آپ کا پھر اندر ہو گیا ۔ اس پرچہ کو جو دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ یہاں کے حالات بیان کرنے کا حکم نہیں ہے ۔ مزار کیرانہ میں حجرہ مشہور ہے اندر سا آبادی کے دیکھا اور سنا کہ آپ کی اولاد سے ایک ہی شخص رہتا چلا آتا ہے ، دوسرا

بیٹا زندہ نہیں رہتا ہے جو رہتا ہے وہ نیک بخت ہوتا ہے۔

ذکر حضرت شاہ ابوالمعالی چشتی صابری

یہ حضرت خلیفہ شیخ داؤد گنگوہی کے تھے اور خرقہ خلافت شیخ محمد صادق سے حاصل کرکے داؤد جیو سے تکمیل کی آپ کے والد سید محمد اشرف کہ قصبہ انبھٹہ میں جو متصل، سہارنپور کے ہے متوطن تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو شاہ ابوالمعالی خورد سال تھے آپ کی والدہ نے آپ کو شیخ محمد صادق کے سپرد کیا اور شیخ شب و روز ان کی تو تربیت میں رہتے تھے جب انہوں نے انتقال کیا تو شیخ داؤد کے سپرد کیا آخر بہ تکمیل پہنچ کر خلیفہ ہوئے۔

سواطع الانوار سے نقل ہے کہ حضرت اوسط حال میں شہود و ذات الٰہی میں محو ہو کر دنیا ما فیہا کی خبر نہ رکھتے تھے ایک بار تین ماہ تک کچھ نہیں کھایا پیا محو مطلق رہتے جب وقت نماز آتا خادم ہوشیار کرتا نماز ادا کرکے پھر محو ہو جاتے تھے، الغرض کمال بے ہوشی رہی، بعدہ امور دینی سے باخبر ہوئے مریدوں نے پوچھا کہ کیا حالت تھی، آپ نے فرمایا مجھ کو برائے نماز آگاہی ہو جاتی تھی منجانب اللہ تمہارے آگاہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں تھی۔

اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار موسم نیشکر میں اپنی زمین پر گئے کہ جہاں زراعت نیشکر تھی اور جہاں گڑ تیار ہوتا تھا اس جھونپڑے میں شب کو قیام فرمایا، جو لوگ کولہو چلا رہے تھے ہندی زبان میں گانے لگے،

توجلیا جا اکتا ملا تیری کھڑکی ملاکی کاملا
آدھی رات اندھیری تیری جگی کی سی پھیری

یہ سنتے ہی بے خود ہو گئے اور ہو کا نعرہ کیا اور اس چولہے میں یعنی بھٹی میں گر پڑے، لوگوں نے دوڑ کر نکالا تو دیکھا کہ ایک بال بھی نہیں جلا، اس روز سے بہت ہی شہرت ہوئی ہزاروں مرید ہوئے۔

نقل ہے تھانیسر میں مجلس تھی، آپ کے پیر بھائی اور دیگر مشائخین جمع تھے کہ ذکر کلمہ طیبہ آیا آپ نے فرمایا کہ جس نے اس کلمہ کو دل سے پڑھا ہے وہ اگر لفظ لا کسی ذی جان کے کان میں کہے تو وہ مرجائے اور الا اللہ کہے تو پھر زندہ ہو جائے، یہ کہہ کر پھر کھڑے ہوئے وہاں ایک گائے بندھی تھی اس کے کان میں لا کہا وہ اسی وقت مرگئی الا اللہ کہا زندہ ہو گئی اور چرنے لگی نقل ہے کہ حضرت کے گھر میں

کمال تنگی تھی اکثر فاقہ سے گزرتی تھی کسی شخص نے یہ خبر سید میران بھیکہ کو دی، انہوں نے ظرف غلہ گھر سے منگا کر اس میں اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کبھی اس ظرف میں سے غلہ کم نہ ہوگا، کیا ہی خرچ ہوگا۔ الغرض جب دو ماہ فراغت سے گزرے آپ نے استفسار حال فرمایا، لوگوں نے کل حال راست راست عرض کئے، پس جب اس ظرف کو منگا کر تھوڑی دیر سرنگوں رہ کر فرمایا کہ میران بھیکہ میرے توکل میں خلل ڈالتا ہے اس ظرف کو توڑ دو۔ نقل ہے کہ ایک بار کنبھ کا میلا تھا۔ پانسو فقرائے ہندوؤں کی جماعت انبیٹھہ میں آئی، حضرت کا نام سن کر آپ کے پاس آئے کہ ہم تم نام فقیری میں ایک ہیں تم مقیم اور ہم مسافر ہیں ہمارے بھنڈارے کا فکر کرو، آپ نے فرمایا کہ بنئے کی دوکان سے لے لو۔ اس وقت چند دوکانیں تھیں، جس دوکاندار کے ہاں سے اوجابت اٹھتی اس کی دوکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ان درویشوں کو سیدھا تول دے اس نے عرض کیا کہ میرے پاس دو چار سیر آٹا ہوگا اتنا سیدھا کہاں سے لاؤں اور سہارنپور دور ہے کب وہاں سے آئے گا آپ نے فرمایا کہ ٹوکری آٹے دال وغیرہ کی اور گھی کا برتن ایک جگہ نکال کر رکھ جب اس نے سب چیزوں کے برتن ایک جگہ رکھ دیئے آپ نے اپنی چادر مبارک سے ڈھانک دیا اور فرمایا کہ اب تولنا شروع کر۔ الغرض تصرفات حضرت سے سب کو سیدھا مل گیا۔ بعدہ جو دیکھا تو جس برتن میں جو چیز تھی جوں کی توں موجود تھی۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ دوکاندار مسلمان ہو کر مرید ہوا۔ اور سلک اولیا میں ملا۔

نقل ہے کہ آپ کا ایک ہمسایہ تھا کہ ہر وقت اور ہر جگہ آپ کی شکایت کرتا اور بری طرح یاد کرتا تھا ہر وقت درپے آزار کے رہتا۔ مریدوں نے اس کی تادیب بھی چاہی مگر آپ نے منظور نہ کیا، جہاں تک ممکن ہوتا اس کے آرام و آسائش میں کوشش فرماتے، اتفاقاً وہ مر گیا۔ آپ نے اس کا بہت رنج کیا اور کئی دن تک روتے رہے آخر یاروں نے حال دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ عالم ناسوت میں اکثر انبیاء، اولیاء کا دامن حال غبار دنیا سے ملوث ہو جاتا ہے، اس کا زائل ہونا بغیر بدگوئی اور غیبت اور ملامت ایسے اشخاص کے ممکن نہیں، سو یہ متوفی میرا بڑا دوست تھا، اس واسطے مجھ کو اس کے مرنے کا رنج ہوا۔ وفات حضرت کی ۸ ربیع الاول ۱۱۱۶ھ میں ہوئی مزار انبیٹھہ میں ہے، خلیفہ آپ کے میران سید بھیکہ تھے کہ ذکر ان کا بجائے خود آوے گا۔

ذکر حضرت شیخ عبدالخالق لاہوری چشتی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ جان اللہ لاہوری کے اعلیٰ درجہ کے درویش اور صاحب سماع تھے، حالت سماع میں جس پر نظر ڈالتے مست و بے ہوش کر دیتے تھے، جو آپ کے حلقہ ارادت میں آتا تھا کامل ہو جاتا تھا، وفات حضرت کی ۱۲ رجب ۱۰۵۹ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عارف لاہوری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اسحٰق بن سنا، کالو نظامی چشتی کے تھے اور میاں عارف مشہور تھے عہد حضرت شہاب الدین صاحبقران ثانی شاہجہان غازی میں شہر لاہور میں شیخ وقت مشہور تھے، ہزاروں مرید تھے، ہر مہینہ کے آخر میں دس روز معتکف رہتے تھے، پہلی تاریخ کو حجرہ سے باہر آتے، اس وقت جس پر نظر پڑتی وہ تین روز بے ہوش رہتا تھا، لہٰذا اس روز کوئی پاس حجرہ کے نہ آتا تھا، تمام دن تنہا در حجرہ پر بیٹھے رہتے تھے اور سماع میں وجد بہت کرتے تھے۔ کہ قریب المرگ ہو جاتے تھے، شہزادہ دارا شکوہ سے مسائل توحید میں گفتگو کر کے دونوں بزرگوار حظ اٹھاتے، آخر بمقام لاہور ۱۰۶۴ھ میں درمیان اعتکاف کے انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ اسمٰعیل چشتی اکبرآبادی قدس سرہٗ

آپ خاندان سے شیخ سلیم کے تھے علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے، طالب دنیا یا دین جو خدمت میں آتا اس کو محروم نہ رکھتے اور فرماتے تھے کہ اگر طالب دنیا کا مطلب حاصل ہو گا تو اس کو اولیاء اور فقراء سے محبت ہو گی، آخر رفتہ رفتہ طالب حق ہو کر منزل مقصود اصلی کو پہنچ جاوے گا، خلق کا ہر وقت اژدہام رہا کرتا تھا اور سماع میں وجد بہت کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سعید خان میانہ چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید خاندان شیخ نظام الدین نارنولی کے تھے۔

بعض نے لکھا ہے کہ جب حضرت کو سماع میں حالت ہوتی تھی وہ اثر جانوروں میں بھی ہوتا تھا کہ وہ مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے، ایک روز آپ زیر درخت راگ سن رہے تھے، جب آپ کو وجد ہوا

ایک فاختہ نیچے گرکر تڑپنے لگی، ایک انجان نے اس کو ذبح کیا، آپ کو بہت رنج ہوا فرمایا اپنے بھائی کو ناحق قتل کیا، آخر پہلے وہ ذبح دیوانہ ہوگیا، پھر کسی نے اس کو قتل کیا، وفات حضرت کی ۱۰۶۷ھ میں برہان پور میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ پھوگی افغان عزیزنی قدس سرہ

آپ نے روحانیت پیر کبار سے تربیت پائی تھی نہایت باکمال اور سماع میں بہت غلو کرتے تھے، تمام شب سماع سنتے تھے، جب وفات حضرت کی نزدیک پہنچی، حاضرین سے فرمایا، کہ میرے پاس کوئی نہ رہے۔ جب تک رسول پاک کی زیارت سے مشرف نہ ہوں گا جان نہ دوں گا، تم لوگ اب دیدار رسول پاک نہیں رکھتے، یہاں سے چلے جاؤ اور حجرہ بند کردو، بعد وفات میری کے چھت حجرہ کو شگافتہ پاؤگے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وفات حضرت کی بمقام قصور ۱۰۶۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عارف صابری لاہوری

آپ خلیفہ شیخ عبدالخالق لاہوری کے تھے جو کچھ زبان سے فرماتے فوراً اس کا ظہور ہوتا۔ کامل وقت گزرے ہیں، ایک بار آپ کی خانقاہ میں سماع ہورہا تھا، جب قوال اس بیت پر آئے ۔

آں مسیحائے کہ جان در دست اوست میدہد جان کز ہمیر چندبار

شیخ کو اس پر ذوق ہوا، وجد میں آئے کہ ایک شخص اپنے پسر کو لایا کہ وہ سخت بیمار تھا، دعا کی التجا کی حضرت نے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا اسی وقت اس کو صحت ہوئی۔ وفات حضرت کی ۷ ذی الحجہ ۱۰۷۱ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت مولانا عبدالکریم پشاوری قدس سرہ

حضرت فرزند مولانا درویزہ کے تھے اور خلیفہ میر سید علی غواص کے اور علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل پدر عالی قدر اپنے سے کی علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے، مخزن الاسلام کو پورا کیا، کہ جو آپ کے والد کی تصنیف تھی، ایک شخص نے دریافت کیا کہ غوث کی تعریف کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بعد مرنے کے کوئی اس کے منہ کی طرف

دیکھے تو وہ ہنس دے، چنانچہ بعد انتقال حضرت کے ایک شخص نے برائے امتحان حضرت کے چہرہ کی طرف دیکھا آپ ہنس پڑے وفات حضرت کی ملک یوسف زئی میں ۱۰۷۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ پنجو پشاوری قدس سرہٗ

یہ حضرت قوم گوجر اور کاملین وقت سے ہوئے ہیں۔ فیضان مولانا درویزہ سے تھا، آپ کے مرید اکثر صاحب کمال گزرے ہیں چنانچہ مولانا چالاک میانہ و شیخو شاہ شاہجہان پوری و شیخ علی وغیرہ مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ پیر محمد ساون قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید شیخ عبدالکریم کے تھے اور وہ مرید خاندان نظامیہ میں تھے، سلسلہ ان کا شیخ حسام الدین مانک پوری سے ملتا ہے عالم باعمل اور مرید بھی اکثر آپ کے باعلم و فضل ہوئے ہیں صاحب اخبار الاولیاء نے آپ کی کرامت کا بہت کچھ ذکر کیا ہے یعنی آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسی صورت چاہتے ویسے ہی ہو جایا کرتی اور ہندی اور فارسی میں شعر خوب کہتے تھے وفات حضرت کی ۱۰۴۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ یحییٰ گجراتی قدس سرہٗ

آپ شیخ وقت اور مرد باعظمت و باہیبت کہ سلسلہ ارادت و آبائی آپ کا حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے ملحق ہوتا ہے، بہت کچھ زہد اور ریاضت اور مجاہدہ کے بعد حج کر کے مدینہ طیبہ میں مقیم ہوئے، علماء و مشائخ مدینہ آپ کی کرامات کے معترف تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۸ھ میں بمقام مدینہ پاک ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جنید موہانی چشتی

آپ ثانی جنید بغدادی تھے، شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت سے خوب واقف ساکن قصبہ موہان تھے، بعدہ سندیل میں متوطن ہوئے۔ تمام شب یاد خدا میں نہار بیتے دن کو جنگل سے لکڑیاں لاتے ان کو فروخت کر کے خرچ مساکین و اہل خانہ میں لاتے، سماع میں بہت غلو کرتے ہندی، فارسی عربی میں خوب اشعار کہتے تھے، اور چند رسالے فقہ میں تصنیف کئے وفات حضرت کی [illegible]ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حبیب خیبری قدس سرہٗ

یہ حضرت متوطن بنگالہ کے تھے۔ حالیہ میں آکر شیخ محمد کے مرید ہو کر چندے کسب درویشی میں مشغول رہ کر خیبر میں آئے اور تیس برس بغیر ضرورت قوی کے حجرہ سے باہر قدم نہ رکھا اور صائم الدہر اور قائم اللیل تھے فتوحات جو ہوتا اس کو قبول نہ فرماتے، اسم ذات کا شغل رکھتے تھے نہایت باکمال اور صاحب کرامات تھے غیب کی خبریں دیتے تھے، وفات حضرت کی ۱۰۷۹ھ میں بمقام اورنگ آباد ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی قدس سرہٗ

یہ حضرت شیخ کامل اور متوکل تھے اور حاجی بھی تھے متوطن جونپور کے تھے بعدہٗ دہلی میں تحصیل علم کیا اس کے بعد قنوج میں آئے وہاں بھی کچھ پڑھا وہاں سے لکھنؤ آکر قاضی شیخ عبدالقادر سے بقیہ تحصیل کر کے حضرت شاہ عبداللہ سیاح چشتی کے مرید ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ و دیگر سلاسل میں اجازت حاصل کی اور کنارہ گومتی پر قیام فرما کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے اور فتوح بھی بہت تھا مگر سوائے خرچ ایک روزہ کے اور زیادہ نہ رکھتے تھے مہمان نوازی بہت کرتے سماع سے بہت ذوق تھا اور جب چاہتے مع ہمراہیان پانی پر سے گزر جایا کرتے تھے کسی کا پیر تر نہ ہوتا تھا دونوں وقت قوال حاضر ہوا کرتے تھے۔

صاحب معارج الولایت لکھتے ہیں کہ جب میں بنگالہ سے لکھنؤ آیا شیخ پیر محمد کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت شفقت سے پیش آئے اپنی تصنیفات سے بحر الفراست شرح دیوان حافظ پیش کئے اس کو ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے اور بعض اشغال چشتیہ کی بندہ کو اجازت دی اور رخصت فرمایا، حضرت کی تصانیف سے شرح حکمت شرح ہدایۃ الحکمۃ و فتاویٰ فقہ میں اور مکتوبات تصوف میں اور اربع منازل سلوک میں ہیں وفات حضرت کی ۱۰۸۰ھ میں بمقام لکھنؤ ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری

آپ تمام دن طلباء کو علوم ظاہری پڑھاتے اور شب کو طالبان حق کی تربیت فرماتے تھے اور حالت وجد و سماع میں جس پر نظر پڑتی وہ تارک الدنیا ہو جاتا تھا۔ آپ مرید شیخ محمد عارف لاہوری کے تھے۔ وفات حضرت کی بمقام لاہور ذی الحجہ

۱۰۸۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد چشتی صابری دہلوی

یہ حضرت خلیفہ اعظم شیخ محمد ابراہیم رامپوری کے وہ خلیفہ شیخ ابوسعید گنگوہی کے وہ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی کے وہ خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسری کے وہ خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے فقر میں شان عالی اور بلند رتبہ رکھتے تھے۔ مزار حضرت کا دہلی میں لب دریا ہے۔ وہ شیخ محمد کی باولی مشہور ہے۔ یہ حضرت بھی اپنے عہد میں قطب دہلی تھے تمام امرائے دہلی معتقد تھے اکثر خوارق اور کرامات حضرت کے مشہور و معروف ہیں۔ بزرگان راقم کو بھی نہایت خلوص تھا۔ فتوحات آپ کو بدرجہ غایت تھا وفات حضرت کی ۲۴ محرم ۱۰۹۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے مزار پر عاشق برستی ہے۔ نہایت پُر فیض جگہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالرشید جالندھری

آپ سادات عظام جالندھر سے تھے۔ بعد تحصیل علوم ظاہری کے خوب سیاحت کی شاہ ابوالمعالی کے مرید ہوئے، جب عمر طبعی حضرت شاہ کی پہنچی، ان کو سید میران بھیک کے سپرد کیا، ان کی خدمت میں انہوں نے تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا، وفات حضرت کی غرہ ماہ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۱۲۱ھ میں عین حیات میران بھیکہ میں ہوئی۔ فوت ہو کر جالندھر میں مدفون ہوئے۔

ذکر حضرت سید محمد سعید المخاطب بہ سید میران بھیکہ چشتی صابری قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب سجادہ شاہ ابوالمعالی کے تھے، صاحب مقامات بلند درجات ارجمند با عظمت اور ہیبت اور رحمانیت تھے، عشق اور محبت میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ اکثر استغراق رہا کرتا تھا، سماع سے بہت خوش تھے، جس قدر کشائش ظاہری اور باطنی اور قبولیت صوری اور معنوی حضرت کو حاصل تھی اس وقت میں دوسرے کو نہ تھی، بہت کم آپ کے مرتبہ ابدالیت و قطبیت و غوثیت کے پہنچے ہیں، دوہے ہندی زبان میں بیان توحید میں خوب فرماتے تھے، مشہور ہیں اور سادات صحیح النسب سے تھے، یعنی

سید میراں بھیکہ بن سید محمد یوسف سوانیہ بن سید قطب شاہ بن سید عبد الواحد بن سید احمد بن سید امیر سعید بن سید نظام الدین بن سید عزیز الدین بن سید شاہ تاج الدین بن سید عز الدین نو بہار بن سید عثمان بن سید شاہ سلیمان کفار کش بن سید زید سالار لشکر بن سید امیر احمد زاہد بن سید امیر حمزہ بن سید ابا بکر علی بن سید عمر علی بن سید محمد تختہ بن سید علی شاہ رہبر بن سید حسن ثانی ملقب بحص بن سید محمد مدنی حمیص بن سید حسن شاہ ناصر ترمذی بن سید موسیٰ حمیص بن سید علی حسن حمیص بن سید حسین علی اصغر بن حضرت امام زین العابدین سید الکونین حضرت امام حسین شہید دشت کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور سلسلہ مادری بھی سالار لشکر سے جا ملتا ہے، اور سید زید سالار لشکر برائے جہاد ہندوستان میں آکر سوانہ میں ٹھہرے، وہاں کے راجہ نے ان کو شہید کیا بعدہٗ ان کی اولاد راجہ سے لڑی اور فتح یاب ہوکر سوانہ کی سکونت اختیار کی، سلطان شمس الدین التمش نے اس دودمان کی بہت کچھ مدارات اور پرورش فرمائی۔ بعض نے لکھا ہے کہ سلطان موصوف نے اس خاندان میں اپنی دختر کی شادی کی تھی، مگر سوائے سلطانہ رضیہ بیگم کے سلطان کی دوسری دختر نہ تھی، رضیہ بیگم بادشاہ ہوئی پھر بسبب بداعمالی کے معزول ہوئی مشہور ہے، صاحب ثمرۃ الفواد لکھتے ہیں۔ کہ حضرت میراں بھیکہ نو برس کی عمر میں یتیم ہوئے۔ اور آخوند فرید سے تحصیل علوم ظاہری کے بعدہ بطلب حق خدمت شاہ ابوالمعالی میں مرید ہوکر بعد ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کے خرقہ خلافت حاصل کیا، نقل ہے کہ ایک ہندو بیر برنام ساکن موضع بی بی پور کہ مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ایک بار اس نے کچھ مفسدہ پردازی کی، جس کی وجہ سے گرفتاری کا حکم ہوا، وہ بمقابلہ پیش آیا، آخر گرفتار ہوکر سرہند میں آیا، صوبہ دار سرہند نے اس کے قتل کا حکم دیا، اتفاقاً برقنداز کوتوالی اس کو قتل گاہ پر لئے جاتے تھے، کہ راستہ میں سواری حضرت شاہ میراں بھیکہ کی ملی وہ دوڑ کر قدموں پر گرا، اور عرض کی کہ اگر میں بچ گیا تو مسلمان ہوں گا میری مشکل کشائی کیجئے، آپ نے فرمایا، کچھ اندیشہ نہ کر اللہ کو یاد کر محافظ اس کو گھسیٹ کر لے چلے ابھی قتل گاہ پر نہیں پہنچا تھا، کہ صوبہ دار کا حکم ہوا، کہ اس خونی کو ہمارے روبرو پیش کرو، جب سامنے اس کے گیا، اس کا قصور معاف کیا اور خلعت دے کر رخصت دی وہ خدمت حضرت میں آکر مسلمان ہوکر مرید ہوا، آپ نے اس کا نام پیر شاہ رکھا۔ کہ وہ واصلان الٰہی سے ہوکر داخل خلفاء ہوا لکھا ہے کہ ایک بار امساک باران تھا تمام رعایا اور بادشاہ سب کو رنج اور فکر تھا اور وہ عہد محمد شاہ بادشاہ کا تھا

امرائے دہلی سے بعض نے عرض کیا کہ سید میراں بھیکہ کہ اس وقت شیخ وقت اور واصل حق اور مجیب الدعوات ہیں اگر وہ دعا کریں تو مینہ برسے بادشاہ نے صوبہ سرہند کے نام حکم جاری فرمایا کہ سید میراں بھیکہ صاحب کو باعزاز تمام نزد ما بدولت پہنچادے، اور ایک خط کے نام مشتاقانہ لکھا۔ جب حاکم سرہند خدمت سید صاحب میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کا خط دیا، اور کل حال عرض کیا، آپ نے اس خط کو پڑھا اور فرمایا کہ میری جانب سے بادشاہ کو لکھ دو کہ میں ایک ناچیز فقیر ہوں، لائق حاضری دربار سلاطین نہیں ہوں نہ کسی کام کا ہوں بسوائے اس کے دعا کروں سو میں ہمیشہ برائے بادشاہ اسلام و دیگر مسلمانان دعائے خیر کیا کرتا ہوں، آپ کو کیا فکر ہے، اللہ رحیم اور کریم ہے، اپنے بندوں پر خود رحم فرمادے گا، فقیر کو معاف رکھیئے قدرت خدا سے ادھر تو صوبہ سرہند کی عرضی پہنچی ادھر کثرت سے بارش ہوئی۔ بعد اس کے حضرت محمد شاہ نے پچاس ہزار روپیہ نقد خدمت شاہ صاحب میں ارسال کئے، آپ نے بدقت قبول فرمائے۔

نقل ہے کہ ایک نورباف ساکن موضع نوندھن حضرت کا مرید تھا، اتفاقاً اس کا دس برس کا لڑکا فوت ہوا، قدرت خدا سے اسی وقت حضرت بھی اس کے مکان پر پہنچے۔ اس نورباف نے رونا بند کرکے اپنے لڑکے کو کوٹھڑی میں ڈال کر بند کر دیا، اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ جب تک حضرت کھانا نہ کھالیں انتقال پسر کا حال نہ کھلے، اس کی اہلیہ نے کھانا تیار کیا، جب کھانا حضرت کے روبرو آیا آپ نے فرمایا کہ اپنے پسر کو لائیں اس کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ اس نے عرض کیا وہ کھیلنے گیا ہے، اس وقت اس کا آنا غیر ممکن ہے آپ نے فرمایا کہ میں بغیر اس کے ہرگز نہ کھاؤں گا۔ جب وہ مجبور ہوا رو کر عرض کیا کہ وہ تو آدھی رات بھی جو مرگیا۔ آپ نے فرمایا سوتا ہوگا جا کر دیکھ لے اس نے کوٹھڑی کے کواڑ جو کھولے دیکھا کہ اس کا نفیری خواب بلند ہے یہ دیکھ کر خوش ہوا اس کو جگا کر ہاتھ پکڑ کر حضرت کے پاس لایا یہ کرامت دیکھ کر ہزاروں معتقد ہوئے لکھا ہے کہ ایک شخص بارادہ بیعت خدمت حضرت میں حاضر ہوا اور دل میں اس کے یہ خطرہ گزرا کہ اگر پیر کامل ہے تو آج مجھ کو بے موسم خربزہ دے گا۔ حضرت نے نور باطن سے اس کے خطرہ کو معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ امشب نصف خربزہ موافق اس شخص کی آرزو کے میں نے طاق حجرہ میں رکھا تو ہے حاضر کرو، جب آیا اس کے حوالہ کیا وہ خربزہ ملے کر صدق دل سے مرید ہوا۔

نقل ہے کہ ایک بار محمد شاہ بادشاہ نے معرفت نواب روشن الدولہ بہادر قلاقند کچھ حلوا سوہن اور کچھ پوشاک برائے تقسیم فقرا۔ اور کچھ نقد سید صاحب کو ارسال کیا اور دعا چاہی کہ ہمیشہ میری اولاد میں سلطنت رہے، نواب مذکور بعد قطع منازل خدمت سید میران بھیکہ میں حاضر ہوا اور تحفہ بادشاہ پیش کش کیا حضرت نے وہ کل سامان حاضرین خانقاہ کو تقسیم فرمایا اور سلطنت کے بارہ میں مراقبہ فرما کر ارشاد کیا کہ محمد شاہ کو جو سلطنت ملی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی سفارش سے ملی انہوں نے دو پشت سلطنت کی سفارش کی تھی، بندہ کا کیا چارہ ہے، ہاں اس کی اولاد میں بادشاہ ملک معرفت پیدا ہوگا، فخر الدین اس کا نام ہوگا، وہ قطب وقت اور شاہ ولایت دہلی ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس خاندان میں سوائے شیخ کاتب الحروف کے اور کا نام فخر الدین نہیں ہوا۔ نہ کوئی سوائے حضرت کے درویش ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت ایک بار شاہجہان آباد میں تشریف لاکر نواب تہور خان کے مکان پر فروکش تھے سہ پہر بہت سے اہل شہر حاضر تھے۔ خانساماں نواب کا گلوریاں لایا اور تھالی گلوریوں کی حضرت کے روبرو رکھی آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک ایک گلوری کل حاضرین کو تقسیم کی، مگر تہور خان کو نہ دی ان کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ اسی وقت ایک گلوری تھالی میں سے اڑکر نواب کے ہاتھ میں جا پڑی آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ تہور خان تمہاری مراد ملی۔ انہوں نے آداب بجا لاکر اس کو نوش کیا۔

نقل ہے کہ حضرت کو بہت فتوح ہوتا تھا موافق خرچ اپنے خادمان کے تو رکھ لیتے اور کل اپنے پیر کی نذر کرتے باورچی خانہ کی یہ کیفیت تھی کہ سو آتے یا ہزار آتے سب کو بلا تخصیص قوم اور ملت کے کھانا پکا ہوا سیدھا ملتا تھا جیسا کوئی کھانا طلب کرتا ویسا ہی ملتا تھا، چنانچہ آج تک آپ کی خانقاہ آباد اور فیض ظاہری اور باطنی جاری ہے۔ آپ کے مرید ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ بہت کرتے ہیں، چنانچہ ایک بار فرمایا تھا کہ فقیر کو چاہیئے کہ ایک لاکھ ذکر اسم ذات کیا کرے۔ اگر چالیس ہزار روز نہ کرے تو اس کو لقمہ درویشی حرام ہے، اور اپنے مریدوں کو بعد آدھی رات کے سونا بھی منع فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ کی خانقاہ میں بعد آدھی رات کے فقرائے خانقاہ اور مسافر درویش سب جگا دیئے جاتے ہیں۔ ولادت حضرت کی ۹ رجب بروز دوشنبہ ۱۰۴۶ھ میں ہوئی اور چھیاسی برس کی عمر پائی پانچویں رمضان ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی مزار قصبہ کہرام میں حاجت روائے خلق ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں

شاہ محمد باقر پسر شاہ ابوالمعالی و شاہ امام الدین خلف شاہ محمد باقر شاہ نظام الدین پسر دوم شاہ محمد و شاہ عابد کوٹلہ والہ و سید عبدالمومن کہ مرید شاہ ابوالمعالی کے اور خلیفہ شاہ میران بھیکہ کے وشاہ نعمت اللہ مرید شاہ ابوالمعالی و شاہ لونگ و خواجہ مظفر و نواب روشن الدولہ ظفر خان بہادر نواب بکھاری خاں پسر روشن الدولہ بانی مسجد طلائی لاہور و شیخ امان اللہ و سید محمد جواد کہ اولاد سے شاہ زبیر شہید کے اور حضرت کے تھے و میاں اللہ بندہ و سید نعیم مولوی سید مرتضیٰ گرویزی و سید حافظ غلام اللہ و میاں محمد شاہ کہ منصب دار بزرگان کاتب تھے و شاہ سجاول و حاجی بیت اللہ جامع فضائل شاہ میران بھیکہ و میاں کرم علی کہ یار ہمدم سید صاحب کے تھے اور قصبہ کر تھلہ میں مدفون ہیں و شیخ محمد حیات سارنگ پوری علاقہ انبالہ و خواجہ عبداللہ و پیر شاہ مذکور بالا ساکن بی بی پور و شاہ عبدالرحمٰن بہلول پوری و شاہ عنایت بہلول پوری و میاں غلام محمد صائم الدہر و قائم اللیل کہ پچیس سال برابر معتکف رہے و موسیٰ خاں کہ کم تھلہ میں آسودہ ہیں و مولوی غلام حسین ساکن موضع مجتبیٰ متصل سہارن پور آسودہ ہیں و شیخ محمد و شیخ محمد افضل ساکن سمانہ جو سمانہ میں آسودہ ہیں دریا کو مثل زمین کے عبور کرتے تھے اور بسر تر نہ ہوتا تھا و میاں محمد اعظم کہ خدمت لنگر خانہ ان کے سپرد تھی اور غرباء کو وظائف تقسیم کرتے تھے۔ شیخ پھجو کہ نواح روضہ حضرت میں آسودہ ہیں و میاں محمد طاہر و محمد افضل خان کہ جوار حضرت میں آسودہ ہیں و شیخ محمد میر شاہ آبادی۔ جعفر علی خان بن مرزا یار بیگ کہ امرائے بزرگان کاتب سے تھے و میاں اللہ بخش و سید علیم اللہ جالندھری و صوفی محمد صدیق و میاں محمد مراد و شیخ جیون و سید عتیق اللہ کہ صحیح النسب سادات سے گزرے ہیں۔ کمالات ظاہری اور باطنی رکھتے تھے، مرید شاہ ابوالمعالی کے اور خرقہ سید میران بھیکہ سے پہنچا۔ وفات حضرت کی بماہ شعبان ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ بہلول برکی صابری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ سید میراں بھیکہ کے اور قوم سے پٹھان متوطن جالندھر اور عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اعلم معقول و منقول سید عبدالرشید و سید عتیق اللہ جالندھری سے حاصل کیا اور وضع قلندرانہ رکھتے تھے، بعد انتقال مرشد کے لاہور میں آ کر شاہ بلاق قادری لاہوری سے فیض کامل حاصل کیا اور آپ بہت بڑے صاحب تصانیف ہیں فوائد الاسرار و شرح دیوان حافظ آپ کی تالیفات سے ہیں، آپ کے کئی شاگرد بھی صاحب دیوان

ہوتے ہیں، عظمت خان تخلص برکی اور سبھا چند تخلص نادر اور سید علیم اللہ جالندھری بھی آپ کے شاگرد تھے، وفات حضرت کی ۱۱۷۰ھ میں ہوئی، مزار قریب عیدگاہ جالندھر کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ شاہ لطف اللہ چشتی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ بھیکہ کے تھے اور متوطن انبالہ کے اوائل سے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل شاہ بھیکہ سے کی اور ثمرۃ الفواد شاہ بھیکہ کی کرامات میں لکھی۔ وفات حضرت کی بروز شنبہ ۲۰۔ ذی القعدہ ۱۱۸۶ھ میں بمقام جالندھر ہوئی، مزار باہر شہر کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد سلیم صابری لاہوری قدس سرہٗ

آپ عظمائے مشائخ چشتیہ سے تھے اور خلیفہ شیخ محمد صدیق لاہوری کے اور سماع سے بہت خوش تھے، ہمیشہ سماع سنتے تھے، علمائے لاہور آپ سے دشمنی رکھتے مگر کچھ قابو نہ پاتے تھے جب صوبہ دار لاہور حضرت کا مرید ہوا، اس نے تمام دشمنان حضرت کو سزائے واجبی دی، وفات حضرت کی ۳ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز

یہ حضرت خلیفہ حضرت قطب عالم شیخ محمد اعظم چشتی نظامی کے تھے بعد حصول علوم ظاہری کے تکمیل علم الٰہی کی بخشش گاہ پیر روشن ضمیر میں کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا، بعدہ پاپیادہ واسطے حج بیت اللہ شریف کے تشریف لے گئے، وہاں سے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر مقیم ہوئے ہزاروں اہل عرب و عجم و ہندو دیگر ممالک کے مرید ہوئے ان میں بہت سے خلفائے باکمال ہوئے آپ ہمیشہ ترتیب طالبان حق میں مصروف رہتے، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، آپ کو افطار کم تھا، اور مزار پر انوار حضرت رسول مقبول سے بھی فیضان تھا، ہر وقت استغراق رہا کرتا تھا، ذات پاک رسول اور آل رسول سے نہایت محبت تھی اور ہر ایک سلسلہ میں مرید فرماتے تھے، چنانچہ حضرت شیخ فتح محمد قادری کیرانوی کہ خلیفہ اکمل سید طاہا کوتانوی کے تھے وہ جب حج کرنے مدینہ طیبہ میں پہنچے حضرت سے شرف حضوری حاصل کر کے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی، اور آپ کے عشق و محبت میں ایسے محو ہوتے کہ متعلقان اور ہندوستان کو بھول گئے بلکہ تا حیات آپ کی خدمت میں رہتے

کا تہیہ کر لیا، مگر ایک بار حضرت نے فرمایا کہ فتح محمد رسول مقبول کا حکم ہے کہ تو واپس ہندوستان کو جا تجھ سے سلسلہ جاری ہوگا، خلق اللہ فیض اٹھائے گی، اور اپنی گدڑی اور دستار اور نعلین حضرت غوث الثقلین مرحمت فرما کر ہندوستان کو روانہ کیا، آپ ہندوستان میں آکر کیرانہ میں مقیم ہوئے، جن کی کما حقہ کیفیت آیندہ بیان ہوگی، اگرچہ آپ کے کئی خلیفہ صاحب سلسلہ ہوئے ہیں مگر ہندوستان میں خاص سلسلہ چشتیہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی سے اور سلسلہ قادریہ شیخ فتح محمد غیاث الدین کیرانوی سے جاری ہے، اور وہ تبرکات شیخ یحییٰ مدنی ہنوز موجود ہیں، سال میں دو بار ان کی زیارت ہوتی ہے، کمالات شیخ کے دیکھنے سیر الاولیاء سے بخوبی منکشف ہو سکتے ہیں۔ وفات شیخ مدنی کی بتاریخ ۔۔ صفر ۔۔۔ میں بمقام مدینہ طیبہ ہوئی اور زیر قبہ رسول مقبول کے دفن ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اعظم مشائخ ہند و کبرائے اولیاء خاندان چشتیہ نظامیہ تھے اور جہان آباد مخفف شاہجہان آباد کا ہے۔ اول آپ نے شاہجہان آباد میں تحصیل علوم ظاہری فرمایا اور درس تدریس میں مشغول ہوئے ہزار دہا طالبان علم کو فیض ہوا۔ جب عشق الٰہی پیدا ہوا پیر طریقت کی تلاش ہوئی اور ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا، بعدہ روحانیت حضرت سلطان المشائخ سے تربیت پائی، آخر باشارہ روحانیت حضرت سلطان المشائخ معہ چند شاگردان باوفا عازم طرف بیت اللہ کے ہوئے۔ بعد الفراغ حج مدینہ طیبہ میں آکر خدمت حضرت شیخ یحییٰ مدنی میں حاضر ہو کر مرید ہوئے، چندے وہاں رہ کر تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا، بعدہ بحکم پیر روشن ضمیر شاہجہان آباد میں تشریف لائے قلعہ شاہی اور جامع مسجد کے درمیان ایک مسجد میں ٹھہرے، حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے خانقاہ تیار کرائی اور محمد معظم بہادر شاہ سنہ جو تھے جلوس میں مرید ہوئے اور پیروی مذہب شیعہ سے توبہ کی۔ بعد ان کے محمد شاہ تک جو بادشاہ ہوتے سب آستان بوسی کرتے رہے چند مدت تعلیم اور تلقین طالبان حق میں مصروف رہے، کہتے ہیں تمام شب حجرہ شریف میں معکوس لٹکے رہ کر عبادت حق میں مشغول رہتے تھے آپ کی تصنیفات سے باتیس کتب ہیں جس میں کشکول اور مرقعہ شریف اور سواء السبیل وغیرہ مشہور ہیں، بیاس کاتب نے بھی دیکھا ہے کہ جد کاتب حضرت ابوظفر ہمیشہ عرس میں حاضر ہو کر شریک فاتحہ ہوا کرتے

تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحب ولایت شاہ جہان آباد ہیں اور آپ کی ولادت موسوی تھی۔ آپ کو اسی طریقہ پر روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ علیہ سے فیضان تھا۔ وفات حضرت کی ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار اپنی خانقاہ میں تھا، اب بعد غدر کے جو آبادی قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان کی ویران کر کے سطح ہموار کیا گیا وہ خانقاہ وغیرہ سب منہدم ہوگئی فقط ایک چبوترہ ہے، اس پر مزار ہے اور گرد اس کے کٹہرہ ہے۔ حضرت شاہ غلام فرید صاحب مرشد نواب بہاول پور نے تیاری چبوترہ اور کٹہرہ میں روپیہ سے بہت امداد کر کے فخر دارین حاصل کیا۔ خلیفہ آپ کے تمام ملک میں پہنچے اور سلسلہ جاری ہوا مگر خلیفہ اعظم شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی ہوتے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ذکر قدوۃ الواصلین عمدۃ العارفین حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

یہ حضرت شیخ المشائخ متاخرین و خلیفہ راسخین شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے تھے، حضرت کو فتوحات اور رجوعات اپنے عہد میں شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے جد سے کم نہ تھے۔ اس وقت میں یہ کیفیت دوسرے مشائخ کی نہ تھی۔ ایک لاکھ تو مرید آپ کے دکھنی تھے اور دیگر علاقہ جات کا کچھ شمار نہیں آپ کے خلفاء سے بہت باکمال اور صاحب عظمت ہوئے۔ حضرت کے کمالات وخوارق زیادہ حد تحریر سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ذات فیض آیات کو ہمہ صفت موصوف کیا تھا۔ حسن صورت اور سیرت دونوں مرحمت فرمائے تھے۔ وطن اصلی حضرت کا ملک پورب میں ایک قصبہ کہ اس کو قصبات پورہ کہتے تھے۔ ہے والد آپ کے عالم اور متمول تھے۔ بعد انتقال پدر بزرگوار کے برائے تحصیل علوم وارد شاہ جہان آباد ہوتے یہاں شہرہ علم و فضل کلیم کا سن کر حاضر خانقاہ ہوئے۔ اس روز شیخ مجلس سماع میں حالت وجد میں تھے، اور دروازہ خانقاہ برائے اغیاران بشرط سماع بند تھا، شیخ نظام الدین نے دروازہ بند دیکھ کر دستک دی۔ شیخ کے مریدوں میں سے ایک نے آکر دیکھا اور نام دریافت کر کے شیخ سے عرض کیا کہ نظام الدین نام غیر شخص نا آشنا کھڑا ہے، شیخ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بیگانہ نہیں ہے

جلد بلالو، لوگوں نے عرض کیا کہ خلاف قاعدہ مرد نا آشنا کو اس مجلس میں بلانا نہ چاہیئے۔ شرائط سماع فوت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر نظام الدین ہے تو نا آشنا نہیں ہے اپنا ہی ہے جلد لاؤ۔ الغرض جب حضرت کو روبرو شیخ کے لائے تو آپ مراحمت مرشدانہ سے پیش آئے۔ تمام شاگردوں سے ممتاز فرماکر انیس وجلیس صحبت اپنی کا کیا اور ہمیشہ ان کی تعلیم میں مشغول رہتے۔ شیخ نظام الدین سماع میں شورش وگریہ ونالہ آپ کے مریدوں کا دیکھ کر متعجب ہوا کرتے۔ اس عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے انفراغ ہوا۔ ایک بار ایک بزرگ مریدان شیخ کبیر، شیخ یحییٰ مدنی مدینہ منورہ سے آئے۔ شیخ کلیم اللہ اس وقت کچھ حقائق ومعرفت باری تعالیٰ بیان فرما رہے تھے۔ کل حاضرین سن رہے تھے کہ وہ بزرگ بھی پہنچے۔ شیخ کی نظر کیمیا اثر جوان پر پڑی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر شیخ نظام الدین نے شیخ کے مریدوں سے استفسار حال کیا ان صاحبوں نے تفصیل وار حالات فقر بیان کئے۔ سن کر فقری کی طرف اعتقاد ہوا۔ اور خیال بیعت آیا۔ ایک روز مجلس تھی جب وہ برخاست ہوئی۔ شیخ اللہ گھر میں تشریف لے جانے لگے۔ شیخ نظام الدین نے نعلین شیخ جھاڑ کر درست کر کے روبرو لب فرش رکھیں شیخ نے نظر عنایت سے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ نظام الدین تو واسطے کسب علوم ظاہری کے میرے پاس آیا، یا برائے حصول فوائد باطنی کہ اولیٰ و نسب ہے۔ آپ نے عرض کیا ؎

سپردم بتو مایہ خویش را ✤ تو دانی حساب کم و بیش

یہ سنتے ہی شیخ کو فرمانا شیخ کبیر شیخ یحییٰ مدنی کا یاد آیا کہ مدینہ طیبہ میں وقت رخصت فرمایا تھا کہ کلیم اللہ ایک شخص نظام الدین نامی اس ہیئت وصورت کا آئے گا۔ اور بروقت دعوت الی اللہ کے یہ بیت زبان پر لائے گا۔ پس سنتے ہی اس بیت کے شناخت کر لیا کہ یہ وہی نظام الدین ہے جس کے واسطے شیخ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اور اسی وقت ان کو مرید کر کے تعلیم اور تربیت باطنی میں مشغول ہوئے۔ چند روز مجاہدہ اور مشاغلہ معنوی میں رکھ کر کار بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت عطا کر کے طرف دکن کے رخصت فرما کر شاہ ولایت اورنگ آباد کا کیا۔ یہ حضرت دہلی سے رخصت ہو کر اورنگ آباد میں پہنچ کر طالبان حق کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ نہایت مقبول خلائق ہوئے، لاکھوں مرید ہوئے۔ یہاں تک کہ نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر جد نواب غازی الدین خان مصنف مناقب فخریہ مرید ہوئے۔ اور حضرت کے حالات میں کتاب احسن الشمائل اور برکت

صحبت حضرت سے باوجود امارت اور ریاست کے تصفیہ باطنی میں کمال بہم پہنچایا، نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک کا ایک مرید تھا، اس کی زوجہ کو عارضہ جذام لاحق ہوا اور اعضا ٹپکنے لگے پہلے اس نے اطباء سے رجوع کی، جب کچھ سود نہ ہوا۔ حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ اس نے دعا چاہی اور بہت رویا کہ میری زوجہ کی یہ کیفیت اور اب یہ نوبت پہنچی کہ تمام کنبہ اس سے متنفر ہے، حضرت اس کی صحت کے واسطے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں طبیب نہیں کیا کروں، جب وہ بہت رویا آپ کو رحم آیا۔ اور وضو کا باقیماندہ پانی جو بدھنی میں تھا مرحمت فرمایا اور کہا کہ ہرگز قدرے اس میں سے پلایا کر اور تھوڑی مٹی گیلی بہ لے جا اور اس کو زخموں پر لگایا کر، اس نے ویسا ہی کیا درمیان ہفتہ کے اس کی زوجہ کو صحت ہوئی اور کہتے ہیں اکثر مریض اورنگ آباد ہر صبح خدمت عالی میں حاضر ہوتے تھے۔ جس پر چند روز دم فرماتے اس کو صحت ہوتی۔ اور جو شکایت ضعف بصر کی لاتا۔ اپنا لب اس کی آنکھ میں لگا دیتے۔ اس کی آنکھیں روشن اور مقوی ہو جاتی تھیں۔ ایک بار ایک سنیاسی حضرت کے پاس آیا اور دریافت کیا۔ کہ فقیری میں آپ کو کیا معلومات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ، جب وہ بہت مصر ہوا، آپ کو جلال آگیا اور فرمایا کیا دیکھنا چاہتا ہے اوّل تو تو اپنی شکل کو دیکھ، ایک خادم کو حکم دیا، کہ اس کو آئینہ لا دو، اس نے جو اپنی صورت دیکھی معلوم ہوا کہ نصف چہرہ بندر کا اور نصف خنزیر کا سا ہے یہ دیکھ کر وہ حیران ہوا اور کہا کہ میری صورت بدل جانے کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تیری آنکھوں سے دکھا دیا کہ جیسا بندروں اور سوروں کی پوجتے ہو، ایسے ہی تمہاری شکلیں ان کی شکلوں کی سی ہو کر تمہارا حشر ان کے ساتھ ہوگا، یہ کرامت دیکھ کر وہ مسلمان ہوا، اور عرض کی، کہ مجھ کو ایک کسب ایسا یاد ہے، کہ اگر آپ کو بتا دوں، تو عمر بھر جس قدر چاہیں خرچ کریں، اور آپ کا خزانہ کم نہ ہو، اور جہاں جو چاہو موجود ہو جائے، اس نے اپنی جھولی میں سے ایک نایل پیش کیا، کہ یہ باون تولہ پا درتی، الغرض اس نے تھوڑا تانبہ چرخ دے کر قدرے اس میں سے ڈالا، تانبہ اسی وقت کندن ہو گیا، یہ ملاحظہ فرما کر آپ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ اس میں بہت بکھیڑا ہے، ہم کو اللہ تعالیٰ نے بہت آسان طریقہ عنایت فرما دیا ہے، تھوڑا تانبہ اور چرخ دے، جب اس نے تانبہ پگھلایا، آپ نے اس میں تھوک دیا، اسی وقت وہ کندن ہو گیا،

اس نے عرض کیا، کہ اس میں کیا حکمت ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ برکت نام الٰہی کی ہے، جو زبان سے لیا جاتا ہے، مگر وہ کام آتا ہے کہ جو اسلام کے ساتھ ہوتا ہے وہ از سر نو صدق دل سے مرید ہوا، اور عرض کی کہ کسب درویشی مجھ کو بھی تعلیم فرمایئے۔ آپ نے اس کو مرید کیا۔ جب اس کو کئی برس ہو گئے محنت کرتے مگر سبب اصل نہ حاصل ہوا۔ ایک روز اس نے عرض کیا، کہ مقامات نہیں کھلتے، آپ نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے وہ بلا یعنی ناریل اکسیر کا تیرے پاس ہنوز موجود ہے، اس نے اقرار کیا، آپ نے فرمایا، کہ اس کو چاہ میں ڈال دے، فقیر کو متوکل رہنا چاہیئے، الغرض بموجب حکم پیر روشن ضمیر اس نے اس کو یعنی ناریل اکسیر کو چاہ میں ڈالا۔ اسی شب کو اس کی مطلب برآری ہوئی اور اولیائے وقت سے ہوا۔ اور نام اس کا عبدالحق رکھ کر تبریز کی طرف رخصت فرمایا، وفات شیخ نظام الدین صاحب کی ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ میں ہوئی مزار اورنگ آباد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

آن مقتدائے اولیا و صاحب اسرار خفی و جلی مستغرق ذکر کبریا آن جہان عظمت و شہامت آن عالم فیض و کرامت آن باتفاق صاحب ولایت قطب الافراد محبّ نبی حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین جہاں دہلوی چشتی نظامی قدس سرہ

آپ عالم العلماء سرداعظم مشائخ عصر بلکہ قطب ہند اور خلیفہ اپنے پدر بزرگوار شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی کے تھے، علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے نسب آبائے کرام حضرت کا شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے اور نسب مادری حضرت سید السادات بندہ نواز میر سید محمد گیسو دراز تک پہنچتا ہے حضرت مولانا کے پانچ بھائی تھے اور شیخ محمد عماد الدین دوسرے شیخ غلام معین الدین تیسرے شیخ غلام بہاؤالدین چوتھے غلام کلیم اللہ اور پانچویں حضرت مولانا فخر صاحب نواب نظام الملک غازی الدین خان بہادر والی حیدر آباد دکن

جامع مناقب فخریہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۱۲۶ھ میں حضرت بمقام اورنگ آباد تولد ہوئے اس وقت حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی وہاں تشریف فرما تھے۔ جب مولانا پیدا ہوئے غسل دے کر ان کو ان کے والد شیخ نظام الدین خدمت شیخ میں لے گئے۔ شیخ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خرقہ اپنے ملبوس خاص سے تیار کر کے پہنا دیا اور مولانا فخر الدین نام رکھا۔ یعنی اول لفظ مولانا شیخ نے فرمایا۔ الغرض جب عمر شریف سات برس کی ہوئی۔ حضرت سید عالم فخر اولاد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ پانچ بن عطا فرماتے۔ جب بیدار ہوئے پانچوں بن ہاتھ میں پائے۔ صبح شیخ نظام الدین نے اپنے کشف سے معلوم کر کے حضرت کے پاس آکر فرمایا۔ کہ اے نور عین عطیہ رسول مقبول تنہا کھانا نہ چاہیئے۔ روزی ہماں بہ کہ تنہا نخوری، پس حضرت مولانا نے دو دانہ تو نوش فرمائے تھے، باقی تین دانہ روبرو والد کے پیش کئے۔ پس جب عمر شریف سولہ برس کی ہوئی۔ شیخ نظام الدین آپ کے والد نے وفات پائی۔ بعدہ حضرت آٹھ برس زہد اور مجاہدہ ریاضت شاقہ میں مصروف رہے، کار فقر کی تکمیل کی، مگر تحصیل علوم ظاہری سے سولہ برس کی عمر میں فارغ ہو چکے تھے۔ جب سن شریف پچیس برس کا ہوا ۱۱۵۱ھ میں وارد دہلی ہو کر تعلیم اور تربیت طلبائے ظاہری اور باطنی میں مشغول رہے۔ بعدہ بارادہ زیارت مزارات خواجگان چشت اہل بہشت بہ ہمراہی کلو خواص اور شیخ نور محمد جمیل مہاوری دار الخیر اجمیر میں جا کر زیارت روضہ خواجہ سے مشرف ہو کر چندے وہاں رہ کر استفادہ حاصل کر کے طرف اجودھن کے چلے، مشہور ہے کہ حضرت کو پھکیتی اور بنوٹ میں کمال حاصل تھا۔ راستہ میں راہزنوں نے گھیرا، وہ بیس پچیس آدمی تھے آپ نے تن تنہا ان سب کا مقابلہ کر کے سب کو زیر کیا۔ یہاں تک کہ وہ سارا گاؤں مسلمان ہوا۔ وہاں سے اجودھن میں حاضر ہو کر زیارت روضہ بابا صاحب سے مشرف ہو کر وہاں چندے معتکف رہ کر فیضان روحانیت بابا صاحب سے حاصل کر کے لاہور میں آئے، سید محرم علی نقشبندی سے ملے اور چندے اوپر مزار گہر بار مخدوم علی گنج بخش ہجویری برادائے سنت پیران خود معتکف رہ کر افادہ حاصل کیا اور مزارات لاہور پہ فاتحہ پڑھی تین روز مزار میاں میر لاہوری پر رہ کر مراجعت کی پانی پت میں آکر زیارت مزار حضرت قلندر صاحب و مخدوم صاحب و شاہ ولایت صاحب و دیگر اولیاء سے فارغ ہو کر واپس دہلی میں تشریف لائے کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت دہلی میں

تشریف لائے تو شیش محل احاطہ شاہجہان آباد سے باہر تھا، بعدہ اجمیری دروازہ کے باہر خانقاہ تیار ہوئی تھی، مسجد خانقاہ کی تو کاتب نے بھی زیارت کی ہے اب جو وہاں سے نہر نکلی ہے وہ مسجد منہدم ہوگئی ہے۔ چند قبروں کے نشان باقی ہیں۔ آخر یہاں تک رجوعات ہوئے کہ حضرت ابونصر معین الدین جد کلاں راقم مرید ہوئے۔ ان کے مرید ہوتے ہی تمام روسائے شہر و شاہزادگان عالی قدر کل حلقہ ارادت میں آئے۔

نقل ہے کہ ایک بار مجلس سماع میں مریدان حضرت کو وجد تھا اور حضرت بھی بے ہوش اور جام وحدت سے مدہوش تھے۔ دو شخص بدمعاش بھی اس وقت موجود تھے۔ ایک نے ایک سے کہا کہ میاں دیکھنا یہ بچہ بدحتی کس طرح ناچتا ہے۔ اتفاقاً یہ آواز حضرت کے گوش زد ہوئی۔ آپ نے ان کی طرف تیز نظر سے دیکھا۔ اسی وقت وہ ناچنے لگے اور اپنے ہتھیار اور کپڑے سب قوالوں کو دے دیئے۔ جب ہوش آیا حضرت کے قدموں میں سر رکھا اور بیعت کی آرزو کی۔ آپ نے فرمایا ہم بچہ کہ رقص و سماع میں ہیں۔ تم ہم سے کیوں بیعت کرتے ہو انہوں نے عفو تقصیر چاہا اور مرید ہوئے۔ حضرت نے دس اشرفی اپنے پاس سے قوالوں کو دے کر ان کے کپڑے اور ہتھیار دلادیئے۔

نقل ہے کہ ایک شخص یار محمد نام صوفی کہ آستانہ حضرت سلطان المشائخ میں رہتے تھے وہ ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید منقطع ہوگئی۔ ایک روز انہوں نے لوگوں سے کہا۔ کہ اگر مجھ میں قوت چلنے کی ہوتی تو میں فخر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر شفا کے واسطے دعا کرتا۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا فخر صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ مرزا یار محمد تم کو چلنے کی قوت نہ تھی میں خود تمہارے پاس آگیا۔ تسلی رکھو اچھے ہو جاؤ گے، جب سوتے سے اٹھے۔ اپنے کو صحیح اور سالم پایا اور مولانا کی خدمت میں شکریہ ادا کر کے کل کیفیت عرض کرنی چاہی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ برناوا شریف کے پیرزادوں میں سے ایک صاحب نے اپنے گھر میں کہا کہ اگر اب کے کسی کام کو دہلی جانا ہو تو مولانا فخر سے بیعت کروں یا مولانا خود یہاں آجائیں۔ تو اور بھی خوب ہو، تھوڑی دیر کے بعد یہ گھر سے کسی کام کو نکلے دیکھا کہ مولانا تشریف لاتے دیکھتے ہی آپ کی قدمبوسی کی اور مرید ہوئے۔ عرصہ سے آج تک مولانا نے دہلی سے باہر قدم بھی نہ رکھا۔ پس تشریف لے جانا مولانا کا بزور کرامت تھا۔ مشہور ہے کہ قاضی الرضا سونی پتی کہ جو دہلی سے بیس کوس ہے تپ دق میں مبتلا

تھے۔ کامل نو ماہ تپ کو ہو چکے تھے۔ آثار ذبول اعضا ظاہر تھے۔ چہرہ کی نظارت جاتی رہی تھی۔ پیشانی پر جبین نہیں پڑتی تھی۔ کان اور گلا دونوں چھوٹے پڑ گئے تھے۔ براز کے ساتھ ہڈیوں کا گودا آنے لگا تھا۔ بول میں دہنیت تھی۔ الغرض تیسرا درجہ تھا۔ آخر اپنی زندگی سے مایوس ہو کر پالکی میں پڑ کر خدمت مولانا میں حاضر ہوئے اور روئے مولانا نے ان پر رحم فرمایا۔ اور گلے لگایا اسی وقت ان کو شفا ہوئی۔

نقل ہے کہ امرائے شاہجہان آباد سے ایک صاحب حضرت کے مرید تھے۔ مگر بوجہ بہکانے دشمنان فقراسے ان کا اعتقاد فسخ ہو گیا تھا۔ وہ اکثر میاں سید ظفر علی ابدال شاہ کہ پہاڑ گنج میں رہتے تھے۔ ان کی خدمت میں بھی آجایا کرتے تھے۔ ایک بار سماع سننے کے بارے میں حضرت مولانا کی شکایت کی۔ سید صاحب کو نہایت ناگوار معلوم ہوا۔ اور ان کو تیز نظر سے دیکھا کہ بے ہوش ہو کر تڑپنے لگے یہ حالت دیکھ کر جو ملازم ان کے ہمراہ تھے ان کو پالکی میں ڈال کر مکان پر لائے۔ بہت کچھ تدارک کیا۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوا۔ ناچار حضرت مولانا کی خدمت میں لا کر عرض کیا۔ کہ یہ آپ کے مرید ہیں۔ ان کے واسطے دعا کیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ وقوعہ سید ظفر علی شاہ کے مکان پر ہوا ہے اور وہ ہندوستان کے اس وقت شاہ ولایت میں وہیں لے جاؤ میں اس میں کچھ نہیں کر سکتا الغرض ان کے لواحق وہاں سے ان کو سید صاحب کی خدمت میں لائے۔ سید صاحب نے ان کو جو نظر الطاف سے دیکھا۔ فوراً شفا ہوئی۔ وہ نواب صحت پا کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا بھی تشریف لائے اور کیفیت اس کی دریافت کی۔ سید صاحب نے متبسم ہو کر فرمایا کہ کیا تم مجھ سے دریافت کرتے ہو۔ یہ کہہ کر کہا کہ میرا وقت وصال قریب ہے تمہاری امانت جو عطیہ غوث الثقلین میرے پاس ہے وہ لو اور مجھ کو رخصت دو۔ دونوں بزرگوں نے مصافحہ کیا۔ مولانا تو میانہ میں سوار ہو کر اپنے مکان پر آئے۔ اور سید ظفر علی شاہ نے اسی شب کو انتقال کیا ایک بزرگ درویش کہ جن کی عمر چار سو برس کی تھی اور مرید حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے تھے۔ کہ جن کا ذکر دوسرے حصہ قادریہ میں آئے گا۔ سید حسن رسول نما کے قریب پہاڑ پر رہتے تھے۔ سید ظفر علی شاہ کو نعمت ان سے ملی تھی۔ پہلے سید ظفر علی شاہ مرید خاندان چشتیہ کے تھے۔

نقل ہے کہ دس شخص افغان ولایتی کہ جو دلی میں طالب علمی کرتے تھے اور حضرت مولانا کے

دشمن اور علانیہ بازاروں میں برا کہا کرتے اور قتل پر آمادہ تھے۔ کسی نے یہ خبر مولانا کو بھی دی آپ نے سن کر کچھ خیال نہ کیا۔ چند روز اسی طرح گزر گئے۔ ایک روز عرس خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں مولانا بھی تشریف فرما تھے اور مجلس سماع گرم تھی۔ یعنی فلاں مجلس خانہ میں سماع ہو رہا تھا اور حضرت نزدیک مزار پر انوار مشغول تھے ان میں سے دو دشمن چھریاں لئے ہوئے منتظر وقت مرزا قاضی حمید الدین پر بیٹھے تھے۔ اور آواز بلند سے برا بھلا کہہ رہے تھے، آخر بدیع الدین خادم آستانہ نے حضرت سے عرض کیا کہ اب تغافل نہیں ہو سکتا۔ کہاں تک ان کے سخن بد سنیں یہ تو ذوق سماع میں خلل انداز ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے ان کو تیز نگاہ سے دیکھا کہ دونوں بے ہوش ہو کر چبوترے پر سے گر پڑے اور تڑپنے لگے۔ آخر قدموں پر گر کر اپنا قصور معاف کرایا اور مرید ہوئے چنانچہ صاحب مناقب الفخریہ فرماتے ہیں ۔

نگاہت دشمنان را دوست کردہ　　　اثرہا در رگ و در پوست کردہ

نقل ہے کہ ایک عالم دکن سے شہرہ علم و فضل حضرت مولانا کا سن کر دہلی آئے۔ قریب خانقاہ کے ایک مسجد میں ٹھہرے۔ حضرت نے نور باطن سے ان کا آنا معلوم فرما کر اپنا شعار کر لیا کہ دونوں وقت گھر سے کھانا لے جا کر ان کو کھلاتے اور باہر بیٹھنا بالکل چھوڑ دیا جب وہ مولوی خانقاہ میں آ کر حضرت کو دریافت کرتے معلوم ہوتا کہ اندر گھر میں تشریف رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان کو ہفتہ گزر گیا۔ ایک بار جو حضرت کھلانے گئے۔ ان مولوی نے کہا افسوس ہے۔ میں اتنی دور سے آیا اور مولانا صاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کون مولانا، انھوں نے کہا مولانا فخر الدین صاحب۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہی عاجز ہے۔ یہ سن کر وہ روئے اور افسوس کرنے لگے کہ چودہ سو کوس کی محنت رائیگاں گئی، سنا کچھ تھا دیکھا کچھ اور اپنے خادم سے کہا کہ جلدی دہلی سے چلو، آپ نے فرمایا کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ کل اختیار ہے اور جو پہلے میں نے خدمت کی وہ حق مسجد تھا۔ غرض جوں توں کرکے وہ ٹھہرے آپ نے مکان پر آکر نقیب کو حکم دیا کہ صبح مجلس ہے ایک عالم دکن سے تشریف لاتے ہیں کل مشائخ دہلی جمع ہوں شب گزری صبح آپ لباس درویشی سے مسند حضرت خواجہ بزرگ پر آ کے بیٹھے تمام مشائخ حاضر ہوئے قوالی شروع ہوئی۔ آپ نے نقیب کو حکم دیا کہ فلاں مسجد میں ایک مولوی ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو حاضر کرو۔ نقیب موافق امر والا کے مولوی کو ہمراہ لایا، جب مولوی درخانقاہ

پر پہنچا۔ سماع کی آواز آئی۔ بہت ہی خفا ہو کر اپنے دل میں کہا کہ خیر چلو آج معاملہ صاف ہو جاتے گا۔ پس جس وقت روبرو حضرت کے آئے اور نظر فیض اثر ان پر پڑی فوراً بخود مست و مدہوش ہو کر وجد کرنے لگے۔ تمام کپڑے قوالوں کو دے دیئے۔ اس قدر شورش کی کہ مثل مردہ ہو کر پڑ گئے۔ حضرت منہ پر رومال رکھ کر تبسم فرمایا کئے۔ آخر آپ نے کوزہ پانی طلب فرما کر اس پر دم کر کے منہ پر چھینٹا دیا۔ چونکہ وہ برہنہ ہو گئے تھے آپ نے لنگی ان کے اوپر ڈال دی۔ جب وہ ہوشیار ہوتے قدموں پر گرے اور عرض کی کہ جیسا سنا تھا۔ اس سے سو حصہ زیادہ پایا اور مرید ہو کر چند سے زہد میں مشغول ہو کر اولیائے زمانہ سے ہوتے مولوی کو تنفر اس پر رہا تھا۔ کہ ریش مبارک خشخاشی رہتی تھی۔ اور انگشتان بعض میں انگشتری رہتی تھی۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت صحن خانقاہ جلوہ فرماتھے۔ اور تدریس علم میں مشغول تھے کہ ایک پٹھان چھری ہاتھ میں لے کر آیا۔ اور بعد سلام پوچھا۔ کہ باوجود اس علم فضیلت کے سماع سنتے ہو۔ اس کا کیا سبب کیا دلیل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں قصور وار ہوں۔ تم دعا کر دیہ سنتے ہی اس نے حضرت پر چھری لگائی مگر زخم نہ آیا۔ چاہتا تھا کہ دوسری اور مارے کہ ایک خادم نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت نے خادم کو نظر سے منع فرمایا۔ کہ اس کا ہاتھ چھوڑ دے۔ اور اپنا سر اس کے آگے جھکا کر فرمایا کہ میں حاضر ہوں، اگر میرا سر کسی کے کام آجاوے تو بہتر ہے۔ پس وہ بے رحم شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ دوسرے روز وہ بدگوہر اور ہمراہیوں کو لے کر آیا، حضرت وقت معینہ پر تشریف فرما تھے دروازہ بند تھا۔ اس نے آواز دی کہ دروازہ کھولو جب دروازہ کھلا وہ تینوں نہ آئے۔ حضرت نے معلوم فرمایا کہ آج مزوریہ بارادہ قتل آیا ہے تیز نظر سے ان کی طرف دیکھا۔ وہ اسی وقت زمین پر گرے اور وجد میں آتے۔ یہاں تک کہ سر پھوٹ گئے۔ کہنی گھٹنے ٹوٹ گئے۔ جب ہوش آیا قدموں پر گرے۔ عفو تقصیر چاہا اور بیعت کی خواستگاری کی۔ آپ نے ان کو بیعت تو نہ فرمایا۔ مگر کچھ دے کر رخصت فرمایا۔ مشہور ہے کہ ایک بار کسی نے بیان کیا کہ اس شہر میں حرام بہت ہونے لگا ہے خصوص ٹکھائیوں کا جو اڈہ ہے اس سے اور بھی زیادہ خرابی ہے۔ جس کے پاس دو پیسہ بھی ہوں وہ جا کر اپنا منہ کالا کر آتے۔ یہ سن کر حضرت کو خیال ہوا کہ ایسا امر ہونا چاہیئے کہ بندگان خدا حرام سے بچیں۔ آخر شام کے وقت سوار ہو کر ٹکھائیوں کے اڈہ میں آتے وہ دیکھتے ہی سب جمع ہوئیں قدم بوسی کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنی جگہ پر جاؤ۔ جب وہ چلی گئیں۔ آپ الگ الگ ہر ایک کے مکان پر گئے۔ ان کی خرچی و رہائش کی جو

جس نے کہا وہ اس کو دے کر فرمایا کہ آج فقیر تمہارا مہمان ہے، عرصہ دراز تک ان کو ہر روز روپیہ تقسیم فرمایا۔ آخر ایک مرید کو حضرت کا وہاں جانا معلوم ہوا اس نے عرض کیا کہ وہاں جانے میں کیا بھید ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو یہ خیال آیا کہ بڑھیا جو طوائف ہیں ان کے پاس تو مالدار ہی جاتے گا اور یہ اڈہ ایسا ہے کہ دو پیسہ کے واسطے وہ کم بخت بھی گنہگار ہوتی ہیں اور دوسروں کو بھی گنہگار کرتی ہیں، جوان مخلوق خدا سے بچے بہتر ہے کہتے ہیں کہ وہ رنڈیاں سوا سو کے قریب تھیں۔ سب نے حرام سے توبہ کر کے نکاح کر لیا اور جس نے سب سے پہلے اٹھ کے قدمبوسی کی تھی وہ فقیر ہو کر نبی کریم کے چوراہے پر جا بیٹھی اور سالک مجذوب ہوئی۔

نقل ہے کہ حاجی احمد خلیفہ مولانا صاحب کہ مدینہ طیبہ میں مسکن پذیر تھے۔ ایک روز انہوں نے عالم رویا میں مولانا کو مجلس رسول مقبول میں دیکھا صبح مدینہ سے روانہ ہوئے۔ دہلی میں پہنچ کر حضرت سے بیعت کی۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب مناقب الفخر یہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے گھر میں جو فرزند ہوتا حضرت نام رکھتے تھے۔ ایک بار فرزند تولد ہوا میں نے عرضی لکھی، اس کے جواب میں مبارکباد تو لکھی مگر نام نہ لکھا میں اسی وقت سمجھا کہ یہ فرزند جیتے گا نہیں چنانچہ ایک ماہ کا ہو کر مر گیا۔ اور نیز صاحب مناقب فخریہ فرماتے ہیں۔ کہ میرا ایک لڑکا تھا تین برس کی عمر میں سماع میں اس کو وجد ہوا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا میں نے عرضی لکھی۔ جواب لکھا کہ اب کے اچھا ہو جائے گا۔ دوسری بار جو بیمار ہوا جانبر نہ ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اکبر بادشاہ کے سر میں شدت سے درد تھا۔ بادشاہ نے خواجہ سرا کو خدمت مولانا میں بھیج کر عرض کرایا۔ آپ نے سر مبارک پر سے کلاہ اتار کر خواجہ سرا کو دی کہ یہ بادشاہ کو دے دینا اس نے لا کر حضور میں پیش کی۔ بادشاہ نے تعظیماً اس کو سر پر رکھا۔ فوراً درد موقوف ہو گیا۔ اس کلاہ سے سوبار مروارید تول کر خدمت حضرت میں ارسال کئے۔ حضرت نے اسی وقت وہ طلبائے خانقاہ کو تقسیم کرا دیئے۔ ایک بار حضرت کے ہاں تقریب کسی عرس کی تھی۔ تمام امرائے شہر اور شہزادے اور مشائخ سب حاضر تھے۔ عین قوالی میں قوالوں کو بند فرما کر حافظ عبدالقادر متخلص بہ قادری کہ حضرت کے مرید تھے۔ ارشاد فرمایا کہ قصیدہ بردہ سے کچھ پڑھو۔ انہوں نے چند بیت خوش الحانی سے پڑھیں۔ تمام مجلس کو جوش و خروش پیدا ہوا۔ اسی وقت ایک مبروص آیا۔ اس پر جو نظر فیض اثر پڑی اسی وقت اچھا ہو گیا اور مولوی محمد روشن علی و سید محمد مرزا کہ قرابتی نواب روشن الدولہ کے تھے اسی روز مرید ہوئے۔ نقل کرتے ہیں کہ حضرت مولانا

انتقال سے دو برس پہلے محل سلطانی میں رونق افروز ہوئے۔ چند بیگمات مرید ہوئیں۔ چنانچہ والدہ حضرت ابوظفر بھی حضرت کی مرید تھیں۔ انہوں نے حضرت بہادر شاہ کو پیش کر کے مرید کرایا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ برس کی تھی حضرت نے کچھ پڑھ کر بہادر شاہ پر دم کیا۔ اور بادشاہ اکبر سے فرمایا کہ اگر یہ بچہ بادشاہ کا نہ ہوتا تو میں اس کو لے کر اپنا کر لیتا۔ بادشاہ نے عرض کی اب بھی آپ ہی کا غلام ہے۔ فرمایا کہ یہ خود ہمارا ہو جائے گا۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت مولانا مجلس سماع میں روضہ حضرت سلطان المشائخ پر حاضر تھے۔ ایک نوجوان کو وجد ہوا۔ ناگاہ قوال کسی ضرورت کو اٹھ گئے کچھ چپ ہو رہے وہ نوجوان مردہ ہو گیا۔ تمام بدن سرد ہو گیا تمام اہل مجلس اس کی طرف نگران تھے۔ اس کا باپ یہ حال دیکھ کر روتا ہوا مولانا کے روبرو آیا اور عرض کی کہ یہی ایک پسر تھا۔ سو فوت ہوا۔ میں بھی جینا نہیں چاہتا۔ حضرت نے ازراہ کرم فرمایا کہ یہ ابھی زندہ ہے تسلی رکھو اور قوالوں کو گانے کا حکم دیا کہ یہ غزل شروع کرو۔

لب لعل تو صد جاں مے دہد ۔۔۔ جفر آسا آب حیواں مے دہد
مردہ گر باشم بعالم باک نیست ۔۔۔ جاں وصل خویش جاناں مے دہد

جب قوالوں نے یہ غزل شروع کی۔ تمام مجلس جوش و خروش میں آئی۔ اس نوجوان کو بھی حرکت ہوئی پھر بحالت وجد زمین پر لوٹنے لگا۔ بعد تھوڑی دیر کے ہوشیار ہو گیا، نقل ہے مولوی مکرم کہ علمائے دہلی سے تھے۔ سماع کے بارے میں حضرت مولانا بہت پرہیز رکھتے تھے۔ ایک روز عین وقت مجلس کے بارادہ بحث آئے، مولانا نے نگاہ تیز سے دیکھا کہ گویا تیر سا لگا، مولوی مکرم بیٹھ گئے اور وجد ہوا۔ بعدہٗ مرید ہوئے۔ ترک تدریس کر کے سلوک طریقت میں مشغول ہوئے۔ کبھی روبرو حضرت کے نعرہ ہائے عاشقانہ مارتے اور کہتے کہ اے مردمان دیکھو رہزن دنیا اور قصاب عاشقان مولانا فخر الدین کو کہ ایک نگاہ تیز سے مولوی محتسب کو شہید کیا حضرت ان کی ایسی مستانہ وار باتیں سن کر تبسم فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار مولانا نے ایک لڑکے کو برائے تعلیم مولوی مکرم کے سپرد کیا کہ اس کو میزان الصرف پڑھاؤ۔ اگرچہ مولوی بسبب عشق الٰہی و ولولہ طبیعت کے لائق درس تدریس نہ رہے تھے۔ مگر حکم مرشد کو جبراً قہراً منظور کیا دو روز تو اس کو پڑھایا تیسرے روز ضرب زید عمرا کا سبق آیا۔ لڑکے نے آپ سے پوچھا کہ زید کو عمر نے کیوں مارا۔ مولوی نے فرمایا بابا معشوقان دین عاشقان بے گناہ کو

ناحق مارتے ہیں، یہ کہہ کر کتاب چاہ میں ڈال پگڑی پھینک دی وجد میں آکر بے ہوش ہوئے
یہ خبر مولانا صاحب کو ہوئی۔ فرمایا کہ مولوی کو میرے پاس لاؤ۔ جب روبرو آکر ہوشیار ہوئے
مولانا نے فرمایا کہ لفظ ضرب زید عمرا کی کیا کیفیت ہے عرض کی کہ حضرت بس بس دو روز بحکم عالی
کے سبق دیا اب معاف فرمایئے اگر مار ڈالنا منظور ہے بہتر ہے ورنہ میرا دماغ صرف پڑھانے کے
لائق نہیں ہے۔ چند روز خدمت مولانا میں رہ کر اولیائے روزگار سے ہوئے۔ وفات حضرت مولانا
فخر صاحب کی بتاریخ ہفتم جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ میں بمقام شاہجہان آباد ہوئی، مزار گھر بار زیر مسجد
آستانہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حاجت روائے خلق ہے کہتے ہیں کہ جہاں مولانا کا مزار
ہے یہ جگہ بہت کوتاہ تھی۔ جب جسد مبارک کو اس جگہ دفن کرنا چاہا تو ہرگز کسی کو گمان نہ تھا کہ یہاں
پورا مزار ہو جائے گا۔ مگر قدرت خدا سے مزار بھی بنا اور پاس آپ کے چھوٹے صاحبزادہ کا بھی مزار ہے
اور اور بھی جگہ ہے۔ چچا فیروز شاہ قادری خلف شاہزادہ سلیم حسن کا ذکر دوسرے حصہ میں ہوگا
فرماتے ہیں کہ ایک بار بادشاہ بہادر شاہ خواجہ صاحب مقیم تھے۔ میں بھی وہیں تھا اور موسم نہایت
گرم تھا۔ شب و روز لو چلتی تھی۔ میرے ہم جیسوں کی رائے ہوئی کہ آج کا دن باغ محمد شاہی
میں کہ باغ ناظر مشہور ہے تمام دن رہیں۔ میں اور میرے دوستوں نے باغ میں کھانا کھایا۔ جب دوپہر
ہوئی۔ تو میں اور مرزا عدوانگن بخت دونوں وہاں سے پاپیادہ چلے۔ خواصوں نے چھتریاں کھول
لیں۔ جب قریب محل سلطانی کے آئے۔ حضور جنگلی دیوڑھی پر ایک کمرہ میں تشریف فرما تھے اور
گردن تا سینہ کھڑکی سے باہر تھی اس کمرہ کے نیچے ہی راستہ تھا۔ جب ہم نے بادشاہ کو دیکھا۔ آداب
بجالائے۔ ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر اپنے حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ پس حسب الحکم ہم دونوں کو باریابی
ہوئی۔ پھر آداب بجالائے اور حسب اجازت بیٹھے۔ بعد مزاج پرسی کے میں نے عرض کیا۔ کہ جناب عالی
لو بہت سخت چلتی ہے۔ یہ کھڑکی بند ہونی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو نصیب اعدا لو لگ جائے۔ بادشاہ
نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ چار روز ہوتے کہ میں نے یہیں بیٹھے کچھ ایسا دیکھا کہ ہر دوپہر کو یہیں آکر بیٹھتا
ہوں۔ یہ لو مجھ کو ہوائے خس خانہ سے بہتر معلوم ہوتی ہے میں نے عرض کیا کہ وہ ارشاد ہو فرمایا کہ
ایک روز میں اسی جگہ پر بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ
اور میرے حضرت صاحب یعنی مولانا فخر صاحب دونوں بزرگ ہاتھ پکڑے جھرنے کی طرف چلے آئے

ہیں، قریب تھا کہ میں جھروکوں کی طرف سے کود دوں۔ مگر اشارے سے منع فرمایا میں سکتہ کے
عالم میں ساکت رہ گیا۔ اس روز سے دوپہر اسی جگہ گزرتی ہے اور یہ معلومات اس کاتب کی
ہے کہ حضرت ابوظفر کو مزارات حضرت خواجہ اور حضرت مولانا سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر خواب
میں رہا کرتے۔ آستانہ کی طرف پشت نہ کرتے تھے۔ جس امر میں مولانا صاحب کے قدموں کی قسم
کھاتے تھے۔ وہ سچی ہوتی تھی، جب کبھی حضرت مولانا کا ذکر آتا روتے اور حالت طاری ہو جاتی تھی
تصویر حضرت مولانا کی سرہانے رہتی تھی۔ بعد حضرت مولانا کے تعلیم حضرت مولانا قطب الدین فرزند اکبر
حضرت مولانا سے پائی اور تمام پوتوں اور پڑپوتوں کو مولانا سے بھی بہت محبت رہی۔ بہت ادب سے
پیش آتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب میاں کالے صاحب مبارک باد چاند رات یا مزاج پرسی کو
تشریف لاتے تو مسند سے آدھے کھڑے ہو کر تعظیم کرتے اور برابر مسند شاہی پر بٹھاتے۔ جب میاں
کالے صاحب حج کو گئے ہیں تو معرفت ریذیڈنٹ بنام رؤسائے ہند و حکام عالی قدر من جانب
گورنر انگریزی فرمان جاری ہوا تھا کہ بادشاہ کے پیرزادے حج کو جاتے ہیں لازم ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم
میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہو۔ چنانچہ جہاں سے گزرے وہاں سے حاکم ضلع یا رئیس نے کوسوں
سے پیشوائی کی دعوت اور نذر و نیاز سے پیش آتے اور میاں نظام الدین صاحب و میاں غلام معین الدین
صاحب کہ پڑپوتے مولانا صاحب کے اور بادشاہ کے پوتوں سے بھی چھوٹے تھے۔ مگر کبھی ان صاحبان کے
نام نہ لیتے تھے بڑے میاں اور چھوٹے میاں فرمایا کرتے تھے۔ جملہ مریدان مولانا صاحب سے کمال محبت
رکھتے تھے۔ جو درویش خاندان فخریہ کا آتا۔ اس سے نہایت محبت سے ملتے۔ مصافحہ کر کے روتے جو اس کی
قسمت کا ہوتا۔ خدمت گزاری کرتے، مولانا کے اکثر فضائل بیان فرماتے اور اولاد مولانا بھی اولاد بہادر شاہ
پر کمال مہربانی رہی۔ چنانچہ میاں کالے صاحب اس کاتب پر نہایت شفقت فرماتے اور ارشاد کیا
کرتے تھے کہ محبت خداداد ہے۔ جس قدر مجھ کو محبت غلام نظام الدین سے ہے اسی قدر احمد اختر سے
ہے بلکہ ایک بگھی اور اس کا پایوکہ جو خورد سالی میں میاں نظام الدین کی سواری کا تھا احقر کو مرحمت
فرمایا تھا۔ ایک بار فقیر بیمار تھا۔ دو ماہ اپنے مکان پر رکھا اور جب صحت ہوئی اس وقت قلعہ میں
بھیجا آخر کیفیت ارادت اور محبت حضرت ابوظفر کی یہ ہے۔ کہ جب بجائے تخت کے بوریا بیٹھنے کو
ملا اور رنگون میں بھیجے گئے وہاں سے بھی صدر کو ایک درخواست بھیجی تھی کہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔

یہ جو کچھ نقد اور سامان رنگون سے ملتا ہے۔ یہ بھی نہیں چاہیئے۔ امید ہے کہ مجھ کو بمقام مہرولی چھوڑ دیا جائے کہ وہاں میرے پیر کا مزار ہے چاہتا ہوں کہ جو دن کی زندگی ہے اس مزار کی جاروب کشی میں بسر کر کے اپنے پیر کے قدموں میں دفن ہوں مگر یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی ؎

وہ بھی ہو گا کوئی امید بر آئے جس کی   اپنا مطلب تو نہ ایک چرخ کہن سے نکلا

اور خلفاء حضرت مولانا کے صدہا ہوتے ہیں۔ مگر تبرکاً چند صاحب درج ہوتے ہیں۔ اوّل حضرت مولانا قطب الدین پسر سجادہ نشین حضرت کے پدر بزرگوار سے کچھ کم نہ تھے۔ ۲۸ محرم الحرام ۱۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے اکمل الخلفاء، مولانا نور محمد جمیل مہاوری و شاہ عبداللہ و شاہ ظہور اللہ مولوی روح اللہ و سید احمد و شیخ شمس الدین مولوی بدیع الدین، مولوی فرید الدین، شیخ محمد سلیم۔ مولوی مکرم، مولوی فرید، مولوی روشن علی، مولوی حسن محمد شاہ محمد، فتح اللہ و صوفی یار محمد شاہ اودنی قادری و نواب نظام الملک غازی الدین خان مصنف مناقب فخریہ و شاہ محمد بیداد و حاجی محمد واصل و مولانا سید محمد و مولانا سید ضیاء الدین، سید فخر الدین مست و شیخ گل محمد و حافظ سعد اللہ و شاہ مراد و شیخ محمد مراد و شیخ امان و مولوی علاؤالدین و شیخ ضیاء الدین و مولوی محمد صالح و میاں عبدالوہاب بیکانیری و حاجی احمد و حاجی خدا بخش و محمد غوث کیرت پوری و محمد غوث فرزند ثانی کہ حضرت والد کے پہلو میں آسودہ ہیں، و مولانا عماد الدین معروف سید میر محمد دہلوی، مولانا شاہ نیاز احمد و حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کی والدہ حضرت جناب عالیہ سادات عظام سے تھیں جب اکبر بادشاہ ان کے حمل میں آئے وہ جب قرآن پڑھتیں۔ متشابہ لگتا یا کوئی لفظ غلط صادر ہوتا آپ بتاتے ان کو اپنے شکم میں سے آواز آتی۔ ایک روز انہوں نے شاہ عالم سے کہا کہ میرے شکم میں کوئی جن یا کوئی بلا ہے قرآن پڑھنے میں جہاں بھولتی ہوں۔ میرے شکم سے کوئی مجھ کو بتا دیتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ تمہارے شکم میں ولی خدا ہے۔ ان کا شعار تھا۔ کہ بہت کم بولتے تھے اکثر اشاروں سے کام لیتے۔ تمام دن درود شریف پڑھتے ۔ تہجد کی نماز کو بیدار ہو کر صبح تک ادائے نوافل میں معروف رہتے اور مرید بھی کرتے تھے۔ شب چہار شنبہ ۸ رمضان بمقام مکند پور ریاست ریوان میں پیدا ہوئے۔ اور بروز جمعہ ۲۸ رجمادی الثانی بمقام درگاہ قطب الدین بختیار کاکی انتقال کیا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ اور خلیفہ حضرت مولانا فخر صاحب ابو ظفر بہادر شاہ

ثانی کہ سلسلہ چشتیہ قادریہ و نقشبندیہ وسہروردیہ وکبرویہ میں صاحب اجازت تھے۔ چونکہ میرے جد تھے میں قلم سے حضرت کے خوارق وکرامت لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ مگر ایام غدر کی ایک کیفیت یہ ہے کہ غدر ہوتے ہی ترک لباس کر دیا تھا۔ تخت کا بیٹھنا موقوف فرما دیا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خاتم النسل تیموریوں اس کا خاتمہ میرے روبرو ہوگا۔ ایک بار میزان کے دالان میں جلوہ افروز تھے۔ حاضرین دربار سے فرمایا کہ گولا روکتے روکتے میرے ہاتھ جل گئے، جو امرائے مقربین سے تھے۔ ان سے فرمایا۔ میرے ہاتھ دیکھو اور سونگھو۔ بیشک ہاتھ سرخ ہو گئے تھے۔ بارود کی بو آتی تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیر روشن ضمیر کے مریدوں میں سے کوئی سوائے اس بدنصیب کے ایسا نہیں کہ جو منزل مقصود کو پہنچا ہو۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ میرا نمبر کس وقت آتے گا۔ اگر جواں بخت ہوشیار ہو جاوے۔ تو میرا مصمم ارادہ ہے کہ میں اس نام بادشاہی کو چھوڑ کر اپنی تکمیل کروں۔ چنانچہ چھ برس رنگون رہنے سے یہ مراد پوری ہوئی۔ رنگون میں یہ کیفیت رہی کہ حجرہ سے کم باہر آتے تھے تمام دن تلاوت کرتے تھے شب کو ادائے نوافل اور ذکر اسم ذات میں مشغول رہتے تھے۔ شرح گلستان کہ جو تصوف میں لکھی ہے ایک بار طبع ہو چکی ہے۔ شاعری آپ کے دیوانوں سے ظاہر ہے۔ آپ کے نو دیوان تھے دو وہ کہ جن میں بشنہ۔ ٹھمری۔ ادھرپت، تروٹ، ترانہ۔ سرگم، خیال، چوئی چند، کبت وغیرہ تھے اور ہر ملک کی زبان میں تھے۔ غدر میں کتب خانہ کے ہمراہ غارت ہوئے۔ خط طغرے میں بہت کچھ ایجاد کئے۔ نسق کے خوشنویس تھے۔ اکثر کلاہ دوزی کیا کرتے تھے۔ وفات حضرت کی بمقام رنگون ۱۲۷۹ھ میں مشہور ہے کہ غدر سے چالیس برس پہلے غلہ کا کھانا ترک کر دیا تھا۔ آنبہ اور رنگترہ سے رغبت تھی مگر ان کا بھی عرق چوس کر تھوڑی دیر بعد نمک کا پانی پی کر شکم کو صاف کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ نواب نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان نظام جنگ نے جو مہر نیم روز کے خطبہ میں نظم لکھی ہے۔ اس سے رتبہ عالی ظاہر ہے۔

نظم

ایکہ از راز نہاں آگہ نہ	دم مزن از راہ کہ مرد راہ نہ
در ہزاراں مردم مرد راہ یکے است	آدمی بسیارا ما شاہ یکی است
در توی پرسی کہ مرد راہ کیست	جو سراج الدین بہادر شاہ کیست

در طریقہ رہنمائے رہروان
آنکہ چوں از راز وحدت دم زند
آنکہ جودنے نوار اسرار دہد
آنکہ چوں شوق آسمان تازایدش
شبلی از نبر دہد آواز عشق
عشق دارد پایۂ ہرکس نگاہ
آنچہ ابراہیم ادہم یافت است
شاہ ما دارد بہم در رہروی
شاہی و درویشی آنجا باہم است
بردعائے شاہ سخن کوتاہ باد

درخلافت پیشوائے خسروان
دفتر کون ومکاں برہم زند
نے شو ونخلے کہ شبلی بردہد
تخت چوں رفرف برروانہ آیدش
شاہ ما برتخت گوید راز عشق
ممبراز شبلی وتخت از بادشاہ
بعد ترک مسندجم یافت است
خرقہ پیری وتاج خسروی
بادشاہ عہد قطب عالم است
تاخدا باشد بہادر شاہ باد

ایضاً

محیط بخشش وکف دریا وسحاب نوال
رئیس تاجوران خسرو جہاں داور
بفیض آگہی آئین شناس سیر سلوک
دم مراقبہ صورت نمائے جوہر عقل!
زحق عطیہ پذیرند چو ماہتاب زمہر

قمر لوائی فلک خرگہہ وستارہ سپاہ
دلیل راہروان مرشد خدا آگاہ
بفر خسروی ارزش فزائے دولت وجاہ
گہہ مشاہدہ نیر و فزائے نور نگاہ
بخلق بہرہ رساند چو آفتاب بہ ماہ

بعد انتقال حضرت کے بھی کسی نے کچھ لکھا ہے۔ جس کا ایک شعر مجھ کو بھی یاد ہے۔ شعر

ظاہرا گو شاہ بود باطناً درویش بود
مال وجان بر دین ولوہ گوئے سبقت در ربود

ذکر حضرت مولوی مکرم خلیفہ مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالم بے بدل ودرویش بے مثل تھے۔ ایک بار تشریف فرمائے الہ آباد ہو کر سید محمد خان داروغہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ ایک روز مجلس سماع تھی اور آپ کو وجد تھا۔ ناگاہ قاضی الہ آباد بھی وہاں آ گیا۔ مولوی مکرم کو وجد میں دیکھ کر از راہ تمسخر کہنے لگا۔ کہ اس مولوی کو کیا ہوا کہ اس طرح چوتڑ

بلاتا ہے، اسی شب کو وہ اپنے پلنگ پر سوتے تھے کہ صورت مثالی حضرت مولانا فخر کی وہاں پہنچی اور قاضی کے چوتڑ پکڑ کر زمین پر دے مارا اور فرمایا کہ اے قاضی نابکار میرے مریدوں کی نسبت ایسے کلمات بے ادبی کے زبان پر لایا۔ صبح کو جو قاضی بیدار ہوا۔ اس کے چوتڑ پر دنبل سخت نمودار ہوا اور اس میں نہایت ٹیس اور چپک تھی کہ چوتڑ نہ ہلا سکتا تھا، بہت کچھ تدابیر عمل میں لایا۔ مگر سودا نہ ہوا آخر مولوی مکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو جرائم چاہا۔ مولوی صاحب نے رحم دلی سے دنبل پر ہاتھ لگایا اسی وقت درد موقوف ہوا آخر مولوی صاحب کی دعا سے اس کو صحت نصیب ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا نور محمد بھیل مہاروی قدس سرہٗ | یہ حضرت خلیفہ اعظم و مصاحب ہمدم

حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے تھے، فقر میں عالی شان اور بلند مرتبہ رکھتے تھے، اور جو مہربانی پیر روشن ضمیر کی حضرت پر تھی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی۔ ایک بار حضرت مولانا فخر صاحب نے ان کے حق میں فرمایا۔ کہ نور محمد خلق کو تجھ سے بہت کام پڑیں گے، یہ سن کر آپ متعجب ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ میں ایک ناچیز ہوں، حضرت ایسا فرماتے ہیں، آخر جیسا کہ مولانا نے فرمایا تھا۔ اسی طرح کا ظہور ہوا کہ ہزاروں طالبان خدا حضرت کی توجہ سے اولیاء اور صاحب ولایت ہوئے۔ کرامات آپ کی مشہور ہیں، جو شخص حضرت کے روبرو آتا اس کی ما فی الضمیر فوراً بیان فرماتے۔ یہاں تک کہ مولوی غلام حسین کہ آپ کے مرید تھے آپ سے سو کوس پر ان کی وفات ہوئی لوگوں نے آپ کو ان کے جنازہ کے ہمراہ دیکھا۔ یہ غلام حسین چھیلا دھنی کہلاتے تھے شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ خواجہ نور محمد نے پہلے قرآن حفظ کیا، بعدہٗ برائے تحصیل علوم دہلی میں آئے اور مولانا کی حضوری میں شرف حاصل کیا علوم ظاہری سے فارغ ہو کر ۱۱۶۵ھ میں مرید ہوئے بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مشہور ہے کہ کئی بار لوگوں نے خدمت مولانا میں عرض کیا کہ نور محمد پنجابی اب تو تکیہ لگا کر بیٹھتا ہے گویا شیخ وقت ہو گیا ہے۔ آخر مولانا نے ان کی طلب فرما کر ارشاد کیا۔ کہ نور محمد ابھی پنجاب چلے جاؤ۔ یہاں ایک دم نہ ٹھہرو آخر حسب الحکم پیر روشن ضمیر بمقام مہاران عرف تاج سرور ریاست بہاولپور میں آکر مقیم ہوئے۔ اور تعلیم و تلقین مریدان میں معروف ہوئے۔ مزار ان کا پاک پٹن شریف سے بجانب غرب چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اب جو صاحب سجادہ ہیں ان سے بھی ملا ہوں کہتے ہیں کہ ایک بار بعد چلے آنے ان کے دہلی سے حضرت مولانا نے فرمایا تھا

کہ میرے پاس ایک روٹی تھی۔ سو آدھی نور محمد پنجاب میں لے گیا۔ آدمی ہیں تم سب مرید ہو میر محمدی یہ اپنے ماموں سید فتح علی شاہ صاحب کی دولت سے بھی غنی ہے۔ اور جو اس کا حصہ میرے پاس تھا۔ لے چکا۔ وفات حضرت کی ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ میں ہوئی۔ وفات کی تاریخ یہ ہے

حیف واویلا جہاں بے نور شد

مزار تاج سرور مہاران شریف میں ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں حضرت قاضی محمد عاقل، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی، حضرت خواجہ نور محمد نارنولی و حافظ جمال ملتانی و حافظ غلام حسین جیلاد متی و مولوی محمد مسعود جھانگی والے و حافظ غلام محمد کیسری والے و حافظ غلام ناصر پیش امام و سید عارف شاہ پاک پٹنی و شیخ جمال محمد چشتی قدس سرہ العزیز۔

ذکر حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مولانا فخر صاحب کے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا نے ان کو جے پور کی طرف رخصت کیا۔ آپ جے پور کے باہر مقیم ہوئے۔ بعد چند روز کے لوگ آپ کو شہر میں لے گئے۔ اس وقت وہاں سوائے مسجد شاہی کے دوسری مسجد نہ تھی۔ اس میں راجہ کے گھوڑے بندھے تھے، پکار کر اذان کہنے کی ممانعت ہو گئی تھی۔ بعد چندے قیام کے آپ کی کرامات کا شہرہ ہوا، راجہ بھی خدمت عالی میں حاضر ہونے لگا۔ ایک بار اہل ہنود کا کوئی تہوار تھا۔ شاید جنم اشٹمی تھی۔ راجہ برائے پوجا کے ٹھاکر دوارہ کے سوار ہوا۔ راستہ میں خیال آیا کہ فقیر سے بھی مل چلو، آخر خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ بعد تھوڑی دیر کے عرض کی کہ رخصت ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا اور بیٹھو۔ اس نے کہا کہ تمام شہر اوپاسا ہے۔ یعنی روزہ سے ہے جب میں پوجن کر کے اوپاس کھولوں گا۔ تب سارا شہر پوجا کر کے اوپاس کھولے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے ٹھاکر کو یہیں بلا دیں گے تم یہیں پوجا کر لو جب اس نے چشم بند کر کے بعد تھوڑی دیر کے جو دیکھا اپنے ٹھاکر کی مورتی کو حضرت کے روبرو حاضر پایا۔ راجہ نہایت متعجب ہوا اور اس کی پوجا کی، اور پری دل سے سمجھا کہ یہ کوئی شعبدہ ہے اور اپنے گلے میں سے اپنی مالا اتار کر اس بت کے گلے میں ڈال دی حضرت نے راجہ سے کہا کہ پھر آنکھیں بند کر۔ الغرض پھر جب راجہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اس کو وہاں نہ پایا، آخر رخصت ہو کر مندر میں آیا، وہاں عجیب گہما گہمی دیکھی کہ تمام پجاری گھبرائے ہوئے

پھرتے ہیں، پوچھا کیا ہے پنڈتوں نے کہا۔ کہ مہاراج کی عمر دراز ہو۔ آج ٹھاکر جی بیکنبٹھ کو گئے تھے بہت دیر سنگھاسن سے غائب رہے۔ وہاں کی نشانی بھی لائے، یعنی ایک مالا گلے میں پڑی ہے راجہ نے جو دیکھا تو اپنی مالا مورت کے گلے میں پائی پجاریوں سے کہا کہ یہ مالا ہماری جوگ ہے۔ پس وہ اپنی مالا ان کے گلے سے اتار کر اپنے گلے میں ڈالی اور معمولی طور پر پوجن کر کے پھر حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں آپ کے حالات سے واقف نہ تھا۔ آپ کی خدمت کچھ بجا نہ لایا۔ اب مجھ کو اپنا نیاز مند سمجھ کر کچھ خدمت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مہاراجہ تم کو خدا نے راجہ مہاراجہ بنا کر ملک و مال دولت و حشمت دی۔ تم کو چاہیئے اپنی کل رعایا کو ایک نگاہ سے دیکھو، تمہاری مسلمان رعایا کو نہ ہونے مسجد اور بانگ سے بہت تکلیف ہے، اسی وقت راجہ نے اپنے ہمراہی اہلکار کو حکم دیا، کہ بیس ہزار کی تیاری سے ایک مسجد بنا دی جائے، اور اذان کی اجازت ہو آپ نے فرمایا، کہ بہتر یہ ہے، کہ بادشاہی مسجد کہ جس میں طویلہ ہے خالی کرا دی جائے، راجہ نے اس روپیہ سے طویلہ تیار ہو جانے کا حکم دیا، کہ ابھی وہاں سے گھوڑے نکال کر مرمت استر کاری کرا دی جائے آپ نے فرمایا، کہ اگر تمہارا پیشہ لگا تو پھر اس میں نماز نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اپنے کام خود کرا لیتا ہے، الغرض وہ مسجد مسلمانوں کو ملی، اور اب حضرت کے طفیل سے بیس سے زیادہ مسجدیں ہیں، جن میں دھڑا دھڑ نمازیں ہوتی ہیں، ایک دوست فرماتے ہیں کہ میں اجمیر سے آتا تھا جے پور میں گاڑی ٹھہرتی تھی، وقت دوپہر کا تھا، سخت گرمی تھی، ایک بائکی گاڑی میں سوار ہو کر بھاگا بھاگ کر مولانا ضیاء الدین کے مزار پر آیا، جی چاہا کہ مزار کی قدمبوسی کروں، مگر جب چلا تو پتھر فرش کے ایسے گرم تھے، کہ پیر جھلس گئے غرض جوں توں قریب پہنچا، جب اس سل پر پیر پڑا، کہ جو زیر تعویذ تھی بالکل یخ تھی۔ میں نے بخوبی کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی اور حضرت کے مرتبہ عالی پر عش عش کرتا ہوا، پھر اسٹیشن ریلوے پر آیا۔

ذکر حضرت مولانا سید عماد الدین میر محمدی دہلوی قدس سرہٗ

آپ ہمشیرزادہ سید فتح علی شاہ قادری کے اور خلیفہ اکمل حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے اور نہایت باعظمت و کرامت تھے، سادات عظام و روسائے عالی مقام دہلی سے تھے، علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر پہلے تربیت درویشی کی اپنے ماموں سید فتح علی شاہ قادری سے

کرکے کئی سلسلوں میں اجازت حاصل ہوئی، آخر حضرت مولانا صاحب کے مرید ہوکر کار بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کرکے اوپر تربیت شہزادگان وربیسان دہلی کہ جو مرید حضرت مولانا کے تھے مقرر ہوئے، اور آپ کے بھی ہزاروں مرید تھے، ذات بابرکات سے فیض عام جاری تھا، سماع کو بہت دوست رکھتے تھے، اوائل میں بہت سفر کئے، بزرگان وقت سے فوائد حاصل کئے، جب تک حضرت مولانا حیات رہے بغیر دیکھے ان کے نہ رہ سکتے تھے، عاشق پیر تھے، تمام اولاد حضرت ابوظفر بہادر شاہ اور دیگر شاہزادہ وامراء آپ کے مرید تھے چنانچہ شہزادہ سلیم خورد سال تھے، چھت کے اوپر پتنگ اڑا رہے تھے، حضرت نیچے دالان میں تشریف فرما تھے، ان کے پتنگ پر اور کئی صاحبزادوں نے پیچ ڈال دیئے وہ رونے لگے۔ حضرت نے ان کے رونے کی آواز سن کر دالان سے باہر آئے اور پوچھا کہ میاں روتے کیوں ہو، انہوں نے عرض کیا، کہ میرے ایک پتنگ پر کتنے ہی پیچ ڈال دیئے ہیں، آپ نے فرمایا، نہ رو لو وہ کاٹا، فورا یہ فرماتے ہی جتنے پیچ پڑے تھے، سب کٹ گئے، میں نے دیکھا کہ تا ایام غدر حضرت ظل سبحانی ہمیشہ عرس شریف میں شامل ہوتے رہے، وفات حضرت کی ۱۲۶۲ھ میں ہوئی مزار شاہ جہان آباد میں متصل جتلی قبر کے اپنی خانقاہ میں ہے، خلیفہ آپ کے یہ ہیں، سید عنایت حسین ساکن کشمیری دروازہ، شاہ پیر محمد، شیخ فیض اللہ۔ مرزا جگتہ بخت عم شاہ، شاہزادہ سلیم برادر شاہ مرزا محمد روشن بخت، شیخ کاتب محمد، دارا بخت میراں شاہ پدر کاتب، شیخ اللہ بخش متوطن ساگر، صاحبزادہ لطف اللہ کہ کسی اولیاء اللہ کی اولاد سے تھے، مولوی رحمت علی، مولوی نجیب اللہ۔

ذکر حضرت مولانا سید شاہ نیاز احمد چشتی فخری نظامی خلف سید حاجی حکیم شاہ رحمت سرہندی قدس سرہٗ

آپ اعظم اولیائے متاخرین وکبرائے وخلفائے راستین مولانا فخر الدین فخر جہاں کے تھے کہ ہمانا زونیانہ ہمراز درد سوز وگداز ومساز ودرعشق ومحبت زعلوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ، رموز صوری ومعنوی میں یکتائے روزگار تھے، طالبان خدا کو خدا پہنچاتے تھے، بارگاہ حضرت کے معدن فیوضات ربانی اور خانقاہ مطلع انوار سبحانی تھے، مولد شریف حضرت کا سرہند تھا، جب

آپ کے والد کا انتقال ہوا، آپ خورد سال تھے، آپ کی والدہ عفیفہ روزگار تھیں، آپ کی پرورش فرماتی تھیں، بعدہٗ برائے تربیت ظاہری و باطنی حضرت فخر جہاں کے سپرد کیا۔ مولانا نے آپ کی تعلیم میں نہایت کوشش کی، کہ سترہ برس کی عمر میں علوم منقول اور معقول فروع اور اصول، حدیث اور تفسیر اور فقہ وغیرہ سے فارغ ہوکر دستار فضیلت حاصل کی اور بیعت ہونے، چند سال کی کوشش میں بکمال ولایت باطنی فائز ہوئے۔ بعد عطائے خرقہ خلافت بپیش گاہ پیر مرشد سے بخط بانس بریلی مامور ہوئے، وہاں پہنچ کر ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے ہزارہا آدمی سلسلۂ ارادت میں آئے، اور مردمان کابل و قندھار و بدخشاں و شیراز و فارس و عرب و شام و روم و کوہ قاف، آآکر مستفیض ہوئے، اور خلفا حضرت کے ہر چہار سمت عالم میں مامور ہوئے مشہور ہے کہ حضرت سید شاہ عبد اللہ بغدادی قادری گیلانی کہ اولاد سے حضرت غوث اعظم کی تھے، دہلی میں تشریف لائے بمقام جامع مسجد مجمع عام میں حضرت مولانا فخر الدین سے کہا، کہ چندے نیاز احمد کو مجھے دے دیجئے کہ ہندوستان میں اسی کے واسطے آیا ہوں، جو امانت اس کی ہے، اس کو دے دوں اور حسب الحکم حضرت غوث پاک کے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کروں، دوسرا کام نہیں ہے، حضرت مولانا نے ان کا فرمان قبول کیا، آپ بمقام رامپور تشریف لے جاکر ان کے بھی مرید ہوئے، اور نعمتہائے قادریہ سے مشرف ہوئے، خوارق اور کرامات حضرت کی بہت مشہور ہیں بالکل قدم بقدم حضرت مولانا کے تھے، دیوان نیاز آپ کی تصنیفات سے مرغوب طبع آصفیہ ہے، اردو فارسی دونوں زبانوں میں عمدہ اشعار حقائق اور معرفت میں فرماتے تھے۔ ولادت باسعادت بمقام سرہند ۱۱۷۳ھ میں ہوئی، اور وفات حضرت کی بانس بریلی بتاریخ ۶ رجمادی الثانی ۱۲۵۰ھ میں ہوئی، مزار گھر بار بریلی میں حاجت روائے خلق ہے،

ذکر حضرت مخدوم زادہ شیخ یار علی شاہ کیرانوی صابری چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے تھے، بڑے صاحب عظمت و جلال اور باکمال گزرے ہیں، اور بہت سے خوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں، البتہ آپ کے وقت میں

کچھ اہل کیرانہ آپ سے رجوع کر گئے تھے، بعد انتقال کے آپ پھر ہئیت اصلی پر آ گئے، مزار آپ کا کیرانہ میں آپ کی ہی بیٹھک میں ہے، جو شاہ جی کی بیٹھک لواب دروازہ مشہور ہے۔

ذکر حضرت سید علیم اللہ بن سید عتیق اللہ چشتی جالندھری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ ابوالمعالی کے اور عالم ظاہری و باطنی تھے، انہار الاسرار و شرح بوستان سعدی و زبدۃ السالکین، و شرح اخلاق ناصری و زبدۃ الروایات و نثر الجواہر فارسی ترجمہ نظم الدر المرجان عربی مولفہ مرزا خان برکی محدث آپ کی تصنیفات سے ہیں، آپ خوردسالی میں شاہ ابوالمعالی صابری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل سید میراں بھیکہ سے کی، اور خرقہ خلافت حاصل کیا، تمام عمر تلقین اور تعلیم میں بسر کی، نقل ہے کہ آدینہ بیگ خان فوجدار دوآبہ جالندھر نے صدیق بیگ کو قصبہ نور محل کا حاکم کیا۔ اس نے ایک سید کی ملک ضبط کر کے تیس روپے طلب کئے، وہ حضرت کی خدمت میں آیا، آپ نے ایک خط سفارشی صدیق بیگ کو لکھا، اس نے سفارش نامنظور کی، اور کلمات ناشائستہ زبان پر لایا۔ قدرت خدا سے دوسرے ہی روز صدیق خان کو آدینہ بیگ خان نے بلا کر قید کیا، اور تیس ہزار روپیہ جرمانہ کیا آپ کے حالات اسرار العلم میں شرح وار لکھے ہیں، ولادت حضرت کی ۲۲ رجمادی الآخر سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی وفات ۱۶ صفر سنہ ۱۲۰۱ھ میں بمقام جالندھر ہوئی، دروازہ پر آفتاب چشتیہ مادہ تاریخ وفات کندہ ہے۔

ذکر حضرت سید علی شاہ چشتی جالندھری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سید علیم اللہ کے تھے اور صاحب سجادہ بھی ہوئے، ہزارہا مرید ہوئے، وفات حضرت کی سنہ ۱۲۱۳ھ میں ہوئی، رضی اللہ عنہ آپ کا مادہ تاریخ ہے، کہ جو غلام رسول ساکن ٹانڈہ نے نکالا، کہ آپ کے مریدوں میں سے تھا۔

ذکر حضرت شیخ محمد سعید چشتی جالندھری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ سید علیم اللہ کے تھے قصبہ راہون دوآبہ جالندھر میں رہتے تھے، ذات جامع الکمالات تھے، علوم ظاہری اور باطنی سے خوب ماہر تھے، تمام عمر تعلیم و تلقین میں مصروف رہے، وفات حضرت کی ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۲۳۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد سعید صابری شرقپوری لاہوری قدس سرہٗ

آپ قوم سے نومسلم تھے اور خوجہ قوم کا جو مشہور ہے پیشہ آبائی کرتے تھے، بعض وقت غلہ ایک جگہ سے لے جاکر دوسری جگہ فروخت کرتے تھے، کبھی کسی دیہہ سے غلہ بیل پہ لاد کر لاہور میں لاتے اور فروخت کرکے اس کے نفع میں گزر کرتے ایک بار غلہ لے جاتے تھے دریائے راوی اتر کر جب موضع نیاز بیگ پر قریب مدرسہ کہنہ کے آئے بیل کا پیر الجھا وہ گرا پیر ٹوٹ گیا غلہ کی گون گرپڑی جو آپ کے ہمراہی تھے، ان سے ہر چند کہا کہ تم اس بار کو تقسیم کرکے اپنے بیلوں پر رکھو مگر وہ نہ مانے وہ بسبب خوف سکھوں کے وہاں سے چلے گئے یہ وہیں رہے، الغرض جو دن باقی تھا وہ تمام ہوا۔ شب اندھیری تھی، آپ نے درگاہ پروردگار عالم مستجاب الدعوات میں دعا کی کہ الٰہی کوئی سبب پیدا کر کہ یہ غلہ سلامت لاہور میں پہنچ جاتے۔ جب نصف شب گزری ایک سوار دور سے پیدا ہوا، جب وہ نزدیک آیا، اس نے سخت آواز دی۔ کہ تو کون ہے، جو اس ویرانہ میں کہ اندھیری رات ہے غلہ لئے پڑا ہے میرے پاس آیا، یہ سمجھے کہ کوئی رہزن ہے، لوٹنے آیا ہے، نرمی سے جواب دیا کہ میں غریب مسافر مزدور ہوں۔ میرا نام سعید ہے میرے پاس سوائے اس غلہ کے اور کچھ نہیں، ایک بیل تھا، سو وہ لنگڑا پڑا ہے۔ اس سوار نے فرمایا، کہ گون غلہ کی میرے پاس لاؤ، انہوں نے جواب دیا، کہ بیل بے کار ہے، مجھ اکیلے سے گون اٹھ نہیں سکتی، سوار نے فرمایا، کہ لنگڑا نہیں ہے، پھر انہوں نے کہا، کہ اس کے بیکار ہونے کی وجہ سے یہاں پڑا رہا، اور ہمراہی چلے گئے، سوار نے فرمایا کہ اس کو کھڑا کر، ذرا انہوں نے بیل کو سہارا دیا، وہ کھڑا ہوگیا، پھر بالکل درست تھا، اب انہوں نے جانا کہ یہ امداد غیبی ہے، اور یہ سوار رہزن نہیں ہے بلکہ رہنما ہے، پھر انہوں نے کہا، کہ گون بھاری ہے، میں تنہا نہیں اٹھا سکتا، وہ سوار نزدیک آیا، اور نوک بھالہ سے اٹھائی، انہوں نے یہ کرامت سوار کی دیکھ کر اس کے قدم پکڑ کر عرض کی، کہ میں آپ کی زیارت سے مشرف تو ہوا، مگر اپنا اسم مبارک بھی فرمایئے، میرا خاص مطلب یہ ہے کہ دنیا سے بے پروا ہو جاؤں۔ سوار نے فرمایا کہ میں علی ہوں بحکم پروردگار تیری امداد کو آیا ہوں، جا تجھ کو خدا رسیدہ کیا، یہ فرما کر نظر سے غائب ہوتے۔ سعید واپس شرقپور میں آئے۔ اور جو کچھ گھر میں تھا۔ راہ مولا میں دے کر ریاضت اور محنت میں مشغول ہوتے۔ اور سلسلہ صابریہ میں مرید ہوکر اولیائے روزگار سے ہوتے

یعنی شیخ محمد سعید بن محمد باقر شرقپوری مرید شاہ مراد ملتانی کے وہ مرید شیخ جیوہ شاہ گجراتی کے، وہ مرید شیخ زکریا دوئی کے وہ مرید حاجی قطب دوی کے وہ مرید شاہ درگاہی لاہوری کے وہ مرید شیخ ابوسعید گنگوہی کے، ایک بار آپ خربزہ لاد کر بازار لاہور میں لاکر دوکان نیلگر پر فروخت کرنے لگے۔ نیلگر کے دل میں خطرہ گزرا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی تخم وغیرہ کا ماٹ نیل میں جا پڑے اور وہ خراب ہوجائے اس سے بہتر ہے میں ان کو یہاں سے اٹھادوں۔ آپ نے نور باطن سے اس کا خطرہ معلوم کرکے کل خربزہ ما قیماندہ اس کے ماٹ میں ڈال کر فرمایا، کہ تیرے زندگی تک اب اس ماٹ میں نیل ڈالنے کی حاجت نہ ہوگی، جتنا چاہے رنگ، چنانچہ بارہ برس تک وہ ماٹ رنگین رہا، کبھی نیل ڈالنے کی حاجت نہ ہوئی، اس قسم کی ہزاروں کرامات مشہور ہیں، وفات حضرت کی ۱۲۱۴ھ میں ہوئی۔ مزار شرقپور میں ہے، مادہ تاریخ لفظ دریغ مزار پر کندہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ خیر الدین خیرا شاہ چشتی لاہوری قدس سرہٗ

آپ مشہور شاعر پنجاب میں ہوتے، بارہ ماسہ آپ کا مشہور ہے اور مرید شیخ سلیم لاہوری کے تھے، سماع میں وجد بہت ہوتا تھا، اور لنگر جاری تھا، اس میں فقر اور غنی کی خصوصیت نہ تھی وفات حضرت کی ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد سالم روپڑی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اکمل بندگی شاہ میراں بھیکہ کے تھے، عجائب حال و غرایب اطوار، عالم، علم معرفت تربیت مریدوں میں یگانہ عصر تھے، سماع سے بہت خط اٹھاتے تھے، رجوعات و فتوحات بکثرت تھے، ہزاروں مرید تھے، ہر روز ذکر اسم ذات۔ جہر کے ساتھ سوا لاکھ کیا کرتے تھے، وفات حضرت کی ۲ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی، مزار روپڑ میں ہے،

ذکر حضرت سید محمد اعظم روپڑی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ وصاحب سجادہ شیخ محمد سالم روپڑی کے تھے اور فرزند بھی تھے، آپ کو ایسا جذب تھا، کہ نظر فیض اثر جس پر پڑتی وہ خدارسیدہ ہو جاتا تھا ایک بار حضرت گھوڑے پر سوار روپڑ سے دوسرے گاؤں میں جاتے تھے، کہ رہزنوں نے آگھیرا، اور گھوڑا

لینا چاہا، آپ کمال حلم سے پیش آتے اور فرمایا کہ یہ گھوڑی جس پر سوار ہوں دبلی اور کم قیمت ہے دوسری گھوڑی میرے مکان پر موجود ہے، وہ اس سے نہایت بہتر ہے، اگر اس وقت ٹھہرو، تو میں وہ گھوڑی لاکر تم کو دوں، یہ فرماکر مکان پر آئے، اور وہ بیش قیمت گھوڑی لاکر رہزنوں کو دے دی وہ لے کر اپنے مقام پر گئے، دوسرے روز تمام مرد و زن ان کے ۱۲ کر تائب ہوئے، اور حضرت کی گھوڑی اور ایک دوسری لاکر نذر کیں، وفات حضرت کی ۱۹ ربیع الاول ۱۲۳۷ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا روپڑ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ نصیر کو کہ ذکر اللہ صابری چشتی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ محمد دہلوی چشتی صابری کے تھے، زہد و تقویٰ سے آراستہ مجاہد باللہ شیر صورت با عظمت و ہیبت تھے، عاشق سماع و وجد تربیت یافتہ روحانیت حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ بہت کرتے تھے، دنیا اور اہل دنیا سے بہت متنفر تھے، نام پاک حضرت مخدوم علی احمد صابر چشتی کلیر کے عاشق تھے، تربیت مریدوں میں یگانہ روزگار تھے، وفات حضرت کی ۷ ذی الحجہ ۱۲۰۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سادات شاہ غلام چشتی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ نصیر کو کہ ذکر اللہ کے تھے، فقر میں شان عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے، علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے، سماع کو بہت دوست رکھتے، آپ کے دو صاحبزادہ تھے، بڑے صاحبزادہ سید صابر علی شاہ اور دوسرے صاحبزادہ نے خوردسالی میں انتقال کیا آپ کی مجلس سماع میں کل حاضرین پر حالت طاری ہوتی تھی، حالت وجد میں جس پر نظر پڑتی وہ بھی وجد میں آجاتا تھا، حالت وجد میں قوالوں کو بہت داد و دہش فرماتے تھے، وفات حضرت کی ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۱۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت بندگی سید صابر علی شاہ معروف میاں صابر بخش چشتی دہلوی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اکمل و صاحب سجادہ بندگی شاہ غلام سادات کے تھے، بیان کرامت حضرت کا احاطہ تحریر سے افزوں ہے۔ کل امرائے دہلی شاہ و شاہزادگان ذات بابرکات سے معتقد تھے، حضرت نہایت مخیر تھے۔ فتوحات کو کم قبول فرماتے تھے، غرباء سے نہایت محبت تھی، ایک بار کیسا ہی آسیب زدہ روبرو حضرت کے جاتا حضرت کی صورت دیکھتے ہی اس کا آسیب بھاگ جاتا تھا، آپ کے نفس پاک کو اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر بخشی تھی، کہ کیسا ہی سخت مریض ہوتا، جہاں حضرت سے دو چار دن دم کرایا۔ اس کو صحت ہوتی، ہزاروں گھر آپ کی رعایا تھے، ہر شخص کو رعایا سے مثل فرزندوں کے پرورش فرماتے وفات حضرت کی بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، مزار دہلی میں اندرون شہر ہے۔

ذکر حضرت سید میر عبد اللہ شاہ قدس سرہٗ

آپ خلیفہ و پسر صاحب سجادہ سید صابر علی شاہ چشتی صابر کے تھے، نہایت بابرکت اور صالح اور عابد تھے، حضرت کا زہد اور عبادت آپ کی زیارت سے اہل نظر کو معلوم ہو جاتی تھی، اوائل عمر سے عابد اور صالح تھے، چنانچہ بوجہ صلاحیت اور عبادت کے بادشاہ بھی اعزاز کرتے تھے، تمام شہر دہلی حضرت سے معتقد تھا، حکام یورپین بھی اعزاز کرتے تھے، پیرزادگان میں یگانہ عصر تھے، اوائل سے تا آخر فقیرانہ بسر فرمایا اگر آخری وقت میں حضرت کو سراج دہلی، فخر دہلی، برکات دہلی جو کہیں بجا ہے، مجھ کو بچپن سے حضرت کی خدمت میں نیاز اور حضرت کو مجھ پر شفقت تھی وفات حضرت کی بتاریخ ۲۴ شعبان ۱۳۰۲ھ میں ہوئی، مزار دہلی میں قریب مزار والد کے اندرون خانقاہ ہے۔

ذکر حضرت مولانا قاضی محمد عاقل چشتی فخری نظامی قدس اللہ سرہٗ العزیز

یہ حضرت خلیفہ کلاں مولانا نور محمد بسیل مہاودی کے تھے، کوٹ مٹھن میں پیدا ہوئے، اور سات آٹھ برس کی عمر میں حافظ کلام اللہ ہوئے اور چند سال محنت کر کے تحصیل علوم نہایت سے فارغ ہو کر دستار فضیلت حاصل کی، بعدہٗ مولانا نور محمد سے بیعت کر کے ریاضت شاقہ اور زہد میں مشغول ہوئے چند روز میں کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، تمام دن تعلیم طلبائے علم دین میں مصروف رہتے، آدھی رات تک طالبان حق کو تعلیم فرماتے، بعد آدھی رات کے ذکر اسم ذات میں مشغول ہوتے حضرت کے مدرسہ سے شریعت اور طریقت میں ہزاروں کامل ہو کر نکلے، ان میں سے جو اولیا اور صاحب اجازت ہوئے وہ یہ ہیں اول مولانا قاضی خواجہ خدا بخش پسر حضرت، دوم مولوی سلطان محمد، تیسرے مولوی عبداللہ، چوتھے شیخ شرف الدین، پانچویں شاہ محمد اعظم، کہ اولاد سے مخدوم جہانیاں کے تھے چھٹے حافظ جان محمد ساکن اوچ شریف، ساتویں مولوی خواجہ تاج محمد صاحب، آٹھویں خواجہ محمود نبیرہ اکبر مولانا نور محمد صاحب سجادہ، نویں خواجہ گل محمد احمد پوری، دسویں حاجی نصرت، گیارھویں میاں نور محمد، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے خلیفہ ہوئے وفات اس ذات جامع الحسنات حامی دین متین پیشوائے اہل الیقین کی ۸ ماہ رجب المرجب ۱۲۲۹ھ میں ہوئی مزار گھر بار کوٹ مٹھن میں زیارت گاہ مریداں ہے، مادہ تاریخ اس بادشاہ شریعت شاہنشاہ طریقت کا یہ ہے۔

روز ہشتم بود از ماہ رجب   کز جہاں نور جہان شد محتسب

ذکر حضرت مولانا خواجہ قاضی خدا بخش ابن قاضی محمد عاقل کوٹ مٹھن قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ اعظم و فرزند مکرم قاضی محمد عاقل کے تھے، یہ مادر زاد ولی تھے، خوارق اور کرامت

طفولیت سے ظاہر ہونے لگے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے اور تربیت مریدوں میں شہرہ آفاق تھے۔ نظر فیض اثر جس پر پڑتی تھی، فوراً اس کے دل میں محبت الٰہی پیدا ہو جاتی تھی اور یا سخا اور عطا تھے، با وجود آمدنی املاک جدی اور فتوحات بلغایت کے ترک اور تجرید کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے، فتوحات اور آمدنی ذاتی کو لقمہ مساکین فرماتے، اور خرقہ خلافت بہت کم عطا کیا تھا، چنانچہ فرمایا کرتے تھے، کہ سالک کو جب تک شہود ذات میسر نہ ہو، قابل عطائے خرقہ خلافت کے نہیں ہوتا۔ چنانچہ چھ حضرات کو کہ جو اس مرتبہ عالیہ کو پہنچ گئے تھے، خرقہ خلافت عطا فرمایا وہ یہ ہیں: مولانا شاہ غلام فخر الدین فخر جہاں اوحدی، و خواجہ نصیر بخش مہاروی و خواجہ نور حسن بن خواجہ نور محمد ثانی و مخدوم کرم حیدر ساکن اوچ و مولوی غلام کبریا، وفات حضرت کی ۸ ر ذی الحجہ شب جمعہ ۱۲۶۹ھ بمقام چاچڑاں شریف ریاست بہاولپور میں ہوئی، مزار پر انوار بمقام کوٹ مٹھن زیارت گاہ خلائق و حاجت روائے مریداں ہے۔

ذکر حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم و فرزند معظم خواجہ خدا بخش کے تھے، اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ فقر میں رتبہ بلند رکھتے تھے، تفرید اور توحید میں یگانہ عصر تھے، جمال یوسفی کمال موسوی، خلق محمدی حاصل تھا، اپنے کمال ولایت کو تا مقدور چھپاتے تھے، فتوحات بھی بہت تھا، عبادات اس طرح فرماتے کہ کسی کو آگاہی نہ ہو، شہرت کو کم پسند فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ دنیا برا کہے خواہ بھلا کہے، اس کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیئے، پروردگار عالم سے معاملہ سچا ہے، اول اول سلطان الاذکار فرماتے تھے، بعدہٗ شہود حق میں مستغرق ہو گئے تھے، حضرت بروز دوشنبہ بمقام چاچڑاں شریف تولد ہوئے اور ماہ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ میں وفات پائی، مزار پر انوار کوٹ مٹھن میں حاجت روائے خلق ہے، آپ کے بعد آپ کے بعد آپ کے برادر حقیقی حضرت مولانا خواجہ غلام فرید کہ بلاشک اس وقت فرید عصر اور مقتدائے مشائخ ہیں، رب مسند خواجگان چشت ہوئے، یہ حضرت بماہ ذیقعدہ ۱۲۶۱ھ میں تولد ہوئے، بیت

گوہر خاندان فرید درِ یا می قدر و عزت مزید

اس بیت سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی، آپ کے والد خدا بخش

قدس سرہ نے انتقال کیا آپ کے برادر کلاں خواجہ مولانا فخر الدین فخر جہاں نے آپ کو مثل فرزند پرورش فرمایا، اور شب و روز آپ کی تربیت میں مشغول رہے، اوّل قرآن حفظ کیا، اور چند روز میں تحصیل علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر اپنے برادر کلاں سے بیعت کر کے ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے، بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت پایا، آخر صاحب سجادہ ہوئے اللہ تعالیٰ ذات منتوده صفات اسکو سلامت رکھے، کہ اس وقت میں حضرت یادگار سلطان المشائخ ہیں اور اخراجات حضرت کے گویا اخراجات حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کا نمونہ ہے، اس وقت ہندوستان میں دوسرا فقیر یا امیر ایسا سخی نہیں ہے کہ آپ کے نزدیک اشرفی اور پیسہ، سونا چاندی، اینٹ پتھر سب برابر ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ سیر چشمی دی ہے کہ جو سائل پہنچ جاتا ہے سینکڑوں ہزاروں دیتے ہیں، میں بھی زیارت سے مشرف ہوا ہوں، برخوردار محمود شاہ جامع سلاسل فخریہ کا غلام ہے میں نے دیکھا کہ ہر وقت حضرت کو استغراق رہتا ہے میں نے بہت سیاحت کی اکثر درویشوں کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ حضرت شاہ غلام فرید صاحب کے مقالات وہ پلتے کہ جن کا بیان کرنا اسرار الٰہی کا فاش کرنا ہے، مگر جی چاہتا ہے کہ بعد تحریر اس مجموعہ کے حضرت کے حالات ریاضات و مقالات کہ جو طے فرما چکے ہیں اور خوارق و کرامات اور کلمات طیبات جمع کر کے سعادت حاصل کروں گا خلفا حضرت کے یہ ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مولانا خواجہ محمد بخش صاحب کہ خورد سالی سے عبادت کا شوق تھا مخدوم سید ولایت شاہ ساکن اوچ، صاحبزادہ میاں فضل حق و میاں نصیر بخش صاحبان مہاروی و نواب والی ریاست بہاولپور سلمہ اللہ تعالیٰ۔

ذکر حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی فخری نظامی

آپ خلیفہ نامدار و احباب باوقار خواجہ نور محمد چشتی مہاروی کے تھے، کشف و کرامات زہد و ریاضت و عبادت و عشق و محبت الٰہی میں شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک مشہور تھے پہلے وطن آپ کا گرگوجی کہ ایک پہاڑی مقام ہے تھا۔ ہوشیار ہوئے کوٹ مٹھن میں مدرسہ قاضی محمد عاقل صاحب میں تحصیل علوم ظاہری فرمائی۔ اس عرصہ میں شیخ نور محمد معہ خلفا اور دیگر مشائخ کوٹ مٹھن میں تشریف لائے، اور خانقاہ مخدوم میں ٹھہرے، خواجہ سلیمان مجذوب جاذب عشقی وہاں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے، کئی برس حضور

پیر مرشد رہ کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، اور حسب الامر پیر روشن ضمیر تونسہ شریف میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپ کے مرید لاتعداد اور خلیفہ بے اندازہ ہوئے ہر چہار سمت عالم میں پہنچ کر فیضان تحریہ جاری کیا، اور ایک لاکھ کافروں کو مسلمان فرمایا، بعدہ برائے زیارات مزارات خواجگان چشت وارد ہندوستان ہو کر دہلی میں آکر میرے جد ابو ظفر سے مزارات دہلی کی زیارت کی، بعدہ اجمیر شریف کی زیارت سے مشرف ہو کر تونسہ کو مراجعت فرمائی، مناقب المحبوبین وغیرہ کتاب دیکھنے سے آپ کے کمالات ظاہر ہوسکتے ہیں اور مشہور ہیں۔

نقل ہے کہ آپ کے وطن میں ایک مجذوب رہتے تھے، جب آپ حمل مادر میں تھے، اور آپ کی والدہ گھر سے باہر آئیں، وہ مجذوب آپ کی والدہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے، اہل دیہہ نے ان کی طرف گمان فاسد کرکے ان کو تکلیف دینا چاہا، اوّل ان سے سبب پوچھا، کہ اس عورت کو دیکھ کر تم کیوں کھڑے ہوتے ہو، کیا ارادہ ہے، انہوں نے فرمایا کہ اس عورت سے مجھ کو کیا علاقہ ہے، اس کے شکم میں بادشاہ دین و دنیا ہے، میں اس کی تعظیم کو کھڑا ہوتا ہوں۔

نقل ہے کہ ایک بار بعد ادائے نماز ظہر حجرہ شریف میں وظیفہ ادا کر رہے تھے، ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کیا، کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ مر گیا، اب میں کیا کروں، آپ نے فرمایا، کہ صبر کر، آپ کے خادم کو اس ضعیفہ کے رونے پر رحم آیا، اس نے عرض کیا، کہ حضرت ایک بیماری سکتہ کی ہوتی ہے، اگر ازراہ کرم حضور چل کر ملاحظہ فرمائیں تو تسلی ہو جائے، یہ سن کر حضرت اس ضعیفہ کے مکان پر آئے، اس کا پسر مردہ پڑا تھا، اس کو دیکھ کر فرمایا، کہ یہ تو مردہ معلوم ہوتا ہے، خادم نے پھر عرض کی کہ سکتہ بھی مشابہ موت کے ہوتا ہے حضور نبض ملاحظہ فرمائیں آپ نے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، کہ نام بھی نہیں ہے، پھر خادم نے عرض کیا، کہ غور سے ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی توجہ قلبی اس طرف ہوتے ہی قدرت خدا سے اس کی نبض کو حرکت ہوئی فرمایا کہ چلتی تو ہے، اس خادم نے کہا، کہ پھر غور سے دیکھئے، دوسری بار توجہ اس طرف ہوئی۔ بخوبی نبض کودنے لگی، اور اٹھ کر بیٹھ گیا، اس عورت نے اس لڑکے کو لاکر حضرت کی نذر کیا، آپ نے پانی بھرنے کی خدمت اس کے سپرد کی وہ بہت جیا۔

نقل ہے کہ ایک ولایتی آپ کا معتقد اور سوداگر تھا۔ جب وہ ہندوستان سے مال فروخت کرکے واپس جاتا حضور کی زیارت سے مشرف ہوتا، بہت کچھ پیش کش کرتا، ایک بار وہ بیٹھا تھا

اس کے سامنے بہت فتوح ہوا، اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ یہ حضرت لنگر خانہ اور داد و دہش جو ہے ہم دنیاداروں کے باعث ہے اگر ہم کچھ نہ دیں تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے، آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر حضرت سلطان المشائخ اور سلطان غیاث الدین کی وہ نقل بیان کی، جب سلطان نے ممانعت کی تھی، کہ کوئی ہمارا ملازم وہاں نہ جائے، نہ کچھ لے جائے، اس پر حضرت سلطان المشائخ نے خواجہ مبشر کو حکم دیا تھا، کہ آج سے دونا خرچ کرو، جو درکار ہو طاق حجرہ میں سے لیا کرو، اور اس سوداگر سے فرمایا، کہ حجرہ میں سے ہمارا مصلّےٰ اٹھالا، وہ حسب الحکم حجرہ میں گیا جس وقت جانماز اٹھائی، دیکھا کہ اس کے نیچے دریا کی تین دھاریں چلی جاتی ہیں، ایک اشرفی کی، ایک میں جواہرات بہتے چلے جاتے ہیں، یہ دیکھ کر اس کو ہیبت ہوئی، جانماز ہاتھ سے گر گئی، لرزتا ہوا آ کر قدموں پر گر کر عفو قصور چاہا، آپ نے تبسم کر کے فرمایا، کہ جو مردان خدا ہیں وہ سوائے خدا کے کسی کے محتاج نہیں، یہ جو آتا ہے یہ اسباب ظاہری ہے، اور اس کو منع فرمایا، کہ اس کی شہرت نہ ہو، جب وہ سوداگر بار دیگر ہندوستان میں آیا، دہلی پہنچ کر برائے ملاحظہ شاہ اپنی اشیاء لایا، یہ کرامت حضرت کی بچشم خود دیدہ بیان کی، میں نے یہ نقل زبانی شاہ کے سنی، وفات حضرت کی ۷ صفر بروز پنجشنبہ بعمر یکصد سال ۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار سنگھڑ شریف میں حاجت روائے خلق ہے، خلفاء اگرچہ حضرت کے ہزار در ہزار تمام ملک میں ہیں، مگر چند صاحب تبرکاً تحریر ہوتے ہیں، حضرت شاہ اللہ بخش سلمہ اللہ تعالیٰ کہ حضرت کے صاحب سجادہ اور جنید وقت اور شیخ المشائخ ہیں، میں نے بھی حضرت کی زیارت کی ہے دوسرے شیخ محمد یار و حافظ محمد علی خیر آبادی و مولوی محمد علی و میاں عبداللہ شاہ کہ ان کے مریدوں میں سے حاجی احمد اللہ صاحب غنیمت ہیں۔

ذکر حضرت مولانا غلام نصیر الدین معروف کالے صاحب دہلوی خلف مولانا قطب الدین خلف اکبر حضرت مولانا صاحب

آپ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے، زہد و تقویٰ میں یگانہ عصر، اوّل اوّل کسوت غنا میں اپنے کمال کو پوشیدہ رکھا، بعدہٗ چندے تونسہ شریف میں حضرت شاہ سلیمان صاحب سے

صحبت رہے کم بولتے اور نہایت شہ زور تھے مرید اور خلیفہ اپنے والد کے تھے، وفات حضرت کی بماہ صفر ۱۲۶۲ھ میں ہوئی، مزار قطب میں ہے، آپ کے بعد آپ کے فرزند کلاں مولانا نظام الدین صاحب سجادہ ہوئے، ۲۱ شوال ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی، مزار قطب میں ہے آپ کے بعد آپ کے برادر خورد میاں معین الدین صاحب سجادہ ہوئے، ۲۷ صفر ۱۳۰۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے برادر میاں کمال الدین سلمہ اللہ تعالیٰ صاحب سجادہ ہوئے، اورنگ آباد میں آسودہ ہیں،

ذکر حضرت شیخ حاجی رمضان چشتی لاہوری قدس سرہ

حضرت خلیفہ خواجہ سلیمان چشتی کے تھے اور عالم، اور صائم الدہر، عابد، زاہد، خلیق و مجرد از خلق و واصل بحق ہمیشہ مسجد میں مشغول رہتے، حالت فقر اور تجرید سے گزارتے تھے، سماع میں آپ کو بہت اضطراب ہوتا تھا، اور مستجاب الدعوات تھے، زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے، بماہ رمضان ۱۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳ رمضان ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی، مزار شیخ محمد طاہر لاہوری کے مزار کے متصل ہے۔

ذکر حضرت بندگی حافظ موسیٰ چشتی صابری مانک پوری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ بندگی سید محمد اعظم روپڑی کے تھے، اوائل میں آپ کی دو زوجہ تھیں، پہلے لوہے کو صیقل فرماتے تھے، آخر میں قلوب انسان کو صیقل کیا، سبحان اللہ کیا اسرار الہٰی تھا، پس جب جاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچا، دونوں اہلیوں کو طلاق دے کر تارک الدنیا ہو کر سید محمد اعظم روپڑی کی خدمت بیعت کر کے بحق مشغول ہوئے بعد تکمیل کے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور ایک مدت روپڑ اور بہلول پور میں مشغول رہے، آخر مانک پور میں مقیم ہوئے، اور خلق اللہ کی ہدایت میں مشغول ہوئے، حالت جذب میں جس کو نظر بھر کر دیکھ لیتے تھے۔ وہ مجذوب ہو جاتا تھا، چنانچہ کریم شاہ و محمد شاہ وغیرہ حضرت کی توجہ سے مجذوب ہوئے، وفات حضرت کی ۱۶ رمضان بروز یک شنبہ ۱۲۸۸ھ میں ہوئی، مزار قصبہ مانک پور میں زیارت گاہ خلائق ہے، خلیفہ آپ کے غلام معین الدین، حافظ محمد حسن عرف حافظ بانکے مولوی امانت علی، خواجہ عبداللہ امروہوی، و میر امانت علی و محمد بخش سہاگہ والے و پیر شاہ صاحب

صاحب سجادہ ہوتے۔

ذکر حضرت مولوی امانت علی چشتی

آپ خلیفہ مولوی مانک پوری کے تھے، مرد بزرگ صاحب عبادت کہ دنیا اور اہل دنیا سے کچھ کار نہ رکھتے تھے۔ بعد وفات حافظ صاحب کے کشمیر میں جاکر شیخ احمد کشمیری کی خدمت میں حاضر رہ کر فیض حاصل کیا، بعدہ امروہیہ میں سکونت اختیار کی، وفات حضرت کی ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت محمد حسن عرف حافظ بانکے

یہ حضرت خلیفہ مولوی مانک پوری کے تھے، مجذوب باللہ صاحب ترک وتجرید اور فقر میں شان عالی رکھتے تھے علم توحید میں بے مثل تھے، سینکڑوں مرید رکھتے تھے، آزاد منش اور فارغ قیودات دنیوی سے تھے حضرت کے خلفاء سے مرزا قائم الملک چشتی صابری اس وقت میں غنیمت اور صاحب سلسلہ ہیں، تمام ہندوستان میں ان کے خلفاء کے مرید ہیں اور معصوم صفت بھی ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

ذکر حضرت بندگی سید غلام معین الدین شاہ خاموش حیدر آبادی

یہ حضرت خلیفہ اکمل حافظ مولوی مانک پوری کے تھے، صاحب زہد وریاضت وعشق ومحبت وصاحب سماع وسخی وقت رجوعات وفتوحات بدرجہ غایت تھا، مسافروں اور درویشوں اور اہل عرب کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیتے تھے، چنانچہ اب تک رجوعات آپ کی صاحب سخن کے پاس ایسی ہے، کہ کسی درویش حیدر آباد کو نہیں ہے، نہایت باکمال گذرے ہیں، ہندوستان میں برائے زیارات مزارات خواجگان چشت جو آتے تھے۔ اس سفر میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا اپنے سلسلہ کے پیران چشت کے مزارات پر کمخواب اور زربفت کے غلاف چڑھاتے باوجود اس فتوح کے خود فقر اور تجرید کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے۔ لباس صابریہ پہنتے تھے مزاج میں کچھ کسی قسم کا تکلف نہ تھا، عبادت میں

شہرہ آفاق تھے۔ اگرچہ یہ کاتب الحروف زیارت سے مشرف نہیں ہوا لیکن جس وقت یہ فقیر حیدرآباد میں گیا بطور سیاحی تو حضرت ہندوستان میں تھے اور وہاں کے فقراء کو دیکھا زیادہ حیدرآباد میں ٹھہرنا نہ ہوا۔ کس واسطے کہ ارادہ سیاحت ملک مدراس وتلنگاں کا تھا، چھاونی میں ایک سنیاسی کے مکان پر ٹھہرا تھا، چہار منارہ کے قریب لالہ لکا پرشاد لکا پرشاد کے مکان پر مدعو تھا، کہ ان سے سروجی کی ملاقات تھی، وہ قانون گو سروجی کے ہمشیرہ زادہ تھے، چونکہ وہاں سے آپ کا مکان بھی قریب تھا، آپ کے حالات سن کر گیا، سنا کہ ہندوستان گئے ہوتے ہیں ایک ہفتہ حیدرآباد میں ٹھہر کر بیراگیوں کی جماعت کے ہمراہ آگے چلا گیا، آخر ۱۳۰۲ھ میں حضرت سے روحی فیضان ہوا جس کا ذکر تذکرہ الفقراء میں ہو چکا ہے، وفات حضرت کی ۲۸ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں ہوئی، مزار حیدرآباد دکن میں ہے خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ سید محمد ہاشم حسینی چشتی صابری سجادہ وبلال شاہ وامان اللہ شاہ وبلاقی شاہ۔

ذکر میاں گھوڑا شاہ سروجی چشتی نظامی قدس سرہٗ

یہ حضرت سالک

مجذوب تھے سوائے ایک کرتہ کے اور کپڑا نہیں رکھتے تھے، حالت جذب میں مثل گھوڑے کے کودتے پھاندتے اگر چاہ یا نالہ آیا، جست مار کر چلے جاتے تھے، ضعیفی میں بزور کرامت وہی حالت رہی ایک گھوڑی سواری میں اور ایک نیل گائے کوتل رہا کرتی تھی، جس کو آپ کے بالکے کفرچٹ لے کر چلا کرتے تھے۔

ایک زمیندار بردہ کہار کہ علاقہ بھیلہ متصل شمس آباد ہے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہمارے ہاں تشریف فرماتھے، کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا نوش نہ فرماتے تھے، کفرچٹ کھانا تیار کر کے اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے، اور وہی طہارت بھی کرایا کرتے تھے، حضرت کے واسطے انگیٹھی پر پانی سینک رہے تھے، کہ ابر آیا اور مینہ کا پانی برسنے لگا، تو سر پر ہاتھ رکھ کر ہماری پولی یعنی دروازہ میں آگئے اور باآواز بلند کفرچٹ سے فرمایا کہ اگر میری دھوتی پر ایک بوند بھی پڑی، تو آج تیری خیر نہ ہوگی، کفرچٹ اپنے کرتہ کا دامن دھوتی پر روک کر کھڑے ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد پانی تھم گیا، دیکھا خوب پانی برسا تھا، چہار طرف بہ نکلا مگر حضرت کی دھوتی پر ایک بوند نہ پڑی۔

نقل ہے کہ ایک بار ٹونک کی طرف عازم ہوئے بمقام ریاست اندرگڑھ پہنچ کر دردولت راجہ

پر مقیم ہوئے اور اس وقت بسبب امساک باراں کے تمام مالوہ پریشان تھا، دوسرے روز کفر چٹ کا نکر یعنی باڈی سینگ رہے تھے، حضرت نے کفر چٹ سے فرمایا، کہ بچہ اتنے باڈی سینک میں گھوڑی کو تالاب میں سے پانی پلالاؤں، لوگوں نے عرض کی کہ بہشتی آکر پانی پلا دے گا، تالاب خشک پڑا ہے، آپ نے نہ سنا گھوڑی لئے ہوئے تالاب کے بیچ میں گھوڑی پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تمام شہر میں شہرہ ہوا، کہ فقیر تالاب میں بیٹھا ہوا ہے، لوگوں نے جاکر واپس لانا چاہا، آپ نے سب کو دھتکار بتائی، وہ دن تمام ہوا، دوسرے دن ایک ٹکڑا ابر کا آیا، اور ایسا پانی برسا کہ تالاب بھر گیا۔ گھوڑی چھوڑ کر کنارہ پر آتے، حضرت غوطہ کھانے لگے، آخر راجہ معہ اپنے اراکین دولت پہنچا بدقت حضرت کو نکالا، جب بستر پر آئے راجہ نے برائے اولاد نرینہ دعا چاہی، آپ نے فرمایا، کہ آج سے نویں مہینہ بیٹا ہوگا، راجہ نے آپ کو محل میں با عزاز ٹھہرایا، خدمت میں مصروف ہوا، جب نویں ماہ فرزند تولد ہوا، راجہ دست بستہ آکر کھڑا ہوا اور عرض کی کہ جو حکم ہو بجا لاؤں، آپ نے فرمایا پانچ سو بکریاں دے اس نے اسی وقت حکم دیا، جب بکریاں آئیں، اور حضرت نے ان کو ملاحظہ فرمایا تو گھبرائے کہ میں کیا کروں گا میں تو پانچسو گھوڑی سمجھا تھا، راجہ نے عرض کی، کہ اب یہ آپ کی ملک ہے جو چاہیئے کیجئے، فرمایا اچھا اب تو میں وزیر خان کے پاس ٹونک جاتا ہوں، جب وہاں سے واپس آؤں گا لے جاؤں گا، الغرض بعد قطع منازل قریب ٹونک کے ایک درخت بڑ کے نیچے ٹھہرے، چونکہ حضرت سے بہت لوگ واقف تھے، نواب سے خبر کی، کہ سرونج سے میاں گھوڑا شریف[۲] چار سیر چنے ایک مشک پانی بھیج دی اور جمعدار دروازہ کو ہمراہ کیا، جب وہ سامان روبرو حضرت کے آیا، کفر چٹ سے فرمایا، کہ گھوڑی سے دہانہ لگاکر چھوڑ دے۔ اور آپ اس کے تھان پر مثل گھوڑی کے جا کھڑے ہوئے، کفر چٹ سے فرمایا کہ اگاڑی پچھاڑی لگا دے اور توبرا چڑھا دے۔ الغرض کئی پولے گھاس کے کھائے ایک مشک پانی مثل گھوڑی کے پیا، باوجودیکہ منہ میں ایک دانت بھی نہ تھا، مگر مثل گھوڑی کے کل دانہ چاب گئے اور گھوڑی کی سی لید کی، اور اسی رنگ کا پیشاب کیا، اور جمعدار سے فرمایا، کہ گھوڑا شاہ کا تبرک ہے، نواب کے پاس لے جا، جمعدار نے یہ کرامت نواب سے بیان کی، نواب آئے اور کہا، کہ یہ لوازمہ برائے اسپ حضور ارسال کیا تھا نہ کہ برائے حضور، اور پوچھا کہ یہاں کیونکر قدم رنجہ فرمایا، آپ نے فرمایا کہ راجہ اندر گڑھ نے بکریاں دی ہیں، ان کے چرنے کو جنگل دے، نواب نے کہا کہ جو گاؤں

علاقہ سرونج سے پسند ہو لے لیجئے، نواب نے ایسا گاؤں تجویز کیا کہ جو شہر سے قریب اور اس کی نشست چار پانچ ہزار روپیہ کی تھی، آپ نے قبول نہ کیا فرمایا کہ وہ بستی راجپوتوں کی ہے۔ بکریاں جس کا اجاڑ کریں گی، وہ ہی میرا سر پھوڑ دے گا، آخر آگرہ کا گاؤں کہ جو پہاڑی تھا منظور کیا، کہ جو میرے سامنے پندرہ روپیہ سال پر ٹھیکہ کا تھا، وہاں بکریاں چھوڑ دیں، انتقال حضرت کا غدر سے پہلے ہوا ہے مرید کسی کو نہیں فرمایا، اس وجہ سے سلسلہ گم ہوا۔

ذکر مولوی غلام مصطفٰی وزیر آبادی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اللہ دتہ صابری کے تھے۔ وہ مرید شیخ کریم الدین کے وہ مرید شیخ محمد غوث کے، وہ مرید شیخ قادر بخش کے وہ مرید حامد شاہ کے وہ مرید شیخ محمد صدیق لاہوری کے وفات حضرت کی ۱۱۶۷ھ میں ہوئی، مادہ تاریخ خدا پرست ہے، آپ کے بعد سید چراغ شاہ سبزواری لاہوری صاحب سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ فیض بخش لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب وجد و سماع تھے، تجرید اور تفرید کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے، اور مرید سید حیدر علی شاہ کے، وہ مرید شیخ خیر شاہ کے، سال بھر میں سترہ عرس کیا کرتے تھے، اور ریشم سازی سے ایام گزاری کرتے تھے، آپ کے مرید بھی باکمال گزرے ہیں، اور حضرت کاملان متاخرین صابریہ میں باکمال گزرے ہیں، عاشق رسول تھے، چنانچہ شب نہم رجب ۱۲۸۶ھ میں کہ چند روز پہلے سے تپ محرقہ میں مبتلا تھے۔ حافظ قادر بخش سے فرمایا۔ کہ مناجات پڑھو، انہوں نے یہ مطلع شروع کیا۔

منم خاک در کوئے محمد — اسیر حلقۂ موئے محمد
قتیل نوک شمشیر نگاہش — شہید تیغ ابروئے محمد

یہ سنتے ہی حالت وجد ہو کر غش آیا، اور انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت سلطان مملکت عشق ہادینا و مرشدنا مرزا روشن بخت گورگانی چشتی والقادری والسہروردی ثم نقشبندی قدس اللہ سرہٗ العزیز

یہ حضرت اولاد سے احمد شاہ بادشاہ کی ہیں، آپ کے والد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی کے مرید تھے اول ان کے گھر کئی دختریں پیدا ہوئیں، ان کو فرزند نرینہ کی کمال آرزو تھی، جب حضرت حمل میں آئے، تو آپ کے والد ماجد نے اپنے پیر روشن ضمیر سے عرض کیا، کہ بیگم کو پھر حمل ہے اور کھانا بھی کم ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے وہ بہت ضعیف و نحیف ہوتی جاتی ہیں، ان کے واسطے تعویذ مرحمت کیجئے، اور دعا کیجئے کہ اب اللہ تعالیٰ فرزند نرینہ عطا کرے، حضرت مولانا نے چندے تامل فرما کر ارشاد کیا، کہ مرزا کچھ اندیشہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے تم کو فرزند ولی مادر زاد عطا کیا، اور یہ جو تمہارے گھر میں کھانا کم ہو گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ تمہارا فرزند مال سلطنت کو کہ مشکوک ہے قبول نہیں نہیں کرتا، اور جس وقت وہ بچہ پیدا ہو۔ اس کا نام فخر الدین رکھنا اور اپنا پہنا ہوا کرتہ مرحمت کر کے فرمایا، کہ اس میں سے کرتہ بنا کر پہناؤ، مگر وہ میرا بیٹا ہو گا، جب حضرت تولد ہوئے، تو شیر نہ نوش کیا والدین حضرت کو نہایت فکر ہوا، سیانے ملانے آئے، انہوں نے دم کیا، تعویذ وغیرہ دیئے، آخر سب نے کہا، کہ آخری علاج یہ ہے، کہ خیرات کرو، آپ کے والد نے بہت کچھ خیرات کیا، اس وقت حضرت نے شیر نوش کیا، اور جب زبان کھلی پہلے لفظ اللہ کہا اور اوائل عمر سے تا حیات کھل کھلا کر کبھی نہیں ہنسے جب کسی قدر ہوش آیا۔ حضرت مولانا قطب الدین خلف حضرت مولانا فخر الدین کی خدمت میں جانے کا شوق ہوا اور مولانا موصوف بھی نہایت عنایت فرمانے لگے اور حضرت مولانا عماد الدین میر سید محمد دہلوی کے مرید ہو کر ریاضت مجاہدہ میں مشغول ہوئے اور مولانا نیاز احمد سے بھی فیض حاصل کیا۔ بائیس برس کی عمر میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور غنا کو ترک کر کے فقر اختیار کیا۔ اور بحکم پیر روشن ضمیر جریدہ خوب سیر و سفر فرمایا۔ علاقہ جودھپور میں ایک بزرگ کی خدمت میں

چندے رہ کر فیضان حاصل کیا۔ جب واپس دہلی میں آئے۔ سکونت قلعہ معلے ترک کر کے باغ امیر خان میں کہ اس محلہ میں شرمائے شیخ زادگان رہتے تھے اور اکثر غریب بھی تھے آ رہے تھے مگر حالت جذب کی تھی۔ بعد اس کے مرزا قادر بیگ گوالیاری دہلی میں تشریف لائے کہ حضرت نے اپنی ولایت کو کسوت سپاہ گری میں پوشیدہ رکھا تھا، مگر چند طالبان حق دہلی سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک صاحب نے حضرت پیر و مرشد سے عرض کی کہ ایک درویش کامل صاحب ولایت نیلی واڑہ کے ٹھہرے ہوئے ہیں قابل ملنے کے ہیں یہ سن کر حضرت ان کو مسافر اور مہمان شہر سمجھ کر مع چند یاران باصفا کے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے معًا دیکھتے ہی وہ اٹھ کر حضرت سے ملے اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ تمہارے واسطے دہلی آنا پڑا۔ اپنی امانت لیجئے۔ حضرت نے عرض کیا کہ میں آپ کی تلاش میں سرگردان پھرا۔ الحمد للہ کہ آج منزل مقصود کو پہنچا۔ اور اسی وقت بیعت کر کے نعمت ولایت قادریہ سے مشرف ہوئے وہ حالت جذب اسی وقت موقوف ہو گئی اور سن بلوغ سے تا ایام غدر ہمیشہ نماز صبح اور عصر اور مغرب جامع مسجد میں گزاری کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔ چالیس برس شب کو نہیں سوتے دوپہر کو بادائے سنت قیلولہ فرمالیا کرتے تھے۔ ہمیشہ پابندی سنت نبوی کے ساتھ ایام گذاری کرتے تھے۔ طریقہ رسول مقبول علیہ السلام کو فروگذاشت نہ فرماتے تھے۔ ہر وقت باوضو اور باادب رہتے تھے، عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور نوافل تحیۃ الوضو اور آداب مسجد کبھی قضا نہیں ہوئے۔ ہر خورد و کلاں سے پہلے حضور سلام علیک کرتے۔ اس کاتب اور دیگر سینکڑوں اشخاص نے چاہا۔ کہ پہلے ہم سلام کریں۔ مگر یہ مطلب کبھی کسی کا پورا نہ ہوا۔ کئی بار کاتب نے راستہ میں دبے پیر جا کر پشت کے پیچھے سلام عرض کرنا چاہا۔ مگر جب چاہا کہ زبان کھولوں۔ اسی وقت حضرت نے پھر کر فرمایا السلام علیکم مرزا صاحب۔ ایک یہ کہ کبھی کسی کا ہاتھ حضور کے قدم تک نہیں پہنچا جب کوئی قدموں کو ہاتھ لگانا چاہتا۔ فوراً حضرت کے دست حق پرست اس کی بغلوں میں آجاتے اور آپ اس کو اپنے سینہ سے لگا لیتے اور ہمیشہ بیوگان غرباء محلہ کا کام کیا کرتے یہاں تک کہ کوئی سوت کوئی انڈے کوئی مرغی کوئی بکری دیتا کہ اس کو چوک پر فروخت کر کے لا دیجئے آپ وہ سامان لیکر فروخت کر کے اس کے دام مالک کو لا کر دیتے محلہ سے لے کر نکلتے تو اہل محلہ دیکھتے مگر چوک پر کبھی کسی نے آپ کو فروخت کرتے نہیں دیکھا۔ ایک بار اس ذرہ بے قدر احمد اختر کاتب الحروف

نے عرض کیا کہ سماع کے بارے میں احقر کو کیا ارشاد ہوتا ہے۔ زبان حق سے فرمایا کہ بھائی صاحب کسی عالم سے دریافت کرو، جو وہ فرمائے اس پر عمل کرو۔ پھر اس غلام نے عرض کی۔ کہ حضرت علماء تو منع فرماتے ہیں اور فقراء اس کے اثبات میں کامل دلائل لاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا اگر علماء سے اعتقاد ہے ان سے دریافت کرو اگر فقراء سے محبت اور ارادت ہے ان سے پوچھو پھر میں نے عرض کیا کہ حضور شریک سماع کیوں نہیں ہوتے کبار کا سماع میں شریک ہونا تو ثابت ہے فرمایا مجھ میں وہ صفات ہرگز نہیں ہیں جو کبار میں تھیں اور جو شرائط کہ سماع سننے میں چاہیئیں ان کا پورا ہونا مشکل ہے۔ غرضکہ میں اپنے آپ کو سماع سننے کے لائق نہیں پاتا۔ اس وجہ سے نہیں سنتا۔ دوسرے کو اپنا اختیار ہے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ سماع میں کسی کو وجد ہوتا ہے۔ کوئی روتا ہے کوئی ہنستا ہے کوئی محو ہو جاتا ہے کسی پر سکتہ کا عالم ہو جاتا ہے۔ حضرت نے چشم مبارک پر نم کرکے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو درویشوں سے سنا ہے وہ اس طرح پر ہے۔ کہ اہل صفا سماع کو معراج الروح کہتے ہیں اور حالت وجد کی سات قسمیں ہیں۔ اوّل یہ کہ مرد دردمند اور صالح اگرچہ شغل اور سلوک سے اس کو کچھ تعلق نہ ہو۔ مگر سماع سننے سے رونے لگتا ہے۔ آہ اور نالہ کرتا ہے۔ مگر وہ فقط نرمی دل خیال عذاب قبر یا خیال عذاب دوزخ وغیرہ سے رونے لگتا ہے نہ اس کو کچھ عشق نہ ذوق ہے۔ کس واسطے کہ آواز میں اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت عطا کی ہے۔ کہ ہر سننے والے کا دل متحرک ہو جاتا ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ صوفی بتدی ناسوتی کہ بسیار درد فراق محبوب اور کثرت اندوہ اور عدم یافتگی مطلب سے ذوق اور شوق اس کو جلاتا ہے۔ وہ روتا ہے شور کرتا ہے۔ مگر اس کو جانتا نہیں کہ یہ کیا ہے اور کہاں سے ہے اس کی کیفیت۔ مثل صاحب رعشہ کے ہو جاتی ہے۔ کہ بدن اس کا کانپتا ہے۔ مگر صاحب حال اس کو معلوم نہیں کر سکتا کہ اس کو کون ہلاتا ہے کیوں کانپتا ہے نہ اس میں کچھ رنج و راحت ہوتی ہے پس صوفی بتدی بحر درد عشق کے انوار و اسرار سبحانی کو نہیں آئی درد وعشق سے روتا اور شور کرتا ہے۔ تیسری حالت یہ ہے۔ کہ سالک اہل نظر کو ایک وقت پیش آتا ہے کہ جسم باطن اس کا حسن و جمال حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر اس کی رعنائی اور زیبائی کو دیکھ کر بے خود و بے اختیار شیفتہ و فریفتہ جمال لامتناہی ہو کر جوش و خروش میں آکر بے ہوش و مدہوش ہو کر مایت

محبت اور عشق سے اضطراب میں آکر لذت حضوری سے روتا اور آہ و نالہ کرتا ہے۔ پس اسرار عشق کہ عاشق و معشوق میں ظہور کرتے ہیں۔ عاشق کو کبھی ہنساتے کبھی رلاتے ہیں۔ دوسرا اس لذت سے آگاہ نہیں ہوتا۔ یہ درجہ اعلیٰ ہے کہ یہ حالت محض فراق کی ہے۔ بلکہ فراق وصال ہے۔ اور فراق وصال کیا ہے۔ یعنی بود و نابود ہو جائے۔ عاشق نہایت حرارت عشق و غلبہ محبت محبوب میں محبوب صفت ہو جاوے۔ وجود مجازی درمیان میں نہ رہے۔ کہ لذت وصل محبوب حقیقی بے تعین مجاز کے حاصل کرے مگر جب تک سالک ذکر اللہ سے تزکیہ باطن نہیں کرتا۔ آفتاب اس دولت کا اس پر نہیں چمکتا۔ اس حلاوت میں عقل معاد باقی رہتی ہے۔ محو مطلق نہیں ہوتا چوتھی حالت وہ ہے۔ کہ سالک کو اللہ تعالیٰ وہ وقت نصیب کرے۔ کہ اس وقت میں نزول انوار جمال و جلال محبوب حقیقی ہو اور اپنی بود نہ رہے اور اس حال سے خود ر بود ہو کر محو ہو اور متلاشی بود کا ہو۔ مگر جب اس کا کچھ نشان نہ پاوے۔ پس اپنے گم ہونے سے روئے اور افسوس کرے۔ کہ اگر بود وجود میں رہتا اور جمال و کمال محبوب حقیقی میں معاینہ کر کے حظ اٹھا کر نہ پوری ہونے اپنی خواہش سے روتا ہے، مثل فتیلہ موم کے کہ وہ چاہتی ہے کہ بہ ہیئت اصلی میں رہ کر نظارۂ جمال شمع کروں۔ مگر یہ آرزو اس کی پوری نہیں ہوتی۔ جس قدر شمع سے جلتی ہے۔ اپنے کو نابود پاتی ہے۔ آخر آتش کا قاعدہ ہے۔ کہ جو اس کے پاس ہوگا۔ اس کو محو کر کے عین آتش کہہ لے گی۔ مگر یہ اس وقت تک ہے کہ جب تک صوفی کو اس کی لذت معلوم نہیں ہوتی اور جب لذت پا لیتا ہے تو یہ لذت سب سے بہتر ہے کہ صفت آتش ہو کر عین آتش ہو جاوے۔ مثل شرابی کے کہ جب لذت شراب سے باہر ہو جاتا ہے اور اس پر نشہ چھا جاتا ہے۔ تو اس کو لالگ جاتی ہے۔ کسی قدر شراب نوش کرے سیر نہیں ہوتا۔ ایسے ہی عاشق کہ جب لذت فراق وصال سے آگاہ ہو جاتا ہے تو خود اپنے کو وصال فراق میں ڈالتا ہے۔ بیت

آرزوئے داشتم گر تشنگی آبے بود تشنہ تر گشتم چو گردیدم بدر آشنا

اللہ تعالیٰ ہر عاشق کو یہ حالت عطا فرماوے۔ حالت پنجم وہ ہے کہ صوفی اہل معنی کو ایک حالت پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کی لذت کو نہ بیان کر سکتا ہے نہ نشان دے سکتا ہے۔ اس وقت اس کے دل میں تمنا ہوتی ہے۔ کہ محو احدیت ہو کر وجود سے گزر کر محو اور متلاشی ہو کر تمام بالیتھائے

اپنے سے خود رفتہ ہو کر یکتائی اور یگانگی پیدا کرے۔ کہ ہستی اس کی سے کچھ اثر باقی نہ رہے محو مطلق ہو کر الآن کما کان ہو جائے۔ ہر چند عاشق جانباز چاہتا ہے کہ محو ہو کر خود مضمحل ہو کر لاشی محض ہو کر عین معشوق ہو جائے۔ مگر جب مدعا پورا نہیں ہوتا۔ تو کمال حسرت اور محبت حضوری سے بے اختیار ہو کر آہ و نالہ و گریہ وزاری کرنے لگتا ہے۔ چھٹی حالت وہ ہے کہ صوفی کو عین وجد سماع میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عالم مجاز سے انتقال کر کے عالم باطن میں سیر کرتا ہے اور اس جگہ حظ اٹھاتا ہے۔ تمام اعضا اس کی لذت سے بے خبر ہوتے ہیں مگر دل آگاہ ہوتا ہے یا یہ کہ دل حقیقی اس سے مطلع ہوتا ہے۔ اس کا اثر تمام بدن میں ہوتا ہے مثل حمی کہ حمی قلب سے مشتعل ہوتی ہے اور اثر اس کا بوسیلہ شرائن کے تمام بدن میں پہنچتا ہے بدن گرم معلوم ہونے لگتا ہے۔ مگر زبان کو یارا نہیں۔ کہ اس لذت کا شمہ بھی بیان کر سکے۔ کس واسطے کہ دنیا میں کوئی چیز اس کے مقابلہ کی نہیں کہ جس پر تمثیل دے۔ حالت ہفتم یہ ہے کہ بعض وقت صوفی صاحب ذوق اور وجد کو عین حالت وجد و سماع میں اس کا شعور بر قرار رہتا ہے مگر اپنی ہستی سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک بار میاں میر لاہوری قدس سرہ نے حالات ارباب ذوق و شوق اور اصحاب سکر اور فنا میں فرمایا کہ اس عالم میں صاحب وجد کامل اور منتہی وہ ہیں۔ کہ عین حالت میں ان کا شعور بر قرار رہے۔ اگر ان کے دامن میں کو دوں ڈالدیں تو ایک دانہ نیچے نہ گرے۔ حاضرین سے ایک نے عرض کیا کہ حالت سماع و وجد مشعر بے خودی اور محویت ہے اور شعور کا باقی رہنا اس کا منافی ہے۔ حضرت نے جواب دیا۔ کہ اس وقت کا علم ذات صوفی سے نہیں ہے کہ وہ اپنی صفات سے فانی اور اپنی ہستی اور تمام عالم سے فارغ ہے۔ بلکہ اس کو ایسی بے خودی ہوتی ہے کہ اس شعور کے ساتھ بھی شعور نہیں رہتا۔ پس عالم اس وقت اس میں قائم ہو کر یہ حفاظت کرتا ہے۔ پس جو فعل کہ اس وقت صادر ہوتا ہے درحقیقت وہ منسوب بحق ہے۔ صوفی درمیان میں نہیں رہتا۔ ایک بار چند درویش خدمت عالی میں حاضر تھے اور چند رؤسا شہر و شہزادگان عالی قدر سے بھی موجود تھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔ کہ سلاسل مشائخ کبار میں کون سا سلسلہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جتنے سلاسل ہیں۔ سب نور علیٰ نور ہیں یوں ہر شخص اپنے سلسلہ کو اعلیٰ و انسب سمجھتا ہے۔ اس کی مثال

ایسی ہے۔ جیسے تمام کرم شمع کے عاشق ہیں ولیکن جان کے خوف سے جلنے کی تاب نہیں رکھتے۔ پروانہ اس کی محبت میں ایسا بے اختیار ہے کہ وہ اپنے وجود کو شمع پر ڈال کر بمجرد وشہود شمع ذات اپنی کو خدا کے بشرف اتحاد و یگانگی مشرف ہوتا ہے۔ بخلاف دوسرے کرم کے کہ بوئے یگانگت واتحاد ان کے مشام جان میں نہیں پہنچتی۔ اسی طرح سالک جملہ طریق کے قید حفظ جان میں گرفتار ہیں۔ تجلیات صوری اور معنوی پر قناعت رکھتے ہیں۔ بخلاف عارفان چشتیہ اور قادریہ کے کہ یہ پروانہ ہستی تعین روحی اپنے کو الشعہ انوار شمع ذات بحت میں جلا کر عین نور ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا رومی نے فرمایا ہے

رفت او ز میاں ہمیں خدا ماند خدا الفقر اذا تم ہو اللہ نیست

بس یہ سن کر تمام مجلس کو حالت طاری ہوئی اکثر اہل دل رونے لگے۔ مرزا فیروز شاہ خلف شاہزادہ سلیم ناقل ہیں۔ کہ ایک بار ناظر قلعہ معلی نے بحضور شاہ عرض کیا۔ کہ دربانان دروازہ دہلی قلعہ معلی نے بیان کیا۔ کہ جس وقت ہم دروازہ کھولتے ہیں مرزا روشن صاحب کو دروازہ کے باہر کھڑا پاتے ہیں احتیاطاً اطلاع کرتے ہیں۔ جناب اقدس فدوی سمجھا کہ شب کو مرزا صاحب موصوف شہر میں رہا کرتے ہیں صبح قلعہ میں آجاتے ہیں۔ اس امر کا غلام کو خیال ہوا۔ دو خواجہ سرا برائے تفحص حال پوشیدہ طور پر مرزا صاحب کے مکان پر تعین کئے۔ کہ دیکھیں کیا یہ ماجرا ہے۔ غرض مرزا صاحب کا شب کو باہر جانا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ معلوم ہوا کہ بعد نماز عشا کے مرزا صاحب تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے ہیں۔ بعدہ اوّل وقت نماز صبح تک بالاخانہ پر عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ معاملہ قابل گزارش تھا۔ اس وجہ سے عرض کیا چچا صاحب مغفور فرماتے ہیں کہ میں بھی اس وقت حاضر تھا حضور نے ناظر سے ارشاد فرمایا۔ کہ ہرگز ان کی نگرانی نہ کی جائے۔ وہ شخص قطب وقت اور اہل خدمت ہے۔ اس کو بند اور کھلا دروازہ سب یکساں ہے۔ بلکہ ان کی نسبت شاہ سلیمان صاحب بھی مجھ کو کچھ فرما گئے تھے غرض اس وقت تک حضرت کا راز فاش نہ ہوا تھا۔ جب یہ خبر منتشر ہوئی۔ اور خلقت نے رجوع کی۔ اس وقت اپنے محل مسکونہ آبائی کہ جو قلعہ میں تھا۔ اس کی سکونت ترک کر کے باغ عظیم خان میں متصل دہلی دروازہ کے کہ وہاں شرفا اور غریب لوگ آباد تھے۔ جا رہے تھے، اور آمدنی میں سے قدرے برائے سد رمق رکھ لیا تھا۔ باقی کل جائداد منقولہ و

غیر منقولہ حوالہ صاحبزادگان اور تموم المکان کردیا تھا۔حضرت کے تین صاحبزادے تھے۔بڑے صاحبزادہ فوت ہوتے۔چھوٹے مجذوب تھے۔منجھلے صاحبزادہ مرزا وحیدالدین عرف مرزا بلاقی کہ علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔پہلے اپنی کرامات کو پردہ ملازمت میں پوشیدہ رکھا۔پچاس روپے ماہوار سے زیادہ کی نوکری قبول نہیں کی۔اب دنیا اور اہل دنیا سے بے غرض ہوکر گوشہ عافیت میں ایام گزاری کرتے ہیں۔ہفتہ میں برائے نماز جمعہ باہر آتے تھے ایک کرامت مرزا روشن صاحب کی یہ تھی کہ جتنے آپ کے مرید تھے۔سب کو کشف القبور تھا۔چنانچہ اہل احقر کاتب الحروف کو کہ اس وقت لہو ولعب میں مشغول تھا۔یکایک بزرگوں کے مزارات پر جلنے کا شوق ہوا۔وہاں حاضر ہوکر مشغول ہوتا۔چنانچہ پیر روشن ضمیر کے تصدق سے ان کی زیارت سے مشرف ہوتا جو میرا کام ہوتا اس کے بارہ میں عرض کرتا۔جو حکم ہوتا اسی کے موافق ظہور میں آتا تھا۔چنانچہ دو روز حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی قدس سرہ کے مزار پرانوار پر جاکر مشغول ہوا۔تیسرے روز حضرت کی زیارت سے مشرف ہوکر عرض کیا۔کہ اگر حکم ہو تو حاضر ہوا کروں فرمایا۔کہ فقیر کی بہت دوستی اچھی نہیں۔اسی وقت وہاں سے رخصت ہوکر چلا آیا اور یہ کیفیت مرزا بہادر صاحب خلیفہ پیر روشن ضمیر اپنے کے بیان کی۔تبسم کناں ہوکر فرمانے لگے۔کہ میاں وہ عالی جناب پر جلال مزار ہے کہ بڑے بڑے وہاں کوشش کرکے چلے گئے زیارت تو بڑی بات ہے۔مگر بوجہ جلال حضرت ٹھہر بھی نہ سکے اور تم ایسا کہتے ہو۔میں نے مکرر عرض کیا کہ خلاف نہیں ہے۔جو میں نے عرض کیا۔راست ہے۔اس پر فرمایا۔اگر تم نے حضرت کو دیکھا ہے۔حلیہ شریف بیان کرو۔اس وقت میں نے حلیہ شریف عرض کیا۔حلیہ سن کر مجھ کو گلے سے لگالیا اور فرمایا کہ زہے نصیب بھائی صاحب میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں۔بادشاہ نے فرمایا تم کو بھی مبارک ہو وہ کیا خوشی ہے انہوں نے عرض کی احمد اختر دو روز کی حاضری میں تیسرے روز زیارت حضرت شمس العارفین سے مشرف ہوا۔بادشاہ نے متعجب ہوکر فرمایا۔بھائی بہادر صاحب سچ ہے یا دل لگی۔انہوں نے فرمایا حلیہ شریف دریافت فرمالیجے۔حضور نے بندہ سے فرمایا۔کہ تجھ پہ کیا کیفیت گزری اور حلیہ شریف حضرت کا کیا ہے۔میں نے جو دیکھا تھا عرض کیا۔پس بندہ کو گلے لگا کر فرمایا۔کہ اے نور عین جو کچھ تم کو تیرے پیر نے بتایا ہے،اس پر خوب محنت کرو دیکھی تو نے اپنے

پیر کی کرامات۔ اس کے بعد اور درویشوں کے حالات بیان ہوتے رہے۔ بعد ہم رخصت ہوکر اپنے اپنے مکان پر آئے۔ اب دو تین برس کا عرصہ گزرتا ہے۔ کہ میری ایک پیر بہن درد عرق النسا میں مبتلا تھیں۔ ناگاہ یہ فقیر اور مرزا ولی بخت کہ خاندان اورنگ زیب عالمگیر میں ممبر اور میرے مہربان ہیں ان کے مکان پر جا نکلے۔ اس وقت ان کو نہایت تکلیف تھی۔ بہت بے چین تھیں میری طرف دیکھ کر فرمانے لگیں کہ مرزا روشن کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کچھ تدبیر کرو۔ میں نے کہا کہ ڈاکٹر اس کا علاج خوب کرے گا کہنے لگیں کہ میں نے سب کا علاج کر لیا۔ مجھ کو مرزا روشن کی آنکھوں سے دیکھو یہ سن کر میں سمجھا کہ یہ حضرت ہی کی طرف سے ہدایت ہے۔ میں نے عرض کی کہ چشم مبارک تصور کرکے ان کو دیکھنا شروع کر دیا۔ دو گھڑی کے بعد ان کو صحت ہوئی۔ اس کے بعد دو برس زندہ رہیں۔ پھر اس درد کی شکایت نہ ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک بار ارشاد فرمایا کہ اسباب دنیا جمع کرنا عبث ہے کیونکہ دنیا ناپائیدار جگہ ہے اس میں مسافرانہ بسر کرنا چاہیئے بلکہ جس قدر ممکن ہے اسباب موت جمع کرے ہر وقت اسی کی فکر میں رہے۔ کس واسطے کہ آخر یہ ہوتا ہے کہ قبر گھر اور خاک کا بچھونا اور کپڑے دوست ہوتے ہیں۔ اسباب دنیا سے اس وقت کچھ کام نہیں ہوتا پس موت کے فکر سے بہتر کوئی فکر نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔ اسباب موت کیا ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت اس کو یاد رکھنا اور نیک عمل کرنا پھر فرمایا کہ جو مردان خدا ہیں وہ ہمیشہ موت کے خواہاں رہتے ہیں کہ ایک وسیلہ ہے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف جانے اور محبوب حقیقی سے ملنے کا۔ جیسا کہ کسی نے خواجہ جنید بغدادی سے پوچھا کہ ابو سعید خراز کا مرتے وقت کیا حال تھا آپ نے فرمایا کہ ان کو ایسا شوق تھا کہ اگر ان کی روح مارے شوق کے پرواز کرتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ اور حضرت کا یہ شعار تھا کہ اکثر قبرستان میں جا کر کچھ پڑھ کر ثواب اس کا اہل قبور کی ارواحوں کو پہنچاتے اور رویا کرتے۔ بہت بہت دیر بیٹھے رہتے اور اکثر یہ فرماتے کہ صحبت اہل دنیا سے بلکہ زندان کی صحبت سے اہل قبور کی صحبت بہتر ہے۔ ایک تو ان کی صحبت آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ پس جو آخرت کو یاد رکھے گا۔ آفات دنیوی سے بچے گا۔ دوسری خوبی ان کی صحبت میں یہ ہے کہ بعد چلے آنے کے یہ غیبت نہیں کرتے اور یہ قاعدہ تھا کہ آستانہ کسی بزرگ کے اندر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ باہر کھڑے ہو کر فاتحہ

ادا کیا کرتے تھے۔ ایک بار اس کاتب الحروف کے دل میں یہ خطرہ گزرا۔ کہ حضرت کو کسی وہابی نے بہکا دیا۔ جو مزارات اولیاء اللہ کی طرف سے اعتقاد کم ہو گیا۔ ہندو تک جانتے ہیں۔ زیارت کرتے ہیں اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگاتے ہیں مزارات کی گرد اپنی آنکھوں پر ملتے ہیں۔ معاً نور باطن سے میرے خطرہ کو معلوم کر کے میر سید واجد علی شاہ کی طرف متوجہ ہو کر اولیاء اللہ کی صفات بیان کیں۔ ان کے اقوال فرماتے رہے بعدہ کہنے لگے کہ میں کبھی کسی اولیاء اللہ کے مزار کے متصل نہیں جاتا۔ دور سے سلام اور فاتحہ عرض کر کے چلا آتا ہوں۔ بعض کا یہ خیال ہو گا۔ کہ کرامت اولیاء اللہ کے قائل نہیں یا منکر ہیں۔ استغفر اللہ یہ ہرگز نہیں اولیاء اللہ خاصان خدا بادشاہ دین و دنیا ہیں۔ میں ایک ناچیز ہوں۔ میری کیا مجال کہ نزدیک مقربان خدا کے جا بیٹھوں۔ اس وجہ سے دور رہتا ہوں۔ کس واسطے کہ دنیا کے امیر کہ جن کی امارت و حکومت برائے چندے اور فانی ہے۔ ان کے پاس ہر کہ دمہ کی مجال نہیں کہ جا سکے۔ ان کے پاس بے باکی سے جانا خلاف ادب اور موجب برائی کا ہے۔ جو نزدیک جاتے ہیں، وہ اس لائق ہوں گے۔ مگر میں اپنے کو اس لائق نہیں سمجھتا۔ کہ خاصان خدا کی صحبت کے لائق ہوں۔ تیسرے پہر کو میں اپنے پیر بھائی مرزا بہادر مغفور کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میرے حال پہ نہایت مہربان اور باعث میر مریدی کا بھی آپ ہی تھے۔ میں نے جو کہ خطرہ میرے دل میں گزرا اور حضرت نے جو ارشاد فرمایا ان کے روبرو بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ جو کچھ حضرت نے فرمایا یہ ان کی کسر نفسی ہے۔ ورنہ کمالات حضرت کے تم بھی کس قدر جان گئے ہو دیکھو تم نے فقط ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔ بغیر کسی محنت کے کشف القلوب ہو گیا۔ جانتے ہو کہ جتنے تمہارے پیر بھائی ہیں، سب کو کشف القلوب ہے، جو کچھ مجاہدہ اور ریاضت کرتے ہوں گے۔ ان کی کیا کیفیت ہوتی ہو گی۔ سمجھ لو کہ جس کے ہاتھ پکڑنے میں یہ برکت ہے۔ اس کے رتبہ کو کون معلوم کر سکتا ہے اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ فقراء سے محبت رکھو ان کے پاس جایا کرو۔ ان کے کلام سنا کرو۔ مگر جب جاؤ خالی ہاتھ نہ جاؤ کس واسطے کہ فقراء سے افضل کوئی نہیں ہے۔ یعنی قیامت کے روز فرشتوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرے بندوں سے برگزیدہ لوگ کہاں ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے کہ الٰہی وہ کون ہیں فرمان ہو گا کہ وہ فقیر کہ جو قانع اور صابر اور میری رضا پر راضی ہیں۔ ان کو جنت

میں داخل کرو۔ پس چاہیئے کہ آداب فقر الحوظ رکھے۔ فقر کو بُرا نہ جانے۔ چنانچہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "الفقر فخری" ایک بار مرزا بہادر صاحب و میر واجد علی وغیرہ یاران حضرت حاضر تھے ایک شخص نے ذکر کیا کہ کل حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ نے ملا حسین کشمیری کو کہ جو مسجد فتح پوری میں رہتے ہیں اور اکثر طلباء کو درس کرتے ہیں۔ خرقہ خلافت عطا کر کے حکم دیا۔ کہ چند سے آستانہ حضرت خواجہ صاحب پر معتکف رہ کر وطن کو جاؤ۔ ملاّ اچھے شخص ہیں۔ نہ معلوم بادشاہ سے جو خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس میں کیا بھید ہے۔ وہ کچھ طامع بھی نہیں ہیں یا حضرت یہ تو ارشاد فرمایئے کہ یہ خرقہ خلافت کیا چیز ہے۔ حضرت نے زبان حق سے ارشاد فرمایا۔ خلافت مشائخ جو اس وقت رائج ہے۔ اس کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ان میں بعض مقبول بعض مجہول۔

اوّل خلافت الٰہی۔ دوم اصالتاً۔ سوم اجازتاً چہارم اجماعاً۔ پنجم وراثتہً۔ ششم حکماً ہفتم تکلیفاً۔ ہشتم اویسیاً۔ پس خلافت الٰہی تو وہ ہے کہ جیسے حضرت سلطان المشائخ کو ملی جیسا کہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ اپنے مریدوں میں سے ایک کو خلافت دے کر صاحب ولایت ہندوستان کریں۔ کہ ہاتف غیبی کی آواز سنی کہ نظام بدوانی آتا ہے۔ راستہ میں ہے اس خلافت کے لائق وہ ہے۔ پس جب حضرت سلطان المشائخ پہنچے۔ بابا صاحب نے با مرحق ان کو اپنا خلیفہ کیا۔ اور بہت رحمتیں فرمائیں۔ اکثر اوقات فرماتے تھے کہ میں نے بابا نظام الدین کو ظاہر میں اپنا خلیفہ کیا۔ مگر باطن میں وہ خلیفہ باری تعالیٰ ہے اور نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خلافت کو صوفیائے کبار خلافت الٰہی کہتے ہیں اور خلافت اصالتاً وہ ہے کہ مرشد اپنے مرید میں لیاقت اس بارگراں کے اٹھانے کی خود دیکھ کر اس کو خرقہ خلافت عطا کر کے کسی جگہ برائے ارشاد و ہدایات خلق کے مقرر کرے اور خلافت اجازتاً وہ ہے کہ مرشد اپنے مرید کو قابل دیکھ کر مرید کرنے کی اجازت دے۔ جیسا کہ رسم ہے۔ ایسی خلافت کو رسمائی بھی کہتے ہیں۔ اور اجماعاً اسے کہتے ہیں کہ مثلاً کسی بزرگ نے انتقال کیا۔ اپنے زندگی میں کسی مرید یا وارث کو خلیفہ نہ کیا۔ قوم اور قبیلے نے وارث یا مرید کو خلافت اس کی میں تجویز کر کے اس کا صاحب سجادہ کیا اور وراثتاً وہ ہے۔ کہ مثلاً کسی بزرگ نے وفات کی

اور اس کا کوئی خلیفہ نہ تھا۔ اس کی اولاد سے لائق شخص سجادہ پر بیٹھا۔ ایسی خلافت نزدیک اصفیاء کے جائز نہیں۔ ہاں اگر مورث اس امر کی اجازت دے تو جائز ہے اور حکماً وہ ہے۔ کہ ایک بزرگ تھا اس نے وفات پائی اور اس کا کوئی خلیفہ نہ تھا اور اس کے وارثوں میں بھی اختلاف ہوا۔ حاکم وقت نے کسی وارث یا رشتہ دار لائق کو ممتاز بخلافت کیا تو یہ جائز ہے اور تکلیفاً یہ ہے کہ مرید نے پیر سے بار بار عرض کی۔ کہ بندہ کو خلافت عطا ہو یا دوسرے شخص کی سفارش یا حمایت سے خلافت حاصل کی یہ بھی جائز نہیں ہے نہ اس میں برخورداری ہے۔ ایسے خلیفہ اس وقت میں بہت ہیں۔ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ رنگین کپڑے کر لئے بال بڑھا لئے موٹے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں لی۔ الی اللہ یا اللہ کا دم بھرنے لگے۔ آنکھیں بند کر کے دبی دبی آواز سے باتیں کرنے لگے قطب ہو گئے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ ہر مسلمان کو ریا سے بچاوے اور اویسیا وہ ہے۔ کہ روح پاک کسی بزرگ سے تربیت اور تلقین پاتے یا نعمت حاصل کرے۔ مگر متاخرین کے نزدیک ایسی خلافت ناجائز ہے کس واسطے کہ جب تک تکمیل کار درویشی نہیں کر لیتا اس لائق نہیں ہوتا۔ جو حضرات اویسی ہوئے ہیں ان کو مجاہدہ اور ریاضت اور ان کے مراتب کو خیال کر لینا چاہیئے فرمایا کہ جب سالک مقام جبروت وفنا فی الرسول حاصل کر لے اس وقت پر جائز ہے کہ اس کو خلافت عطا کرے۔ اور اگر نہ دینا منظور ہو تو اس وجہ سے کہ ایسا نہ ہو یہ اسی جگہ رہ جائے معاملات شیخی میں رہ جائے تو پیر کو اختیار ہے دے یا نہ دے اور جب طالب شہود ذات پر پہنچے شیخ پر واجب بلکہ فرض ہے کہ خلافت عطا کرے۔ بعض حضرات واصلان ملکوتی کو خلافت دیتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے۔ بعض کے نزدیک جب مرید خطرات رحمانی اور شیطانی سے آگاہ ہونے لگتا ہے لائق خلافت ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے پیروں کے نزدیک جب تک شہود ذات پر نہیں پہنچتا لائق خلافت نہیں ہوتا اور خلافت جو دیتے ہیں وہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک مستقل کہ وہ اصالتاً خلق اللہ کو ہدایت کرے اور سلسلہ اپنے نام کا دے دوئم بطریق نیابت یا سفارت کہ شیخ مرید کو فرما دے کہ تو میری جانب سے مرید کر۔ پس جو مرید ہو گا وہ شیخ کا ہو گا اور سلسلہ بھی شیخ کے نام تک ہو گا۔ یہ بالکل سفیر ہے اور بعض نے خلافت کبریٰ اور خلافت صغریٰ فرمایا ہے۔ کبریٰ وہ ہے کہ پیر کو متواتر الہام برائے عطائے خلافت خاص ایک کے لئے ہو۔ یہ خلافت کبریٰ ہے

کہ شیخ خرقہ دینے میں حق کی طرف سے مامور ہے اور خلافت صغریٰ وہ ہے کہ شیخ سالک کو لائق دیکھ کر یعنی سمجھ لے کہ اس کو شہود ذات بہم پہنچا۔ اس وقت اس کو خرقہ خلافت اور اجازت نامہ دے کر برائے ہدایت جس جگہ مناسب جانے مقرر فرمائے۔ ۱۲۵۰ھ میں حضرت چراغ دہلی میں تشریف لے گئے وہاں تپ عارض حال ہوئی۔ خدام درگاہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے فرمایا کہ میرا وقت قریب ہے ایک سر دادے کی جگہ آستانہ میں چاہیئے چونکہ اقبال اس خاندان کا جا چکا تھا۔ ہوا بگڑ گئی تھی انہوں نے کہا کہ اندر جگہ نہیں ہے باہر موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خصوصیت اندر کی تھی باہر کی کچھ ضرورت نہیں یعطل نہ مریں گے اور کہیں جا مریں گے۔ اسی وقت ایسے ہو گئے کہ گویا بیمار ہی نہ تھے۔ وہاں سے فرید آباد میں آکر ٹھہرے بعد کئی روز کے مجھلے صاحبزادہ سے فرمایا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں جہاں تم ہوگے۔ تمہارے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بارہ برس تک ان کو ہر وقت ہمراہ معلوم ہوتے اور وہیں فرید آباد میں انتقال کیا۔ اور املی والے تکیہ میں دفن ہوئے۔ کاتب و دیگر غلامان حضرت نے مزار شریف کا حال دریافت کیا۔ مگر وہ جگہ سب کے دل میں سے محو ہو گئی۔ سبحان اللہ تمام عمر میں حضرت سے کبھی کوئی امر خلاف شرع شریف وقوع میں نہیں آیا۔ پروردگار عالم نے آپ کے مزار کو پرستش سے بچانے کو سب کے دل سے اس کا نشان محو کر دیا۔ دوسرا امر یہ ہے کہ آپ کو ترک تجرید زیادہ نہ تھا بعد انتقال کے بھی وہی صورت پیش آئی۔

خلیفہ آپ کے مرزا بہادر صاحب شہید تھے۔ ان حضرت نے میاں قادر شاہ قادری سے بھی تربیت پائی تھی اور صاحب اجازت تھے۔ اول طریقہ زہد اور ذکر پاس انفاس اس عاجز کو حضرت نے تعلیم فرمایا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ چلو کل جو شیرنی پکڑی آئی ہے۔ اس کو دیکھیں۔ میں حضرت کے ہمراہ ہو لیا جب پنجرہ شیرنی کے قریب پہنچے نگہبانوں نے قریب جانے سے منع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم سے یہ کچھ نہ کہے گی۔ میں نے دیکھا کہ وہ حضرت سے آنکھ نہ ملاتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے غصہ سے اس کے کئی ہودے مارے مگر وہ کچھ نہ بولی اور دوسرا جو کوئی ذرا پاس ہوتا۔ اس پر جھپکتی غراتی۔

غدر میں جب شہر خالی ہوا۔ آپ کے لواحقین نے ہر چند چاہا کہ آپ بھی شہر سے نکلیں آپ

نے فرمایا۔ کہ مرزا روشن کے طفیل مقامات حاصل ہو گئے۔ شہادت باقی تھی سو وہ خود میرے پاس آ گئی ہے۔ اور ہر وقت شہدا مجھ کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سید الشہداء فرماتے ہیں۔ کہ بہادر جلد آئیں اب یہاں سے نہ جاؤں گا۔ آخر شہید ہوئے۔

نقل ہے کہ آپ کے صاحبزادہ مرزا حمید الدین عرف مرزا بلاقی صاحب نے پندرہ سیپارہ اوّل کے حفظ فرمائے تھے۔ پندرہ آخر کے باقی تھے اور ماہ رمضان المبارک قریب تھا۔ آپ نے ہر چند حافظوں سے کہا۔ کہ ایسی ترکیب کرو کہ میرا پسر اب کے قرآن سنائے۔ جو کوئی یہ کام کرے گا۔ وہ جو مانگے گا میں دوں گا کسی سے یہ نہ ہو سکا۔ ایک روز حافظ کالے کہ حضرت کے مرید اور یار ہمدم مرزا روشن کے تھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب بارہ تیرہ روز رمضان کے رہ گئے۔ دعا کرو کہ بلاقی قرآن سنائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں۔ حضرت بھی دعا کریں۔ یہ سن کر حضرت مرزا روشن قدس اللہ سرہ نے صاحبزادہ کو بلایا۔ کہ قرآن لے کر آؤ۔ جب وہ آئے کہا قرآن کھولو اور اپنا سبق نکالو اور فرمایا کہ میاں کچھ دکھائی بھی دیتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ابا جان۔ نور کے حرف معلوم ہوتے ہیں، چنانچہ صاحبزادہ موصوف نے قرآن سنایا اور آج تک حضرت صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حیات ہیں۔ آخر کے پندرہ سیپاروں میں متشابہ تک نہیں لگتا۔

ذکر حضرت مولانا ظہیر الدین کیرانوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ میر عوض علی کے تھے اور وہ خلیفہ مولوی بدیع الدین کے۔ وہ خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین جہاں دہلوی کے۔ بڑے صاحب نسبت اور عالم باعمل تھے۔ روضہ عالیہ حضرت سلطان المشائخ کے عاشق تھے۔ کبھی روضہ عالیہ کی طرف پشت نہیں کرتے تھے۔ نفلیں بہت پڑھتے تھے۔ جو آمدنی موروثی سے آتا وہ راہ مولا میں صرف فرماتے۔ ہر روز بعد نماز مغرب خواجگان چشت کا ختم ہوتا۔ نمازیوں کو وہ تقسیم فرماتے خود فقر اور فاقہ سے بسر فرماتے جو مسافر وارد مسجد ہوتا۔ اس کو کھانا دیتے جس مسجد میں حضرت مشغول رہا کرتے تھے۔ اس کے صحن میں جامن کا درخت تھا۔ ایک روز ترشح ہو رہی تھی جامن خوب پک رہی تھی حضرت اس کے نیچے ادائے نفل میں تھے کہ ایک ارائیں کے لڑکے نے جامن جھاڑنے کو پتھر مارا وہ سر مبارک میں لگا کہ جس کے صدمہ سے سر پھٹ گیا۔ خون جاری ہو گیا آپ نے اس جامن کی طرف دیکھ کر فرمایا

کہ اگر یہی جامنیں رہیں تو ظہیر الدین کا سر کیوں بچے گا۔ اس روز سے تا حیات حضرت کے اس میں پھل نہیں آیا۔ بعد انتقال کے وہ اپنے موسم بہار پر بار ور ہوئی۔ میری عمر دس برس کی تھی۔ میں نے بھی آپ کے ہمراہ کھایا ہے۔ اسی روز سے کچھ عشق پیدا ہو گیا۔ اور مولانا فخر الدین زرداری کے رسالہ اصول السماع کا فارسی میں ترجمہ فرمایا کہ طبع بھی ہو گیا ہے۔ ایک روز ایک صاحب نے دریافت کیا کہ مولانا شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی ایسی مثال ہے، جیسے کھانا عمدہ ظرف اچھے مگر جب کھانا کھایا گیا تو لذت نہ آئی معلوم ہوا کہ اس میں نمک کم ہے۔ بس۔ جب تک نمک طریقت نہیں ملتا لطف نہیں آتا۔ وفات آپ کی سنہ ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قصبہ منبت میں ہے۔

ذکر مرزا دلیر شاہ قدس سرہ

آپ خلیفہ مرزا روشن بخت کے تھے۔ سوائے قرآن شریف کے اور کچھ پڑھا نہ تھا۔ پہلے مولوی محمد حیات صاحب کے مرید ہوئے آخر حسب اجازت ان کی مرزا روشن سے بیعت کر کے کار بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ حافظ شیرازی کی غزل پر غزل فرماتے جس قسم کا مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا اس کو احسن طور سے حل فرماتے تھے۔ چند رامپور میں تشریف فرما ہے نواب رامپور نے ہر چند ملنا چاہا آپ نے قبول نہیں کیا۔ تیسرے خلیفہ حضرت حافظ کالے دہلوی۔ چوتھے مولوی فتح محمد پنجابی۔ پانچویں شاہ محمد حسین۔ چھٹے مرزا دولت شاہ۔ ساتویں سید واجد علی کہ عاشق پیر اور صاحب اکسیر تھے۔ اور تا حیات ان کو پیر سے حضوری رہی۔

ذکر قدوۃ العلماء زبدۃ الاتقیا مہاجر فی سبیل اللہ مولوی رحمت اللہ آفیدی ہندی قدس سرہٗ

اگرچہ اوصاف اس برگزیدہ آفاق خارج احاطہ تقریر و تحریر سے ہیں۔ لیکن مضمون مالایدرک کلہ لایترک کلہ کچھ تحریر کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ مولد و منشا اس برگزیدہ اصفیا کا قصبہ کیرانہ محلہ دربار کلاں ضلع مظفر نگر

کا ہے۔ اور یہ قصبہ قدیم سے مردم خیز ہے اور اولاد حضرت امیر المومنین جامع قرآن عثمان بن عفان خلیفہ ثالث رسول حبیب الرحمان سے ہیں۔ جیساکہ نسب نامہ حضرت ذی النون موجود ہے۔ بہر صورت جد اعلیٰ ان کا شیخ عبدالرحمان گازرونی تھا۔ کہ ہمراہ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان میں آ کے قصبہ پانی پت میں۔ وفات پا کے زیر قلعہ مدفون ہوئے۔ اس روز سے اولاد ان کی جو ہمراہ تھی۔ سکونت پذیر پانی پت ہوئی۔ اور ان کی اولاد سے بعد چند پشت کے حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہ کہ ذکر کرامات ان کا اور خلفا ان کے کا کتاب روضۃ الاقطاب اور خزینۃ الاصفیاء وغیرہ میں مندرج ہے بعد اس کے اولاد خلف الصدق حضرت جلال الدین سے حکیم عبدالکریم عرف شیخ ہنا کہ کتاب خلاصہ تنافی ان کی تالیف سے ہے مقرب درگاہ جلال الدین اکبر بادشاہ مخاطب بہ خطاب شیخ الزمان۔ مقبرہ ان کا مقبرہ حضرت بوعلی قلندر جانب شمال مائل بہ شرق پانی پت میں نالاں موجود ہے۔ اور فرزند کلاں مخاطب بخطاب مقرب خان عہد نور الدین جہانگیر بادشاہ میں صوبہ سورت بمبئی کے ہوتے اور انہوں نے اپنی حکمت عملی سے سات جہاز غرقی سالہا سال کے برآمد کئے۔ منجملہ اور چیزوں کے ستون کسوٹی بھی انہیں میں تھے اور بادشاہ جہانگیر کو برآمد جہازاں سے اطلاع دی۔ بادشاہ نے کل اسباب انہیں کو عطا کیا۔ بعد اس کے آب و ہوا کیرانہ کی پسند کر کے مکان سکونت اور دو آب پختہ اندروں وسط تالاب کے ایک بنگلہ بالائے چبوترہ بنوا کر ستون کسوٹی برپا کئے۔ اور ایک گوہی بنوائی۔ اور پانچ باغ تخم ان کا دکھن سے منگا کے لگائے۔ اور سال سولھویں جلوس میں بادشاہ جہانگیر کیرانہ میں آئے۔ جیساکہ عبارت جہانگیری سے ظاہر ہے۔ وہ یہ ہے کہ عرصہ کثیر سے زبدہ مخلصان با اخلاص و عمدہ محبان با اختصاص یار وفادار مقرب خان ملتجی تھا۔ کہ کلبہ احزاں کو قدوم میمنت لزوم سے رشک فرمائیے۔ فردوس بریں کریے چونکہ حضور کے تئیں خاطر اس کی بغایت منظور تھی۔ اس واسطے عنان عزیمت اس طرف منعطف فرمائی اس خیر خواہ قدیمی نے اسباب و جواہر قیمتی تین لاکھ روپیہ کا باغ اور دو تالاب مع بنگلہ نذر حضور کیا۔ لینا تالاب اور بنگلہ کا اقتضاء فتوت شاہنشاہی سے بعید سمجھ کر اسباب و جواہر اور پانچ باغ قبول فرمائے جیساکہ باغہا مذکورہ تا عہد بہادر شاہ قبضہ اہالیان شاہی میں رہے۔ اگرچہ ہر دو تالاب بغرض ضبطی سرکار انگریزی نیلام ہو گئے۔ خریداران نیلام کے

کے قبضہ میں رہے۔ اگرچہ ہر دو تالاب و چبوترہ و گڑھی موجود ہیں۔ مگر حویلی کا دروازہ قائم نہیں۔ جیساکہ وہ محلہ بنام نواب دروازہ مشہور ہے۔ اور خطوط اسی پتہ سے آتے جاتے ہیں۔ روایت معتبر ہے کہ ایک روز دربار جہانگیر بادشاہ میں کسی شخص نے ذکر کیا۔ کہ مقرب خان کے ہاں ایک ایسی شئے ہے کہ حضور کے ہاں نہیں ہے پوچھا۔ وہ کیا چیز ہے۔ عرض کیا۔ ستون کسوٹی کے حکم ہوا۔ کہ لکھ بھیجو۔ حضور میں بھیج دے۔ آپ کے وکیل نے اسی وقت اطلاع دی مقرب خان نے ستون مذکورہ بنگلہ مسطور سے اکھڑوا کر بشاشت پانی پت خانقاہ میں بھیج دیئے۔ تیسرے روز فرمان بادشاہ بمضمون مذکورۃ الصدر آیا۔ انہوں نے عرضی لکھی۔ کہ پہلے درود فرمان والا شان سے نذر خانقاہ کر چکا اگر حکم ہوئے وہاں سے اکھڑوا کر ارسال حضور کروں حکم آیا کچھ ضرورت نہیں۔ جو کہ جلدی میں نصب کر دیئے تھے۔ اس واسطے رزق اللہ خان خلف مقرب نے دوبارہ مراتب کرایا۔ جیساکہ اس کے کتبہ سے تا حال موجود ہے۔ ہویدا ہے۔ اور وہ ابیات یہ ہیں۔

ابیات

مظہر نور جمال است و جلال	ہمچو عیسٰی مردہ را بخشد رواں
بو علی چون بو علی سیناش کرد	ناں سبب کیست آں ارسطوئے زماں
تا بنا فرمودہ ایوان چو خلد	ہر ستون سنگ تک دروزیر آں
از خرد چشم غبار سال او	چو طلائی کیمیا کردم عیاں
سال و تاریخ انبالش بحساب	شد بوالا جاہ رزق اللہ خان

اور مسجد سنگ سرخ اندرون خانقاہ تعمیر ساختہ رزق اللہ خان ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ایک تاجر انگوٹھی دربار جہانگیری میں لایا کہ یہ ہیرے کی بے جوڑ ہے۔ بادشاہ نے سب امیران حاضرین دربار کو دکھائی۔ کسی کی شناخت میں نہ آئی۔ مقرب خان نے دیکھ کر عرض کیا کہ پانی میں ڈالی جاوے اس وقت رنگ آریزہ کا متغیر ہوگیا۔ ثابت ہوا کہ وہ مصری سفید سے تراشی ہوئی تھی سا گرچہ قصہ اور بھی مشہور ہے کہ تحریر کرنا اس کا فوت مطلب کا باعث ہوتا ہے اور مقبرہ مقرب خاں

اندروں خانقاہ مشہور وقائم ہے۔ اب مطلب اصلی پر آتا ہوں۔ برادر دوم یعنی پسر نامی شیخ سادیوان عبدالرحیم نے کہ مکان ان کا محلہ نواب دروازہ تا حال مشہور وقائم ہے۔ اور کرایہ مع محال پچاس برس طرف شاہجہان بادشاہ سے ان کی جاگیر میں رہا۔ اور دیوان خانہ ان کا کہ نامزد عدل گڑھ تھا۔ اور عوام اس کو بادل گڑھ کہتے ہیں۔ مکان سکونت اور عدل گڑھ میں حیات اپنی میں شیخ حسینی اور شیخ اللہ دیا کو دے کر مکان دوسرا اپنا فرمایا۔ اور نام اس کا دربار معزز پایا۔ مع شیخ فضل پسر سوئم اپنے کے سکونت اختیار کی اور شیخ فضل مصاحبان درگاہ شاہجہان بادشاہ سے رہے۔ اور سجع مہر یہ تھا۔ ع

فضل شد بدل و جان غلام شاہجہان

بعد اس کے فیما بین شیخ قطب الدین اور شیخ بدرالدین ہر دو برادران حقیقی کے تقسیم مکانات ظہور میں آئے۔ تمام دربار کلاں مکان شیخ قطب الدین و دربار خورد مکان شیخ بدرالدین مشہور ہے جیسا کہ تا ہذا الیوم دربار کلاں اور دربار خورد مشہور ہیں۔ بعد اس کے فرزند سوئم شیخ قطب الدین کہ موصوف بہ عبدالرحیم تھے۔ ان کے پسر حبیب اللہ اور ان کے والد نجیب اللہ اور پسر سوئم نجیب اللہ مولوی جلیل الرحمان علیہ الرحمۃ والغفران کہ دیانت اور صلاحیت میں مشہور ہیں۔ الافران والامثال تھے۔ بعد اس کے مضمون حدیث شریف السعید من سعد فی بطن امہ ۱۲۳۳ھ ماہ جمادی الاول میں مولوی رحمت اللہ پیدا ہوئے۔ اور والدہ شریفہ مولوی ممدوح بیان کیا کرتی تھیں۔ کہ میں نے حمل میں بکثرت دیکھا ہے کہ بیان ان کا حالی دراز نفسی سے نہیں۔ لیکن ایک خواب بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ وزیر النساء یعنی ہمشیرہ خورد مولوی صاحب یہ کہتی ہیں۔ کہ بیدولی والی تیرے نام پر کیا چاند روشن نہیں ہوا ہے کہ روشنی اس کی تمام جہان کو محیط ہے۔ ابتدائے طفلی میں آثار صلاحیت عیاں تھی۔ اور عمر دس بارہ برس میں کتب درسیہ مروجہ فارسی سے فراغت پائی۔ اور تحریر خطوط فارسی اچھا کرتے تھے۔ انہیں ایام میں بلفہمائش شیخ فریدالدین ساکن قصبہ بڈولی ضلع مظفر نگر خالو حقیقی اپنے کے ہمراہ مولوی علی احمد ساکن قصبہ مذکور کہ قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ واسطے تحصیل علوم روانہ شاہجہان آباد ہو کے مدرسہ مولوی محمد حیات قیام پذیر ہو کے مصروف بہ تحصیل علوم ہوئے اور چونکہ طبع سلیم اور ذہن خداداد مستقیم تھا۔ ایام طالب علمی قصد بالسبق

رہے۔ بعد اس کے سنہ ایک ہزار دو صد و پنجاہ ہجری میں والدان کے کہ بعدہٗ منشی گری راجہ ہندو راؤ ' بہادر مرہٹہ کے عرصہ چند سال سے ملازم تھے۔ ہمراہ آقائے نامدار اپنے کے فایز شاہجہاں آباد ہوئے۔ ہمراہ ملازمین لشکر ظفر بیکہ سرکار کے مقام ترولین گنج بیرون لاہوری دروازہ جانب غرب متصل پہاڑی دمبرج قیام پذیر ہوئے۔ مولوی صاحب بھی بخدمت والد ماجد رہنے لگے۔ اور تنخواہ بھی اس کو بصیغہ تاریخ سناتے وقت شب کے اپنی سرکار سے مقرر ہوگئی۔ اس وقت میں ہر روز تروالین گنج سے واسطے سبق کے آمد و رفت مدرسہ مسبوق الذکر میں رکھتے تھے۔ اور شب کو حسب الطلب سرکار کے مضمون کتاب اکبر نامہ تالیف شیخ ابوالفضل کا گوش گذار سرکار کرتے تھے۔ اور کار تحریر خطوط والد اپنے کا بخوبی انجام دیتے رہے۔ بعدہٗ اس کے سنہ یک ہزار دو صد پنجاہ وسہ ہجری برطرفی والدان کے کی اس سرکار سے ظہور میں آئی۔ والدان کے وطن میں خانہ نشین ہوئے، اور بہ بجائے والد کے کار تحریر خطوط کا دیتے رہے۔ بعد چند ماہ کے موقوفی ان کی بھی ظہور میں آئی پھر فارغ البال ہو کے مدرسہ مسطور میں مصروف بدرس تدریس ہوئے۔ پھر جو سبق موافق خواہش اپنی کے نہ پایا ہمراہ چند طلباء پا پیادہ روانہ لکھنؤ ہوئے۔ وہاں کے مفتی محمد سعد اللہ سے مسلم الثبوت اور میر زاہد امور عامہ پڑھا۔ اور لکھنؤ میں مرجع طلاب رہے۔ پھر سنہ یک ہزار دو صد و پنجاہ و شش ہجری میں وارد وطن ہوئے۔ اور دختر اوسط خال حقیقی کہ مدت سے منسوب بنام ان کے تھی۔ شادی کے بعد سنہ یک ہزار و صد و پنجاہ و ہفت ہجری راجہ ہندو راؤ نے ان کو مع والد طلب کر کے والد کو ان کے ہمراہ غلام غوث خان مختار کار اپنے کے بہ تنخواہ قدیمی ملازم کر کے واسطے بندوبست املاک اپنی کے روانہ کا کل چکلی ضلع دھاڑ واڑ کیا۔ اور ان کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ بجانب کوہ بجہت شکار ہوا۔

بعد اس کے وقت فارغی شاہجہان آباد بمقام تروالین گنج ہنگامہ تعلیم طلباء گرم اور کار تحریر خطوط سرکار کرتے رہے۔ پھر سنہ یک ہزار دو صد شصت ہجری میں لڑکے ان کے نے جو کم از کم یک سالہ تھا۔ انتقال کیا۔ اور زوجہ ان کی نے بمرض حمی دق مبتلا ہو کے سنہ یک ہزار دو صد و شصت و یک ہجری میں انتقال کیا۔ پھر نسبت ان کی اگرچہ اقربا میں ہوگئی تھی۔ چند سال نکاح نہ کیا۔ بلکہ اپنی طرف سے انکار کیا بعد اس کے سنہ یک ہزار و دو صد و شصت و دو ہجری

میں انتقال والد ان کے کا بمقام کاکل ظہور میں آیا۔ بعد اس کے تعلق ملازمی ترک کر کے اپنے چھوٹے بھائی منشی محمد خلیل کو سرکار ہندوراؤ میں مقرر کرا کر کوئی دن مدرسہ مولوی محمد حیات میں پڑھا بعد اس کے مسجد اکبر آبادی میں کہ جانب جنوب مشہور تھی قیام پذیر ہو کے بتدریس طلبا مصروف ہوئے، بعد اس کے ۱۲۶۲ھ میں کہ انہیں ایام میں مولوی محمد حیات نے انتقال کیا تھا۔ وارد وطن مالوفہ ہو کر ہنگامہ وعظ و تلقین و تدریس طلبا میں مصروف ہوئے۔ اور آبادی مسجد محلہ بخوبی ظہور میں آئی۔ اور جو کہ تحریر کتاب ارادالادہام بفرمائش شاہ عبدالغنی ساکن خانقاہ غلام علی شاہ فارسی میں لکھی تھی۔ اب تک تعجیل اس کی ظہور میں نہ آئی تھی، کہ آپ بعارضہ تپ ولرزہ بیمار ہوئے، باوجود مصلحت و مسہلات ازالہ مرض کا ظہور میں نہ آیا۔ اور اکثر طبیبوں کی رائے میں حمی دق تجویز ہو گئی لیکن برادر اوسط ان کا کہ معالج تھا برخلاف اور طبیبوں کے تھا۔ غرضیکہ بیماری مولوی صاحب سے تمام خاندان بے سروسامان تھا، جیسا کہ عم کلاں اور ہر دو عم خورد اور دیگرہ اعزا نے ان کی والدہ کے پاس آن کر بیان کیا۔ کہ جو ہمارے دودمان میں ذات مولوی صاحب کو فخر خاندان پیدا کیا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ طبیب اور ہی آپ کے علاج کے واسطے لاویں۔ اور کوشش درباب استعلاج بہم پہنچاویں۔ والدہ مخدومہ ان کی نے کہ از بسکہ صالحہ اور متدین تھیں، کہا کہ تدبیر وابستہ تقدیر ہے کہ میں رائے خلف اوسط اپنے کے بہ نسبت اور طبیبوں کے واثق سمجھتی ہوں، غرضیکہ شدت بیماری سے زوال طاقت ایسا ہوا کہ بیٹھنے سے معذور ہوئے۔ اور لیٹے ہوئے چارپائی پر نماز ادا کرتے تھے، ایک روز یہ کہا دیکھو میں نماز ظہر پڑھتا ہوں کوئی آگے کو نہ نکلے، بعد تھوڑی دیر کے گریاں ہو کر ہوش میں آئے۔ بھائی اوسط ان کے نے جانا کہ اوپر مایوسی حیات اپنی کے گریاں ہیں۔ یہ کہا بھائی قسم بخدا میرے نزدیک قواعد طب سے کوئی علامت رو بہ نہیں انشاء اللہ صحت ہو جاتے گی، فرمایا کہ میں اس لئے نہیں روتا ہوں اور مجھ کو بھی صحت اور بقاء حیات اپنی کی امید ہے۔ مگر اس واسطے کہ میں نے اس وقت خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع شیخین رضی اللہ عنہما تشریف لائے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا رئیس المجاہدین بارئیس العالمین اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا یافتی الزحی لبیک رسول اللہ قال کذا وکذا یعنی اے جوان خوشخبری ہو، جو بیج حق تیرے کے رسول نے کہا ایسا، اگرچہ تالیف ارادالادہام جہاد میں ہوا ہے۔ یقین ہے

کہ جہاد شافی یہی ہوگا بعد اس کے حالت اصلی صحت پر آکے ازالۃ الاوہام کہ منتشر ہوا تھا بعرصہ سات ماہ کے صاف کیا۔ بعد اس کے بتقریب بعض اتفاق تشریف بری شاہجہان آباد ہوا۔ اور صورت چھپنے کتاب مذکورہ میں حاشیہ پر استفسار مولوی آل حسن مصنف ظہور میں آیا۔ اور انہیں ایام میں ڈاکٹر وزیر خان ساکن محلہ کا غذیاں سے ملاقات ہوئی اور ڈاکٹر مذکور متدعی تشریف بری اکبر آباد کا ہوا۔ وہاں پہنچ کر بسرائے ہملی بہت مقیم ہوئے جو کسان دنوں میں محکمہ صدر اکبر آباد میں تھا اور وکلاء صدور میں رہتے تھے اور پادری فنڈر صاحب بھی وہیں مقیم تھے اور ہر کسی سے بروقت ملاقات یہ کہتے تھے کہ کوئی ہماری میزان حق کا جواب لکھے اور طعن ہماری کا جو محمدیوں پر ہے جواب دے۔ چونکہ اکثر اس امر پر سکوت کرکے جواب نہیں دیتے تھے یہ سبب بھی باعث خود پسندی پادری صاحب موصوف کا ہوتا تھا۔ اس وقت میں اکثر وکلاء و رؤسا، اکبر آباد ملتجی اس بات کے ہوئے کہ ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ مقابلہ پادری صاحب سے ہو۔ ہر چند مولوی صاحب نے ن۔۔۔ب الوطنی کا کیا لیکن پذیرانہ ہوا۔ آخر الامر وکلائے مذکور الصدر سلسلہ جنبان مباحثہ فیمابین ہوئے۔ پادری صاحب نے اس امر کو فوز عظیم سمجھ کر آمادہ تر مصر ہوئے جیسا کہ رسالہ مباحثہ کا کہ خطوط فیمابین مولوی صاحب و پادری صاحب کے قریب دس گیارہ جزو کے فخر المطابع میں شائع ہوا تھا۔ اور اس کے اشتہار میں تاریخ یوم تقرر مباحثہ کا دیا گیا تھا۔ اگرچہ اس زمانہ میں ریل نہ تھی۔ مگر پھر اکثر سامعین سواری گھوڑا گاڑی پر آکر داخل مجمع مباحثہ ہوتے۔ اور چودہ مسئلوں میں مباحثہ تقرر فرمایا تھا، اور شرط یہ تھی، کہ جب تک ایک مسئلہ طے نہ ہو جائے گفتگو دوسرے مسئلہ میں نہ کی جائے۔ غرضیکہ روز اول پادری صاحب گفتگو میں زیر پیش رہے، اور دوسرے روز مغلوب رہے۔ اور تیسرے روز نہایت عاجز ہوتے اور یہ امر باعث بدنامی پادری صاحب کا ہوا۔ بعد اس کے اگر بعادت قدیم بازار میں کھڑے ہوتے۔ تو ہر ایک دوست سے کہتے تھے کہ تیری زبان کہاں گئی تھی جو بولا نہ گیا۔ بعد اس کے ۱۲۷۳ھ میں سولہویں رمضان کو غدر واقع ہوا۔ اور مولوی صاحب اس حادثہ ناگہانی میں اشتہاری ہو گئے عازم مکہ معظمہ ہوئے اور جو کچھ جائداد جو وطن میں تھی، ضبط ہو کر نیلام ہو گئی، بعد اس ۱۲۸۰ھ میں پادری فنڈر صاحب واسطے حصول ملاقات استنبول روانہ

ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر ایک امیر سلطان سے مل کر مستدعی جواب کے ہوئے۔ اس امیر نے علماء سے مشورہ کیا، جو کہ محمود خاں رئیس نجیب آباد کہ ایام عذر سے داخل زمرہ مصاحبان امیر موصوف تھا۔ مظہر ہوا کہ ہندوستان میں ایک فاضل جلیل الشان کی گفتگو مذہبی پادری بلند مکان سے ہوئی تھی اور اس فاضل نے کتاب درجواب اعتراضات اس پادری کے لکھی ہے۔ اور وہ کتاب چھپ گئی ہے۔ جو کہ قافلہ حجاج ہند ہر سال آتا تھا دستیاب ہونا ممکن ہے، جیسا کہ یہی مضمون بنام شریف مکہ آیا۔ اتفاقاً خلف شریف مولوی صاحب سے پڑھتا تھا۔ جواب میں لکھا گیا کہ وہ کتاب اور اس کا مصنف یہاں موجود ہے بعد اس کے موافق حکم، شریف نے سامان تیار کر کے مولوی صاحب کو روانہ استنبول کیا، اور انہوں نے وہاں پہنچ کر جوابات اعتراضات بحضور علماء پڑھا، پسند خاطر ہوا۔ اس کے بعد پادری سائل کو طلب کیا۔ بوقت آنے کے فیمابین ظہور میں آئی۔ پادری صاحب سوائے اس بات کے کہ میں نے جوابات سوالات اپنے کا کچھ پایا، زبان پر نہ لائے۔ بعد اس کے واپس ہوئے اور اثناء راہ میں فوت ہوئے اور بحسب درخواست اس کتاب کا ترجمہ فارسی سے عربی اور ترکی میں لکھا۔ اور کتاب عربی موسوم بمظاہر الحق کیا، ہر دو نسخہ چھاپہ خانہ بکرات قالب طبع میں آئے، آپ عرصہ تین سال تک استنبول میں قیام پذیر ہو کر مکہ میں آئے اور بمدد بیگم صولت النساء رئیسہ بنگالہ بنا مدرسہ کی محلہ جندریسہ میں ڈالی۔ چنانچہ مدرسہ صولتیہ مشہور ہے اور کوشش بیگم مذکور اور روساء ہند سے آبادی مدرسہ مذکور کی بخوبی ظہور میں آئی اور جو کہ ترجمہ ترکی چھپ کر داخل کتب خانہ شاہی میں ہوا تھا، ایک روز اتفاق سے ملاحظہ سلطان سے گزرا، اور استفسار حال مصنف ہوا، جانب حضرت سلطان سے طلب مولوی صاحب ظہور میں آئی، مولوی صاحب مع حضرت مولوی نور فائز استنبول ہوئے بوقت پہنچنے بندر کے سلطان کی طرف سے چند امیر مع توپ و خلعت کے آئے اور بر وقت پہنچنے کے مراتب تعظیم ظہور میں آئے۔ اور بزبان ترکی فرمایا کہ ہم تمہاری کتاب اور ذکر خیر سن کر مشتاق ملاقات ہوئے اور بعد چند روز کے ارشاد ہوا کہ تاتقرری ملازمت پانچ سو روپیہ ماہواری تم کو ملا کریں گے یہاں قیام پذیر رہیں، انہوں نے التماس کیا کہ میں حالت پیری میں مسکن و مدفن مکہ چاہتا ہوں چنانچہ تین سو روپیہ ماہواری مقرر ہو گئے، میلغان مذکور باسم مدرسہ و لواحقین اپنے کے دفتر شاہی

میں لکھوا دیئے اور بروقت رخصت عرض کیا کہ بشرط مرضی برادریا داماد اپنے کو گریبان امن میں روانہ خدمت خدام والا مقام کروں گا اور رخصت ہوکر روانہ مکہ ہوئے، اور عند الذکر سامعین نے کہا کہ ایفا وعدہ مزدرہے بعد تحریر واسترضا برادر خورد اپنے یعنی قاضی بدرالسلام برادرزادہ اپنے کو روانہ استنبول کیا وہ وہاں جاکر بمشاہرہ پانسو قرص کہ جس کے ایک سوچیس روپیہ کے قریب یہاں کے رائج الوقت ہوئے ہیں، ماہواری ملازم ہوگیا، اور خدمت داروغگی کتب خانہ شاہی کی بنام اس کے تقرر پائی، اور بعد انتقال مولوی صاحب کے پھر تقرری خدمت انتظام مدرسہ صولتیہ کی بنام قاضی بدرالاسلام ہوئی۔ چنانچہ تا حال مقیم مکہ معظمہ منتظم مدرسہ مذکور بہ تنخواہ بدستور مامور ہے۔ اور مولوی صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ بعمر ۷۵ سال انتقال فرمایا اور مکہ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تذکرہ اولیائے برِصغیر

(پاک و ہند)

پاک و ہند کے چھ سو کے قریب اولیائے کرام کا حسین تذکرہ

سوم

مرزا محمد اختر دہلوی

ملک اینڈ کمپنی رحمان مارکیٹ
غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دربیان حضرات خواجگان چشت قادریہ

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۰

اوّل ذکر غوث الثقلین حضرت محبوب کبریا سیّد محی الدین سلطان عالم اولیائے اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز

کنیت آپ کی ابو محمد و لقب محی الدین ہے اور غوث الثقلین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ تصرف حضرت کا اوپر جن وانس کے تھا اور اسم شریف سید عبدالقادر خلف سید ابی صالح بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ الجیلی بن سید یحییٰ الزاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ موسیٰ الجون بن سید عبداللہ محض یا محسن بن سید حسن المثنیٰ بن حضرت امیر المؤمنین امام حسن بن حضرت امیر المؤمنین امام المتقین اسداللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ اور کنیت ان کی ام الخیر اور لقب امۃ الجبار دختر نیک اختر شیخ عبداللہ صومعی کی ہیں، کہ وہ مشائخ کبار جیلان سے اور اولیائے زمانہ مستجاب الدعوات تھے۔ نسب ان تاج المستورات کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے کہ فاطمہ ام الخیر بنت شیخ الاسلام سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال محمد بن سید ابو طاہر بن سید ابو علا عبداللہ بن سید الجمال عیسیٰ بن سید ابو علا رالدین محمد بن سید علی العریضی بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امیر المومنین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جیلی حضرت کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ولادت حضرت کی جیل میں ہوئی کہ اس کو جیلان اور گیلان اور کیل بھی کہتے ہیں۔ صاحب تاریخ یافعی تحریر فرماتے ہیں کہ نام اس قصبہ کا جیل

تھا۔ وہ جگہ نہایت پُرفزا اور آب و ہوا معتدل کہ نیچے کوہ جودی کے واقع ہوا ہے۔ کوہ جودی وہ ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کی اس جگہ ٹھہری تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی ذکر ہے۔ اور بغداد سے سات روز کا فاصلہ ہے۔ اور محی الدین لقب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ میں بروز جمعہ بغداد سے باہر آیا۔ راستہ میں مقابل ایک بیمار ضعیف اور نحیف کے پہنچا۔ اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ السلام علیک یا عبدالقادر! میں نے کہا وعلیکم السلام یا عبداللہ! اس نے کہا کہ میرے پاس آ جب میں نزدیک گیا، کہا کہ مجھ کو بٹھا۔ میں نے اس کو بٹھایا، اسی وقت وہ حالت اس کی جاتی رہی، رنگ چمکنے لگا اور مجھ سے کہا کہ مجھ کو پہچانتا ہے؛ میں نے کہا کہ نہیں، کہنے لگا کہ تیرے وجود مسعود کی برکت سے بار دیگر زندہ ہوا۔ میں تیرے دادا کا دین ہوں کہ تجھ سے پہلے ضعیف ہو گیا تھا اور تو محی الدین ہے۔ زمین پر نام نامی محی الدین اور آسمان پر باز اشہب ہے۔

نقل ہے کہ نسبتِ ارادت و تربیت حضرت کو بلاواسطہ روحانیت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور پیر خرقہ شیخ الاسلام شیخ ابو سعید مبارک مخزومی تھے کہ سلسلہ بالآخر ذکر حضرت میں درج ہوگا۔ صاحب مخزن قادریہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کو جو خواجہ جنید سے ملحق ہے۔ سلسلہ امامیہ قادریہ و سلسلۃ الذہب کہتے ہیں اور پیر صحبت حضرت کے شیخ حماد ویاس تھے۔

نقل ہے کہ جب حضرت نے صلبِ پدر سے انتقال کیا تو عمر شریف آپ کی والدہ کی ساٹھ برس کی تھی۔ یہ بھی کرامت ہے کہ ساٹھ برس کی عمر میں کہ وقت ناامیدی حمل کا ہے۔ ولادت بشرف وجود حضرت خارق اور عادت کا ظہور ہوا اور بعد تولد حضرت کے سید ابی عبداللہ برادر خورد پیدا ہوئے کہ عین جوانی میں ان کا انتقال ہوا اور آپ کی ہمشیرہ کا نام بی بی نصیبہ تھا۔ تحفۃ الراغبین میں مذکور ہے کہ والدۂ حضرت ایک بار مع چند اصحاب و کنیزاں اپنے باغ میں تفریح طبع فرما رہی تھیں۔ ایک درخت سیب پھیلا ہوا تھا۔ اس میں سے ایک سیب خوشنما معلوم ہوا۔ اس کو توڑنا چاہا۔ چونکہ وہ بلند تھا ہاتھ نہ پہنچا خدمتگار سے فرمایا کہ چوکی لا۔ جب چوکی آئی، اس پر چڑھ کر دست دراز کیا کہ اسی وقت دردِ جگر اٹھا، بیتاب ہو کر چوکی پر سے

گر پڑیں۔ کنیزوں اور مصاحبوں نے شور کیا کہ اتنے میں ایک مار سیاہ اوپر سے گرا اس کو دیکھ کر فرحت ہوئی کہ حکمتِ الٰہی تھی اگر وہاں ہاتھ جا پہنچتا تو ضرور سانپ کاٹتا۔ جب حضرت تولد ہوئے اور آغوشِ مادر میں کھیل رہے تھے کہ آپ کی والدہ نے آپ کے منہ پر طمانچہ مارا، آپ نے والدہ سے کہا کہ یا والدہ آج اس کی تلافی ہوئی کہ جو ناخن میں نے تمھارے جگر میں مارا تھا بسبب سانپ کے۔ وہ گستاخی معاف کیجیے۔ سبحان اللہ! مادرِ رحم میں یہ کرامت تھی جو ظاہر ہے۔ صاحب انیس القادریہ شاہ بہار الحق بن حقائق و معارف آگاہ شدہ رحمت اللہ کرنالی زبانی حضرت کی والدہ کی نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا، ایک بار قحط میں بی گھر موجود تھی کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ میں نے اس خیال سے کہ یہ محروم نہ جائے، خود برقعہ اوڑھ کر کھانا لے کر دروازہ کے قریب جاکر کہا کہ لے۔ اس بدبخت نے یہ معلوم کیا کہ گھر خالی ہے۔ وہ اندر چلا آیا۔ اسی وقت ایک شیر پیدا ہوا اور اس کے پارچہ کر کر ہوا پر لے گیا۔ دونوں کا نشان نہ رہا۔ اس وقت عبدالقادرؒ حمل میں تھے۔ اس قصہ کو میں نے کسی سے نہ کہا۔ جب عبدالقادر پیدا ہوا اور مکتب میں آیا جایا کرتا تھا۔ ایک بار لڑکوں کے ہمراہ کھیل میں لگا رہا۔ بہت دیر بعد آیا۔ میں نے براہ چشم نمائی دھمکایا، تو مجھ سے کہا کہ اے مادر! میرا تیرے پر حق ہے بھول گئی؟ میں نے کہا وہ کیا؟ بیان کیا کہ فلاں تاریخ فلاں وقت کہ میں تیرے شکم میں تھا۔ ایک سال بے ادبانہ تیرے صحنِ مکان میں شیر پیدا ہوا تھا وہ میں ہی تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اس روز سے نہایت ادب کرنے لگی تھی۔ صاحب مناقبِ غوثیہ سے نقل ہے کہ جس روز حضرت تولد ہوئے، ایک ہزار طفل پیدا ہوئے، لڑکی ایک نہیں ہوئی۔ تمام وہ لڑکے اولیاء ہوئے، سب نے حضرت سے فیض حاصل کیا۔ ولادت باسعادت مقام جیلان اول شبِ رمضان ۴۷۱ھ میں ہوئی ؎

در حسن جمال ماہ جیلے ہر دیدہ کہ دید گفت عاشق

تاریخ ولادتش ز عارف ہر کس کہ شنید گفت عاشق

رمضان میں تمام دن شیر نوش نہ فرماتے تھے۔ جب حضرت تولد ہوئے تو آپ کی والدہ نے معاملہ میں رسول مقبولؐ کو مع اصحاب دیکھا کہ تشریف لائے اور مبارکباد دے کر فرمایا، یا اما صالح!

اعطاک اللہ ابنًا وجود ولدی ومحبوبی ومحبوب اللہ تعالیٰ سبحانہ وسیکون لہ شان فی الاولیاء والاقطاب کشانی بین الانبیاء والرسل۔

روایت ہے کہ اس قدر مجاہدہ، توکل اور تجرید فرمائی کہ دوسرے سے ممکن نہیں، چونکہ حضرت سر حلقۂ اولیاء تھے۔ تمام مقامات غوثی و قطبی و قطب الاقطاب سے ترقی کرکے مقام محبوبی پر پہنچے۔ سید محمد مکی مکا لمعانی میں لکھتے ہیں کہ سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ محبوبیت میں مشہور ہیں۔ مناقب غوثیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرورِ عالم فخرِ اولادِ آدم شبِ معراج عرش پر تشریف لے گئے، راہ میں روحِ پاک محبوبِ سبحانی کو اپنے قدم کے پاس دیکھا اور نہایت شفقت سے اپنا قدم دوش مبارک غوث الثقلین پہ رکھ کر فرمایا قدمی علی رقبتک وقدمک علی رقاب اولیاء امتی۔

روایت ہے کہ حضرت پیدا ہوئے، نشانِ قدم مبارک رسول کا آپ کے دوش پہ موجود تھا۔ بعد میں تمام اولیائے امت نے اس کو مان لیا۔ شیخ شریف بن خضر حسینی موصل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ تیرہ برس حضرت کی خدمت میں رہے تھے کہتے ہیں کہ میں نے مکھی بیٹھتی کبھی جسم مبارک پر نہیں دیکھی۔ حضرت سید عبدالجبار پسر حضرت سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار عرض کیا کہ جہاں آپ کا بول و براز پڑتا ہے وہاں کی گھاس میں سے خوشبو آتی ہے اور مکھی جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی۔ یہ تمام صفات جسم مبارک رسولِ مقبول میں تھیں، آپ نے فرمایا کہ عبدالقادر فانی اور باقی ہوئے سے وجود باوجود صلواۃ اللہ علیہ وسلم باللہ ہذا وجود جدی لا وجود عبدالقادر، پھر میں نے عرض کیا کہ اسی طرح ابر جو سایہ فگن رہتا تھا، فرمایا کہ بندگانِ خدا شبہ میں پڑتے اور مجھ پر گمانِ نبوت کرتے۔ اس وجہ سے میں نے یہ ترک کیا۔ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ اور ولی انبیاء کے قدم بقدم ہیں۔ میں اپنے جد کے قدم بقدم ہوں۔ مولانا جامی تاریخ امام عبداللہ یافعی سے نقل فرماتے ہیں کہ جو کرامات و خوارق عادات حضرت سے صادر ہوئے کسی اولیاء سے ایسے نہیں ہوئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے چند ابیات حضرت کی شان میں لکھے ہیں جو یہ ہیں۔ ابیات

غوث اعظم دلیل راہ یقین ٭ بیقین رہبر اکابر دیں ٭ اوست در جملہ اولیاء شہباز ٭ چو پیمبر در انبیاء ممتاز

اولیاء بندہ اش از دل و جان ۞ قدم او بر گردن ایشاں ۞ وصف تعریف او زمن نہ نکوست ۞ خود کرامت او معروف اوست ۞ مجمع القضائے سے نقل ہے کہ آپ کے پیدا ہونے کی خبر جناب سرور انبیاء نے جناب امام حسین علیہ السلام کو دی تھی کہ تیری اولاد میں فلاں صدی میں غوث اعظم عبدالقادر پیدا ہوگا۔ حلیہ مبارک حضرت غوث اعظم نحیف البدن قوای سیلہ، میانہ قد، گندم گون، پیوستہ ابرو، کشادہ پیشانی، ریش کلاں، آواز بلند اور روئے مبارک ایسا چمکتا تھا کہ برائے دیدار جو آتا طاقت مشاہدۂ جمال نہیں رکھتا تھا، جو ہدیہ آتا وہ حاضرین کو تقسیم فرما دیتے۔ غریب اور فقراء سے نہایت نرمی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے، اہل دنیا کی تعظیم کو نہ کھڑے ہوتے ملنے اپنے ہم نشینوں کی بہت عزت کرتے۔ مہربانی ایسی تھی کہ ہر شخص اپنے دل میں تصور کرتا تھا کہ میری سی محبت دوسرے سے نہیں اور جو بیمار عاجز آپ کی خدمت میں آتا اس پہ ہاتھ پھیرتے ہی اس کو شفا ہوتی تھی، کبھی کسی امیر یا خلفاء کے گھر نہیں گئے، ایک خلیفۂ بغداد ابوالمظفر دس توڑہ اشرفیوں کے لے کر آیا، آپ نے قبول نہ فرمائے۔ اور آپ صائم الدہر تھے اور قبلہ رو بیٹھتے تھے مجاہدہ کی کیفیت یہ رہی کہ برابر چار سال ایک خلوت میں گزارے اور مہینوں برسوں جنگلوں میں رہے۔ چالیس برس عشاء کے وضو سے صبح کی نماز گزاری۔ بغداد شریف میں پندرہ برس بعد عشاء کے تمام شب ایک پیر سے کھڑے ہو کر عبادت کی۔ یعنی ایک قرآن ختم فرماتے اور لباس فاخرہ پہنتے تھے۔ حضرت خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں اگر میری آنکھ جھپکتی تو میں آواز سنتا کہ اے عبدالقادر! تجھ کو سونے کے واسطے نہیں پیدا کیا۔

نقل ہے کہ آپ کی عمر سولہ برس کی تھی کہ بغداد میں آ کر بقرأت قرآن حفظ کیا۔ بعدہٗ چند روز میں تمام علوم حاصل کر کے علمائے وقت سے ممتاز ہوئے، یعنی سات برس میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے۔ آٹھ برس تجرید میں رہ کر بعدہٗ دعوت الی الحق میں مشغول ہوئے اور ساڑھے چھ سو طلباء کو روز سبق پڑھاتے تھے۔ جس طالب علم کے پاس کتاب نہ ہوتی، اپنی قلم سے لکھ کر عطا فرماتے۔ جس کو مرید فرماتے سلسلۂ پیران اپنی قلم سے لکھ کر دیتے اور نماز نوافل میں ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ مزمل، یا

سورۂ الرحمٰن پڑھتے ، یا سورۂ اخلاص سو بار پڑھتے اور شب کو قریب تہجد کے قرآن ختم فرماتے اور مجموعہ چہل چھ ساٹھ دفعہ پڑھتے ۔ شب اور دن کو دعائے سیفی و حرز ایمان و عزیمت کبیر و درود کبیر و نود نہ نام خدا ہزار بار پڑھتے اور شجرہ جنیدی برائے استمداد ایک بار بلاناغہ پڑھتے ۔ شیخ ابو سعید عبداللہ بن احمد بغدادی سے نقل ہے کہ فاطمہ نام میری سولہ برس کی لڑکی کوٹھے پر سے غائب ہوئی ۔ میں حضرت کی خدمت میں گیا اور تمام ماجرا عرض کیا فرمایا کہ آج کی شب جنگل کرخ میں کہ بغداد کا ایک محلہ ہے ۔ وہاں جاکر زمین پر اپنے گرد دائرہ کر اور کہہ بسم اللہ علیٰ بنت عبدالقادر ، اور جب بیٹھے تو کہیو یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ ۔ جب خوب اندھیرا ہوگا ، جوق در جوق جن بصورت مختلف آویں گے ، ان سے ہرگز نہ ڈرنا ۔ صبح ہوتے ان کا بادشاہ آوے گا اس سے مطلب بیان کرنا ۔ چنانچہ میں نے جاکر موافق حکم کے عمل کیا ، دیکھا کہ مختلف صورتوں کے گروہ در گروہ جن آنے لگے ۔ میرے دائرہ میں کوئی نہیں آیا ۔ صبح ہوتے بادشاہ آیا ۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کیا کام ہے ؟ میں نے کل حال بیان کیا ۔ اس نے تمام جنوں کو بلاکر دریافت کیا ، میرا چور بھی حاضر ہوا اور میری لڑکی کو لا دیا ۔ میں نے اس بادشاہ سے کہا کہ تم بہت مطیع غوث پاک ہو ، اس نے کہا کہ کیونکر نہ ہوں ، سید عبدالقادر غوث الثقلین ہیں ۔ جن اور انس سب ان کے فرمان پذیر ہیں ۔ جو ان سے پھرا ہے وہ مردود ہے ۔ ایک شخص کی عورت کو مرگی آتی تھی اس نے حضرت کے روبرو شکایت کی آپ نے فرمایا اس کے کان میں کہہ دے ، اے جانس ! اس جگہ شیخ عبدالقادر مقیم ہیں ، اگر پھر دوبارہ ہو تو مجھ کو خبر دینا ۔ الغرض پھر مرگی تاحیات اس کو نہ آئی ۔ امام عبداللہ یافعی تاریخ یافعی میں لکھتے ہیں کہ حضرت چالیس برس بغداد میں رہے کبھی کسی کو مرگی نہ آئی ۔ شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں ایک روز مدرسہ میں تھا ۔ حضرت وضو کر رہے تھے ۔ ایک چڑیا نے بالائے جامہ پنجال کردی ۔ چاہتی تھی کہ اڑے ، اسی وقت گر پڑی اور مر گئی ۔ جب وضو سے فارغ ہوئے اس جگہ کو پاک کیا اور جامہ بدن سے اتار کر بندہ کو دیا اور فرمایا اس کو فروخت کر کے مساکین کو دے ۔ گلزار معانی میں نقل ہے ، عہد دولت میں یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی بے وضو نام آپ کا لیتا ، سر تن سے جدا ہو جاتا تھا ، آخر سید عالم نے بشارت

دی کہ یا ولدی! وجود تمہارا سیف اللہ ہوا، اب سیفی کی کیا حاجت ہے۔ ترک جلال کرو آگے ایسا وقت آئے گا کہ ہر ایک تمہارا نام لے گا۔ اس روز سے حضرت نے ترکِ جلال کیا۔ یعنی حرز یمانی کا وظیفہ ترک کیا۔ کہتے ہیں کہ بخوفِ جان کوئی بے وضو حضرت کا نام نہیں لیتا تھا، یہ اب بھی ہے کہ جو بے وضو نام نامی لیتا ہے تنگی رزق کی ضرور ہوتی ہے اور جو ہمیشہ شیرینی پر نیاز کرتے ہیں تنگ نہیں رہتے اور آپ کی گیارہویں کرنا برائے کشائشِ رزق مجرب عمل ہے۔ تمام بزرگوں کا اتفاق ہے۔ اور ترکیب ختم یہ ہے کہ گیارہ یا سات یا تین شخص با طہارت گیارہویں شب ہر ماہ کو ایک جگہ بیٹھ کر اول گیارہ بار الحمدللہ بالتسمیہ پڑھ کر سو بار درود شریف اور گیارہ بار کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ بار یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ، اور سورۂ یٰسین ایک بار اور ایک سو اکتالیس بار الم نشرح بالتسمیہ اور ایک سو گیارہ بار درود شریف پھر گیارہ بار الحمد پڑھ کر شیرینی پر فاتحہ حضرت کی دے کر تقسیم کرے یہ ختم برائے ہر کار مجرب ہے اور ہر ایک جلسہ میں سوا لاکھ مرتبہ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ برائے ہر مہم مفید ہے۔ اپنے تکملہ میں شیخ ابوالقاسم عمر بزاز کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ جس کسی کو کچھ مشکل کا سامنا ہو وہ میری طرف رجوع کرے تو اس کی مشکل حل ہو اور جو مجھ سے توسل کرے اس کی حاجت براری ہو۔ ترکیب ادائے صلوٰۃ الاسرار و صلوٰۃ الحاجت و صلوٰۃ الہدیہ ال حضرت قادریہ کہ درمیان مغرب اور عشاء کے ادا کرتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول سے استفادہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ یوسف بخاوندی فرماتے ہیں میں نے حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! جس کی موت قریب ہو اس کا علاج کیا ہے کہ نہ مرے۔ فرمایا کہ اگر دو گانہ ولدی عبدالقادر باعتقاد ادا کرے عمر اس کی دراز ہو، اور جس مدعا کے لیے متواتر چالیس روز ادا کرے وہ پورا ہو اور توشہ حضرت کا قبولنا برائے ہر مطلب مفید ہے۔ بعدہ دو توشہ باطہارت تیار کر کے مسلمانوں کو تقسیم کرے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک توشہ پہلے ادا کرے۔ وزن توشہ: میدہ گندم آدھ سیر، روغن زرد، شکر سفید ہر ایک سوا سیر، مغز بادام، پستہ، کشمش، مغز خرما ہر ایک ساڑھے سات تولہ بدستور حلوہ بنا کر حضرت کی نیاز دے کر تقسیم کرے۔

حقیقۃ الحقائق سے نقل ہے کہ ایک بیوہ پیرزال کا پسر دریا میں ڈوب گیا۔ وہ خدمت حضرت میں آکر کہنے لگی کہ ایک پسر تھا سو دریا میں ڈوب گیا۔ میں حضرت کی معتقد ہوں، آپ کو خدا نے سب طرح کی قوت دی ہے۔ میرا پسر مجھ کو دیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ تیرے گھر آگیا اس نے گھر جاکر دیکھا۔ پسر نہ پایا۔ پھر دوڑی آئی اور روئی۔ آپ نے فرمایا وہ تو گھر آگیا۔ پھر اس نے جاکر دیکھا۔ پسر نہ پایا۔ پھر جاکر رونے لگی۔ آپ نے مراقبہ فرمایا کہ جا وہ تیرے گھر آگیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ بحکم خدا جمعہ کے روز حضرت کی نظر جس مسلمان پر پڑتی تھی وہ اولیاء ہو جاتا تھا۔ اسرار السالکین سے نقل ہے کہ حضرت ایک بار چلے جاتے تھے کہ ایک عیسائی اور ایک محمدی مباحثہ کرتے چلے آتے تھے۔ عیسائی محمدی سے کہتا تھا کہ میرے نبی تیرے نبی سے بہتر ہیں اور تو اپنے نبی کو بہتر جانتا ہے۔ حضرت نے عیسائی سے فرمایا کہ تیرے نبی کو فضیلت کس دلیل سے ہے۔ اس نے کہا کہ وہ مردہ کو زندہ کر دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ گروہ مصطفائی سے میں ایک ناچیز ہوں، اگر میرے روبرو مردہ آئے تو میں قم کہہ کر اس کو زندہ کردوں بلکہ مردہ زندہ ہو کر قبر سے باہر آجائے۔ میرے ہمراہ کسی مردہ کی قبر پر چل فضیلتِ احمدیؐ تجھ کو دکھادوں۔ عیسائی ہمراہ آیا اور ایک پرانی قبر پر پہنچ کر کہا کہ اس کو زندہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے پیغمبر کیا کہہ کر زندہ کرتے تھے؟ اس نے کہا قم باذن اللہ کہہ کر زندہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنا منہ قبر کی طرف کر کے فرمایا قم باذنی، اسی وقت قبر پھٹی اور قوال خوش الحان گاتا ہوا باہر آیا۔ عیسائی نے یہ معائنہ کر کے فضیلتِ محمدی کا اقرار کیا اور مسلمان ہوا۔ نقل ہے کہ ایک فقیر خدمت عالی میں آیا اور کہنے لگا، ہر روز آپکی درگاہ سے فیض دیکھا ہے اور آج آثارِ سخاوت نہ دیکھے، آپ نے خدام کو ارشاد فرمایا کہ ایک سو چالیس فاسق اور فاجر لاؤ۔ جب وہ آئے دائیں بائیں سطر سطر کھڑے کر کے بنظر الطاف ان کی طرف دیکھا، اسی وقت ان کو بمقام وصول الٰہی پہنچایا اور اس فقیر سے فرمایا کہ آج یہ سخاوت تھی۔

جز آں محبوبِ خدا کیست کہ ایں کار کند | کہ چنیں طائفہ را لائقِ دیدار کند
کیست عیسیٰ نفسے بعد محمدؐ جز مے | کہ بیک نظر دہ صد مردہ بیدار کند

نقل ہے کہ سید احمد رفعی بن ابو الحسن رفعی دختر سادات حسینیہ سے تھے اس وجہ سے خواہر زادہ حضرت کے مشہور تھے۔ مگر حضرت کے خلیفہ تھے۔ مناقب غوثیہ سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت نے اپنے خادم کی معرفت سید احمد رفعی کو کہلا بھیجا "ما العشق" سید اس کلمہ کے سنتے ہی جوش عشق میں آکر العشق نار اللہ ہی کہنے لگے "ہذا ہو العشق" آپ کے روبرو درخت تھا معاً جلنے لگا اور وہ بھی جل کر خاکستر ہو گئے۔ پھر مثل پانی کے ہو گئے۔ خادم نے یہ کیفیت جاکر حضور سے عرض کی، ارشاد فرمایا کہ اس پانی کو لا۔ جب خادم واپس آیا، دیکھا کہ سید صاحب نے لجہ حقیقت سے رجوع بساحل وجود عنصر انسانی کر کے سر اٹھایا۔ خادم نے پھر جاکر حضرت سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ ایک ان کو، اور ایک اور بزرگ کو ہوا سوائے دو کے تیسرے کو نصیب نہیں ہوا ؂

شہسوارنے کہ دانند حسن یار یا فتند دریائے حسنش بے کنار
جملہ گشتند غرقِ بحرِ حسن دوست نے خبر از بحر دارند و از کنار

نقل ہے کہ ایک روز ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میرے بیس لڑکیاں پیدا ہوئیں، لڑکا نہیں ہوتا، میرا شوہر مجھ کو طلاق دے کر دوسرا نکاح کرتا ہے۔ میرے واسطے دعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا جا لڑکا ہوگا۔ اس کے دل میں خطرہ آیا کہ میرے واسطے دعا نہیں کی، میری تسکین کو ویسے ہی کہہ دیا۔ آپ نے خطرہ معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ تیری کل لڑکیاں مرد ہو گئیں۔ جب وہ گھر آئی سب کو مرد پایا۔ مناقب غوثیہ سے نقل ہے کہ شیخ علی عربی کے گھر لڑکا بے تناسل کا پیدا ہوا۔ ایک مجذوب نے حضرت کا پتہ دیا کہ وہ دعا کریں تو کام چلے، وہ حضرت کی خدمت میں آئے اور فرزند کے واسطے دعا چاہی۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ تمھاری تقدیر میں نہیں، انھوں نے کہا اگر تقدیر میں ہوتا تو حضرت کے پاس کیوں آتا؟ آپ نے فرمایا کہ میری پشت سے پشت ملا۔ میری تقدیر میں ایک فرزند اور باقی تھا سو تجھ کو دیا۔ اس کا نام محمد ہوگا۔ میرے نام پر ملقب کرنا۔ جب شیخ محمد اکبر پیدا ہوئے محی الدین لقب ہوا۔ توحید میں بہت کچھ آپ کی تصنیفات ہیں۔ قطب وقت اور بہت مشہور ہوئے۔ حضرت غوث پاک نے ان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ سبحان اللہ کیا لڑکا پیدا ہوا کہ جو اپنے وقت میں

میری زبان ہوگا۔ سرِ خفی کو آشکارا کرے گا۔ شیخ محی الدین بن عربی کو جو کچھ پہنچا بے واسطے دوسرے کے حضرت سے پہنچا۔ مگر حضرت دارا شکوہ کے نزدیک شیخ محی الدین بن عربی مرید شیخ یونس القصار کے وہ خلیفہ محبوب سبحانی کے اور شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ سے خرقۂ خلافت پایا اور خضر علیہ السلام سے بھی فیض ہوا۔ اور شیخ ابومدین مغربی کی صحبت میں بھی رہے۔ شبِ جمعہ ۲۲ ربیع الآخر کو انتقال کیا۔ مزار بیرونِ دمشق ہے۔ لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی بھی غوث پاک کی دعا سے پیدا ہوئے۔ فضائل حضرت کے حدِ تحریر سے باہر ہیں۔ کوئی کتبِ صوفیہ سے ایسی کتاب نہ ہوگی کہ جس میں حضرت کا ذکرِ خیر نہ ہوگا اس وجہ سے چند نقول پر تمام کیا۔ وفات حضرت شب یازدہم ربیع الآخر ۵۶۱ھ میں ہوئی مزار پر انوار حاجت روائے خلق مدرسہ باب الازج میں واقع ہے کہ حضرت کو مدرسہ شیخ الاسلام شیخ ابوسعید مبارک مخزومی نے دیا تھا۔ امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص بغداد میں جا کر روضۂ محبوبِ سبحانی کی زیارت سے مشرف نہ ہوا، کرامات اس کی سلب ہو جاتی ہیں۔

ذکر فرزندانِ حضرت غوث پاک

ذکر سید سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہٗ

آپ ماہ شعبان ۵۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعد والد کے صاحب سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۲۵ شوال ۵۹۳ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے۔ ابوالمنصور عبدالسلام و شیخ ابوالفتح سلیمان یہ دو آپ کے صاحبزادے تھے۔

ذکر حضرت شیخ شرف الدین عیسیٰ قدس سرہٗ

آپ فرزند دوم حضرت غوث پاک کے تھے۔ نام ابو محمد ابو عبدالرحمٰن عیسیٰ ہے کہ فیض دینی و دنیوی اپنے والد سے حاصل کیا۔ ہمیشہ درس میں رہتے تھے اور فتوح الغیب آپ ہی کے واسطے تالیف ہوئی تھی۔ وفات حضرت کی ۵۷۳ھ میں ہوئی مزار مصر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ شمس الدین ابوبکر عبدالعزیز قدس سرہٗ

آپ فرزند سوم غوث پاک کے تھے۔ وفات حضرت کی بمقام قصبہ سنجار ۵۸۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سراج الدین عبدالجبار عبدالرحمٰن ابوالفرح قدس سرہٗ

آپ فرزند چہارم غوث پاک کے تھے۔ تمام علوم اپنے والد سے حاصل کیے اور دیگر بزرگوں سے فیض اٹھایا اور چندے عراق کے مفتی بھی رہے۔ وفات حضرت کی ۵۸۹ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ

آپ فرزند پنجم غوث پاک کے تھے تحصیل علوم ظاہری و باطنی اپنے والد سے کی اور صاحب سلسلہ و صاحب گروہ ہوئے۔ ہزارہا فقیر آپ کے سلسلہ میں موجود ہیں۔ رزاق شاہی کہلاتے ہیں۔ تاج ترکی سر پر رکھتے ہیں۔ اور کتاب جلاء الخواطر آپ نے جمع فرمائی۔ نقل ہے کہ ایک بار آپ نے اپنے والد کے پاس ہوا پر سے مردان کو آتے دیکھا، آپ کو دہشت معلوم ہوئی۔ حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ مقام خوف نہیں ہے۔ یہ مردان غیب ہیں اور تو بھی ان میں سے ہے۔ صاحب انیس القادریہ نے آپ کے پانچ فرزند لکھے ہیں۔ شیخ ابوصالح و شیخ ابوالقاسم عبدالرحیم و شیخ ابو محمد اسماعیل و شیخ ابوالمحاسن فضل اللہ و شیخ جمال اللہ کہ نبیرہ غوث پاک کے تھے۔ وفات حضرت شیخ عبدالرزاق کی ۶ر ماہ شوال ۶۰۳ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں بمقام حرب ہے۔

ذکر فرزند ششم شیخ ابواسحاق ابراہیم قدس سرہٗ

آپ ۵۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۶ر شوال ۵۹۲ھ میں وفات پائی۔ مزار نزدیک مزار والد کے ہے۔

ذکر فرزند ہفتم شیخ ابوالفضل محمد قدس سرہٗ

آپ عالم حدیث تھے۔ وفات حضرت کی ۵ر ذیقعدہ ۶۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا مقبرہ حلبیہ میں ہے۔

آٹھویں فرزند شیخ عبدالرحمٰن قدس سرہٗ

آپ ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۷ صفر ۵۸۷ھ میں وفات پائی۔ مزار بغداد میں ہے آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن و شیخ ابو محمد عبدالرزاق یہ دونوں صاحب عالم متبحر ہوئے ہیں۔

نویں فرزند شیخ ابو زکریا یحییٰ قدس سرہٗ

آپ ۶ ربیع الاول کو ۵۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۵ شعبان ۶۰۰ھ میں بمقام بغداد سفر آخرت فرمایا۔ مزار برابر شیخ عبدالوہاب کے ہے۔

دسویں فرزند شیخ ابو نصر موسیٰ قدس سرہٗ

سلخ ربیع الاول ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور شب غرہ جمادی الآخر ۶۱۸ھ میں فوت ہوئے۔ مزار دمشق میں ہے۔

ذکر و نقشہ خلفائے حضرت غوث الثقلین

نمبر شمار	نام بزرگوار	تاریخ وفات مع سنہ	جائے مزار	کیفیت
۱	شاہ ابو عمر قریشی بن مرزوق	۵۶۴ھ	مصر نزد امام شافعی	آپ کی عمر بڑی ہوئی ہے ایک بار آپ کی دعا سے دریائے نیل کا پانی کم ہوگیا دوسرے سال اس میں اور تھوڑا پانی ڈالنے سے زیادہ ہوگیا
۲	شیخ قضیب البان موصلی	۵۷۰ھ	موصل	قاضی موصل کو آپ سے انکار تھا ایک بار راستہ میں ملا۔ پکڑ کر حاکم کے پاس لے جانا چاہا تھوڑی دیر کے بعد آپ کی تین صورتیں دیکھیں۔ آخر تائب ہوا۔

نمبر شمار	نام بزرگوار	تاریخ وفات مع سنہ	جائے مزار	کیفیت
۳	شیخ احمد بن مبارک	۵۷۲ھ	بغداد	وعظ میں حضرت کے پاس رہتے تھے۔
۴	شیخ ابوسعید قیلوی	۵۵۷ھ	قیلولہ	عراق میں مشہور مشائخ گزرے ہیں۔
۵	شیخ صدقہ بغدادی	۵۷۲ھ	بغداد	کراماتیں آپ کی مشہور ہیں۔
۶	شیخ عمر صیرفی	۵۷۵ھ	عرب	صاحب ولایت ہوئے ہیں کہ زمین پر بیٹھے ہوئے آسمانوں کی سیر کرتے۔
۷	شیخ محمد الاوانی	۵۷۶ھ	-	منفردین سے تھے یعنی ان لوگوں میں سے جو دائرہ قطب سے خارج ہیں۔
۸	شیخ ابوسعید بن شبلی	۵۷۹ھ	-	بہت بڑے کامل گزرے ہیں کہ ایک سوداگر کا جہاز آپ کی نذر بولنے سے ڈوبتے ڈوبتے بچ گیا۔
۹	شیخ حیات	سلخ جمادی الثانی ۵۸۲ھ	-	مشہور بزرگ گزرے ہیں۔
۱۰	شیخ ابومدین مغربی شعیب	۵۹۰ھ	-	کسی کا گدھا شیر نے مار ڈالا وہ رو رہا تھا آپ نے اس شیر کو پکڑ کر گدھے والے کو دیا کہ اس سے گدھے کا کام لیا کر۔ چنانچہ تمام عمر شیر اس کی جگہ لدتا رہا۔
۱۱	شیخ موفق الدین المقدسی	۶۲۲ھ	-	آپ صاحب کثیر التصانیف ہیں۔
۱۲	شیخ صدر الدین قونوی ابوالمعالی	۶۳۰ھ	-	عالم متبحر نہایت متقی اور صاحب تصانیف گزرے ہیں۔
۱۳	شہاب الدین سہروردی	۶۳۲ھ	بغداد	ان کا ذکر آگے ہوگا ان کے پیر بھی حضرت کے مرید تھے۔
۱۴	سید احمد رفاعی	۲۲ جمادی الثانی ۵۷۰ھ	-	محبوب ترین خلفاء سے تھے کہ آپکی والدہ کو

نمبر شمار	نام بزرگوار	تاریخ وفات مع سنہ	جائے مزار	کیفیت
				حضرت ہمشیرہ فرمایا کرتے تھے۔
۱۵	شیخ شمس الدین علی حداد بن عمر بغدادی	۱۹ رجب سنہ نہیں ملا		مشہور قطب وقت اور صاحب سلسلہ گزرے ہیں، کئی گروہ آپ سے ملتے ہیں۔ آپ کے تین خلیفہ تھے شمس الدین علی بن فتح یمنی، قطب الدین ابوالغیث جمیل یمنی، شیخ ابی حفص۔

ذکر نبیرہ گانِ حضرت غوث الثقلین

اول امام ابوالمنصور عبدالسلام حسن قدس سرہٗ بن سید عبدالوہاب، شب بستم ذی الحجہ ۵۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۱۱ھ میں وفات پائی۔ مزار مقبرہ حلبیہ میں ہے۔

دوم شیخ ابوالفتح سلمان بن سید عبدالوہاب قدس سرہٗ بماہ رمضان ۶۳۶ھ میں وفات پائی۔ مزار بغداد میں ہے۔

سوم شیخ ابوالقاسم عبدالرحیم قدس سرہ بن سید عبدالرزاق، وفات حضرت کی ۶۰۶ھ میں ہوئی۔ مزار باب حرب میں ہے۔

چہارم شیخ ابواسماعیل بن سید عبدالرزاق قدس سرہٗ، کہ زینتِ اہلِ عراق تھے وفاتِ حضرت ۶۳۴ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے۔

پنجم سید ابوعبداللہ محمد قدس سرہٗ بن سید عبدالعزیز، کہ عالمِ تصوف اور پرہیزگار تھے وفات حضرت کی ۶۳۲ھ میں ہوئی۔

ششم شیخ ابوالفتح داؤد قدس سرہٗ بن سید ابوالفتح سلیمان بن سید عبدالوہاب ہمیشہ وعظ و نصیحت میں رہتے تھے۔ اور صاحبِ سلسلہ تھے۔ وفات حضرت کی ۱۸ ربیع الاول ۶۴۹ھ میں ہوئی۔ مزار نزد جدِ خود۔

ہفتم ۔ شیخ سید محی الدین ابو عبد اللہ چراغ علمان بن شیخ ابو صالح قدس سرہٗ ۔ وفات حضرت کی ۶۵۶ھ میں ہوئی ۔

ہشتم ۔ سید سیف الدین ابو بکر یحییٰ بن سید ابو صالح قدس سرہٗ کہ قدوہ علمار تھے ۶۵۶ھ میں وفات پائی ۔ مزار اطراف بغداد میں ہے ۔

نہم ۔ سید محی الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حامد بغدادی کہ نواسے سید عبد الرزاق کے تھے شہادت آپ کی ۶۵۹ھ میں ہوئی ۔ مزار بغداد میں ہے ۔

دہم ۔ سید ابو احمد عبد اللہ کہ برادر حضرت محبوب سبحانی کے تھے ۔ صاحب علم و ولایت تھے سنہ وفات نہیں ملا ۔

ذکر دوستان و محبان و معتقدان حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ

شیخ ابو رضا محمد بن احمد بغدادی ، وفات حضرت کی ۵۵۰ھ میں ہوئی ۔

شیخ عدی بن مسافر ۔ سفینۃ الاولیاء میں آپ کا تذکرہ ہے ۔ وفات آپ کی ۵۵۸ھ میں ہوئی ۔ مزار جبل ہیکاریہ میں ہے ۔

شیخ موسیٰ بن ماہین رولی ۵۵۰ھ میں وفات پائی ۔

سید عبد الرحمن طفیسونجی کہ قبیلہ اسد سے تھے بہت بڑی عمر کے مشائخ گذرے ہیں مزار طفیسونج میں ہے ۔

شیخ ابو محمد قاسم بن عبد اللہ بصری کہ وفات حضرت کی ۵۸۰ھ میں ہوئی ۔

شیخ مظہر بازاری کہ وفات حضرت کی ۵۵۵ھ میں ہوئی ، مزار عراق میں ہے ۔

شیخ تاج کردی کہ آپ کے اقوال نہایت زبردست اور پُر معنی ہیں ، وفات آپ کی ۵۶۱ھ میں ہوئی ۔ مزار جبل خمرین میں ہے ۔

شیخ جاگیر الکردی کہ وفات حضرت کی ۵۹۰ھ میں ہوئی ۔

شیخ علی بن وہب البخاری ، آپ بڑے احباب سے ہیں ۔ وفات حضرت کی ۵۶۰ھ میں ہوئی ۔

شیخ عمر بن عثمان مرزوق کہ ۵۶۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی، مزار امام یافعی کے مزار سے شرق میں مکہ معظمہ میں ہے۔
شیخ سوید سنجاری کہ وفات حضرت کی ۵۹۲ھ میں ہوئی۔ مزار سنجار میں ہے۔
شیخ ارسلان دمشقی کہ جب آپ کا انتقال ہوا۔ لوگوں نے جنازہ کے ساتھ آپ کے گروہ سبز پوش کو دیکھا۔
شیخ عبدالرحیم مغربی کہ وفات حضرت کی ۵۹۰ھ میں ہوئی، مزار موضع قینی توابع مصر میں ہے۔
شیخ بلخ مکارم نہر۔

سلسلۂ پیرانِ حضرت محبوبِ سُبحانی

اس طرح پر ہے کہ حضرت مرید سلطان الاولیاء شیخ ابوسعید مبارک مخزومی بن علی بن حسین مخزومی قدس سرہٗ کے پیر طریقت وحقیقت اور عالم علوم ظاہری اور باطنی تھے۔ وفات حضرت کی ۲۵ محرم ۵۱۳ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں مدرسہ باب الازج میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن الهنکاری بن یوسف بن جعفر قریشی الهنکاری قدس سرہٗ، آپ مرشد شیخ ابوسعید مبارک مخزومی کے تھے، تین روز بعد افطار کرتے، بعد نماز عشاء کے نماز تہجد تک قرآن شریف ختم کرتے تھے وفات حضرت کی ۴ محرم ۴۸۶ھ میں ہوئی۔

شیخ ابوالفرح طرطوسی کہ نام یوسف تھا، بن شیخ محمد بن عبداللہ کہ پیر شیخ ابوالحسن کے اور مرید شیخ عبدالعزیز یمنی کے اور شیخ ابوالفضل سے بھی خرقۂ خلافت پہنچا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۵ ربیع الاول ۴۴۷ھ میں ہوئی۔

شیخ ابوالفضل تہمی بن شیخ عبدالعزیز طرطوسی بن حرث بن اسکی کہ اصل نام عبدالواحد تہمی اور کنیت ابوالفضل تہمی تھی اور مرید اپنے والد کے تھے۔ وفات ۱۵ جمادی الآخر ۴۲۷ھ میں ہوئی مزار بمقام بغداد مقبرہ امام حنبل میں ہے۔

شیخ عبدالعزیز طوسی بن حرث یہ مرید شیخ شبلی کے تھے ۴ یا دسویں ذیقعدہ ۴۲۵ھ عہد خلیفہ عبدالکریم میں آپ کی وفات ہوئی، مزار یمن میں ہے، اس وجہ سے یمنی بھی کہتے ہیں۔

خانوادہ

شیخ ابوبکر شبلی کہ مرشد شیخ ابوالفرح طوسی کے اور مرید خواجہ جنید بغدادی کے، کمالات حضرت کے اظہر من الشمس ہیں، عیاں را چہ بیاں۔ وفات حضرت کی ۲۷، ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں ہوئی۔ کہ شب جمعہ تھی، آپ کے خلیفہ یہ ہیں، شیخ ابوالقاسم فصیل بن مقتدر شاہ عبدالمومن، شیخ ابوبکر طمستانی و ابوالقاسم نصر آبادی و ابوالحسین حضر و ابوالحسن بندار بن حسین بن محمد بن مہلب بن شیرازی، مرشد ابوعبداللہ خفیف، مزار شیخ شبلی کا بغداد میں ہے۔

سید الطائفہ طاؤس العلماء قواریری و زجاجی خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی کہ شیخ مرشد ابوبکر شبلی کے تھے اور مرید سری سقطی کے آپ بھی صاحب خانوادہ ہیں، آپ کے سلسلہ سے کئی گروہ جاری ہیں کمالات مشہور ہیں، وفات حضرت کی ۲۷، رجب ۳۰۲ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے خلیفہ آپ کے یہ ہیں:۔

خواجہ ابوبکر شبلی کہ سر سلسلہ قادریہ ہیں و خواجہ ابو محمد رویم کہ سر سلسلہ کازرونیہ و زاہدیہ ہیں، و خواجہ ممشاد علو دینوری کہ سر سلسلہ چشتیہ و نقشبندیہ و قادریہ و طوسیہ و سہروردیہ و فردوسیہ و صوفیہ ہیں و خواجہ ابو علی رود باری کہ سر سلسلہ نقشبندیہ و لبسویہ و عبدروسیہ ہیں و خواجہ ابو محمد حریری کہ سر سلسلہ انصاریہ و سلطانیہ ہیں و خواجہ ابوبکر واسطی و خواجہ عثمان مکی پیر مرشد شیخ منصور حلاج و خواجہ احمد لبسوی سر سلسلہ لبسویہ و خواجہ ابوالعباس بن عطا و خواجہ ابوبکر کتانی و جعفر خلائی و شیخ ابوبکر محمد بن علی عطوفی و خواجہ ابو محمد مرتعش کہ صاحب سلسلہ چشتیہ امامیہ ہیں اور یہ صاحب بے سلسلہ رہے شاہ محمود شاہ عثمان مغربی شاہ وقاق و شاہ رومی۔

حضرت سری سقطی بن مغلس مرشد خواجہ جنید اور مرید خواجہ معروف کرخی کے، وفات حضرت کی بروز سہ شنبہ وقت صبح بتاریخ سوم رمضان ۲۵۳ھ میں بعہد خلیفہ ابوعباس احمد ہوئی۔ ۹۸ سال کی عمر میں ہوئی اور پانچ خلیفہ تھے۔ خواجہ جنید بغدادی و خواجہ خیر النساج ابوالحسن محمد بن اسماعیل و خواجہ ابوعباس احمد بن محمد مسروق و خواجہ ابوالحسین نوری، صاحب

گروہ نوریہ و شاہ محمود بے سلسلہ حضرت خواجہ معروف کرخی مرشد سری سقطی اور مرید داؤد طائی کی کنیت ابو محفوظ بن فیروز۔ بعض معروف بن علی کہتے ہیں کہ سات خانوادوں کے پیشوا تھے اور شاگرد امام اعظم کے۔ لکھا ہے کہ داؤد طائی مرید حبیب عجمی کے اور وہ مرید خواجہ حسن بصری کے اور وہ مرید حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے۔ دوسرا سلسلہ خواجہ معروف کرخی کا اس طرح ہے کہ خواجہ مرید امام موسیٰ رضا کے، وہ مرید حضرت امام محمد کاظم کے، وہ مرید حضرت امام جعفر صادق کے، وہ مرید حضرت امام باقر کے، وہ موسیٰ رضا کے وہ مرید حضرت امام محمد قاسم کے، وہ مرید حضرت امام زین العابدین کے، وہ صاحبزادے امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ جاننا چاہیئے کہ حضرت امام جعفر صادق کو حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقۂ خلافت پہنچا تھا اس وجہ سے خواجہ معروف کرخی مقتدائے خاندانِ نقشبندیہ بھی ہیں۔ سوائے خاندان جنیدیہ اور طیفوریہ کے کل خاندانِ فقراء کے آپ پیشوا ہیں۔ وفات حضرت کی ۲ محرم ۲۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار پُر انوار بغداد میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ

شاہ نعمت اللہ بن سید ابو بکر بن سید شاہ نور بن سید سہیل ادہم ابن سید جعفر بن سید محمد بن سید بہاؤ الدین بن سید داؤد بن سید ابو العباس احمد بن سید حسن بن سعید موسیٰ بن سید علی بن سید محمد بن سید متقی بن سید صالح بن سید ابی صالح بن سید عبد الرزاق بن حضرت غوث الثقلین قدس اللہ اسرارہما۔ شاہ نعمت اللہ عظمائے مشائخ میں سے گزرے ہیں۔ خوارق اور کرامات بہت سے حضرت سے ظہور میں آئے اور سلسلۂ ارادت آپ کا اپنے بزرگوں سے دست بدست چلا آیا ہے۔

تاریخ فرشتہ سے نقل ہے کہ ایک بار فیروز شاہ بادشاہ نے احمد خاں خانخاناں کی آنکھ میں سلائی پھیر کر اندھا کرنا چاہا اور وہ سپاہ لے کر بادشاہ کے مقابل ہوا۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تاج سبز کی سر پر رکھے ہوئے ہیں اور خوشخبری سلطنت دکن کی دیتے ہیں انہیں دنوں میں بادشاہ مغلوب ہوا اور احمد خاں کو سلطنت نصیب ہوئی شاہ نعمت اللہ ولی جو ہندوستان میں وارد تھے، بعد چند روز کے شہرہ کرامات آپ کا جب بلند ہوا تو احمد خاں

نے کچھ تحائف ہمراہ شیخ حبیب اللہ جنیدی کے خدمت میں سید صاحب کی بھیجے اور دعا چاہی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو فرزند عطا کرے۔ حضرت نے وہ ہدیہ شاہ قبول فرمایا اور بسبب مشورہ شیخ قطب الدین خلیفہ اور شاہ نور اللہ بن خلیل اللہ اپنے پوتے کے تاج ترکی سبز رنگ احمد خاں کو بھیجا۔ احمد خاں اس تاج کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی تاج ہے جو خواب میں میرے سر پر رکھا تھا اور شاہ نور اللہ صاحب کا بہت اعزاز کیا اور اپنی دختر سے ان کا نکاح کیا۔

مشہور ہے کہ جب وقت حضرت کا آخر آیا اور انتقال فرمایا تو مریدانِ مالدار اور فقراء میں تکرار ہوئی۔ ہر فریق کا یہ خیال تھا کہ ہم اپنی طرح پر میت کو اٹھاویں گے، قریب تھا کہ تلوار چلے، آپ نے جلدی سے اٹھ کر فرمایا کہ تم مت لڑو، ہم یہاں نہیں مرتے اور کہیں جا مریں گے۔ ۸۲۴ھ میں وفات ہوئی۔ وہاں سے چل کر کوہ ٹھکی میں انتقال کیا۔ وہیں مزار ہے۔ حضرت صاحبِ گروہ گزرے ہیں، آپ کو فقرا تاج ترکی کہتے ہیں اور نعمت اللہ شاہی کہلاتے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ بہاؤالدین جنیدی قدس سرہ

آپ صاحبِ کمال اور واصلِ حق گزرے ہیں۔ سلسلہ شکاریہ اور قادریہ رکھتے تھے۔ خوشبو سے بہت شوق تھا اور خوشبو پہنچنے سے آپ کو نہایت ذوق ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حالتِ ذوق میں انتقال فرمایا۔ ۹۲۱ھ میں وفات ہوئی شیخ احمد نقی آپ کے خلیفہ تھے۔ سلسلہ قادریہ میں یہ صاحبِ سلسلہ گزرے ہیں۔ مزار شیخ بہاؤالدین کا سرہند میں ہے۔

ذکر حضرت سید غوث گیلانی قدس سرہ

بن سید شمس الدین گیلانی بغدادی حلبی بن سید شاہ میر بن سید ابوالحسن علی بن سید ابو علی بن سید مسعود بن سید ابوالعباس احمد بن سید صفی الدین صوفی بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت محبوبِ سبحانی قدس سرہ العزیز۔

آپ عالم علمان و واقف اسرار یزدان کے نہایت سخی اور بہادر تھے، آپ کے والد حلب

میں آکر مقیم ہوئے اور سید محمد غوث حلب میں پیدا ہوئے اور عین شباب میں نکل کر کئی حج کیے، تمام ربع مسکوں کی سیر کی۔ چندے ناگوار میں رہے وہاں مسجد بنائی، چندے لاہور میں رہے۔ بعدہ برائے زیارتِ پدر حلب میں پہنچے۔ اپنے والد سے ایک روز عرض کی کہ میں ہندوستان میں رہنا چاہتا ہوں، انھوں نے فرمایا کہ چندے تاخیر کر۔ آخر بعد وفاتِ پدر کے بمقام اوچ آکر مقیم ہوئے اور ہدایتِ خلق میں مشغول ہوئے اور سلطان سکندر لودھی آپ کا مرید ہوا اور ذات بابرکات سے فیضان قادریہ ہندوستان میں جاری ہوا، ہزاروں مرید ہوئے، شعر خوب فرماتے تھے۔ قادری تخلص تھا۔ ایک بار قطب الدین لنگاہ حاکمِ ملتان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین فرماتے ہیں کہ تو اپنی دختر بی بی دیس کا نکاح میرے فرزند سید محمد سے کردے۔ چنانچہ حکم غوثیہ کی اس نے تعمیل کی۔ مگر اس بی بی سے کوئی فرزند پیدا نہ ہوا۔ بعدہ سید ابوالفتح حسینی کی دختر سے کہ اولاد سے سید صفی الدین بانی کے تھے اور اوچ میں مقیم تھے اور بھانجے سید اسحاق گازرونی میران بادشاہِ لاہوری کے کہ وہ مسجد نواب وزیر مغل میں آسودہ میں نکاح ہوا۔ ان بی بی کا نام فاطمہ تھا اور ان کے شکم سے عبدالقادر ثانی و سید عبداللہ ربانی و سید مبارک حقانی و سید محمد نورانی اور ایک دختر پیدا ہوئی، سید محمد نورانی لاولد رہے۔ باقی چاروں صاحبزادوں کی اولاد قدیم آبادی اوچ سے جدا آباد ہے۔ وہ آبادی گیلانیاں مشہور ہے۔ وفات حضرت شاہ محمد غوث کی ۹۲۳ھ میں بمقام اوچ ہوئی۔

ذکر حضرت میر سیّد شاہ فیروز قدس سرہٗ

پہلے آپ کے دادا بطریق سیر بغداد سے دہلی میں آئے۔ اور ہندوستان کی سیر کر کے لاہور میں جا کر سکونت پذیر ہوئے۔ جب سید فیروز مسند ارشاد پر متمکن ہوئے، تمام دن علم حدیث اور فقہ پڑھاتے۔ رات کو طالبانِ حق کی تعلیم میں مصروف رہتے۔ بعد نماز جمعہ کے شام تک وعظ فرماتے، آپ مرید اپنے دادا شاہ عالم کے وہ مرید شاہ نورالدین کے وہ مرید شیخ احمد مکی کے وہ مرید شیخ حامد کے، وہ مرید سید مسعود کے وہ مرید سید علی کے، وہ مرید سید صوفی کے، وہ مرید سید عبدالوہاب بن غوث الثقلین کے

تھے۔ وفات حضرت کی ۹۲۳ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار تکیہ ڈنڈی گراں میں ہے۔

ذکر حضرت سید عبدالقادر ثانی قدس سرہٗ ابن سید محمد غوث حسنی حلبی اوچی

آپ صاحبِ کرامات ظاہری و باطنی و عاشق اللہ، محبِ رسول اللہ جس پر آپ کی نظر پڑتی کیسا ہی متعصب کافر ہوتا مسلمان ہوجاتا تھا اگر فاسق ہوتا تھا تائب ہوجاتا تھا۔ ولایت حضرت کی ولایتِ غوثیہ تھی، اسی وجہ سے عبدالقادر ثانی مشہور ہوئے۔ اوائل عمر میں عیش طلب اور صاحبِ نعمت تھے۔ جب صاحبِ سجادہ ہوئے سب چھوڑ دیا، سماع سے بھی پرہیز کیا بلکہ اپنے مریدوں کو بھی منع فرمایا، اگر کہیں سے آواز سماع گوش زد ہوتی تو بہت روتے آہِ سرد بھرتے بلکہ مرنے کے قریب ہوجایا کرتے تھے۔ روحانیت حضرت غوث اعظم سے تربیت پائی۔ جب بعد انتقال اپنے والد کے صاحبِ سجادہ ہوئے، دنیا اور اہلِ دنیا سے دل برداشتہ ہوکر حق سے مشغول رہتے تھے اور دیگر برادر آپ کے امرائے شاہی سے تھے، انھوں نے تدبیر کی کہ حمایت بادشاہ سے ہم سجادگی لیں، آپ نے نور باطن سے معلوم فرماکر تمام اسناد جاگیر و املاک و وظائف بادشاہ کے پاس ارسال کرکے لکھا کہ میں یہ نہیں چاہتا جو طالب ہوں ان کو دے دیجیے، بعدہ سالہاسال متوکل رہے اور خلق کی جفا اٹھائی۔ ایک بار بادشاہزادہ نے آپ کو بلایا، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا: ؎

ہیچ باب از ہیں باب روئے گشتن نیست	ہر آنچہ بر سر ما میرود مبارک باد!
کسیکہ خلعتِ سلطان عشق پوشیدہ است	بحلہ ہائے بہشتی کجا شود دل شاد

نقل ہے کہ ایک بار ملتان میں بیماری طاعون بہت پھیل رہی تھی، تمام خلق تنگ آگئی تھی۔ مگر جو آپ کے وضو کے جگہ کی گھاس گھونٹ کر پیتا تھا اس کو شفا ہوتی تھی، اسی طرح ایک بار نواحِ ملتان اوچ میں ذات الجنب پھیلا اس میں بہت لوگ مرتے تھے۔ ایک روز بہت خلق برائے دعا آپ کی خدمت میں آئی، اسی شب کو آپ کے مرید غیاث الدین نے خواب میں سید عالم کو دیکھا کہ مجھ کو لکڑی دی اور فرمایا کہ یہ لکڑی میرے فرزند عبدالقادر کو دے اور کہہ دے کہ جو مریض تیرے پاس آوے اس لکڑی کو درد کی جگہ چھوا دے اور سورۂ اخلاص دم کر۔ صبح جب

غیاث الدین بیدار ہوئے وہ چوب اپنے پاس پائی، اس کو لاکر پیر کی نذر کی اور خواب کی کیفیت عرض کی۔ الغرض اس روز سے ہزاروں کو صحت ہوئی، ایک روز آپ برائے ادائے نماز صبح بیدار ہوئے اور تمام اہل خانہ کو پکارا کہ بیدار ہو اور سعادت دارین حاصل کرو، کوئی نہ اٹھا، صبح لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیوں جگاتے تھے۔ فرمایا میں ظاہر رسول مقبول صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا چاہتا تھا کہ تم لوگ بھی یہ سعادت حاصل کرو مگر تم نہ اٹھے۔ آپ کے مرید بہت سے کامل گزرے ہیں، ولادت آپ کی ۸۶۲ھ میں ہوئی اور وفات ۱۸ ربیع الاول ۹۴۰ھ۔ مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمود حضوری لاہوری قدس سرہ بن سید شرف الدین شمس العارفین غوری موسوی

آپ اولاد سے امام موسیٰ کاظم کے تھے، سید محمد غوث سے سیر کناں ہندوستان میں آکر شہر لاہور میں محلہ حاجی سوائی میں کہ اب وہ ویران ہے مقیم ہوئے تھے، آپ کے ہزاروں مرید ہوئے، آپ صاحب گروہ ہوئے ہیں آپ کے فقیر سید شاہی کہلاتے ہیں، آپ مرید اپنے پدر سید شمس الدین کے، وہ مرید اپنے پدر سید یعقوب کے، وہ خلیفہ سید عبداللہ شاہ قادری کے، وہ خلیفہ سید علی کے، وہ خلیفہ سید احمد کے، وہ خلیفہ سید اصغر کے، وہ خلیفہ سید شاہ ابوالفرح کے، وہ خلیفہ سید السادات سید عبدالوہاب کے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۴۳ھ میں ہوئی۔ مزار بمقام لاہور مقبرہ سید جان محمد حضوری میں ہے اور حضوری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ زیارت نبی کریم سے مشرف ہوئے۔

ذکر حضرت سید عبدالقادر گیلانی لاہوری قدس سرہ

آپ مرید اپنے پدر سید جمال الدین کے تھے، بغداد سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادہ تھے، سید حاجی و سید سلطان اکبر و سید غیاث الدین و دولت شاہ۔ وفات حضرت کی ۱۸ ربیع الاول ۱۰۴۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبدالرزاق گیلانی بن عبدالقادر ثانی اوچی قدس سرہ

نہایت بزرگ کامل و عظیم الشان تھے

جب آپ کے والد کا انتقال ہوا، آپ ناگور میں تھے۔ بزورِ کشف اپنے پدر کا انتقال معلوم فرما کر اوچ میں آکر صاحبِ سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۵ رجمادی الآخر ۹۴۱ھ میں ہوئی۔

ذکر میراں سید مُبارک حقانی اوچی قدس سرہٗ

آپ فرزند سید محمد غوث کے تھے صاحبِ تقوٰی و عبادت و ترک تجرید کر کے خرقہ خلافت اپنے پدر سے حاصل کیا۔ جب آپ کو استغراق بڑھا، حالتِ سکر میں اوچ سے نکل کر ایسے جنگل میں جا پہنچے کہ جہاں دوسرے آدمی کا گزر نہ ہوتا تھا۔ صحبتِ خلق سے نہایت متنفر تھے۔ تجردی کے ساتھ یادِ مولیٰ میں مصروف رہے۔ تذکرۂ نوشاہی سے روایت ہے کہ حالتِ تجرید میں کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کے روبرو جا سکے۔ اگر کوئی جاتا بے ہوش ہو جاتا تھا یا مست ہو جاتا تھا، آپ سے بارہ بارہ کوس گرد آدمی نہ جا سکتا تھا۔ مگر شیخ معروف چشتی کہ اولاد سے شیخ فریدالدین گنج شکر کی تھے۔ صحرائی لکھی میں حضرت کے پاس پہنچے اور ایک ہی نظر میں اولیاء ہوئے آپ نے خرقہ خلافت ان کو مرحمت فرما کر ارشاد کیا کہ معروف! تجھ سے نیا خاندان جاری ہوگا۔ چنانچہ شیخ معروف سے گروہ نوشاہی جاری ہوا۔ بعد اس کے سید مبارک لاہور میں آئے اور ۹۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ شیخ معروف نے ان کے جسدِ مبارک کو لاہور سے لاکر اوچ میں ان کے والد کے پاس دفن کیا۔

ذکر حضرت سید محمد غوث بالاپیر بن سید زین العابدین بن سید عبدالقادر ثانی قدس سرہٗ

حضرت خقر میں شان عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ سید زین العابدین نے روبرو اپنے والد راستہ ناگور میں رہزنوں کے ہاتھ سے شہادت پائی اور سید محمد غوث نے اپنے دادا کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ بعد انتقال اپنے دادا کے بوجہ تکرار سجادگی سید حامد گنج بخش اپنے چچازاد بھائی کے اوچ سے نکل کر قصبہ ست گھرہ ملک پنجاب میں مقیم ہو کر ہدایتِ خلق میں مشغول ہوئے اور ۵ رشوال ۱۰۱۵ھ میں بعہد اسلام شاہ بن شیر شاہ وفات پائی۔

ذکر حضرت سید بہاؤالدین گیلانی معروف بہاول شیر قلندر قدس سرہٗ

فرزند سید محمود سید علاؤالدین معروف بن زین العابدین بن سید مسیح الدین بن سید صدرالدین ابن سید ظہیرالدین بن سید شمس العارفین شمس الدین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سید صالح بن سید عبدالرزاق بن حضرت پیران پیر کرمشائخ کبرار سے تھے. علوم ظاہری و باطنی سے ماہر اور صاحب عشق و محبت. ذوق و شوق اکثر آپ کو استغراق رہا کرتا تھا. حضرت کے والد بغداد سے ہندوستان میں آکر بدایون میں مسکن گزین ہوئے. اس وقت حضرت خورد سال تھے. بعدہٗ آپ کے والد نے انتقال کیا اور بدایون میں دفن ہوئے. چونکہ حضرت مرید اپنے پدر کے تھے، ان کے انتقال کے بعد اپنے چچا سے تکمیل کی اور عبادت حق میں مشغول ہوئے. عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ بارہ بارہ برس کا ایک چلّہ کیا کرتے تھے. ایک بار ایک غار میں حالت استغراق میں ایک پتھر سے پشت لگائی. ستّر برس بیٹھے رہے. جب بامر رب وہاں سے باہر آئے. کھال چپکی ہوئی پتھر سے وہیں رہ گئی. لباس قلندرانہ رکھتے تھے. بہت باہیبت تھے. عمر شریف ڈھائی سو برس کے قریب تھی. خوب تحقیق ہے کہ جب حضرت کی عمر سو برس کی ہوئی اس وقت آغاز ریش مبارک کا ہوا، سواری میں اکثر شیر رہا کرتا تھا. بجائے تازیانہ کے مار سیاہ رکھتے تھے.

نقل ہے کہ حضرت غار سے باہر آئے تو وہاں سے چل کر اس جگہ آئے جہاں آپ کا حجرہ ہے. پہلے یہاں دریا تھا. آپ کنارے دریا کے آبیٹھے، بوجہ ہیبت اور عظمت کے ہر کسی کا ہیاؤ نہ پڑتا تھا کہ حضرت کے روبرو آسکے اور متصل جو آبادی تھی اس میں قوم دہول آباد تھی، ان کی مستورات جو پانی بھرنے آئیں حضرت کو دیکھ کر خوفناک ہوئیں اور اپنے مردوں سے شکایت کی. انھوں نے آکر حضرت کو دوسری جگہ بٹھایا، آخر کسی وجہ سے وہاں سے بھی بار دیگر اٹھایا. آپ کو جو جلال آیا اپنا عصا زمین پر مارا اور فرمایا کہ اے دریا مجھ کو جگہ دے. فوراً وہاں سے دریا ہٹ گیا، کسی قدر زمین نکل آئی. آپ نے وہاں تین میخیں گاڑیں. ایک چوب نیب کی، دوسری چوب بڑ کی تیسری کسی پہاڑی درخت کی.

تینوں اسی وقت ہری ہوئیں، جن میں دو درخت ہنوز باقی ہیں، ایک خشک ہوگیا۔ اور شیخ داؤد چونی وال کہ آپ کے برادر زادہ تھے، ان کے گھر آپ کی دعا سے بہت اولاد ہوئی۔ حضرت صاحبِ سلسلہ ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۵ شوال ۹۷۳ھ میں بعہدِ اکبر اعظم ہوئی۔ مزار حجرہ شریف میں ہے۔

ذکر حضرت مخدوم جی قادری قدس سرہٗ

آپ متوطن بداپون اور بالکل تارکِ دنیا تھے۔ شیخ عبدالوہاب سے نقل ہے کہ بوجہ کبرسنی کے اٹھنا بیٹھنا دشوار تھا مگر بعد نمازِ تہجد کے صبح تک کھڑے رہ کر ایک قرآن ختم کرتے۔ وفات حضرت کی ۹۷۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد عبداللہ ربّانی بن سیّد محمد غوث گیلانی حلبی اوچی قدس سرہٗ

آپ علم معقول و منقول فرع و اصول سے ماہر اور عالم باعمل و متوکل و مرتبہ ولایت رکھتے تھے دنیا و اہلِ دنیا سے بے پروا، اور اوچ ہی میں مقیم تھے، آپ کی توجہ سے بہت سے باکمال ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۷۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد اسمٰعیل گیلانی بن سیّد عبداللہ ربّانی قدس سرہٗ

حضرت اولیائے عہد اور مرید اپنے والد کے تھے۔ جب حضرت کے کمال کا شہرہ ہوا، اکبر اعظم نے برائے زیارت آپ کو لاہور میں طلب کیا اور ایک ہزار بیگھہ پختہ زمین زرعی علاقہ فیروز پور میں آپ کی نذر کی۔ سبحان اللہ! بادشاہ و اُمراء تو حضرت سے رجوع تھے اور حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ہر وقت رجوع کیے ہوئے تھے، دنیا یا اہلِ دنیا کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۷۸ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار لکھی محلہ میں کہ جواب ویران ہے مقبرہ میراں شاہ محمد موج دریا بخاری اندرون احاطہ بی بی کلاں زوجہ محمد شاہ موج کے ہے اور حضرت کے تین پسر کامل وقت ہوئے۔ سید حاجی بہاؤالدین و سید بدرالدین و سید قطب الدین۔

ذکر حضرت سیّد حامد مشہور بہ حامد گنج بخش قدس سرہٗ بن سیّد عبدالرزاق بن عبدالقادر ثانی اوچی قدس اللہ اسرارہما

آپ مرید و صاحبِ سجادہ اپنے والد کے تھے اور نیز صاحبِ ولایت کہ فقر میں رتبہ بلند رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے شیخ زمن کہلاتے تھے اور حضرت کے ہزاروں مرید تھے بادشاہ آپ کے در پر آتے تھے، تمام عمر یادِ خدا میں صرف کی اور خود سید جمال الدین ابوالحسن موسیٰ کو اپنا جانشین کیا اور ۹۰۹ھ میں بمقام اوچ انتقال کیا، آپ کے خلفاء میں سے سید جمال الدین ابوالحسن موسیٰ و شیخ صغیر علیشاہ کہ ملتان سے سات کوس جانب غرب ان کا مزار ہے، مشہور ہیں۔

تیسرے شیخ داؤد کرمانی چونی وال قدس سرہ صاحبِ حال و قال و کشف کرامات کہ مجاہدہ شاقہ و ریاضتِ عظیم کے ہوئے تھے اور بہت نفس کش تھے، شام سے صبح تک کھڑے ہو کر یادِ معبود کرتے۔ کبھی تمام شب رکوع میں رہتے، کبھی تمام شب سجدہ میں پڑے رہتے جب کئی برس اس طرح پر گزرے تو دل ماسوا اللہ سے متنفر ہوا اور تفرقہ دور ہوا۔ اس وقت بارگاہ الٰہی میں رجوع کی کہ طریقہ بیعت کہ سنتِ نبی علیہ السلام ہے کس خاندان میں اور کس سے کروں، بشارت ہوئی کہ خاندانِ عالیہ قادریہ میں حامد گیلانی سے بیعت کر۔ چنانچہ حضرت حسبِ بشارتِ الٰہی خدمت سید حامد میں شرف اندوز ہوئے اور مرید ہو کر طریقہ سلوک قادریہ کی تکمیل کی، آخر خرقۂ خلافت پایا۔ اور صاحبِ ارشاد ہوئے، صاحبِ شجرۃ الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ داؤد کرمانی بن سید فتح اللہ کرمانی بن سید مبارک بن سید فیض اللہ باقی بن سید صفی الدین آدم بن سید تقی الدین احمد بن سید عبدالمجید بن سید عبدالحفیظ بن سید عبدالرشید بن سید ابوالقاسم بن سید ابوالمکارم بن سید ابوالمحاسن بن سید ابوالفیض بن سید ابوالفضل بن سید عبدالباقی بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالواہب بن سید ابوالبرکات بن سید محمد بن سید محمد ماہ بن سید شاہ محمد میر بن سید مسعود بن سید محمود بن سید ابوالاسعد بن سید داؤد بن سید ابوابراہیم اسمٰعیل بن سید محمد بن موسیٰ مبرقع بن حضرت امام موسیٰ رضا

رضی اللہ عنہ۔

حضرت دارا شکوہ قادری تحریر فرماتے ہیں کہ سید فتح اللہ عرب سے وارد ہند ہوئے اور رہلیب پور میں ٹھہرے، بعدہ قصبہ چونیاں کہ لاہور سے چالیس کوس ہے طرف جنوب کے وہاں آکر متوطن ہوئے۔ وہیں شیخ داؤد پیدا ہوئے یعنی بعد انتقال والد سے چھ ماہ پیچھے پیدا ہوئے۔ جب سنِ بلوغ کو پہنچے۔ مولانا اسمٰعیل شاگرد مولانا عبدالرحمٰن جامی سے علوم ظاہری حاصل کیے۔ جب عشق الٰہی پیدا ہوا، روحانیت حضرت غوث پاک سے تربیت پائی اور حضرت غوث پاک کے اشارہ سے سید حامد سے بیعت کر کے کامل ہوئے۔ اپنی مجلس میں ایسے حیران اور پریشان گھبرائے ہوئے بیٹھے تھے کہ گویا ان کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے یا معشوق کا انتظار ہے۔ کبھی یکا یک حالت طاری ہوتی جنگل میں نکل جاتے۔ کلمات حقائق بآواز بلند فرماتے کبھی ارشاد کرتے کہ عراق کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نفحۂ نفحاتِ الٰہی سے اس کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ اکثر عراق کی طرف بوجہ عشق حضرت غوث اعظم کے منتظر رہتے اور نہایت پابند سنت تھے، کوئی امر خلاف حدیث شریف کے زبان سے سرزد نہ ہوتا تھا۔ وفات حضرت کی ۹۸۲ھ میں ہوئی، مزار پُرانوار شیر گڑھ میں کہ متصل چونی کے ہے۔ ہزاروں کرامتیں تا حال ظاہر ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہر سال عرس شریف میں دور دور سے خلائق جمع ہوتی ہے۔ پہر بھر رات رہے روشنی روضہ عالیہ کی گُل ہو جاتی ہے اور تجلی نورانی ظاہر ہوتی ہے جس کو تمام خلائق دیکھتی رہے سکتے ہیں کہ پہلے روئے مبارک کی زیارت ہوا کرتی تھی۔

ذکر حضرت شیخ بہلول دریائی قدس سرہٗ

آپ اولیائے پنجاب سے ہیں۔ صاحب تقویٰ وریاضت وعبادت وخوارق کہ تمام عمر سیاحی میں بسر فرمائی اور صاحب گروہ بھی ہیں، آپ کے فقیر بہلول شاہی کہلاتے ہیں۔ بعض فقیر بہلول شاہی سہروردی مشہور ہیں، وہ اپنا سلسلہ اس طرح ملاتے ہیں کہ بہلول دریائی

مرید شاہ لطیف اللہ کے، وہ مرید شیخ نصیر الدین قریشی سہروردی کے اور جو فقیر خاندان قادریہ سے نسبت کرتے ہیں وہ اپنا سلسلہ اس طرح ملاتے ہیں کہ شاہ بہلول مرید شاہ لطف اللہ برکی کے، وہ مرید شیخ جمال اللہ حیات المیر زندہ جاوید کے، وہ مرید حضرت غوث اعظم کے۔ اور شاہ بہلول دریائی نے خرقۂ تبرک حیات المیر زندہ جاوید سے بھی حاصل کیا تھا، عمر آپ کی دراز ہوئی ہے۔ حقیقۃ الفقراء میں کہا ہے کہ آپ نے سیاحی میں بہت بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ اور بعد انتقال مرشد کے برائے حل بعض مقامات ولایت نجف اشرف میں حاضر ہو کر روضۂ متبرکہ حضرت شیر خدا پر دو سال معتکف رہے اور جاروب کشی سے مشرف رہے۔ جب مطلب بر آری ہو گئی وہاں سے کربلائے معلّٰی میں حاضر ہو کر تین ماہ روضۂ سید الشہداء علیہ السلام پر معتکف رہ کر نعمت ہائے گوناگوں سے مشرف ہو کر کعبہ میں آ کر حج کیا، بعدہٗ مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر بغداد میں آئے، روضۂ عالیہ غوثیہ پر ایک سال معتکف رہے، بعدہٗ برائے حصول افادہ مشرف ہو کر روضہ حضرت امام موسیٰ رضا پر حاضر ہوئے۔ ایک شب معاملہ میں امام برحق نے فرمایا کہ فلاں جگہ فلاں غار میں ایک مجذوب ہے اس کی خدمت میں جا کر اپنا حصہ قادریہ لے۔ آپ وہاں سے بخوشی تمام اس غار پر آئے، دیکھا کہ اکیلے وہ بزرگ مراقبہ میں ہیں اور چند خادم جدا ایک جگہ پر ہیں، انھوں نے خدام سے استفسار حال کیا، انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار ہر روز مراقبہ سے سر اٹھاتے ہیں، ایک روز حالت جلال ہوتی ہے۔ جو روبرو آتا ہے جل جاتا ہے وہ آج کا دن ہے۔ ایک روز نظر جمال ہوتی ہے۔ جو روبرو آتا ہے قطب وقت ہو جاتا ہے، آپ نے اس روز تو تامل کیا، دوسرے روز جب شیخ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور ان پر نظر پڑی اسی وقت ان کو مقامات قطبیت کھل گئے، ان درویش کو لوگ مرد حق کہتے تھے۔ وفات شاہ بہلول دریائی کی ۱۰۳۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ابو اسحٰق قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ داؤد کرمانی چونی وال کے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں یگانۂ عصر ریاضت اور مجاہدہ، تقویٰ اور سخاوت میں شہرۂ آفاق، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ صاحب کرامت وخوارق کہ بادشاہ ابو المعالی حاکم کرمان

آپ کا مرید تھا، آخر وقت میں لاہور آکر محلہ مغلاں میں کہ محلہ پیر عزیز نیرنگ مشہور ہے، سکونت پذیر ہوئے اور ہدایت طالبانِ حق میں مشغول رہ کر ۵ محرم ۹۸۵ھ میں وفات پائی اور اپنے مکان میں دفن ہوئے، وہیں آپ کے صاحبزادگان کے مزار بھی ہیں، آپ کا مقبرہ نیرنگ سے جانبِ شرق کے ہے۔

ذکر حضرت سید میر میراں بن سید مبارک حقانی گیلانی

آپ مرد صالح و بزرگ عالم اور سخی، اور صاحبِ کرامات و ولایت تھے۔ مرید اپنے والد کے، آخر اوچ سے آکر لاہور میں ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپ کی ذات بابرکات سے فیضانِ ظاہری و باطنی جاری رہا ہزاروں مرید ہوئے اور ۹۸۶ھ میں انتقال کرکے گورستان لاہور میں دفن ہوئے۔

ذکر حضرت شاہ معروف چشتی قادری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ فریدالدین گنج شکر کے تھے۔ اول اپنے پدر سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں مقاماتِ سلوک طے کیے، بعدہ سید مبارک گیلانی بن سید محمد غوث حلبی کی خدمت بابرکت میں بمقام لکھی جنگل میں پہنچے، لوگوں نے پاس جانے کو منع کیا کہ آدمی کی تاب نہیں جو ان کے پاس جاسکے، یہ نہ مانے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مراقبہ میں تھے مگر نور باطن سے ان کا آنا معلوم فرماکر سر اٹھایا اور متبسم ہوکر ان کو دیکھا۔ انھوں نے قدموں پر سر رکھا۔ تین روز بے ہوش رہے۔ جب ہوش آیا مرید ہوئے۔ بعد تکمیل کار غوثیہ کے خرقہ سے مشرف ہوکر شاہ معروف سے مخاطب ہوئے اور طریقہ نوشاہی کے امام ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۸۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید محمد نور بن سید بہاؤالدین شیر گیلانی قدس سرہٗ

آپ صاحب سجادہ اپنے پدر عالی قدر کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں فرد، فقر میں شانِ عالی رکھتے تھے اور نواسے شاہ کمال بخاری کے تھے۔ جس وقت حضرت کے والد نے رحلت فرمائی آپ وہاں موجود نہ تھے، بعد چند روز کے جب آپ آئے تو دیدارِ والد سے مشرف ہوئے

تمام اقربا، وغیرہ کو حکم دیا کہ کوئی پاس نہ آوے۔ مگر وہ معمار کہ جس نے قبر مبارک کھودی تھی چھپ رہا تھا۔ جب آپ نے کفن چہرہ مبارک پدر سے اٹھایا اور زیارت کی، معمار کی نظر جو پڑی اسی وقت نابینا ہو گیا۔ بعد چند روز کے جب آپ نے مقبرہ بنوانا چاہا تو عمدہ معمار کی تلاش ہوئی۔ وہی نابینا معمار حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر میں بینا ہو جاؤں تو اچھی طرح کام بناؤں، آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جب تک تو کام کرے گا بینا رہے گا۔ بعدہٗ اندھا ہو جایا کریگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دن کو بینا اور رات کو نابینا ہو جاتا تھا۔ جب کام ختم ہوا، پھر کچھ نہ دکھائی دیا۔ وفات حضرت کی ۹۵۰ھ میں ہوئی، مزار قصبہ چونی میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ قمیص قدس اللہ سرہٗ العزیز

حضرت فرزند سید ابی الحیات گیلانی بن سید تاج الدین محمود بن سید جلال الدین احمد بن سید شاہ داؤد بن سید جمال الدین علی بن ابی صالح نصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث پاک۔ یہ حضرت صاحب سلسلہ اور گروہ ہوئے ہیں کہ ان کے فقیر قمیصیہ کہلاتے ہیں، پہلے سکونت حضرت کی ملک بنگالہ میں بمقام قصبہ سالورہ خضرآباد میں تھی اور تجرید اور تفرید کے ساتھ بسر فرماتے تھے۔ بعدہٗ نعمت اللہ نام ایک بزرگ تھے انھوں نے اپنی لڑکی سے حضرت کا نکاح کیا، بعدہٗ شہرۂ کمال آپ کا بلند ہوا، ہزاروں مرید ہوئے، بہت سے خلیفہ ہو کر اطراف عالم میں پھیلے۔ وفات حضرت کی ۲ ذیقعدہ ۹۹۲ھ میں ہوئی۔ مزار سالورہ میں ہے۔ بعد آپ کے سید عبدالرزاق خلیفہ آپ کے سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت سید اسمٰعیل بن سید ابدال قدس سرہٗ

آپ صاحب حال و قال و باکمال گزرے ہیں۔ قلعہ رہتور میں رہتے تھے۔ اولاد سے حضرت غوث پاک کی ہیں، اولاد غوث پاک سے پہلے حضرت ہی کے دادا ہندوستان میں تشریف لائے، ذات بابرکات سے فیض عام جاری ہوا۔ اور بعض کاملین ہند نے آپ سے بیعت کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا مثل شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی چشتی نظامی و شیخ محمد حسن و شیخ امان پانی پتی چشتی، یعنی تینوں خلیفہ آپ کے مجمع البحرین

مشہور ہیں سلسلہ آپ کا اس طرح پر ہے ، سید اسمٰعیل بن سید ابدال بن سید نصیر بن سید محمد ابن سید موسیٰ بن سید عبدالجبار بن ابی صالح نصیر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث اعظم اور سلسلہ درویشی بھی آپ کے خاندان میں دست بدست چلا آیا ہے ۔ وفات حضرت کی ۹۹۴ھ میں ہوئی ۔ مزار رہٹور کے قلعہ میں ہے ۔

ذکر حضرت سید اللہ بخش گیلانی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے سید عبدالقادر ثانی کے تھے ۔ ہمراہ برادران لاہور میں آکر مقیم ہوئے ۔ مقتدائے شریعت کہلاتے تھے ۔ ہزاروں کو ہدایت فرمائی اور ۹۹۴ھ میں وفات ہوئی ۔ ملک بنگالہ کے کسی دیہہ میں آپ کا مزار ہے ۔

ذکر حضرت شیخ خضر سیوستانی قادری قدس سرہٗ

آپ شیخ وقت اور صاحب تجرید اور تفرید اور تارک الدنیا اور اہل دنیا سے بے پرواہ اور ہمیشہ قبرستان میں تنہا رہا کرتے تھے ، وقت اشتہاء کے سوکھے پتے درختوں کے کھا کر ایام گزاری کرتے اور کپڑا فقط ایک تہ بند رکھتے تھے ، ایک تنور بنا رکھا تھا اس کو گرم کرکے اس کے اندر بیٹھ کر عبادت کرتے ۔ شہر اور گاؤں میں قدم نہ رکھتے تھے ۔ جانوران صحرائی آپ کے ہم جلیس رہتے تھے ۔ موسم گرما میں گرم پتھر پر بیٹھ کر بھی مستغرق رہا کرتے تھے ۔ حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حاکم سیوستان برائے زیارت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ وقت دوپہر کا اور موسم بھی گرم تھا آپ ایک سل پر مراقبہ میں تھے اس نے اپنا سایہ حضرت پر ڈالا ، آپ نے معلوم فرما کر چشم وا کی اور فرمایا کہ تو کون ہے ، اس ویرانہ میں کیوں آیا ہے ؟ اس نے عرض کی کہ زیارت کو آیا ہوں جو ارشاد ہو خدمت بجالاؤں ، آپ نے فرمایا کہ اپنا سایہ مجھ پر سے دور کر اور جہاں سے آیا ہے چلا جا ۔ جس کے سر پر خدا کا سایہ ہے اس کو دوسرے کے سایہ کی حاجت نہیں ۔ اس نے پھر منت کی کہ کچھ تو کار فرمایئے ، ارشاد ہوا کہ اگر کچھ کار ہوگا تو دیکھا جائے گا ۔ اس نے پھر عرض کیا کہ وقت عبادت کے میرے واسطے دعا کیجیے گا ۔ فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ میں اس وقت تجھے یاد کروں ، سوائے اللہ تعالیٰ کے مجھ کو دوسرے کا خیال ہو ۔ یہ حضرت

مرید شاہ سکندر کے وہ مرید شیر الاولیاء خواجہ حاقی کے، وہ مرید سید علی قادری کے وہ مرید شاہ جمال مجرد کے وہ مرید سید لعل شہباز کے، وہ مرید شیخ ابو اسحٰق ابراہیم کے، وہ مرید شیخ مرتضیٰ سبحانی کے، وہ مرید شیخ احمد بن مبارک کے، وہ مرید حضرت غوث الثقلین کے، وفات حضرت کی ۹۹۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید شاہ نور حضوری لاہوری بن سید محمود حضوری غوری قدس سرہٗ

حضرت فاضل روزگار درویش بلند اقتدار مرید اپنے والد کے اوران کے ہم پلہ تھے جو کوئی آپ کا مرید ہوتا، اول ہی شب کو دیدار نبوی سے مشرف ہوتا۔ وفات حضرت کی ۹۹۷ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ

بن سید حامد گنج بخش گیلانی کہ درویش عالی مقام و عالی ذوی الاحترام و ہدایت میں یگانہ روزگار تھے۔ اپنے عہد میں شیخ پنجاب تھے اور زیارت رسولِ مقبولؐ و حضرت غوث پاک سے مشرف ہوتے تھے روحانیت غوث پاک سے فیضان حاصل تھا۔ اور روحانیت سید عبدالقادر ثانی سے بطریقہ اویسی فیض حاصل کیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۰۱ھ میں ہوئی۔ یعنی راہ ملتان میں گولی سے شہید ہوئے۔

ذکر حضرت سید حسین قدس سرہٗ

آپ درویش کامل اور صحبت یافتہ بزرگان اور سفر کردہ کہ طوس سے آکر دہلی میں فوت ہوئے۔ قلعہ پھتوار میں زیر مسجد قوت الاسلام قریب دروازۂ جنوبی آپ کا مقبرہ ہے، اب وہ امام ضامن کی درگاہ مشہور ہے۔ یہ حضرت کھیتی کرتے تھے۔ اپنے عضو تناسل کو کاٹ کر پھینک دیا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۰۰۳ھ میں ہوئی۔ دہلی کہنہ میں زیر مسجد قوت الاسلام مقبرۂ عالی ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی الحسنی المدنی قدس سرہ

آپ مرید شیخ علی بن حسام الدین متقی کے تھے مگر مجمع البحرین تھے کہ خاندان چشتیہ و قادریہ میں اجازت یافتہ تھے۔ آپ بمقام منڈوی خانہ شیخ ولی اللہ کہ کامل روزگار تھے پیدا ہوئے۔ بعدہٗ آپ کے والد برہان پور میں تشریف لائے، یہ صغیر سن تھے کہ ان کے والد نے انتقال کیا ان میں خوردی میں عشق الٰہی پیدا ہوا کہ ملک گجرات و سرندیپ کی سیر کرتے ہوئے بیس برس کی عمر میں کعبہ میں پہنچ کر شیخ علی متقی کے مرید ہو کر مقاماتِ سلوک طے کیے اور شیخ کے کمالات میں ایک کتاب لکھی جس کو شیخ بہت عزیز رکھتے تھے اور بارہ برس مکہ معظمہ میں خدمت مرشد میں رہے۔ باقی اٹھائیس برس مکہ میں گزار کر حج کیے۔ بعد انتقال پیر کے گجرات میں آ کر لواحقوں سے ملے پھر کعبہ کی طرف مراجعت کی اور حج کیا۔ بعدہ پچاس برس کی عمر میں متاہل ہوئے اور فتوحات بدرجہ غایت ہونے لگا، جو آتا سب کو لقمۂ مساکین کرتے۔ اہل خانہ کو برائے سد رمق دیتے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ فرماتے ہیں، ایک بار میں ہمراہ اپنے والد کے سفر میں تھا۔ راستہ بھول کر ایسے جنگل میں پہنچے کہ جہاں کچھ نہ تھا۔ مجھ پر بھوک اور پیاس غالب ہوئی۔ میں اس وجہ سے رونے لگا، والد نے میری تسلی کی کہ اب پانی اور کھانا آتا ہے۔ اس میں شام ہو گئی۔ بوجہ خوف جانورانِ صحرائی کے ہم دونوں درخت پر چڑھ گئے، تمام رات گذری۔ صبح ہم نے دیکھا کہ چشمۂ شیریں ہے اس پر ایک پیرمرد کھڑا ہے۔ اس نے مجھ کو دیکھ کر دو روٹی گرم بغل میں سے نکال کر دیں۔ ہم نے ان کو کھایا پیا۔ اس پیرمرد نے فرمایا کہ قریب گاؤں ہے وہاں جا کر آسودہ ہو۔ ہم اس گاؤں میں گئے۔ مگر مجھ کو اس پیرمرد کے دیکھنے کا پھر شوق ہوا۔ جب میں اس درخت کے نیچے گیا جہاں شب کو رہا تھا نہ وہاں چشمہ دیکھا نہ وہ پیرمرد ملا۔ میں حیران ہوا شاید وہ خضر علیہ السلام تھے۔ چنانچہ ایک بار کاتب الحروف اور ایک بزرگ دونوں ہم سفر تھے۔ اتفاق سے دو شبانہ روز کھائے ہوئے گزر گئے تھے۔ تیسری شب کو ایک جنگل میں زیر کوہ مجوس کا ایک معبد دیکھا وہاں چاہ بھی تھا یہ موقع دیکھ کر ہم اس چاہ پر ٹھہرے کھانا تو وہاں کہاں تھا

مگر پانی پینے کو جی چاہا۔ پانی بہت سرد تھا۔ برف پڑتی تھی۔ جب ڈولچی چاہ میں ڈالی تو پانی بہت دور تھا۔ رسی چھوٹی تھی۔ میں نے پجاری سے کہا کہ اگر رسی دو تو ہم پانی پی لیں۔ اس نے کہا تپ چڑھ رہی ہے رسی میرے زیر پلنگ ہے۔ میں اٹھ نہیں سکتا۔ مجبوراً تمام شب اس چاہ پر پیاسے پڑے رہے۔ جب پہر بھر رات رہی وہاں سے چل دیے کہ اتنے میں روز روشن ہوا۔ بوجہ سردی کے چلنا مشکل سے جاتا تھا۔ ادھر بھوک کی اذیت تھی۔ تیمم کر کے ہم دونوں نے نماز صبح ادا کی اور چلے تو راستہ بہت تنگ تھا۔ دونوں طرف جھاڑی تھی میں آگے تھا میں نے دیکھا کہ ایک جھاڑی پہ تین روٹیاں رکھی ہیں۔ ان کو دیکھ کر جی چاہا کہ ان کو اٹھا لوں مگر دل میں خیال آیا کہ نہ معلوم یہ کس قوم کی ہیں اور یہ بزرگ کہیں گے کہ ذرا سے امتحان میں یہ صبر نہ کر سکا۔ یہ سوچ کر آگے بڑھا اور وہ بزرگ اس جگہ پر آئے ان کی نظر بھی ان روٹیوں کی طرف پڑی انھوں نے مجھے بلایا اور کہا یہ اٹھالو۔ میں نے ان سے کہا کہ نہ معلوم کس کی ہیں پاک ناپاک۔ انھوں نے وہ اٹھا کر مجھ سے کہا کہ یہ رحمتِ خدا ہے۔ دیکھو گھی سے چپڑی ہوئی ہیں۔ ابھی گھی ان کا جما بھی نہیں ہے اور یہاں دور دور آبادی کا نشان بھی نہیں معلوم ہوتا۔ نہ راہ میں کوئی مسافر ملا۔ میں نے جو دیکھا کہ بیشک گھی ان کا جما نہ تھا۔ اٹھاتے ہی سردی سے جم گیا۔ جب اور تھوڑی دور گئے۔ ایک نالہ ملا اس کو ہم دیکھ کر بہت خوش ہوئے میں اس میں نہانے لگا۔ وہ بزرگ برائے رفع حاجت گئے وہاں سے جو آئے ایک درخت مرچ کا لے کر آئے اس میں پانچ مرچیں تھیں ہم دونوں نے شکرِ پروردگار ادا کیا اور ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی کھائی۔ تو وہ روٹیاں چنے کے آٹے کی تھیں بیشک اللہ تعالیٰ بعد امتحان کے اپنے بندوں کی ضرور امداد فرماتا ہے۔ سیر و سفر میں ایسے ایسے مقام پر خبر لی کہ اگر ان کو لکھوں تو ایک بڑی کتاب تیار ہو۔ آمدم برسر مطلب شیخ عبدالوہاب متقی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مسافر تھا۔ میرا گزر شہر ملیبار میں ہوا۔ وہاں قاضی عبدالوہاب شافعی خدمتگزار فقرا تھا۔ مجھ کو بھی فقیر شکل دیکھ کر میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اگر اس شہر میں کوئی صالح درویش ہو تو میں اس سے ملوں۔ قاضی نے کہا کہ یہاں ایک بزرگ صاحب کرامات و خوارق ہیں، مگر شراب پیتے ہیں۔ میں اس وجہ سے ان سے نہیں ملتا۔ پس دوسرے روز میں

Marfat.com

ان بزرگ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ اونچے ٹیلہ پران کا مکان ہے۔ دو تین آدمی اور بھی رہتے تھے۔ جب قریب گیا دیکھا کہ بہت مرد وعورت ان کے پاس بیٹھے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر مرحبا کہا اور خوش ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد دورِ شراب شروع ہوا مجھ کو بھی اشارہ کیا کہ پی۔ میں نے کہا یہ حرام ہے اس کا پینا ناجائز ہے، بہت کچھ انھوں نے کہا۔ جب میں پینے پر راضی نہ ہوا تو کہا کہ خیر دیکھ تجھ کو کیا پیش آتا ہے۔ میں وہاں سے رنجیدہ ہو کر اٹھا، اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک باغ نمونہ بہشت ہے۔ میں نے اس میں جانا چاہا، دیکھا کہ وہی مرد شرابی کھڑا ہے۔ پیالہ شراب کا اس کے ہاتھ میں ہے مجھ سے کہنے لگا کہ اگر شراب پی تو باغ میں جا ورنہ ممکن نہیں۔ صبح جب میں بیدار ہوا، لاحول پڑھی۔ پھر جب سویا وہی صورت پیش آئی۔ میں نے توجہ جناب سرورِ عالم کی طرف کی اور پھر جو میں سویا جناب سرورِ عالم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور عصا ہاتھ میں ہے۔ روبرو حاضر ہوا، وہ مرد شرابی بھی آیا۔ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے عصا اس مرد کی طرف ڈالا، فرمایا کہ کتا ہو جا اے نابکار، اسی وقت وہ کتا ہو گیا اور وہاں سے بھاگا، پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اس کو نکال دیا کہ وہ اس شہر میں بھی نہ رہے گا۔ صبح جب میں بیدار ہوا اس کے مکان پر جا کر دیکھا کہ وہ اسی شب کو بھاگ گیا تھا۔ میں نے شکر پروردگار ادا کیا۔ وفات شیخ عبدالوہاب متقی کی ۱۰۰۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبدالوہاب بھاکری قدس سرہٗ

فرزند سید عبدالرزاق بھاکری ماہر علوم دینی و دنیوی، جامع کمالات صوری و معنوی اور مرید اپنے والد کے تھے تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہ کر ۹۹۸ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت سید میر ابراہیم حسینی اوچی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ بہاؤالدین قادری کے، صاحب علم و تصرفات ظاہری و باطنی رکھتے تھے۔ آپ کے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۲۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد حسن قادری جونپوری

آپ صاحب ولایت جونپور ہیں، خاندان چشتیہ میں مرید اپنے والد شیخ حسن کے تھے اور بزرگانِ چشتیہ سے بھی فیض تھا۔ جب آپ حج کو گئے وہاں خاندانِ قادریہ میں شیخ عبدالوہاب کے مرید ہوئے اور کئی برس کعبہ میں رہے۔ پھر دہلی میں آئے۔ ۲۷ رجب ۹۴۴ھ میں وفات پائی۔ مزار متصل بجمنڈل اپنے والد کے مزار کے پاس ہے۔

ذکر حضرت سید صوفی بن سید بدرالدین بن سید محمد اسمٰعیل گیلانی قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب شریعت و معرفت تھے جو آپ کا مرید ہوتا تھا کامل ہوجاتا تھا لاہور میں کوس شریعت آپ کا چند روز خوب بجا، آخر ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت سید کامل شاہ لاہوری قدس سرہٗ

آپ ولی مطلق و شیخ محقق تھے۔ مرید شیخ الہ داد مداری کے ہوکر خرقۂ خلافت حاصل کیا اور بعہد دولت . . . اکبر اعظم حسب طلب بادشاہ لاہور میں آکر موضع بابو سالو کے جنگل میں ٹھہرے۔ ہزاروں آپ کے مرید ہوئے، وفات حضرت کی ، صفر ۱۰۰۰ھ میں ہوئی اور بجائے اقامت دفن ہوئے، بعدہٗ نواب عبدالرحیم خان جرنیل سلطانی نے آپ کا مقبرہ بنانا چاہا، شب کو خواب میں اس سے فرمایا کہ میرا مزار خام رہے گنبد نہ بنانا۔

ذکر حضرت شیخ حسین لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ بہلول دریائی کے تھے۔ صاحب ذوق و شوق و وجد و سماع اور اپنا طریقہ ملامتیہ رکھتے تھے۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ کلس رائے کایستھ نے کہ باشندہ لاہور کے تھے۔ عہد فیروز شاہ میں مسلمان ہوکر شیخ عثمان نام پایا اور کار بافندگی کا کر کے ایام گزاری کرتے تھے۔ ان کے متعلقان عثمان ڈھڈا کہلاتے ہیں اور کاروبار بُننے کا کرتے ہیں۔ شیخ حسین ۹۴۵ھ میں شیخ عثمان نومسلم کے گھر پیدا ہوئے۔ جب سات برس کے

ہوئے ۔ حافظ ابوبکر لاہوری سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا، تین برس میں حافظ ہوئے انھیں دنوں میں شیخ بہلول دریائی لاہور میں آکر مسجد حافظ ابوبکر میں ٹھہرے اور شیخ حسین کو دریا سے پانی لینے بھیجا کہ پانی قریب مسجد مذکور کے ٹکسالی دروازہ کے باہر بہتا تھا جب شیخ حسین پانی لائے شاہ بہلول نے وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضوء ادا کر کے شیخ حسین کے واسطے دعا کی کہ الٰہی اس بچہ کو عارف اور اپنا عاشق کر۔ پس اس وقت عمر اُن کی دس برس کی تھی۔ شاہ بہلول سے بیعت کی۔ چونکہ رمضان تھا۔ شاہ بہلول نے شیخ حسین کو امام کیا اور ان سے قرآن سُنا۔ اور چند سال کی کوشش میں ان کو باکمال کر کے قصبہ جند یوٹ کہ لاہور سے سات کوس اور شاہ کی سکونت کی جگہ تھی چلے آئے۔ شیخ حسین نے ۲۶ برس ریاضت اور مجاہدے میں گزارے۔ دن کو کنارے دریا راوی پر جنگل میں، شب کو روضہ شیخ علی مخدوم گنج بخش ہجویری پر بسر کرتے تھے، ایک روز بوقت شب مزار پُر انوار پہ یہ تنہا تھے کہ مخدوم ظاہر ہوئے اور مہربانی شیخ کے حال پر فرمائی۔ اسی وقت یہ روشن ضمیر ہو گئے، تمام مقامات کھل گئے۔ نقل ہے کہ ایک روز شیخ حسین تفسیر مدارک کا سبق شیخ سعد اللہ لاہوری سے پڑھ رہے تھے۔ وما الحیوٰۃ الدنیا کے معنی دریافت کیے اُستاد نے احسن طور پر تفسیر بیان کی۔ شیخ نے کہا کہ مجھ کو قال سے کچھ مطلب نہیں میں طلبگار حال کا ہوں۔ یہ کہہ کر مست جام حال ہوئے اور مسجد سے اٹھ کر کودنے لگے اور گانے لگے۔ کتاب چاہ میں ڈال دی، اس حرکت سے اور درویش ان کو ملامت کرتے لگے آپ چاہ پر آئے اور فرمایا کہ اے پانی! کتاب ڈالنے کی وجہ سے درویش مجھ کو بُرا کہتے ہیں۔ میری کتاب مجھ کو واپس دے۔ اسی وقت وہ کتاب پانی کے اوپر آگئی، آپ نے اس کو لے کر درویشوں کو دی۔ وہ کتاب بھیگی تک نہیں تھی، اس روز سے آپ نے اپنا طریقہ ملامتیہ کر لیا۔ ڈاڑھی مونچھ منڈا کر جام ہاتھ میں لے کر ملامت کو پسند کیا اور دیوانہ وار کبھی مسجد میں کبھی میخانہ میں کبھی کوچہ و بازار میں کبھی ہنستے کبھی روتے پھرا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ آج دریائے راوی کی سیر کریں گے، انھوں نے کہا کہ مرغن کھانا کھلواؤ تو چلیں، آپ نے منظور کیا اور سب مل کر موضع منڈیاں والہ میں آئے کہ جو دریا سے

قریب تھا۔ بہار خان سردار موضع نے آپ کے یاروں کو پکڑ کر پابہ جولاں کیا اور ان سے کہا کہ امساکِ باراں ہے۔ جب تک پانی نہ برسے گا، میں ان کو نہ چھوڑوں گا اگرچہ بہار خان خادم الفقراء تھا۔ مگر یہ حیلہ برائے بارش اس نے کیا تھا آپ اپنے یاروں کے پاس گئے اور فرمایا کہ معاملہ برعکس ہوا کہ کھانے کے بدلے قید ہوئی۔ بعدہٗ بہار خان کے پاس آئے اور فرمایا کہ اس حیلہ سے پانی برسنا ممکن نہیں بلکہ آگ برسے گی۔ مگر ہاں جو کھانا مرغن شیر و شکر میرے یاروں کے آگے لا کر دعوت کرے تو کیا عجب ہے کہ پانی برسے یہ سن کر بہار خان بہت محبت سے پیش آیا اور انواع و اقسام کے کھانے لا کر ان کے یاروں کے روبرو رکھے اور بہت مدارات سے پیش آیا۔ جب آپ نے اپنے یاروں کو خوش دیکھا منہ طرف آسمان کے کر کے کہا کہ الٰہی حسین اپنے یاروں سمیت خوش ہے اس وقت لازم ہے کہ باران رحمت بھیج کہ ان کے دل خوش ہوں۔ اسی وقت پانی برسنا شروع ہوا۔ ایسا برسا کہ تمام جنگل بھر گئے۔ نقل ہے کہ آپ کے کسی دشمن نے شہنشاہ اکبر اعظم سے شکایت کی کہ حسین نامی فقیر لاہور میں ہے۔ ڈاڑھی مونچھ منڈاتا ہے۔ سرخ لباس پہنتا ہے اور ایک لڑکا مادھو نام ہے اس سے محبت رکھتا ہے اس کا ہاتھ پکڑ کر ڈھول پر ناچتا ہے۔ ایسی حرکات کر کے دعویٰ ولایت رکھتا ہے۔ شہنشاہ نے یہ سن کر ملک علی کوتوال کے نام فرمان نافذ فرمایا کہ حسین کو پابہ جولاں کر کے حاضر حضور کرے۔ فرمان کے پہنچتے ہی کوتوال نے اپنے پیادوں کو حکم دیا کہ شیخ حسین کو گرفتار کر کے لاؤ۔ حضرت لاہور میں موجود تھے۔ بدستور پھرا کرتے تھے مگر کوتوال کے پیادے نہ پا سکے۔ ایک روز کوتوال شہر عبداللہ رہزن کو کہ قوم بھٹی سے تھا، حسب الحکم بادشاہ قتل گاہ میں لے جاتا تھا۔ خلق کا بہت ہجوم تھا اسی ہجوم میں شیخ بھی ملے۔ کوتوال نے ان کو گرفتار کیا اور جیل خانہ میں بھیج کر پابہ جولاں کیا اسی وقت بیڑی شکستہ ہوئی۔ یہ کرامات دیکھ کر کوتوال نے کہا اے حسین! جادو کے زور سے تو نے زنجیر توڑی اگر میں چاہوں تو دونوں پیروں میں بیڑیاں ڈال کر بادشاہ کے پاس بھیج دوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں ابھی تیرے بدن میں آہنی میخیں ٹھک جائیں اور تو اسی صدمہ سے مرے اتفاقاً

جو فرمان عبداللہ کا تھا اس میں لکھا تھا کہ وقتِ قتل جو عبداللہ کہے وہ لکھ کر ہمارے پاس ارسال کرے۔ چنانچہ عبداللہ نے خوب گالیاں دی تھیں۔ پس کوتوال نے من و عن وہ گالیاں تحریر کر کے ارسال حضور کیں۔ حضور بملاحظہ ان الفاظ سے سخت رنجیدہ ہوئے اور ناظم لاہور کے نام حکم ہوا کہ کوتوال کی مقعد میں لوہے کی میخ ٹھونک کر ماریں۔ کُل مال قُرق کریں، عیال و اطفال کو قید کریں۔ چنانچہ ناظم نے تعمیلِ حکم کی۔ فرمانا شیخ کا درست آیا۔ بعد کوتوال کے بادشاہ نے شاہ حسین کو اپنے طور پر اپنے پاس بلایا۔ جب آپ روبرو بادشاہ کے گئے، ایک ہاتھ میں صراحی ایک میں جامِ شراب تھا۔ بادشاہ نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ تم مرید خاندانِ قادریہ کے ہو اور یہ حال ہے۔ حسین نے صراحی میں سے ایک جام بھر کر بادشاہ کے ہاتھ میں دیا۔ بادشاہ نے جو دیکھا تو اس میں سرد پانی تھا، دوسرا جام دیا تو وہ شربت سے بھرا ہوا تھا، تیسرا جام جو دیکھا تو وہ دودھ سے لبریز تھا۔ بادشاہ نے دوسری صراحی شراب کی منگا کر حسین کے ہاتھ میں دی انھوں نے بدستور جام بھر کر دیا تو وہ سرد پانی تھا۔ دوسرے میں شربت، تیسرے میں دودھ۔ پھر بادشاہ نے برائے امتحان ان کو قید خانہ میں بھیجا کہ اگر یہ کامل ہے تو قید اس کو مانع نہیں۔ پس ان کو قید خانہ میں روانہ کر کے بادشاہ داخلِ محل ہوئے، دیکھا کہ حسین بادشاہ بیگم کے پاس کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر قید خانہ میں دریافت کرایا وہاں ان کو نہ پایا پس اپنے کیے سے بادشاہ تائب ہوا اور چندے ان کو اپنے پاس رکھ کر خدمات بجا لا کر فیضِ قادریہ حاصل کیا اور آپ کی صحبت کی وجہ سے اصلاحِ ظاہری سے بے پروا ہو کر اصلاحِ باطنی میں کوشاں رہے اور قیوداتِ ظاہری کو بالکل چھوڑ دیا تھا قاعدہ ہے کہ شیخ کامل جس طریق پر ہوگا اس کا طالب بھی وہی طریقہ اختیار کرے گا۔

نقل ہے کہ حاجی یعقوب متوطن مدینہ تھے، انھوں نے شیخ حسین کو مدینہ میں معتکف دیکھا اور دوستی پیدا کی۔ جب وہ بطریق سیر ہندوستان میں آئے اور جب لاہور میں پہنچے۔ شیخ حسین کو بازار چوک میں مست اور متوالا دیکھ کر متعجب ہوئے، ایک سے دریافت کیا اس نے کہا کہ اس کو حسین کہتے ہیں یہ لاہور ہی کا رہنے والا ہے یہ سن کر حسین کے پاس گئے اور کہا کہ تو وہی ہے جو مدینہ میں معتکف تھا۔ یہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر

جب انھوں نے آنکھیں بند کیں۔ حضرت کو اسی لباس سے مدینہ میں معتکف پایا۔ یہ کرامت دیکھ کر حاجی یعقوب مرید ہوئے۔

نقل ہے کہ مخدوم الملک قاضی لاہور میں چلا جاتا تھا آپ کو دیکھا، ڈھول پر ناچ رہے ہیں، یہ دیکھ کر وہ برہم ہوا اور آپ کو تکلیف دینی چاہی، آپ نے جھپٹ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر فرمایا کہ قاضی ارکان اسلام کے پانچ ہیں، اول کلمہ توحید و اقرار رسالت احمد مجتبیٰ علیہ السلام اس میں ہم تم دونوں شریک ہیں۔ نماز اور روزہ کو میں نے ترک کیا اور حج وزکوٰۃ کو تو نے ترک کیا، تعزیر صرف حسین کے واسطے کیوں ہے۔ یہ سن کر قاضی ہنسا اور چلا گیا۔

لکھا ہے کہ آپ کے خادم قریب نو ہزار کے تھے۔ بعض ایک لاکھ کہتے ہیں مگر سب ولی ہوئے اور آپ کے سولہ خلفاء گزرے ہیں جن میں چار غریب کہلاتے ہیں جو یہ ہیں:۔ شاہ غریب بمقام اقی ٹھٹھ وزیر آباد سے تین کوس، دوسرے شاہ غریب موضع ملکوی والا ضلع وزیر آباد میں ہیں، تیسرے شاہ غریب اچیلا پور، دکن ہیں، چوتھے شاہ غریب لاہور میں متصل مزار حضرت کے۔ اور چار دیوان کہلاتے ہیں۔ اول مادھو دیوان لاہور میں، گورکھ دیوان لاہور میں، بخشی دیوان بیجا پور میں، اللہ دیوان لاہور میں، مگر مادھو محبوب ترین خلفاء سے تھے۔ تین خاکی کہلاتے ہیں۔ اول ہملا بخش خاکی لاہور میں، دوم خاکی شاہ وزیر آباد میں، سوم حیدر بخش خاکی دکن میں۔ چار بلاول کہتے ہیں۔ اول شاہ رنگ بلاول، دوم بدھو، سوم شاہ بلاول کہ یہ تینوں گرد روضہ حضرت میں آسودہ ہیں۔ چہارم شاہ بلاول دکن میں۔ وفات حسین کی سلخ جمادی الثانی ۱۰۰۸ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسین قادری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالوہاب کے تھے۔ خاندان چشتیہ سے بھی فیض یافتہ تھے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ کنارہ دریائے نربدا کے اکثر جگہ جنگل اور پہاڑ ہے۔ ایک مقام پر سر راہ پر شیر آ گیا تھا۔ اس نے راستہ بند کر رکھا تھا، آپ کا بھی وہاں گزر ہوا، شیر کا حال سن کر ایک ہاتھ میں چادر لپیٹی، ایک میں کارد لیا۔ اور اس

جھاڑی میں کہ جہاں شیر تھا، گھس کر شیر کو پکڑ کر کارد سے ہلاک کیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نعمت اللہ سرہندی قدس سرہٗ

آپ مرید اول میر بالا میر لاہوری کے تھے۔ نقل ہے کہ ایک سوداگر مع اپنے فرزند کے خدمت شیخ میں آیا اور عرض کی کہ راہ میں چور میرے پیسے لے گیا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے سوداگر بچہ سے کہا کہ فلاں گنبد میں تو نے پیسے رکھے ہیں۔ جلد لاکر اپنے باپ کو دے۔ وہ یہ سنکر قدموں پر گرا اور مبلغان لاکر باپ کے حوالے کیے۔ ایک بار ایک شخص نے عرض کیا کہ میری ایک باندی تھی خوبصورت، میں اس کا عاشق ہوں۔ وہ گم ہوگئی۔ کچھ تجویز بتایئے جو وہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ سر راہ فلاں جگہ جا بیٹھ، ایک گاڑی آوے گی، اس کے پردہ کے پاس جاکر کہنا کہ لے کنیز باہر آ۔ وہ مل جائے گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی کنیز مل گئی۔ وفات حضرت کی بعہد نورالدین جہانگیر بادشاہ ۱۰۱۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ بدر گیلانی قدس سرہٗ

حضرت شاہ بدر گیلانی بن سید شرف الدین بن سید یحییٰ بن سید علاؤالدین علی بن شمس الدین محمد بن سید شہاب الدین احمد بن علاؤالدین علی ثانی بن سید قاسم بن سید یحییٰ تاتاری بن سید احمد متقی بن سید ابی صالح بن سید ابی نصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث پاک کہ مرد صاحبِ ولایت اور پیر طریقت کہ عہد سلطان اکبر اعظم لاہور میں آئے۔ ساکنانِ پنجاب سے ہزاروں مرید ہوئے۔ خوارق و کرامات آپ سے بہت ظاہر ہوئے۔ وفات حضرت کی ۲ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ میں ہوئی۔ مزار موضع مستانہ علاقہ پٹیالہ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ شمس الدین قادری لاہوری

یہ حضرت خلیفہ شیخ ابواسحاق قادری کے تھے اور عالم باعمل و عارف مکمل اپنے عہد میں یگانۂ روزگار تھے۔ لاہور میں آپ کو بہت فتوح

تھا۔ یہاں تک کہ حضرت جہانگیر بادشاہ بھی معتقد ہوئے۔ جس کے بارے میں جو بادشاہ کو تحریر فرماتے بادشاہ اسی طرح کرتے تھے۔ اس ذریعہ سے ہزاروں کی کار برآری ہوئی۔

ذکر حضرت سید جیو عبدالقادر ثالث قدس سرہٗ

آپ اولیائے وقت اور صاحبِ ولایت تھے اور مرید اپنے والد سید محمد غوث بالا پیر صاحب ست گھرہ کے۔ کہ بعد انتقالِ پدر تمام ہندوستان کی سیر کرکے بزرگانِ وقت سے افادہ حاصل کیا۔ بعدہٗ لاہور میں آکر شہر سے باہر محلہ رسول پور آباد فرما کر ہدایتِ خلق میں مشغول ہوئے۔ اور وہیں ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی۔ مزار آپ کا مشہور ہے آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں، بڑی بی بی کلاں کہ میراں محمد شاہ موج بخاری سے بیاہی گئی تھیں اور بی بی دولت کا نکاح سید نظام الدین بن سید میر میراں بن سید مبارک ابن سید محمد غوث سے ہوا۔

ذکر حضرت سید خیر الدین ابوالمعالی قادری کرمانی قدس سرہٗ

فرزند سید رحمت اللہ بن سید فتح اللہ کہ ولی کامل اور صحیح النسب سادات کرمان سے تھے۔ صاحبِ کرامات وخوارق وزہد وتقویٰ بعد تکمیل کسب قادریہ کے خرقۂ خلافت حاصل کیا، مرید اپنے برادرزادہ اور شیخ داؤد شیر گڑھی کے تھے، بعدہٗ لاہور میں آکر راستہ میں جہاں ٹھیرے، باغ چاہ، تالاب تیار کرایا وہ عمارت ہنوز موجود ہیں اور لاہور میں ہزاروں مرید ہوئے، ایک یہ کرامات تھی کہ جو آپ سے بیعت کرتا اسی شب کو زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوتا یا زیارت غوث پاک سے مشرف ہوتا۔ حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ملاشاہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بار میں ہمراہ اپنے اخوند ملا نعمت اللہ کہ عالم عامل وفقیر کامل تھے۔ حضرت کی زیارت کو آئے۔ ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ حضرت کے ایک مرید نے تسبیح نذر کی، میرے دل میں آیا کہ اگر مجھ کو دیں تو خوب ہو۔ جب ہم چلنے لگے۔ مجھ کو اپنے روبرو بلا کر فرمایا کہ یہ تسبیح اپنی خواہش کے موافق لے، اگر ہو سکے تو اس پر سو بار درود پڑھا کر مجھے تجھے اور مالک تسبیح کو بہت ثواب ہوگا، اخوند نعمت اللہ سے

روایت ہے یعنی آخوند کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھ کو غوث پاک سے نہایت محبت اور ارادت ہے۔ آیا غوث پاک کو بھی میری ارادت کی خبر ہوگی یا نہ ہوگی۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنگل میں سر برہنہ کھڑا ہوں اور حضرت غوث پاک نے دستار سفید مجھ کو عطا کی اور فرمایا کہ میں تیرے حالات سے واقف ہوں۔ صبح جب میں بیدار ہوا، شاہ ابوالمعالی نے مجھ کو طلب کر کے دستار سفید عنایت کی اور کہا کہ یہ وہی دستار ہے جو شب کو غوث پاک نے مجھ کو دی تھی اور شاہ ابوالمعالی صاحب دیوان اور صاحب تصانیف بھی ہیں۔ چنانچہ بوجہ عشق حضرت محبوب سبحانی کے تحفۃ القادریہ تحریر کی کہ مشہور کتاب ہے۔ ولادت حضرت کی بروز دوشنبہ دسویں ذی الحجہ ۹۶۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں موتی دروازہ کے باہر ہے عیدین کو ہزاروں آدمی زیارت کرتے ہیں۔

ذکر حضرت میاں نتھا شاہ قادری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ میاں بالا پیر لاہوری کے تھے۔ تمام عمر خدمت مرشد میں رہے اور حالت استغراق میں بھی پاس رہتے تھے۔ ایک روز ایک درویش جونپور سے آپ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے، اور کس کام کو آیا ہے؟ اس درویش نے کہا کہ آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ فرمایا مجھ کو دیکھ۔ اس درویش نے کہا کہ آپ کے نام اور حال وغیرہ سے بھی خبردار ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نام میرا نتھا اور قوم تیل نکالنے والا اور میاں میر صاحب کا ادنیٰ خادم ہوں اور حال میرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کنجیاں عالم جبروت و ملکوت و لاہوت کی میرے ہاتھ میں دی ہیں۔ میں جب چاہتا ہوں، در ملکوت کھول کر داخل ہوتا ہوں، اسی طرح جبروت اور لاہوت میں جاتا ہوں۔ حضرت داراشکوہ جد راقم سکینۃ الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ درخت اور پتھر وغیرہ نباتات و جمادات سب حضرت سے گویا ہوتے تھے اور اپنے اپنے فوائد اور خواص بیان کیا کرتے تھے۔ آپ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ ایک روز گنبد میں تشریف فرما تھے۔ باہر آنا چاہتے تھے کہ آواز سنی کہ ایک ساعت ٹھہر، آپ نے کہا کہ تو

کون ہے اور منع کرنے کا کیا باعث ہے۔ پھر آواز ہوئی کہ میں گنبد ہوں اور منع اس واسطے کرتا ہوں کہ باراں بکثرت آویگی، باہر جانے سے تم کو تکلیف ہوگی۔ یہی گفتگو تھی کہ بارش ہوئی ایک روز یہ چلے جاتے تھے۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک چوہا مرا پڑا ہے آپ نے اس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا تو اس حال سے راستہ میں پڑا ہے۔ اٹھ اور اپنی جگہ جا۔ وہ اسی وقت زندہ ہوکر روانہ ہوا۔ ایک بار میاں میر صاحب نے آپ سے پوچھا کہ تم اب کہاں مشغول رہتے ہو؛ آپ نے فرمایا کہ موضع چہرہ کے باغ میں مشغول رہتا تھا اور وہاں جو بہت سے درخت تھے اور تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ کہتے تھے ان کے شور سے خلل آتا تھا، اب خلیفہ جنید کے محلہ میں ایک کونہ میں مشغول رہتا ہوں، یہ سن کر میاں میر نے تبسم کرکے فرمایا کہ دیکھو یہ تیلی کا بچہ کہاں تک پہنچا ہے، کیا کہتا ہے۔ ایک روز میاں میر و میاں نتھا و ملا سیالکوٹی سایہ دار حجرہ میں بیٹھے تھے کہ ہوائے تند چلی اور بارش آئی۔ میاں میر نے فرمایا کہ اب ناچار یہاں سے اٹھنا پڑا۔ میاں نتھا نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں بارش اور ہوا کو آپس میں ٹکرا دوں تا مطلع صاف ہو جائے۔ یہ بات میاں میر صاحب کو ناگوار گذری اور فرمایا تو اظہار کرامات اور خود فروشی کرتا ہے۔ یہاں سے اٹھ کر حجرہ میں چلے جانے سے کیا نقصان ہے۔ کارِ الٰہی میں ہم دخل دیں بے ادبی ہے کہ فعل المحمود محمود ہے۔

لکھا ہے کہ آپ ناخواندہ تھے مگر جو سامنے آتا اس کو بخوبی پڑھ لیتے تھے وفات حضرت کی ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار قرب مزار میاں میر کے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو میاں میر صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ رونق فقیر خانہ میاں نتھا لے گئے اور خادمان کو وصیت فرمائی کہ بعد مرنے کے مجھ کو بھی میاں نتھا کے پاس دفن کرنا۔

ذکر حضرت حاجی مصطفٰے سرہندی قدس سرہٗ

آپ صاحب زہد اور تقوٰی اور قانع و قامع نفس میاں میر صاحب کے مرید تھے۔ ہر وقت سکر اور استغراق رہتا تھا، ایک بار آپ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب رکوع میں جھکے استغراق غالب ہوا کہ رکوع میں رہ گئے۔ جو مقتدی تھے وہ دوسری بار اپنی نماز ادا کرکے چلے گئے، آپ سات روز رکوع میں رہے۔ وفات

حضرت کی ۱۴ صفر ۱۰۳۹ھ بروز چہار شنبہ ہوئی ۔

ذکر حضرت سیّد عبدالوہاب گیلانی قدس سرّہٗ

آپ تعلیم یافتہ عبدالقادر گیلانی ثالث کے تھے لاہور میں رہتے تھے، شیخِ وقت کہلاتے تھے، ہزاروں مرید تھے ۱۰۳۷ھ میں انتقال ہوا۔

ذکر حضرت سیّد شیخ عبداللہ قدس سرّہٗ

آپ اولاد سے غوث پاک کی تھے اور مرید اپنے والد سید عمر کے تھے اور پابند طریقہ غوثیہ اور قدسیہ کے تھے۔ پندرہ برس کی عمر سے شوقِ درویشی ہوا بغداد سے نکل کر ہندوستان میں آکر تحصیل علوم کر کے موضع ٹھٹھ نواح دہلی میں مقیم ہو کر ہدایتِ خلق میں مشغول ہوئے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ جب تک آپ زندہ رہے کبھی اس موضع میں چوری یا اور کوئی ظلم نہ ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مُلّا حامد قادری قدس سرّہٗ

آپ قرآن پڑھنے میں لاثانی تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی اور رموزِ طریقت اور حقیقت سے خوب ماہر تھے۔ پہلے یہ میاں میر صاحب کے منکر تھے بعدہٗ مرید ہو کر کمال معتقد ہوئے۔ بعدہٗ ترک درس فرما کر عبادتِ معبود میں مشغول ہوئے تھوڑے ہی دنوں میں بکمال ولایت پہنچے۔ آخر ۱۰۴۴ھ میں بتاریخ ۷ رمضان وفات پائی۔ مزار روضہ میاں میر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد میر مشہور بہ میاں میر بالاپیر قادری لاہوری قدس سرّہٗ

آپ مشائخ نظام قادریہ، عاشق غوثیہ اور خلیفہ شیخ حضرت سیوستانی قادری کے تھے آپ کے والد کا نام قاضی سامیدۃ بن قاضی قلندر فاروقی اور آپ کی والدہ بی بی فاطمہ بنت قاضی قارن اور نسب والا حسب حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب سے منتہی ہوتا ہے آپ شہر سیوستان میں ۹۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ آپ کی سات برس کی عمر تھی جو یتیم ہوئے۔ پانچ برس میں تحصیلِ علوم ظاہری سے فارغ ہوئے۔

پہلے ان کے والد نے ان کو بطریقہ قادریہ تلقین و تعلیم فرمائی، بعدہٗ پہاڑ سیوستان پر جا کر شاہ خضر سیوستانی کے مرید ہو کر کار بہ تکمیل پہنچا کر خرقۂ خلافت حاصل کیا اور حسب اجازت پیر روشن ضمیر لاہور میں آئے اور حضوری روحانیت حضرت غوث پاک سے مشرف ہوئے۔ پھر تمام عمر جب چاہتے تھے حضوری سے مشرف ہوتے تھے۔ شب کو نہ سوتے، دن کو نہ کھاتے۔ صائم رہتے، تیسرے روز افطار کرتے، بعدہٗ ایک ماہ کے بعد افطار کرنے لگے تھے۔ حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ کے بھائی سیوستان سے لاہور میں آئے اس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا، ان کو اپنے حجرہ میں بٹھایا، آپ نے باغ میں جا کر وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کر کے دعا کی کہ الٰہی! میں بے کس بے دیار رویار ہوں۔ سوا تیرے میرا کون ہے۔ مہمان آیا اور میرے پاس کچھ نہیں جو اس کی خدمت کروں آپ دعا میں تھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ ایک شخص کھانے کا خوان لیے تیرے در پر منتظر ہے۔ آپ اپنے حجرہ پر آئے، دیکھا تو خوان کھانے کا موجود ہے۔ آزندہ خوان نے وہ آپ کے روبرو رکھا، دیکھا تو اس میں کھانا اور کچھ نقد ہے۔ اس نے کہا اس وقت جو تم نے چاہا تھا کھانا اور نقد موجود ہے، اگر اور حاجت ہو تو ارشاد کیجیے کہ اور آجاوے آپ نے شکر پروردگار ادا کیا اور برادر کے ہمراہ کھانا نوش فرمایا۔ نقل ہے کہ نورجہاں بیگم زوجہ جہانگیر بادشاہ کہ مذہباً اثنا عشری تھیں، ایک بار بمقام اکبر آباد بادشاہ سے کہا کہ آپ مجھ پر بہت ہی مہربان ہیں، میرا مذہب کہ جو حق ہے اس کو کیوں قبول نہیں فرماتے بادشاہ نے فرمایا کہ جاناں جان دادم نہ کہ ایمان۔ نور جہاں نے کہا کہ آپ نے ہم کو بے ایمان سمجھا۔ میں جو پابند اس مذہب کی ہوں تو اس وجہ سے کہ یہ مذہب حق ہے۔ باقی اور مذاہب میں افراط تفریط ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کی سند کیا ہے، نورجہاں نے کہا اس کو تحقیق کیجیے، حق اور ناحق کھل جائیگا۔ یعنی مشہد مقدس سے ہمارے مذہب کے امام کو طلب فرما کر اپنے مذہب کے علماء سے مباحثہ کرا لیجیے، جو حق ہو اس کی پیروی کیجیے الغرض ایک امیر اثنا عشری مشہد مقدس کو گیا۔ وہاں سے ایک عالم کہ جو وقت اور یگانہ روزگار تھا اور مذہب اثنا عشری کا امام مانا جاتا تھا۔ باعزاز تمام لے کر روانہ ہندوستان ہوا

ادھر نور جہاں کے کہنے سے بادشاہ نے تمام صوبہ داروں کے نام فرمان جاری کر دیے تھے کہ فلاں مجتہد مشہد سے آتے ہیں، جہاں پہنچیں ان کی تعظیم و تکریم میں اور ضیافت اور مہمانداری میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا جاوے اور ہر صوبہ امرائے شہر و علمائے شہر و فقراء سمیت استقبال کرے اور جو خدمات مجتہد صاحب کی بجا لاوے اس سے حضور کو مطلع کرے۔ الغرض جب مجتہد قریب لاہور کے آئے کہ صبح لاہور میں داخل ہوں گے صوبہ دار لاہور نے میاں میر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ صبح مجتہد صاحب لاہور میں داخل ہوں گے۔ پیشوائی میں آپ کو بھی چلنا ہوگا، آپ نے فرمایا کہ فقیر کو معاف رکھیے، صوبہ دار نے کہا میں مجبور ہوں، بادشاہ کا حکم اسی طرح ہے، اگر آپ نہ گئے اور خبر بیگم صاحبہ کو ہوئی تو خوف ہے کہ کچھ فساد اٹھے۔ مصلحت یہی ہے کہ حضرت بھی تشریف لے چلیں۔ حضرت نے مصلحتاً قبول فرمایا۔ صبح تمام اہالیان لاہور نے مجتہد کا استقبال کیا۔ جب مجتہد کی نظر روئے منور میاں میر پر پڑی، صوبہ دار لاہور سے کہا کہ ان حضرت کی تعریف کیجیے صوبہ دار نے کہا کہ آپ عالم اور درویش ہیں۔ مجتہد نے آپ سے مصافحہ کیا اور صوبہ دار سے کہا کہ میرے اترنے کے واسطے مکان حضرت کی خانقاہ کے قریب درست ہونا چاہیئے۔

الغرض قریبِ خانقاہ ایک مکان آراستہ کیا گیا۔ اس میں مجتہد فروکش ہوئے، دوسرے روز صبح تمام خلائق کہ مجتہد کی مشتاق تھی، میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ہم مجتہد کا وعظ سننا چاہتے ہیں مگر یہ آپ کے ذریعہ سے میسر ہوگا۔ حضرت نے ہر چند عذر کیے مگر جب وہ لوگ نہ مانے آپ ان کے ہمراہ قیام گاہِ مجتہد پر آئے۔ مجتہد نہایت تعظیم سے پیش آئے۔ آپ نے مجتہد سے فرمایا کہ مخلوقِ لاہور آپ کی زبان دُربیان سے کچھ سننا چاہتی ہے اور یہ فقیر بھی مشتاق ہے۔ مجتہد نے کہا میں آپ کا مشتاق ہوں، آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ غلبہ کثرتِ رائے پر ہوا کرتا ہے، الغرض چوکی بچھی اور مجتہد صاحب نے اس پر جلوہ افروز ہو کر موافق معمول اپنے مذہب کے اہل بیتِ رسول مقبول کی ثنا شروع کی۔ جب ذکر کربلائے معلیٰ کا آیا اس کی تعریف میں فرمایا کہ اے مؤمنین! اللہ تعالیٰ نے زمین کربلا کو وہ عظمت دی ہے کہ اس کے گرد بارہ بارہ کوس تک دوزخ کی آگ حرام ہے۔ اس پر میاں میر صاحب نے

سر اٹھا کر بآواز بلند فرمایا کہ اے حاضرین والا تمکین یہ بزرگی کربلا کی اس وجہ سے ہے کہ وہاں نواسے رسول مقبول لیٹے ہوئے ہیں سبحان اللہ! جائے غور ہے کہ جہاں خود وہ سرور عالم مع اپنے تینوں ستون دین کے آسودہ ہیں اس جگہ کے واسطے اگر کہا جائے کہ اس کے گرد دسو سو کوس دوزخ کی آنچ حرام ہے تو بجا ہے۔ یہ سن کر مجتہد صاحب چپ ہو گئے اور بسبب کسل راہ کے دردسر کا حیلہ کر کے چوکی سے اتر آئے۔ جلسہ برخاست ہوا۔ صوبہ دار لاہور سے کہا کر بادشاہ کو لکھ دو کہ مجھ کو آب و ہوا ہندوستان کی موافق نہیں۔ میں واپس جاتا ہوں۔ اس پر ہمراہی امیر نے کہ جو اُن کے مذہب کا تھا قطعی اس کا سبب اپنے طور پر پوچھا۔ مجتہد نے فرمایا کہ میاں میر جو فقیر آدمی ہے جس کو اپنے کار سے فرصت نہیں اس کی یہ کیفیت تم نے مشاہدہ کی چہ جائیکہ علماء ہند کہ جو میرے آنے کی خبر سن کر مہینوں اور برسوں سے محنت کر کے واسطے مباحثہ کے تیار ہیں ان سے گلو گزاری مشکل ہو گی، آخر مجتہد صاحب لاہور سے واپس پھر گئے۔ نقل ہے کہ میاں میر صاحب باغ زین خان میں مشغول عبادت تھے۔ ایک فاختہ درخت پر بیٹھی حق سرہٗ کہہ رہی تھی۔ ایک شکاری آیا اور اس کے ایک ایسا غلہ مارا کہ وہ مر گئی نیچے گری، شکاری نے اس کو اٹھانا چاہا، دیکھا تو وہ مر چکی تھی۔ اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا کہ اس مردہ فاختہ کو لا۔ جب وہ پاس لائے، آپ نے اپنا دست حق پرست اس پر لگایا وہ اسی وقت اڑ گئی اور اپنی جگہ جا بیٹھی اور بولنے لگی۔ شکاری نے جو پھر آواز سنی اور قریب اس کے آ کر غلہ مارنا چاہا۔ حضرت نے منع فرمایا۔ وہ نہ مانا اور غلہ چھوڑا، اسی وقت اس کے ہاتھ میں سخت درد اٹھا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور لوٹنے لگا۔ آپ نے اس کے پاس جا کر فرمایا کہ اے بے صدہ، یہ درد تیری بے دردی کا ثمرہ ہے۔ میں نے منع کیا، تو نہ مانا۔ وہ شخص بہت رویا۔ قدم بوسی کی اور شکار سے توبہ کی۔ حضرت نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا وہ اچھا ہوا اور درد بالکل جاتا رہا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مرید ہوا اور مرتبہ اعلیٰ پر پہنچا۔ حضرت میاں میر صاحب کے انفاس پاک کو اللہ نے وہ تاثیر بخشی تھی کہ آپ کا دم کیا ہوا پانی کیسے ہی سخت بیمار کو پلاتے اسی وقت اس کو شفا ہوتی، گو نگا گویا ہوتا۔ جس کو

شکایت ضعف بصر ہوتی اس پانی کے لگانے سے چشم روشن ہوتیں، ایک شخص اپنے پسر گنگ کو لے کر خدمت عالی میں آیا اور عرض کی یہ بولتا نہیں، آپ نے اس بچہ کی طرف توجہ فرما کر ارشاد کیا کہہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، اسی وقت اس نے بسم اللہ پڑھی۔ اور گویا ہوا اور تھوڑے دنوں میں قرآن حفظ کیا۔ نقل ہے کہ ایک بار آپ نے مہربان ہو کر رومال مستعمل اپنے خدمتگار کو دے کر فرمایا کہ تیرا جو بیمار ہو یا آسیب زدہ ہو اس کے سر پہ رومال لپیٹ دیا کرے۔ چنانچہ اس روز سے خادم کے ہاتھ سے ہزاروں کو شفا ہوئی۔ خوب اس کی دُکان گرم رہی، جو بیمار اس کے پاس آتا، وہ رومال عطیہ میاں میر اس کے سر پر لپیٹتا اس کو صحت ہوتی۔ ایک روز آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ درخت سرد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسم باری تعالیٰ سے تُو کونسا نام لیتا ہے۔ وہ درخت گویا ہوا کہ اسم یا نافع کی تسبیح کرتا ہوں۔ ایک روز حضرت صحن خانقاہ میں جلوہ افروز تھے اور بہت سے لوگ حاضر تھے کہ ایک مغل فقط تہ بند باندھے آکر حضرت کے روبرو بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا اور کچھ نقد پیش کش کیا۔ آپ نے نذر اس کی قبول فرما کر اس مغل کو دیکر فرمایا کہ گھوڑا خرید کر فلاں شاہزادہ کے پاس جا، نوکر ہو جائے گا۔ ایک درویش بہت دنوں سے بطمع زر خانقاہ میں پڑا تھا، کہنے لگا کہ آپ کبھی کسی کی نذر قبول نہیں فرماتے آج قبول کی تو ایک نئے آدمی کو اتنا مال دیدیا۔ ہم جو مدت سے امیدوار پڑے ہیں محروم رہے۔ ایسے گستاخانہ کلام کر کے وہ تو چلا گیا، آپ نے فرمایا کہ یہ دروغ گو ہے ایک سو ساڑھے بائیس درہم اس کے پاس ہیں وہ اس کے پاس سے گم ہوں گے۔ اور یہ ان کے غم میں مرے گا۔ اور تین جانیں اور جائیں گی۔ چنانچہ دوسرے روز اس کو حاجت غسل ہوئی۔ وہ غسل خانہ میں نہایا، کپڑے پہنے۔ ہمیانی وہیں چھوڑی۔ اور خدمت میاں میر میں آیا، آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ کمر کھول کر بیٹھ، اس نے جو کمر کھول کر دیکھا خالی پایا۔ وہاں سے گھبرا کر چلا، آپ نے فرمایا کہاں چلا؛ اس نے کہا غسل خانہ میں کچھ بھول آیا ہوں، جب غسل خانہ میں دیکھا ہمیانی نہ پائی۔ روتا ہوا حضرت کی خدمت میں آیا، اسی وقت شکم میں مروڑ اٹھا، خون کا دست آیا، پھر حضرت کے روبرو

گریہ وزاری کرنے لگا، آپ نے فرمایا کہ دریا پر جا وہاں ایک کشتی میں ایک درویش ہے اس سے اپنی ہمیانی لے لے، وہ جب دریا پر آیا، کشتی اور درویش کو دیکھا۔ دل میں کہنے لگا۔ یہ مزدور معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پاس ہمیانی کہاں۔ اس فقیر نے سر اٹھا کر کہا کہ اپنی ہمیانی لے اور بہت سی ہمیانیاں اس کے روبرو ڈال دیں۔ وہ اپنی ہمیانی لے کر آیا مگر دست جاری تھے۔ آخر مر گیا۔ دو شخصوں نے وہ ہمیانی لی، تیسرے کو جو خبر ہوئی اس نے ان دونوں کو زہر دیکر مارا۔ آخر وہ بھی بجرمِ قتل زہر خورانی بحکم صوبہ دار لاہور مارا گیا۔ جیسا ارشاد فرمایا تھا پورا ہوا۔ نقل ہے کہ حضرت شاہ جہاں بادشاہ لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ بروز جمعہ وقتِ صبح میاں میر صاحب کی زیارت کو آئے اور پچاس ہزار روپیہ پیش کش کیا۔ میاں میر صاحب نے قبول نہ فرمایا بادشاہ نے کہا کہ اہلِ خانقاہ کو تقسیم فرما دیجیے، آپ نے فرمایا کہ مالِ سلطنت مشکوک ہوتا ہے جس کو میں اپنے واسطے منظور نہیں کرتا، اس کو دوسرے بھائی مسلمانوں کے واسطے کس طرح منظور کروں۔ مجبوراً بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر ایک اور بزرگ لاہور میں تھے ان کے پاس گئے اور وہ روپیہ نذر کیا۔ ان بزرگ نے خدام سے فرمایا کہ رکھ لو۔ جب دوسرے جمعہ کو پھر بادشاہ میاں میر صاحب کے پاس آئے استفسار کیا کہ وہ روپیہ آپ نے قبول نہ فرمایا اور فلاں حضرت نے قبول کر لیا، آپ نے فرمایا کہ وہ درویش مثل دریا کے ہیں اور ہم مثل کوزہ کے ہوں کہ ناخن ڈوبے سے اس کا پانی مکروہ ہو جاتا ہے۔ الغرض یہاں سے رخصت ہو کر بادشاہ پھر ان درویش کے پاس گئے اور پوچھا کہ میری نذر آپ نے قبول کی اور میاں میر صاحب نے نہ قبول کی۔ اس میں کیا اسرار ہے، انھوں نے فرمایا کہ میاں میر صاحب کا اتقا بڑھا ہوا ہے۔

نور محمد خادم میاں میر سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ایک بار بالائے حجرہ تشریف فرما تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ نعلین اور کوزہ پانی کا میرے پاس رکھ کر جا سورہ، میں نے نعلین تو اوپر رکھ دی، کوزہ پانی کا رکھنا بھول گیا۔ جب پہر رات رہے میں بیدار ہوا مجھ کو یاد آیا کہ پانی برائے وضو نہیں رکھا۔ بس پانی لے کر اوپر گیا، دیکھا کہ حضرت نہیں ہیں۔ سمجھا کہ بیت الخلاء گئے ہوں گے۔ وہاں جا کر آواز دی، کچھ اشارہ نہ معلوم ہوا۔ ناچار چراغ روشن

کرکے تمام حجرے میں دیکھا کہیں نہ پایا۔ متحیر ہوا کہ اس وقت کہاں گئے ہوں گے کہ اتنے میں صبح ہوئی، حجرہ سے مجھ کو آواز دی کہ وضو کو پانی لا۔ میں پانی لے گیا اور بے اختیار ہو کر استفسارِ حال کیا۔ فرمایا کہ آج کی رات میں غارِ حرا میں تھا۔ وہاں عبادت کا بہت ثواب ہے۔ مگر یہ میرا راز تا حیات کسی سے نہ کہنا۔ نقل ہے کہ جن دنوں میں جہانگیر بادشاہ رونق افروز کشمیر تھے کسی بدگو نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرزا حسام الدین خلیفہ شاہ باقی باللہ کی شکایت کی۔ بادشاہ نے ان دونوں بزرگوں کو کشمیر طلب فرمایا۔ جب یہ صاحب لاہور میں وارد ہوئے۔ شیخ عبدالحق پریشان حال خدمت میاں میر میں آئے اور اپنا تمام حال عرض کیا۔ میاں میر نے فرمایا کہ تم کشمیر نہ جاؤ گے نہ تمہارا فرزند نورالحق کابل جائے گا اور نہ مرزا دہلی سے جدا ہوگا۔ چوتھے روز لاہور میں خبر مشتہر ہوئی کہ بادشاہ نے انتقال کیا اور نعش بادشاہ لاہور میں لاکر دفن کی گئی۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۱۰۳۲ھ کا ہے۔ نقل ہے کہ امرائے لاہور سے ایک نے اپنے مکان میں کنواں کھدوایا۔ پانی اس کا شور نکلا اس نے ایک کوزہ پانی اپنے چاہ کا حضرت کی خدمت میں ارسال کرکے تمام کیفیت عرض کرا بھیجی۔ حضرت نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پانی پر دم کرکے قدرے اس میں سے نوش فرماکر ارشاد کیا کہ یہ پانی اسی چاہ میں ڈال دیا جائے۔ وہ پانی پڑتے ہی پانی اس چاہ کا جو بے چاہت تھا شیریں اور قابلِ نوش ہوا۔ ایک بار آپ کے مرید محمد فاضل کا پسر مر گیا اس کو بہت غم ہوا۔ جب حضرت کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا غم مت کر، تیری عورت حاملہ ہے، اس نے اپنے گھر آکر دریافت کیا، معلوم ہوا کہ حمل ہے۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا، آپ نے اس کا نام محمد افضل رکھا اور فاضل سے فرمایا کہ تیری تقدیر پر لڑکی تھی۔ میں نے تین بار خدا سے دعا کی، اس نے قبول فرماکر تجھ کو لڑکا مرحمت فرمایا، لکھا ہے کہ حضرت کے تین برادر اور دو ہمشیرہ تھیں، ایک میاں قاضی، دوسرے قاضی عثمان، تیسرے قاضی طاہر، ایک بی بی بادی، دوسری بی بی جمال خاتون کہ عارفہ وقت تھیں۔ نقل ہے کہ ایک بار حضرت مع ملا شاہ اپنے خلیفہ کے سرہانے ایک قبر کے بیٹھے مشغول تھے۔ ملا صاحب نے کشف القبور سے عرض کیا کہ حضرت صاحبِ قبر کہتا ہے کہ میں جوانی میں مرا اور اپنے کردار کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں، تم عزیز میرے

سرہانے آئے۔ تعجب ہے کہ میں عذاب میں رہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ صاحب قبر سے پوچھ کہ تیرا عذاب کس طرح رفع ہو۔ ملا شاہ نے توجہ کی۔ پھر عرض کیا کہ وہ کہتا ہے، ستر ہزار کلمہ طیبہ کا ثواب اگر مجھ کو بخشا جائے تو میرا عذاب رفع ہو۔ حضرت نے تمام مریدوں اور یاروں کو طلب فرما کر باتفاق رائے سب سے کلمہ پڑھوا دیا۔ جب وہ پورا ہوا۔ ملا شاہ صاحب نے توجہ کرکے عرض کیا کہ صاحب قبر کہتا ہے کہ وہ عذاب اٹھ گیا۔ سبحان اللہ کیا حمیت اسلام تھی۔

نقل ہے کہ ایک فاضل ملا سنگی نام حضرت کے خادم تھے ایک بار حضرت نے ان سے فرمایا کہ ایک بار تم کو روستاق اپنے وطن میں ضرور جانا چاہیئے اور متعلقوں کی خبر لینی چاہیئے اگرچہ ان کا دل نہ چاہتا تھا مگر بہ تعمیل حکم جلد بدخشاں میں پہنچے، بعدہٗ بعد مغرب داخل روستاق ہوئے۔ جب گھر کے قریب پہنچے اور دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہیں، مشعل روشن ہیں۔ دیگیں پکی ہوئی تیار ہیں۔ آپ نے ایک سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ ملا سنگی ایک شخص تھا۔ بائیس برس ہوئے کہ ہندوستان میں چلا گیا۔ اب اس کے مرنے کی خبر آئی۔ بعد عدت کے اس کی اہلیہ کا دوسرا نکاح ہے۔ اتنے میں بعض اقرباء نے اسے پہچانا سے ملے۔ وہ معاملہ درہم برہم ہوا، ملا ایک مدت گھر میں رہے۔ فرزند تولد ہوا اور پھر خدمت میاں میر میں آئے۔ آتے ہی حضرت نے ارشاد کیا کہ ملا اگر ایک ساعت کی بھی دیر کرتے تو بہت مشکل ہوتی۔ ملا نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور شکریہ ادا کیا۔ واہ واہ کیا کرامات کیا ولایت تھی۔ نقل ہے کہ کسی شخص کی باندی کچھ مال لے کر فرار ہوئی۔ وہ مال بیگانہ تھا اس نے بہت تلاش کی۔ جب نہ ملی تو حضرت سے التجا کی، آپ نے فرمایا وہ تیرے گھر میں ہے۔ اس نے جو گھر جا کر دیکھا، باندی کو اپنے گھر میں پایا۔ اس نے سارا حال پوچھا، اس نے کہا میں بہت دور چلی گئی تھی۔ ابھی کسی نے میرا بازو پکڑ کر یہاں پہنچا دیا۔ میں حیران ہوں کہ اتنی دور کیونکر آ گئی۔ چنانچہ قلعۂ کانگڑہ مدت سے فتح نہ ہوتا تھا، ایک افسر فوج آپ کا مرید تھا اس نے عرضی دی۔ آپ نے عرضی کی پشت پر تحریر فرمایا کہ فلاں وقت تیرے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ۸۷ برس کی عمر میں بتاریخ ۷، ربیع الاول ۱۰۴۵ھ عہد حضرت شاہ جہان میں ہوئی۔ نواب وزیر خان اس وقت صوبہ دار لاہور تھے۔ مزار پُرانوار

لاہور میں مشہور حاجت روائے خلق ہے۔ چونکہ حضرت دارا شکوہ خلف شاہ جہان بادشاہ کو آپ کی خدمت میں ارادت تھی اس وجہ سے انھوں نے مقبرہ بنوایا۔ مشہور ہے کہ جب رنجیت سنگھ لاہور کا مالک ہوا، اس نے برائے تیاری گُردوارہ امرتسر کے تمام مکانات شاہی اور مساجد اور مقابر سے پتھر اتارکر امرتسر کو روانہ کیے جن کے ذریعہ گردوارہ تیار ہوا۔ اس کا قاعدہ تھا خود ہر مقام پر جاکر اپنے سامنے مسمار کراتا تھا۔ ایک روز مدد لے کر میاں میر صاحب کے مقبرہ پر گیا۔ حکم دیا معماروں کو کہ توڑو، قدرتِ خدا سے اس کا گھوڑا بگڑا اور یہ گرا، اٹھ کر ہنسا اور کہا کہ یہ بادشاہوں کے پیر کا مقبرہ ہے، اس کو نہ چھیڑو اور چھ سو روپیہ سالانہ برائے عُرس حضرت اپنے خزانہ سے مقرر کر دیے تھے۔ چنانچہ گورنمنٹ انگریزی بھی بدستور وہ روپیہ ہر سال دیتی تھی۔ خلفاء آپ کے بہت ہوئے ہیں، ان میں سے چند صاحبان کا ذکر تو ہو چکا ہے اور چند اصحاب کا ذکر آگے ہوگا۔ جو دیگر ممالک میں ہیں وہ معلوم نہیں، جو ہندوستان میں مشہور ہوئے وہ تحریر ہیں۔

ذکر حضرت سیّد غلام غوث و شاہ حاکم قدس سرّہما

یہ دونوں بزرگ کامل وقت اور صاحبِ کرامات گزرے ہیں، ان کے دادا سید ظہور الدین بخارا سے آکر اوچ میں متوطن ہوئے۔ اور داؤ گھاسی بن علی راؤ کہ امیر کبیر کبرٰی تھا سید صاحب کا مرید ہوا اور بمقام علی کنارہ راوی پر کہ لاہور سے چار کوس ہے سید صاحب کو لاکر رکھا۔ وہاں بہت قبولیت ہوئی ان حضرت کی دعا سے بہتوں کے اولاد پیدا ہوئی۔ امیر نظام الدین شاہ جہانی نے اولاد کے لیے استدعا کی آپ کی دعا سے اس کے اولاد ہوئی۔ وفات سید غلام غوث کی ۱۰۴۵ھ میں اور شاہ حاکم کی ۱۰۸۱ھ میں ہوئی۔ مزار دونوں بزرگوں کے موضع مذکورہ میں ہیں، آج تک کسی کی مجال نہیں کہ سر درختی خانقاہ سے مسواک تو توڑے۔ چنانچہ عہد حکومت رنجیت سنگھ میں وہ موضع راجہ دھیان سنگھ کی جاگیر میں تھا اس کے ملازمان سے کسی نے ان درختوں سے مسواک توڑلی، اسی وقت درخت میں سے خون جاری ہوا اور مسواک لینے والا آسیب میں مبتلا ہوا۔ بعد دو روز کے وہ شخص مزار پر آکر جبہ سائی کرنے لگا اور نذر قبولی۔ جب اچھا ہوا، تھوڑا زمانہ گزرتا تھا، کہ

دریائے راوی مزار سے قریب آ گیا تھا، آپ کی اولاد نے نعش ہائے سید غلام غوث و شاہ حاکم و سید عوض علی نبیرہ حضرت و سید صدرالدین پسر حضرت قبر سے نکالیں۔ تازہ پائیں، کفن بھی میلا نہ ہوا تھا۔

ذکر حضرت شاہ بلاول بن سید عثمان بن سید عیسٰی لاہوری قدس سرہٗ

آپ مشائخ پنجاب و اولیاء عہد و متشرع و صائم الدہر و قائم اللیل تھے۔ خرقۂ درویشی سید شمس الدین قادری لاہوری سے حاصل کیا تھا کہ وہ خلیفہ شیخ ابواسحٰق لاہوری کے تھے۔ صاحب محبوب الواصلین تحریر فرماتے ہیں کہ بزرگان شاہ بلاول ہرات سے ہمراہ ہمایوں بادشاہ ہندوستان میں آئے اور شیخوپورہ کہ لاہور سے بیس کوس ہے اس کی جاگیر میں دیا گیا تھا۔ شاہ بلاول اسی موضع میں تولد ہوئے۔ ولی مادر زاد تھے۔ آپ کی سات برس کی عمر تھی کہ آپ کا ہمجولی ایک لڑکا مر گیا، آپ اس کے سرہانے گئے اور فرمایا کہ یار بے وقت سونا نہ چاہیئے، اٹھ کہ ہم تم کھیلیں۔ اس لڑکے نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر ہمراہ حضرت کے چلا گیا۔ یہ سن کر آپ کے دادا سید عیسٰی نے آپ کو برائے تحصیل علوم لاہور میں بھیجا کہ آپ نے شیخ فتح محمد عالم کے زیر تعلیم رہ کر تھوڑے دنوں میں کمال حاصل کیا۔ بعدہٗ شوق الٰہی پیدا ہوا، کنارہ دریا پر شیخ شمس الدین سے ملے۔ شیخ نے بہ محبت ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو برائے اپنی معرفت کے پیدا کیا ہے۔ تم کو لازم ہے کہ میری صحبت میں رہو۔ تمھارے حصہ کو جو امانتاً میرے پاس ہے اس کو لو، یہ اسی وقت مرید ہوئے، کسب درویشی میں مشغول ہوئے، ایک بار شیخ شمس الدین کنارہ دریا پر ایک درخت کے نیچے سوتے تھے۔ شاہ بلاول خدمت میں ایستادہ تھے۔ ایک زمیندار آیا اور درخت پر چڑھ کر سوکھی لکڑیاں توڑنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ذرا توقف کر، جب پیر بیدار ہوں اس وقت لکڑیاں توڑنا۔ وہ نہ مانا۔ آپ نے اس کو تیز نظر سے دیکھا۔ فوراً وہ درخت سے گر کر مر گیا جب شیخ بیدار ہوئے اس کا حال دریافت کیا۔ آپ نے بے کم و کاست عرض کیا۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ ہم فقیروں کو غصہ نہ چاہیئے۔ جب تک تمھارا جلال فرو نہ ہو تم محلہ شاہ ابواسحٰق میں

حجرہ میں رہ کر قرآن پڑھا کرو۔ چنانچہ کئی سال آپ حجرہ میں رہے۔ اتفاق سے اس محلہ میں کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ نقال بدھائی لینے آئے، ناچنے گانے لگے۔ صاحبِ خانہ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ وہ بہت متفکر تھا، آپ نے اپنے حجرہ میں نورِ باطن سے اس کا حال دریافت فرما کر اپنی بدھنی لے کر حجرہ سے باہر آکر اس کے گھر میں پھینک دی کہ وہ ٹوٹ گئی۔ صاحبِ خانہ نے جو دیکھا تو وہ ٹکڑے سب سونے کے تھے۔ اس میں سے کچھ نقالوں کو دیا۔ باقی آسودہ ہوا۔ لکھا ہے کہ آپ کا لنگر خانہ دونوں وقت عام تھا۔ آپ لباس مکلف پہنتے تھے اور باورچی خانہ میں ہر قسم کے برتن تھے، ایک چور نے اسبابِ باورچی خانہ لینا چاہا اندھا ہوگیا، آخر ایک کونہ میں چھپ گیا۔ جب صبح ہوئی آپ نے داروغہ باورچی خانہ کو بلا کر فرمایا کہ ایک نابینا فلاں گوشہ میں بیٹھا ہے اس کو لاؤ اور دُونا حصہ اس کو دے کہ رات کا بھوکا ہے۔ داروغہ نے اس کو تلاش کر کے کھانا دیا اس نے منت کی کہ مجھ کو حضرت کے روبرو لے چلو۔ جب روبرو آیا تو التجا کرنے لگا۔ قدموں پر سر رکھا اور مرید ہو کر بینا ہوا۔ اور اوقات آپ کے اس طرح تقسیم تھے کہ صبح سے تابہ چاشت مراقبہ میں رہتے بعد اس کے کھانا تقسیم کراتے، بعد دوپہر قدرے قیلولہ فرماتے، بعدہٗ نماز ظہر با جماعت ادا کر کے حلقہ مریدوں کو توجہ دیتے۔ اس وقت خلقت کوزہ پانی کا لیے حاضر رہتی۔ بعد توجہ ان پر دم کرتے، اس پانی سے بیماروں کو شفا ہوتی، بعدہٗ حاجت مند آتے جن کے واسطے سفارش نامہ بنام بادشاہ لکھے جاتے اور تقدداد و دہش فرماتے، بعدہٗ تا مغرب عبادت میں مشغول رہتے۔ بعد مغرب روزہ کھولتے، نماز مغرب سے فارغ ہو کر اوائے نوافل کرتے۔ بعدہٗ روٹی کے ٹکڑے سے ساگ چولائی نوش فرماتے اور پھر تقسیم طعام فرماتے، بعد نماز عشاء خلوت میں تشریف لے جا کر تا وقت تہجد تین ختم قرآن کرتے۔ ایک بار شیخ ابوطالب دس ہزاری کہ حضرت کا مرید تھا آیا اور عرض کی کہ امساک باراں کی وجہ سے میرے دیہات جاگیر میں نہایت خرابی واقع ہے۔ حضور توجہ فرمائیں۔ حضرت نے یسین کر آسمان کی طرف دیکھا کہ ابر آیا اور اس کی جاگیر کے دیہات پر خوب پانی برسا۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۲ھ بتاریخ ۲۶ شعبان میں ہوئی۔ عمر حضرت کی ستر برس کی ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد عبدالقادر بخاری اکبرآبادی قادری قدس سرّہٗ

شیخ صاحبِ حال وقال وعالم باعمل وزاہدِ بے بدل اور تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے نصف شب تعلیم مریداں اور نصف شب عبادتِ پروردگار میں بسر فرماتے. سوائے قیلولہ نصف النہار کے نہ سوتے تھے. سنِ بلوغ سے تا حیات کبھی دن کو نہیں کھایا. وفات حضرت کی ۱۵۰ھ میں ہوئی. مزار شریف اکبرآباد میں ہے۔

ذکر حضرت مولینا شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی قدس سرّہٗ

آپ علماء عباد و فضلائے ذوی الاقتدار وعالم باعمل ومشائخ بے مثل کہ زہد اور ریاضت میں ثانی نہ رکھتے تھے. حضرت غوث پاک سے نہایت اعتقاد تھا. پہلے سید جمال الدین ابو حسن موسیٰ پاک شہید گیلانی خلف شیخ حامد گیلانی کے مرید ہو کر افادہ حاصل کیا اور خرقہ خلافت پایا اور شریعت وطریقت میں مقتدائے روزگار ہوئے. علم تفسیر اور حدیث کی قاضی عنایت سے تکمیل کی. عہد جہانگیر بادشاہ میں مقبولِ خواص وعوام ہوئے. بادشاہ بھی حضرت کو مانتے تھے اور بہت اعزاز فرماتے تھے آپ مستجاب فقراء وغرباء وعلماء بادشاہ سے جو کہتے اسی طرح بادشاہ عمل میں لاتے، نقد یا جاگیر جو کہتے مرحمت فرماتے اور شیخ احمد مجدد الف ثانی اور حضرت سے بابت تحریر مکتوبات شیخ احمد کے مباحثہ رہتا تھا آخر دونوں بزرگوں میں صفائی ہوئی اور بہت اخلاص بڑھا. وفات حضرت کی بعہد شاہ جہاں ۱۵۱ھ میں ہوئی. مزار پُر انوار دہلی میں کنارہ حوض شمسی کے مقبرہ عالی پر زیارت گاہ ہے۔
تھوڑا وقت گزرا ہے کہ ایک ولایتی بزرگ آپ کے مقبرہ میں رہتے تھے. ایک شخص نے ان سے کہا کہ میاں مولوی کے مقبرہ پر کیوں پڑے ہو. اس سے بہتر اور جگہ بتادیں. ان ولایتی نے کہا کہ وہیں دل لگ گیا ہے، اس وجہ سے پڑا ہوں. جب اس شخص نے بہت ہی اصرار کیا تو ایک روز ولایتی نے ان کو لے جا کر مقبرہ کے باہر ٹھہرایا اور کہا کہ چپ بیٹھے رہنا اس نے سنا کہ کوئی اندر مقبرہ کے بآوازِ بلند قرارت سے عمدہ لہجے کے ساتھ صحت

الفاظ سے قرآن پڑھ رہا ہے۔ جب وہ آواز آنی بند ہوئی ولایتی اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر مقبرہ کے لے گئے، دیکھا تو وہاں آدمی کوئی نہ تھا۔ اس شخص سے ولایتی نے کہا کہ مولوی روز اس وقت تلاوت قرآن کی کرتے ہیں۔ میں ان کے قرآن پڑھنے کا عاشق ہوں اس وجہ سے یہاں پڑا ہوں۔ وہ شخص تائب ہوا اور دل سے روحانیت اور مزار حضرت کا معتقد ہوا۔ آپ کی تصنیفات سے بہت کتب ہیں۔ مگر تبرکاً چند تحریر ہوتی ہیں۔ شرح مشکوٰۃ عربی و فارسی، صراط المستقیم و اخبار الاخیار و شرح فتوح الغیب و جذب القلوب الی دیار المحبوب کہ جس میں مدینہ منورہ وغیرہ کا مفصل حال درج ہے۔ اور علم تصوف میں بھی کئی رسالہ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر حضرت سید مقیم محکم الدین قدس سرہٗ

سید محمد مقیم محکم الدین بن شاہ ابوالمعالی بن سید محمد نور بن سید بہاؤ الدین بہادل شیر گیلانی، آپ مرید حیات المیر جمال اللہ بغدادی کے، کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ اور شیخ وقت اور پیر طریقت تھے، آپ دو بھائی تھے شاہ مقیم و شاہ زندہ پیر، دونوں صاحب خورد سال تھے کہ ان کے والد نے انتقال کیا ان حضرات نے تھوڑے عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے فراغت پائی۔ محمد مقیم کو جب شوق الٰہی پیدا ہوا۔ ہر سبب برائے کشائش باطنی مزار اپنے دادا آنحضرت بہادل شیر پر جا کر اس کے گلے لگ کر سوتے، ایک روز خواب میں دیکھا کہ سید بہادل شیر مزار سے باہر آئے۔ اور آپ کے اوپر مہربانی کر کے فرمایا اے فرزند تیرا حصہ میرے پاس نہیں، سید جمال حیات المیر کے پاس ہے۔ لاہور میں جاؤ، وہاں وہ ملیں گے، اسی وقت لاہور کو روانہ ہوئے۔ جب قبرستان لاہور میں پہنچے سید حیات کا حجرہ معلوم کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور اسی وقت صاحب کمال ہوئے۔ ایک روز شاہ مقیم مع یاراں زیر درخت کے بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور بیان کرنے لگا کہ فلاں عابد کی اتنی عورتیں ہیں ہر شب سب کے پاس رہتا ہے، ادھر اپنے حجرہ میں عبادت کیا کرتا ہے۔ دوسرے فقیر نے یہ سن کر اپنے دل میں انکار کیا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ اولیاء اللہ

کی کرامت سے انکار نہ چاہیئے۔ اس درخت کے پتوں کو دیکھ تسلی ہو جائے گی۔ اس درویش نے سر اٹھا کر جو پتوں کو دیکھا ہر شاخ اور پتے پر شاہ مقیم کو موجود پایا اور جہاں بیٹھے تھے وہاں بیٹھے پایا۔ آپ صاحبِ سلسلہ اور صاحبِ گروہ ہیں اور موضع حجرہ میں رہتے تھے۔ ایک زمیندار نے قریب موضع حجرہ کے گاجروں کی کاشت کی اس میں کھاد ڈالا۔ آپ کو جو بدبو آئی۔ خدام سے فرمایا کہاں کو اکھیڑ کر میرے گھوڑوں کے آگے ڈالدو خدام حکم بجالائے مگر دل میں کہتے تھے کہ حضرت نے بے اجازت مالک کے بیگانے مال میں تصرف کیا۔ صبح کو مالک کھیت پر آیا اور اپنا کھیت تباہ دیکھا اور حضرت سے عرض کی کہ میں نے یہ گاجریں اس وجہ سے کاشت کی تھیں کہ آپ کی نذر کروں گا مگر آج کی رات کوئی لے گیا آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ خوب ہوا، حق بحقدار رسید۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار موضع حجرہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ مادھو قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ اکمل خلفاء شیخ حسین لاہوری کے تھے اور کل مریدوں سے محبوب تھے، گروہ بہلول شاہی میں شیخ وقت اور عارف باللہ گزرے ہیں۔ لکھا ہے کہ آپ کے والد برہمن تھے اور شاہدرہ لاہور کے رہنے والے تھے نہایت پاک صورت سیرت تھے۔ شیخ مادھو ایک روز سوار ہوئے چلے جا رہے تھے۔ شیخ حسین کی نظران پر جو پڑی، ہزار جان سے عاشق ہوئے۔ اور خود شاہدرہ میں جا رہے اور تمام شب ان کے گھر کا طواف کیا کرتے تھے، دن کو جہاں مادھو بیٹھتے یہ بھی ان کے روبرو جا بیٹھتے۔ مگر مادھو کو ان کی طرف کچھ خیال نہ تھا لیکن شب کو جو مادھو اپنے اہل خانہ سے باتیں کرتے شیخ حسین صبح اس کو سب سے کہہ دیتے اسی طرح کئی برس گزر گئے۔ اور شہرۂ عشق شیخ حسین کا تمام لاہور میں پھیل گیا۔ چونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے آخر مادھو کو بھی شیخ حسین کا خیال پیدا ہوا کبھی کبھی ان کی خدمت میں آنے لگے آخر یہ نوبت پہنچی کہ رات دن شیخ حسین کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر والد مادھو رنجیدہ ہوئے ان کو منع کیا مگر یہ نہ مانے۔ ناچار ہو کر مادھو سے کہا کہ گنگا کا نہان ہے

میں نہانے جاتا ہوں، تم بھی میرے ہمراہ چلو۔ یہ سن کر مادھو خدمت شیخ میں آئے اور رخصت طلب کی، آپ نے فرمایا مادھو تو اپنے والد سے کہہ دے کہ وہ جاویں، انشاء اللہ میں تجھ کو وقت نہان کے وہیں پہنچادوں گا۔ یہ سنکر مادھو نے باپ سے کہا کہ تم جاؤ میں آجاؤں گا شیخ نے وعدہ کیا ہے کہ میں پہنچادوں گا اس میں ان کا امتحان ہو جائے گا۔ ان کے والد تو ہردوار گئے یہ شیخ کے پاس رہے جس دن غسل گنگا کا آیا مادھو نے شیخ سے التجا کی کہ وعدہ پورا کیجیے۔ شیخ ان کو لے کر شہر کے باہر آئے اور فرمایا کہ قدم اپنے میرے قدموں پر رکھ کر آنکھیں بند کر، انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب آنکھ کھولی اپنے کو کنارے گنگا کے پایا۔ غسل کیا اور والدین سے ملے۔ بعدہٗ پھر شیخ کی خدمت میں آئے جس طرح پر گئے تھے اسی طور شاہدرہ میں آگئے۔ اسی روز مسلمان ہوئے۔ بعد چند روز کے ہولی آئی، تمام ہندو عیش میں مشغول ہوئے۔ شیخ حسین نے بھی برائے مادھو مجلس سماع مقرر کی اور خوب رنگ اور گلال ہوا۔ خوب ناچ رنگ رہے۔ اسی مجلس میں حضرت مادھو مرید ہوئے اور اسی وقت نظر فیض اثر پڑتے ہی کامل ہوئے، آپ کے سلسلہ کے بہت فقیر ہیں اور کئی خلیفہ ہوئے ہیں، وہ صاحب جمع ہو کر بروز بسنت مجلس سماع اور رنگ گلال گرم کرتے ہیں اور خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ شیخ لیسین و شیخ صالح و شیخ کاکو و شیخ شہاب الدین و شیخ عبدالسلام و بابا حاجی و قاضی شاہ و شیخ یعقوب و بہار خان قوم منڈا و میاں ابراہیم و میاں محمود و میاں شعبان و میاں شعبان ثانی۔ بسنت کے روز حضرت کے مزار پر بہت ہجوم ہوتا ہے الغرض شیخ مادھو یہ کمال ولایت جب فائز ہو چکے، شیخ حسین نے ان سے فرمایا کہ تجھ کو چاہیے کہ لاہور سے راجہ مان سنگھ کا نوکر ہو کر اس کے ہمراہ مہم دکن پر جا۔ یہ سن کر ان کو بہت رنج ہوا۔ مفارقت پیر روشن ضمیر کی اگرچہ گوارا نہ تھی مگر بہ تعمیل حکم ہمراہ راجہ جان سنگھ روانہ ملک دکن ہوئے۔ جب غنیم سے جنگ شروع ہوئی بعد بہت کوشش کے ایک بار فوج مان سنگھ بددل ہوئی۔ مان سنگھ کچھواہا ئیں جے پور یہ حال فوج کا دیکھ کر حضرت جی سے ملتجی ہوا۔ آپ نے قبول فرما کر پیر روشن ضمیر کی طرف توجہ کی۔ معاً شیخ حسین بزور کرامات شیخ مادھو کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ راجہ سے کہدے کہ ابھی برائے مقابلہ دشمن سوار ہو۔

انشاء اللہ فتح پائے گا مان سنگھ حسب الامر جنگ میں مشغول ہوا اور دیکھا کہ فوج کثیر دلق پوشوں کی آسمان سے اترتی ہے اور میرے دشمنوں سے لڑتی ہے۔ آخر اسی روز فتح پائی۔ بعدہٗ ہر دو بزرگوار ہمراہ لاہور میں تشریف لائے۔ نقل ہے کہ ایام وفات شیخ حسین کے جب نزدیک پہنچے قرب لاہور کے چاہ اور باغ تیار کرایا اور فرمایا کر برلائے چندے میرا مرقد اسی جگہ ہوگا۔ میرے مرنے کے سال بھر بعد بالو پورہ میں دفن ہوگی۔ چنانچہ بعد سال بھر کے شیخ مادھو نے موافق وصیت کے نعش شیخ حسین کو بالو پورہ میں لاکر دفن کیا۔ شیخ مادھو ۹۸۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعد انتقال شیخ حسین کے جب سال تمام ہوا بارہ برس مان سنگھ کے پاس رہے تیرھویں سال لاہور میں آکر بجائے پیر صاحب سجادہ ہوکر ۲۵ سال اس خدمت پر مامور رہے اور بتاریخ ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت خواجہ بہاری قدس سرہ العزیز

آپ خلیفہ میاں میر لاہوری کے تھے۔

بہت بڑے عالم اور فقیہ اور محدث اور عارف تھے۔ حاجی پورہ میں رہتے تھے پہلے قصبہ کوہ پور میں شیخ جمال اولیاء سے تحصیل علوم کیا۔ بعدہٗ لاہور میں آکر ملا محمد فاضل سے حدیث صحیح کی اور ان ہی کے مکان پر قیام کیا۔ بعدہٗ میاں میر صاحب کے مرید ہوئے۔ بعد انتقال میاں میر کے آپ سے خلائق بہت رجوع ہوئی اور ہزاروں مرید ہوئے۔ ایک روز غازی خان کے ہاں عرس تھا۔ بہت مشائخ اور دیگر قسم کے حضرات جمع تھے اور موسم بھی گرمی کا تھا ذکر توحید کے بارہ میں آگیا۔ شیخ بہاری نے کچھ جواب نہ دیا۔ سامنے آگ روشن تھی۔ اٹھ کر اس میں جا بیٹھے اور فرمایا کہ قال وقیل کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ حال توحید یہ ہے اور صحیح و سالم آگ سے باہر آگئے۔ کہتے ہیں کہ اکثر آپ کے دست وپا جدا ہو جایا کرتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ ایک بار حضرت دارا شکوہ قادری نے عرض کیا کہ مرزا آصفی بیگ والی خطہ ایران قندھار پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا مجال ہے کہ تمھارے ملک پر ہاتھ دراز کرے انشاء اللہ مارا جائیگا۔ بعد ایک ماہ کے معلوم ہوا کہ ۱۰۶۱ھ میں مرزا آصفی بیگ کو کسی نے زہر دیکر ماردیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۰ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ سلیمان قادری قدس سرہٗ

آپ صاحب سجادہ شاہ معروف چشتی قادری کے تھے۔ سکر اور عشق اور محبت میں شانِ عالی رکھتے تھے۔ صاحب کرامات اور خوارق تھے، چار سال کی عمر میں منظور نظر شاہ معروف ہوئے۔ ہر وقت حالت سکر میں رہتے تھے۔ ایک بار شاہ معروف موضع بھیلووال میں تشریف لے جا کر میاں منگو کے مکان پر شب باش ہوئے میاں منگو حاضر خدمت رہے۔ کہیں شاہ سلیمان بھی کھیل رہے تھے ان کو دیکھتے ہی اٹھے ان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ منگو یہ میری امانت ہے، یہ بچہ شیخ وقت ہوگا۔ ہزاروں کو اس سے فیض پہنچے گا۔ شاہ معروف تو وہاں سے چلے آئے اور میاں منگو والد شاہ سلیمان ان کی تربیت میں مصروف ہوئے، ان کو لڑکپن میں بھی وجد ہو جاتا تھا۔ جب بالغ ہوئے خدمت شاہ معروف میں حاضر ہو کر کسب قادریہ کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو سماع میں بہت وجد ہوتا تھا، یہ چاشنی عشق چشتیہ کی تھی، آپ کے دو خلیفہ مشہور ہوئے ہیں۔ اول حاجی محمد نور شاہ گنج بخش دوسرے مولوی کریم الدین قادری، لکھا ہے کہ جب شاہ سلیمان موضع منچر میں رہتے تھے۔ ایک موچی کے ہاں قیام پذیر تھے۔ ہر وقت مراقبہ میں رہتے تھے۔ اس موچی کا جو ہمسایہ تھا۔ وہ مسخرہ پن آپ کی نقلیں کیا کرتا تھا، ایک بار آپ چلے جاتے تھے اور وہ مسخرہ پن سے گردن جھکائے مراقبہ حضرت کی نقل کر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا اور اس سے کہا فقیروں کے حال کی نقل کرنا پھر مسخرہ پن کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اس حرکت سے باز آ ورنہ سزا پائے گا اس نے گستاخی سے کہا کہ تجھ سے مکار فقیر میں نے بہت دیکھے ہیں۔ جا اپنا کام کر، آپ نے فرمایا کہ جس طرح میرے پیچھے نقل کرتا ہے میرے روبرو بھی کر کہ میں دیکھوں۔ اس نے بیباکی سے آپ کے مراقبہ کی نقل کی پھر جو گردن اٹھائی نہ اٹھی۔ تاحیات گردن کج رہی۔ کہتے ہیں کہ موضع چک کا جو سردار تھا اس کے چار بیٹے تھے۔ چھوٹا بیٹا اس کا ہنسپال تھا، اس نے جو شہرہ کرامت شاہ سلیمان سنا، آپ کی خدمت میں آیا۔ اور چالیس روپے نذر کیے۔ اس کے باپ چودھری کو خبر ہوئی۔ اس نے بیٹے سے کہا کہ تو ایسے کے پاس جاتا ہے جو موچی کا

لڑکا ہے اس کو چالیس روپے کیوں دیے۔ چار روپے دینے تھے، اگر شاہ سلیمان چند بیر کو دیتا تو وہ شریف تو تھے۔ پھر جو وہ خدمت عالی میں آیا آپ نے چار روپے رکھ لیے باقی واپس کردیے اور فرمایا کہ تیرے باپ کی اجازت چار روپے کی ہے اور فرمایا کہ خدا کرے کہ اس کا سر کا بوت موچیوں سے شکستہ ہو، آخر ایسا ہی ہوا کہ چودھری نے اپنی زوجہ کو گالیاں دیں اور کہا کہ کل تجھ کو جان سے ماروں گا، اس نے اپنے ہمسایہ نعلین دوزوں سے کہا، انھوں نے اسی شب کو اپنی اس لکڑی سے کہ جس سے جوتی بناتے تھے اس کا کام تمام کیا۔ وفات حضرت سلیمان شاہ کی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید جان محمد حضوری بن شاہ نور بن سید محمود حضوری لاہوری قدس سرہٗ

آپ مشائخ عظام قادریہ سے تھے اور اولاد حضرت امام موسیٰ کاظم کی تھے۔ مرید اپنے والد کے، جو شخص آپ کا مرید ہوتا اسی شب کو زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوتا۔ صاحب عظمت و ہیبت اور مرجع خلائق تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت محمد صالح اکبرآبادی قدس سرہٗ

آپ شیخ الشیوخ اور عالم علوم ظاہری و باطنی اور واقف رموز صوری و معنوی تھے، نہایت صابر و قانع اور ہزاروں مرید رکھتے تھے مریدوں سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۳ ذیقعدہ بروز جمعہ ۱۰۶۰ھ میں ہوئی مزار اکبرآباد میں ہے۔

ذکر حضرت سید عبدالرزاق شاہ چراغ لاہوری قدس سرہٗ

فرزند سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث بن سید محمد غوث بالا پیر بن زین العابدین ابن سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث اوچی گیلانی قدس سرہٗ کہ اعظم اولیائے قادریہ سے اور علوم ظاہری اور باطنی میں جامع تھے۔ مرید اپنے والد کے، آپ اپنے دادا کے روبرو پیدا ہوئے انھوں نے اس وقت فرمایا تھا کہ ہمارے گھر چراغ پیدا ہوا، اس روز سے شاہ چراغ

مخاطب ہوئے۔ بہت بڑے سیاح تھے۔ مشائخ حرمین سے بہت ہم صحبت رہ کر استفادہ اٹھایا۔ حضرت شاہ جہان آپ کے بہت معتقد تھے۔ وفات حضرت کی ۲۲ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل مزار اپنے والد کے ہے جس پر مقبرہ شاہ جہان بادشاہ نے تیار کرایا۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے جن میں سید مصطفیٰ کامل و مشہور تھے وہی صاحب سجادہ ہوئے تھے۔ ۱۶ برس بعد والد کے زندہ رہ کر ۱۳ شعبان ۱۰۸۲ھ میں انتقال کیا اور روضہ والدین میں مدفون ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ شاہ محمد ملّا شاہ قادری قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ اعظم میاں میر لاہوری کے تھے۔ صاحبِ حال وقال وخوارق و عادات۔ کنیت آپ کی اخوند اور لقب لسان اللہ آپ کے والد ملا عبد متوطن موضع ارکسان علاقہ روستاق اقلیم بدخشان تھے۔ آپ بھی وہیں پیدا ہوئے اور صغر سنی میں آپ کو طلب حق دامنگیر ہوئی۔ اسی عشق میں آکر کشمیر میں تین سال رہے وہاں سے لاہور میں آئے، بہت کم قیام کر کے اکبر آباد میں آئے۔ وہاں میاں میر کے فضائل سن کر لاہور میں آکر میاں میر سے بیعت کی اور ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو کر بالکل دنیا سے دل اٹھا لیا، یہاں تک کہ تمام مریدانِ میاں میر سے ممتاز ہوئے۔ غلام یا خدمت گار ہمراہ نہ رکھتے تھے۔ آپ کے ہاں کبھی ہانڈی نہ چڑھتی تھی نہ کبھی چراغ روشن ہوتا تھا۔ سات برس تک تمام شب بلاناغہ حبس دم کے ساتھ ذکر خفی کیا اور سلطان الاذکار بھی کرتے تھے آپ کے خاندان کے سب لوگ درویش سلطان الاذکار کرتے ہیں اور بہت جلد کامیاب ہوتے ہیں۔ سیاحی میں ایک درویش آپ کے خاندان کے ملے۔ یہ کاتب اور وہ چند روز ایک مسجد سیدانہ میں مقیم رہے، بہت کم میں نے اس کو کیا مگر بہت جلدی اس میں فتحیاب ہونے لگا اور ملا شاہ صاحب عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ سن بلوغ سے تاحیات کبھی آنکھ میں نیند نہیں آئی۔ زمین سے پشت نہ لگائی۔ کبھی غسل کی حاجت نہ ہوتی تھی ایک روز ایک درویش کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ کبھی نہیں نہاتے، آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے ارشاد کیا کہ غسلِ احتلام حالتِ نیند میں ہوتا ہے اور غسلِ جنابت قربتِ زن سے ہوتا ہے

میں نہ سوتا ہوں نہ عورت رکھتا ہوں۔ اس وجہ سے دونوں غسلوں سے پاک ہوں اور بعد عطا خرقۂ خلافت کے کشمیر میں متوطن ہوئے شہرۂ کرامت آپ کا تمام عالم میں بلند ہوا اور رجوعِ خلائق ہوئی۔ مگر جو شیعہ کشمیری تھے وہ دشمن تھے۔ وہ آمادہ بحث پر ہوئے مگر ان میں سے جو روبرو آئے وہ تائب ہوئے۔ آپ کی برکت سے ہزاروں بددین دیندار ہوئے جس کو چاہتے تھے چشم ظاہر سے دیدار رسول مقبول و صحابہ کبار و غوث پاک کو دکھا کر مشرف کرا دیتے تھے۔ کشمیر میں آپ کے بہت مرید ہیں۔ حضرت دارا شکوہ جو راقم تحریر فرماتے ہیں کہ مسئلہ توحید میں مجھ کو سخت مشکل کا سامنا تھا مگر بخوف حضرت سے عرض نہ کر سکتا تھا۔ کہ ایک بار میں نے توجہ رُوح پُر فتوح سید عالم کی طرف کی۔ اسی وقت روحانیت پاک مع خلفائے راشدین ظاہر ہوئی اور ارشاد کیا کہ اللہ جل شانہ قادر ہے جس طرح چاہے قدرت اس کی متقاضی ہوتی ہے۔ بندگان مؤمنین کو دیدار دکھاتا ہے۔ اس جواب سے میری مشکل حل ہوئی۔ جب میں بار دیگر خدمت مولانا میں حاضر ہوا تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اپنے مسئلہ کا جواب پایا۔ جس شخص نے جواب دیا میں نے ان کو اطلاع کی تھی۔ سبحان اللہ کیا مرتبہ تھا اور حضرت کو خود رفتگی فنا کے احدیت ذات و ظہور ذات و وحدت الوجود میں زیادہ تھی۔ اسی وجہ سے مریدان باوقار اس سلسلہ کے حال وقال وحدۃ الوجود رکھتے ہیں۔ مثل حضرت شیخ ولی کے۔ کہ یہ پہلے کایستھ تھے اور منصب امیر الامرا رکھتے تھے۔ حضرت دارا شکوہ ان سے بہت مانوس اور ہم جلیس تھے۔ جب جذبہ عشق الٰہی ان کو دامن گیر ہوا، اور صحبت دارا شکوہ نے ان میں اثر کیا۔ ترک جاہ و مال کر کے مولانا شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو کر بیعت کی، منجملہ اولیاء سے ہوئے ان کی مثنوی ان کے حال کی شاہد ہے۔ اب آخر وقت میں قیصر شاہ بھی اس سلسلہ میں کامل تھے جب ۱۲۸۱ھ میں انتقال کیا ہے۔ حضرت ملا شاہ صاحب دیوان تھے اور تمام دیوان معرفت اور وحدت الوجود کے مسائل سے بھرا ہوا ہے۔ وفات مولانا شاہ کی ۱۰۶۹ھ میں ہوئی۔ مزار روضہ میاں میر لاہوری میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت دارا شکوہ قادری خلفِ اکبر شاہجہان بادشاہ قدس سرہٗ

خرقہ خلافت شیخ محمد ملا شاہ سے پہنچا اور میاں میر لاہوری سے بھی تربیت پائی اور شاہ سرمد دہلوی سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔ فقر میں شاہ عالی اور رتبہ بلند رکھتے تھے، زہد اور ریاضت میں یگانہ روزگار، علوم ظاہری اور باطنی سے خوب ماہر تھے۔ مسائل توحید سے خوب واقف تھے اور نہایت خوبصورت تھے۔ اگرچہ علم سنسکرت پڑھے نہ تھے مگر بزور ولایت چاروں ویدوں کے ترجمے کیے اور اپنشد کا ترجمہ سر اکبر مشہور ہے۔ جوگ بششٹ کا جو ترجمہ کیا ہے وہ برائے فقراء اکسیر اعظم ہے جو طالب خدا چھ ماہ آپ کی خدمت میں رہا، کامل ہوگیا بلکہ بعض کو ہم وزہ مقامات درویشی کھل گئے۔ آپ کی تصنیفات دیکھ کر بہت سے اولیاء ہوئے آپ کے بعد جو بزرگ گزرے سب نے آپ کی تصنیفات سے فیض اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں، آپ کی تصنیفات سے چھبیس کتب خورد و کلاں سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء، رسالہ حق نما، مجمع البحرین، دیوان قادری، سر اکبر، جوگ بششٹ، رسالہ معارف حسنات العارفین اور رسالہ شاہراہ محمدی و اسرار احمدی و اسرار العاشقین و مقامات الصادقین و اکسیر الطالبین وغیرہ ہیں۔ باقی فقیر کی نظر سے نہیں گزریں۔

ذکر حضرت سید کردیر قدس سرہٗ

آپ سادات صحیح النسب اور جامع کمالات صوری و معنوی تھے۔ بعد انتقال حضرت کی قبر سے دست حق پرست باہر آکر بیعت کرتا تھا، آخر شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی نے ایک بار مزار پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی کرامات میں کسی کو شک نہیں مگر آپ کے جد کی شریعت میں رخنہ پڑتا ہے، آگے آپ مالک ہیں۔ اس روز سے وہ ہاتھ نکلنا بند ہوگیا۔ مزار حضرت کا نواح ملتان میں ہے۔

ذکر حضرت سید مولہ قدس سرہٗ

آپ صحیح النسب سادات عظام سے تھے اور مرید اپنے جدی خاندان کے غیاث الدین بلبن کے عہد میں دہلی میں رہتے تھے، سخاوت بہت بڑی تھی، کوئی کیمیاگر، کوئی شعبدہ باز، کوئی

جادوگر، کوئی باکمال جانتا تھا۔ آخر عہد سلطان جلال الدین خلجی میں قلندران شیخ ابوبکر طوسی نے شہید کردیا۔ اس روز ایسا گرد وغبار اٹھا تھا کہ گویا قیامت نمودار ہونے والی ہے۔

ذکر حضرت شیخ وجیہہ الدین قدس سرہٗ

آپ عالم تصوف اور باکمال تھے طلبار کو پڑھاتے تھے۔ اور صاحبِ تصنیف تھے۔ بہت سی کتب کے حاشیہ لکھے۔ مرید شیخ محمد غوث کے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ نو سو کئی ہجری میں ہوئی اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ بعدہٗ ان کے فرزند شیخ عبداللہ صاحبِ سجادہ ہوئے

ذکر حضرت شاہ عبداللہ قریشی قدس سرہٗ

یہ حضرت مشرب قادریہ رکھتے تھے، زمانہ بہلول لودھی میں دہلی آئے، تمام سلوک طے کیے ہوتے تھے۔ ہر روز ہزار نفل پڑھتے تھے اور تین ختم روز کرتے تھے

ذکر حضرت سید رفیع الدین صوفی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے میر معین الدین صاحب تفسیر سنی کے تھے اپنے عہد کے محدث تھے اور بہت سخی اور خلیق تھے، سلطان سکندر ان کا معتقد تھا اس وجہ سے آگرہ میں رہتے تھے۔ وفات حضرت کی آگرہ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مخدوم جیو قادری دکنی

نہایت متبرک اور عظیم الشان درویش تھے زخلق سے مستغنی اور بہت مسن تھے بسبب ضعف کے اٹھا نہ جاتا تھا مگر کمر باندھ کر تمام شب کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے۔

ذکر حضرت شاہ صفی اللہ سیف الرحمٰن قدس سرہٗ

آپ پسر و خلیفہ شاہ مقیم محکم الدین کے تھے، نہایت کریم اور خلیق اور عالم باعمل، صوفی بے بدل حقائق و معارف آگاہ اور مرید اپنے والد کے اور صاحبِ سجادہ بھی تھے۔ مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے۔ لکھا ہے کہ آپ نے مقبرہ والد اپنے کا بنانا چاہا، معمار سے دریافت کیا کہ اس قسم کے گنبد بنانے کا تخمینہ کر، کیا لاگت لگے گی اور فرد تیار کرکے دے

تاکہ کل روپیہ پیشگی دے دیا جائے۔ معمار نے تخمینہ کر کے فرد پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مصلّے کے نیچے سے لے لے۔ اس نے جو مصلّے اٹھایا، دیکھا کہ اشرفیوں کی تھیلی رکھی ہے اس نے اٹھا کر جو شمار کیا تو موافق فرد کے اس میں نکلا، نہ کم تھا نہ زیادہ، بعد چند روز کے معمار نے پھر عرض کیا کہ خرچ سفیدی گنبد فرد میں تحریر نہیں ہوا وہ عنایت ہو۔ فرمایا کہ اس روز تیری تحریر کے بموجب میں نے طلب کیا۔ غیب سے امداد ہوئی، اب شرم آتی ہے کہ ملائکانِ قدس کو کیا بار بار تکلیف دوں۔ یہ خرچ اور جگہ سے ہو جائے گا۔ وفات حضرت کی ۹ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار بمقام حجرہ کہ مشہور ہے وہیں آپ مقیم تھے۔

ذکر حاجی عبدالجمیل قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ شیخ رنگ بلاول کے، وہ مرید شیخ مادھو کے، وہ مرید شیخ حسین لاہوری کے، کامل وقت گزرے ہیں اور درگاہ قدم رسول دہلی دروازہ کے باہر بمقام لاہور آپ ہی نے تیار کرائی تھی اور بہت بڑے سیاح تھے۔ سات حج کیے۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۲ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت حاجی محمد ہاشم گیلانی قدس سرّہٗ

آپ اولاد سے سید محمد غوث اوچی کی تھے ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی۔ بارہ برس سیاحتِ مملکت کی اور بہت سے مشائخوں سے فیض حاصل کیا آخر لاہور میں آ کر مقیم ہوئے۔ وہاں بہت رجوع خلائق ہوئی، آخر بروز جمعہ ۷ محرم ۱۲۸۷ھ میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت قطبِ ابدال میر سید طٰہٰ قطب الدین کوتانوی قادری قدس سرّہٗ

آپ کی کنیت ابوالحسن و اسم طٰہٰ لقب قطب الدین، فقر اور تجرید میں شان عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ اہل بصیرت آپ کو مخدوم جہانیاں کہتے تھے۔ خلیفہ و صاحبِ سجادہ پدرِ خود میر سید محمود بخاری شہید کتانوی کے اور اپنے چچا سید عبدالوہاب اور جدِ خود میر سید حسین سے بھی استفادہ اٹھایا تھا۔ اور نعمتہائے دو جہانی بلا واسطہ روحانیت حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیں، شاہ محمد خلیل اپنے رسالہ طریقت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز سید ظہ نے فرمایا کہ تفسیر سورۂ مزمل کی میں نے خود نہیں لکھی، منجانب حق تعالیٰ سے جیسا ارشاد ہوا اس کے موافق لکھا ہے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں. اے ولدی! تفسیر سورۂ مزمل کی لکھ تاکہ خلق کو ہدایت ہو۔ اس فقیر نے عرض کیا کہ فقیر نے ترکِ کتابت کیا، کچھ نہیں لکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اس سورت کی تفسیر ضرور لکھنی چاہیئے اور فقیر سے فرمایا کہ کرتہ اپنا آگے سے اٹھا۔ میں نے بموجب حکم کے اپنے شکم پر سے کرتہ اٹھایا اور حضرت نے بھی اپنے شکم پر سے پیراہن اٹھا کر دستِ حق پرست اپنا اپنی ناف پر رکھا اور اشارہ کیا ایک شئے سفید مثل شیر قدرے ناف مبارک میں سے نکلی اور اچھل کر فقیر کی ناف میں آگئی چونکہ میں سوتا تھا اسی وقت آنکھ کھلی، اپنی طبیعت پر سرور اور انکشاف پاکر بے اختیار اٹھ کر چند کلمے تحریر کیے۔ پس جو اس کو دیکھے گا انشاء اللہ اسرار غیب و عجائبات رونما ہونگے یہ تفسیر مرشد کامل ہے اور فرمایا کہ میرے مریدوں سے جو اس کا مطالعہ کرے یا اپنے پاس رکھے مجھ کو اپنے پاس حاضر جانے، بیشک وہ تفسیر ایسی ہی ہے۔ اس کاتب نے بھی مطالعہ کیا ہے، منبع اسرار ہے۔ حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین سے روایت ہے کہ حضرت سید ظہ نے کل پاؤ سیپارہ اپنے عم سید حسین سے پڑھا تھا۔ مگر فضل الٰہی سے تمام علوم دینی و دنیوی کھل گئے تھے۔ جو کتاب روبرو آئی اس کو پڑھ کر اس کی شرح فرمائی جو مسئلہ لاحل ہوتا اس کو احسن طرح پر حل فرماتے یہ معلوم ہوتا تھا کہ علوم دینی و دنیوی از بر (حفظ یاد) ہیں ایک بار اوائل حال میں آپ طرف نارنول کے تشریف لے گئے اور حضرت شیخ عاشق بن فرح شاہ ابن قطب شاہ بن شیخ نظام الدین نارنولی سے کہ خلیفہ خواجہ جانو علی چشتی نظامی کے تھے، ملے۔ انھوں نے نہایت تکلف سے ان کی دعوت کی، کھانے اقسام اقسام کے روبرو رکھے اور فرمایا خوب سیر ہو کر کھاؤ، سید صاحب نے کہا کہ مجھ کو دوسرا کھانا درکار ہے تب شیخ نے جانا کہ یہ طالبِ خدا ہے اور فرمایا کہ یہ کھانا کھا، خدا وہ بھی عطا کرے گا، بعد تناول طعام شیخ نے فرمایا کہ میرے ہمراہ تالاب پر چل، سید صاحب نے کہا کہ مجھ کو تالاب اور نالہ سے کیا کام ہے۔ مجھ کو تو حرفِ وحدت چاہیئے۔ یہ سن کر شیخ عاشق نے فرمایا کہ تمھارا کام تمام

ہوا، کتانہ جاؤ، تمھاری ذات سے بہت سے عارف اولیا ہوں گے۔ پس وہاں سے رخصت ہوکر کتانہ آئے اور گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر فقر اور فاقہ اختیار کیا اور ہدایتِ خلق میں مشغول ہوئے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ نارنول کا حق میرے ذمہ ہے۔ شیخ محمد نصیر ساکن گڑھی، کہ مرد بزرگ گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ جب آپ کے وصال کی خبر شیخ ابراہیم رام پوری کو پہنچی بہت رو کر فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا عارفِ خدا صاحبِ ارشاد پیدا ہوا تھا، اگر چند روز دنیا میں اور رہتا، تمام ہندوستان عاشقِ خدا ہو جاتا اور سید صاحب بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے وقت میں شیخ محمد صادق گنگوہی و شیخ ابراہیم رامپوری و شیخ معصوم سرہندی و شیخ پیر محمد ساکن نبود، شیخ علاؤالدین ساکن برنادہ عارفان خدا و صاحب ارشاد ہیں۔ اکثر ان صاحبوں سے جو خط و کتابت کرتے تھے اس کا یہ طریق تھا۔ محبا اظہار اشتیاق اگرچہ بتقریب مدعا ضروری ست اما طریقت اہل دل محض کفر است، چوں جاذبہ شوق شرارہ آتش است پنبہ را چہ یارا کہ در خود پنہا تواند ساخت ناچار شدہ دودہ بر سر من زنند اللہ ماسوا ہوس۔ لکھا ہے کہ حضرت نہایت متوکل اور غربا، دوست تھے۔ امرا اور اہلِ دول سے تنفر فرماتے تھے۔ نواب جعفر خان آپ کا معتقد تھا، ہمیشہ کتانہ حاضر ہوتا مگر آپ نے کبھی اس کی نذر قبول نہیں کی۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے آپ کو طلب کیا تھا، آپ نے جواب تحریر کیا کہ فقیر یہیں بیٹھا بادشاہ کے واسطے دعا کرتا ہے۔ غیبت کی دعا میں بڑا اثر ہے۔ شاہ نے پھر خود کتانہ حاضر ہونا چاہا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا، کچھ نقد ارسال کیا اس کو بھی نہ لیا برائے خرچ خانقاہ کچھ دیہہ دینے چاہے، آپ نے منظور نہ فرمائے اور ایسے پابند سنت تھے کہ کبھی طریقۂ رسول کو فروگزاشت نہ فرماتے تھے۔ نماز فجر اول وقت با جماعت ادا کرتے، تا اشراق کسی سے متکلم نہ ہوتے۔ تا بہ چاشت با شوق تلاوت کرتے، بعد نماز چاشت کے بغیر بوسے قیلولہ فرماتے، بعد نماز ظہر وظائف ادا کرتے۔ قبل از عصر حاضرین سے ہم کلام ہوتے، بعد نماز عصر کے پھر درود شریف پڑھتے۔ تا بہ مغرب بات نہ کرتے۔ بعد از مغرب بعد ادائے نوافل آدھی رات تک تلاوت کرتے، بعد ادائے تہجد ذکر میں مشغول رہتے نماز جمعہ کے واسطے سب سے پہلے جامع مسجد میں جاتے اور صائم الدہر بھی رہتے بیش از جمعہ

سورۂ کہف پڑھتے۔ ایک جمعہ درمیان دے کر اصلاح بنواتے۔ غسل کرکے کفنی پہنتے۔ کلاہ چارترکی کو دوست رکھتے۔ جو حاضر خدمت ہوتا اس کو جلدی رخصت فرماتے، اگر ہجوم خلائق ہو جاتا تو آپ فرماتے۔ بلے کر یا مرتضیٰ حل بلایں، یہ فرماتے ہی حاضرین کے دل اچاٹ ہو جایا کرتے تھے۔ اور مریدوں کو بھی ارشاد فرماتے کہ طالب کو تنہا شب بسر کرنا چاہیئے۔ کہ کشائش اسرار پروردگار میسر ہو۔ آپ خود فرماتے ہیں ؎

زلطہ شنو ایں سخن اکتفاست ÷ تنفر خلائق تقربِ خداست

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ کوئی مجھ کو نہ جانے نہ میں کسی کو جانوں، خدا مجھ کو جانے اور میں خدا کو۔ نظر فیض اثر کی یہ کیفیت تھی کہ مومن پر نظر پڑتے ہی اس کا دل ذاکر ہو جایا کرتا تھا ہر روز دو تین کرامات ظاہر ہوتی تھیں، ایک روز ساڈھورے سے ایک شخص آیا اور عرض کی کہ تمام شہر نے آپ کو سلام عرض کیا اور شکرانہ ادا کرتے ہیں، کشتی دریا میں غرق ہوتی تھی، آپ کا نام لینے سے نصف ڈوبی ہوئی تیر آئی اور تمام مردم سلامت رہے آپ نے فرمایا دریا کچھ چیز نہیں ہے اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔ می کند بہانہ برغیری نہند۔

نقل ہے کہ سال بھر پہلے اپنے وصال سے اپنے خلیفہ محب اللہ کو فرمایا کہ میرا سفر قریب ہے اور سات روز پہلے خرقہ اور سندِ خلافت شیخ فتح محمد غیاث الدین کو مرحمت فرمایا اور ایک خط لکھا تھا۔ وہ یہ ہے۔

"اے گلدستہ گلستانِ ولایت احمدی وا اے ثمرہ بستان ہدایت محمدی اے طوبیٰ علم وکرامت وا اے شجرہ سدرہ علم واستقامت اے آفتاب آسمانِ دین وا اے ماہتاب برج یقین، اے انسان۔ انسان عین وا اے منظور ومقبول حضرت غوث الثقلین اے شیخ الاسلام والمسلمین وا اے نورِ چشم فقیر ظہ قطب الدین ؎

ہوشیار کہ مجلس آخر آمد ÷ بیدار کہ عمر من سر آمد ÷ قانونِ جہاں است چوں کف بحر ÷ یک رفتہ و دیگرے در آمد ÷ قول پیر عبدالکبیر ست مرید چراغ پیر ست ہرچند کہ سر بر آوردن پذیر است۔ ہر سال بتاریخ یازدہم عرس حضرت غوث اعظم فرض بلکہ ہمچوں فرض واجب تراست خلافت من ترا درست ہوشیار باش بیدار باش سنگ تراشی بہ تراش ابادل مردم مخراش مخراش مخراش اللہ بس باقی ہوس

رقعہ دیگر منظوم

اے واصل اصل نور دیدہ	وے صاحب دل خدا رسیدہ	وے شیخ مشائخ زمانی	وے جانِ جہان جسم جانی
اے اخترِ برج استقامت	وے درِ ثمین صدف کرامت	زانجا کہ تو نور قطب دینی	سرمایہ سعادت و یقینی
از وصل خدا اشارتت باد	اینحال توئی مبارکت باد	از لطف علی ولی ولایت	سجادہ نبی تو عنایت
تو خاطر خویش جمع میدار	من نیستم از تو دور زنہار	تو تن صفتی و من چو جانم	در جان تو جان صفت نہانم
آنکس کہ ترا نہ دوستدار است	کردن وے کشتۂ ذوالفقار است	تو آئینہ و من جمالم	با آئینہ خویش در جمالم
فرض ست ترا ہدایت عام	بر وقف رہے شیوخ عظام	نفس تو رسیدہ تا قیامت	ہر سلسلہ را سبب اقامت
مردانہ دریں رہے قدم زن	مستانہ دریچہ عدم زن	در خاتم دل تو حق نگیں باد	طٰہٰ مع مصطفیٰ قریں باد

اللہ بس ما سوا اللہ ہوس

عمر شریف ۹۳ سال کی ہوئی۔ وفات اس جامع الکمالات کی بتاریخ ۱۱ ربیع الآخر بروز چہار شنبہ ۱۲۰۴ھ ہوئی۔ سبحان اللہ وقت وصال حضرت کا مابین عصر اور مغرب لکھا ہے۔ مزار بمقام کتانہ تحصیل باغپت ضلع میرٹھ میں زیارت گاہ ہے۔ مشہور ہے کہ جب نعش مبارک کو قبر میں رکھا، رسم ہے کہ چہرہ سے کفن اٹھا کر قبر میں دکھاتے ہیں جب حضرت کا چہرہ کھولا۔ ہاتھ اٹھا کر انگلی سے منع فرمایا۔ یہ کرامت دیکھ کر خلقت میں شور اٹھا۔ حضرت کے دو صاحبزادے تھے سید محمد عاشق و سید محمد صادق کہ دونوں حضرات صاحب ارشاد ہوئے اور خلفاء حضرت کے یہ ہیں:۔ حاجی حرمین شیخ فتح محمد غیاث الدین صاحب سجادہ کہ جن کا ذکر آخر میں ہوگا، و سید فتح محمد جمال الدین قادری اکبر آبادی کہ یہ اپنے والد کے ہمراہ کھرکھودہ سے اکبر آباد میں مقیم ہوئے تھے۔ عین جوانی میں آپ کو شوق الٰہی پیدا ہوا۔ اکثر بزرگوں سے ملے۔ آخر کتانہ میں آکر سید طٰہٰ کے مرید ہوئے اور ۲۷ سال سوائے نماز عیدین و جمعہ کے حجرہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ اغنیاء سے بہت متنفر تھے، پیر پرست ہوکر پھر فنافی اللہ ہوگئے تھے آخر میں بعمر ۹۶ سال بروز پنجشنبہ ۲۵ ربیع الاول کو وفات پائی، مزار کھرکھودہ میں ہے، فتح محمد بادی بذات طٰہٰ بود۔ سید طٰہٰ کے تیسرے خلیفہ شاہ محبوب اللہ ساکن چھکولہ کہ ریاضت اور مجاہدہ کو بحد کمال پہنچا دیا تھا۔ چھ چھ ماہ بے آب و طعام رہتے تھے، کیسا ہی دریا چڑھا ہو

شوقِ دیدار، پیرہن مصلٰی دریا پر ڈال کر پار ہو جاتے تھے۔ جب یہ خبر سید طٰہٰ کو ہوئی، آپ نے ان کو منع فرمایا کہ اظہارِ سر شکایتِ محبوب ہے اور ان کے حق میں سید طٰہٰ نے ایک بار فرمایا کہ جو میرے مریدوں میں محب اللہ کی قدم بوسی کرے وہ جنتی ہوگا۔ وفات شاہ محب اللہ ۸ رجب کو ہوئی۔ اول چکولہ میں کنارہ دریائے جمنا کے مدفون ہوئے بعدہ بوجہ طغیانی دریا کے، آپ کی اولاد نے نعش مبارک موضع نیری متصل سرائے روح اللہ خان نواح دہلی میں لاکر دفن کی۔ جب نعش نکلی تو کفن تک میلا نہ ہوا تھا۔ چوتھے خلیفہ شاہ عبدالبتول خیرآبادی کہ اولاد سے مخدوم شیخ اللہ دیا کی تھے۔ ہلکہ کے رہنے والے تھے اور صاحب تصانیف بھی تھے۔ مزار ان کا ہلکہ میں ہے پانچویں شاہ الٰہ بخش ساکن مکہ معظمہ کہ درس کراتے تھے، چھٹے خلیفہ فتح شاہ قندھاری کہ صاحبِ خانقاہ تھے ساتویں خلیفہ شاہ عبدالواحد مدنی، آٹھویں سید کمال شگوفہ میں، نویں حضرت شاہ استنبول میں، دسویں شاہ الٰہ بخش ثانی بغداد میں، گیارہویں شاہ فاضل شہر دوبھر میں، بارہویں شاہ پیر محمد سورتی، تیرھویں شاہ محمد صالح دوبھر میں، چودھویں شاہ عبداللہ صالح سراندیپ میں پندرہویں شاہ عبدالواحد ثانی کربلائی، سولھویں شاہ میرزا۔ ان کا مزار معلوم نہیں، سترھویں شاہ کمال الدین لداخی، اٹھارہویں شاہ توکل شگوفہ میں، انیسویں شاہ سلیمان بصری بیسویں شاہ عبدالواحد کلاں صف آبادی، اکیسویں شاہ بلاقی جدہ میں، بائیسویں شاہ سدید، تیئیسویں شاہ تقوی مدنی کہ خانقاہ یعنی صفہ عبداللہ شاہ میں رہتے تھے۔

ذکر اُن حضرات کا جو فیضانِ صحبت سید طٰہٰ سے باکمال ہوئے

شیخ جیون ساکن نانوتہ کہ ۱۲ ربیع الاول کو انتقال کیا اور سید صاحب کے مزار کے پاس دفن ہوئے، شیخ محمد ساکن انبالہ و شاہ ہدایت اللہ کہ سالک و مجذوب تھے، و سید فتح محمد ملتانی و شیخ محمد ثانی و شیخ جلال الدین جالندھری و شاہ خلیل و شاہ الٰہ بخش و شاہ الٰہ بندہ و شاہ غلام محمد و شیخ حسن علی، کہتے ہیں کہ بعد انتقال سید طٰہٰ صاحب کے نواب جعفر خان عالمگیری نے آپ کی خانقاہ اور درگاہ تیار کرائی کہ جواب شکستہ پڑی ہے

میں امیدوار ہوں کہ اس کی مرمت کرا کر سعادت حاصل کروں۔ اور یہ چند دوہے سید طٰہٰ کے جو ہندی زبان میں ہیں، ہدیہ ناظرین ہیں:۔

دوہا

موہے چنتا رین دن جو لکڑی گھن کھائے
طٰہٰ سندر بھجن کو کبھی نہ چھوڑا جائے
مہاراں دکھ ہوت ہے تن من جھگڑے نا بنہ
کو کر دور دپھرت ہے دُر دُر دُر دُر ہوئے
طٰہٰ پی کے سوانگ کا درس دیکھ مکھ کے دھوئے
طٰہٰ سونا عجب ہے جو کوئی جانے سو
طٰہٰ جو نکر تل میں تیل ہے جون ہردے میں پی
طٰہٰ کوٹھے پر کی دوڑ ہے دوڑا جائے تو دوڑ
طٰہٰ جس ہردے پی نہیں لگیو اس ہردے آگ
طٰہٰ یہ سوتن نندرا بری پی پاس نہ جان دے
طٰہٰ مرتک جو رہو اوڑھ پریم کی سوڑھ
اوگن کی زنجیر میں مورکھ باندھے جان
جاون سے پی نیترن ہوتا من سکھ پایو جیو
طٰہٰ تن کا دیوا کروں باتی گردن سوجیو
طٰہٰ تو مر جائیں گے کچھ ہم میں رہے نہ ہم
طٰہٰ ہم تو بارے پریم کے جم سے ڈرتے نا بنہ
طٰہٰ دنیا گھر ہے پھونس کا متا لاگے آگ
رہنے او پر جیت نہیں چلنے او پر چاؤ
طٰہٰ جو جی دیجے پر کر دیت نہ لاگے بار
طٰہٰ پہلے ایک ہی جیوں دس پی پی ہوئے

طٰہٰ پی کے بھجن بن جیون اکارت جائے
ایسا مورکھ کون ہے ہاں چھوڑ کھل کھائے
طٰہٰ وہ ٹھگ جائیں گے جن کی تھانکی نا بنہ
طٰہٰ ایک درگہ رہو دُور دُور کرے نہ کوئے
آج رین ہے رنگ کی کال نہ لیسے ہوئے
من کی تکٹی لائے کہ تن کو ڈالے کہو
جو دیکھا چاہو پیو کہ دل بل ڈاور جی
پھر پاچھے پچھتائے گا جب گھر جائے گا چھوڑ
جس کے ہردے پی بسے اس کو سدا سہاگ
پی کے اتی پرتاپ سے اس سوتن مکھ کیے
کدھی تو پی پہنچیں گے ہی کون موا اس ٹھور
طٰہٰ بندے چھوڑ رین بند ہوئے چھٹو میں نان
دسو دساد رین بھئی جت دیکھوں ات پیو
لوہو تیل جلائے کے تو مکھ دیکھوں پیو
اب ہم سے جم بھاگیو جم پر بھی ہم جم
جم بیچارہ کیا کرے جو جیوت ہے مر جا بنہ
پی کا ہرگ بوجھ کر بھاگا جائے تو بھاگ
طٰہٰ پی سے یوں ملے جوں ندیاں دریاؤ
ایک جیو کیا ہوت ہے دن بجے لاکھ ہزار
نا جانو جیون ایک میں کون سہاگن ہوئے

طہ اب تک تو کھلی بھی اور ایک رتی من بانہہ		جب جی جم کے بس پڑے تب پٹ ہی نہ بانیہ
طہ پی ڈھونڈ یا روم، شام، خراسان		گر نہ پڑی تبلائیا نکسو جان پچھان
طہ سنگے جیو کا جگ میں نا ہیں کوئے		اور سنگ سب چھاڑ دے پی سنگ ہو سو ہوئے
طہ جم آیلجے نین کو ڈھونڈھے سگرے دیہہ		جب جی پی کے پاس ہو تو جم کہاں سے لیہ
طہ سن مکھ ہو جیو جیک دیکھ مت بھاگ		جاگن ہو جاگے نہیں چھوں دس لاگے آگ
طہ دہرا نہیں دھیرا جہان ہے گر کی بان		مسلمان بھاگ نہ جائے بسیں کافر بو جن جان
طہ ایسی پریت کر جوں کرسان کی ریت		دام گھنے دکھ جو گنا تو وکھیت سے ریت
طہ کوٹ سرانے کا جھوٹ رہا چھوں اور		مت سووے سکھ نندرا آن لگے نا چور
طہ صورت مترکی چڑھی رہے نت چیت		کھا تو بہو سکھ کر و یا در کھو یہ نت
طہ جگ چلتا جات ہے جگ میں لانا تا نہ		جو چھن پی کے سنگ رہو سو ہی لاہا جان
طہ ٹاٹی لاج کی روک رہی سب ٹھانو		من کی ٹاٹی دور کر سو جھ پرے دہ گانو
طہ تن کی متھنی من بھیو اور من کی متھنی جیو		جی کی متھنی پی بھیو وہی پیر وہی جیو
طہ جگ میں آن کے کہیں نہ پایو چین		سانس نقارہ کوچ کا باجت ہے دن رین
طہ جگ میں آن کے چھوڑ دھکری انیٹھ		لینا ہے سو لے چلے اجڑی جات ہے پینٹھ
طہ کنکری پتھری ٹھیکری رہے آرسی ہوئے		جب دیکھوں نین بھر سب میں پاؤں دیے
طہ بیل سو بیل ہے ابکی ٹھا نہ کٹا نہہ		ہم سے تم کو بہت ہیں تم سا ہم کو نا ہنہ
طہ بہتے دریاؤ میں پڑے سو غوطہ کھائے		بہتی ڈوبے نا تری کہیں نہ پائے تھائے

یہ چند دوہے اس کاتب الحروف احمد اختر کے ہیں۔

اس بگیا سنسار میں بھانت بھانت کا پھول		مالی سب کا ایک ہے مورکھ اسے نہ بھول
انڈج جیرج جراج میں جیو بس میں ایک		گپت نہیں پرگھٹ ہے نین کھول کے دیکھ
جوگ کرو کی جگ کرو جپت رہو پی نام		بن من استھر کیے بنے نہ یک سو کام
احمد تیا باوری کرسے کاج جیے ہون		لکھنے ہارا لکھ گیا تو میٹن ہارا کون
دور کہے سے دور ہے پاس کہے سو پاس		اپنی سمجھ کا بھیر ہے پیا ہے تو پاس

جوگ جگ سب چھوڑ کر ورڑہ کر پالی پریت
لوگ کہیں ورشن کی مٹی ہے من کی آگ
ورشن کے میں واریاں واری سوسو بار
ہردم دیکھو آپ میں یہی گرو دن کی ریت
یہاں تو ورشن دیکھ کر دونی بڑھ گئی لاگ
کا گا سے ہنسا کئے کرت نہ لاگی بار

دوہا

روشن کے بل جاؤں میں روشن سانچا بیر
نام لیا جن سب کا جوگ جگ آچار
وقت پڑے پر آئے کر تورت بندھاوے دھیر
بنا لیے پی نام کے نبے نہ ایکھو کار

ذکر پیران سلسلہ سیّد طٰہٰ کنانوی قدس سرّہٗ

سید محمود شہید جو سید بخاری کنانوی طٰہ کے پیر اور والد تھے۔ فقر میں شان عالی ورتبہ بلند رکھتے تھے اور اوائل سے صاحب حال وقال تھے۔ زیارت حرمین سے مشرف ہوکر حسن ابدال کی طرف تشریف لائے، اتفاقاً وہاں کفاروں سے جنگ شروع ہوئی، آپ بھی برائے جہاد وادائے سنت جد خود شریک جہاد ہوئے۔ ہزاروں کو قتل کیا آخر سر مبارک تن سے جدا ہوا، ایک ہاتھ میں سر لیا ایک میں تلوار لے کر غنیم پر گرے، یہاں تک قتل کیا کہ فوج کفار فرار ہوئی۔ اس وقت حضرت زمین پر گرے۔ شہادت حضرت کی یوم دوشنبہ ربیع الآخر میں ہوئی، مزار اسی نواح میں کنارہ دریائے اٹک کے واقع ہے۔

ذکر حضرت میر سیّد حسین بخاری قدس سرہ

آپ مرید سید علاؤالدین قادری کے اور فرزند بھی تھے، ان کی والدہ کا نام بی بی راج یاس بنت مخدوم شیخ عبدالغفور اعظم پوری تھا۔ حضرت جامع الکمالات ومنبع الحسنات تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کمل تھے، نقل ہے کہ ایک شتر پُرانہ جواہر سرکار جہانگیر بادشاہ سے گم ہوا۔ ہر چند تلاش کی نہ ملا۔ آخر داروغہ جواہر خانے نے حضرت سے رجوع کیا آپ نے ایک نقش تحریر فرما کر عنایت کیا اور فرمایا کہ دروازہ ڈیرہ جواہر خانہ پر چسپاں کر دو۔ اونٹوں کی قطار آویگی اپنا شناخت کرکے لے لینا، چنانچہ بموجب ارشاد کے اسی طرح شتر ملا۔ عمر حضرت کی ایک سو دو برس کی

تھی، بتاریخ ۱۶ رجادی الآخر کو وفات پاکر اکبر آباد میں دفن ہوئے۔

ذکر حضرت میر سید علاؤ الدین

ابن سید جلال الدین بن سید فتح الدین ابن سید شمس الدین بن سید ظہیر الدین بن سید خان بن سید عبدالرزاق بن سید ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری، مرید شیخ عبدالغفور اعظم پوری کے اور مرشد میر سید حسین کنتانوی کے صاحب ریاضت مجاہدت و ترک تجرید اور فقر میں شان عالی رکھتے تھے۔ وفات حضرت کی بروز دوشنبہ دسویں جمادی الآخر ۹۸۹ھ میں ہوئی۔ مزار کنتانہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری قدس سرہٗ

فرزند شیخ بدر الدین ساکن بڈھانہ کہ قریش سے تھے اور خلیفہ میر سید عبدالکبیر کے جو متوطن ہستناپور کے تھے اور خرقہ خلافت شیخ عبدالعزیز سنبھلی سے بھی پہنچا اور خاندان چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے نعمت پائی۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی کرامات مشہور ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ درویش کو کار خدمت سے ہے۔ اس کو یافت اور نایافت سے کام نہیں سب بے اختیار ہے۔ طلب بڑے اور درویش ذکر میں اپنے کو ایسا مشغول کرے کہ اگر بادشاہ با تجمل آوے اور سلام کرے تو جواب نہ دے سکے، کس واسطے کہ اس کو بادشاہ سے کیا کام، کام تو بادشاہوں کے بادشاہ سے ہے، پہلے حضرت نے بیعت سید عبدالکبیر ہستناپوری سے کی، بعدہٗ اور جگہ بیعت ہوئی۔ وفات حضرت کی ۸ رشعبان ۹۹۵ھ میں ہوئی۔ مزار اعظم پور میں ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ شیخ ابواسحاق و شیخ احمد و شیخ بندہ جونپوری۔ تینوں صاحب اعظم پور میں آسودہ ہیں۔

ذکر حضرت میر سید عبدالکبیر قدس سرہٗ

آپ شان عالی و کرامات بلند رکھتے تھے اور مرید میر سید عبداللہ قطب شکارپوری کے تھے اور بیٹے سید محمد کے وہ سید عمر کے، وہ سید شہاب الدین کے وہ ناصر الدین محمود کے وہ مخدوم جہانیاں کے۔ اور سید عبدالکبیر مادر زاد ولی تھے۔ عالم طفلی میں جو

زبان سے نکلتا تھا اسی طرح ظہور ہوتا تھا اور پیر کے عاشق کے بہت باادب تھے۔ وفات حضرت کی ۲۷ رجب میں ہوئی۔ مزار ہستنا پور میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد عبداللہ قطب شکارپوری قدس سرہٗ

آپ فرزند سید قطب ابن سید اسمٰعیل بن سید ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں کہ خرقہ ارادت سید ناصر الدین بخاری سے حاصل کیا پیر مرید دونوں ہم جد تھے۔ یعنی سید ناصر الدین پیر آپ کے چچیرے بھائی کے بیٹے تھے۔ آخر بعد تکمیل کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور اوچ سے دہلی میں آئے سلطان سکندر لودھی آپ کا معتقد ہوا، بمنت آپ کو شہر میں لاکر رکھا۔ رجوعات اور فتوحات بدرجہ غایت تھی مگر خود فقر سے اور فاقے سے بسر فرماتے تھے، ہزاروں مرید تھے۔ ایک روز آپ حجرے میں تشریف فرما تھے۔ خیال آیا کہ کوئی آجائے تو گھر سے قرآن منگالوں۔ پس پشت حجرہ گھر تھا آپ کے فرزند سید جلال نے کہ گھر میں تھے۔ والد کے خطرہ کو معلوم فرما کر دیوار میں سے ہاتھ بڑھا کر قرآن شریف والد کے سامنے پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ دروازہ سے کیوں نہ آیا، اتنی جلدی نہ چاہیئے، پوشیدگی باطن فرض ہے۔ وفات حضرت کی دسویں ذی الحجہ ایک سو سال میں ہوئی۔ مزار شکارپور میں ہے، آپ کے پانچ فرزند تھے۔

ذکر حضرت سیّد صدر الدین سلطان

بن سید زین العابدین سید حسین بن سید کبیر بن سید اسمٰعیل بن سید ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں کہ مرید سید فضل اللہ کے تھے اور سید محمد بن سید فضل اللہ سے بھی خلافت پائی تھی کشف و کرامات و زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق تھے۔ عالم شریعت، پیشوائے طریقت ماہر حقیقت و معرفت تھے اور دو خلیفہ رکھتے تھے۔ ایک سید عبداللہ شکارپوری، دوسرے حاجی عبدالوہاب بخاری۔ وفات حضرت کی ۲۷ شعبان میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد فضل اللہ قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے برادر سید حامد قطب کے تھے۔ علم تصوف کے

محقق اور محدث، عاشق اللہ کہ تمام مقامات فقر طے کر کے فنافی الذات میں مستغرق ہو گئے تھے۔ آپ کے دو خلیفہ تھے۔ ایک سید محمد پسر حضرت، دوسرے سید فضل اللہ۔ مزار حضرت کا اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد حامد قطب نو بہار قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ اپنے پدر ناصر الدین محمود کے اور کامل وقت اور واصلان حق سے ہوئے ہیں۔ جو حضرت کا مرید ہوا کامل اولیا رہا۔ اور آپ کو فیض اپنے پدر سے بھی تھا۔ سلسلہ آپ کا ہنوز بھی جاری ہے۔ آپ کی اولاد اوچ میں گدی نشین ہوتی چلی آتی ہے۔ مزار آپ کا اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت ناصر الدین محمود نوشہ قدس سرّہٗ

یہ حضرت محبوب ترین فرزندان مخدوم جہانیاں سے تھے علم وافر، اور نفس قاطع تصرفات صوری و معنوی رکھتے تھے۔ لباس اچھا پہنتے تھے۔ معشوق صفت بسر فرماتے تھے اور مرید اپنے والد مخدوم جہانیاں کے تھے۔ نقل ہے کہ جب مخدوم جہانیاں دہلی میں تشریف لائے اور سلطان فیروز شاہ آپ کا مرید ہوا۔ یہ کیفیت تھی کہ دعوت میں بھی موجود ہوتے تھے ادھر اپنی فرودگاہ پر عبادت میں مشغول دکھائی دیتے تھے۔ ایسی کرامات دیکھ کر تمام دہلی معتقد ہوئی تھی۔ ایک بار ستر عورتیں گرفتار شدہ کنیز ہو کر آئی تھیں سلطان نے سب کو مخدوم کی نذر کیا۔ مخدوم نے سید ناصر الدین محمود کو عنایت کیں۔ جب یہ خبر سلطان کو ہوئی، متعجب ہوا کہ ان کے ادائے حقوق کیونکر ہوں گے، سلطان نے دوسری عورتوں کو اس معاملہ کی خبر کے واسطے مقرر کیا۔ معلوم ہوا کہ ہر روز محل میں موجود ہوتے ہیں کھانے کے وقت سب کے ہاں کھانا کھاتے ہیں۔ غسل کے وقت سب کے ہاں غسل کرتے ہیں۔ یہ سنکر بادشاہ اور بھی متعجب اور معتقد ہوا۔ ان رانیوں کے شکم سے ۲۵ فرزند قطب ہوئے۔ بی بی تنکنی دختر والی لنگاہ کے شکم سے سید حامد قطب و سید فضل اللہ سید اسمٰعیل و سید شہاب الدین و سید علیم الدین یہ پانچ قطب ہوئے اور بی بی رحمت خاتون کے شکم سے سید برہان الدین و میاں سادات عالم دو قطب ہوئے کہ ولایت گجرات

میں آسودہ ہیں ۔ اس قبیلہ میں اکثر بزرگ صاحبِ حال وقال ہوتے آئے ہیں اور ایک فرزند سید ناصر الدین کے شاہ جلال تھے کہ قنوج میں انتقال کیا۔ وفات سید ناصر الدین محمود کی ۲۲ ر رمضان ۸۴۷ھ میں ہوئی۔ مزار شریف اوچ میں ہے اور ذکر مخدوم جہانیاں کا دوسری جگہ آویگا کس واسطے کہ اول خرقہ ان کو خاندان سہروردیہ سے ملا تھا ۔

ذکر حضرت سید سرور دین لاہوری قدس سرہٗ

نسبت ارادت سید جان محمد حضوری سے رکھتے تھے کہ وہ آپ کے والد اور مرشد بھی تھے اور سید محمود حضوری سے یا سید سرور دین چہار پشت صاحب ولایت وارشاد ہو کر ہدایتِ خلق میں مشغول رہے اور زیارتِ رسول سے مشرف ہوتے رہے۔ وفات سرور دین کی بتاریخ ۲۱ شوال بروز جمعہ ۱۱۱۸ھ میں ہوئی مزار لاہور میں نزد مزارِ پدر زیارت گاہ ہے ۔

ذکر حضرت سید امیر قدس سرہٗ

آپ اولاد سے سید بہاؤ الدین بہادل شیر کی اور مرید سید سیف الرحمٰن بن شاہ مقیم محکم الدین کہ عارفِ کامل اور ہادیِ دین گزرے ہیں ۔ جس وقت دہلی میں مقیم تھے حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے زیارت کا ارادہ کیا ۔ آپ نورِ باطن سے معلوم کر کے غائب ہوئے جب بادشاہ آپ کے مکان پر آئے ، آپ کو ہر چند تلاش کیا نہ پایا ۔ فقط سید نور محمد آپ کے پسر سے مل کر چلے آئے ۔ بعد تلاش کے معلوم ہوا کہ قطب صاحب کی لاٹھ پر کھڑے ہیں ۔ نور محمد نے قوالوں کو حکم دیا کہ کچھ لہو ۔ ان کی آواز سن کر نیچے آئے لکھا ہے کہ بادشاہ جن اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۲ھ میں ہوئی ۔

ذکر حضرت حاجی محمد قادری نوشاہ گنج بخش قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ سلیمان قادری کے تھے ۔ صاحب سکر و جذب و شوق و زہد و ریاضت اور نہایت متقی تھے اور صاحبِ ولایت اور امام فرقہ نوشاہی کے ۔ آپ نے پا پیادہ سات حج کیے ، لکھا ہے کہ آپ کی نو برس کی عمر تھی آپ سوتے تھے اور والدہ آپ کی آٹا گوندھ رہی تھیں

ایک بی بی جو کہ ہمسایہ کی تھیں وہ آئیں اور آپ کا منہ کھول کر بغل میں تکیہ رکھنا چاہا، دیکھا کہ مار سیاہ لپٹا ہوا ہے۔ وہ دیکھ کر شور کرنے لگیں کہ آپ کی والدہ بی بی جو شور سن کر دوڑی آئیں تو دیکھا کچھ نہ تھا۔ متعجب ہوئیں کہ گھر میں سے آواز آئی کہ یہ عورت ناپاک تھی، ہم کو منظور نہ ہوا کہ ہمارے دوست کو ہاتھ لگا دے۔ کچھ تعجب کی جگہ نہیں ہے۔ جب عمر آپ کی پانچ برس کی ہوئی تو آپ کے والد بیت اللہ سے آئے اور قرآن پڑھنے بٹھایا۔ کئی ماہ میں قرآن حفظ کیا اور سال بھر کے بعد آپ کے برادر شیخ اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ جب عمر نوشاہ گنج بخش کی نو برس کی ہوئی، ترکِ دنیا کی اور جنگل میں جا کر مشغول ہوئے۔ بعد بہت جستجو کے آپ کے والدین آپ کے پاس پہنچے اور بدقت نوشہرہ لا کر ایک بزرگ کی لڑکی سے آپ کا عقد کیا چھ برس تمام شب کنارہ دریا پر کھڑے رہ کر عبادت کرتے اور تمام دن مسجد نوشہرہ میں تلاوت فرماتے۔ ایک بار کسی نے کہا کہ ملا کریم الدین ایک کامل درویش کی خدمت میں پہنچے، کہ موضع بھیلووال پرگنہ بھیرہ میں رہتے ہیں، ان کی توجہ سے بہتیرے مقبولِ بارگاہ کبریا ہوئے اگر تم بھی وہاں جاؤ تو خالی نہ رہو گے۔ یہ سنکر بھیلووال پہنچ کر خدمت شاہ سلیمان میں مشرف ہوئے، مرید ہو کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر محبوب مرشد ہوئے کہ انھوں نے اپنے فرزندان تاج محمد و رحیم داد و دیگر اشخاص کو آپ کی تربیت میں سپرد کیا اور نوشہ گنج بخش خطاب دیا آپ قوم سے کھکروں سے تھے کہ ایک اقوام پنجاب سے ہے۔ آپ کے اکثر بزرگ بابرکت ہوئے ہیں۔ ایک روز ایک شخص اپنی زوجہ نابینا کو روبرو حضرت کے لایا اور بٹھایا اور بینا ہونے کی استدعا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ آنکھ کھول کر میری طرف دیکھ، اسی وقت بینا ہوئی حافظ معموری آپ کے خلیفہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ قیامت کو گروہ ہا گروہ اپنے اپنے سرگروہوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ آیا یہ سچ ہے یا کیا ماجرا ہے اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور بہت خلق جمع ہے اور بہت سے جھنڈے معلوم ہوتے ہیں، ان میں ایک بہت بڑا جھنڈا حضرت غوث اعظم کا ہے میں نے جھنڈا نوشاہی تلاش کیا۔ دیکھا کہ حضرت مع یاروں کے موجود ہیں، مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ آ تیری یہ جگہ ہے۔ صبح جب میں حاضر خدمت ہوا۔ معاً فرمایا کہ حافظ مسئلہ قیامت برحق ہے

جیساکہ تم نے خواب میں دیکھا ایسا ہی انشاء اللہ ہوگا۔ تذکرہ نوشاہی میں لکھا ہے کہ جیون حجام آپ کا مرید تھا۔ موضع ماہو کی کا رہنے والا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت اگر میری کھیتی پر تشریف لے چلیں تو موجب برکت ہو۔ آپ قبول فرماکر چلے کہ وہ موضع نوشہرہ سے دو کوس تھا۔ مریدوں نے عرض کیا کہ وقت عصر آگیا ہے۔ فرمایا کہ جیون کی کھیتی سے آکر ادا کروں گا۔ سب چپ رہے اور سمجھے کہ ضرور شام ہو جائے گی، دو کوس کا جانا اور آنا ہے۔ آپ وہاں گئے، بدیر ٹھہرے رہے، نماز کا خیال نہ رہا مگر آفتاب اس جگہ سے نہ ہٹا اور آپ نے وہاں سے آکر نماز عصر ادا کی۔ تھوڑی ہی دیر بعد آفتاب غروب ہوا آپ مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے۔ جو مرید غائبانہ وقت مصیبت کے آپ کو پکارتا، بزور ولایت ہر طرح سے اس کی امداد فرماتے۔ جیساکہ تذکرہ نوشاہی میں مفصل درج ہے۔ اور حافظ معموری آپ کے داماد بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ یہ قاعدہ تھا کہ جو مسافر آتا اس کو اپنے گھر ٹھہراتے، اس کی خدمت کرتے، اگر مسافر زیادہ ہوتے تو گاؤں میں سے خود مانگ کر انکو کھلاتے وفات حضرت کی بعہد عالمگیر بادشاہ غازی ۱۱۰۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میاں غیاث قدس سرہٗ

آپ گجرات میں مشہور اولیاء ہوئے ہیں، اپنے عہد کے شیخ وقت اور افضل العلماء تھے۔ بہت خیر اور متواضع اور رحیم، کریم، سلیم تھے۔ مرید میاں سنگ کے وہ مرید میاں محمد طاہر کے۔

ذکر حضرت شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ قدس اسرارہما

آپ ساکن مدینہ تھے۔ مدینہ سے وارد ہندوستان ہوکر طالبان دین کو نہایت نفع پہنچایا۔ احمد آباد میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی۔

ذکر حضرت سید جعفر بن ہاشم بن صوفی علی گیلانی قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد کے اور نہایت بابرکت تھے۔ وفات حضرت کی دوشنبہ ۹ رجب

۱۰۷۰ھ میں ہوئی مزار لاہور راملی والا تکیہ میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد عبدالحکیم گیلانی بن سیّد بایزید قدس سرہٗ

آپ کے بزرگ ۸۶۳ھ میں ایران سے ہندوستان میں آئے اور بعد حضرت بابر بادشاہ ۹۳۴ھ میں سید نجم الدین دہلی میں آئے، ان کے دادا نظام الدین لاہور میں آرہے تھے حضرت لاہور میں پیدا ہوئے۔ بعد تحصیل علوم ظاہری کے شیخ عبداللہ کے مرید ہوئے، وہ مرید شاہ فیروز کے، وہ مرید شاہ عالم کے، وہ مرید شیخ نورالدین کے، وہ مرید شیخ احمد کے وہ مرید سید صوفی کے، وہ مرید سید عبدالوہاب کے، وہ مرید و فرزند حضرت غوث اعظم کے، نہایت صابر و شاکر تھے۔ لہٰذا دنیا کو ترک کردیا تھا، نمک اور شکر کو برابر سمجھتے تھے وفات حضرت کی بعمر ۷۰ سال ۱۰۸۰ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد محمّد فاضل متوکل بن سیّد ہاشم گیلانی قدس سرہٗ

آپ صاحب توکل وعبادت وریاضت تھے۔ ترک اور تجرید میں شہرۂ آفاق، دنیا اور اہل دنیا سے نہایت متنفر، صائم الدہر، قائم اللیل عالم اور عامل بوجہ اتقی کے حضرت عالمگیر بادشاہ آپ سے بہت خوش تھے۔ فتوح کو قبول نہ کرتے تھے، سن بلوغ سے تاحیات سوائے اپنے حجرہ یا جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں گئے۔ وفات حضرت کی دوسری ذی الحجہ ۱۱۱۴ھ میں ہوئی۔ مزار باہر لاہور کے متصل خانقاہ سید اسمٰعیل محدث کے ہے اور مسجد اور دیگر عمارات آپ کے مزار کی حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے تیار کرائی تھیں۔ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہمراہ دیگر مقبروں کے اس کے بھی پتھر اکھڑ گئے۔ بعدہٗ پژاوہ گروں نے اینٹیں بھی اکھاڑ کر فروخت کیں۔

ذکر حضرت خواجہ محمد فضیل قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ رہنے والے کابل کے تھے۔ پہلے ہندوستان میں آکر ملازم سلطانی ہوئے، بعدہٗ ترک کرکے بخدمت حاجی محمد نورشاہ

حاضر ہوکر مرید ہوئے، بعد تکمیل کار درویشی کے خرقۂ خلافت پاکر پھر کابل میں جاکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ کیسا ہی فاسق آپ کے روبرو آتا، تائب ہوتا، کیسا ہی مریض روبرو آتا اس کو شفا ہوتی۔ کابل میں آپ وہی مشہور ہیں، ایک بار چند اہل دیہہ کابلی ایک زندہ شخص کو چارپائی پہ ڈال کر مردہ بناکر برائے امتحان کرامت حضرت کے روبرو سے نکلے آپ برائے ادائے نماز جنازہ اس کے ساتھ ہوئے۔ جب موقع نماز پر آئے۔ آپ کو پیش امام کیا حضرت نے تکبیر فرمائی، اسی وقت اس مسخرہ کی روح قبض ہوئی۔ اس کے ساتھی منتظر تھے کہ اب یہ اٹھ کر کہے گا کہ میں آپ کی کرامت سے زندہ ہوا۔ ہم مسخرہ پن کریں گے۔ جب وہ نہ اٹھا تو سب حیران ہوئے اور آپ کے قدموں پر پڑے اور اظہار حال کیا اور ملتجی ہوئے کہ معاف کیجیے، آپ نے فرمایا کہ جف القلم بما هو كائن۔ ایک بار باغ سرکاری میں ستر آدمی پہاڑ پر سے ایک سل کو نیچے لاتے تھے مگر نہ لا سکے۔ باغبان نے حضرت سے آکر عرض کی، آپ باغ میں گئے اور إلا الله کا نعرہ مارا۔ اس کے ستر ٹکڑے ہوکر جدا جدا پڑے۔ یہ کرامت دیکھ کر حاکم کابل نے وہ باغ نذر کیا۔ آپ کو ہمیشہ سکر رہتا تھا۔ گاہے فرض فوت ہو جاتے تھے۔ اس وجہ سے علمائے کابل نے آپ کو تکلیف دینی چاہی اور فتویٰ پر تمام علماء کے دستخط کرا کر آپ کو طلب کیا اور کہا کہ تم پر نماز فرض ہے اگر نہ پڑھے گا تو حد شرعی جاری ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ نماز بے وضو کی روا نہیں ہے پس علماء پانی لائے، آپ وضو کرنے بیٹھے۔ جب ہاتھ پر پانی ڈالا ہاتھ پر رواں نہ ہوا۔ یہ کیفیت تھی کہ پانی ہاتھ پر ڈالا اور وہ خشک ہوا، تب آپ نے فرمایا کہ جب تک پانی عضاء پر نہ بہے وضو درست نہیں ہوتا اس وجہ سے میں مجبور ہوں۔ آخر سب نے معافی چاہی اور معتقد ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار کابل میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ رحیم داد قادری قدس سرہٗ

آپ پسر بزرگ اور جانشین شاہ سلیمان قادری کے تھے۔ صاحب علم و عمل و متوکل کہ بعد وفات اپنے پدر کے شاہ نوشاہ سے تعلیم پائی تھی۔ آپ کو نہایت استغراق رہتا تھا۔ مگر وجہ حلال سے روزی پیدا کرتے ایک بار

آپ نے خربوزہ بوئے تھے اور آپ کے صاحبزادے رکھوالی پر تھے کہ ایک سپاہی آیا اس نے خربوزے توڑنے چاہے۔ صاحبزادے نے منع فرمایا۔ اس بدبخت نے ان کے منہ پر طمانچہ مارا۔ وہ روتے ہوئے والد کے پاس آئے، آپ نے فرمایا کہ صبر کرو، وہ اپنا کیا پائے گا۔ رات کو وہ سپاہی دیوانہ ہوا، ہر کسی کے پاس جا کر کہتا کہ برائے خدا میرے سر پر دو چار جوتیاں مارو۔ کئی روز کے بعد اس کے متعلقین حضرت کی خدمت میں لائے، عفو قصور چاہا، آپ نے معاف فرما کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اسی وقت اس کو صحت ہوئی۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار بھیلووال میں متصل والد کے ہے۔

ذکر حضرت سیّد عمر گیلانی قدس سرّہٗ بن سیّد ہاشم گیلانی

آپ کو ارادت اپنے والد سے تھی، نہایت باکمال اور بزرگ گزرے ہیں اور صاحبِ تصنیف بھی ہیں۔ وفات حضرت کی بروز یکشنبہ ۱۶ شعبان ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد حسن پشاوری گیلانی قدس سرّہٗ

آپ مرید اپنے پدر سید عبداللہ گیلانی کے ہیں۔ جد سید محمود وارد ہندوستان ہو کر ٹھٹھہ میں مقیم ہوئے تھے۔ آپ پشاور میں آ کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، نہایت بزرگ اور صاحب عظمت تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے۔ سید محمد غوث لاہوری آپ کے فرزند تھے۔

ذکر حضرت شاہ رضا قادری شطاری لاہوری قدس سرّہٗ

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی و صاحب تقویٰ بہت بڑے عامل گزرے ہیں فتوحات بدرجہ غایت تھا۔ سلسلہ آپ کا اس طرح سے ہے کہ شاہ رضا مرید قاضی شیخ محمد فضل لاہوری کے وہ مرید شیخ الہ داد کے وہ مرید محمد جلال کے، وہ مرید سید نور کے، وہ مرید سید زین العابدین کے کہ چشتی مشہور تھے، وہ مرید شیخ عبدالغفور کے۔ وہ مرید شیخ وجیہ الدین کے، وہ مرید شاہ محمد غوث گوالیاری کے۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۱۲ جمادی الاول

۱۱۱۹ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمد صالح قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ سادات عظام و شرفائے کرام و یاران کبار و محبان غمخوار و خلفائے باوقار و خدام نامدار حضرت حاجی محمد نوشاہ سے ہیں۔ اور ان پر عالیجاہ حضرت شاہ کی از حد عنایت تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۷ھ میں ہوئی اور ان کا مزار پُر انوار چک سادہ میں جو کہ . . . گجرات سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے، زیارت گاہ عوام ہے۔

ذکر حضرت شیخ صدر الدین قادری نوشاہی قدس سرہٗ

حضرت نوشاہ عالیجاہ کے مریدان عالیشان و خدام بلند مقام میں سے ہیں، آنحضرت اوائل میں لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔ مرشد کی نظر پڑتے ہی کامل ہو گئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۰ھ میں واقع ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ درگاہی قادری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت عبدالرزاق شاہ چراغ گیلانی کے خلیفہ تھے۔ نہایت متقی اور خاندان صابریہ میں بھی اجازت یافتہ تھے۔ نقل ہے کہ آپ کی خانقاہ کے نزدیک ایک زمیندار کا چاہ تھا، ایک روز اس نے عرض کیا کہ میرا لڑکا پھنسیوں کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اگر آپ مہربانی کریں تو وہ اچھا ہو جائے۔ چونکہ آپ اس وقت خوشی میں تھے، فرمایا کہ کنوئیں کے پانی میں نہلاؤ، شفا پا جائے گا اور اس کنوئیں کے واسطے دعا کی کہ جو کوئی بیمار پھنسیوں میں مبتلا ہو، اس میں غسل کرنے اچھا ہو جاویگا چنانچہ وہ فیض جاری ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۲ھ میں ہوئی اور آنحضرت کا مزار چاہ پاتیاں والا کے متصل لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ تاج محمود قادری قدس سرہٗ

آپ شاہ سلیمان قادری کے چھوٹے

پسر تھے۔ اور تربیت اور تکمیل حاجی محمد نوشاہ سے کی، بعد وفات پدر موضع لکھیانوالہ میں آئے، ایک دفعہ امساکِ باراں تھا۔ لوگوں نے آپ سے دعا چاہی۔ آپ نکل کر میدان میں کھڑے ہوگئے۔ اسی وقت اس قدر بارش ہوئی کہ آپ کے کپڑے بھیگ گئے اور جنگل سیراب ہوگیا۔ نقل ہے کہ مستجاب الدعوات تھے، جو زبان سے نکلتا تھا فوراً اس کا ظہور ہوتا تھا وفات آنحضرت کی ۱۱۲۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبدالحمید قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حاجی محمد نوشاہ کے تھے۔ اولیائے وقت گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید نور محمد بن سید محمد امیر گیلانی قدس سرہٗ

آپ مادر زاد ولی تھے جب پڑھنے بٹھلایا تو استاد کے آگے قرآن پڑھنا شروع کیا اور اس کا ترجمہ سنایا اور خوب روئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ خوش محمد قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ حاجی محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے اور اشعار فارسی و ہندی میں کہتے تھے، مرجع خلائق ہوئے ہیں وفات حضرت کی ۱۱۲۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت حافظ برخوردار نوشاہی قدس سرہٗ

آپ فرزند اور خلیفہ حاجی محمد نوشاہ کے تھے، شبانہ روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے، نہایت خلیق و بابرکت تھے، اکثر کرامات آپکی مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبدالوہاب بن سید سرور دین بن جان محمد حضوری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید اپنے والد کے نہایت متقی و صاحبِ عظمت اور صاحبِ فیض گزرے ہیں۔

وفات حضرت کی ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد تقی نوشاہی قدس سرہٗ

حضرت نوشاہ عالی جاہ کے مرید تھے، مجاہد نفس اس قدر کہ ہمیشہ محبت الٰہی میں مست و مدہوش تھے۔ ایک بار عید الضحٰے کو قربانی ہو رہی تھی ایک سے پوچھا یہ کیا ہوتا ہے، اس نے کہا کہ اللہ کے واسطے بکری قربانی کرتے ہیں۔ یہ سنکر آپ کو جوش آیا اور چھری لے کر اپنے گلے پر پھیری کہ میں بھی اللہ کے نام پر قربان ہوتا ہوں تھوڑا سا گلا کٹنے پایا تھا کہ لوگوں نے چھری پکڑلی۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ ہاشم دریادل نوشاہی قادری قدس سرہٗ

آپ فرزند ثانی حضرت حاجی نوشاہ کے تھے۔ نہایت سخی اور متقی اور مہمان نواز تھے، اور شاگرد مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی و مولوی عبد اللہ لاہوری کے تھے، ایک شخص نے ایک روز آپ کو برا بھلا کہا، اسی روز اس کا فرزند مر گیا۔ ایک دفعہ آپ خانقاہ نوشاہ میں بیٹھے تھے۔ ایک بیمار کہ جس کے ہاتھ اور پاؤں رہ گئے تھے چارپائی پر ڈال کر آپ کے پاس لایا گیا آپ نے فرمایا کہ سورۂ ملک پڑھ۔ اس نے پڑھی اور صحت پائی۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید احمد شیخ الہند گیلانی قدس سرہٗ

آپ پہلے عرب سے تشریف لائے، کوٹلہ میں متصل وزیر آباد کے سکونت اختیار کی، اولاد غوث پاک سے تھے نہایت خوش صورت و خوش سیرت باکرامت تھے، وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید بدر الدین گیلانی لاہوری قدس سرہٗ بن سید علی

ہمیشہ طلبا دین کو درس کراتے اور محمد معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ آپ کے معتقد تھے وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار پُر انوار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عصمت اللہ نوشاہی قدس سرہٗ

یہ حضرت پسر پنجم حافظ برخوردار کے ہیں۔ نہایت بزرگ متقی عابد و عالم گزرے ہیں اور تکمیل درویشی کی شیخ عبدالرحمٰن سے کی۔ نہایت بابرکت و باعظمت گزرے ہیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ سے کئی آدمی کامل ہوئے وفات حضرت کی ۱۱۲۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین قادری کیرانوی قدس سرہٗ

آپ فرزند عبداللہ کے تھے۔ کرامات بلند و مقامات ارجمند رکھتے تھے۔ خلیفہ قطب الابدال سید طٰہٰ قادری کوتانوی کے تھے اور روحانیت غوث پاک سے بھی فیض یاب تھے وطن اصلی آپ کا انبالہ ہے۔ نقل ہے کہ آپ کی چودہ برس کی عمر تھی کہ شیخ محمد قلندر ساکن انبالہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ذکر و شغل کیا کرتے بعد ایک مدت کے ان قلندر نے اپنے سر پر سے کلاہ اتار کر ان کے سر پر رکھی۔ اس روز سے ان کو اور بھی محبت بڑھی۔ یہاں تک کہ ذکر حق میں اپنے کو فراموش کرتے، یہ کیفیت ان کی دیکھ کر ان بزرگ نے فرمایا، تو جا کر کوتانہ میں سید طٰہٰ صاحب کا مرید ہو۔ آپ بموجب ارشاد ان کے کوتانہ میں آئے اور سید صاحب کے مرید ہوئے۔ اور ذکر و شغل میں چندے معروف رہے بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدہٗ حسب اجازت مرشد عازم بیت اللہ ہوئے مگر بہ کشش شاہ بدرالدین قادری کہ صحرائے مصر میں برقعہ اوڑھے رہتے تھے ان کی خدمت میں پہنچ کر نعمت ملنے بے شمار سے مشرف ہوئے اور مکہ معظمہ میں آئے بعد ادائے حج مدینہ شریف میں آکر حضرت شیخ کبریا یحییٰ مدنی کی خدمت میں مشرف ہو کر بیعت کی اور نعمت ہائے گوناگوں سے مشرف ہو کر سلسلہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ اور نقشبندیہ میں صاحب اجازت ہوئے۔ چاہتے تھے کہ باقی زندگانی مدینہ میں بسر کریں ایک روز شیخ یحییٰ مدنی نے فرمایا کہ فتح محمد رسولﷺ فرماتے ہیں کہ تو ہندوستان کو جا، تجھ سے بہت لوگ ہدایت پائیں گے اور آخر خرقہ خلافت حاصل کرا کر کوتانہ میں آئے اور ۱۱۲۰ھ میں حسب الحکم

شیخ یحییٰ مدنی قصبہ کیرانہ میں آکر حویلی وخانقاہ وچاہ تعمیر کیے۔

نقل ہے کہ حضرت بطریق سیر وارد دہلی ہوکر زیارت مزار خواجہ قطب الدین پر حاضر ہوئے۔ وہاں بیٹھ کر مراقبہ کیا۔ قوال یہ بیت گا رہے تھے ؎

اے دلبر ہندو صنم تجھ بن مسلمانی نہیں ✦ کفرست بے تو زیستی یہ بات پنہانی نہیں

یہ بات سن کر آپ کو جوش آیا اور سر مراقبہ سے اٹھا کر بے اختیار رونے لگے، حاضرین پر حالت طاری ہوئی۔ مولوی عبداللہ کہ جو مرید خاص تھے، ہمراہ تھے، بعد اقامت کے انھوں نے پوچھا کہ یا شیخ کبھی آپ کی یہ حالت نہیں ہوئی۔ جیسی کہ آج حالت ہوئی۔ اس میں کیا بھید ہے۔ آپ نے فرمایا کہ افشائے واقعات منع ہے مگر تم دریافت کرتے ہو۔ میں نے مراقبہ میں یہ دیکھا کہ حضرت قطب الاقطاب تشریف فرما ہیں اور تمام اولیاء دہلی حاضر ہیں، آپ بشوق تمام سن رہے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر میں بھی بے قرار ہوگیا، اس روز سے ہمیشہ دہلی جایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ شاہ ترکمان بیابانی کے مزار پر جاکر مشغول ہوئے ایسی تجلی ہوئی کہ جس قدر آدمی روضہ عالیہ میں تھے، کسی کو تاب نہ رہی کہ وہاں ٹھیر سکے، جس وقت آپ کیرانہ میں تشریف لائے ہیں اول بھورا شاہ فقیر کہ صاحب خانقاہ تھا اور آپ کا منکر تھا، آخر مرید ہوا اور آپ کی خانقاہ کی جاروب کشی پر مامور رہا۔ دوسرا امر یہ ہوا کہ سڑک شاملی پر شیخ سماء الدین خلیفہ کبیر الاولیاء پانی پتی کا مزار ہے اس سڑک پر کیرانہ اور شاملی کے درمیان کوئی چاہ نہ تھا۔ مسافروں کو نہایت تکلیف تھی، زمیندار ان کیرانہ نے متصل مزار مذکور کے ایک کنواں بنانا چاہا۔ دن بھر معمار اس پر کام کرتے جب دوسرے روز جاکر دیکھتے تو کنواں ڈھایا ہوا ملتا۔ جب کئی روز اسی طرح گزر گئے، اہل کیرانہ حضرت کی خدمت میں آئے۔ امداد چاہی۔ آپ ازراہ رحم اس مزار پر تشریف لے گئے۔ چند زمیندار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب رات ہوئی وہ لوگ تو اوپر درختوں کے چڑھے، آپ چاہ پر بیٹھ گئے۔ جب آدھی رات گئی، ایک بزرگ پھاوڑا ہاتھ میں لیے پیدا ہوئے۔ چاہتے تھے کہ کنویں پر پھاوڑا ماریں۔ آپ مانع آئے، انھوں نے کہا میں اس مقام پر کنواں نہیں بننے دوں گا، کنویں کی وجہ سے یہ مقام ناپاک رہے گا۔ ہر چند

آپ نے سمجھایا، وہ بزرگ نہ مانتے، اس روز تو وہ چلے گئے، دوسرے روز اسی وقت پھر وہ پیدا ہوئے۔ وہ زمیندار درختوں پر بیٹھے تھے، انھوں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک تخت اترا، اس پر دو بزرگ تھے۔ یہ دونوں صاحب ان کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور تعظیم بجالائے۔ ان دونوں بزرگوں نے جن کا مزار تھا ان سے فرمایا کہ ہم کو شیخ محمد کی خاطر منظور ہے۔ لہذا چاہ بننے دو۔ انھوں نے منظور کیا اور وہ تخت جس طرح سے آیا تھا اسی طرح چلا گیا۔ ان زمینداروں نے حضرت سے پوچھا کہ تخت پر یہ دونوں بزرگ کون تھے۔ فرمایا کہ جو داہنی طرف تھے وہ غوث اعظم تھے اور جو بائیں طرف باادب بیٹھے تھے وہ ان کے پیر شیخ جلال الدین پانی پتی تھے۔ یہ کرامت حضرت کی دیکھ کر تمام کیرانہ معتقد ہوا۔ نقل ہے کہ آپ نے دو برس اپنے انتقال سے پہلے مریدوں کو خبر دیدی تھی کہ وقتِ وصال میرا نزدیک ہے۔ چنانچہ بتاریخ ۲۹ ربیع الاول ۱۱۰۸ھ شب چہارشنبہ بعد نماز عشاء تین بار اسم ذات فرما کر جان بحق تسلیم کی۔ عمر آپ کی ترسیٹھ برس کی ہوئی۔ اس دن تمام روز تیرہ و تاریک رہا۔ چنانچہ مادہ تاریخ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں:۔ حاجی محمد، نظر محمد قادری، حافظ عبداللہ قادری دہلوی و سید بلال و شاہ عثمان و شاہ محمد شریف و شاہ محمد طاہر و شاہ محمد خلیل و شاہ عبدالرشید صاحب سجادہ حضرت۔ وفات ان کی پانچویں محرم ۱۱۷۱ھ میں ہوئی، ان کے بعد شیخ جلال الدین شاہ چراغ صاحب سجادہ ہوئے۔ ۱۱۹۶ھ میں وفات پائی، ان کے بعد شیخ محمد یوسف قادری سجادہ نشین ہوئے ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی ان کے بعد شیخ تخت علی صاحب سجادہ ہوئے۔ ۱۲۸۰ھ میں وفات پائی، ان کے بعد شاہ امین الدین صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ یہ بزرگ بھی اپنے وقت کے صاحبِ تقوٰے و عامل گزرے ہیں، نہایت خلیق و متقی تھے، انھوں نے ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی، ان کے بعد شاہ جمال الدین سجادہ نشین ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ احمد بیگ نوشاہی قدس سرہ

مرید و شاگرد حضرت نوشاہ کے تھے۔ اور ولی مادرزاد تھے اور تمام معاملات دینی و دنیوی کا انکشاف تھا بہت سے آپ کے

مرید بھی باکمال گذرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۰ھ میں ہوئی، مزار سیالکوٹ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ عنایت قادری شطاری قدس سرہٗ

آپ مرید شاہ رضا لاہوری کے تھے بعد عطائے خرقہ خلافت لاہور میں آکر ہدایت خلق میں مصروف رہ کر ۱۱۴۱ھ میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر سید حاجی عبداللہ گیلانی قدس سرہ بن سید اسمٰعیل

تمام عمر کسی دنیادار کے گھر پر نہیں گئے۔ تعلیم طلبائے حق میں مصروف رہتے تھے۔ ناظم لاہور آپ کا مرید تھا، خوارق آپ کے بھی مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جمال اللہ نوشاہی قادری قدس سرہٗ

آپ فرزند ششم خواجہ برخوردار کے تھے۔ صاحب ذوق و شوق، اور ذکر کی یہ کیفیت تھی کہ سوتے جاگتے آپ کا قلب ذاکر رہتا تھا جس کی آواز لوگ سنتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت حافظ معموری نوشاہی قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب جمال و کمال و ذوق و شوق تھے۔ مرید خاندان نوشاہی کے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۵ھ میں ہوئی۔

ذکر شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی قادری قدس سرہٗ

فرزند سید حسن پشاوری، مرید اپنے والد کے، علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ اور صاحب اجازت سلسلہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ کے تھے۔ روحانیت میں میاں میر لاہوری سے بھی تربیت پائی تھی اپنے عہد میں شیخ وقت مقتدائے روزگار مرجع خلائق تھے۔ ایک بار نونہال سنگھ نے آپ کی خانقاہ کے چند درخت کٹوا دیے تھے جو باعث ہلاکت اس کے ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ پیر محمد المشہور بہ سچیار قدس سرہٗ

آپ حاجی نور محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے۔ بعد انتقال پیر کے گجرات میں آن کر ۱۱۵۲ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ عبدالرحمٰن المشہور بہ پاک رحمان نوشاہی قدس سرہٗ

یہ حضرت بھی حاجی محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے، کہ اکثر خلفاء اولاد حضرت نوشاہ نے ان سے تکمیل کی۔ جب سے مرتبہ صمدانیت کو پہنچے، کھانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ نقل ہے کہ ایک روز خادم سعدی اپنے سے فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس مریض پر تو نظر ڈالے اس کو شفا ہو۔ اور جس فاسق پر تیری نظر پڑے وہ ولی ہو جائے۔ چنانچہ اس روز سے جو مریض شیخ سعدی کے سامنے آتا تھا اس کو شفا ہوتی تھی۔ وفات شیخ عبدالرحمٰن کی ۱۱۵۳ھ میں ہوئی اور مزار بھڑی عبدالرحمٰن میں مشہور ہے اور شیخ اللہ داد کہ صاحب ذوق وشوق تھے آپ کے مرید تھے۔

ذکر حضرت سید عبدالقادر شاہ گدا گیلانی بن سید عمر بن حاجی محمد ہاشم قدس سرہٗ

آپ جامع طریقت و شریعت و محرم اسرار حقیقت و معرفت تھے کہ تاحیات زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔ آپ صاحب ملفوظات بھی ہیں اور سیف زبان بھی۔ خورد سالی میں سید عبداللہ مکی سے تکمیل کی۔ بعد اس کے سید عبدالرحمٰن کی خدمت میں رہے۔ بعد اس کے سید محمد لاہوری سے فیض حاصل کیا اور صاحب تالیف بھی ہیں وفات حضرت کی ۱۱۵۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ فرید نوشاہی لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ پیر محمد سچیار کے تھے۔ آپ کو جذب اور استغراق رہتا تھا۔ پہلے ملازم بزرگان راقم کے تھے۔ جب جذبہ الٰہی دامن گیر ہوا ترک لباس کر کے شیخ پیر محمد کے مرید ہو کر تکمیل کر کے اولیاء ہوئے آپ اولاد سے جھاگری

حسینی کے تھے۔ بعد عطائے خرقۂ خلافت لاہور میں آئے، کوٹلہ آباد کیا جو کوٹلہ شاہ فرید آباد مشہور ہے اور ہدایتِ خلق میں معروف رہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ فتح محمد نوشاہی قدس سرہٗ

آپ نوشاہ عالیجاہ کے مرید تھے ملک پوٹھوار میں تمام خلقت آپ کی مرید تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۰ھ میں ہوئی اور مزار پوٹھوار میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عنایت قدس سرہٗ بن حافظ برخودار

یہ حضرت مرید شیخ عبدالرحمٰن کے تھے گیارہ برس تک حالتِ استغراق میں رہے، کچھ نہیں کھایا، اکثر شب کو دست و پا جُدا ہو جایا کرتے تھے۔ وفات ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد سلطان لاہوری مرگ نیتی قدس سرہٗ

آپ سالک مجذوب اور صاحب سکر اور عشق و محبت تھے۔ مرید شیخ سندی شاہ کے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔ اور مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد شاہ حسین بن سیّد نور محمد سجادہ نشین حجرہ قدس سرہٗ

مشہور مشائخ و مرجع خلائق تھے۔ بہت سی کرامات و خوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۳ھ میں ہوئی اور مزار حجرہ میں ہے۔

ذکر حضرت میاں رحمت اللہ قدس سرہٗ بن حافظ برخوردار نوشاہی

آپ نہایت متقی و سخی تھے۔ ایک بار حاکم علاقہ نے تقاضا برائے جمع سرکار آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ارشاد کیا کہ اس سے کہہ دو کہ ہم نے تجھے مسندِ حکومت سے جدا کیا اس تقاضے میں ہماری توہین تھی۔ چنانچہ اسی روز وہ معزول کیا گیا۔ جس امر میں چاہتے تھے۔ غیب سے

مداد ہوتی تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ نصرت اللہ نوشاہی بن حافظ برخوردار قدس سرہٗ

آپ بہت بڑے عالم باعمل اور باخدا گزرے ہیں۔ مرید اپنے والد کے تھے اور فیض احمد بیگ سے بھی پایا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میر بلھے شاہ قصوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ عنایت کے تھے اور سماع میں بہت حالت ہوتی تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۱ھ میں ہوئی مزار پُرانوار پنجاب کے مشہور شہر قصور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ سعد اللہ نوشاہی بن حافظ برخوردار قدس سرہٗ

آپ طبابت بھی کرتے تھے جو مریض آپ کے زیر علاج رہتا تھا، اس کو شفا ہوتی تھی گویا جامع الشفا تھے ایک شخص آپ کا منکر تھا اور ہمیشہ تکلیف دیا کرتا تھا آخر اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اس کا مال واسباب چوری گئے اور ہر دو پسر فوت ہوئے اور خود نابینا ہو کر مر گیا۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد عظیم قادری قدس سرہٗ

آپ مظہر کرامات وخوارق تھے اولاد سے شاہ مقیم محکم الدین صاحب حجرہ کے تھے۔ مرید اپنے جدی سلسلہ کے تھے، اگرچہ افغانان لاہور لوٹ مار کرتے تھے۔ مگر بیگم کوٹ تک کہ جائے سکونت حضرت کی تھی نہ آسکتے تھے، وفات حضرت کی ۱۱۸۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت عظیم شاہ سردار قادری قدس سرہٗ

آپ مرید صاحب خان قادری کے تھے۔ وہ مرید حضرت شاہ میاں صاحب سجادہ حجرہ کے تھے، بعد عطائے خرقہ خلافت بمقام باکوال کہ لاہور سے دس کوس ہے، تشریف لائے اور تلقین ظاہری وباطنی میں مشغول ہوئے، بہت بڑے

صاحبِ کرامات گزرے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی درانی کو بھی آپ سے عقیدت تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۸۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید محمد شاہ رزاق گیلانی بن شاہ محمد ہاشم قدس سرہٗ

آپ تجرید و تفرید میں یگانۂ روزگار، تقویٰ اور صلاحیت میں شہرۂ آفاق تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۸۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ مصاحب خاں خورد لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ سید سردار شاہ کے تھے۔

علومِ ظاہری و باطنی میں کامل، اکثر ہدایت خلق اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۹۰ھ میں ہوئی اور مزار قصبہ بابک وال میں کہ لاہور سے دس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ذکر حضرت شاہ صدر الدین بن سید میر عبد الرزاق قدس سرہٗ

آپ صاحبِ شوق اور سخاوت و شجاعت تھے۔ دفعِ کفر میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۹۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید سعد الدین بن سید عبد الرزاق صاحب حجرہ قدس سرہٗ

نہایت بابرکت بزرگ گزرے ہیں، بہت خلق آپ سے فیض یاب ہوئی ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جان محمد لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مصاحب خان کے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبداللہ شاہ بلوچ لاہوری قدس سرہٗ

مرید شیخ شرف الدین پانی پتی کے تھے۔ وہ مرید خاندان میاں میر لاہوری کے تھے۔ اکثر لوگوں نے آپ کی کرامات کے امتحان کیے آخر وہ لوگ خجل ہوئے۔ اکثر کرامتیں آپ کی لاہور میں مشہور ہیں۔ آپ کے خلیفہ یہ ہیں:۔ امام غلام محمد گاموؔ و شیخ الہ یار پشاوری، شیخ فیض بخش قریشی۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمود قدس سرہٗ

آپ مرید سید صدر الدین کے تھے۔ صاحب حال وقال گزرے ہیں، وفات حضرت کی ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عادل شاہ گیلانی بن سید فاضل قدس سرہٗ

صاحب تقویٰ اور با فیض تھے وفات حضرت کی ۱۲۳۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید شادی شاہ قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ لاہور میں آکر امیر مزار مخدوم گنج بخش ہجویری کے مقیم ہوئے۔ بہت خلق نے آپ سے رجوع کی۔ وفات ۱۲۳۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ سردار قادری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ جان محمد قادری کے تھے، اپنے وقت میں باکمال و بابرکت گزرے ہیں۔ وفات ۱۲۳۵ھ میں ہوئی۔

ذکر سید علی شاہ قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت احمد آباد سے لاہور میں تشریف لاکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا، آپ مرید سید غازی کے، وہ شاہ اعظم کے وہ شاہ اکرام کے، وہ شاہ خلیل کے، وہ شاہ میاں کے، وہ شاہ مصطفےٰ کے، وہ شاہ میاں جی کے، وہ سید پیرو کے وہ شاہ کرم علی کے، وہ شاہ مسعود کے وہ شیخ نور محمد کے وہ شیخ احمد کے وہ شیخ صوفی کے وہ شیخ رحمت اللہ کے، وہ شیخ فضل اللہ کے، وہ سید عبدالوہاب کے، وہ

حضرت غوث اعظم کے، وفات ان کی ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں بمقام جھنگی چراغ شاہ واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ سید سردار علی شہید مقیم شاہی قدس سرہٗ

آپ کی کرامات و خوارق طویل ہیں اور ۱۲۲۹ھ میں شہادت پائی۔

ذکر حضرت شاہ غلام نبی قدس سرہٗ

آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے، نہایت بزرگ با برکت و باکرامت تھے اور روح پاک مخدوم گنج بخش ہجویری لاہوری سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ بغیر کشتی کے دریا سے گزر جاتے تھے اور قدم تر نہ ہوتا تھا۔ وفات ان کی ۱۲۴۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید قطب الدین گیلانی قدس سرہ

خلیفہ اپنے والد کے تھے مرجع خلائق با برکت، صاحبِ کرامت، عالم باعمل، وفات آپ کی ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ مسلم خان قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سردار شاہ کے ہیں، آپ امیرزادہ تھے، ترکِ مال و منال کر کے فقیر ہوئے۔ بعد تکمیل سجادہ شیخیت پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ وفات آپ کی ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ بڑے صاحب دہلوی قدس سرہٗ

آپ صحیح النسب سادات عظام اور اولیائے کرام اور سلسلہ قادریہ میں مشہور درویش صاحبِ کرامت و خوارق گزرے ہیں۔ عہدِ حضرت محمد شاہ بادشاہ میں وارد دہلی ہوئے، اس زمانہ میں برائے امتحان فقرا بحکم بادشاہ فقیر گرفتار کر کے بندی خانہ میں رکھے جاتے تھے، ان حضرت کو کوتوالی کے پیادوں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ، ورنہ پکڑے جاؤ گے، آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا جرم کیا ہے؟ اس بحث میں اور پیادے بھی آگئے، آپ کو بندی خانہ میں لے گئے، داروغہ بندی خانہ نے کہا

کہ یہ چکی موجود ہے تم بھی دانہ دلو، آپ نے چکی کی طرف دیکھا، معاً وہ چلنے لگی، یہ کرامت دیکھ کر کل فقیر بعجز تمام مستدعی ہوئے کہ یا بندۂ خدا ہماری بندی چھڑائیے، آپ نے حکم دیا کہ اے چکیو! بحکم خدا دانہ دلو۔ فقراء کو تکلیف نہ دو، اسی وقت سب چکیاں چلنے لگیں، دانہ ان میں پڑنے لگا، یہ کیفیت دیکھ کر داروغہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور کا مطلب حاصل ہوا اور کل ماجرا عرض کیا۔ بادشاہ ہوادار پر سوار ہو کر خان سامانی میں آئے۔ جہاں فقیر قید تھے اور حضرت کی قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ تکلیف دینے کا باعث صرف یہی تھا، کہ کامل درویش ملے۔ خدا نے میری مراد پوری کی۔ حضرت کو اپنے ہمراہ لا کر ایک عمدہ مکان میں باعزاز رکھا اور دیگر فقراء کو نقد اور جاگیریں دے کر رخصت کیا۔ ایک روز حضرت نے رخصت چاہی بادشاہ نے عرض کیا کہ میری التجا یہ ہے کہ آپ میرے ہی پاس رہیں، جہاں حکم ہو خانقاہ تیار ہو جائے، آپ نے فرمایا چار کوری خشت منگا اور ہم تم دونوں دریا کی سیر کریں۔ الغرض دونوں کشتی پر سوار ہوئے۔ جب کشتی بیچ دریا کے پہنچی، حضرت نے وہ خشت دریا میں چھوڑ کر فرمایا کہ جہاں یہ ٹھہریں وہاں تکیہ فقیر کا ہوگا۔ بحکم بادشاہ ان اینٹوں کی تلاش ہوئی، آخر دیکھا کہ پانی ہٹ گیا۔ چاروں اینٹیں کچھ کچھ فاصلہ سے رکھی ہیں۔ جب کشتی قریب پہنچی، حضرت کشتی سے اتر کر وہاں جا بیٹھے، بعد اس کے یہ کیفیت ہوئی کہ ہر وقت ہزاروں آدمی اہل شہر اور امراء بادشاہ حاضر خدمت رہا کرتے تھے، ہزاروں کرامت اور خوارق حضرت سے ظہور میں آئے اور ہنوز مزار پُرانوار سے فیضان جاری ہے، ایک ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ اس وقت سے آج تک کیسی ہی دریائے جمنا نے طغیانی کی۔ مگر آپ کے تکیہ پر پانی نہیں چڑھا۔ وہ تکیہ دریا کے بیچ میں نگم بودہ کے سامنے موجود ہے اور وہیں مزار ہے آپ کے دوسرے صاحب سجادہ میاں قادر بخش مجذوب ہوئے، دن کو تمام شہر میں پھرتے جس کے گھر میں چاہتے گھس جاتے۔ جو شے جس کو چاہتے اٹھا کر دے دیتے، کوئی مانع نہ ہوتا تھا۔ ایک روز ایک جوہری کا صندوقچہ اٹھا لائے اور اس کو اپنی جھونپڑی میں رکھ کر گوجروں کو بلا کر لائے۔ اتنے میں وہ جوہری شیرینی لے کر آئے اور مستدعی ہوئے۔ گوجر متقاضی ہوئے کہ وہ صندوقچہ ہم کو دیجیے، آپ نے فرمایا کہ جھونپڑی میں گدڑی کے نیچے ہے

لے لو، اگر مل جائے، گوجروں نے خوب ڈھونڈا ان کو نہ ملا، بعدہٗ مالک صندوقچہ سے فرمایا کہ جلدی اندر جاکر اپنا صندوقچہ لے لے۔ جوہری اندر گیا اور اپنا صندوقچہ لایا، یہ کرامت دیکھ کر سب حیران ہوگئے، گوجروں کو شیرینی دے کر فرمایا کہ تمھاری قسمت میں نہ تھا، چلے جاؤ۔ ایک بار ناظر قلعہ کا دوشالہ اتار لائے۔ قلعہ سے باہر لاکر اس میں پتھر رکھے اور شمرو کی بیگم کے باغ میں سے مار سیاہ پکڑ لائے، اس سے اس گٹھڑی کو باندھا اس کا پھن منہ میں لے کر گانٹھ دی اور اس کو سڑک پر رکھ دیا اور راہ گیروں سے فرمایا کہ جو چاہے لے لے مگر سانپ کو نہ مارے، اس کی دہشت سے کوئی پاس نہ گیا، آخر وہ گٹھڑی اپنے سر پر رکھ کر پرانے کوٹلہ کو چلے۔ طامع لوگ پیچھے ہوئے۔ آپ نے کوٹلہ پہنچ کر وہ گٹھڑی پھینک دی اور اپنے تکیہ کی راہ لی۔ وہ گٹھڑی پھینکتے ہی نظر مردماں سے غائب ہوگئی۔ لوگوں نے دوڑ کر آپ سے پوچھا کہ وہ گٹھڑی کسے دے آئے، فرمایا کہ وہ پتھر سونے کے تھے۔ جب کسی نے نہ لیے میں نے ان کو جنوں کو دے دیا، وہ اٹھالے گئے۔ بعض وقت دریا سے اس طرح گزر جاتے تھے کہ پیر کا تلوا بھی تر نہیں ہوتا تھا، ان کے بعد میاں مہدی علی شاہ صاحب سجادہ ہوئے، نہایت متواضع بزرگ اور مرجع خلائق تھے، بادشاہ بھی حضرت کی خدمت میں گاہے گاہے حاضر ہوتے تھے۔ ایام خشکی میں جو زمیندار اُپلے لے کر اس طرف گزرتے تھے۔ فی بار چار کوڑی اور پانچ اُپلے حق تکیہ عالیہ کے مقرر تھے۔ ایک روز حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی ابوظفر بہادر شاہ حضرت کے پاس بیٹھے تھے۔ تمام جلوس سواری زیر تکیہ حاضر تھا کہ چند گھاسیں اپلوں کی آئیں۔ حضرت نے دیکھ کر بآواز بلند فرمایا کہ بھلا ہے بابا اور وہاں سے اٹھ کر کوڑیاں اور اپلے لے کر پھر بادشاہ کے پاس آکر گفتگو میں مصروف ہوئے۔ حضرت بالکل بیباک اور پاک تھے، ہر کہ دمہ کو ایک نظر دیکھتے تھے۔ برادر خورد کاتب الحروف مرزا گوہر سلطان حضرت کا مرید اور نہایت پیارا تھا آپ اس کو مرد فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ قبل از وقت نکلنے ریش بروتکے اس کے چہرہ پہ داڑھی نکل آئی تھی جو زبانِ فیض ترجمان سے نکلتا تھا۔ فوراً اس کا ظہور ہوتا تھا۔ ایک بار سائیں کمبل پوش اور دو تین اسی قسم کے آدمی جمع ہو کر شاہ بڑے صاحب کے تکیہ کی طرف

چلے، راہ میں مشورہ ہوا کہ اگر مہدی علی شاہ صاحب کرامات ہے تو ہم کو حسبِ دلخواہ ہر ایک کے کھانا کھلائے گا اور ہر ایک نے ایک ایک چیز کھانی مقرر کر لی۔ جب تکیہ میں حضرت کے پاس پہنچے، آپ نہایت مہربانی سے پیش آئے کہ اسی وقت چوبدار بادشاہی دو خوان کھانے کے لوا کر لایا اور عرض کی کہ حضور نے یہ کھانا آپ کے واسطے بھیجا ہے، آپ نے ان صاحبوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمہاری دعوت عنایت کی ہے۔ کھاؤ۔ ان صاحبوں نے عذر پیش کیا۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ کمبل پوش راستہ میں مہدی علی شاہ کے پاس بیسنی روٹیاں کھانا چاہتے تھے، لو اور کھاؤ۔ الغرض موافق ضمیر ہر شخص کے اپنے دستِ حق پرست سے ہر کو دیا اور فرمایا کہ خوب کھاؤ۔ کمبل پوش کہتے تھے کہ اظہار اس کرامت سے ہم متحیر ہوئے اور عفو قصور چاہا۔ وفات حضرت کی غدر سے کئی سال پہلے ہوئی۔ مزار اسی تکیہ میں ہے۔

ذکر حضرت حافظ مولینا شاہ عبدالعزیز دہلوی المعروف حضرت آخوند صاحب قدس سرہٗ

آپ فراشخانہ کی کھڑکی کے سامنے اپنی مسجد میں ہدایت خلق اور نفع رسانی شہر میں مصروف رہتے تھے۔ عاشقِ رسول، عاملِ وقت گزرے ہیں۔ کاتب کو بھی حضرت کی خدمت میں نیاز حاصل تھا، ہزاروں مریض وسحر آلودہ و دیگر حاجت مند ہر صبح حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے بفضلِ خدا ان سب کی مطلب برآری ہوتی۔ حضرت کی کرامات و خوارق احاطۂ تحریر سے باہر ہیں مگر کسی قدر تبرکاً درج کرتا ہوں۔

ایک روز میرے پیر بھائی مرزا بہادر صاحب کہ جو فرید عصر تھے۔ مجھ کو ہمراہ لے کر حضرت کی خدمت میں آئے۔ اس وقت حضرت مریضوں اور حاجت مندوں کی طرف متوجہ تھے، کامل دس بجے جب فارغ ہوئے۔ مرزا صاحب مذکور سے فرمایا کہ آج خلافِ عادت اتنی دیر ٹھہرنے کا کیا باعث ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں آج ایک کار ضروری کو آیا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں مقروض ہو گیا ہوں، میرا قرض ادا کیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں فقیر متوکل ہوں۔ میرے

پاس کیا ہے، تم کو اللہ نے شہزادہ کیا، تم ہی کچھ اس کی سبیل نکالو۔ مرزا صاحب موصوف نے کہا کہ ہماری آپ کی پرانی دوستی ہے کبھی کوئی کام نہیں پڑا، آج ذرا سا کام پڑا ہے سو ہی آپ گریز کرتے ہیں، اگر آج میرا کام نہ ہوا تو پھر میں کبھی نہ ملوں گا۔ یہ سن کر مرزا صاحب موصوف کا ہاتھ پکڑ کر حجرہ کے بالاخانہ پر جو مقام عبادت گاہ ہے، لے گئے، بعد تھوڑی دیر کے دونوں بزرگ نیچے تشریف لائے۔ مرزا صاحب موصوف اور یہ کاتب مرخص ہو کر سوار ہوئے۔ میں نے راستہ میں مرزا صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ آپ دونوں صاحب اوپر گئے تھے، آپ کو آخوند صاحب نے کچھ دیا کچھ بتایا۔ مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ بھائی اپنے حجرہ میں مجھ کو لے جا کر جلال میں آ کر مجھ سے فرمایا کہ کیا کہتا ہے میں نے کہا کچھ دلوائیے۔ یہ سن کر ایک دو ہتڑ چھت پر ماری۔ میں نے دیکھا کہ چاروں طرف چھت گیری میں سے روپیہ کی دھاریں بندھ گئیں، وہ روپیہ اس قدر تھا کہ اگر چھت مکان کی بیٹھ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا اور مجھ سے فرمایا کہ اپنا روپیہ بھر لے جا، مگر یہ یاد رہے کہ تیری فقیری بگڑ جائے گی۔ میں نے ہنس کر قدم پکڑے اور عرض کی کہ مال مشکوک میں بھی نہیں چاہتا فقط ہنسی کی بات تھی۔ نقل ہے کہ کسی جگہ طلباء کی دعوت تھی وہ طلباء کہ حضرت کے ہاں سے پرورش پاتے تھے۔ سب گئے، ایک نہ گیا۔ ہر چند اس کو لوگوں نے کہا، وہ نہ گیا۔ چنانچہ حضرت نے بھی فرمایا، اور تو چلے گئے وہ حضرت کے پاس بیٹھا رہا اس وقت میرے ایک دوست بھی حضرت کے پاس موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت نے صاحب دعوت کے مکان کی طرف منہ کر کے زور سے سانس لیا اور فرمایا کہ بریانی کی بو آتی ہے۔ اس طرح پر سانس لے لے کے کئی کھانوں کے نام لیے اور فرمایا کہ وہاں تو اتنے کھاتے ہیں اور تو یہاں بیٹھا ہے وہاں کیوں نہ گیا۔ اس عرصہ میں وہ طلباء بھی آ گئے میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے کیا کیا کھایا۔ جن کھانوں کے نام حضرت نے لیے تھے، وہی کھانے انھوں نے کھائے تھے۔ اور سلسلۂ ارادت آپ کا اس طرح پر ہے۔ یعنی حافظ صاحب مرید شاہ محمد غوث کے، وہ مرید شاہ آل احمد کے، وہ مرید سید شاہ حمزہ کے، وہ مرید شاہ آل محمد کے، وہ مرید شاہ برکت اللہ کے، وہ مرید شاہ فضل اللہ کے، وہ مرید سید احمد کے،

وہ مرید سید محمد کے، وہ مرید شیخ مخدوم جمال الاولیاء کے، وہ مرید شیخ ضیاء الدین قاضی حیا کے
وہ مرید حضرت شاہ محمد بھکاری کے، وہ مرید سید ابراہیم کے، وہ مرید شیخ بہاء الدین کے،
وہ مرید سید احمد جیلانی کے، وہ مرید میر سید موسیٰ کے وہ مرید میر سید علی کے، وہ مرید سید علی
محی الدین ابی نصر کے، وہ مرید سید ابو صالح کے، وہ مرید سید عبدالرزاق کے، وہ مرید حضرت
غوث اعظم کے۔ وفات حضرت کی ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں درگاہ حضرت خواجہ
باقی باللہ میں زیارت گاہ ہے۔ آپ کے صاحب سجادہ مولانا حافظ مولوی محمد عمر صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ جوان صالح باعظمت صاحب زہد و تقویٰ تھے، آپ کی ذات بابرکات
سے فیض عام جاری ہے۔ مثل اپنے مرشد برحق کے عاشق رسول اور صاحب سلسلہ ہیں۔

ذکر حضرت مولانا سید غوث علی شاہ قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت فی زمانہ نواح دہلی میں

قطب وقت اور شیخ زمانہ گزرے ہیں، جن کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ و کرامات
بے غایات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں اور زبان زد خاص و عام ہیں تذکرہ غوثیہ سے حضرت
کے فضائل بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ حضرت مرید سید اعظم علی شاہ بابری کے، وہ مرید
سید عبداللطیف تبری کے، وہ مرید سید امیر بالا پیر کے، وہ مرید سید مقیم محکم الدین کے
وہ مرید سید ابوالمعالی کے، وہ مرید بہادل شیر قلندر کے، وہ مرید شیخ عبدالجلال کے، وہ
مرید سید شاہ محمود کے، وہ مرید سید نور محمد کے، وہ مرید سید جلال الدین کے، وہ مرید سید
شمس الدین کے۔ وہ مرید سید شہاب الدین کے، وہ مرید سید احمد ادی کے، وہ مرید سید
ابو صالح کے، وہ مرید سید عبدالرزاق کے۔ وہ مرید حضرت پیران پیر کے۔ اور مولانا کو خاندان
سہروردیہ میں شاہ فدا حسین شاہ صاحب رسول شاہی سے خرقہ خلافت پہنچا تھا۔ اور
خاندان نقشبندیہ میں میاں غلام علی شاہ صاحب دہلوی سے خلافت پائی تھی۔ وفات
حضرت کی شب دوشنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف پانی پت میں
حاجت روائے خلق ہے۔ حضرت کے مریدوں میں سے کئی حضرات باکمال ہیں۔ چنانچہ
مولانا مولوی امو جان صاحب دہلوی ساکن محلہ رودگران عجیب بانسبت، صاحب مذاق

مستغرق بمقام فنا فی الشیخ باتصرف صاحب ذوق وشوق کہ فقر میں شانِ عالی رکھتے ہیں۔ اس احقر پر نہایت مہربان ہیں اور انکشاف کرامت سے محترز کہ اپنے کمال کو کسوتِ ملازمت میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس سرہٗ

آپ مقتدائے روزگار امام زمانہ، قطبِ عہد، کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ اور وابستہ محبتِ الٰہی۔ صاحب تقویٰ، غرق بحر معرفت کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے آپ کو نسبت تھی اور روحانیت خواجہ احرار سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ کابل سے سمرقند میں تشریف لے جاکر تحصیل علوم ظاہری کیا۔ بعدہٗ خواجہ امکنگی کے مرید ہو کر چندے ریاضت شاقہ میں مصروف رہ کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا آپ کم سوتے، کم کھاتے، کم بولتے اور عشاء کے بعد سے تا نماز تہجد دو ختم کرتے، بعد نماز تہجد ایک سو بیس بار سورہ یٰسین پڑھتے۔ بعد اس کے ذکر اسم ذات میں مصروف ہوتے۔ جب آغاز صبح کا ہوتا۔ عرض کرتے کہ الٰہی! رات کو کیا ہوا جو جلدی سے گزر گئی تھوڑی دیر نہ کی۔ بعدہٗ تجدید وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضوء ادا کر کے درمیان سنت اور نفل صبح کے اکتالیس بار سورہ مزمل پڑھ کر نماز صبح باجماعت ادا کر کے تا وقت اشراق وظائف میں مشغول رہتے۔ بعد اشراق کے ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک تلاوتِ قرآن میں مصروف رہتے۔ بعد حاجت مندوں کی کار برآری فرما کر بوقت دوپہر بعد نماز چاشت قدرے قیلولہ فرما کر نماز ظہر ادا کر کے تا بہ عصر ادائے نوافل میں مشغول رہتے عصر سے تھوڑی دیر پہلے حاضرین سے ہم کلام ہوتے۔ بعد عصر کے تا بہ مغرب درود شریف پڑھتے، بعد ادائے نماز مغرب و نوافل ہمیشہ تا بہ عشاء طالبانِ خدا کی تربیت فرماتے۔ اکثر روضہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی پہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ آخر روحانیتِ خواجہ سے فیضان حاصل کیا جس کی سند آگے آویگی۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے پسر خواجہ محمد عبداللہ حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں آرسی تھی۔ فرمایا اس کو دیکھ۔ جب انھوں نے آئینہ پر نظر کی۔ خواجہ کی ریش مبارک کو سفید دیکھا۔ حالانکہ آپ کی داڑھی سیاہ تھی۔ یہ دیکھ کر پسر متعجب ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ جائے تعجب نہیں کہ یہ نور الٰہی ہے کہ میری ریش پر نمودار ہوا۔ ایک روز حضرت امام کے پیچھے نماز جنازہ پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے الحمد پڑھنی شروع کی، روحانیت امام ابوحنیفہ کوفی آپ کے آگے ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ شیخ میرے مذہب میں بہت اولیاء اور علماء ہیں سب نے بالاتفاق امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا موقوف کیا ہے۔ تم بھی ترک کرو۔ مولینا بدرالدین سرہندی کہ خلیفہ امام ربانی مجدد الف ثانی کے تھے اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار دہلی آکر مزار حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوکر روبرو مزار کے بیٹھ کر متوجہ ہوا۔ حضرت نے نہایت عنایت سے اپنی نسبت خاص سے کچھ بندہ کو عطا کیا۔ وہاں سے چل کر مزار حضرت خواجہ قطب الدین کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مجھ کو حکم ہوا کہ آج جو نسبت خواجہ باقی باللہ نے تجھ کو عطا کی ہے۔ وہ نسبت میری ہے۔ وہاں سے چل کر میں حضرت سلطان المشائخ کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہاں سے مجھ کو ارشاد ہوا کہ جو نسبت تجھ کو خواجہ باقی باللہ نے عطا کی ہے وہ عاشقی اور نیازمندی سے متعلق ہے اور میری نسبت میں محبوبیت غالب ہے۔ تجھ کو وہی نسبت کافی ہے۔ دہلی سے چل کر میں اجمیر شریف آیا۔ جب روضہ حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا اور میں متوجہ ہوا فرمایا کہ وہ نسبت جو تجھ کو خواجہ باقی باللہ سے حاصل ہوئی ہے وہ مجھ سے ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خواجہ باقی باللہ نے کبھی نہیں فرمایا کہ مجھ کو نسبت خواجگان چشت سے ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میں نے خدمت خواجہ یوسف ہمدانی سے نسبت پائی وہ مشعر بہ شوق و ذوق دفن تھے۔ وہ نسبت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو حاصل ہوئی اور خواجہ قطب الدین کی روحانیت سے وہ نسبت خواجہ باقی باللہ کو حاصل ہوئی۔ آخر حق بحقدار رسید، وفات حضرت کی دوشنبہ ۲۶ رجادی الثانی ۱۰۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار پُر انوار بیرون فصیل شاہ جہان آباد نہر جدید سے پار متصل قدم گاہ قدم شریف زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت غلام علی شاہ دہلوی سے روایت ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ برائے زیارت روضہ خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوا اور توجہ کی، دیکھا کہ حضرت مزار سے باہر تشریف لائے۔ موسم گرما میں وقت دوپہر کا تھا۔ چونکہ حضرت کے مزار پر سایہ نہیں ہے بسبب گرمی کے میں پریشان ہوگیا اور اٹھ کر چلا آیا۔ اس روز سے نہایت افسوس میں ہوں کس واسطے کہ حضرت کی ذرا سی توجہ سے اپنے میں بہت ترقی دیکھتا ہوں اگر زیادہ نصیب ہوتی تو اور زیادہ ترقی ہوتی۔ ایک طالب فیضان مدت سے آپ کے مزار پر مشغول تھا۔ ایک روز اس سے فرمایا کہ تو یہاں کیوں پڑا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ طالب خدا نیز طالب فیضان حضور ہوں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ ہمارے مرید شہر میں ہیں تو ان کے پاس جا، تیری مطلب بر آری ہوگی۔ چنانچہ وہ شخص حضرت شاہ ابوسعید کے پاس آکر مرید ہوا اور کل کیفیت بیان کی۔ نقل ہے کہ ایک طالب آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں طالب معرفت الہٰی ہوں۔ فرمایا کہ چند روز رہ کر کسب نقشبندیہ کر، خدا فضل کرے گا اس نے جواب دیا کہ میں بے مشقت چاہتا ہوں۔ مجھ سے محنت نہ ہوسکے گی۔ اگر آپ کی درگاہ سے محروم گیا تو معلوم کروں گا کہ کتب صوفیہ میں جو بزرگوں کے حالات لکھے ہیں، وہ ایک ڈھکوسلہ ہے۔ یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور اس کی طرف دیکھا، معاً بیہوش ہوگیا۔ جب افاقہ ہوا اپنے مریدوں سے فرمایا کہ یہ شخص امی ہے اس پر خدا نے فضل کیا۔ جس علم میں چاہو بحث کرو۔ چنانچہ امتحان میں پورا اترا اور ہوا پہ پرواز کرکے نظر مردمان سے غائب ہوگیا۔

نقشہ سلسلۂ پیران حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ، سنہ وفات	جائے مزار	کیفیت
۱	حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ	مدینہ منورہ	
۲	حضرت محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	-	-	-
۳	حضرت قاسم بن محمد	۱۰۱ھ	مدینہ	-

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ و سنہ وفات	جائے مزار	کیفیت
۴	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۲۹ھ	-	-
۵	حضرت بایزید بسطامی	جمعہ شعبان ۱۳۶ھ	بسطام	-
۶	خواجہ ابوالحسن خرقانی	۴۲۵ھ	-	-
۷	خواجہ ابوعلی فارمدی	۴۷۰ھ	-	-
۸	خواجہ یوسف ہمدانی	۵۳۴ھ	ہرات	-
۹	خواجہ عبدالخالق غجدوانی	۵۷۵ھ	غجدوان	-
۱۰	خواجہ محمد عارف ریوگری	۶۱۵ھ	ریوگر	-
۱۱	خواجہ محمود فغنوی	۶۱۷ھ	-	-
۱۲	خواجہ عزیز علی رامیتنی	۶۷۱ھ	خوارزم	-
۱۳	خواجہ محمد باباسماسی	۶۷۵ھ	قصبہ سماس	-
۱۴	خواجہ امیر کلاں	پنجشنبہ ۸ جمادی الاول ۷۷۲ھ	سوخار	-
۱۵	خواجہ بہاؤالدین نقشبندی	۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ	قریب بخارا	-
۱۶	خواجہ علاؤالدین عطار	۲ رجب ۸۰۲ھ	جغانیا	-
۱۷	مولانا یعقوب چرخی	۸۵۱ھ	بلغنو	-
۱۸	خواجہ عبداللہ احرار	غرہ محرم ۸۹۵ھ	سمرقند	-
۱۹	مولانا زاہد ولی	۹۳۶ھ	رخش	-
۲۰	مولانا درویش محمد	۹۷۰ھ	موضع اسفرار	-
۲۱	خواجہ محمد امکنگی	۱۰۰۸ھ	قصبہ امکنگ	-
۲۲	خواجہ باقی باللہ	۱۰۱۲ھ	دہلی	

دوسرا سلسلہ پیران خواجہ باقی باللہ اس طرح پر ہے

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ، سنہ وفات	جائے مزار	کیفیت
۱	حضرت علی مرتضیٰ رضؓ	۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ	نجف اشرف	-
۲	خواجہ حسن بصری	۵ محرم سنہ ۱۱۱ھ	بصرہ	-
۳	خواجہ حبیب عجمی	۳ ربیع الاول سنہ ۱۵۶ھ	-	-
۴	خواجہ داؤد طائی	سنہ ۱۶۲ھ	-	-
۵	خواجہ معروف کرخی	۲ محرم سنہ ۲۰۰ھ	کرخی	-
۶	خواجہ سری سقطی	۳ رمضان سنہ ۲۵۳ھ	بغداد	-
۷	خواجہ جنید بغدادی	۲۷ رجب سنہ ۳۰۲ھ	"	-
۸	خواجہ ابو علی رود باری	سنہ ۳۲۲ھ	رود بار	-
۹	خواجہ ابو علی کاتب	سنہ ۳۵۶ھ	-	-
۱۰	خواجہ عثمان مغربی	سنہ ۳۷۳ھ	نیشا پور	-
۱۱	شیخ القاسم کرمانی	سنہ ۴۵۰ھ	کرکان	-
۱۲	شیخ ابو علی فارمدی	سنہ ۴۷۰ھ	-	-
۱۳	خواجہ یوسف ہمدانی	سنہ ۵۰۴ھ	ہرات	-
۱۴	خواجہ عبدالخالق عجدوانی	سنہ ۵۷۵ھ	عجدوان	-
۱۵	خواجہ بہاؤالدین نقشبندی	سنہ ۷۹۱ھ	قریب بخارا	-

باقی بزرگوں کے حالات پہلے نقشہ میں لکھے گئے

ذکر حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی کابلی سرہندی قدس سرہٗ

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی ہیں، قطب وقت غوث عہد گزرے ہیں، جامع الکرامات

صاحبِ ولایت، عاملِ سنت جماعت، وارثِ کمال نبویہ، مزین اطوار احمدیہ نقشبندیہ، امام طریقت، مقتدائے حقیقت، پیشوائے طریقت نقشبندیہ، مجددیہ کہ مظہر کرامت اولاد سے حضرت عمر فاروق کی تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت کو سلسلہ نقشبندیہ میں ارادت خواجہ باقی باللہ سے تھی اور طریقہ قادریہ میں شاہ سکندر کیتھلی اور سلسلہ صابریہ چشتیہ میں مخدوم عبداللہ سے اور سلسلہ سہروردیہ میں بھی مخدوم عبداللہ سے فیضان تھا، لکھا ہے کہ حضرت ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے شیخ بدرالدین نقشبندیہ سے روایت ہے کہ عالم خوردسالی سے اظہار کرامت شروع ہونے لگے تھے۔ شیخ محمد نعمان کہتے ہیں کہ میں نے ایک معاملہ میں دیکھا کہ حضرت رسولِ خدا با حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور حضرتؐ نے ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ نعمان سے کہو کہ جو مقبول شیخ احمد کا ہے وہ مقبول میرا ہے۔ جو مقبول میرا ہے وہ خدا کا مقبول ہے۔ سید محمد صالح کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو حضرت نے طرف بھرائچ کے بھیجا اور فرمایا کہ راستہ میں سورۂ لایلاف بہت پڑھنا، اگر مشکل پیش آئے تو مجھے یاد کرنا۔ جب میں چلا، راستہ بھول گیا۔ ایک جنگل ویرانہ میں جا پڑا۔ ایک شیر چاہتا تھا کہ میرے اوپر حملہ کرے۔ میں نے حضرت کا نام لیا، اسی وقت حضرت بذاتِ خود ظاہر ہوئے اور شیر کو بھگایا اور میں نے اور میرے ہمراہیوں نے شیر سے خلاصی پائی۔ نقل ہے کہ ایک روز شیخ احمد مسجد میں بیٹھے حلقہ کرا رہے تھے۔ مریدوں کی تعلیم میں متوجہ تھے کہ شاہ سکندر کیتھلی تشریف لائے اور خرقہ قادریہ شیخ احمد کو دیا۔ اسی معاملہ میں ان کو خیال پیدا ہوا کہ میں مرید خاندانِ نقشبندیہ کا ہوں اور نسبت قادریہ نے مجھ کو گھیرا، ایسا نہ ہو کہ پیران نقشبندیہ ناراض ہوں، اسی وقت دیکھا کہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاؤالدین نقشبندی اور خواجہ عبدالباقی و خواجہ معین الدین چشتی و شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ نجم الدین کبریٰ و مدار صاحب پیرانِ عظام تشریف لائے اور سب نے آپ کو اپنا خلیفہ کیا اس روز حضرت صبح سے ظہر کے وقت تک مراقبہ میں رہ کر اس حال کو دیکھتے رہے۔

نقل ہے کہ قید ہونے سے چند روز پہلے آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا تھا کہ مجھ پر کوئی بلا آنے والی ہے۔ کس واسطے کہ ترقی معاملات ولایت مجھ کو ہوتی ہے اب ضرور ہے

کہ کوئی بلا نازل ہوگی۔ چنانچہ جب قید ہوئے ہزاروں قیدی کفار آپ کے ہاتھ سے مسلمان ہوئے۔ مگر حالتِ قید میں بادشاہ کے واسطے کبھی بد دعا نہیں کی بلکہ منع فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ نے جو مجھ کو قید کیا خوب ہوا، کس واسطے کہ کئی ہزار آدمی دولتِ دین سے مشرف ہوئے اور میرے مقامات میں ترقی ہوئی۔ ہر چند مرید چاہتے تھے کہ بادشاہ کے واسطے بد دعا کریں آپ منع فرماتے، یہ ذکر عہد نور الدین جہانگیر بادشاہ کا ہے۔ کاتب کی رائے یہ ہے کہ بیشک حضرت قطب الوقت واصلِ حق اور منصف مزاج تھے۔ کس واسطے کہ بادشاہ کی جو حالت تھی، اظہر من الشمس تھی۔ مگر اس وقت کے علمائے ہند کو آپ سے نفاق تھا چنانچہ شیخ عبدالحق محدث سے چند روز آپ کا نفاق تھا اور تمام شیعہ مع نور جہاں بیگم کے آپ کے دشمن تھے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ لوگ باعث تخریب تھے۔ پس یہ قید ہونا اور جو بے ادبی ظہور میں آئی وہ صرف ایمائے شیعہ سے تھی۔ حضرت از راہِ کشف بادشاہ کے ضمیر سے واقف تھے کیونکر بد دعا دیتے، کس واسطے کہ بادشاہ کو اس میں بے گناہ سمجھتے تھے۔ مگر آخر میں خاندان کے ایک مرید نے جس کا نام لکھنا مناسب نہیں سمجھا جاتا، اس نے آپ کا بدلہ جہانگیر کی اولاد سے لیا، الغرض آمدم بر سرِ مطلب، چونکہ یہ خاندان تیموریہ ہمیشہ سے خادم الفقراء مشہور ہے اور آخر کو بعد دو سال کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے صفائی کلی ہوگئی تھی۔ بادشاہ نے حضرت کو رو برو بلا کر جو بے ادبیاں کہ علمار شیعہ کے کہنے سے ہوئی تھیں ان کا عذر چاہا اور بہت اکرام کیا۔ یہاں تک کہ حضرت کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ فرماتے تھے اور شہزادہ خرم کو آپ کا مرید کر دیا۔ اس روز سے تا عہد عالمگیر بادشاہ اکثر امرائے شاہی آپ کے سلسلہ ارادت میں آتے رہے، آپ فرماتے تھے کہ قیامت تک جو میرے سلسلہ میں مرید ہوں گے ان کی خبر مجھ کو ملا کرے گی اور جو میرے سلسلہ میں ہے وہ آتشِ دوزخ سے آزاد ہے اور مجھ کو بشارت دی گئی ہے کہ مہدی آخر الزمان میرے طریقہ میں ہوں گے حضرت کے فضائل حضرت کے مکتوبات سے ظاہر ہیں۔ دوسرا سبب آپ کے قید ہونے کا یہ ہے کہ آپ نے ایک رسالہ ردِ روافض میں تحریر فرمایا تھا، وہ لوگ حضرت کے بہت دشمن تھے۔ چونکہ نور جہاں بیگم بھی شیعہ تھیں، پس یہ لوگ بھی باعث آپ کی تحقیر کا ہوئے ہیں۔

میرے نزدیک یہ قید ہونا گویا حضرت کی حکمت تھی، ایک تو اس قید میں ترقی مقامات کا ہونا دوسرے شہزادہ اور امراء کا حلقۂ ارادت میں آنا۔ ورنہ ایک بادشاہ کیا، اگر ہفت اقلیم کے بادشاہ جمع ہو کر آپ کو ضرر پہنچانا چاہتے، ہرگز ممکن نہ تھا کس واسطے کہ عارف قید میں نہیں آ سکتے۔ آپ کا درجہ تو اعلیٰ تھا، آپ کے ادنیٰ ادنیٰ غلامانِ غلام سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ان کے مزارات سے ہنوز ظاہر ہوتی ہیں۔ نقل ہے کہ ایک شخص شہرۂ کرامت حضرت کا سُن کر داخل سرہند ہوا۔ وقت شب کا تھا آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا آپ کے کسی دشمن کے گھر ٹھہر کر آپ کا حال دریافت کیا اس نے برعکس بیان کیا بلکہ سخت کلمات کہے۔ جب آدھی رات گزری وہ صاحب خانہ مر گیا یعنی اس کا کوئی دشمن پہنچا اور سوتے کو ہلاک کیا۔ صبح وہ شخص جب حضرت کی خدمت میں آیا آپ نے اس کو گلے لگایا اور فرمایا کہ تو جس شخص کے گھر رات کو رہا تھا اس نے جو کچھ کہا تھا جھوٹ کہا تھا، آخر اس نے اپنی سزا پائی۔ نقل ہے کہ شیخ الاسلام مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی اوائل میں آپ کے دشمن تھے ایک شب آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ قل اللّٰہ ثم ذرہم آیت پڑھتے ہیں۔ یہ سنتے ہی مولوی کے دل میں آپ کا شوق پیدا ہوا۔ جب بیدار ہوا تو اپنے قلب کو ذاکر پایا اور چند روز آپ کے تصور میں ذکرِ حق کرتا رہا۔ آخر حاضر خدمت ہو کر مرید ہوا۔ شیخ عبدالخالق فرماتے ہیں کہ ایک سید دشمنِ معاویہ تھا، ایک روز شیخ کے مکتوبات کو دیکھ رہا تھا۔ جب تعریف معاویہ کی دیکھی۔ مکتوب کو ہاتھ سے پھینک دیا اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور اس کے دونوں کان پکڑ کر فرمایا او بے ادب! تو میرے کلام پر اعتراض کرتا ہے اگر تجھ کو یقین نہیں تو آ تجھ کو علی مرتضیٰ کی خدمت میں لے چلتا ہوں۔ چنانچہ کشاں کشاں اس کو بحضور علی مرتضیٰ لے گئے اور عرض کی کہ یہ شخص تعریفِ معاویہ سے مجھ پر معترض ہے۔ میری کتاب پھینک دی، کیا ارشاد ہوتا ہے۔ جناب علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ ہرگز اصحابِ پیغمبر خدا سے عداوت نہ کرنی چاہیے اور جو شیخ احمد نے کہا وہ حق ہے۔ یہ سن کر وہ سید متحیر ہوا اور کچھ دلیل کرنے لگا۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ ابھی دل اس جاہل کا نورِ صحبت سے منور نہیں ہوا ہے اس کے سینہ پر ایک سیلی مارو کہ یہ توبہ کرے۔ چنانچہ حضرت نے ایک سیلی اس کے سینہ پر

ماری اور اس نے توبہ کی، صبح جب وہ بیدار ہوا تو اس کے سینہ پر سیلی کا نشان تھا، حضرت کی خدمت میں آکر مرید ہوا۔ نیز روایت ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ احمد صاحب دونوں بزرگوں میں نزاع تھی۔ ایک روز میں شیخ محدث کی خدمت میں گیا اور اپنے شیخ کی کرامت پیش کی، انھوں نے انکار کیا۔ میں نے کہا بزرگان دین اور عارفان حق سے عداوت خوب نہیں۔ ہمارا تمہارا منصف قرآن ہے۔ ہم تم وضو کریں اور قرآن کھولیں جو آیت نکلے اس کے موافق عمل کریں۔ چنانچہ قرآن شریف کھولا یہ آیت نکلی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔ اسی وقت شیخ محدث تائب ہوئے اور وہ جھگڑا موقوف ہوگیا۔ شیخ جان محمد جالندھری فرماتے ہیں کہ میں سلسلہ قادریہ میں شیخ کا مرید ہوا۔ ایک شب حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ میرے دل میں گزرا کہ میں سوال کروں کہ مجھ کو زیارت غوث الاعظم کی تمنا ہے شیخ نے نور باطن سے میرے دل کا حال معلوم کرکے میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہوکر فرمایا کہ جان محمد! قطب تارے کو پہچانتا ہے۔ میں نے انگلی سے بتایا اسی وقت ایک شخص ستارے سے خرقہ سیاہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار اس سے جدا ہوکر جلدی سے شیخ کے روبرو آیا، شیخ نے آداب عرض کیا اور مجھ سے فرمایا کہ غوث اعظم یہی حضرت ہیں، زیارت کرلے۔ جب میں زیارت کرچکا حضرت غوث اعظم جس طرح تشریف لائے تھے اسی طرح واپس چلے گئے۔

ملا شیخ میرک فرماتے ہیں، ایک بار میں سرہند میں پہنچا اور شیخ سے ملنے کا ارادہ کیا کہ اگر شیخ کامل ہے۔ میرے چاروں سوالوں کا جواب دے گا، اول یہ کہ شیخ اپنے کو صدیق اکبر سے افضل کہتا ہے، اگر اس سے پاک ہے تو میری تسلی کریگا۔ دوم میں نے سنا ہے کہ خواجہ باقی باللہ بے اجازت اپنے پیر کے مرید کرنے لگے تھے، اس کا جواب بھی مجھ کو شافی ملے گا۔ سوم میرے باپ دادا کا حال ظاہر کرے گا، چہارم خواجہ خاوند محمود بخاری سے کیا اعتقاد ہے، بیان کرے گا۔ ہنوز یہ خطرہ میرا پورا نہ ہوا تھا کہ شیخ نے اپنے سرہانے سے ایک جزو مجھ کو نکال کر دیا۔ فرمایا کہ پڑھ اور فرمایا کہ دیکھ اس جزو سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں اپنے کو خلیفۂ پیغمبر پر فضیلت دیتا ہوں۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ نہیں معلوم ہوتا۔ فرمایا کہ

جو کچھ مجھ پر واقع ہوا ہے یہ ہے۔ باقی دشمنوں کی افتراء پردازی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ خاوند محمود یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ خواجہ باقی باللہ کو اجازت مرید کرنے کی اپنے پیر سے نہیں ہے اس واسطے کہ یہ ایک روز خواجہ امکنی کی خربزہ کھا رہے تھے۔ اور قاشیں کر کے اپنے مریدوں کو بھی دے رہے تھے۔ مگر خواجہ باقی باللہ کو نہیں دیا۔ حاضرین نے کہا کہ خواجہ باقی باللہ کو بھی مرحمت ہو۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ثابت ایک خربزہ اس کو دے دیا ہے۔ خواجہ باقی باللہ یہ سن کر خوش ہوئے اور سمجھے کہ شیخ نے مجھ کو اجازت مرید کرنے کی دے دی۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ اس طرح نہیں ہے۔ میں نے اپنے پیر سے اور دوسرے بزرگوں سے نہیں سنا بلکہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ خواجہ امکنگی نے خواجہ باقی باللہ کو اجازت اور خلافت دے دی ہے مگر وہ قبول نہ کرتے تھے۔ کہ میں اس بار گراں کے اٹھانے کے قابل نہیں ہوں مگر خواجہ امکنگی نے نہ مانا اور فرمایا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی اور یہ کام تجھ کو کرنا ہوگا اس وقت کئی بوڑھے آدمی اور بھی موجود تھے، انھوں نے بھی تصدیق کی۔ یہ سنکر خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ میں نے بھی سنا ہے اور میرے چوتھے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خواجہ خاوند محمود میرے پیرزادہ کی اولاد خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی ہیں بس چاروں سوالوں کا جواب پا کر میں معتقد اور مرید ہوا۔ چنانچہ فقیر نے اپنے مرشد سے سنا ہے کہ فرماتے تھے، دہلی میں بائیس قطب اعلیٰ درجہ کے ہیں، ان میں خواجہ باقی باللہ بھی ہے۔ میں نے بھی روحانیت حضرت سے فیضان حاصل کیا اور سلسلہ نقشبندیہ میں بلا واسطہ روحانیت حضرت سے اجازت ہے۔ ایک زمانہ میں یہ کاتب بھی ایک روز روضۂ عالیہ پر حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا۔ جو فیض اور مذاق حاصل ہوا بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ غدر سے پہلے بشارت دی تھی کہ تو دہلی سے چلا جا اور مالوہ کو جانا ہوگا۔ میں نے اپنی بدنصیبی سے اس پر عمل نہیں کیا جب مالوہ میں پہنچا، وہاں قبولیت عظیم ہوئی۔ جب سمجھا کہ حضرت پہلے ہی آگاہ کر چکے تھے۔ یہ قبولیت حضرت کے طفیل ہے۔ نقل ہے کہ سید غلام علی شاہ دہلوی عالم بے بدل و درویش بے مثل اور سلسلہ قادریہ میں مرید شاہ کمال کیتھلی کے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز

شیخ احمد مجدد الف ثانی حلقہ مریدوں میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے کہ حاضرین حلقہ سے ایک شخص کے گلے میں طوق کفر پڑا ہوا ہے۔ مگر طریقہ راست پر آ جائے گا، یہ سن کر تمام مرید کانپ اٹھے کہ نہ معلوم ہم میں سے کون ہے اور اس کا نام کیا ہے آپ نے فرمایا کہ شیخ طاہر ہے یہ سن کر حاضرین کو اور بھی تعجب ہوا۔ آخر بعد چند مہینے کے شیخ طاہر ایک ہندو عورت پر عاشق ہوئے اور ترک لباس اسلام کر کے زنار گلے میں ڈالا۔ چونکہ شیخ طاہر سے آپ کو بہت محبت تھی۔ یہ حال سن کر بہت رنجیدہ ہوئے، آخر آپ کے دونوں صاحبزادوں نے ایک وقت عرض کیا کہ ہمارے استاد کا کفر کے دریا میں سر ڈوب گیا ہے، اگر آپ توجہ فرمائیں تو وہ پھر مسلمان ہو۔ جو ہونا تھا سو ہوا۔ جب صاحبزادوں نے بہت اصرار کیا آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی حضرت غوث اعظم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کے تئیں کسی کار پر قدرت نہ ہو، وہ اگر توسل میرا درمیان میں لائے تو اللہ تعالیٰ اس کی وہ حاجت روا کرے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں کے طفیل سے شیخ طاہر کو اس بلا سے نکال اسی وقت شیخ طاہر کی مستی اور وہ عشق مزاجی دور ہوئی، اسی وقت آپ کی خدمت میں آکر دوبارہ مشرف باسلام ہو کر مرید ہوئے، سید غلام علی شاہ دہلوی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جنید بغدادی و غوث اعظم اپنی اپنی صدی میں مجدد اور محی الدین ہوئے ہیں۔ پس گیارہویں صدی میں اللہ تعالےٰ نے شیخ احمد کو مجدد دین اسلام پیدا فرمایا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی قطب ربانی و محبوب سبحانی و امام ربانی و قطب آپ ہی ہیں۔ صاحب روضۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ احمد سے دو خوارق ایسے ہیں کہ قیامت تک زمین پر یادگار رہیں گے، ایک تو آپ کے مکتوبات اور دوسرے رسالہ کہ جس میں حقائق اور معارف برملا درج ہیں۔ دوسرے آپ کے فرزند کہ جن کو آپ نے اپنے کمال سے مثل اپنے کر لیا تھا، وہ ایک خواجہ محمد صادق، دوسرے شیخ احمد سعید تیسرے شیخ محمد معصوم، چہارم شیخ محمد اشرف، پنجم محمد فرخ، ششم شیخ محمد عیسیٰ، ہفتم شیخ محمد یحییٰ، مشہور بہ شاہ جی۔ ان صاحبوں میں سے شیخ احمد سعید اور محمد معصوم صاحب سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی بروز سہ شنبہ وقت صبح، سلخ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ میں ہوئی، مزار سرہند

میں زیارت گاہ خلائق و حاجت روائے مریدان ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری نقشبندی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے تھے۔ صاحب ریاضت و مجاہدت و مقامات عالی و کرامت و خوارق کرقبولی بہت رکھتے تھے، پہلے خاندان قادریہ میں شاہ سکندر بن شاہ کمال کیتھلی کے مرید ہوئے۔ بعدہٗ شیخ عبدالواحد والد شیخ احمد مجدد کے زیر تعلیم رہے ان کی وفات کے بعد صحبت شیخ احمد سے بہرہ مند ہوئے اور تعلیم خواجہ احمد سعید و خواجہ محمد معصوم پر متعین ہوئے۔ بعدہٗ بلائے کفار میں پھنس کر پھر دعائے حضرت سے اس کفر سے خلاصی پائی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ بعدہٗ بتوجہ حضرت مرشد کے بکمال ولایت فائز ہوئے اور طریقہ چشتیہ نقشبندیہ قادریہ میں صاحب اجازت ہوئے اور لاہور میں مامور ہو کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ مقامات حضرت کے آپ کے ان مکتوبات سے جو خدمت پیر میں تحریر کیے ہیں، ان سے ظاہر ہیں۔ خلیفہ آپ کے مشہور ترین یہ ہیں۔ شیخ ابو محمد قادری نقشبندی لاہوری۔ دوم صوفی دہلوی، سوم شیخ لکھن مست کہ لاہور میں آسودہ ہیں چہارم شیخ ابوالقاسم کہ مزار آپ کا جدہ میں ہے، پنجم شیخ آدم بنوری کہ سلسلہ قادریہ میں مرید تھے۔ وفات شیخ طاہر کی ۸، محرم ۱۰۴۰ھ بمقام لاہور ہوئی۔ قبرستان میانی میں آپ کا مزار ہے

ذکر حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ

آپ صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ کے اور مرید بھی تھے بعدہٗ خواجہ حسام الدین کہ مرید خواجہ باقی باللہ کے تھے، ان کی خدمت میں رہ کر کار تکمیل پہنچایا وفات حضرت کی ۱۰۴۳ھ میں ہوئی۔ مزار نزد والد کے ہے۔

ذکر حضرت آخوند ملا حسین خباز کشمیری مجددی قدس سرہٗ

آپ پہلے مرید مولانا محمد قادری کے، بعدہٗ خواجہ عبدالشہید دہلوی کے ہو کر فیضان کامل حاصل کر کے چندے روضہ خواجہ باقی باللہ پہ حاضر رہ کر پھر کشمیر میں آکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ تاریخ عظیمہ میں

ذکر ہے کہ شیخ محمد امین صوفی اور مولانا حیدر و خواجہ محمد فضیل و بابا نصیب الدین سہروردی بروز جمعہ آپ سے ملنے آئے۔ خواجہ محمد اعظم صاحب تاریخ مذکور میں کہتے ہیں کہ میں بھی اپنے پیر بابا نصیب الدین کے ہمراہ تھا۔ ملا حسین نے ایک حدیث پڑھ کر مولانا حیدر سے پوچھا کہ اس حدیث کا راوی کون ہے۔ ملا حیدر چپ رہے مگر ان کے صاحبزادہ خواجہ محمد افضل نے کہا کہ حضرت عثمان غنی سے روایت ہے۔ ملا حسین نے التفات کرکے پھر مولانا حیدر سے پوچھا۔ مولانا نے اپنے فرزند کے کلام کی تائید کی۔ ملا نے کہا پہلے تم نے کیوں نہ کہا، اب یہ تائید کلام کیوں ہے۔ اس میں سخت تردد ہوا۔ مزید ہوا کہ حضرت عثمان غنی سے اس کی تصدیق کی جاوے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص برقعہ پوش نورانی آیا۔ یہ سب بزرگ تعظیم بجا لائے اور اس شخص کے قدم چومے، نووارد نے آہستہ باادب اس کی تصدیق کی۔ بعد تصدیق کے وہ برقعہ پوش جس طرف سے تشریف لائے تھے واپس تشریف لے گئے۔ یہ تینوں حضرات حضرت عثمان غنی کے مشکور ہوئے اور فرمایا کہ روح پاک خلیفہ ثالث کی تھی۔ برائے تصدیق روایت حدیث شریف لائے تھے وفات خواجہ ملا حسین کی سنہ ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر ریاست محلہ کوجور میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ خاوند حضرت ایشاں قدس سرہ

آپ ولی مادرزاد قطب الارشاد

صاحب حال و قال عاشق ذوالجلال مظہر جلال و کمال بن میر سید شریف بن خواجہ میر محمد ابن تاج الدین حسن بن خواجہ علاؤ الدین عطار اور مرید خواجہ ابو اسحاق سفید کے اور روحانیت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے بھی اویسی طریقے پر فیضان تھا۔ اور سلسلہ آپ کا جنید بغدادی خواجہ سے مل جاتا ہے۔ بیس برس کی عمر میں وخش میں آکر مقیم ہوئے ایک روز مجلس باقی بیگ حاکم وخش میں بیٹھے تھے کہ بہت بدمزاج اور منکر اولیا تھا آپ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ وہ لوگ جو اپنے کو خواجہ زال کہتے ہیں، خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں ان کی ناک اور کان کاٹ کر شہر میں تشہیر کیا جائے۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ میں امیدوار ہوں کہ ننگ خاندان و دشمنان بزرگان کے ناک کان کٹیں۔ چنانچہ بعد ایک ہفتہ کے

میر شکار شاہ بخارا کا مع جانوران شکاری وخش میں آیا۔ ایک ضعیفہ کی بکری زبردستی لے لی۔
اس پر حاکم وخش نے میر شکار کو خوب پٹوایا۔ اس نے بخارا پہنچ کر بادشاہ سے استغاثہ
کیا کہ حاکم وخش نے مجھ کو پٹوایا اور بار سرکاری چھین لیا۔ یہ سن کر بادشاہ برہم ہوا، اور
باقی بیگ حاکم وخش کو بلا کر اس کی ناک اور کان کٹوا دیے۔ اس منکر اولیاء نے اپنی سزا
پائی۔ پس جب عبداللہ خاں شاہ بخارا نے اور اس کے پسر عبدالمؤمن نے انتقال کیا حضرت
وہاں سے کشمیر میں آ کر جمیل بیگ حاکم کشمیر کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ بہت کچھ رجوع
خلائق ہوئی۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ تا حال آپ کی اولاد کشمیر میں موجود ہے۔ بعدۂ اکبرآباد
لاہور، دہلی میں بھی چندے رہے۔ بعد شاہان جد راقم یعنی از عہد ۔ ۔ ۔ اکبر اعظم تا بہ حضرت
شاہجہان حضرت کا نہایت اعزاز رہا اور جو دعا کرتے فوراً بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوتی تھی
چنانچہ دو بار بارش کے واسطے دعا کی اور پانی برسا۔

نقل ہے کہ جب اشرف بیگ برادر عوض بیگ کابل جانے لگا۔ حضرت نے کسی کام کے
واسطے ارشاد فرمایا، اس نے سستی کی۔ آپ اس سے مکدر خاطر ہوئے۔ وہ تپ کہنہ میں مبتلا
ہوا اور مقیاس حرارت کا روز بروز زیادہ ہونے لگا۔ آخر اس کو حضرت کی خدمت میں لائے
اور دعائے صحت چاہی۔ حضرت نے تکبیر فرما کر ارشاد کیا کہ اگر خدا چاہے گا صحت ہوگی لوگ
سمجھے کہ شفا کے واسطے فرمایا، اس کو پھر گھر میں لے گئے۔ اس کا گھر قریب خانقاہ تھا۔
جب رات ہوئی یکایک اس کے گھر سے رونے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ اشرف بیگ مر
گیا، اسی وقت اس کا برادر عوض بیگ روتا پیٹتا آیا اور عرض کی کہ خواجہ نقشبند نے مُردوں
کو زندہ کیا۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ میرا برادر زندہ ہو۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ گھر میں
جا کر دیکھ کہ شاید زندہ ہو۔ یہ فرما رہے تھے کہ رونے کی آواز موقوف ہوئی اور خبر آئی کہ
اشرف بیگ نے آنکھ کھولی۔ حضرت کی توجہ سے دو تین روز میں صحت ہوئی۔ ایک بار
حضرت عیدگاہ لاہور میں بروز عید تشریف فرما تھے۔ نمازی جمع ہو چکے تھے۔ مگر صوبہ دار لاہور
کا انتظار تھا، اثنائے ذکر میں آخر وقت نماز کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وقت آخر وقت
تا بہ زوال ہے۔ ملا ابو صالح لاہوری نے انکار کیا اور بے ادبی کے سخن زبان پر لایا حضرت

نے فرمایا کہ اے آفتاب حیات تیرا زیرا برمات آگیا۔ چنانچہ ملا بعد نماز کے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو چلا کہ گھوڑا بگڑا اور ملا گرا اور گردن کا منکا ٹوٹا۔ بمشکل اپنے گھر پہنچا اور جانا کہ یہ شامت اس بے ادبی کی ہے۔ آخر قاضی نورالدین و شیخ الاسلام میر حسین کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر عفو قصور چاہا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب مجبوری ہے۔ تیر بہدف پہنچ چکا میں اگرچہ راضی ہوں مگر میرے خواجگان راضی نہیں۔ آخر ملا اسی روز مرگیا۔ ایک بار ملا ذہنی شاعر کشمیر تاریخ خانقاہ حضرت لکھ کر لایا۔ اس وقت ہجوم خلائق تھا اس کو پیش نہ کرسکا جب چلا حضرت نے پکار کر فرمایا کہ ملا جو کاغذ تیری جیب میں ہے وہ دیتا جا کہ اس وقت سے بہتر کون وقت ہوگا۔ ملا متعجب ہوا اور پرچہ تاریخ پیش کیا۔ خواجہ معین الدین تحریر فرماتے ہیں کہ انتقال سے پندرہ روز پہلے بعد نماز عصر نواب افتخار خان عالیجاہ کہ مرید حضرت کا تھا اس کو فرمایا کہ بعد پندرہ روز کے میرا سفر آخرت ہے۔ چنانچہ جب سولھواں روز آیا بعد نماز مغرب کئی بار یہ شعر پڑھا ؎

الٰہی غنچۂ امید بکشا ٭ گلے از روضہ جاوید بنما

اور عشاء سے پہلے سر سجدہ میں رکھ کر سفر فرمایا۔ اس وقت حضرت شاہجہان بادشاہ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے انتقال کی خبر سن کر میراں سید جلال الدین صدر صدور لاہور کو حکم دیا کہ تم جاکر میری طرف سے اہتمام تجہیز و تکفین کرو۔ پس جب برائے غسل نعش مبارک کو تختہ پر لٹایا۔ قریب تھا کہ تہ بند کی گرہ کھل جائے۔ حضرت نے دونوں ہاتھوں سے اپنا تہ بند پکڑ لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام حاضرین نے اقرار کیا کہ اولیاء اللہ لایموتون پس جب لحد میں رکھا اور برائے زیارت چہرۂ مبارک سے کفن اٹھایا تو ہر دو لب اس طرح جنبش کرتے تھے کہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔ بعدہٗ نواب سعید خان نے آپ کا مقبرہ بنوایا انتقال حضرت کا ۱۲ ار شعبان ۱۰۵۲ھ میں ہوا۔ مزار لاہور میں ہے۔ بعد انتقال کے ہزاروں کرامتیں ظہور میں آئیں۔ حکام لاہور سے ایک شیعہ تھا۔ اس نے گنبد کو گرانا چاہا۔ آخر اس کی بیٹی نے اس کو قتل کیا۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔ خواجہ تاج الدین خاوند و خواجہ خاوند احمد و خواجہ خاوند محمد و خواجہ خاوند معین الدین صاحب کتاب رضوانی کہ شاگرد شیخ عبدالحق

محدث دہلوی کے تھے، وخواجہ خاوند قاسم وخواجہ بہاؤ الدین خاوند مجاور مزار والد ہے اور خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ خواجہ احمد پسر حضرت وخواجہ عبدالرحیم نقشبندی کہ اولاد سے خواجہ حسن عطار کی تھے، وخواجہ محمد امین وحیدی، وخواجہ عبدالعزیز وحیدی وخواجہ باقی ترسون، خواجہ شادمان کابل ومرزا ہاشم برادر خواجہ دیوانہ بلخی کہ مرشد سبحان قلی خان شاہ بلخ کے تھے، وخواجہ بلیف بدخشی، مرزا ابراہیم برادر میر نعمان مجددی، وخواجہ باندی کشمیری وخواجہ حاجی طوسی وحاجی ضیاء الدین وخواجہ ابوالحسن سمرقندی ومولانا پاینده حارثی وخواجہ معین الدین فرزند حضرت۔

ذکر حضرت حاجی خضر ادغانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی مجدد کے اور بہلول پور علاقہ سرہند میں رہتے تھے۔ پہلے شیخ احمد کے والد کی صحبت میں رہ کر کمالات حاصل کیے بعدہٗ بخدمت شیخ احمد بکمال ولایت مشرف ہو کر تمام اقالیم کی سیر کی، لکھا ہے کہ ایک بار شیخ احمد مجدد صاحب نے ابلیس سے پوچھا کہ میرے مریدوں میں سے وہ کون ہے جس پر تو نے دست برد نہ پائی ہو، اس نے عرض کیا کہ حاجی خضر کبھی میرے دام میں نہیں آیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۲ھ بمقام بہلول پور میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد مجدد ثانی کے تھے، پہلے حاجی خضر کے تعلیم یافتہ تھے۔ اس کے بعد مجدد صاحب کے مرید ہوئے، مگر علوم ظاہری سے ناآشنا تھے۔ ایک روز معاملہ میں آوازِ غیب سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ تو نے قرآن کیوں نہیں پڑھا، آپ نے عرض کی کہ پروردگار تو قادر ہے۔ اب رحمت کر، اسی وقت ایک دست نورانی پیدا ہوا، آپ کے سینہ کو مس کیا، اسی وقت تمام علوم کھل گئے۔ مولانا بدر الدین تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت پابندِ سنت اور دفعِ بدعت میں بہت کوشاں تھے ایک ہزار طلبہ کو آپ کے لنگر سے دو وقتہ کھانا ملتا تھا۔ آپ سید حسینی اور قصبہ موده کے رہنے والے ہیں، ایک روز آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شب جناب سرورِ عالم

کو خواب میں دیکھا کہ اپنے سینہ پر ہاتھ پھیر کر کوئی چیز نکال کر ان کو دے کر فرمایا کہ اس کو کھا لے۔ حسب الامر انھوں نے اس کو کھایا۔ دوسری شب کو میری والدہ حاملہ ہوئیں۔ بعد نوماہ کے میں پیدا ہوا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ میرا وجود عطیہ شاہ رسالت سے ہے آپ ۱۰۵۲ھ میں مع چند سادات و افغانان و مشائخ وارد لاہور ہوئے، دس ہزار آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ چندے وہاں قیام کیا۔ مگر دشمنانِ اولیاء نے حاکم لاہور کو ورغلایا، جب آپ کو خبر ہوئی۔ وہاں سے واپس وطن آکر زیارت کعبہ سے مشرف ہو کر مدینہ طیبہ میں آئے اور وہیں وفات پائی۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ دس ہزار افغانان تھے اور فوج شاہی مہم پر تھی۔ بادشاہ کو یہ خوف ہوا کہ یہ لاہور پر قبضہ نہ کرلیں، اس وجہ سے وہاں سے چلے آئے یعنی بادشاہ نے نہ ٹھہرنے دیا۔ یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ جب شاہجہان کو مرید اور معتقد سلسلہ مجددیہ کا اوپر لکھا گیا ہے تو پھر بدگمانی کجا۔ شیخ محمد شریف فرماتے ہیں کہ میں نے اور دوسرے یاروں نے آپ کی پیشانی پر اسم ذات لکھا دیکھا۔ ایک روز ہم نے اس معاملہ کو دریافت کیا، آپ نے اس کا اظہار منع فرمایا اور اس روز سے وہ نظر مردمان سے پوشیدہ ہو گیا۔ شیخ صالح کہتے ہیں کہ جب میں آپ کے طریقہ میں مرید ہوا تو میں نے کہا افسوس ہے کہ اگر میں پہلے پیدا ہوتا اور کسی بزرگ کے طریقہ میں مرید ہوتا تو بہتر ہوتا۔ اب طریقہ متاخرین مجددیہ میں مرید ہوا ہوں، کیا فائدہ ہوگا۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ درویش ہر طریقہ کے اپنے مریدوں سمیت آئے اور مجھ سے مصافحہ کر کے کہا کہ تو سعادت مند ہے کہ طریقہ مجددیہ میں مرید ہوا۔ گو یہ طریقہ آخری ہے مگر متقدمین سے بہتر ہے۔ جب آنکھ کھلی بہت خوش ہوا۔ صبح جب حاضر ہوا، فرمایا کہ الحمد للہ تیری تسلی ہوگئی۔ شیخ غلام محمد سہارنپوری کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ جس مشکل میں تو مجھے یاد کرے گا میں تیری امداد کروں گا چنانچہ سفر قندھار میں رہزنوں نے مجھ کو گھیرا۔ میں نے آپ کی طرف توجہ کی اسی وقت آپ کو بچشم ظاہر دیکھا۔ آپ کی ہیبت سے راہزن بھاگ گئے۔ بنور میں ایک عورت پر جن عاشق تھا۔ اس کے لواحقوں نے آپ سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے

کان میں کہہ دو کہ شیخ احمد کہتے ہیں. یہاں سے چلا جا. ورنہ جلا دیا جائے گا. چنانچہ لوگوں نے اس عورت کے کان میں کہا اور وہ اسی وقت اچھی ہوگئی۔ شیخ محمد شریف کہتے ہیں کہ میں سوتا تھا. معلوم ہوا کہ شیخ نے مجھ سے کہا کہ اٹھ تیرے گھر چور آیا. میں گھبرا کر اٹھا، کوٹھے پر گیا تو چور مجھ کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ ایک حاکم نے آپ کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ اگر تو ظلم اور بدعت سے توبہ کرے تو میں تیری دعوت قبول کروں. وہ یہ سن کر غصہ ہوا اور سخن بے ادبانہ زبان پہ لایا۔ آپ نے اس کو تیز نظر سے دیکھا اسی روز وہ شکار میں اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ وفات حضرت کی ۱۳ ار شوال ۱۰۵۳ھ میں ہوئی. مزار آپ کا مدینہ منورہ میں متصل روضہ خلیفہ سوم کے ہے۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ شیخ محمد اولیاء و شیخ محمد عیسیٰ و شیخ محمد محسن و شیخ غلام محمد۔

ذکر حضرت شیخ حامد لاہوری قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ آدم بنوری کے تھے، نہایت متقی اور اپنے پیر بھائیوں کی تعلیم پر متعین تھے. وفات آپ کی بروز پنجشنبہ ۲۲ رجادی الآخر ۱۰۵۲ھ میں ہوئی. مزار بنور میں ہے.

ذکر حضرت شیخ نور محمد پشاوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے اور ترک اور تجرید میں شہرۂ آفاق سلطان پور میں تحصیل علوم کر کے شیخ آدم کے مرید ہوئے اور صاحب کمال ہو کر پیر خاندان یوسف ترقی کے ہوئے اور آج تک وہ سلسلہ جاری ہے وفات آپکی ۱۰۵۹ھ میں ہوئی.

ذکر حضرت میر نعمان مجدّدی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے. صاحب شریعت و طریقت و بابرکت و پیر پرست و صاحب ہدایت گزرے ہیں. وفات آپ کی ۱۹ ار صفر ۱۰۶۰ھ میں ہوئی.

ذکر حضرت سیّد امیر ابُوالعلی نقشبندی قدس سرّہٗ

آپ اولاد سے خواجہ احرار کی تھے

آپ کے والد ارکین اکبری سے تھے، وہ لاولد تھے، انھوں نے اجمیر شریف جاکر روضہ حضرت خوا... ...ن الدین چشتی پر اولاد کے واسطے التجا کی، شب کو بحالت خواب معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ تیرے گھر لڑکا پیدا ہوگا، وہ میرا ہوگا۔ چنانچہ بعد اس معاملہ کے حضرت پیدا ہوئے۔ صغرسنی سے آثار بزرگی سیمائے نورانی سے ظاہر تھے اور کرامت و خوارق ظاہر ہونے لگے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت مادرزاد ولی تھے۔ چند روز میں علوم ظاہری سے فارغ ہوکر دربار شاہی سے منصب موروثی حاصل کیا۔ اس عرصے میں ان کے والدین نے انتقال کیا۔ اور دہلی میں قلعہ کہنہ کے سامنے مدفون ہوئے آپ کاروبار امارت میں مصروف رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ اے فرزند جس واسطے پیدا ہوا اس کو بھول گیا اور کچھ تعلیم فرمایا۔ جب بیدار ہوئے اپنے دل کو شوق میں مستغرق پایا۔ آخر ترکِ امارت کر کے عبادتِ حق مصروف ہوئے۔ اجمیر شریف جاکر روحانیت خواجہ بزرگ سے اویسی طریقہ پر فیضان حاصل کیا۔ بعدہٗ حضرت خواجہ امیر عبداللہ سے بیعت ظاہری کی کہ وہ مرید خواجہ یحییٰ کے وہ مرید خواجہ عبدالحق کے، وہ مرید خواجہ احرار کے۔ وہ مرید مولانا یعقوب چرخی کے، وہ مرید خواجہ علاؤالدین عطار کے، وہ مرید خواجہ بہاؤالدین نقشبندیہ کے تھے کہتے ہیں کہ جب آپ کی فقیری کا شہرہ ہوا تو حضرت نورالدین جہانگیر بادشاہ نے ایک روز آپ کو طلب کیا اور جام شراب اپنے ہاتھ سے بھر کر آپ کو دیا، آپ نے انکار کیا اس وقت بادشاہ نے فرمایا کہ اے ابوالعلی انکار کرتا ہے۔ تو غضب سلطانی سے نہیں ڈرتا۔ آپ نے کہا میں غضب الٰہی سے ڈرتا ہوں، اس کے آگے غضب سلطانی کوئی چیز نہیں ہے یہ سن کر بادشاہ نے آپ کو گلے لگایا اور عذر چاہا اور کہا کہ یہ فقط تمھارا امتحان تھا۔ الحمدللہ کہ جو گمان میرا تمھارے ساتھ تھا وہ درست رہا اور جاگیر آپ کی واگذاشت کی آپ قبول نہ فرماتے تھے۔ اس پر بادشاہ نے مصر ہوکر فرمایا کہ یہ واسطے اخراجاتِ مساکین

سکے ہے۔ حضرت نہایت متقی اور معدن جود و احسان تھے، جو اہل دنیا و عقبیٰ آپ کی خدمت میں آتا، متوجہ ہو کر ان کی مشکل کشائی فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ بہتر ہے میرے پاس طالبِ دنیا آویں کس واسطے کہ کشائشِ دنیا سے کشائشِ عقبیٰ ہو جاتی ہے مگر یہ کیفیت تھی کہ پہلے جو طلبِ دنیا میں ان کے پاس جاتا تھا چند روز کے بعد طالبِ عقبیٰ و مولا ہو جاتا آپ پر نسبتِ چشتیہ غالب تھی۔ وفات حضرت کی بروز شنبہ ۹ صفر ۱۰۶۱ھ میں ہوئی، مزار پُر انوار اکبر آباد میں حاجت روائے خلق ہے۔

ذکر حضرت شیخ ابوالفتح قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ آدم کے تھے، نہایت محبوب کہ لڑکپن سے اپنے پیر کی خدمت میں رہے۔ وفات آپ کی ۱۰۶۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبدالحی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے صاحبِ استغراق و پابند سنت و باکرامت گزرے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ احمد سعید قدس سرہٗ

آپ فرزند اور خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے، کہ بعینہٖ مثل اپنے والد کے تھے۔ ملا بدرالدین کہتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، ایک شخص ایک بیڑہ پان ڈھاک کے پتے میں لپٹا ہوا لایا۔ آپ نے گلوری اس میں کھائی اور پھر اس کو اسی طرح لپیٹ کر میری طرف پھینک دیا۔ میں سمجھا کہ اس میں بیڑہ بھی ہے آداب بجا لا کر جو کھولا تو خالی تھا۔ حاضرین ہنس پڑے، میں شرمندہ ہوا مگر اس پتے کو لپیٹ کر اپنی پگڑی میں رکھ لیا۔ جب مکان پر آکر اس پتے کو پھینکنا چاہا تو وہ برگ پان ہو گیا تھا۔ تبرکاً اس کو میں نے کھایا اور وہ حلاوتِ باطنی پیدا ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ آپ کے حق میں خواجہ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ احمد کے دونوں پسر احمد سعید و محمد معصوم جواہر کے ٹکڑے ہیں کہ خورد سالی میں مقاماتِ احمدیہ کو پہنچ گئے ہیں۔ کسی شخص نے سید غلام علی شاہ دہلوی سے کہا کہ خواجہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ دونوں صاحبزادے بابِ تجدید میں

شیخ احمد سے شرکت رکھتے ہیں، غلام علی شاہ نے فرمایا کہ شیخ نے فرمایا ہے کہ معاملہ میرا اور میرے فرزندوں کا مثل صاحب شرح وقایہ کے ہے۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد سلطان پوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے صاحب حال وقال وعالم باعمل، جس بیمار پر بسم اللہ پڑھ کر دم کرتے اس کو شفا ہوتی، اگر جنگل میں جاکر ذکر اللہ کرتے، جانوران صحرائی حاضر ہوتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد معصوم قدس سرہٗ

فرزند ومرید شیخ احمد سرہندی کے جب آپ پیدا ہوئے ہیں، تو خواجہ باقی باللہ نے فرمایا تھا کہ احمد یہ فرزند تیرا مجھ کو مبارک ہے چنانچہ سولہ برس کی عمر میں دستار فضیلت حاصل کی، بعدہٗ باعلوم باطنی متوجہ ہوئے اور اپنے بھائیوں سے سبقت لے گئے، آخر والد نے اپنے مریدوں کی تعلیم آپ کے سپرد کی اور ان کو وصیت کی کہ اپنی خانقاہ کو تخت سلطنت اور بوریہ کو مسند شاہی سے بہتر سمجھنا اور امرا اور وزرا بادشاہوں سے محترز رہنا۔ چنانچہ امرائے شاہجہانی کی صحبت قبول نہ کی مگر بوجہ عقیدت حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ سے نہایت محبت رہی۔ بعض اہل کتاب نے لکھا ہے کہ حضرت عالمگیر آپ کے مرید تھے اسی وجہ سے آپ کے مرید امرائے عالمگیری میں داخل ہوئے۔ جب زیارت حرمین کو گئے وہاں بھی ہزاروں مرید ہوئے تذکرہ ادہمیہ میں لکھا ہے کہ بوجہ مریدی عالمگیر کے حضرت دارا شکوہ قادری کو بھی آپ سے نفاق تھا بلکہ آپ کے مریدوں سے بھی تنفر تھا۔ اس وجہ سے حضرت نے روضہ نبوی پر عرض کی کہ دارا شکوہ ولی عہد شاہجہان اہل سرہند کے درپے تخریب ہے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب نے ارشاد کیا کہ جو دشمن تیرا ہے وہ دشمن میرا ہے اس کے واسطے شمشیر قہر الٰہی کی کافی ہے چنانچہ شہادت دارا شکوہ کی مشہور ہے۔ میر عسکری نے روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص کا لڑکا مر گیا۔ اس کے والدین روتے پیٹتے حضرت کی خدمت میں آئے۔ اس پسر کے

سرہانے بیٹھ کر متوجہ ہوئے۔ جب ایک ساعت گزری تو اس کی نعش متحرک ہوئی۔ بعد اس کے کھڑا ہو گیا۔ ملا حسن کابلی ناقل ہیں کہ ایک بار ماہ رمضان میں شیخ معتکف تھے۔ میں حجرہ میں گیا تو شیخ آرام کرتے تھے۔ مزار پر چادر پڑی تھی، میرے دل میں خیال گزرا کہ اولیاء اللہ کو سونا نہیں چاہیئے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر فرمایا کہ ؎

سحر کرشمہ وصلش بخواب می دیدم ٭ زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداریست

اس جواب سے میں منفعل ہوا اور عفو قصور چاہا۔ شیخ محمد صدیق پشاوری کہتے ہیں کہ میں ایک بار اونٹ پر سوار جاتا تھا۔ ناگاہ شتر بھاگا، میں گرا، پیر میرا رکاب میں الجھا رہا۔ وہ مجھ کو گھسیٹے لیے جاتا تھا، ہر چند لوگوں نے روکا، وہ نہ رکا۔ میرے دل میں حضرت کی یاد ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور مہار اس کی پکڑ کر ایستادہ کیا، رکاب سے پیر میرا جدا کر کے غائب ہوئے۔ اور ایک بار دریا پر کپڑے دھو رہا تھا کہ پیر پھسلا میں دریا میں غوطہ کھانے لگا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نے آ کر مجھ کو ڈوبنے سے بچایا۔ اسی طرح ایک بار غلبہ سلطان الاذکار میں مغلوب الحال ہو کر جنگل میں چلا گیا وہاں وحشت معلوم ہوئی۔ پس جس طرف نظر پڑتی تھی صورت شیخ موجود پاتا تھا۔ ملا پایندہ کہتے ہیں کہ ایک شیعہ نے اصحاب ثلاثہ کو برا کہا۔ میں نے اس کی چھاتی میں مکہ مارا کہ وہ مر گیا اس کے قصاص میں حاکم نے مجھ کو پکڑ لیا اور اس کے تبرا کہنے کے چار گواہ چاہیے چونکہ اس وقت اور کوئی موجود نہ تھا، میں گواہ نہ دے سکا، آخر حاکم نے مجھ کو قتل کا حکم سنایا۔ جب میں سخت پریشان ہوا شیخ کو یاد کیا، دیکھا کہ شیخ تشریف لائے اور حاکم سے فرمایا کہ شیخ پایندہ سچا ہے اس کی گواہی یہ ہے کہ قبر میں مردہ کا منہ اگر قبلہ کی طرف ہو تو ملا نے ظلم کیا، قابل قتل ہے۔ اگر اس کا منہ قبلہ سے پھرا ہو تو ملا راست گو ہے۔ حاکم نے یہ امر قبول کر کے اس کی قبر پر جا کر قبر کو کھدوایا، دیکھا تو منہ اس کا قبلہ سے پھرا ہوا تھا اور شکل بگڑ گئی تھی۔ حاکم نے مجھ کو رہا کر کے بہت اکرام کیا۔ نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید رحیم داد تھا۔ اس کا باپ مال تجارت لے کر ایک جہاز پر سوار ہو کر چلا، اثنائے راہ میں جہاز بھنور میں آ گیا اس نے ہزار روپے شیخ کی نذر قبولی۔ جہاز بھنور سے نکل گیا۔ جب ہندوستان

میں آیا پانچسو روپیہ نذر کیے، آپ نے فرمایا کہ بروقت تباہی جہاز کے تو نے ہزار روپے نبولے تھے۔ اب نصف کیوں دیتا ہے۔ وہ بہت منفعل ہوا اور پانچسو باقیماندہ بھی پیش کیے۔ وفات حضرت کی ۱۰۹۱ھ میں ہوئی۔ مزار سرہند میں ہے۔

ذکر حضرت سید علیم اللہ قدس سرہٗ

آپ خلیفہ آدم بنوری کے اور سید حسینی تھے اور متقی اور عالم باعمل تھے۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی سے روایت ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ایک روپیہ مجھ کو دیا۔ میں نے اس کو جیب میں ڈال لیا۔ کئی سال وہ روپیہ میرے پاس رہا۔ کبھی میرا کیسہ خالی نہ رہا۔ جس قدر خرچ کرتا تھا اتنا ہی غیب سے اور پُر ہوجاتا تھا وفات حضرت کی ۱۰۸۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد انبالوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے صاحب کرامت ظاہری اور باطنی تھے۔ وفات آپ کی ۱۰۸۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد شریف شاہ آبادی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے عالم باعمل و درویش بے مثل، صاحب حال وقال گزرے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۰۸۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ بن خواجہ خاوند محمود

آپ پسر و خلیفہ اپنے والد کے تھے، صاحب تقوٰی پابندِ سنت نبوی، نہایت صالح و عالمِ علوم تھے۔ اپنے عہد کے مفتی کہ تمام علماء آپ سے فتوٰی طلب کرتے تھے۔ چنانچہ فتوٰیہ نقشبندیہ و کنز السعادت بعبارت آپ کی تالیفات سے موجود ہیں اور اپنے والد کے حال میں رسالہ رضوانی لکھا۔ عہد سلطنت حضرت شاہجہان بادشاہ میں نواب مظفر خان صوبہ دار کشمیر ہوا۔ اس کی حکومت میں شیعہ اور سُنی خوب لڑے۔ بعد کشت و خون کے مقدمہ

روبرو قاضی ابوالقاسم و قاضی محمد عارف کے پیش ہوا اور حکام نے تنبیہ اہل شیعہ میں سستی کی کہ ان کا گروہ زیادہ تھا۔ اس میں اہل سنت کو برہمی ہوئی، شہر سے چل کر بہ سرداری حضرت ہفت مینار مقام کیا اور حضرت نے صوبہ دار کشمیر کو سخت الفاظ تحریر کر بھیجے۔ وہ اسی وقت حاضر ہوا اور کل اہل سنت کو مناکر شہر میں لے گیا۔ بہت سے تبرا کہنے والوں کو قتل کیا۔ یہ فعل اس کا ظاہری تھا۔ کس واسطے کہ بادشاہ سے خواجہ کی شکایت کی، بادشاہ نے خواجہ کو لاہور میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت نے اپنے فرزند کو اپنا صاحب سجادہ کرکے کشمیر میں بھیجا۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالخالق حضوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے

خواجہ قطب خاں سے روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ دعا کیجیے کہ شاہزادہ اورنگ زیب بادشاہ ہوں۔ میں ایک دیہہ نذر خدام کردوں گا۔ یہ سنکر چندے تامل کرکے فرمایا کہ لشکر دارا شکوہ کو شکست ہوئی عالمگیر تخت پر بیٹھا۔ تھوڑے دن بعد اس کا ظہور ہوا۔ میں نے سند حضرت کو پیش کی، قبول نہ فرماکر ارشاد کیا کہ میں نے برائے خدا اس کی امداد کی نذرانہ لینا ہمارے پیروں کا طریق نہیں ہے۔ ایک روز تیل نہ تھا۔ خادم نے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیل کا برتن لا چنانچہ وہ برتن آیا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس میں دم کیا۔ وہ تیل سے بھر گیا۔ فرمایا کہ یہ راز کسی سے نہ کہنا۔ چنانچہ چند سال اسی برتن میں سے خرچ ہوا۔ بعدہٗ اس نے یہ کرامت کسی سے بیان کی، اسی وقت وہ برتن خالی ہوگیا۔ وفات آپ کی ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ داؤد مشکوتی قدس سرہٗ

آپ شاگرد خواجہ حیدر چرخی کے تھے اور مشکوٰۃ شریف

حفظ تھی۔ بعد حصول علم ظاہری کے بابا نصیب الدین سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کرکے اسرار الابرار حالات مشائخ میں بزبان عربی و فارسی تالیف کی۔ بعدہٗ خواجہ خاوند محمود نقشبندی کے مرید ہوئے اور ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں محلہ کندپور متصل

عیدگاہ کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد امین کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید سید عبدالوہاب کے، وہ خلیفہ شیخ عثمان جالندھری کے تھے۔ بعد عطائے خرقہ نقشبندیہ کشمیر میں آکر مقیم ہوئے، ہزاروں مرید ہوئے جب عمر شریف ستر سے زیادہ ہوئی، ۱۱ رمضان ۱۰۹۶ھ میں وفات پائی مزار کشمیر میں ہے مصرعہ تاریخ ؎ عرش بود مسکن روح الامین۔

ذکر حضرت شیخ یوسف الدین قدس سرہٗ

آپ فرزند محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی عالم علوم ظاہری و باطنی اور بسبب اتباع سنت کے محی السنت مشہور ہوئے جو فاسق، فاجر کافر آپ کے روبرو آتا تائب ہوتا۔ اہل دول کے گھر کا کچھ نہ کھاتے تھے، ان سے بہت پرہیز رکھتے تھے۔ ہر وقت منتظرانہ بیٹھے رہتے تھے۔ اگر کوئی آپ کے روبرو اللہ کہتا اسی وقت بے ہوش ہو جاتے تھے۔ آپ سے بہت سی کرامتیں بے اختیار صادر ہوئی ہیں۔ ایک شب برائے ادائے نماز تہجد اٹھے۔ حجرہ کی چھت پر چلتے ہی بانسری کی آواز آئی۔ بے قرار ہو کر نیچے گر پڑے۔ ہاتھ میں بہت ضرب آئی۔ فرمانے لگے کہ مردمان مجھ کو بسبب ترک سماع کے بیدرد کہتے ہیں مگر بے درد وہ ہیں کہ سن کر صبر کرتے ہیں۔ ایک بار آپ کا ایک مرید مجلس سماع میں شامل تھا۔ اس کو حالت ہوئی۔ اس نے ضبط کیا کہ اس کا قلب پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ آپ نے اس کی کیفیت سن کر فرمایا کہ سماع مہلک دردمنداں ہے اس وجہ سے علماء نے سماع کو حرام فرمایا ہے۔ آپ کے مریدوں سے ایک نے تقلیل غذا کی۔ آپ نے اس کو منع فرما کر ارشاد کیا کہ اس طریقہ میں حاجت تقلیل غذا کی نہیں۔ ہمارے پیروں کے ہاں وقوف قلبی اور صحبت شیخ اور ثمرۂ مجاہدات شاقہ کا خرق عادت اور تصرفات ہے۔ ہمارا کام ہمیشہ باتباع سنت ذکر توجہ الی اللہ کثرت انوار و برکات ہے۔ وفات آپ کی ۱۰۹۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سعدی مجددی لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے اور خورد سالی سے شیخ آدم کی خدمت میں رہے۔ شیخ محمد عمر پشاوری کہ آپ کے خلیفہ تھے انھوں نے کتاب جواہر الاسرار آپ کے کوائف عمری میں لکھی۔ شرف الدین نے روضتہ السلام میں بھی آپ کی بہت کچھ تعریف لکھی ہے۔ آپ ولی مادرزاد تھے۔ خوردسالی میں جو مشکل پیش آتی، وہ بوسیلہ حضرت سید انام حل ہوتی تھی۔ آپ کی توجہ سے آسیب بھاگ جاتے تھے۔ جس بزرگ کی طرف توجہ کرتے اس کی روحانیت سے فیض حاصل ہوتا آپ کی سات برس کی عمر تھی، ایک روز اپنے دیہہ کے باہر چاہ پر وضو کر رہے تھے کہ حاجی سعداللہ وزیرآبادی بنور کو جاتے تھے۔ ان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ بچہ کیا احتیاط سے وضو کر رہا ہے۔ وہ تو وہاں سے پانی پی کر چل دیے۔ انھوں نے ان کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ انھوں نے کہا حاجی سعداللہ ہیں بنور اپنے پیر کے پاس جاتے ہیں۔ یہ بھی اٹھ کر ان کے ہمراہ ہو لیے، راستہ میں کسی سے کلام نہ کیا۔ جب حاجی صاحب خدمت مرشد میں پہنچے، انھوں نے ہر ایک درویش کو جدا جدا پوچھا۔ جب انکی نوبت آئی تو حاجی جی نے عرض کیا کہ یہ لڑکا بھی میرے ہمراہ آیا ہے۔ مگر عجیب احوال ہے شیخ نے فرمایا کہ مت کہو کہ میرے ہمراہ آیا ہے بلکہ یوں کہو کہ میں اس کے ہمراہ آیا ہوں۔ یہ سعادت مند مقبول بارگاہ الٰہی ہے اگر تمھاری بخشش ہوئی تو اس لڑکے کے سبب جاننا۔ پھر شیخ نے ان سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ سعدی، شیخ نے فرمایا کہ در دارین سعدی۔ اور بہت مہربانی فرما کر اپنے گھر میں لے گئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ خورد سال ولی میرے پاس آیا ہے، رسول خدا اس پر بہت مہربان ہیں۔ بعدہٗ یہ فرما کر کسی خدمت پر مامور فرمایا۔ تاریخ بدخشی سے نقل ہے کہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں ہمرکاب مرشد سہارنپور میں مقیم ہوا، شب کو خواب میں دیکھا کہ شہر پر نور برس رہا ہے۔ اور ایک عفت مآب نے کہ اولاد انبیاء علیہم السلام سے تھیں، میرے پاس آکر فرمایا کہ تجھ کو حضرت قرۃ العین رسول آخرالزمان طلب فرماتے ہیں۔ میں ان کے ہمراہ ایک

مسجد نورانی میں گیا، دیکھا کہ تمام انبیار کی مستورات ایستادہ ہیں اور حضرت بی بی فاطمہ سیدۃ النساء ان کی امام ہیں۔ میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے پسر میں اپنی طرف سے تجھ کو اسم اعظم دیتی ہوں۔ پس مجھ کو اسم اعظم بتاکر اور ہمراہیوں سمیت ہوا پر پرواز کی اور آنکھ سے غائب ہوئیں۔ روایت ہے کہ حرمین شریفین جاتے وقت جب شیخ آدم جہاز پر سوار تھے یکایک جہاز طوفان میں آگیا۔ اہل جہاز آپ سے مستدعی ہوئے۔ آپ نے دعا کی جہاز بلا سے نکلا۔ جب مکہ میں پہنچے، میر منصور نے تباہی کا ذکر کیا۔ شیخ آدم نے فرمایا کہ وہ برکت سعدی کی تھی۔ شیخ محمد امین بدخشی فرماتے ہیں، مجھ کو شیخ نے پہلے روانہ طرف مدینہ کے کر دیا تھا راستہ میں مجھ کو حالت غسل کی ہوئی۔ ایک چشمہ میں نہایا۔ موسم سردی کا تھا۔ مجھ کو جاڑا چڑھ آیا کہ اس چشمہ میں سے ایک مرد نکلا اور مجھ کو گرم گرم حلوا کھلایا۔ میں اچھا ہو کر راہی ہوا۔ مولانا محمد یحییٰ زنگی سے روایت ہے کہ جب خبر انتقال شیخ آدم کی پہنچی۔ آپ لاہور میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ وفات حضرت کی چہارشنبہ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۱ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل پیر عزیز فرنگ کے مشہور ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں خواجہ محمد سلیم و محمد غنی و خواجہ محمد یوسف و خواجہ محمد عارف۔

ذکر حضرت مولانا حاجی محمد اسمٰعیل غوری نقشبندی مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ سعدی لاہوری کے اور مولینا یار محمد گل بہاری کہ خلیفہ شیخ آدم کے تھے ان سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ پہلے کسب حلال سے پشاور میں ایام گزاری کرتے تھے اور بہت سیاحت کی، زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور دیگر مشائخ سے فائدے اٹھائے بعدہٗ لاہور میں آکر شیخ سعدی کے مرید ہوئے۔ صاحب کرامات و خوارق۔ محبت خان کی مسجد میں جب مراقبہ فرماتے تھے۔ مسجد ہل جایا کرتی تھی۔ قدیم سے محراب اس مسجد کی ذرا قبلہ سے پھری ہوئی تھی، آپ کی توجہ سے سیدھی ہوگئی۔ وفات حضرت کی ۵ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے۔

ذکر مخدوم حافظ عبد الغفور پشاوری مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حاجی اسمٰعیل کے تھے اور شیخ سعدی لاہوری سے بھی فیض حاصل کیا تھا، نہایت فروتنی اور نفس کشی رکھتے تھے۔ ولی مادر زاد تھے لڑکپن سے مزار بابا عبد الکریم پر جا کر نفل پڑھتے۔ بعد ہر رکعت کے ایک پیسہ زیر قدم پاتے وہ اپنے ہم جرییوں میں تقسیم فرماتے اور روحانیت سید علی ہمدانی سے بھی فیض اٹھایا اور شیخ سعدی سے سلسلہ قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ میں صاحب اجازت تھے۔ کتاب روضۃ السلام کے دیکھنے سے حضرت کے کمالات بخوبی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور سید محمد غوث گیلانی نے بھی آپ کے کوائف لکھے ہیں۔ وفات حضرت کی ۴ار شعبان ۱۱۱۶ھ میں ہوئی۔

ذکر خواجہ حافظ احمد یسوی قدس سرہٗ

آپ مظہر خوارق و کمالات و مورد انوار تجلیات اور خلوت گزین تھے، اپنے وطن ترکستان سے چل کر سیر کرتے ہوئے وارد کشمیر ہو کر حضرت ملا شاہ کی خانقاہ میں کئی برس رہے۔ آخر خواجہ نظام الدین نبیرہ خواجہ خاوند محمود بمنت ان کو شہر میں لائے اور اپنے فرزندان کو مرید کرایا۔ یہ حضرت بھی اپنے عہد میں شیخ کشمیر گزرے ہیں اور ۱۱۱۶ھ میں بمقام کشمیر انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ محمد مراد کشمیری قدس سرہٗ

آپ فرزند ملا محمد طاہر مفتی اور مرید شیخ عبد الاحد سرہندی کے تھے۔ چندے دہلی اور سرحد میں رہے ہیں، اور تہجد کے وقت ہزار رکعت روز پڑھتے تھے۔ نہایت صالح اور بابرکت گزرے ہیں۔ بعمرہ ، سال ۷ر رجب ۱۱۳۱ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے مرید خواجہ محمد اعظم کی تصنیفات سے رسالہ فیض مراد اور تواریخ عظمیٰ ہیں۔

ذکر حضرت سیّد نور محمد بدایونی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ سیف الدین بن محمد معصوم بن شیخ احمد

سرہندی کے، عالم متبحر، صاحب تقویٰ و کرامت، دنیا اور اہل دنیا سے متنفر۔ جس پر مہربانی سے نظر کرتے وہ طالب حق ہو جاتا تھا، وفات حضرت کی ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ محمد صدیق مجددی قدس سرہٗ

یہ حضرت پسر و خلیفہ شیخ محمد معصوم سرہندی کے تھے۔ یہ بھی اپنے والد سے کم نہ تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار سرہند میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ عبداللہ بلخی مجددی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبداللہ محمود کے، اپنے وطن سے چل کر کشمیر آکر قبولیت عظیم پائی اور بہت بڑے سیاح تھے۔ خواجہ محمد اعظم و خواجہ بابا نور و خواجہ بہاؤ الدین، ان صاحبوں نے بھی آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا وفات آپ کی ۱۱۲۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ عبداللہ بخاری فاروقی مجددی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ نجم الدین کبریٰ کے تھے، پہلے مرید جبری سلسلہ میں تھے، بعدہٗ سیاحی کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں آئے اور شیخ احمد مکی کہ شیخ معصوم سرہندی کے خلیفہ تھے، ان کے مرید ہو کر کار تکمیل پہنچا کر کشمیر میں تشریف لا کر مقیم ہوئے خلق کثیر حلقہ ارادت میں آئی اور ۱۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ عبدالاحد بن شیخ احمد سعید بن شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اپنے پدر کے اور صاحب سلسلہ مجددیہ و کرامت و خوارق گزرے ہیں، وفات آپ کی ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد فرخ قدس سرہٗ

کہ بزرگان حضرت شیخ احمد سرہندی سے تھے۔ صاحب تقویٰ، ماہر علوم ظاہری و باطنی اور مجیب الدعوات تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حاجی محمد افضل قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ محمد معصوم اپنے پدر کے، عالم بے بدل صوفی بے مثل تھے بارہ برس والد سے تعلیم پائی پھر بارہ برس شیخ احمد کی خدمت میں رہ کر فیضان حاصل کیے، بعدہٗ زیارت حرمین سے مشرف ہو کر اپنا کتب خانہ وقف فرمایا اور خود یاد مولا میں مشغول ہوئے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدیث آپ ہی سے صحیح کی آخر ۱۱۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت حافظ محمد محسن نقشبندی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اور مرید شیخ محمد معصوم سرہندی کے۔ کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ طریق مجددیہ میں کامل و مکمل گزرے ہیں۔ آپ کے کمالات کتاب مرزا مظہر جان جاناں سے بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۴۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید محرم علی نقشبندی لاہوری قدس سرہٗ

آپ اعظم اولیائے ہند سے گزرے ہیں پابند سنت، صاحب ذوق و شوق، قطب وقت شیخ عہد گزرے ہیں، کمالات آپ کے ظاہر ہیں کہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی نے آپ سے ملاقات کر کے آپ کے فقر اور کمال کی تعریف کی سن وفات نہیں ملا۔

ذکر حضرت نواب مکرم خان مجددی قدس سرہٗ

آپ امرائے عالمگیری سے تھے۔ ترک امارت کر کے شیخ محمد معصوم سرہندی کے مرید ہوئے۔ ایک روز بادشاہ نے پوچھا کہ تیری عمر کس قدر ہے کہا کہ چار سال، بادشاہ نے تبسم کر کے فرمایا کہ کیونکر؟ جواب دیا کہ جو دن آپ کی خدمت میں گزرے، اکارت گئے اور جو چار برس پیر کی خدمت میں گزرے، یہ اصلی تھے۔ اور یہ کہ دستر خوان آپ کا کشادہ اور پر تکلف تھا، جو شریک طعام ہوتا تھا نور باطن سے اس کا سینہ منور ہو جاتا تھا۔ لکھا ہے کہ جب آپ کا ۱۱۴۰ھ میں انتقال ہوا اور قبر میں رکھا آپ نے چشم کھول کر فرمایا کہ وہ کلاہ جو خواجہ احرار کے سر کی ہے اور مجھ کو پیرے

پیر سے پہنچی ہے، میرے سر پر رکھو کہ میرا فخر ہے، آخر خادم نے کلاہ لا کر سر پر رکھی، آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی تھی۔

ذکر حضرت شیخ محمد فاضل پٹیالوی قدس سرہٗ

آپ ماہر اسرارِ شریعت واقف انوارِ طریقت، صاحبِ حال وقال، صاحبِ سلسلہ، مقتدائے اولیا، کہ مرید شیخ محمد افضل کلانوری کے، وہ مرید شیخ ابو محمد لاہوری کے، وہ مرید شیخ محمد طاہر قادری کے، وہ مرید شاہ سکندر کیتھلی کے وہ مرید شیخ احمد سرہندی کے تھے، کمالات آپ کے تذکرہ آدمیہ و روضۃ السلام سے دریافت ہو سکتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۴ ار ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار پٹیالہ میں ہے۔

ذکر خواجہ حافظ سعد اللہ قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ محمد صدیق بن شیخ محمد معصوم سرہندی کے تھے، صاحب مقامات عالی، فقر اور قناعت میں شہرہ آفاق، مرزا مظہر جان جاناں کی تالیفات سے آپ کے کمالات ظاہر ہیں۔ ۱۱ر شوال ۱۱۵۲ھ میں وفات پائی۔ دہلی میں بیرون دروازہ اجمیری آپ کا مزار ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد زبیر قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ محب اللہ نقشبندی کے صاحب تقویٰ کہ ذکر نفی اثبات بہت کرتے تھے۔ مرید شاہ گلشن کے، صاحب راز و نیاز کہ امرائے دہلی سے تھے۔ اور ۱۱۵۲ھ میں وفات پا کر دہلی میں دفن ہوئے۔ بعدہٗ آپ کا تابوت سرہند میں لا کر دفن کیا گیا۔

ذکر خواجہ شاہ گلشن قدس سرہٗ

آپ مرید خواجہ عبدالاحد مجددی کے تھے جامع کمالات و منبع حسنات، صاحبِ تقویٰ ترک تجرید میں شہرہ آفاق، تارک اللذات، جامع مسجد دہلی میں رہتے تھے۔ بارہ ماہ حوض مسجد کا پانی پیتے، ترکاریوں کے چھلکے یا خشک پتے کھاتے تھے اور صاحبِ کشف و کرامات گزرے ہیں۔ وفاتِ حضرت کی ۱۱۵۳ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالرشید مجددی بن شیخ محمد مراد کشمیری مجددی قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے پدر کے تھے اور چند روز سرہند میں شیخ عبدالاحد کی خدمت میں رہے۔ جب شیخ دہلی میں آئے آپ بھی ان کی تاحیات دہلی میں رہے بعدہٗ ان کی نعش کے ہمراہ سرہند میں آئے پھر حج کیا۔ وہاں سے دہلی آ کر ۲۷ رجب ۱۱۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت خواجہ نورالدین محمد آفتاب کشمیری بن خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ

آپ اولاد سے خواجہ خاوند محمود کی تھے اور تربیت یافتہ خواجہ احمد یسوی کے تھے نہایت مرجع خلائق گزرے ہیں۔ وفات آپ کی ۲ شعبان ۱۱۵۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حافظ محمد عابد قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالاحد کے تھے نہایت عابد اور زاہد، صاحب تقویٰ، جمعہ کو آپ کے پاس بہت لوگ آ کر مستفیض ہوتے تھے اور صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰ رمضان سنہ ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حاجی محمد سعید لاہوری قدس سرہٗ

آپ سلسلہ قادریہ میں مرید سید محمود بن سید علی ساکن مدینے کے، کہ سلسلہ شاہ محمد غوث گوالیاری سے تھے اور سلسلہ مجددیہ میں مرید حافظ سعداللہ کے تھے، صاحب کرامات مستجاب الدعوات ایسے کہ آمد شاہ ابدالی میں لاہور لٹا۔ مگر تکیہ محلہ وعیداللہ داری کو جہاں آپ کا قیام تھا، کچھ کھٹکا نہ ہوا، کرامتیں آپ کی لاہور میں مشہور ہیں آپ نے دو حج کیے تھے۔ وفات حضرت کی بعمر ایک سو دس سال سنہ ۱۱۶۶ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے خلیفہ آپ کے شیخ عبدالرحیم نواسے آپ کے و سید فضل علی تھے۔

ذکر حضرت خواجہ عبدالسلام کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید حافظ عبدالغفور پشاوری کے کہ قطب عہد اور شیخ وقت، مقتدائے مشائخین کشمیر گزرے ہیں، صاحب حال وقال وخوارق وکرامات

جو کوئی حاجت لاتا بامراد جاتا، جو دعا کرتے مستجاب ہوتی۔ شیخ شرف الدین کشمیری کہ آپ کے مرید تھے، انھوں نے اپنی کتاب روضۃ السلام میں آپ کے کمالات شرح وار لکھے ہیں اور بہت سی کرامتیں زبان زد اہلِ کشمیر ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۸ شوال ۱۱۷۲ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ محمد صادق قلندر کشمیری

آپ امرائے کشمیر سے تھے۔ ترک دنیا کر کے خواجہ بیرنگ فرزند خواجہ باقی باللہ کے مرید ہو کر مست جامِ وحدت ہو کر قیودات ظاہری سے قدم باہر رکھا جو ہوشیار آپ کی خدمت میں جاتا مست و مدہوش ہو کر علانیہ کلمہ ہمہ اوست کہنے لگتا۔ آخر علمائے کشمیر نے حضرت عالمگیر کو ان کے حالات سے مطلع کیا۔ آخر معرفت شاہ صادق گرفتار ہو کر حضور بادشاہ گئے۔ بادشاہ نے سبب دیوانگی دریافت کیا۔ اس کے جواب میں چند اشعار مستانہ وار پڑھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو رہا کیا جاوے کہ یہ معذور ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۱ھ میں ہوئی۔ مزار موضع لار علاقہ کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد رضا الہامی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے خواجہ احرار کی طریقہ نقشبندیہ روحانیت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی سے اور قادریہ روحانیت غوث پاک سے اور نیز روحانیت حضرت صدیق اعظم سے بھی تربیت پائی۔ صاحب کشف و کرامت با عظمت گزرے ہیں وفات آپ کی ۱۱۷۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ محمد اعظم دومری قدس سرہٗ

یہ حضرت فاضل روزگار، درویش کامگار کہ مرید شیخ محمد مراد محمدی کے تھے کہ تاریخ دومری میں احوال بادشاہان و مشائخین و فضلا و شعرائے کشمیر کو احسن طور پر لکھے ہیں اور سیر و سلوک میں مقامات فقر و فیض مراد آپ کی تالیفات سے ہیں وفات آپ کی ۱۱۸۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ کمال الدین بن خواجہ نور الدین قدس سرہٗ

حضرت صاحبِ شریعت وطریقت اور مرید اپنے والد کے تھے ۱۱۸۸ھ میں اہل شیعہ نے آپ کو شہید کیا۔

ذکر حضرت شاہ شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ

آپ سادات عظام علوی سے تھے سلسلہ نسبی حضرت کا محمد حنیفہ بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور امیر عبدالسبحان آپ کے جدامجد تھے اور وہ مرید خاندان چشتیہ کے تھے اور بی بی ان کی اسد خان وزیر کی دختر تھیں اور مرید شاہ عبدالرحمٰن قادری کے دونوں بزرگوار ترک دنیا کر کے ریاضت اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے۔ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۵ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے انفراغ حاصل کیا جب سولہ برس کے ہوئے یتیم ہو گئے بعدہٗ بخدمت سید نور محمد بدایونی مجددی سے بیعت ظاہر کی۔ کس واسطے کہ آپ ولی مادرزاد اور روحانیت حضرت خواجہ باقی وخواجگان بہاؤالدین نقشبندی سے پہلے ہی تعلیم پا چکے تھے اور حاجی محمد افضل وحافظ سعد اللہ ومحمد عابد صاحبان سے فیضانِ کامل حاصل کیے۔ پہلے حویلی آبائی حضرت کی زیر جامع مسجد روبرو دکان لالہ بھڑبھونجہ کے تھی۔ اب اس میں ہندوؤں کا ایک محلہ آباد ہے۔ خدا کی قدرت ہے، آپ بہت نازک مزاج اور مجاہد باللہ عالم علمِ شریعت وطریقت وحقیقت معرفت تھے۔ نقل ہے کہ خیاط کلاہ تیار کر کے لایا آپ نے سر مبارک پر رکھی۔ معاً درد شروع ہو گیا۔ حاضرین نے سبب دریافت کیا، فرمایا کہ ظاہراً کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ حاضرین نے پھر عرض کیا کلاہ اتار دیجیے کہ سر مبارک کو ہوا لگے چنانچہ کلاہ اتارتے ہی درد رفع ہوا۔ دیکھا تو کلاہ میں بخیہ ٹیڑھا کیا ہوا تھا۔

نقل ہے کہ آپ ایک روز ہمراہ یاراں جنگل میں چلے جاتے تھے۔ یکایک بارش ہونے لگی، آپ نے دعا کی کہ الٰہی میرے یار نہ بھیگیں۔ چنانچہ پانی برسا اور حضرت مع اپنے یاروں کے خانقاہ تک خشک آئے۔

حضرت غلام علی شاہ سے نقل ہے کہ میں حاضر خدمت تھا ایک بوڑھا آیا اور بے ادبی سے کہنے لگا کہ میں آج دیکھنے آیا ہوں کہ جان جاناں کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی۔ حضرت کو یہ کلام ناگوار خاطر گزرا۔ اس کو تیز نظر سے دیکھا اسی وقت وہ زمین پر گر پڑا۔ اور مثل ماہی بے آب کے تڑپنے لگا، آخر بآواز بلند کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ حضرت نے اٹھ کر دست حق پرست اس کے سر پر رکھا۔ فوراً اچھا ہوگیا۔

نقل ہے کہ دو تھان زربفت کے والی اودھ نے بنارس میں عمدہ تیار کرا کر بحضور حضرت عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ پیش کش کیے۔ حضور نے ایک تھان میں سے کلاہ ہائے درویشانہ ہر قسم کی تیار کرا کر فقراء کو بھجوا دیں اور ثابت ایک تھان مرزا صاحب کے پاس بھیجا۔ امرائے شیعہ کو ناگوار گزرا اور اپنے علماء کو خبر دی کہ اس طرح کا ایک تھان بیش قیمت بادشاہ نے مرزا جان جاناں کو دیا۔ ضرور وہ اس کو برائے خوشنودی بادشاہ زیب تن کریں گے اس وقت گفتگو کا موقع ملے گا۔ ادھر جب وہ تھان آیا، آپ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خیاط کو طلب فرما کر قبا بنانے کا حکم دیا۔ اس نے قبا کتری مگر پردہ لینا بھول گیا۔ جب کتر چکا، عرض کیا کہ حضرت مجھ سے بڑا قصور ہوا، آپ نے فرمایا کہ کیا، اس نے عرض کیا کہ پردہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ بازار سے منگا لو، جس قدر ضرورت ہو، الغرض تمام شاہجہان آباد میں دریافت کیا اس شکل کا زربفت نہ ملا۔ آپ نے فرمایا کہ زربفت اس کے خلاف دوسری قسم کا لگایا تو وہ چغلی کھائے گا۔ کیوں بے فائدہ پیسہ خرچا۔ فرش کے ٹاٹ میں سے پردہ کاٹ کر لگا دے۔ چنانچہ اسی جمعہ کو بعد نماز جمعہ جو وعظ کہنے بیٹھے تو قبائے زربفتی زیب تن تھی، پردہ اس میں پرانے ٹاٹ کا تھا۔ معاندان یہ کیفیت دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوئے۔ نقل ہے کہ محمد قاسم مرید آپ کا عظیم آباد گیا ہوا تھا ایک روز اس کا برادر آیا اور کہا کہ سنا جاتا ہے کہ محمد قاسم عظیم آباد میں قید ہے اس کی رہائی کے واسطے دعا کیجیے۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت کر کے فرمایا کہ دلالوں سے کچھ تکرار ہوگئی تھی اور سب طرح خیریت ہے۔ کل تمہارے پاس خط آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ نواب مصطفٰے خان کی زوجہ آپ کی مرید تھیں۔ ہر روز حاضر نہ ہو سکتی تھیں۔ صرف

مراقبہ کریں، حضرت کا تصور کر کے توجہ لیتیں، مگر آدمی کے ہاتھ روز کیفیت کہلا کر بھیجی تھیں کہ آپ مجھ کو توجہ دیں۔ ایک روز بے اذن بیگم نواب کے خادم نے عرض کیا کہ بی بی صاحبہ منتظر استفادہ کی ہیں، آپ نے فرمایا کہ بی بی ابھی متوجہ نہیں ہوئیں تو اپنی طرف سے کہتا ہے۔ خادم شرمندہ ہوا اور عذر تقصیر چاہا۔ ایک روز ایک منکر حالات اولیاء آپ کے ہمراہ قبرستان میں گزرا اور عرض کیا کہ یہ قبر میرے دوست کی ہے۔ اس کا حال تو دریافت کیجیے آپ نے اس طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ قبر عورت کی ہے تیرے دوست کی نہیں ہے۔ تو خلاف کہتا ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ قدم بوس ہوا۔ اور عرض کیا کہ برائے امتحان عرض کیا تھا معاف فرمائیے آخر مرید ہوا۔ نقل ہے کہ آپ کی حویلی کے سامنے بھڑبھونجہ کی دکان تھی اول وقت جب آپ برائے نماز صبح جامع مسجد تشریف لے جاتے اس کو جگا کر اس کی چارپائی سیدھی کر آتے۔ ایک روز اس نے عرض کیا کہ تمام دن آدھی رات تک مزدوری کر کے سوتے ہیں، تھوڑی دیر بعد آپ جگا دیتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ٹیڑھی چارپائی دیکھ کر دل تنگ ہوتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نیند کے غلبہ میں کس کو اوسان چارپائی سیدھی کرنے کا ہوتا ہے جیسی بچھی ہوئی اس پر پڑ رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے میں تیری چارپائی بچھا جایا کروں گا۔ چنانچہ اس روز سے ہمیشہ خود اس کی چارپائی بچھا جایا کرتے تھے۔ نواب عسکری خان کے والد آپ کے مرید تھے، ایک روز بعد مراقبہ کے انھوں نے حضرت کا دامن پکڑا اور کہا کہ جب تک میری دختر کو فرزند نہ عطا کیجیے گا۔ دامن نہ چھوڑوں گا آپ نے قدرے تامل کر کے فرمایا کہ تسلی رکھو۔ اس کے بیٹا ہوگا۔ چنانچہ بعد نو ماہ کے اس کے گھر فرزند پیدا ہوا اور اکثر حضرت فرمایا کرتے تھے کہ انعام الٰہی سے مرادہائے دینی و دنیوی، صوری و معنوی حاصل ہوئیں۔ مگر شہادت ظاہری کہ قرب الٰہی میں اس کا مرتبہ زیادہ ہے۔ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کوئی سبب پیدا کرے کہ یہ مراد بھی ملے۔ بس ایام شہادت نزدیک پہنچے۔ تمام دوستوں اور مریدوں کو خطوط بمضمون الوداعی لکھے اور حاضرین مریدوں سے فرمایا کہ سفر آخرت میرا نزدیک ہے۔ تم صبر کرنا ہمت کو کام فرمانا۔ آخر شب چہار شنبہ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ میں بعد نصف شب کے کئی مرد دو آئے اور در خانقاہ والا جاہ پر دستک دی

خادم نے عرض کی کہ کئی شخص برائے زیارت حاضر ہیں۔ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ بلاؤ ان میں سے تین اندر آئے۔ ایک نے پوچھا کہ مرزا جان جاناں کون سے ہیں، او وتے کہا کہ یہی ہیں۔ اس بدکردار نا ہنجار نے پستول مارا کہ گولی پہلوئے چپ پر لگی عین قلب پر بیٹھی۔ آپ بسبب ضعف پیری کے زمین پر گر پڑے اور قاتل بھاگے آخر جراح حاضر ہوا۔ صبح کو جراحان شاہی نامی گرامی اور ایک ڈاکٹر کو لے کر نواب نجف خان آیا حضرت نے ارشاد کیا کہ شفا قبضہ قدرت خداوند تعالیٰ میں ہے۔ جراح کی کچھ حاجت نہیں۔ اور جنھوں نے یہ کام کیا ہے میں نے ان کو معاف فرمایا اور خون بخشا۔ پس تین روز اور حیات رہے اور بعد نماز جمعہ دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی اور الحمد کہتے ہوئے بوقت شام جان بحق تسلیم کی۔ یعنی شہادت حضرت کی نویں محرم ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ یہ ہے "عاش حمیداً مات شہیداً" اور تاریخ بیدائش صاحب شرع ۱۱۱۱ھ ہے کہتے ہیں کہ وعظ حضرت کا بالکل بے ریا اور پاک تھا، شیعہ آپ سے بہت عداوت رکھتے تھے۔ یہ فعل انھیں کا تھا، آپ کے مرید بہت سے باکمال گزرے ہیں اور تا حال آپ کے سلسلہ میں کرامت اور ولایت چلی آتی ہے۔

ذکر حضرت مولوی احمد اللہ مجددی مظہری قدس سرہٗ

آپ فرزند مولوی ثناء اللہ پانی پتی کے اور اولاد سے شیخ جلال کبیر الاولیا پانی پتی کے اور خلیفہ مرزا جان جاناں کے تھے۔ علوم ظاہری اپنے والد سے حاصل کیے، بعدہٗ مرزا صاحب کے مرید ہو کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر تیس برس کی عمر میں ۱۱۹۵ھ میں انتقال فرمایا، مزار پانی پت میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد احسان قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مرزا جان جاناں کے اولاد سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نہایت عالی ہمت اور شجاع اور مستجاب الدعوات تھے۔ وفات آپ کی ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولوی علیم الدین گنگوہی قدس سرہٗ

آپ مرید عاشق مرزا جان جاناں کے، صاحب سکر و ذوق و شوق، ہمیشہ اہل محبت کا ذکر کیا کرتے اور عاشقانِ الٰہی کے ذکر پر بہت روتے۔ وفات آپ کی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولوی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے کبیر اولیاء پانی پتی کی اور مرید مرزا جان جاناں کے، عالم متبحر، ممتاز وقت، شیخ عہد کہ فقہ اور اصول میں اجتہاد پایا تھا۔ چند روز علم تصوف کی تحقیق کر کے شیخ محمد عابد نقشبندی کے مرید ہوئے اور مرتبہ فنائے قلبی حاصل کیا، بعدہٗ حسب امر مرشد خود مرزا جان جاناں کے مرید ہو کر کار بہ تکمیل پہنچایا۔ اور مرزا صاحب نے علم الہدیٰ خطاب دیا اور روحانیت اپنے جد سے بھی فیضان حاصل کیا چنانچہ مرزا صاحب نے آپ کے حق میں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ کیا تحفہ لایا تو عرض کرونگا، مولوی ثناء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں۔ صاحب تصانیف کثیرہ و اقوال صحیحہ گزرے ہیں اور صاحب سلسلہ۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔ مزار پانی پت میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ درگاہی قدس سرہٗ

آپ مرید سلسلہ محمد زبیر کے تھے ہمیشہ استغراق رہتا تھا۔ اور توجہ ایسی تیز تھی کہ نظر پڑتے ہی ہزاروں مدہوش ہو جاتے تھے۔ ہزاروں کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئیں اور غیب کی خبر دیتے تھے۔ خیر و شر سے جو فرماتے معاً اس کا ظہور ہوتا۔ وفات آپ کی ۱۲۲۶ھ میں ہوئی، مزار رامپور میں ہے۔

ذکر حضرت مولوی صفی الدین صفی القدر قدس سرہٗ

آپ اولاد سے خواجہ محمد معصوم سرہندی کے، کمالات ظاہری و باطنی میں قدم بر قدم اپنے جد کے۔ شب و روز عبادت میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ نواب نصرت اللہ خان حاکم رامپور کی بخشی گیری نہ کی، وفات آپ کی ۱۲۳۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ عبداللہ غلام علیشاہ دہلوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم وصاحب سجادہ مرزا جان جاناں کے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے والد سید عبداللطیف، مرید شاہ ناصر الدین قادری کے تھے۔ بہت بڑے عابد اور زاہد اور بجائے طعام بقولات پر اکتفا کرتے تھے اکثر جنگل میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے۔ قبل از ولادت سید غلام علی شاہ ان کے والد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ عبداللطیف! اللہ تجھ کو پسر عطا کرے گا۔ اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ بعدہٗ انہی دنوں میں حضرت غوث پاک کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اپنے پسر کا نام میرے نام پر رکھنا۔ پس قصبہ پٹیالہ میں جب آپ تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ نے نام نامی عبدالقادر آپ کے چچا عبداللہ کے نام پر رکھا جب بڑے ہوئے اپنے کو غلام علی مشہور کیا۔ جب عمر شریف تیرہ برس کی ہوئی۔ آپ کے والد نے آپ کو دہلی میں بلالیا کہ ان کو بھی اپنے پیر کا مرید کرادوں۔ مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے شاہ ناصر الدین فوت ہوئے آپ کے والد نے اجازت دی کہ جہاں تم چاہو، مرید ہو کس واسطے کہ سید صاحب کی مریدی کے لیے تم کو بلایا تھا، اب تم مختار ہو۔ پس حضرت نے اول شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبدالعدل خلفائے خواجہ محمد زبیر مجددی و خواجہ میر درد و فرزند خواجہ شاہ ناصر الدین و حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی و شاہ غلام سادات صابری والد سید صابر علی شاہ مشائخ دہلی کی صحبت میں حاضر رہ کر بہت کچھ استفادہ اٹھایا۔ بعدہ بعمر ۲۲ سال ۱۱۸۰ھ میں بخدمت مرزا جان جاناں حاضر ہو کر بیعت کی۔ بعد تکمیل کار مجددیہ کے خرقہ خلافت پایا اور بعد شہادت پیر روشن ضمیر کے صاحب سجادہ ہوئے، آپ کے مریدوں سے ہزارہا آدمی باکمال ہوئے، آپ کی کرامتیں بے حساب ہیں۔ حضرت مولانا حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی مجددی کہ آپ کے خلیفہ اور راقم کے استاد تھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت کی خانقاہ گویا نیلگر کا ماٹ تھا۔ کسی رنگ کا آدمی حاضر خدمت ہوتا رنگین ہو کر نکلتا تھا۔ اپنا اگلا رنگ بھول جاتا تھا۔ ایک بار بقال کے بہت سے دام ہو گئے تھے۔ کہ وہ مودی تھا۔ ایک روز حضرت وضو فرمارہے تھے کہ وہ بقال آیا اور عرض کی کہ

خرچ ملنا چاہیئے تاکہ بازار سے سودا لاؤں، ورنہ مساکین اور طلبائے خانقاہ کو دقت ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ مالک ہے۔ اس وقت جا، پہنچاتا ہوں، وہ ہوگیا۔ آپ وضو سے فارغ ہوئے کہ ایک شخص نے رامپور سے چھ سو روپے کی ہنڈی لاکر پیش کی۔ مجھ سے فرمایا کہ مولانا یہ لے کر اس بقال کے دے آؤ، وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مریدوں کو توجہ دیتے تھے۔ تمام مکان انوار و برکات سے معمور معلوم ہوتا تھا۔ فیضان عام ہوتا تھا۔ جس کسی مسئلہ میں ہم کو دقت ہوتی تھی اس وقت خود بخود حل ہو جاتا تھا۔ ایک بار برادر مولوی کرامت علی، دردِ ذات الجنب میں مبتلا ہوئے۔ حضرت نے ان کے پہلو پر دستِ حق پرست رکھا اسی وقت درد جاتا رہا اور فرماتے ہیں کہ امرائے شاہی سے ایک شخص نے حضرت سے امداد چاہی کہ میرا عہدہ بڑھے۔ آپ نے فرمایا تین روز بعد نماز عشاء کھڑے ہو کر اسم اللہ الصمد پڑھ چنانچہ اسی شب کو اس نے پڑھا اور صبح کو تقرب شاہی حاصل ہوا۔ وہ آن کر مشکور ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ناچیز ہوں یہ برکت اللہ کے نام کی تھی جو تو نے صدق دل سے پڑھا تھا۔ بعد ایک مدت کے آپ نے کسی کے واسطے اس سے فرمایا کہ اس کو نوکر رکھا دو، وہ مغرور امارت میں آگیا تھا اس کی طرف متوجہ نہ ہوا اس نے حضرت سے کہا کہ میں اس کے پاس گیا تھا اس نے میرا سلام بھی نہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا سلام بھی کوئی نہ لیگا۔ چنانچہ اسی ہفتہ میں وہ بجرم تغلب ذلیل اور خوار ہوا۔ اسی طرح حکیم رکن الدین خان حضرت کی دعا سے وزیر ہو کر رکن الدولہ ہوئے۔ حضرت نے ایک عزیز کے واسطے کہا، انھوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ آپ کو ناگوار گزرا، اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ وہ خود موقوف ہو کر خانہ نشین ہوئے میاں الف شاہ خادم حضرت سے نقل ہے کہ میں ایک جنگل میں راستہ بھول گیا۔ ناگاہ ایک بزرگ پیدا ہوا اور مجھ کو راہ راست پر لگا دیا۔ جب میں نے اس کو اچھی طرح دیکھا تو حضرت تھے۔ آپ کے مریدوں میں سے ایک احمد یار تھے، کہتے ہیں کہ میں برائے تجارت جاتا تھا۔ جب ایک جنگل میں پہنچا، دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ بیل کو تیز ہانکو کہ رہزن اس قافلہ کو تباہ کریں گے۔ پس جونہی ہم قافلہ سے جدا ہوئے، تمام قافلہ خوب لٹا۔ حاجی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک بار موسم برشگال میں کہ دریا نہر پر تھا برائے تفریح

طبع مسجد گھاٹ پر تشریف لائے۔ میں بھی حاضر تھا کہ ایک کشتی دھار پر زور سے چلی آتی تھی حضرت نے اس کی طرف توجہ فرمائی، فوراً ساکن ہو گئی۔

نقل ہے کہ حضرت برائے تعزیت ایک مریدہ کے گھر تشریف فرما ہوئے، اس کی جوان دختر مری تھی۔ وہ بہت روئی، آپ نے فرمایا کہ صبر کر اللہ تجھ کو بیٹا دے گا اس نے عرض کیا کہ میں اور میرا شوہر دونوں ضعیف ہیں یہ خلافِ عقل ہے۔ فرمایا کہ اللہ قادر ہے اس کے کام کسی کی عقل میں آتے ہیں۔ چنانچہ نو ماہ بعد اس کے پسر پیدا ہوا۔ ایک عورت آئی اور بیمار کی شفا کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے تبرک میں اس کو نان اور کباب دیا، وہ لے کر گھر گئی۔ اس کو کھول کر جو دیکھا تو وہ حلوا ہو گیا تھا۔ یقین ہوا کہ وہ بیمار نہ بچے گا۔ چنانچہ وہ جانبر نہ ہوا۔

میر اکبر علی آپ کے مرید نے کسی عورت بیمار کی شفا کے واسطے تین بار عرض کیا آخر فرمایا کہ اس کی زندگی پندرہ روز کی ہے۔ چنانچہ بعد چودہ روز کے وہ مر گئی۔ آپ بھی اس کی تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے، اکبر علی سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اس کی طرف توجہ کی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ایک بار توجہ کی ہے۔ فرمایا کہ انوار و برکات اسی کی وجہ سے ہیں۔

والد کاتب الحروف سے روایت ہے یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار کلالی کے باغ میں کہ جو میری والدہ کا زرخرید ہے، گیا تھا۔ وہاں سے آتے وقت درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوا۔ بعد ادائے فاتحہ کے میں نے مراقبہ کیا اور روحانیتِ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس وقت میں نے عرض کیا کہ فیضانِ چشتیہ اور قادریہ سے تو میں طفیل اپنے پیر روشن ضمیر کے بہرہ مند ہو چکا ہوں، امیدوار ہوں کہ فیضانِ نقشبندیہ سے بھی مشرف ہوؤں۔ یہ عرض کر کے وہاں سے سوار ہو کر مکان پر آیا۔ شب کو معاملہ میں دیکھا کہ خواجہ تشریف لائے اور کلاہ اپنے سر مبارک کی مجھ کو عطا کی اور کچھ پڑھنے کو فرمایا، صبح جمعہ تھا، بعد نماز جمعہ دربانانِ ڈیوڑھی نے خبر کی کہ حضرت سید غلام علی شاہ تشریف لائے ہیں۔ اٹھ کر پیشوائی کر کے حضرت کو لایا۔ بعد مزاج پُرسی کے میں نے کہا کہ آپ نے قدم رنجہ فرمایا

نہایت عنایت کی، کچھ خدمت فرمایئے تاکہ بجالاؤں، آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ میں اپنے پیروں کی خدمت کرنے کو آیا ہوں، کل آپ روضہ حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوئے۔ اور کسی امر کے واسطے آپ سے استدعا کی تھی۔ چنانچہ شب کو مجھے حکم ہوا کہ دارالجنت کل آکر فیضان نقشبندیہ کا طلبگار ہوا۔ اس کو ہم سے بہت محبت ہے، تم خود جاکر ہمارے تبرکات میں سے ہماری ٹوپی اس کو دے آنا، باقی ہم سمجھ لیں گے۔ یہ فرماکر رومال میں سے نکال کر کلاہ مجھ کو عنایت کی۔ میں نے بھی اپنی واردات ظاہر کی اور مجھ سے فرمایا کہ بعد نماز تہجد آپ ۴۱ بار سورہ یٰسین شریف پڑھا کریں۔ چنانچہ میں نے وہ کلاہ لے کر اس کو اپنے سر پہ رکھا اور اس کلاہ کو تاج شاہی سے بہتر سمجھا۔ چنانچہ دیگر تبرکات کے ہمراہ میں نے بھی اس کلاہ کی زیارت کی ہے اور اس روز سے خاندان نقشبندیہ میں بھی مرید کرنے لگے تھے۔ نقل ہے کہ قریب خانقاہ کے ایک شیعہ عورت کا مکان تھا۔ حضرت چاہتے تھے کہ اس کو لے کر شامل خانقاہ کریں تاکہ خدام کی تنگی رفع ہو۔ مگر وہ نہ دیتی تھی۔ چنانچہ حکیم شریف خاں صاحب کو بھیجا، انھوں نے بھی جاکر اس کو کہا۔ اس نے جواب میں حضرت کی نسبت سخت کلمات کہے اور مکان فروخت کرنے سے قطعی انکار کیا۔ ایسا کچھ کہا تھا کہ وہ حکیم صاحب موصوف کو بھی ناگوار گزرا۔ وہاں سے آکر بجنسہ سب بیان کیا آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ یا حضرت اس عورت کے کلام آپ نے سنے اب میں نہ لونگا جب تک وہ بمنت نہ دے گی۔ چنانچہ اسی عرصہ میں اس کے گھر موتیں ہوتی شروع ہوئیں۔ وہ عورت اور ایک لڑکا بچا۔ باقی سب مر گئے، ایک دن وہ لڑکا بھی بیمار ہوا، وہ سمجھی کہ یہ میری شامتِ اعمال ہے کہ میں نے خاصانِ خدا کو برا کہا۔ اس لڑکے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ اور عفو قصور چاہا۔ حضرت نے دستِ مبارک اس کے سر پر رکھا اس لڑکے کو شفا ہوئی اور اس عورت نے مذہب حق اختیار کیا اور مرید ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک شخص کابل سے آتا تھا۔ دریائے سندھ میں شتر اس کے اسباب کا ڈوب گیا اس نے نذر قبولی کہ اگر شتر میرے اسباب کا دریا سے نکل آیا تو روغنی روٹی شاہ غلام علی دہلوی کی نذر کر دوں گا۔ قدرتِ خدا سے اسی وقت وہ شتر دکھائی دیا اور مع اسباب

کنارہ پہ آیا پس جب وہ دہلی میں آیا، یہ واقعہ بیان کیا اور روغنی روٹی نذر کی۔ ایک روز ایک برہمن نوعمر خوبرو حاضر ہوا۔ تمام اہل مجلس اس کو دیکھنے لگے۔ حضرت نے بھی چشم رحمت سے اس کو دیکھا۔ اس نے اسی وقت جنیوا توڑا اور مسلمان ہو کر مرید ہوا۔ مولانا حاجی محمد حسین کیرانوی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت کی کرامات اور خوارق عادات زیادہ حد بیان سے ہیں، ذات بابرکات معدنِ فیوضِ رحمانی، منبع انوار تجلیات ربانی، جامع الکمالات، مشکل کشائے حاجات صوری و معنوی اور ریا سے پاک تھے۔ امیر غریب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے۔ جس نے بصدقِ دل آپ کی غلامی قبول کی، کامل ہو گیا۔ نقل ہے کہ ایک شخص خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا پسر دو ماہ سے گم ہے اس کی کچھ خبر نہیں، آپ توجہ کیجیے کہ وہ آجائے، آپ نے فرمایا کہ وہ تیرے گھر میں ہے۔ یہ سنکر وہ متعجب ہوا۔ جب اپنے گھر آیا پسر کو موجود پایا۔ ایک روز ایک ضعیفہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا پسر سپاہ بادشاہی میں نوکر تھا، نوکری چھوڑ کر لنگوٹ باندھ لیا ہے، بھنگ چرس پیتا ہے۔ یہ سن کر ایک ساعت متوجہ ہوئے کہ اسی وقت وہ شخص آیا اور نشہ سے توبہ کی اور مرید ہو کر عاشق اللہ ہوا۔

کئی صاحب مریدانِ حضرت سے آپ کی خدمت میں آتے تھے، راستہ میں باہم کہنے لگے کہ جو حضرت کی خدمت میں جاتا ہے۔ حضرت اس کو کچھ نہ کچھ تبرک عنایت کرتے ہیں ایک نے کہا کہ مجھ کو خواہش مصلّی خاص کی ہے۔ ایک نے کہا میں کلاہ چاہتا ہوں چنانچہ جب حاضر ہوئے، ہر ایک کو حسب دلخواہ اس کے تبرک عنایت فرما کر کہا کہ تمہارا مدعا حاصل ہوا۔ اور حضرت کا قاعدہ تھا کہ امیر غریب جو آتا تھا تفاوت امر و نہی میں نہ فرماتے چنانچہ جب شمشیر بہادر والیِ ریاست باندا کلاہ انگریزی سر پر رکھے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ دیکھ کر ناخوش ہوئے اور منع فرمایا اس نے برا مانا اور کھڑے ہو کر کہا کہ اب نہ آؤں گا آپ نے فرمایا کہ اس صورت سے خدا نہ لائے۔ جب دالان سے نیچے اترا۔ خود بخود ٹوپی زمین پر گر پڑی۔ وہ پھر آکر تائب ہوا اور حلقہ ارادت میں آیا۔

نقل ہے کہ پسر مولوی فضل احمد امام جامع مسجد دہلی علیل تھے، ایک شب انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور پسر کو کچھ کھلایا۔ صبح جو اٹھے پسر کو صحت ہوئی۔

مولوی صاحب کچھ نقد کچھ جنس برائے نذر لائے اور قبولیت چاہی۔ حضرت نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اجرت کس خدمت کی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ رات کی عنایت کا شکرانہ ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ طریق نقشبندیہ عبارت چار چیز سے ہے۔ بے خطرگی، دوام حضوری و جذبات ما رادت۔ آپ نے فرمایا کہ بیعت کی چار قسم ہیں، ایک برائے توسل پیران کبارکے، دوم براد توبہ از عصیان، سوم برائے کسب نسبت اور فرمایا کہ مرد بھی چار قسم پر ہیں۔ طالبِ دنیا نامرد۔ طالبِ عقبیٰ مرد، طالبِ عقبیٰ و مولا جوانمرد، طالبِ مولیٰ فرد۔ اور ایک بار ارشاد کیا کہ فقیر کے چار حرف ہیں" ف ق ی ر" ف سے فاقہ۔ ق سے قناعت ی سے یاد الٰہی۔ ر سے ریاضت جو بجالایا۔ وہ ف سے فاضل و فائض ہوا، ق سے قرب اور قبولیت پائی۔ ی سے یاری اور ر سے رحمت پائی۔ فقیر ہوا ورنہ ف سے فضیحت، ق سے قہری سے یاری، ر سے رسوائی ہوئی۔ فرماتے تھے کہ طالبِ حق کو چاہیئے کہ ایک لمحہ بھی یادِ مطلوب سے غافل نہ رہے۔ بعض وقت ارشاد کیا کرتے تھے ؎

ایں شربت عاشقی است خرد ؏ بے خون جگر چشید نتواں۔

اور اکثر فرماتے تھے ؎

اہل دنیا کافرانِ مطلق اند • روز و شب در زق زق اند در بق بق اند

حُبِ دُنیا رَاْسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ یعنی دوستی دنیا کی سر ہے ہر گناہ کا۔ جب دنیا کی دوستی نے دل میں جگہ پائی اس سے متعلقہ گناہ ضرور سرزد ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ دل ایک ہے جب حُبِ دنیا اس میں سما گئی ہے پھر حُبِ مولیٰ کہاں۔

نقل ہے کہ جب ایام وفات نزدیک پہنچے۔ چند روز عارضہ بواسیر میں مبتلا رہے اور مولانا حاجی، حافظ محمد حسین کیرانوی کو بلا کر علاوہ خاندان مجددیہ کے دیگر سلاسل میں اجازت دی۔ اور ایک کلاہ خاص اور ایک مصلیٰ عنایت فرمایا اور بتاریخ ۲۲ ماہ صفر ۱۲۴۰ھ بعد نماز اشراق انتقال فرمایا اور قبل انتقال کے وصیت کی تھی کہ رباعی شاہ بہاؤالدین نقشبندی کی میرے جنازہ کے ہمراہ پڑھی جاوے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ؏ شیئاً للہ از جمال روئے تو ؏ دست بکشا جانب زنبیل ما ؏ آفرین بر دست و بر بازوئے ما

آخر خانقاہ شریف میں پہلوئے پیر روشن ضمیر میں مدفون ہوئے۔ مزار حضرت کا خانقاہ میں حاجت روائے خلق ہے۔ اب تک مزار حضرت سے باب فیضان تعلیم و تلقین بند نہیں ہے مثل حیات کے فیضان جاری ہے۔ مگر طالب صادق چاہیئے۔ تھوڑا عرصہ گزرا کہ ماہ صیام میں تذکرۃ الفقرا، جو اس ناکارہ نے جمع کیا تھا، طبع ہو رہا تھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب خوشنویس دہلوی کہ جو مرید مولوی ولی النبی رامپوری ثم دہلوی کے ہیں اس کی کتابت کر رہے تھے۔ یہ فقیر اور وہ دونوں ہمراہ چلے آتے تھے۔ چتلی قبر کے پاس ایک مسجد میں روزہ افطار کیا۔ بعد نماز مغرب انھوں نے کہا کہ یہ وقت حلقہ میں حاضر ہونے کا ہے۔ وہاں سے آکر غلطیاں بنا دوں گا۔ میں بھی ان کے ہمراہ خانقاہ میں آیا۔ وہاں حلقہ ہو رہا تھا۔ وہ تو جا کر حلقہ میں شریک ہوئے۔ جناب مولانا منہ پر رومال ڈالے مریدوں کو توجہ دے رہے تھے۔ میں ان سے بہت دور بیٹھا۔ چونکہ خالی بیٹھا تھا۔ میں بھی متوجہ ہوا اور میرے دل میں خطرہ گزرا کہ مولانا زبردست شخص ہے، اول تو تو بے مایہ ہے، ایسا نہ ہو کہ جو قدرے قلیل ہے وہ بھی چھن جائے ادھر میں نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا، پھر خیال آیا کہ مجھ کو مولانا سے کیا غرض، تو اپنا قلب مولانا کے قلب سے کیوں ملاوے تو اپنے شاہ صاحب کی طرف توجہ کر، چنانچہ خیال کر کے پھر میں متوجہ ہوا۔ معاً حضرت مرزا صاحب و شاہ صاحب و شاہ ابو سعید صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے پہلے کسی کتاب میں حلیہ حضرات کے نہ دیکھے تھے، کبھی پہلے مولانا سے نیاز حاصل نہ کیا تھا۔ جب حلقہ ہو چکا۔ میں نے مولانا سے مصافحہ کیا اور قریب بیٹھا۔ مولانا نے میرا حال مرزا محمد بیگ صاحب سے دریافت کیا۔ انھوں نے میری تمام کیفیت بیان کی۔ مولانا نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ میں نے حلیہ تینوں حضرات کے بیان کر کے تصدیق چاہی، مولانا نے فرمایا کہ حلیہ درست ہیں تم نے کس کتاب میں دیکھے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کسی کتاب میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ فرمایا پھر کیونکر معلوم ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس وقت آپ کا فیضان جاری تھا۔ میں بھی آپ کی توجہ سے اس دولت سرمدی سے بہرہ مند ہوا۔ یہ سنکر دوبارہ کھڑے ہو کر حضرت مولانا نے معانقہ کیا اور فرمایا کہ آپ کو بیعت کس خاندان میں ہے۔ عرض کیا کہ

چشتیہ اور قادریہ میں ۔ مگر سلسلہ حضرت سید غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ میں حضرت مولانا حاجی محمد حسین کیرانوی خلیفہ شاہ صاحب نے تبرکاً از راہ مہربانی اجازت دی تھی اور طریقہ احمدیہ کا کسب بھی بتایا تھا ۔ ایک اور صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ اسی کا باعث ہے ۔

ذکر حضرت مولانا خالد مجددی قدس سرہٗ

آپ عالم متبحر و درویش عالیقدر گزرے ہیں ان کے حق میں حضرت سید غلام علی شاہ نے فرمایا ہے کہ مولانا خالد جامیِ وقت و خسروِ عہد تھے اور آپ کے مرید بھی تھے ۔ بیت اللہ میں رہتے تھے ۔ وہیں شاہ ابو سعید جی بھی ملے ۔ وفات آپ کی ۱۲۴۲ھ میں ہوئی ۔ ترکی میں آپ ہی نے سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا ۔ علماء ادارہ اشیق استنبولی تحریک کے سربراہ مرشد کامل مولانا عبدالحکیم آرواسی آپ کے جید خلفاء میں شہرت تام رکھتے ہیں ۔

ذکر حضرت شاہ ابو سعید مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ و صاحبِ سجادہ سید غلام علی شاہ دہلوی کے تھے بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی کہ علوم ظاہری مولانا رفیع الدین محدث دہلوی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی و میاں سراج احمد صاحب و مفتی شرف الدین شاہی سے حاصل کیا ، پہلے کمالاتِ باطنی اپنے والد سے حاصل کر کے شاہ درگاہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا : بعدہٗ حسبِ صلاح قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت غلام علی شاہ دہلوی کے مرید ہو کر زہد اور عبادت میں مشغول ہو کر مدارج سلوک حسب طریقہ مجددیہ طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا ۔ نقل ہے کہ شہزادہ مرزا طہماسپ کے ہاں ایک بار قلعہ میں درویشوں کی دعوت تھی اور شہزادے بھی تھے ، ایک صاحب نے کہا کہ صاحب کرامت بزرگ اب نہیں ہیں ، آپ نے نعرہ مارا تمام اہل مجلس بیہوش ہوئے ۔ یہ کرامت دیکھ کر سب معتقد ہوئے ۔ وفات حضرت کی بروز عید ۱۲۵۰ھ میں ہوئی ۔ بمقام ٹونک اور آپ کے جسدِ مبارک کو دہلی میں لا کر خانقاہ شریف میں مدفون کیا ۔

ذکر حضرت شاہ رؤف قدس سرہٗ

آپ جامع ملفوظات دارالمعارف تھے ۔ آپ بہت صاحب تالیف

گزرے ہیں اور شاعر بھی تھے۔ یافت تخلص کرتے تھے۔ وفات حضرت کی حج کو جاتے ہوئے عین دریا میں ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ احمد سعید بن شاہ ابو سعید قدس سرہٗ

آپ علم شریعت و طریقت جامع کرامات گزرے ہیں وفات حضرت کی ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔

نقشہ باقی بزرگانِ مشہور مجددیہ

نمبر	اسم	نام مرشد	سن وفات	نمبر	اسم	نام مرشد	سن وفات
۱	شیخ محمد اصغر	غلام علی شاہ	۱۲۵۵ھ	۸	مولانا محمد جان شیخ الحرم	غلام علی شاہ	۱۲۶۶ھ
۲	شاہ عبد الرحمٰن	مرزا جانجاناں	۱۲۵۸ھ	۹	سید امام علی شاہ	میراں شاہ حسین	۱۲۸۲ھ
۳	مولوی کرم اللہ محدث	غلام علی شاہ	״	۱۰	مولانا حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی	غلام علیشاہ	۱۳۰۰ھ
۴	ملا عبد الغفور جیجیوری	״	۱۲۵۶ھ				
۵	مرزا رحیم اللہ بیگ	״	۱۲۶۰ھ	۱۱	مولوی محی النبی رامپوری	-	-
۶	سید نور شاہ لاہوری	سید صابر	۱۲۶۴ھ	۱۲	مولوی محمد غوث در پنجاب	شاہ احمد سعید	-
۷	مولوی خلیب احمد	شاہ رجعہ	۱۲۳۴ھ				

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص سہروردی قدس سرہٗ بن شیخ محمد قریشی

یہ حضرت چھوٹے بھائی شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کے تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین عالم خوردی سے حضرت پاک کی صحبت میں رہے اور غوث پاک بھی نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ علاوہ بریں اور بزرگوں سے استفادہ اٹھایا۔ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے پاس آتے تھے۔ یہ حضرت اپنے وقت میں شیخ شیوخ بغداد تھے۔ حضرت کی تصنیفات سے تاقیامت علماء و فقراء فیض اٹھاتے رہیں گے۔ آپ کی تصنیفات سے عوارف شریف

بہجت الابرار بابرکت کتاب میں ہیں، شیخ محمد صادق شیبانی قادری سے روایت ہے کہ والد شیخ شہاب الدین سہروردی لاولد تھے۔ ان کی اہلیہ نے خدمت غوث پاک میں عرض کی کہ دعا کیجیے اللہ تعالی مجھ کو اولاد دے۔ حضرت غوث پاک نے مراقبہ فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالے تم کو فرزند سعادت مند عطا کرے گا، اسی شب کو وہ پاکدامن حاملہ ہوئیں، بعد نو مہینے کے لڑکی پیدا ہوئی۔ غوث پاک کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ لڑکی نہیں ہے لڑکا ہے اور نام اس کا میں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رکھا۔ اس کی عمر دراز ہوگی اور ابروؤں کے بال اور پستان دراز ہوں گے اور ولی بلند مرتبہ ہوگا۔ یہ سن کر ان کی بیوی نے جو اپنی لڑکی کو آکر دیکھا تو علامت سب مرد کی پائی اور شکر پروردگار بجالائیں۔ چنانچہ ان کی بھنوؤں کے بال ایسے تھے کہ پلکوں کے نیچے پڑتے تھے اور پستان بھی دراز تھے، سولہ برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور اشتیاق علم الٰہی کا ایسا پیدا ہوا کہ شب و روز اسی میں مستغرق رہتے تھے۔ اگرچہ شیخ ابو نجیب آپ کے عم نصیحت فرماتے تھے کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہے مگر آپ نہ مانتے تھے۔ آخر ان کو ایک روز لے کر غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ یہ برخوردار شائق علم الٰہی کا ہے، اگرچہ فارغ التحصیل ہو چکا ہے، میں چاہتا ہوں کہ کچھ اور پڑھے۔ مگر یہ اس میں دل نہیں لگاتا ہے۔ یہ سن کر غوث پاک نے اپنا ہاتھ بڑھا کر شیخ شہاب الدین کے سینہ پر مارا اور فرمایا کہ اے پسر! علم کلام سے تجھ کو کیا یاد ہے۔ انھوں نے جو خیال کیا تو کچھ یاد نہ تھا سب بھول گئے بلکہ کتابوں کے نام بھی یاد نہ رہے اس وقت غوث پاک نے تبسم کناں فرمایا کہ علم کلام تیرے سینہ سے بھلا کر علم معرفت دے دیا۔ اس روز سے یہ تحصیل علم باطن میں مصروف ہوئے میاں شیخ نجم الدین خلیفہ شیخ شہاب الدین کے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت کے پاس چلہ میں تھا، واقعہ میں میں نے دیکھا کہ شیخ ایک پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں اور جواہرات کے ڈھیر آپ کے آگے لگے ہوئے ہیں اور پہاڑ کے نیچے کی خلقت کو جو آپ سے مانگ رہی ہے دے رہے ہیں۔ باوجود تقسیم کثیر کے وہ ڈھیر کم نہیں ہوتے۔ جب میں فارغ ہوا، شیخ کی خدمت میں آیا اور چاہتا تھا کہ واقعہ کا حال عرض کروں کہ شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ تو نے دیکھا سو درست

دیکھا۔ یہ برکت عنایت غوث پاک کی ہے، ایک بار واحدالدین آپ کے پاس آئے آپ نے بہت تعظیم وتکریم کی، انھوں نے سماع چاہا، آپ نے قوالوں کو بلایا، ان کو سماع میں مشغول کر کے آپ کونے میں جاکر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوئے۔ صبح کو خادم خانقاہ نے عرض کیا کہ درویشوں نے تمام رات سماع سنا، اب ان کے واسطے نہاری چاہیئے، شیخ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ کب سماع ہوا، سبحان اللہ! تلاوتِ قرآن میں ایسے مشغول و مستغرق ہوئے کہ سماع کی آواز بھی کان میں نہ آئی۔

فوائد الفواد سے نقل ہے کہ ایک فلسفی حکیم خلیفہ بغداد کے پاس آیا اور ایک کتاب دکھائی کہ خلیفہ کو بد دین کرے اور خلیفہ بھی اس کے جال میں ایسا پھنسا کہ اس کو اپنا ہم نشین بناکر رات دن اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ یہ خبر شیخ شہاب الدین کو ہوئی۔ فرمایا کہ خلیفہ اس حکیم سے مل کر خلقت کو ظلمت وکفر میں ڈالے گا، اپنی جگہ سے اٹھ کر خلیفہ کے پاس آئے۔ قدرتِ خدا سے وہ حکیم بھی حاضر تھا۔ شیخ نے حکیم سے پوچھا کہ اس وقت کیا بحث تھی؟ کہا کہ یوں ہی کچھ باتیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں فقط اسی واسطے آیا ہوں کہ تمھاری باتوں کو دریافت کروں اور آپ نے بہت کچھ زور دیا۔ ناچار حکیم نے کہا کہ ہم اس وقت یہ بحث کر رہے تھے کہ حرکت تین طرح کی ہوتی ہے، حرکتِ طبعی، حرکتِ ارادی، حرکتِ قسری۔ حرکتِ طبعی وہ ہے کہ کوئی چیز خود بخود حرکت کرے اور دوسرا اس کا کوئی متکفل نہ ہو۔ حرکت ارادی وہ ہے کہ اپنی مرضی سے حرکت کرے، جس طرف چاہے۔ اور حرکت قسری وہ کہ دوسرا اس کو حرکت دے۔ ہم اس بحث میں تھے کہ حرکت فلکی بھی حرکت طبعی ہے کہ خود بخود اس کو گردش ہے۔ دوسرا اس کو کوئی گردش نہیں دیتا۔ شیخ نے فرمایا کہ حرکت فلکی حرکت قسری ہے۔ حکیم نے کہا کہ کیونکر، شیخ نے فرمایا کہ فرشتے اس شکل وصورت کے اس طرح پر بحکم خدا حرکت دیتے ہیں اور ایک حدیث پڑھی، اس پر وہ حکیم قہقہہ مار کر ہنسا۔ شیخ کو ناگوار گزرا۔ چنانچہ خلیفہ اور حکیم کا ہاتھ پکڑ کر صحن مکان میں لائے اور فرمایا کہ الٰہی! جو کچھ اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان دونوں کو بھی دکھلا اور کہا آسمان کی طرف دیکھو۔ جب انھوں نے آسمان کو دیکھا، معلوم کیا کہ فرشتے

آسمان کو حرکت دے رہے ہیں۔ یہ کرامت دیکھ کر حکیم اور خلیفہ باعتقاد تمام تائب ہوئے۔
کہتے ہیں کہ دس بارہ ہزار روپے کا فتوحات ہوتا تھا مگر جو آتا شام تک لقمۂ مساکین ہوتا۔
دوسری صبح کے واسطے ایک ٹکڑا روٹی کا بھی نہ رہتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ کو سب نعمتیں دیں مگر ذوق سماع نہ دیا اس وجہ سے نہیں سنتا۔ جب وقت آپ کا
قریب پہنچا تو صاحبزادہ شیخ عماد الدین کی عمر تیس برس کی تھی مگر راحتِ پدری سے محروم
تھے۔ عین وقتِ انتقال پر خزانہ کی کنجیاں طلب کیں، خادم نے کہا کہ یہ وقت شیخ کے
انتقال کا ہے اس وقت مناسب نہیں، یہ آواز شیخ کے کان میں پہنچی، آپ نے خادم کو
بلا کر کہا کہ اس کو کنجی دے دے۔ صاحبزادہ نے جو خزانہ کھول کر دیکھا تو چھ دینار سے
زیادہ نہ تھا جو شیخ کی تجہیز و تکفین میں خرچ ہوا اور حضرت ہر سال زیارت حرمین شریفین
سے مشرف ہوتے رہے۔ ولادت حضرت کی سنہ ۵۴۲ھ میں اور وفات سنہ ۶۳۲ھ میں ہوئی، مزار
بغداد شریف میں ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی خلیفہ شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اور غوث پاک
کے تھے۔

شجرہ شیخ شہاب الدین

علیہ الرحمۃ والرضوان

نمبر	اسم بزرگ	ماہ و سن وفات	مزار	کیفیت
۱	شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی	سنہ ۵۶۲ھ	بغداد	-
۲	شیخ وجیہہ الدین سہروردی	سنہ ۵۶۶ھ	"	-
۳	شیخ ابو عبد اللہ	سنہ ۳۳۱ھ	شیراز	-
۴	شیخ اسود احمد دینوری	سنہ ۳۶۶ھ	دینور	-
۵	شیخ ممشاد علی دینوری	۴ محرم سنہ ۲۶۹ھ	"	-
۶	خواجہ جنید بغدادی	۲۷ رجب سنہ ۳۰۲ھ	بغداد	-
۷	خواجہ سری سقطی	۳ رمضان سنہ ۲۵۲ھ	"	-

نمبر	اسم مبارک	ماہ و سن وفات	مزار	کیفیت
۸	خواجہ معروف کرخی	۲ محرم ۲۰۰ھ	کرخ	-
۹	خواجہ داؤد طائی	۱۶۲ھ	بغداد	-
۱۰	خواجہ حبیب عجمی	۳ ربیع الاول ۱۵۶ھ	-	-
۱۱	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	ربیع الاول ۵۰ھ	مدینہ منورہ	-
۱۲	جناب علی کرم اللہ وجہہ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	نجف اشرف	-
۱۳	جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ	مدینہ شریف	-

خلفاء آپ کے یہ ہیں شیخ محمد غنی، شیخ بہاؤالدین ملتانی، سید نورالدین مبارک شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی، قاضی حمیدالدین دہلوی، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، شیخ نجیب الدین علی برغش، شیخ فرید الدین عطار۔

ذکر حضرت سیّد نورالدین مُبارک غزنوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے تھے۔ بعد تکمیل خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر دہلی میں آئے، سلطان شمس الدین نے آپ کو شیخ الاسلام دہلی کیا۔ ایک بار دہلی میں امساکِ باراں تھا، لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید کو آگھیرا کہ آپ برائے بارانِ رحمت دعا کیجیے۔ آپ اسی وقت اٹھ کر مزار سید نورالدین پہ گئے اور کہا کہ یا سیدی! میری آپ کی جو نزاع تھی، اس کو معاف فرما کر آشتی کیجیے کہ پانی برسے۔ تمام شہر پانی کا خواہاں ہے، آواز ہوئی کہ میں نے تجھ سے سلوک کیا، دعا کر پانی برسے گا۔ بعدہٗ مکان پہ آکر تمام خلق کے روبرو دُعا کی کہ الٰہی بارانِ رحمت کو نہ بھیج۔ ورنہ میں تا حیات آبادی میں نہ جاؤں گا، اسی وقت پانی برسا۔ قطب الدین آپ کے خادم نے عرض کیا کہ بندہ کو پروردگار سے ایسا زور کے ساتھ عرض کرنا چاہیئے۔ اس میں کیا بھید تھا؟ شیخ نے فرمایا کہ دوست دوست سے جو کہتا ہے وہ ضرور قبول کرتا ہے۔ دوسرا امر یہ کہ سید نورالدین کی رنجش تھی، آج صفائی ہوئی انہوں نے

بھی واسطے دعا کے فرمایا۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ سید نور الدین نے اول نعمت شیخ اجل شیرازی سے خلافت پائی، بعدہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ وفات شیخ نور الدین مبارک کی ۶۴۲ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی دہلوی قدس سرہٗ

حضرت خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ صاحب عظمت وشان، پُر جلال کہ ترک تجرید میں یگانہ عصر تھے۔ علاقہ خیوہ سے وارد دہلی ہو کر باہر شہر کے مقیم ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ حضرت خواجہ کے دیکھنے کو جاتے تھے اور حضرت خواجہ بھی آپ سے ملنے ایک دو بار تشریف لائے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت شاہ ترکمان حضرت خواجہ کے مہمان تھے، ایک وقت میں دونوں بزرگ ایک طباق میں دلیا نوش فرما رہے تھے اور شیخ فرید الدین گنج شکر مگس رانی کر رہے تھے۔ حضرت شاہ ترکمان کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر لقمہ کھا کر اپنی بغل میں ہاتھ دیتے۔ پھر دوسرا لقمہ اٹھاتے۔ یہ دیکھ کر شیخ فرید الدین کے چہرہ سے آثار ناگواری کے معلوم فرما کر حضرت خواجہ نے اشارہ سے منع فرمایا مگر ان سے ضبط نہ ہوسکا، آخر کہا کہ حضرت کھانا کھانے میں بغل میں ہاتھ دینا خلاف تہذیب ہے۔ آپ سن کر چپ ہو رہے۔ حضرت خواجہ نے پھر اشارہ سے منع فرمایا۔ مگر شیخ فرید الدین نے پھر کہا، دوبارہ کہنے سے آپکو جلال آیا۔ حضرت بہت قوی ہیکل اور زبردست تھے، شیخ فرید الدین کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ اور اپنا ہاتھ اونچا کر کے فرمایا کہ دیکھ میں بوجہ ترک ادب کے کہ قطب الاقطاب کے ہمراہ کھانا کھا رہا ہوں۔ ہر لقمہ پر ہاتھ دھو لیتا ہوں، جو اس وقت موجود تھے، سب نے دیکھا کہ زیر بغل دریا بہا چلا جاتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک قلندر آپ کے پاس آئے ان کے ہمراہ دو شیر ببر تھے، انھوں نے حضرت سے کہا کہ ان کو کہاں باندھوں، آپ نے فرمایا کہ میری بکریوں میں چھوڑ دو، اس

قلندر نے کہا کہ ان کو شیر کھا جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نام پر چھوڑ دو۔ اس قلندر نے دونوں شیر بکریوں میں چھوڑ دیے۔ قدرتِ خدا سے ان بکریوں نے شیروں کو ایسا تنگ کیا کہ وہ شور کرکے باہر نکل آئے۔

نقل ہے کہ ایک ساہوکار دہلی سے کہیں جاتا تھا۔ اس کے دشمن اس کے پیچھے ہوئے۔ جب اس نے دشمنوں کو آتے دیکھا، ڈر کے حضرت کے پاس آیا اور کہا مجھے امان دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ صحن میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ لوگ بھی آ گئے۔ حضرت سے کہا کہ ایک شخص ابھی آپ کے پاس آیا ہے۔ وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دیکھ لو۔ انھوں نے آپ کی جھونپڑی اور اس کے آس پاس خوب دیکھا۔ کہیں نہ پایا۔ ناچار واپس چلے گئے۔ وہ مہاجن سب کو دیکھا کیا۔ اور وہ کسی کی نظر میں نہ آیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مہاجن مسلمان ہوا اور ترکِ مال و منال کرکے فقیر ہوا۔

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین نے ایک بار حضرت سے کہا کہ شہر میں قیام فرمائیے۔ ویرانہ میں آپ کیوں رہتے ہیں۔ آبادی میں رہنے سے برکت انفاس حضرت سے خلائق کو نفع ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا کو منظور ہوگا تو یہیں آبادی ہو جائے گی۔ چنانچہ اول فیروز شاہؒ نے اس جگہ آبادی کی اور مسجد بنائی کہ جو موجود ہے۔ پھر گرد روضۂ عالیہ کے چہار دیواری شاہجہان بادشاہ ال بنی۔ ترکمان دروازہ آپ کے نام سے مشہور ہوا۔ وفات حضرت کی رضیہ بیگم کے عہد میں ہوئی۔ مزار پُر انوار سے فیض عام جاری ہے۔ شب کو صراحی پانی کی لاکر مزار پر رکھتے ہیں۔ صبح لے جا کر مریضوں کو پلاتے ہیں، ان کو صحت ہوتی ہے۔ آپ کے ہاں جو بسنت ہوتی تھی شب کو بھی میلہ رہتا تھا۔ جب محکمہ دار القضاء دہلی سے جاتا رہا تو حرامکاری کا بھی علانیہ چرچا ہوا۔ کسی بدنصیب نے حضرت کے میلہ میں کسی طوائف سے حرام کیا۔ اسی وقت دونوں کو کسی نے اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ یہ دونوں چارپائی پر پڑ کر اپنے گھر گئے اور تمام میلہ میں وبا پڑی۔ تمام خلقت وہاں سے بھاگی۔ آپ نے غلام کو بشارت دی کہ رات کو ہمارے یہاں میلہ نہ رہا کرے۔ اس روز سے بعد دوپہر کے میلہ شروع ہوتا ہے اور پہر رات گئے ختم ہو جاتا ہے۔ درگاہ شاہ ترکمان شاہجہان آباد میں حاجت روائے خلق ہے

حضرت صاحب سلسلہ بھی ہیں۔ آپ کے اکثر فقیر پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ ان میں ایک بزرگ صاحب اکسیر بھی دیکھے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہیں۔ اعظم اولیائے ہند سے گزرے ہیں۔ صاحب کرامات ظاہری و باطنی تھے، آپکے دادا کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے چل کر خوارزم میں آرہے۔ بعد اس کے ملتان میں تشریف لائے، آپ کے والد شیخ وجیہہ الدین کی شادی دختر شیخ حسام الدین ترمذی سے ہوئی ۵۶۶ھ میں شیخ بہاؤالدین پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر میں حافظ وقاری ہوئے بعد وفات اپنے والد کے خراسان میں جاکر کسب علوم کیا، بہت سے بزرگوں کی زیارت کی۔ بعد اس کے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور پانچ سال مدینہ میں رہ کر کمال الدین محمد یمنی محدث سے حدیث صحیح کی۔ بعد اس کے زیارت بیت المقدس سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے چل کر بغداد میں آکر شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں شرف ارادت حاصل کر کے اٹھارہ دن میں کمال ولایت کو پہنچے۔ منتظر خلافت کے تھے کہ ایک شب واقعہ میں دیکھا کہ ایک مکان پُرنور ہے، اس میں رسول خدا ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں اور شیخ شہاب الدین داہنی جانب دست بستہ کھڑے ہیں اور وہاں چند خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ جناب سرور کائنات نے ان کو بلا کر اپنے ہاتھ سے شیخ شہاب الدین کے سپرد کر کے فرمایا، ان خرقوں میں سے ایک خرقہ بہاؤالدین کو پہنا دے۔ چنانچہ انھوں نے خرقہ پہنا دیا۔ صبح کو شیخ شہاب الدین نے ان کو اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا کہ رات کو جو خرقہ تجھ کو عنایت ہوا تھا، لے اور فرمایا کہ حسب الارشاد رسول مقبول یہ خرقہ تجھ کو دیا گیا اس خرقہ کے ملنے سے اور درویش جو سالہا سال سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں پڑے ہوئے مجاہدہ اور ریاضت کر رہے تھے اور خرقہ خلافت نہیں پایا تھا، ان لوگوں کو خیالات پیدا ہوئے کہ ان کو اٹھارہ دن میں خلافت ملی۔ ہم برسوں کے پڑے ہیں اب تک محروم ہیں شیخ غیاث الدین نے نور باطن سے ان کا خطرہ معلوم کر کے مریدوں سے

فرمایا کہ تم تشویش نہ کرو، تم مثل لکڑی تر کے ہو۔ آگ چوبِ تر کو یکایک نہیں جلاتی۔ اور بہاؤالدین زکریا مثل چوبِ خشک کے تھا کہ یکایک اس میں آگ نے اثر کیا۔ علاوہ بریں جتنی باتیں ہیں سب فضل الٰہی پر منحصر ہیں۔ پس خرقہ خلافت حاصل کر کے حسب اجازت پیر ملتان میں آ کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، بہت کچھ رجوعات خلائق ہوئی۔ ملتان کے مشائخوں کو آپ سے حسد پیدا ہوا اور اشارتاً ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ بھیجا، آپ نے ان کا اشارہ معلوم کر کے ایک گلاب کا پھول اس کٹورے میں ڈال دیا۔ نقل ہے کہ سید جلال الدین شریف اللہ سرخ بخاری حضرت کی خانقاہ میں آ کر ٹھہرے۔ صحن میں بیٹھے تھے لُو چل رہی تھی، شیخ حجرہ میں تھے۔ سید صاحب کو اپنے ملک کی سردی یاد آئی، شیخ الاسلام نے نور باطن سے معلوم کر کے حجرہ سے باہر آ کر فرمایا کہ بوریے صحن خانقاہ کے اٹھا کر جھاڑو دے کہ کچھ کوڑا نہ رہے۔ ایک خادم نے جھاڑو دی، اسی وقت ایک ٹکڑا ابر کا آیا اور گرج و چمک ہونے لگی اور اولے مثل بیضۂ مرغ کے صحن خانقاہ میں برسنے لگے کہ تمام صحن پُر ہو گیا۔ خانقاہ کے باہر کہیں ایک اولہ بھی نہ پڑا۔ سید جلال الدین اور دوسرے درویشوں نے خوب اولے کھائے اور برتنوں میں بھر کر رکھے۔ جب واسطے نماز ظہر کے شیخ باہر آئے، سید جلال الدین سے فرمایا کہ یا سید برف بخارا کی بہتر یا اولے ملتان کے، سید نے عرض کیا کہ ملتان کے اولے ہزار درجہ بہتر ہیں، اسی روز مرید ہو کر ایک سال میں مرتبہ ولایت حاصل کر کے اوچ کو رخصت ہوئے۔

نقل ہے کہ مولانا فخر الدین عراقی بھانجے شیخ شہاب الدین سہروردی کے بڑے بہت عالم اور شاعر تھے۔ دمشق میں رہ کر مدرسہ بنا کر درس میں مشغول ہوئے، ایک فقیر لڑکے پر عاشق ہو گئے اور داڑھی مونچھیں منڈا کر قلندروں میں مل گئے، انھی کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے ہمدان و خراسان ہوتے ہوئے ملتان میں آئے۔ خانقاہ شیخ میں شب باش ہوئے شیخ الاسلام نے مولانا فخر الدین کو پہچان کر کشش باطن سے اپنے پاس بلا کر تمام شب اپنے پاس رکھا، صبح کو وہ قلندر اٹھ کر چلے، یہ بوجہ عشق و محبت کے ڈورے تمام دن ان کو ڈھونڈا اور شام کو اپنے تئیں ملتان میں درِ خانقاہ پر پایا، شیخ نے مولانا کو اندر بلا کر

گلے لگایا اور ان کو توجہ دی، ان کے دل سے محبت اس لڑکے کی محو ہوئی اور محبت الٰہی پیدا ہوئی۔ شیخ نے اپنا ملبوس خاص عنایت کیا اور اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کر دیا۔ ایک مرید شیخ کا لاہور میں رہتا تھا اس کو شیخ زندہ دل بھی کہتے تھے۔ بروز عید ہمراہ خلق گئے تھے آسمان کی جانب دیکھ کر کہا کہ آج عید کا دن ہے، دوست اپنے دوستوں سے ملتے ہیں میں سوائے تیرے کسی کو دوست نہیں رکھتا تو اپنے خزانہ سے مجھ کو عیدی دے، اسی وقت پرچہ کاغذ بخط سبز نوشتہ ان کے ہاتھ آگیا۔ اس میں لکھا تھا کہ آگ دوزخ کی تجھ پر حرام کی، یہ مرید حاضر تھا۔ اس نے شیخ سے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عیدی دی، آپ ہمارے خواجہ ہیں ہم کو عیدی دیجیے۔ شیخ نے تبسم کر کے وہ کاغذ آزادی دوزخ کا اس مرید کو بخشا اور فرمایا کہ قیامت کے دن آگ دوزخ کی جانے یا میں جانوں۔

نقل ہے کہ بعہد سلطان شمس الدین التمش دعا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے ولیعہد سلطان قطب الدین جب بادشاہ ہوا اور مرید قطب الاقطاب، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا ہوا، تمام ایشیائی سلطنت اس کے قبضہ میں آئی قباچہ بیگ ترک ملتان اوچ اور سندھ کا حاکم ہوا، اس نے فساد برپا کرنا چاہا۔ شیخ بہاؤالدین اور قاضی ملتان نے بادشاہ کو اس کے ارادہ سے آگاہ کیا، ان کا خط قباچہ بیگ کے آدمیوں کے ہاتھ آیا۔ اس خط کو دیکھتے ہی قباچہ بیگ بہت غصہ ہوا اور محضر تیار کیا۔ قاری شرف الدین قاضی ملتان کو بلا کر دونوں خط کہ جو اس کی شکایت میں بادشاہ کے پاس جاتے تھے دکھلائے۔ قاضی کو اپنے قتل کا یقین ہو گیا۔ قباچہ بیگ نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر اور دوسرا خط شیخ بہاؤالدین کو بلا کر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ خط میرا ہے جو میں نے لکھا ہے۔ بادشاہ کے حق میں لکھا ہے تو کیا کر سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا بدن کانپ اٹھا۔ قدموں پر گر کر عفو قصور چاہا اور رخصت کیا۔

نقل ہے کہ عبداللہ قوال بغداد سے حضرت گنج شکر کی خدمت میں اجودھن آیا، وہاں سے ملتان جانا چاہا۔ چونکہ راہ پُرخوف تھی، ان سے دعا چاہی کہ میں وہاں سلامت پہنچوں آپ نے فرمایا مد ملتان تک سلامت پہنچے گا۔ جب عبداللہ علاقہ ملتان میں قریب حوض

کے آیا۔ وہاں قزاقوں کو دیکھا کہ وہ قصد لوٹنے کا کرتے ہیں۔ اس نے بآواز بلند پکار کر کہا۔ یا شیخ بہاؤالدین سرحد فریدالدین میں سے سلامت آیا، اب تمھاری پناہ میں ہوں اُسی وقت ایک سوار پیدا ہوا اور لٹیروں کو اس کے پاس سے ہٹا دیا، آخر صحیح سلامت ملتان میں پہنچا۔ ایک روز یہ قوال سرخ کمبل اوڑھے شیخ کے روبرو گیا، شیخ نے فرمایا یہ نہ اوڑھنا چاہیئے کہ سرخ لباس شیطان کا ہے اس نے گستاخی اور زبان درازی سے کہا کہ تمھارے پاس بے قیاس خزانہ ہے، اس کا خیال نہیں کرتے۔ میرے پرانے کمبل کو دیکھ کر طعن کرتے ہو، یہ سنکر شیخ نے فرمایا کہ ہوشیار رہو، بے ادب مت ہو۔ حق احسان مت بھول، یاد کر کہ حرمین پر تو نے مجھ کو بآواز بلند پکارا اور میں نے پہنچ کر تیرا جان و مال بچایا۔ یہ سن کر عبداللہ منفعل ہوا اور قصور معاف کرایا۔ شیخ صدرالدین کرخی نقل کرتے ہیں کہ مولانا نجم الدین سے میں تفسیر پڑھتا تھا۔ شیخ بہاؤالدین نے مجھ سے پوچھا کہ کیا پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ تفسیر کشاف وایجاد و عمد پڑھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ ان کو پھونک اور مشغول ہو۔ میں نے یہ ذکر استاد سے کیا، ان کو ناگوار گزرا۔ رات کو میں نے دیکھا کہ تینوں کتابیں میرے پاس رکھی تھیں، دو اس میں سے جل گئیں کہ جن کی نسبت شیخ نے فرمایا تھا بلکہ جو اوپر تھی وہ سلامت رہی خواجہ کمال الدین شیرازی کہ حضرت کے مرید تھے، جواہرات کی سوداگری کرتے تھے۔ عدن سے جہاز میں بیٹھے، ان کے پاس بہت مال تھا، اور سوداگر بھی ہمراہ تھے۔ تھوڑی دور جہاز گیا تھا، بوجہ مخالفت ہوا کے جہاز بھنور میں آگیا، سب کو گمان موت کا ہوا اور رو رو کر سب لوگ دعائیں مانگنے لگے۔ کمال الدین مذکور نے فریاد کر کے کہا یا مخدوم بہاؤالدین زکریا وقتِ مدد ہے۔ اسی وقت سب نے دیکھا کہ حضرت کشتی میں تشریف لائے ہیں اور آپ کی برکت سے وہ طوفان رفع ہو گیا، تمام سوداگروں نے تیسرا حصہ مال اپنا حضرت کی نذر کیا۔ آخر سب نے مقام مقصود پر پہنچ کر شیخ فخرالدین گیلانی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں نذرانہ بھیجا، اگرچہ شیخ فخرالدین نے سوائے روز امداد کے کبھی شیخ کو نہیں دیکھا تھا مگر بروقت پہنچنے کے پہچان کیا۔ قدم بوس ہوا اور سات لاکھ اشرفی نذرانہ سوداگران

پیشکش کیا، آپ نے قبول فرما کر اسی وقت براہِ خدا تقسیم کر دیا، یہ سخاوت و کرامت دیکھ کر شیخ فخر الدین صاحب اپنا کل مال براہِ مولا دے کر حضرت کے مرید ہوئے اور فقیری اختیار کی۔ چنانچہ مزار شیخ فخر الدین گیلانی کا جدہ میں ہے۔

نقل ہے کہ شبِ ماہ رمضان سے ایک شب شیخ نے اپنے مریدوں سے فرمایا، میرا وہ دوست ہے جو تمام رات میں دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں ایک قرآن شریف ختم کرے۔ چنانچہ حضرت نے خود امام ہو کر دونوں رکعت ادا کیں اور چار سیپارہ اور پڑھے اور ہمیشہ حضرت بعد نماز تہجد کے تا نماز صبح ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک روز آپ اپنے حجرہ شریف میں مشغول تھے اور صدر الدین آپ کے پسر در حجرہ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک شخص پیدا ہوا، اس نے ایک لفافہ سربمہر شیخ صدر الدین کو دیکر کہا کہ یہ اپنے مخدوم کو دے دو کہ اتنے میں شیخ باہر آئے، انھوں نے وہ خط ان کے ہاتھ میں دیا۔ اس خط کو دیکھتے ہی اللہ کہا اور جان بحق تسلیم ہوئے، حجرہ میں سے آواز آئی کہ دوست بدوست پیوست، وفات حضرت کی ۶۶۶ھ میں ہوئی۔ مزار ملتان میں ہے آپ کے جد و پدر اور بی بی راستی آپ کی والدہ ان صاحبوں کے مزار ملتان میں ہیں، آپ کے دادا کے مزار پر ایک درخت ہے جو دیوانہ اس کے پتے کھاتا ہے اچھا ہو جاتا ہے۔ خلیفہ آپ کے بہت سے ہیں۔ چنانچہ شیخ فخر الدین عراقی دمشق میں اور شیخ نجم الدین علی برغشی شیرازی بغداد میں اور جو ہندوستان میں ہیں ان کا ذکر آگے آئے گا۔

ذکر حضرت صدر الدین عارف بن شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم و صاحب سجادہ شیخ کے تھے، علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ روزگار تھے اور خوارق و کرامات بے اندازہ رکھتے تھے اور قطب تھے، آپ سات بھائی تھے۔ شیخ صدر الدین، شیخ برہان الدین و شیخ ضیاء الدین و شیخ علاء الدین و شیخ شہاب الدین و شیخ قدرت الدین و شمس الدین۔ بعد انتقال پدر کے جب ترکہ تقسیم ہوا تو شیخ صدر الدین

کے حصہ میں سات لاکھ اشرفی سوائے اور جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کے آئیں اُسی وقت سب کو راہِ خدا میں تقسیم کیا۔ کچھ اپنے پاس نہ رکھا ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے والد نے راہِ خدا میں بھی صرف کیا اور خزانہ معمور کر گئے۔ تم نے اتنا مال جو میراثِ پدری سے ملا تھا، ایک دن میں برباد کیا۔ کل کے واسطے کوڑی بھی نہ رکھی، بُرا کیا۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ میرے والد دنیا پر غالب تھے، دنیا ان کو فریب نہ دے سکتی تھی۔ میں ابھی اس درجہ پر نہیں پہنچا، اگرچہ کبھی کبھی میں بھی غالب آگیا ہوں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا غالب ہو کر مجھ کو راہِ مولا سے پھیرے اس واسطے اس کو جدا کیا کہ تسلی دل کے ساتھ یادِ خدا کروں۔ حصۂ پدری رکھنے کو میرے بھائی کافی ہیں، ساتواں حصہ رہا رہا نہ رہا نہ رہا

ایک روز شیخ صدرالدین دریا کے کنارہ پر وضو کر رہے تھے۔ شیخ رکن الدین ان کے فرزند ہفت سالہ ان کے ہمراہ تھے کہ ایک غول ہرنوں کا سامنے سے آیا، ان میں ایک بچہ پر شیخ رکن الدین کا دل مائل ہوا۔ چاہتے تھے کہ اس کو پکڑیں مگر باپ کے ڈر سے نہ اٹھ سکے۔ ادھر شیخ نے وضو کر کے فرزند کو اپنے پاس بٹھا کر قرآن شریف پڑھوانا شروع کیا، ان کا قاعدہ تھا کہ ہر روز چار دفعہ کے پڑھنے میں ایک سیپارہ حفظ کر لیا کرتے تھے اس روز سات بار پڑھا اور حفظ نہ ہوا، شیخ نے اس کا سبب پوچھا، خدام نے عرض کیا کہ ہرنوں کی ڈار سامنے سے نکلتی تھی، ان میں بچے بھی تھے، شاید ان کا دل اس طرف ہو گیا ہو۔ شیخ نے فرزند سے پوچھا کہ بابا ہرن کدھر گئے ہیں، انھوں نے کہا دریا سے جانبِ غرب گئے ہیں اور بچے بھی خوبصورت تھے۔ شیخ نے تھوڑی دیر تامل کیا، دیکھا کہ ہرنی بچوں کو لیے دوڑی چلی آتی ہے اور شیخ کے آگے آکھڑی ہوئی۔ شیخ رکن الدین نے بچہ کو پکڑ کر گود میں لیا، اسی وقت دو جزو یاد کیے اور ہرنی بچہ کو لے کر اپنے گھر آئی

یہ حضرت جامع الکرامات منبع الحسنات، قطب الوقت، شیخ المشائخ ہند گزرے ہیں۔ کرامات آپ کی بے انتہا مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۳ ذی الحجہ ۶۸۴ھ میں ہوئی مزار ملتان میں ہے۔ نزد مزار والد۔

ذکر حضرت شیخ جمال خنداں رُو قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین عارف کے تھے۔ بہت باکمال و باعظمت گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۶۷۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حسن افغان قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے۔ صاحبِ ذوق و شوق عالم علوم باطنی آپ محض امی تھے مگر امتحاناً کسی قسم کا کتبہ آپ کے سامنے آتا اس کے معنی مطلب سب بیان فرمادیا کرتے تھے۔ ان کے پیر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا قیامت کو مجھ سے سوال کرے گا کہ میرے واسطے کیا تحفہ لایا۔ عرض کروں گا کہ حسن افغان کی مشغولی عبادت جس زمانہ میں آپ دہلی آتے تھے، راستہ میں دیکھا کہ ایک مسجد بناتے ہیں اور بہت سے عالم قبلہ درست کر رہے ہیں یہ بھی وہاں کھڑے ہوگئے۔ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کرکے کہا کہ جدھر میرا منہ ہے ادھر محراب درست کردو۔ لوگوں کو انکار ہوا۔ آپ نے انگشتِ شہادت قبلہ کی طرف اٹھا کر فرمایا اگر میرے کہنے کا اعتبار نہیں، تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ غرض کل حاضرین زیارتِ کعبہ سے مشرف ہوئے۔ ایک روز آپ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے کہ امام کے دل میں کچھ خطرے گزرے، بعد نماز کے آپ نے امام کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ لے جا کر کہا کہ آپ دہلی سے افغانستان میں جاتے تھے۔ وہاں سے بردہ خرید کر ملتان میں لاتے تھے ان کو بیچ کر نفع کثیر اٹھاتے تھے۔ بیچارہ حسن دست بستہ ننگے پاؤں تمہارے پیچھے حیران پھرتا تھا، اس نماز کو کیا نماز کہوں ع دل در کار و تن با خدا بود۔ الغرض ایسی ایسی بہت سی کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئی ہیں۔ وفات حضرت کی ۶۹۹ھ میں ہوئی۔ مزار ملتان پائین مزار مرشد ہے۔

ذکر حضرت سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے تھے جو سید بخاری کہلاتے ہیں، وہ

سب آپ کی اولاد سے ہیں. نسب نامہ آپ کا یہ ہے، سید جلال الدین بن سید ابو المؤید علی ابن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبد اللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن سید امام نقی رضؓ۔ جاننا چاہیئے کہ سید علی اصغر کے دو بیٹے تھے، سید عبد اللہ سے سادات بخاری اور سید اسمٰعیل سے سادات چاکری. سید صاحب کے بہت سے لقب ہیں. جلال الدین شیر شاہ، ابو البرکات وابو الصمد و میر بزرگ مخدوم عظم و جلال اکبر و عظیم اللہ اور آپ نواسے سلطان محمود بادشاہ توران کے تھے۔

مظہر جلالی میں لکھا ہے کہ حضرت مادر زاد ولی تھے۔ لڑکپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے شہر سے باہر آئے۔ وہاں ایک جنازہ کی نماز تیار تھی، آپ نے پوچھا چارپائی پر جو پڑا ہے اس کا کیا حال ہے. کسی نے کہا کہ فلاں شخص مرگیا، اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے آپ نے کہا پھر کیا کروگے؟ اس نے کہا کہ زمین میں دفن کر دیں گے. یہ سنکر آپ کا بدن کانپا اور اللہ اکبر کہہ کر سرہانے مردے کے جاکر قم باذن اللہ فرمایا، وہ مردہ فوراً زندہ ہوگیا اور اپنے پاؤں چلا گیا۔ چالیس برس اور زندہ رہا۔ جب آپ کے والد کو یہ خبر ہوئی، انھوں نے بہت کچھ دھمکایا اور منع فرمایا کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا. شرع میں رخنہ پڑتا ہے پہلے گھر سے سفر کر کے آپ نجف اشرف آئے۔ چندے وہاں رہ کر مدینہ میں آئے وہاں سے بیت المقدس کو گئے، پھر مدینہ میں آئے۔ وہاں کے سادات نے آپ سے سند سادات چاہی آخر یہ امر طے ہوا کہ مزار رسول مقبولؐ پر چل کر دریافت کریں. سید جلال الدین نے روضۂ عالیہ کے روبرو کھڑے ہو کر کہا السلام علیک یا والدی، روضہ کے اندر سے آواز آئی. وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ عینی وسراج کل امتی انت منی ومن اہل بیتی۔ یہ سن کر تمام سادات ان کی توقیر اور تعظیم بجالائے۔ بعدہٗ کعبہ میں آن کر حج کیا. وہاں سے چل کر ربع مسکون کی سیر کی۔ ہزارہا مخلوق کو ہدایت فرمائی اور ملک پنجاب میں آن کر شہر جھنگ سیالاں آباد کیا۔ ایک روز آپ حجرہ میں نہ تھے اور دروازہ بند تھا۔ حاضرین مسجد کے کان میں ذکر نفی اثبات کی آواز آتی تھی، آپ کے مریدوں میں سے شیخ عارف نے پوچھا کہ آپ تو حجرہ میں نہ تھے۔ وہ کون تھا جو حجرہ میں ذکر کر رہا تھا۔ فرمایا کہ پیالہ چوبی ذکر کرتا تھا۔

ایک بار تغلق نام افغان کہ درویش کامل تھا، سندھ سے چل کر اوچ میں آیا، راستہ میں جو فقیر اس کو ملا اس کی ولایت کو سلب کیا، اوچ میں آکر سید صاحب کو بھی بلوایا، اس وقت آپ مشغول تھے۔ تغلق کا خادم ہیبت کی وجہ سے کچھ عرض نہ کر سکا اور واپس جا کر تغلق سے حالِ شیخ بیان کیا۔ وہ خود سوار ہو کر مسجد کے دروازہ پر آیا، اندر آنا چاہا مگر نہ آسکا، آخر کار کہا کہ یہ سید کامل ہے مگر افسوس ہے کہ عیالدار ہے۔ یقین ہے کہ تمام عالم میں اس کی اولاد بھر جائے گی، کہیں یہ آواز آپ کے کان میں پہنچی، آپ کو غصہ آیا اور اس کو نظر جلال سے دیکھا، اسی وقت وہ جل کر مر گیا۔ لکھا ہے کہ جب یہ بخارا سے بھکر میں آئے ہیں تو سید بدرالدین نے اپنی دختر کا نکاح آپ سے کیا۔ چندے وہاں رہ کر پھر اوچ میں آئے تھے آپ کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ وفات حضرت کی بعمر ۹۵ سال ۶۹۰ھ میں ہوئی مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد معشوق قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ صدرالدین عارف کے تھے۔ ہمیشہ مخمور رہتے تھے۔ قندھار میں سوداگری کی دکان تھی۔ ملتان میں واسطے تجارت کے آتے تھے، ایک دن راستہ میں شیخ صدرالدین کو دیکھا، شیخ نے ان کو اپنے پاس خانقاہ میں بلا کر قدرے شربت اپنا جھوٹا پلایا۔ اس کے پیتے ہی ان کا دل روشن ہو گیا اور مرید ہوئے، تمام مال و متاع خیرات کر کے فقیر ہوئے، ایک دن یہ نہار ہے تھے کہ دعا کی الٰہی تو بادشاہ ہے اپنے بندوں کو اپنی عنایت سے نوازتا ہے، جب تک مجھ کو اپنے قرب و اپنے مرتبہ سے کہ میرا تجھ کو کتنا خیال ہے نہ آگاہ کرے گا میں پانی سے پاؤں باہر نہ رکھوں گا اس وقت آواز غیب ہوئی کہ تیرا مرتبہ ہماری درگاہ میں بہت ہے کہ تیرے وسیلہ سے خلقت کو آتش دوزخ سے بچا کے بہشت میں بھیجوں گا۔ عرض کیا کہ الٰہی تیری نعمت کی حد اور تیری رحمت کی گنتی نہیں۔ اس پر اکتفا نہ کروں گا۔ پھر آواز ہوئی کہ تجھ کو اپنا محبوب اور معشوق کیا۔ تاکہ طالبوں کو تو میرا عاشق کرے۔ یہ سن کر پانی سے نکلے، آخر بوجہ جذبۂ عشق کے جہان اور اہل جہان سے بے خبر ہو کر مست و مدہوش ہو گئے تھے، آخر علماء نے ان کو پکڑا کر فرض کیوں

نہیں ادا کرتا۔ ورنہ تجھ پر حد جاری کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ میں قوت نماز پڑھنے کی نہیں رکھتا ہوں۔ خیر تمھارے کہنے سے نماز تو پڑھتا ہوں۔ مگر سورہ فاتحہ نہ پڑھوں گا۔ انھوں نے کہا کہ بے فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی، کہا کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین نہ کہوں گا۔ انھوں نے کہا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوتی۔ آخر علماء نے نماز پر ان کو کھڑا کیا، جس وقت ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچے، ہر رونگٹے سے خون ٹپکنے لگا کہ کپڑے تر ہو گئے رکعت توڑ کر علماء سے فرمایا کہ میں زن حائضہ ہوں، نماز مجھ کو معاف ہے۔ وفات حضرت کی ۷۰۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ضیاء الدین رومی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شہاب الدین سہروردی کے تھے، سلطان علاء الدین خلجی آپ کا مرید تھا۔ وفات حضرت کی ۷۲۱ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت لال شہباز سندھی سہانی قدس سرہٗ

حضرت صاحب کمالات ظاہری و باطنی اور صحیح النسب سادات حسینی اور خلیفہ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے تھے۔ بوجہ جذب اور مستی کے طریقہ آپ کا ملامتیہ تھا، سرخ کپڑے پہنتے تھے۔ آپ کے مرید بہت تھے۔ ہنوز آپ کے مزار سے کرامتیں ظہور میں آتی ہیں۔ آپ کو اپنے جدی خاندان میں بھی حضرت امام جعفر صادق سے اجازت ہے۔ وفات حضرت کی ۷۲۴ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار حضرت کا ملک سندھ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی بن شیخ صدر الدین عارف قدس سرہٗ

آپ صاحب سجادہ اپنے والد کے تھے۔ عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اور ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ نقل ہے کہ ان کی سات مہینے کی عمر تھی، ان کی والدہ صاحبہ چاند رات کے سلام کو اپنے خسر شیخ بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں گئیں۔ وہ دیکھتے ہی تعظیم کو کھڑے ہوئے۔ یہ بیوی نہایت متعجب ہوئیں اور تعظیم کی کیفیت دریافت کی، شیخ نے فرمایا

کہ یہ تعظیم تیری نہ تھی بلکہ اس لڑکے کی ہے۔ جو میرے خاندان کا چراغ ہے۔ ایک روز شیخ بہاؤالدین چارپائی پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور دستار پائے پر رکھی تھی، اور شیخ صدرالدین نیچے فرش پر باادب بیٹھے تھے۔ شیخ رکن الدین کہ عمران کی چار برس کی تھی چارپائی کی پٹیاں پکڑے کھیل رہے تھے، یکایک دستار اپنے دادا کی اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ شیخ صدرالدین نے یہ دیکھ کر کہا کہ باادب رہو۔ شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ منع نہ کرو، یہ میری دستار کا حقدار ہے۔ میں نے اس کو عطا کی۔ چنانچہ جب یہ صاحب سجادہ ہوئے تو وہی دستار اپنے دادا کی سر پر رکھی۔

نقل ہے کہ شیخ رکن الدین فیض الٰہی کے ایک دریا تھے جو شخص اپنی مراد حضرت کے پاس لاتا، گوہر مراد سے دامن پُر کرتا، اس وجہ سے آپ کو قبلۂ حاجات کہتے تھے چنانچہ مخدوم جہانیاں اور شیخ عثمان سیاح اور دیگر ہزاروں مشائخ آپ کی توجہ سے اولیاء ہوئے یہ حضرت سلطان علاءالدین کے عہد میں دوبار اور سلطان قطب الدین کے عہد میں تین بار رونق افروز دہلی ہوئے ہیں۔ سلطان علاءالدین اگرچہ متکبر تھا۔ مگر آپ کی پیشوائی کو ہمیشہ سوار ہوتا تھا۔ اور دو لاکھ روپیہ آتے وقت اور پانچ لاکھ جاتے وقت پیش کرتا تھا۔ حضرت اس کو قبول کر کے مساکین کو تقسیم کر دیتے تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے، کہ مجھ کو برادر نظام الدین کی محبت دہلی لاتی ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت نظام الدین اولیاء و شیخ رکن الدین مسجد کیلوکھری میں جمع تھے اور شیخ عمادالدین اسمٰعیل برادر شیخ رکن الدین بھی حاضر تھے، ان کے دل میں گزرا کہ اس وقت اس جگہ پر قران السعدین واقع ہے۔ اگر ان دونوں بزرگوں میں کچھ نکتہ علم درمیان میں آجائے تو خالی از لطف نہ ہوگا، انھوں نے دونوں صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا حکمتِ الٰہی تھی کہ حضرت رسول مقبولؐ نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت کی، شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ بعضے کمالات باطنی حضرت شاہِ رسالت کے موقوف اوپر ہجرت کے تھے کہ جب مکہ سے مدینہ میں آویں تب ان کی تکمیل ہو حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ میرا خیال اس کے خلاف ہے یعنی بعض ناقصان اہل مدینہ

بسبب نقصان ظاہری و باطنی اپنے کے استطاعت ان کی نہ رکھتے تھے کہ مدینہ سے مکہ پہنچ کر حاصل کریں۔ اللہ جل شانہٗ نے کمال فضل و کرم اپنے سے حضرت رسولِ خدا کو مکہ سے مدینہ بھیجا تا کہ وہ نقص کمال کو پہنچے اور دولت لازوال بے طلب و سوال ان کو حاصل ہو الغرض ایسے کلام شیریں دونوں بزرگوں میں واقع ہوئے۔ نقل ہے کہ شیخ رکن الدین واسطے دیکھنے بادشاہ کے جب تشریف لے گئے اس وقت بادشاہ تخت رواں پر سوار باہر دیوان خاص کے کھڑا تھا اور خلقت عرض معروض کر رہی تھی کہ شیخ بادشاہ کے قریب پہنچے اور خادم سے اشارہ کیا کہ پہلے اہل حاجت کی عرضیاں پیش کرو۔ بادشاہ نے ان کو مطالعہ کر کے ہر ایک پر دستخط کیے۔ جب عرائض پیش ہو چکے اس وقت بادشاہ دیوان خاص کو پھرے فقط آپ کا تشریف لے جانا کار برآری اہل حاجت کے لیے تھا کس واسطے کہ دوستانِ خدا کی نیت ہر وقت کار خیر میں رہتی ہے۔ نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق بعد فتح دکن کے دہلی آیا اس وقت شیخ رکن الدین بھی دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ بادشاہ کوشک سلطانی میں قیام پذیر ہوا۔ شیخ رکن الدین بھی تشریف لے گئے، سلطان اور شیخ اور دیگر امراء باہم کھانا کھا رہے تھے کہ شیخ نے سلطان سے فرمایا کہ یہ عمارت نئی ہے صلاح یہ ہے کہ جلدی اس میں سے باہر ہو جاؤ، سلطان نے کہا بعد تناول طعام کے۔ اس طرح تین بار شیخ نے تکرار کی۔ بادشاہ نے وہی جواب دیا۔ آخر شیخ بغیر ہاتھ دھوئے وہاں سے اٹھ کر دہلیز میں آئے تھے کہ چھت اس مکان کی گری اور بادشاہ اس صدمہ سے مرگیا۔ یہ ذکر ۷۲۵ھ کا ہے۔ ایک روز سلطان غیاث الدین نے مولانا ظہیر الدین سے پوچھا کہ شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی۔ مولانا نے عرض کیا کہ جمعہ کے دن میں نے دیکھا کہ خلق کثیر برائے قدمبوسی شیخ رکن الدین جمع ہے، میرے دل میں گزرا کہ شیخ کے پاس عمل تسخیر ہے۔ حالانکہ میں مولوی ہوں۔ مگر میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور یہ ارادہ کیا کہ صبح شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ استنشاق اور مضمضہ دریافت کروں گا، رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ نے میرے منہ میں حلوا دیا جب بیدار ہوا تو منہ میٹھا تھا، سمجھا کہ شیطان نے شیخ کی شکل میں دھوکا دیا۔ جب شیخ کی

خدمت میں صبح پہنچا، فوراً شیخ نے فرمایا کہ "مولانا خوش آمدی منتظرِ شما بودم" کہ کب مولانا آویں اور میں ان کا مسئلہ کہوں۔ جان لو کہ جنابت دو نوع پر ہے، ایک جنابت دل، دوم جنابت تن۔ جنابت تن قربِ عورت اور جنابت دل صحبت مردمان بدکار و نالائق ہے جیسا کہ بدن پانی سے پاک ہوتا ہے ایسا ہی دل زیارتِ مردِ نیک سے پاک ہوتا ہے اور کلی اور ناک میں پانی دینا سنت ہے۔ اس کی وجہ سے حدثِ عضو دفع ہوتی ہے اور جس طرح شیطان رسول خدا کی صورت نہیں بنا سکتا اسی طرح دوستانِ خدا کی بھی صورت نہیں بنا سکتا، اگرچہ تمام عالم ہو مگر مرد قالی کہ جان سے خالی ہو، پس میں نے سوال اپنے کا جواب کافی سن کر بیعت کی۔

نقل ہے کہ جب دن وفات کے نزدیک پہنچے، خلق سے گوشہ کیا، حجرہ میں سے باہر نہیں آتے تھے سوائے ادائے نماز کے۔ آخر بتاریخ ۱۶ رجب ۱۰۳۰ھ میں بعد نماز عصر کے مولانا ظہیر الدین کو حجرہ میں بلا کر فرمایا کہ تجہیز و تکفین کا بندوبست کرو اور بعد نماز مغرب نوافل اوابین پڑھ کر سر سجدہ میں رکھا اور جان بحق تسلیم کی۔ بعد آپ کے فرزند محمد اسماعیل صاحب سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ حمید الدین ابو الحاکم قریشی الہنکاری قدس سرہ

آپ کا نسب نامہ یہ ہے: ابن سلطان بہاؤ الدین بن سلطان قطب الدین بن سلطان رشید الدین بن سلطان ابو علی بن شیخ موسیٰ ہنکاری بن شیخ ابو طاہر بن شیخ ابراہیم بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شریف عمر بن شیخ عبد الوہاب بن ابو السفیان بن حارث۔ لکھا ہے کہ حضرت ۱۲ ربیع الاول ۸۰۵ھ میں بطن بی بی حاج بنت شہزادہ بہاؤ الدین ابن سلطان قطب الدین سے تولد ہوئے۔ تیس برس کے تھے کہ ان کے دادا فوت ہو گئے۔ ان کے والد بادشاہ ہوئے۔ دس برس سلطنت کر کے فقیر ہو کر حرمین میں آئے اور تجرید و تفرید کے ساتھ چودہ برس یادِ خدا میں مشغول رہے۔ شیخ حمید الدین بادشاہ ہوئے بعد ایک سال کے ترک لباس کر کے مع اپنی بی بی کے لاہور میں آئے اور سید احمد

تختہ ترمذی اپنے جدو مادری کے مرید ہوکر کار فقر کو پورا کر کے خرقہ خلافت طریقہ شطاریہ میں حاصل کیا۔ جب سید احمد کا وقت قریب آیا انھوں نے فرمایا کہ تیرا حصہ شیخ رکن الدین کے پاس ہے، ان کی خدمت میں جا اور اپنا حصہ لے۔ یہ وہاں سے چل کر ملتان میں آئے اور شیخ رکن الدین کے مرید ہوکر بکمالِ ولایت پہنچے۔ نقل ہے کہ ایک دن وزیر سلطان غیاث الدین تغلق کا آپ کی خدمت میں آکر ایک کونے میں بیٹھا اور اس کے دل میں گزرا کہ جو تعریف میں نے اس فقیر کی سنی تھی، ویسا نہ پایا۔ یہ ایک بے نوا ہے، اپنا خرقہ آپ سیتا ہے۔ حضرت نے نور باطن سے معلوم فرماکر اپنی ٹوپی کو ٹیڑھا کیا اسی وقت وزیر اور اس کے خادم کے چہرے ٹیڑھے ہوگئے۔ پس اس نے عذر تقصیر چاہا اور پاؤں پر گرا۔ شیخ نے ازراہ ترحم اپنی ٹوپی کو سیدھا کیا اسی وقت ان کے چہرے بھی سیدھے ہوگئے شیخ جمال الدین اوچی رسالہ حمیدیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ کے خادموں میں سے ایک کو باؤلے کتے نے کاٹا تھا۔ اس صدمہ سے وہ دم بلب تھا۔ شیخ اس کو پوچھنے آئے، ایک فقیر کے دل میں خیال آیا، باوجودیکہ شیخ ایسے باکمال ہیں اور ان کا خادم دم بلب ہے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرماکر ارشاد کیا کہ اپنا تھوک زخموں پر لگا، اور میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس کتے کے کاٹے پر تیرا تھوک لگے، اس کو شفا ہو، اس خادم نے بموجب ارشاد والا اپنا تھوک زخموں پر لگایا اور اچھا ہوا۔ وفات حضرت کی ۲۲ ربیع الاول ۷۳۰ھ بعمر ۱۲۷ برس ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ وجیہ الدین عثمان سیاح سنامی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح کے اور بیٹے قاضی حمید الدین منہاج کے تھے، سنام سے دہلی میں آکر دفتر سلطان میں نوکر ہوئے، ایک روز دریا کی طرف گزر ہوا، وہاں دیکھا کہ شیخ رکن الدین نماز پڑھ رہے ہیں، دیکھتے ہی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ شیخ کی قدم بوسی کی اور مرید ہوئے، نوکری چھوڑ کر شیخ کے ہمراہ ملتان میں آئے، بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کرکے اولیائے وقت ہوکر تمام روئے زمین کی سیاحی کی۔

سوائے ایک تہبند کے دوسرا کپڑا نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ طواف کعبہ میں کہ موسم گرمی کا تھا آپ نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ اور خضر نے آپ کو جنت کپڑے پہنائے اور فرمایا کہ دہلی جا۔ نظام الدین اولیا، تجھ کو امانت دیں گے۔ آپ حسب الامر خضر دہلی آکر سلطان جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضان چشتیہ بھی حاصل کر کے صاحب وجد و سماع ہوئے۔ نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق بعد قتل خسرو خان تخت دہلی پر بیٹھا۔ سماع کی اس نے ممانعت کی اور حکم دیا کہ کوئی گانے والا کسی صوفی کے روبرو نہ گائے، ورنہ گدی کے پیچھے زبان کھنچوائی جائے گی اور ایک محضر بہ اعتراض سماع برائے سلطان المشائخ تیار کروایا۔ اس وجہ سے سمع بند تھا، ایک روز امیر حسن قوال آپ کی خدمت میں آیا۔ شیخ نے فرمایا کہ کچھ کہہ، اس نے آہستہ آہستہ یہ بیت گانا شروع کی۔

زاہد زدیں برآمد ملا ز اعتقاد ❁ کافر مجری شد و صوفی چنانچہ ہست

یہ بیت سنتے ہی شیخ کو وجد ہوا اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ دروازہ کھول دو، اور باآواز بلند گاؤ۔ سماع سن کر ہزاروں اہل سماع آگئے اور ایک شور و غل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی خبر ہوئی اور خواصوں نے یاد دلایا کہ خسرو خان نمک حرام نے بعد قتل سلطان قطب الدین خزانۂ سلطانی صوفیوں کو تقسیم کر دیا تھا کئی لاکھ روپے شیخ سیاح کو بھی دیے تھے، اب ان سے واپس لینا چاہیے، بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ شیخ سیاح نے کچھ نہیں لیا تھا، اس پر سلطان بہت خوش ہوا اور شیخ کی دعوت کی اور پہلے جو جہت سماع اور غوغائے خلائق سے برہمی پیدا ہوئی تھی اس کا عذر چاہا اور اپنی دعوت میں قوالوں کو طلب کر کے شیخ کی دعوت میں محفل سماع گرم کی۔ وفات حضرت کی ۷۳۸ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین کے تھے اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے بھی فیضان چشتیہ حاصل کیا تھا، سلطان محمود بن غیاث الدین

تعلق کہ جو فقیر کش تھا، آپ اس کو کبھی خیال میں نہیں لاتے تھے اور سختی سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک جوان گھوڑے پر سوار جاتا تھا اس نے ایک تازیانہ گھوڑے کے مارا۔ شیخ نے تیز نظر سے اس کو دیکھا اسی وقت بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ یہ دیکھ کر لوگ دوڑے، دیکھا تو اس کے چوتڑوں پر تازیانے کا نشان پایا۔ وفات حضرت کی ۷۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔ متصل درگاہ چراغ دہلی نالہ سے پار آپ کا مقبرہ عالی زیارت گاہ ہے۔ وہاں جو آبادی ہے اس کو شیخو پورہ کہتے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ علاء الدین ملتانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین عارف کے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی اور کرامت میں مشہور تھے اور مخاطب بہ محبوب اللہ تھے، مخدوم جہانیاں سے آپ کو بہت محبت تھی۔ وفات حضرت کی ۷۷۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید میر ماہ سہروردی بن سید نظام الدین قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد کے اور وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے اور سید اشرف جہانگیری سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ وفات حضرت کی ۷۷۲ھ میں ہوئی، مزار بہرائچ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حاجی چراغ ہند قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ رکن الدین ملتانی کے تھے۔ بعد عطائے خرقہ خلافت ظفر آباد میں مامور ہو کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ وفات حضرت کی ۷۲۷ھ میں ہوئی، مزار ظفر آباد میں ہے۔

ذکر حضرت میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت بخاری قدس سرہٗ

آپ پوتے سید جلال سرخ اوچی کے تھے اور بیٹے سید احمد کبیر کے تھے، یہ حضرت ولی مادر زاد تھے، لڑکپن سے آثار بزرگی کے جلوہ نما تھے، کہتے ہیں کہ ان کی سات برس

کی عمر تھی کہ ان کے والد اُن کو شیخ جمال الدین خنداں رُو کے روبرو لے گئے اس وقت ان کے پاس ایک طباق کھجوروں کا بھرا رکھا تھا۔ فرمایا کہ حاضرین کو تقسیم کردو۔ مخدوم جہانیاں نے اپنا حصہ مع گٹھلیوں کے کھانا شروع کیا۔ شیخ جمال نے یہ دیکھ کر تبسم کناں فرمایا کہ سید مع گٹھلیوں کے کیوں کھاتے ہو۔ مخدوم نے باوجود خوردسالی کے جواب دیا کہ یہ کھجوریں آپ کے ہاتھ سے نصیب ہوئی ہیں ان کی گٹھلیاں بھی فیض سے خالی نہیں۔ اس واسطے نہیں پھینکتا۔ یہ سن کر شیخ جمال بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا کی۔ لکھا ہے کہ مخدوم نے پہلے بیعت سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد سے کی۔ بعدہٗ اپنے چچا شیخ صدرالدین محمد غوث سے خرقۂ تبرک حاصل کیا، اس کے بعد شیخ رکن الدین ملتانی سے خرقہ خلافت پایا۔ بعد اس کے شیخ الاسلام شیخ عفیف الدین عبداللہ مطری سے مکہ معظمہ میں حاصل کیا اور دو برس ان کی خدمت میں رہ کر عوارف اور دوسری کتابیں سلوک میں پڑھیں۔ شیخ عفیف نے ان کو گازرون میں جانے کا حکم دیا۔ جب یہ گازرون میں پہنچے، شیخ امام الدین برادر شیخ امین الدین گازرونی نے فرمایا کہ تمہارے دادا نے مجھ سے ملنے کا قصد کیا تھا مگر شیطان نے میرے مرنے کی خبر جھوٹی ان کو دی اور وہ مکہ معظمہ کو چلے گئے، اب تو میرا سجادہ ہے اور معراض ان کو دے کر فرمایا کہ یہ حق تیرا ہے پس ان سے خرقہ خلافت حاصل کر کے چندے ان کی خدمت میں رہ کر مصر اور شام عراق، بلخ اور خراسان وغیرہ ممالک کا سفر کرتے ہوئے چھ حج کر کے ہندوستان میں آئے اور بیت اللہ شریف میں امام عبداللہ یافعی کی خدمت میں رہے اور بحکم امام دہلی میں آکر حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی کے مرید ہو کر چندے ان کی خدمت میں رہے اور فیضان چشتیہ حاصل کیا۔ جاننا چاہیئے کہ مخدوم جہانیاں چودہ خانوادہ کے خلیفہ ہیں اور تمام جہان کی سیر کی، تمام اولیائے وقت سے ملے اور حضرت غوث پاک سے نہایت عقیدت تھی۔ سید اشرف جہانگیری تحریر فرماتے ہیں کہ جس قدر خوارق اور کرامت مخدوم جہانیاں سے صادر ہوئے، اولیائے متاخرین میں سے ایک کو بھی حاصل نہیں ہوئے۔ چنانچہ جس روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں

اسی روز اطوار قطبیت وغوثیت سے مشرف ہوا۔ چنانچہ شیخ علاء الدین چشتی قطب بنگالی نے وقت انتقال کے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کی نماز مخدوم جہانیاں پڑھائیں گے اور کوئی نہ پڑھائے۔ یہ سن کر تمام مرید حیران تھے کہ مخدوم اوچ میں ہیں کیونکر آپ کے جنازہ کی نماز کے وقت حاضر ہوں گے۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے مخدوم جہانیاں کو وہاں حاضر دیکھا اور جنازہ کی نماز پڑھائی اور چند روز رہ کر قطب عالم کو تربیت کیا اور سجادہ پر بٹھایا۔ وہاں پر بہت سے اکابر حضرت کے مرید ہوئے۔ انوار عاظمیہ سے نقل ہے کہ ایک روز مخدوم اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ یکایک گھاس کی گٹھڑی میں آگ لگی اور اس میں سے شعلہ اٹھا۔ مخدوم نے ایک چٹکی خاک کی اٹھا کر یا شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی با آواز بلند پڑھ کر اس طرف پھینکی۔ معاً آگ بجھ گئی، ایک روز خان جہاں مرزا وزیر سلطان فیروز شاہ حضرت کی خدمت میں آیا اس نے ایک منشی کے لڑکے کو قید کیا تھا اس لڑکے نے آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر وزیر سے فرمایا کہ اس مظلوم کو چھوڑ دے اس میں تیری خیر ہوگی، وزیر نے بموجب حکم عالی رہا کیا۔

اخبار الاولیاء سے نقل ہے کہ شب عید کو مخدوم جہانیاں روضہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین پر جاکر مستدعی عیدی کے ہوئے، مزار سے آواز آئی کہ تیری عیدی یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ کو مخدوم جہانیاں کیا۔ بعد اس کے شیخ صدر الدین عارف کے مزار پر عیدی کی التجا کی، وہاں سے بھی جواب باصواب پایا۔ خزینہ جلالی میں لکھا ہے کہ ایک بار شیخ ابو الفتح ملتانی زینہ پر سے اترتے تھے۔ مخدوم نے دوڑ کر اپنے کو زیر زینہ ڈالا۔ اس مراد سے کہ قدم میرے پیر کا سینہ پر پڑے۔ یہ دیکھ کر شیخ نے کہا یا سید مرتبہ ولایت تمہارا اپنے مرتبہ کو پہنچ چکا ہے، تم مخدوم جہانیاں ہو گئے اور اپنے ہاتھ سے اٹھا کر سینہ سے لگایا۔ اور بہت نعمتیں عطا کیں، اس روز سے مخاطب بخطاب مخدوم جہانیاں ہوئے، ایک بار مخدوم جامع مسجد اوچ میں مع چند علماء درویشوں کے معتکف تھے۔ حاکم اوچ واسطے زیارت حضرت کے آیا۔ حضرت کے گرد ہجوم درویشوں کا دیکھ کر کئی درویشوں کو جھڑک کر مسجد سے باہر نکالا۔ مخدوم نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اے بدبخت! تو دیوانہ ہوا ہے کہ

درویشوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہ فرماتے ہی حاکم دیوانہ ہو گیا۔ کپڑے پھاڑے، مسجد سے نکل کر لوگوں کو پتھر مارتا ہوا باہر پھرنے لگا، آخر بمشکل اس کو پا بہ زنجیر کر کے بعد بہت دنوں کے اس کا بوڑھا باپ حضرت کی خدمت میں لایا اور اس کی شفاعت چاہی۔ آپ نے ازراہِ رحم فرمایا کہ اس کو لا کر غسل دو اور نئے کپڑے پہناؤ اور زیارت مزار شیخ جمال الدین خندہ رو کرا کر میرے پاس بلاؤ۔ پس بعد زیارت مزار کے وہ حضرت کے پاس آتے ہی اچھا ہوا اور مرید ہو کر واصلانِ حق سے ہوا۔ مولانا شمس الدین اوچی سے نقل ہے کہ آپ کے سفر آخری حرمین میں مخدوم کے ہمراہ میں بھی تھا۔ جب جہاز پر سوار ہوئے درویشوں کے دل میں آیا کہ مچھلی ہاتھ آجائے تو اس کے کباب کھائیں، مخدوم نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مچھلی انشاء اللہ تمہارے پاس آویگی، اسی وقت ایک مچھلی بہت بڑی کود کر جہاز میں آپڑی، اس کے کباب تیار ہوئے، سب کو تقسیم کیے گئے۔ پس جب جدہ میں آئے واسطے زیارت مزار حضرت حوا علیہا السلام کے تشریف لے گئے قضارا اسی روز ایک تابوت دفن کرنے کو لائے، مخدوم نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے لوگوں نے کہا کہ شیخ بدرالدین یمنی جو تیس برس سے کعبہ میں تھے اور اب جدہ میں آئے تھے بعد نماز عصر کے تلاوت قرآن میں انتقال کیا۔ یہ سن کر مخدوم نے فکر کیا اور فرمایا کہ ان بزرگ کو ابھی دفن نہ کرو، شاید ابھی زندہ ہوں۔ پس اس جنازہ کو شہر میں لا کر کنارہ دریا کے ایک مسجد میں رکھا۔ نعش کو تابوت میں سے نکال کر بوریے پر لٹایا۔ مخدوم نے تمام آدمیوں کو نکال کر دروازہ مسجد کا بند کر کے پہلے دوگانہ ادا کیا، بعد اس کے تلاوتِ قرآن میں مصروف ہوئے۔ جب آیت يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ پر پہنچے تو شیخ بدرالدین کی نعش کو حرکت ہوئی اور اٹھ کر مخدوم کے دست و پا چومے مخدوم نے اپنے کپڑے ان کو عطا کیے اور دروازہ مسجد کا کھول دیا۔ شیخ بدرالدین نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام اہل جدہ مرید ہوئے۔ وہاں سے آ کر حج کیا مدینہ میں جا کر روضہ رسول مقبول پر باآواز بلند کہا، السلام علیکم یا جداہ، روضہ منورہ سے آواز ہوئی۔ علیکم السلام یا ولدی قرۃ العینی، یہ سنکر تمام اہل مدینہ آپ کی شرافت اور کرامت کے

معتقد ہوئے اور کتب تواریخ صوفیہ سے ثابت ہے کہ حضرت مخدوم کو خرقہ خلافت حضرت شاہ بدیع الدین مدار سے بھی پہنچا تھا، ولادت حضرت کی ۸۰۰ھ میں اور وفات ۸۱۰ھ میں ہوئی۔ مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ کرک سہروردی قدس سرہ

آپ مرید شیخ اسماعیل قریشی کے وہ مرید اپنے شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے، عالم متبحر و سالک مجذوب حسب الحکم مرشد کے قصبہ کڑہ میں مقیم ہوئے، بوجہ جذبہ باطنی کے طریقہ ملامتیہ کر لیا تھا۔ ہزاروں کرامتیں آپ سے وقوع میں آئیں۔ خلق آپ سے رجوع کرتی، آپ متنفر رہتے۔ کبھی کبھی شعر بھی فرماتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

اندر طلب دوست چو مردانہ شدم ؛ اول قدم آں بود کہ بیگانہ شدم

اور ملک علاء الدین آپ کی دعا سے بادشاہ دہلی ہوا تھا۔ وفات حضرت کی ۷۱۶ھ میں ہوئی مزار قصبہ کڑہ میں ہے۔

ذکر حضرت مخدوم شیخ اخی راجگری قدس سرہ

آپ خلیفہ مخدوم جہانیاں کے تھے۔ یہ حضرت عین جوانی میں موضع زہرہ علاقہ دریاآباد سے آکر مخدوم کے مرید ہو کر سالہا سال پیر کی تربیت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کر کے قنوج کے شاہ ولایت ہو کر رخصت ہوئے، چندے قنوج میں رہ کر اژدہام خلائق سے متنفر ہو کر موضع راجگیر کنارہ گنگا پہ آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ لکھا ہے کہ پہلے بروز شنبہ بتاریخ ۱۰ ارشوال ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ جب غسل و کفن مل چکا تو لوگ رونے لگے، کسی نے کہا کہ اخی جمشید دلی تھے اور نامبارک دن وفات کی، اسی وقت آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ اگر یہ دن منحوس ہے تو آج نہیں مرتا کل مروں گا چنانچہ ایک روز اور جی کر گیارہویں تاریخ کو وفات پائی۔

ذکر حضرت سید علم الدین پلائیں قدس سرہ

آپ امیری میں فقیری کرتے تھے اور مرید

مخدوم جہانیاں کے اور ہم صحبت اخی راجگیری کے، اور اولاد سے سادات ترمذی کی تھے۔ حسب الحکم پیر کے جون پور میں آکر سلطان ابراہیم کے ملازم ہو کر پٹہ پلاون جاگیر میں پاکر وہیں سکونت اختیار کی۔ وہاں ہندوؤں کا غلبہ تھا۔ آپ نے وہاں ایک قلعہ بنوایا اور دعا کی کہ الٰہی سادات پلاون قیامت تک اس جگہ رہیں اور سید اشرف جہانگیر سے بہت اتحاد رہا۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ ایک ہی علاقہ میں تھے۔ وفات حضرت کی ۸۰۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ کبیر الدین اسمٰعیل سہروردی قدس سرہٗ

پوتے اور مرید مخدوم جہانیاں کے تھے اور چندے خدمت مخدوم میں حاضر رہ کر ولایت اور کرامت میں مشہور ہوئے اور آدھی رات سے روضہ مخدوم پر صبح تک عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید صدر الدین راجو قتال قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد کے اور برادر خورد مخدوم جہانیاں کے اور ان سے تعلیم یافتہ بھی تھے۔ یہ حضرت جو کچھ زبان سے فرماتے اسی طرح اس کا ظہور ہوتا تھا۔ چنانچہ مخدوم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ساتھ خلق کے مشغول کیا۔ عزیز صدر الدین کو اپنے ساتھ مشغول فرمایا، ہمیشہ مستغرق بخدا رہتے۔ دوسرے کام نہ رکھتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ مخدوم کا آپ سے اور سلسلہ قادریہ ناصر الدین محمود فرزند مخدوم سے جاری ہے۔ ایک بار ان کے فرزند نے اپنے خادم کی ڈاڑھی کسی جرم میں منڈوا دی۔ خادم نے حضرت سے شکایت کی، آپ نے فرمایا خاطر جمع رکھ، وہ اپنی ڈاڑھی اپنے ہاتھ سے مونڈے گا، آخر انہوں نے اپنی ڈاڑھی اپنے ہاتھ سے مونڈی۔ لکھا ہے کہ جب مخدوم مرض موت میں مبتلا ہوئے۔ تحصیلدار اوچ مخدوم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے۔ آپ خاتم الاولیاء ہیں، مخدوم نے اپنے بھائی راجن قتال سے کہا کہ تم نے سنا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ اس وقت اقرار ختم رسالت کا کیا ہے

پھر مرتد نہ ہو ورنہ واجب القتل ہوگا۔ راجن قنطال نے کہا کہ میں نے سُنا اور تمام حاضرین گواہ ہیں اور اس تحصیلدار سے فرمایا کہ اب مسلمان ہونا تجھ پر لازم ہے کیونکہ تو نے اقرار کیا کہ رسولِ مقبول خاتم الانبیاء تھے اسی طرح بقول تیرے مخدوم خاتم الاولیاء ہوئے۔ چونکہ اس کو مسلمان ہونا منظور نہ تھا، اسی شب کو بھاگ کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں عرض کیا سلطان نے بھی اس کو ہدایتِ اسلام کی مگر وہ مسلمان نہ ہوا۔ بعد انتقال مخدوم کے شیخ صدرالدین دہلی میں آئے، سلطان نے حضرت کی پیشوائی کی اور بہ اعزاز دہلی میں رکھا تمام عمائد دہلی حلقۂ ارادت میں آئے۔ وفات حضرت کی ۸۲۰ھ میں ۱۶ جمادی الآخر کو ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ سراج الدین حافظ قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مخدوم جہانیاں کے تھے اور عالم متبحر اور مفسر صاحبِ کرامت اور کئی سال مرشد کی مسجد میں امامت کی۔ وفات حضرت کی ۸۹۳ھ میں ہوئی۔ مزار کالپی میں ہے۔ صاحبِ اخبار الاخیار نے جو ایک نقل شاہ مدار اور شیخ سراج اور قادر شاہ کی لکھی ہے اس کے دیکھنے سے تعجب ہوا کہ مدار صاحب ان کے دادا پیر تھے یہ ان کے برخلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ذکر حضرت سید برہان الدین قطب عالم بن سید ناصر الدین محمود بن سید جہانیاں قدس سرہٗ

ذکر سید ناصر الدین کا سلسلہ قادریہ میں ہو چکا ہے۔ سید برہان الدین علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ جب گجرات میں پہنچے، سلطان احمد والی گجرات آپ کا مرید ہوا، وفات حضرت کی ۸۵۷ھ میں ہوئی۔ مزار احمد آباد میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ موسیٰ سہاگ قدس سرہٗ

آپ مرید شاہ سکندر بود کے اور وہ مرید شاہ جیو لال قلندر کے، وہ مرید شاہ جمال مجرد کے، وہ مرید شاہ ابراہیم گرم سیل کے، وہ مرید شیخ ابو نجیب سہروردی کے

شہر احمد آباد میں مقیم تھے، ہیجڑوں کے ہمراہ گاتے بجاتے تھے، آپ مستور اولیاء اللہ سے ہیں، کل زنانہ لباس رکھتے تھے۔ نقل ہے کہ احمد آباد میں امساک باراں ہوا۔ بادشاہ نے قاضی شہر کو کہلا بھیجا کہ دعا کیجیے، قاضی روشن ضمیر تھا۔ بادشاہ کو جواب دیا کہ میری دعا سے کچھ نفع نہ ہوگا، اگر شاہ موسیٰ صاحب کو فلاں محلہ سے بلا کر عرض کرو گے تو ضرور پانی برسے گا۔ الغرض بادشاہ اور قاضی دونوں ہیجڑوں کے مکان پر پہنچے، آپ کو تلاش کیا آپ مکان سے باہر آئے۔ بادشاہ اور قاضی نے عرض کیا کہ بارش کے واسطے دعا کیجیے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ گناہگار بندی ہے۔ اس طائفہ میں اپنا گزر کرتی ہے، شاہ موسیٰ کوئی اور ہوں گے جب بادشاہ اور قاضی نے بہت اصرار کیا، آپ نے چشم پُرآب کر کے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ میرے خاوند تو اگر ابھی پانی نہ برسائے گا تو میں ابھی اپنا سہاگ چھوڑتی ہوں۔ یہ کہہ کر قریب تھا کہ آپ چوڑیاں اپنی شکستہ کریں کہ یکایک ابر پیدا ہوا اور ایسا پانی برسا کہ لوگ بیزار ہو گئے۔ بس یہ کرامت دیکھ کر بادشاہ اور تمام خلائق معتقد ہوئی۔

نقل ہے کہ علمائے شہر نے آپ کو جامع مسجد میں بلا کر نماز کے واسطے کہا حضرت اپنا معمولی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان صاحبوں نے وہ لباس اتروا کر سفید لباس پہنوایا آپ نے وضو کیا اور نماز میں شامل ہوئے۔ جب اللہ اکبر کہا، وہ تمام لباس سرخ ہو گیا، بعد نماز کے فرمایا میاں میرا کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ موئے مجھے کہتے ہیں کہ رانڈ ہو جا۔ تمام اہل اسلام یہ کرامت دیکھ کر معتقد ہوئے۔ علماء نے عفو قصور چاہا۔ وفات حضرت کی دسویں رجب ۸۵۳ھ بمقام احمد آباد ہوئی۔ اس وقت شاہ عالم کہ احمد آباد میں مشہور مشائخ تھے انھوں نے اپنے کشف سے حضرت کی وفات کا حال معلوم کر کے اپنے خلیفہ قاضی میاں مخدوم سے کہا کہ تم جلد جا کر شاہ موسیٰ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو اور خبردار رہنا، کوئی آپ کی چوڑی نہ اتارے، وہ جس رنگ میں ہیں اسی میں دفن کرنا۔ چنانچہ آپ اسی طرح دفن ہوئے اور تمام مشائخ احمد آباد مثل مولانا سید عماد الدین سید حضرت شاہ وجیہہ الدین گجراتی اور قاضی اور علماء سب شامل تھے، پھولوں کے روز تمام مشائخ جمع ہوئے اور شاہ موسیٰ کے بالکے کو سید عماد الدین نے اپنے ہاتھ سے چوڑی اور دیگر زنانہ لباس دیا اور سرخ اوڑھنی اڑھائی۔

اس روز سے آپ کے سلسلہ میں چوڑی اور دیگر زنانہ لباس جاری ہے۔ آپ کے فقیر سدا سہاگن کہلاتے ہیں اور مجالس فقراء میں رقص کرتے ہیں اور زبان سے کہتے جاتے ہیں لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ، اور اکثر باکمال ہوتے ہیں۔

ذکر حضرت ابو البرکات سید شاہ عالم قدس سرہٗ

فرزند قطب عالم برہان الدین کے خلیفہ اپنے پدر کے تھے اور حلیہ آپ کا مطابق حلیہ شریف رسول مقبول کے تھا اور اپنے باپ کے منجھلے بیٹے تھے اس وجہ سے منجھلے پیر مشہور ہیں، نہایت رحمدل اور مستجاب الدعوات اور عابد و زاہد تھے۔ ولادت حضرت کی ۸۱۷ھ میں اور وفات بروز شنبہ ۸ جمادی الاول ۸۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار احمد آباد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبد اللطیف داور الملک بن محمود قریشی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ عالم احمد آبادی کے تھے۔ کہتے ہیں کہ پہلے یہ امرائے سلاطین سے تھے بعدہٗ ترک دنیا کر کے شاہ عالم کے مرید ہوئے۔ جو مجذوم یا مبروص حضرت کے پاس آتا چند قطرہ آپ کے آب وضو کے پیتے ہی اچھا ہو جاتا تھا۔ آخر قصبہ موڑنی علاقہ گجرات میں بماہ ذیقعد ۸۸۹ھ میں شہادت پائی۔ مزار مرجع خلائق ہے۔

ذکر حضرت سید کبیر الدین حسن قدس سرہٗ

آپ مرید خاندان مخدوم جہانیاں کے تھے بہت بڑے سیاح اور صاحب ولایت کہ عمر آپ کی ۱۸۰ برس کی تھی اور صاحب خوارق اور کرامت تھے۔ جو مرتد اور کافر آپ کے روبرو آتا مسلمان ہوتا۔ وفات حضرت کی ۸۹۶ھ میں ہوئی مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ عبد اللہ قریشی ملتانی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی تھے۔ آپ کے بزرگ دہلی میں آ رہے، یہ حضرت قدم بقدم اپنے دادا کے تھے۔ آخر

سلطان سکندر لودھی نے اپنی دختر کا نکاح حضرت سے کیا۔ اوائل میں ہزار نفل روزانہ پڑھتے اور تین ختم کرتے تھے۔ بعدہٗ کبھی جذب بھی ہو جاتا تھا۔ ایک روز حالت جذب میں بالاخانہ پر سے گرے مگر کچھ آسیب نہ پہنچا۔ اسی طرح ایک بکری کے بچہ کو حالت جذب میں زمین پر دے مارا وہ مر گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ بچہ افسوس آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اگر مارا ہے تو زندہ کرنا بھی مناسب تھا۔ یہ سن کر اٹھے اور اس مُردہ کو اٹھا کر فرمایا کہ چل پھر بدنام نہ کر۔ وہ اسی وقت چلنے پھرنے لگا۔ ایک روز خدام کو حکم دیا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہے۔ سب کو باہر رکھ کر اس میں آگ دیدو۔ شاہ احمد آپ کے پسر کہ خورد سال تھے وہ بھی موجود تھے کہنے لگے کہ پدر ایک ایک چیز باہر لا کر آگ لگانے میں تو بہت دیر ہو گی حکم دیجیے تو سارے گھر میں آگ لگا دیں کہ سب ایک بار جل جائے۔ یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سماء الدین سہروردی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سید کبیر الدین اسماعیل نبیرہ مخدوم جہانیاں کے، علوم ظاہری و باطنی میں جامع تھے، نہایت متقی اور متوکل۔ آخر دہلی میں متمکن ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے مفتاح الاسرار وغیرہ کتب ہیں۔ اور حاشیہ لمعات عراقی لکھا۔ بعدہٗ نابینا ہو گئے تھے۔ لکھا ہے کہ شہاب الدین خاں فرمان نویس سلطان بہلول کا پسر شیخ محمد فسق و فجور میں مشہور تھا۔ ایک بار شیخ کی مجلس میں آیا۔ خدام نے اس کو نکالنا چاہا کہ یہ جگہ ایسے شخص کی نہیں ہے۔ آپ نے معلوم فرما کر کہا ؎

طالب دیدار چہ ہشیار چہ مست ✿ ہمہ جا خانہ عشق چہ مسجد چہ کنشت

یہ سنتے ہی شیخ محمد کو حالت ہوئی اور مرید ہوا۔ بعد اس کے کوئی امر خلاف شرع عمل پھر نہ کیا۔ آپ کے بھائی سے روایت ہے کہ بارہ برس کی عمر سے کبھی نماز تہجد فوت نہ ہوئی اور ایک ستارہ کا اندازہ کر رکھا تھا، تمام شب تا وقت تہجد روشن دان حجرے سے اس تارہ کو شوق تہجد میں دیکھا کرتے تھے۔ ناگور کے علاقہ میں ایک نیک بی بی آپ کی مریدہ تھی، اس کے یہاں ایک گائے تھی، وہ اس کا دودھ دہی شیخ کی نذر کیا کرتی تھی۔ اتفاقاً

جب وہ گجرات کو چلی، گائے بھی اس کے ہمراہ تھی، راستے میں چوروں نے لے لی، اس نے آکر شیخ سے عرض کی کہ میری گائے چوروں سے منگوا کر مجھے دیجیے، یہ کہہ کر نماز میں مشغول ہوئی کہ خادم شیخ نے آواز دی کہ بی بی تمہاری گائے حاضر ہے لو، بی بی نے نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو اپنی گائے پائی۔ بعد انتقال لودھی کے شیخ اس کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعدہٗ مراقبہ کر کے اٹھے اور فرمایا کہ اس مرد نے دنیا میں بھی عیش کیا اور اہل اللہ کی محبت کے تصدق سے بعد مرنے کے بھی رتبہ بلند پایا، ایک روز کسی درویش نے عین القضات ہمدانی کا مکتوب شیخ کے نام پیشکش کیا۔ آپ نے دو تین ورق پڑھ کر فرمایا کہ عین القضات مرد بزرگ صاحب کرامات تھا۔ ایک روز اس کی بیس جگہ دعوت تھی۔ ایک وقت میں بیس جگہ کھانا کھایا اور اپنی خانقاہ میں بھی فقیروں کے ساتھ کھایا۔ یہ سن کر ایک فقیر کے دل میں خطرہ گزرا کہ ایک تن واحد بیس جگہ کیونکر گیا ہوگا اور خانقاہ سے بھی باہر نہ نکلا اور سب جگہ جا کر باہر کھانا کھایا، سمجھ میں نہیں آتا، آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر بعد نماز مغرب حجرہ میں جا کر باواز بلند اس کو پکارا، اس نے اندر جا کر دیکھا کہ شیخ پانچ تن سے حجرہ میں موجود ہیں، یہ دیکھ کر حیران ہوا اور سمجھا کہ میرے خطرہ کو معلوم کر کے مجھ کو پانچ صورتیں دکھلائیں۔ معاً شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو ایسی قوت دی ہے کہ سو جگہ جاویں اور گھر سے باہر قدم نہ رکھیں۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۱۷ جمادی الاول ۸۱۰ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبد الجلیل قطب عالم جونپوری

فرزند شیخ ابوالفتح بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ شہاب الدین بن شیخ نورالدین بن سلطان التارک بن حمیدالدین حاکم صاحب کرامت اور قطب وقت تھے، مرید اپنے والد کے، بعد سیاحی بسیار قصبہ ہوکہ مزار شیخ حمیدالدین حاکم پر چندے رہ کر بحکم الٰہی روانہ بطرف لاہور ہوئے، راستہ میں خواب میں دیکھا کہ بابا فرید فرماتے ہیں کہ میرے مزار پر آن کر اپنا حصہ لے۔ بعد اس کے لاہور جائیو، آپ ملے اجودھن پہنچ کر وہاں ایک چلہ کیا اور فیضان حاصل کر کے لاہور میں آکر مقیم ہوئے، ایک روز سیر

کرتے ہوئے کنارہ دریا کے پہنچے۔ دیکھا کہ ایک عورت دہی بیچتی لاہور کو آتی ہے آپ نے وہ دہی اس سے مول لیا اور فرمایا کہ اس برتن کو زمین پر توڑ دے۔ جب اس نے توڑا تو اس دہی میں سے مرا ہوا سانپ نکلا۔ وہ عورت متعجب ہو کر اپنے گھر آئی۔ رامون اپنے پسر اور اپنے شوہر سے کہ جو گاؤں کا نمبردار تھا، یہ کیفیت بیان کی۔ صبح دونوں باپ بیٹے حضرت کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے اور مرید ہو کر اولیاء ہوئے۔ رامون کا نام شیخ جلال رکھا تذکرہ عبدالجلیل میں شیخ ابا بکر لکھتے ہیں کہ ایک روز میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا میرے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، میرے دل میں گزرا کہ اگر یہ سبز ہو جاوے، میں بھی حضرت کا مرید ہوں۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم فرما کر ہنس کر کہا کہ اللہ قادر ہے، چوب کو دراز کر سکتا ہے، اسی وقت وہ لکڑی کئی بالشت بڑھ گئی۔ میں قدموں پر گرا اور مرید ہوا، لکھا ہے کہ شیخ دلائل الخیرات بہت پڑھتے تھے اور جس پر مہربان ہوتے تھے، دلائل الخیرات پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے، لکھا ہے کہ غرہ رجب ۹۰۲ھ میں آپ کے یہاں ایک مجلس تھی اور شیخ یونس اور شیخ میٹھا سیہ پوش، شیخ موسیٰ آہنگر، ملا قربی، شیخ جلال، شیخ زین العابدین، مولانا بخاری، خلفائے عالی حضرت کے بھی حاضر تھے کہ یکایک شیخ نے سر سجدہ میں رکھا اور انتقال کیا۔ وقت غسل کے سلطان سکندر کہ اس وقت لاہور میں تھا، غسل میں شامل ہوا جب غسل سے فارغ ہوئے، شیخ کی زبان سے اسم ذات تین دفعہ سرزد ہوا۔ یہ سن کر بعض نے جانا کہ ابھی زندہ ہیں اور دو گھڑی تک ہونٹ ہلتے رہے۔ آخر شہر سے باہر لا کر دفن کیا۔

ذکر حضرت قاضی نجم الدین گجراتی قدس سرہ

آپ مرید شاہ عالم گجراتی کے تھے۔ اوائل میں یہ فقراء سے متنفر تھے اور احکام شرع کے جاری کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے، یہاں تک کہ سنار کے پاس بادشاہ کا تاج دیکھ کر اس کو چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ مقدمہ سلطان محمود والیٔ گجرات کے حضور میں پہنچا، بپاس شریعت صبر کیا اور کہا کہ قاضی شریعت میں راسخ ہے، شاہ عالم کو مزامیر سننے سے کیوں نہیں روکتا۔ قاضی یہ بات سن کر چند مسائل حرمتِ مزامیر وغیرہ میں بروز جمعہ شاہ عالم کی خانقاہ میں لے آیا، شاہ عالم کو دیکھتے ہی

اس کے دل پر رعب چھا گیا۔ بات کرنے کی طاقت نہ رہی، شاہ عالم نے فرمایا کہ قاضی تیرے ہاتھ میں کیسا کاغذ ہے۔ قاضی نے کاغذ آپ کے ہاتھ میں دیا اسی وقت وہ سفید ہو گیا کل حروف اڑ گئے، شاہ عالم نے وہ کاغذ قاضی کو دے کر کہا۔ دیکھ یہ کاغذ اس میں کیا لکھا ہوا تھا۔ قاضی نے جو اپنا کاغذ لے کر دیکھا تو اس میں حرفوں کا نام بھی نہ تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر اس کے ہوش جاتے رہے اور با اعتقاد تمام اسی وقت مرید ہوا۔ وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار گجرات میں ہے۔

ذکر حضرت سید عثمان شاہ جھولا بخاری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت سادات اوچ کی اولاد سے تھے۔ جب لاہور میں آئے، مرجع خلائق ہوئے اور تمام علما آپ کے معتقد رہے، آپ اولاد سے مخدوم جہانیاں کی ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۸ ربیع الاول ۹۱۲ھ میں ہوئی، مزار قلعہ لاہور میں ہے۔ جب اکبر اعظم نے قلعہ بنوایا، مزار اندر آ گیا، پنج پیر مشہور ہیں۔

ذکر حضرت علیم الدین قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ عبد الجلیل چوہر قطب عالم لاہوری کے تھے، صاحب ذوق وشوق اور صاحب باطن گزرے ہیں۔ ہمیشہ اپنے پیر کے کپڑے دھونے میں مصروف رہتے تھے، اسی وجہ سے حضرت علیم الدین گاذر مشہور ہیں، بعد تکمیل کار درویشی خرقہ خلافت پا کر جنیدہ پٹیالہ کی طرف رخصت ہوئے اور ۹۶۶ھ میں وفات پائی۔ مزار موضع چرپی میں ہے ہر سال عرس میں ہزاروں دھوبی جمع ہوتے تھے۔

ذکر حضرت قاضی محمود گجراتی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ عالم گجراتی کے تھے۔ خوب شعر فرماتے تھے لکھا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا اور قبر میں لٹایا تو آپ کے والد نے آپ کا کفن اٹھا کر منہ دیکھنا چاہا، آپ نے آنکھ کھول کر دیکھ کر باپ کی طرف تبسم کیا انھوں نے کہا کہ بابا محمود! یہ کیا لڑکپن کی باتیں ہیں، اسی وقت آنکھیں بند کر لیں۔ وفات حضرت کی ۹۲۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت موسیٰ آہنگر لاہوری قدس سرہٗ

آپ اولیائے نامدار و غفار باوقار شیخ عبد الجلیل کے تھے۔ پہلے شیخ بہاؤالدین کے صاحب سجادہ ہوئے، بعدہٗ شیخ شہر اللہ سے بیعت کی، بعد ان کے انتقال کے شیخ عبد الجلیل کی خدمت میں کار فقر کی تکمیل کی۔ تذکرہ عبد الجلیل میں لکھا ہے کہ شہر اللہ کا جب وقت اخیر پہنچا، شیخ موسیٰ نے عرض کی کہ میری تکمیل پوری نہیں ہوئی۔ میں کیا کروں؛ فرمایا کہ عبد الجلیل لاہوری کی خدمت میں جا اور اپنا نصیبہ لے۔ بعد وفات شیخ کے بیرون خانقاہ عبد الجلیل کے آکر خاموش فقیروں میں بیٹھ گئے شیخ نے نور باطن سے معلوم کر کے حجرہ میں سے فرمایا کہ ملتان سے جو موسیٰ آیا ہے اس کو میرے پاس لاؤ۔ خدام نے دریافت کیا کہ شیخ موسیٰ کہاں ہیں، آخر ان کو لے کر شیخ کی خدمت میں گئے۔ شیخ نے دو بیگھہ زمین قریب خانقاہ کے واسطے رہنے کے دی۔ یہ وہاں مکان بنا کر لوہار کا کام کرنے لگے۔ ایک روز ایک خوبصورت عورت تکلا درست کروانے آئی اور اس کی مزدوری ٹھہرا کر تکلا آپ کو دیا۔ آپ نے تکلا اہرن میں دیا، ایک ہاتھ سے کہلانت دھونکنی شروع کی۔ ایک ہاتھ میں ہتھی لی، اور آپ اس کے حسن و جمال کے مشاہدہ میں صنعتِ کاملہ پروردگار عالم کو دیکھنے لگے۔ کچھ دیر گزر گئی، اس عورت نے خفا ہو کر کہا کہ یہ تیری کیا دکانداری ہے کہ پرائی عورت کو دیکھتا ہے، خدا سے نہیں ڈرتا۔ تکلا بنانا چھوڑ کر میاں ہی دیوانہ ہو گیا۔ یہ سن کر آپ کا دل بیدار ہوا۔ اور اس تکلے کو آگ میں سے نکال کر اپنی آنکھ میں پھیرا اور کہا کہ اے مادر، اگر تجھے دیکھا ہو تو آنکھیں جل جاویں اور اگر تیرے بنانے والے کو دیکھا ہو تو یہ سونا ہو جاوے، اسی وقت وہ تکلا سونے کا ہو گیا یہ کرامت دیکھ کر اس کا دل پھر گیا، مستانہ جام عشق ہو کر دیوانہ وار پھرنے لگی۔ اہل خانہ اس کو قید کرتے تھے، مگر ہر صورت قید سے چھوٹ کر دیوانہ وار پھرنے لگتی تھی آخر اسی حال میں ایک روز مر گئی۔ شیخ موسیٰ نے اس کے مرنے کا حال معلوم فرما کر اس کے پاس جا کر اس کے گھر والوں سے کہا کہ تجہیز و تکفین اس کشتہ عشق الٰہی کا ابھی نہ کرو، شاید نہ زندہ ہو یہ کہتے ہی اس عورت نے حرکت کی اور زندہ ہو گئی اور تا حیات شیخ کی خدمت میں رہی

بعد انتقال کے وہ پاکدامن حضرت کے پاس مدفون ہوئی۔ نقل ہے کہ شیخ موسیٰ نے چاہا کہ اپنا مقبرہ تیار کرادیں، اثنائے تیاری میں چند معمار ہندو بھی تھے۔ انھوں نے گنگا کے نہان کی آپ سے رخصت چاہی، آپ نے رخصت نہ دی، جب وہ بہت مُصر ہوئے تو فرمایا کہ جب وہ دن آئے مجھے خبر دینا، میں گنگا پر تمھیں پہنچادوں گا۔ آخر جب وہ دن آیا۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ آج دن نہان کا ہے آپ نے فرمایا کہ خانقاہ کے باہر جو حوض ہے اس میں غوطہ لگاؤ، گنگا میں نکلو گے۔ حسب الحکم جاکر غوطہ مارا اور پھر سر نکالا تو اپنے آپ کو گنگا میں پایا، بہت خوش ہوئے اور تمام رسوم اپنی ادا کرکے پھر دریا میں غوطہ مارا اور پھر جب سر نکالا تو اپنے آپ کو شیخ کے حوض میں پایا۔ وفات حضرت کی ۹۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد حاجی عبدالوہاب قدس سرّہٗ

آپ اولاد سے سید جلال الدین شریف اللہ کی تھے اور ملتان میں رہتے تھے۔ دو بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے سلطان سکندر لودھی کو آپ سے بہت محبت اور ارادت تھی، آپ کی توجہ سے اس کو مرتبۂ فنا فی الشیخ حاصل ہوا، آپ صاحب تفسیر قرآن بھی ہیں۔ وفات حضرت کی بمقام دہلی ۹۳۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبداللہ بیابانی قدس سرّہٗ بن مولانا سماء الدّین

یہ حضرت صاحب زہد اور تجرید و تفرید تھے اور اپنی ہستی کو بالکل گم کرچکے تھے اپنی نسبت جو کلمہ فرماتے وہ صیغہ غائب کا ہوتا تھا، برائے ہر نماز غسل تازہ فرماکر دھوئے ہوئے کپڑے پہن کر نماز ادا کرتے اور جوار روضہ حضرت سلطان المشائخ میں مشغول رہتے حضرت ہمایوں بادشاہ نے کئی بار بہت کچھ پیش کیا آپ نے قبول نہ فرمایا بلکہ عدالت کے بارے میں ہدایت فرماتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۳۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جمالی قدس سرہٗ

آپ مرید مولانا سماء الدین کے اور شاعری میں استاد وقت تھے نام جمال خاں اور تخلص جمالی تھا۔ دوبار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور بابر و ہمایوں دونوں بادشاہ آپ کی عزت کرتے تھے۔ مولانا جامی اور مولانا روم سے بھی ہم صحبت رہے ہیں۔ نعت میں آپ فرماتے ہیں ؎

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات ٭ تو عین ذات مے نگری در تبسمی

وفات حضرت کی دسویں ذیقعدہ ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ عہد ہمایوں بادشاہ میں مقبرہ عالی دہلی میں بمقام مہرولی جوار روضہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جانب مشرق متصل باغ محمد شاہی کہ باغ ناظر مشہور ہے۔ زیارت گاہ خلائق جمالی کمالی مشہور ہے ہمایوں بادشاہ کا بنوایا ہوا ہے۔

ذکر حضرت شیخ اودھن زین العابدین دہلوی قدس سرہٗ

جد مادری شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرید مولانا سماء الدین کے، صائم الدہر، قائم اللیل کہ مزاج میں نہایت انکسار تھا متواضع، متوکل، متقی اور مرجع خلائق تھے۔ وفات حضرت کی ۹۴۲ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت سید جمال الدین قدس سرہٗ

آپ مرید قطب الاقطاب، سید عبدالوہاب دہلوی کی اولاد سے سید شریف اللہ کی، آخر کشمیر میں آکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے اور سلسلۂ سہروردیہ میں شیخ حمزہ کشمیری کے مرید ہوئے۔ بعد عطائے خرقہ خلافت کے پھر دہلی میں آئے اور ۹۴۸ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت ملا فیروز کشمیری قدس سرہٗ

آپ عین جوانی میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے بعدہٗ ہند میں آکر تحصیل علوم میں مصروف ہوئے اور حضرت عبدالسلام سے تعلیم پائی اور دہلی میں

مرجع خلائق ہوئے۔ اکبر اعظم نے ہر چند آپ کو دہلی میں رکھنا چاہا مگر واپس کشمیر میں تشریف لے جاکر ۹۷۲ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت مخدوم سلطان شیخ حمزہ کشمیری قدس سرہ

آپ سر حلقہ مشائخان کشمیر و مرجع خلائق تھے کہ عالم خوردسالی میں شہر کشمیر میں آکر عبادت شاقہ میں مشغول ہوئے اور روحانیت حضرت سرورِ عالم سے تربیت پائی۔ بعدہٗ حاجی عبدالوہاب بخاری دہلوی سے بیعت کرکے چھ ماہ میں مدارجِ درویشی طے کرکے خرقہ خلافت لیا۔ شب و روز نالہ و گریہ وزاری میں رہتے۔ بسبب بیداری اور کثرت اذکار کے مغز سر گداز ہوگیا تھا۔ اور مریدوں کے عقدے جلد حل فرماتے تھے۔ آپ کے خلیفہ شیخ بابا داؤد خاکی وردالمریدین میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کو کل سلسلوں میں اجازت تھی اور مرتبۂ ابدالیت رکھتے تھے مزامیر بالکل نہیں سنتے تھے۔ جس قسم کا بیمار آپ کی خدمت میں آتا تھا شفاء پاتا تھا۔ وفات حضرت کی ۹۸۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نوروز ریشی کشمیری قدس سرہ

حضرت پہلے امرائے کشمیر میں سے تھے بڑے ظالم اور جابر مشہور تھے۔ ایک روز برائے شکار شیر جنگل میں پہنچے ناگاہ شیخ نیک ریشی کہ اولیائے کبرویہ سے تھے۔ ان کو دیکھ کر اپنے ملازمان سے جدا ہوکر ان درویش کے پاس آئے۔ دیکھا کہ درویش کے آگے دسترخوان بچھا ہوا ہے اور جانورانِ صحرائی کھا رہے ہیں۔ اتفاقاً ایک ریچھ نے ایک گیدڑ کے حصہ پر دست دراز کیا اس نے اس درویش سے استغاثہ کیا شیخ نے فرمایا کہ اے ریچھ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوروز ظالم کا سایہ تجھ پر پڑا کہ گیدڑ کے حصہ پر تونے دست دراز کیا۔ یہ سن کر ریچھ ڈرا، شیخ نوروز نے یہ سنکر اپنے کپڑے پھاڑ کر نہایت شوق سے ان درویش کی خدمت میں حاضر ہوکر مقامات سلوک طے کیے۔ وفات ۹۹۸ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت بابا داؤد خاکی کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ حمزہ کے تھے۔ مشہور اولیائے کشمیر سے گزرے ہیں۔ نہایت بابرکت تھے۔ دستور السالکین و قصیدہ جلالیہ تالیف فرمایا۔ آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے سید احمد کرمانی و مولانا شیخ محمد مخدوم قاری و میر سید اسماعیل شامی قادری سے فیضان حاصل کیے۔ جب بدمذہبی سلاطین چکان کی دیکھی، ہندوستان میں آئے چندے لشکر اکبر اعظم میں رہے۔ بعدہٗ ہمراہ قاسم خان میر بحری کشمیر میں تشریف لائے اور ۹۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت سیّد جھولن شاہ گھوڑی بخاری لاہوری بن سیّد شاہ محمد ابن سیّد عثمان جھولا بخاری لاہوری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے مخدوم جہانیاں کے تھے۔ پانچ برس کی عمر سے ظہور کرامت ہونے لگے تھے۔ وفات حضرت کی دسویں ربیع الاول ۱۰۰۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد شاہ محمد والد سیّد جھولن شاہ گھوڑی قدس سرہٗ

حضرت بعد انتقال اپنے پدر اوچ میں آئے، بہ اجتماع کثیر موضع چک سردہ علاقہ کلانور میں آئے۔ وہاں کا زمیندار آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر مرید ہوا۔ اور ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے فرزند یہ تھے: سید عبدالملک، سید بہاؤ الدین، جھولن شاہ مشہور گھوڑی شاہ، سید شاہ عالم، بہاؤ الدین شاہ، نورنگ شاہ کہ مظہر کرامت تھے۔ مزار موضع بلکھا علاقہ لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسن کنجدی لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ جمال لاہوری کے تھے۔ پہلے غلہ فروشی کرتے تھے۔ جب شاہ جمال کے مرید ہوئے۔ حسب الحکم ان کے اپنے ہاتھ سے تولنا موقوف کیا۔ خریدار تول کر خود لے جایا کرتے تھے، جو زیادہ لے جاتا تھا اس کے

گھر جا کر کم ہو جاتا تھا۔ جو پورا لے جاتا تھا زیادہ ہوتا تھا، چند سال اسی طرح گزرے، یہاں تک دولت بڑھی کر تولنے کا باٹ سنہری کروایا اور پیر کا شکرانہ ادا کیا اور آپ کی عنایت سے یہاں تک دولت بڑھی، پیر نے فرمایا کہ اس کو دریا میں ڈال، آپ نے جا کر دریا میں ڈال دیا۔ وہ ایک شخص کو ملا، اس نے لا کر ان کو دیا۔ انھوں نے پھر پیر سے عرض کیا کہ میں نے دریا میں ڈال دیا تھا۔ مگر پھر وہ میرے پاس آگیا، شیخ جمال نے فرمایا کہ تو نے جو کم تولنا چھوڑا یہ اس کی برکت ہے۔ جو مال وجہ حلال سے پیدا ہوتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا۔ میں نے تیری راستی کا امتحان کیا تھا۔ یہ سنتے ہی آپ نے تمام مال واسباب راہ خدا میں دے کر ریاضت اور عبادت میں مشغول ہو کر کار بہ تکمیل پہنچایا۔ چنانچہ آج تک آپ کی کرامت زبان زد خلائق ہے۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۲ھ میں ہوئی، مزار پُر انوار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بُخاری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے سید جلال الدین شریف اللہ سرخ بخاری اوچی کے تھے اور اپنے وقت میں مقتدائے زمانہ ہوئے ہیں، حسب الحکم اکبر اعظم عین معرکہ چتوڑ میں پہنچ کر بادشاہ کی فتح کے واسطے دعا کی اور چتوڑ فتح ہوا۔ بادشاہ نے معتقد ہو کر بہت جاگیر علاقہ پرگنہ پٹیالہ میں عطا کی اور بعض گاؤں علاقہ لاہور میں ہی ہیں۔ لاہور میں ہدایت خلق اور نفع رسانی مساکین میں مصروف رہتے تھے، لنگر خانہ جاری تھا۔ ایک روز آپ کی مجلس میں کسی نے کہا کہ سید سندی نہیں، جو سندی سید ہوتے ہیں، آگ میں ان کا بال تک نہیں جلتا، ایسے سید کہاں پیدا ہوتے ہیں، یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور کاٹھ کی ایک ہانڈی منگوا کر اس میں چاول پکا کر اس منکر کو دکھائے اور فرمایا کہ تو نے دیکھا کہ سید سندی ہے یا نہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۳ھ میں ہوئی، عمر آپ کی ۷۰ برس کی تھی۔

ذکر حضرت سیّد سُلطان جلال الدین حیدر بن سیّد صفی الدین

بُخاری برادر میراں محمد شاہ موج دریا قدس سرّہٗ

حضرت کمال ظاہری و باطنی اور ترک و تجرید میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، گویا مخزن الکرامات تھے بلکہ جو جاگیر عطیہ اکبر اعظم اپنے بھائی سے بھی نہ ملتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۶ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں پاس بی بی باج وتاج ہے۔ عوام لوگ آپ کے روضہ کو استاد حضرات بیبیاں کہتے ہیں۔ اولاد آپ کی موضع بھوگی وال متصل لاہور کے سکونت پذیر ہے۔

ذکر حضرت خواجہ مسعود کشمیری قدس سرّہٗ

آپ اول پیشہ نجاری کا کرتے تھے۔ یکایک تمام تعلقات چھوڑ کر جنگل میں جا کر تین مہینے بے خور و خواب عبادت میں بسر کیے، بعدہٗ باشارہٗ حضرت خضر بابا داؤد خاکی کی خدمت میں حاضر ہو کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچایا اور سپانپور کہ جہاں زعفران پیدا ہوتی ہے۔ وہاں تشریف رکھتے تھے اور بوجہ حلال ایام گزاری کرکے ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت بابا روپی ریشی کشمیری قدس سرّہٗ

آپ مرید شیخ حمزہ کے تھے۔ عمر آپ کی ۱۲۰ برس کی ہوئی۔ سو برس صائم الدہر رہے، سوائے ایک کپڑا پشمینہ کے دوسرا نہ رکھتے تھے۔ ۱۰۲۴ھ میں حالت روزہ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر محلہ کدل میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد عمادی الملک بن سیّد شاہ محمد بھولا بخاری

آپ اولیائے لاہور سے گزرے ہیں۔ ایک روز ایک شخص نے پارس آپ کی نذر کیا فرمایا کہ میرے سجادہ کے نیچے رکھ دے۔ چند سال کے بعد وہ شخص آیا کہ جس نے پارس دیا تھا اور پارس طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تو نے رکھا تھا وہاں ہی سے لے لے اس نے مصلّی

اٹھا کر دیکھا تو پارس موجود پایا اور حیران رہا اور اس شکل کے اور بھی پتھر رکھے دیکھے حضرت نے خاص اس کا پتھر اٹھا کر اس کو دے دیا اور فرمایا کہ فقیر کو سوائے نام خدا کے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں اور خاصان خدا جس پتھر پر نظر ڈالتے ہیں وہ ہی پارس ہو جاتا ہے، یہ کرامت دیکھ کر وہ مرید ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۹ھ میں ہوئی۔ پہلے مزار آپ کا سید جھون شاہ گھوڑی کے مزار کے سامنے تھا۔ بعد اس کے آپ کی نعش متصل مزار شاہ بلاول کے علیحدہ چبوترے پر دفن کی گئی، کہتے ہیں کہ سکھوں کی عملداری میں آپ کا مقبرہ مسمار ہوا، دیکھا تو نعش بدستور رکھی تھی کفن بھی میلا نہ ہوا تھا۔

ذکر حضرت شاہ ارزانی قادری سہروردی پٹنوی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ بہلول دریائی کے تھے، بعد انتقال شیخ بہلول کے خاندان سہروردیہ سے فیضیاب ہوئے۔ گویا ذات بابرکات مجمع البحرین تھی۔ مقتدائے قادریہ پیشوائے سہروردیہ گزرے ہیں۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ تمام پٹنہ کے جنگل میں بعبادت حق مصروف رہتے تھے۔ رات کو تمام مسجدوں میں پانی بھرا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کئی بار احیائے اموات حضرت سے ظاہر ہوا۔ حضرت شاہجہان کو عہد شہزادگی سے آپ سے بہت اعتقاد تھا۔ جب شاہجہان بادشاہ ہوئے۔ آپ کی خانقاہ تعمیر کرائی۔ اس کے خرچ کے واسطے بہت کچھ معاف فرمایا چنانچہ آج تک اس خانقاہ سے فیض عام اور مسافر نوازی جاری ہے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار شہر پٹنہ میں ہے۔

ذکر حضرت بابا نصیر الدین کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید بابا داؤد کشمیری کے تھے۔ آپ کو لڑکپن سے عبادت کا شوق تھا۔ سوائے خشک روٹی جو کے دوسری چیز نہ کھاتے تھے تمام مشائخین وقت آپ کا اعزاز کرتے تھے اور حضرت ہمیشہ خدمت مسافراں و مسکیناں میں کمربستہ رہتے تھے۔ ایک بار آپ کا ایک مرید تبت میں بہ تہمت قتل گرفتار ہو کر قریب تھا کہ مارا جائے۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم فرما کر بزور کرامت بوقت نیم شب تبت میں پہنچ کر چھڑا لایا اور

اور طرفۃ العین میں کشمیر لائے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ بجارہ علاقہ کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد شہاب الدین نبیرہ ابن میراں محمد شاہ موج دریا قدس سرہٗ

آپ صاحبِ ولایت موروثی اور قطب الوقت صاحبِ ذوق وشوق اور صاحبِ ہدایت وکرامت وخوارق تھے۔ لکھا ہے کہ شیر شاہ حاکم پنجاب سوائے اپنے دوسرے کو سید صحیح النسب نہیں جانتا تھا اور غرور سے برائے امتحان سادات ایک شیر کو پنجرہ میں بند کیا اور ایک تنور آہنی اور ایک زنجیر آہنی بنوائی اور سادات پنجاب کو جمع کر کے کہا کہ جو کوئی اس گرم تنور میں بیٹھے یا شیر کو زنجیر سے باندھے وہ سید ہے، ورنہ میں قید کروں گا۔ آخر بہت سیدوں کو قید کیا۔ جب یہ خبر سید شہاب الدین کو ہوئی۔ پٹیالہ سے مع ایک خادم کے موضع چونڈیں کہ جہاں شیر شاہ حاکم تھا، پہنچ کر شیر کے پنجرے کے آگے جاکر شیر کو باہر نکال کر اس کے کان پکڑ کر فرمایا کہ تو اپنی جگہ جا، بعد اس کے لکڑی کا تیر لے کر بزورِ کرامت زنجیر آہنی کو چھیدا۔ یہ خبر شیر شاہ کو پہنچی اسی وقت دوڑا آیا اور عرض کی کہ دو نشانیاں تو ظاہر ہوئیں، ایک باقی ہے۔ آپ نے اپنا رومال اپنے خادم محمد اشتنی آہنگر کو دے کر ارشاد کیا کہ بسم اللہ کہہ کر تو تنور میں جاکر پھر آ۔ یہ کرامت دیکھ کر شیر شاہ بعجز تمام مرید ہوا اور تمام اپنا مال ان سیدوں کو جن کو قید کیا تھا، دیکر رخصت کیا اور خود ترکِ دنیا کی۔ وفات حضرت سید شہاب الدین کی سنہ ۱۱۰۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد عبد الرزاق مکی قدس سرہٗ

آپ مرید میران شاہ موج دریا کے تھے۔ تارک الدنیا جامع الکمالات ظاہری وباطنی۔ یہ حضرت غزنی سے آکر چندے پشاور میں قیام پذیر رہے۔ بعد اس کے دہلی آکر بزرگان راقم کی ملازمت میں رہے آخر دنیا اور اہل دنیا سے متنفر ہو کر شب و روز عبادت میں معروف رہ کر سنہ ۱۱۰۱ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ آپ کا نیلا گنبد مشہور ہے۔

ذکر حضرت شاہ جمال قادری سہروردی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ لکرا بیگ کے تھے یعنی

شاہ جمال مرید شیخ لکرا بیگ کے۔ وہ مرید شاہ شرف کے، وہ مرید شاہ معروف کے، وہ مرید جعفر الدین کے، وہ مرید رفیع الدین سہروردی کے، وہ مرید شیخ جمال کے اور وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے، وہ مرید شیخ بہاؤ الدین ملتانی کے۔ یہ حضرت سادات حسینی تھے۔ آپ کی اولاد تا حال سیالکوٹ میں موجود ہے۔ انھوں نے لاہور آکر سات منزلی خانقاہ بنوائی۔ نواب سلطان بیگم دختر اکبر اعظم کا باغ اور تالاب کہ نزدیک خانقاہ کے تھا۔ ان کو ناگوار گزرا، ان کو کہلا بھیجا کہ تم فقیر اور ہمارے دعاگو ہو۔ خلاف ادب ہے کہ تمہارا مکان ہمارے مکان سے بلند ہو، اگر بطور خود اس دمدمہ کو نیچا کر لو تو بہتر ہے ورنہ منہدم کروا دیا جائے گا۔ یہ سنکر آپ نے ہنس کر فرمایا کہ بہتر ہے کہ یہ دمدمہ آج کی رات پست ہو جائیگا اور گھر فقیر کا قیامت تک رہے گا۔ باغ چند روزہ ہے۔ جب رات ہوئی آپ نے سماع دگانا کرایا اور حالتِ وجد میں کھڑے ہوئے اور زمین پر ایک لات ماری تمام منزلیں اس کی غرق زمین ہوئیں۔ تین بالائے زمین ہنوز موجود ہیں۔ مشہور ہے کہ تعمیر دمدمہ کے واسطے معمار نہ ملتے تھے کیونکہ شاہجہانی عمارتیں تیار ہو رہی تھیں، چند معماروں کو آپ نے بلا کر فرمایا کہ ہمارا کام بھی کرو، انھوں نے عرض کیا کہ دن کو فرصت نہیں، آپ نے فرمایا کہ رات کو ہمارا کام کرو اور دن کے برابر مزدوری لو۔ پس بہت سے معمار مشعل کی روشنی میں رات کو کام کیا کرتے تھے۔ ایک روز تیل نہ تھا آپ نے فرمایا کہ چراغوں میں پانی ڈال کر روشن کرو، تمام شب وہ پانی مثل تیل کے جلا۔ دودمل کھتری کہ لاولد تھا، کبھی کبھی آپ کی خدمت میں آتا تھا۔ مدعا اس کا یہ تھا کہ میرے اولاد پیدا ہو، ایک روز اس نے کئی خربزے لاکر نذر کیے، آپ نے دو خربزے اس کو دیے اور نماز عصر میں مشغول ہوئے، وہ سمجھا کہ شاید بعد نماز کے نوش کریں گے، مجھ کو تراشنے کو دیے ہیں۔ چنانچہ ایک خربزہ اس نے تراشا تھا کہ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر اس سے فرمایا کہ تو نے کیا کیا۔ میں نے وہ خربزے اس واسطے دیے تھے کہ تم دونوں میاں بیوی

مل کر کھاؤ اور تیرے واسطے اللہ سے دو فرزند مانگے تھے، اچھا ہوا کہ ایک ہی تراشا، ایک فرزند ہندو اور ایک مسلمان ہوگا، مسلمان میرا مرید اور ہندو تیرا۔ پس وہ دونوں خربوزے لے کر گھر آیا اور دونوں میاں بیوی نے مل کر کھائے۔ اسی شب کو وہ حاملہ ہوئی۔ بعد نو مہینے کے دو لڑکے پیدا ہوئے، ایک مختون، دوسرا غیر مختون۔ وہ وہ مل مختون لڑکے کو آپ کی خدمت میں لے کر آیا، آپ نے فخر الدین اس کا نام رکھ کر اپنے پاس رکھا اور بعد آپ کے وہی صاحب سجادہ ہوئے۔ چنانچہ فخر الدین کی اولاد ہنوز موجود ہیں اور وہ مکان کہ شاہ جمال نے محلہ چوری موڑی میں خریدا تھا، فخر الدین کے واسطے اب تک وہ شاہ جمال کا مکان مشہور ہے۔ ایک روز شاہ جمال، فخر الدین کے گھر آئے اور فخر الدین سے فرمایا کہ اپنے عیال و اطفال اور سب اسباب باہر لا۔ چنانچہ فخر الدین نے تعمیل حکم کی۔ جب کچھ چیز اس میں نہ رہی، وہ مکان گر پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ میں صرف تیری جان و مال کی حفاظت کے لیے آیا تھا۔ الحمد للہ کہ تو نے اس بلا سے خلاصی پائی۔ ایک روز آپ اپنے اس حجرہ میں کہ تاحال نزد مزار موجود ہے، بعبادت مشغول تھے، یہ حجرہ وہ ہے کہ آپ اس میں بند ہو کر چلہ کیا کرتے تھے اور بعد چلہ کے تمام دروازہ حجرہ کا کھولا کرتے تھے اب کی بار در حجرہ کھول کر چاہتے تھے کہ آپ کو باہر لائیں۔ حاضرین کے کان میں ایک آواز پہنچی کہ اب تک جو ہونا تھا وہ ہوا۔ میری قبر اوپر اس حجرہ کے تعمیر کرو، یہ میرا مدفن ہے۔ اس روز سے نشان قبر کا اوپر حجرہ کے بنوا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۴ ربیع الثانی ۱۰۴۹ھ میں ہوا۔ مگر جسم مبارک کو کسی نے نہ دیکھا کہ کیونکر زمین میں سمایا، کیا ہوا، حجرہ خالی تھا، کن لوگوں نے مدفون کیا۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے دفن کیا۔ آپ کی وفات کے تیس برس بعد بروز عرس بعد تقسیم کھانے کے ایک قلندر دریدہ دہن آیا۔ صاحب سجادہ نے دو روٹی اس کو دیں۔ اس نے کہا کہ مزار شاہ جمال کا عجب حال ہے کہ روٹی بے کفن میسر ہوتی ہے۔ صاحبِ سجادہ نے کہا کہ اگر تیری یہی مرضی ہے تو تجھ کو کفن اسی جگہ ملے گا۔ چنانچہ اس کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا اور مر گیا۔ قبر اس قلندر کی قریب خانقاہ کے عبرت گاہِ خلق ہے۔

ذکر حضرت سید محمود شاہ نور بخاری قدس سرہ

آپ پسر پنجم شاہ محمد عثمان لاہوری کے تھے اور فقر و تجرید میں شانِ عالی رکھتے تھے۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے بے نیاز طالبانِ حق سے متوجہ اور طالبانِ غیر حق سے متنفر تھے۔ آپ کی دعا دردمندوں کے حق میں مثل اکسیر تھی۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کی خاک کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈالے گا، اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیگا۔ چنانچہ اہل لاہور آپ کے مزار سے سنگریزے لے کر بیماروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۳ھ میں ہوئی۔ مزار موضع محمود بوٹی میں ہے کہ آپ کے نام پر مشہور ہے۔ آپ کو بعض فقرا خاندان قادریہ سے تصور کرتے ہیں۔

ذکر حضرت مولانا حیدر کشمیری نقشبندی سہروردی قدس سرہ

آپ مرید خواجہ عبداللہ احراری کے تھے، ایک روز خواجہ سے عرض کی کہ میری چار لڑکیاں ہیں، لڑکا نہیں ہے۔ مجھے بہت رنج ہے۔ خواجہ نے ان کے حق میں دعا کی۔ بعد نو مہینے کے مولانا حیدر پیدا ہوئے۔ یہ ولی مادر زاد تھے۔ سات برس کی عمر میں حافظ قرآن مجید ہوئے، گیارہ برس کی عمر میں حدیث و فقہ سے ماہر ہوئے۔ پابند سنت بہت تھے۔ پہلے خاندان نقشبندیہ میں اپنے والد کے مرید ہوئے، ان کے انتقال کے بعد دہلی میں تکمیل دین کی اور صاحب فتوٰی ہو کر کشمیر میں آکر سلسلہ سہروردیہ میں بابا نقیب الدین کے مرید ہو کر تکمیل کی۔ تین بار حاکم کشمیر نے آپ کو قاضی بنانا چاہا، آپ نے منظور نہ کیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۷ھ میں بمقام کشمیر ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی پنجابی قدس سرہ

آپ مرید سید ناصر مست کے وہ مرید شاہ مونگا کے، وہ مرید شاہ کبیر کے وہ مرید شیخ شہر اللہ کے، وہ مرید شیخ یوسف کے، وہ مرید پیر برہان الدین کے، وہ مرید صدر الدین کے، وہ مرید بدر الدین کے وہ مرید اسمٰعیل قریشی کے۔ وہ مرید شاہ صدر الدین راجن قتال کے، وہ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح

ملتانی کے، وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے، وہ مرید شیخ بہاؤ الدین ملتانی کے، لکھا ہے کہ آپ اولاد سے بہلول لودھی کی تھے اور خاندان چشتیہ سے بھی فیض یاب تھے، خوردہ سالی میں ان کے مادر اور پدر نے انتقال کیا۔ بعض بدمعاشوں نے آپ کو ایک ہندو کے ہاتھ بیچا۔ آپ ہمیشہ اپنے مالک کی خدمات بجالا کر اس کو خوش رکھتے تھے، ایک روز اس نے آپ کو آزاد کیا، اتفاقاً آپ سیالکوٹ میں آکر سید ناثر مست کے مرید ہو کر چند مدت ان کی خدمت میں رہے۔ جب شیخ کا وقت قریب پہنچا، شیخ نے اپنے دوسرے مرید کو بلایا اس کا نام بھی دولہ تھا، وہ موجود نہ تھا، آپ گئے، شیخ نے فرمایا کہ تیری ضرورت نہیں، آپ واپس آئے، شیخ نے پھر دولہ کہہ کر آواز دی، وہ حاضر نہ تھا شیخ دولہ ہی حاضر ہوئے، شیخ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ "ہر کرا مولا بدہد شاہ دولہ گردد" تمام نعمت معرفتِ الٰہی ان کو دے کر انتقال کیا، بعد اس کے شاہ دولہ کو ایک مدت جذب اور سکر رہا، مست جام وحدت رہے۔ جنگلوں میں شیر اور پلنگوں سے محبت رکھتے تھے۔ بعد مدت کے جب ہوش میں آئے، باب فتوحات ظاہری اور باطنی کھلا ہزاروں کرامات اور خوارق ظاہر ہوئے۔ ہزاروں آدمی آپ کی خدمت میں مرادیں لے کر جاتے اور حسب دلخواہ اپنی مرادیں پاتے اور ہر روز اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے عطا کرتا۔ آپ ہر روز مساکین کو تقسیم فرماتے اور اکثر جگہ عمارات عالی، چاہ و مسافر خانہ پُل و مساجد تیار کرائے کہ اب تک گجرات اور سیالکوٹ میں موجود ہیں اور جائے تعجب ہے کہ وحوش و طیور، درندے اور گزندے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ سرکار حضرت کی مثل بادشاہوں کے تھی۔ ہر وقت شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے اور شادی نہ کی، مجرد رہے۔ آپ کے زمانہ میں اس قدر فتوح ظاہری اور باطنی دوسرے کو نہ تھا اور جو کچھ زبان سے نکلتا تھا تیر بہدف تھا، آپ کی مجلس کسی وقت سماع سے خالی نہ رہتی تھی۔ آپ کو وجد ہوتا تھا، اگر کسی کے واسطے دعائے فرزند کرتے اس سے اقرار فرما لیتے تھے کہ جو پہلا لڑکا ہوگا وہ میری نذر، تجھ کو اللہ اور دے گا اور پہلا لڑکا جو ہوگا، اس کی چند علامات ہوں گی، کوتاہ سر گنگ، مسلوب الحواس، چنانچہ پہلا لڑکا

اس قسم کا ہوتا اور اس کے والدین بخوشی نذر کرتے تھے۔ اسی طرح سینکڑوں لڑکے آپ کی خدمت میں آتے جو دولا شاہی چوہے مشہور تھے۔ چنانچہ یہ کرامت ہنوز آپ کے مزار سے جاری ہے۔ جو کوئی آپ کے مزار پر آتا ہے۔ خواستگاری اولاد کرتا ہے، اس کے گھر جو پہلا لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ اس شکل کا ہوتا ہے۔ ایک بار دشمنانِ درویشاں نے آپ کی ایذا رسانی کے لیے ایک محضر تیار کیا اور شاہ جہان بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا چونکہ شاہجہان محرم اسرار درویشان، اس پر کاربند نہ ہوا، حضرت کے ساتھ عقیدت بدستور رہی۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۵ھ میں ہوئی، مزار آپ کا گجرات پنجاب میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ جان سہروردی لاہوری قدس سرہٗ

آپ فاضل اور جامع الکمالات تھے۔ لاہور سے باہر ایک مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور مرید شیخ اسمٰعیل مدرس کے تھے۔ مگر کسی سے کچھ نہ لیتے تھے، بوجہ حلال ایام گزاری کرتے تھے۔ ایک بار ان کے پیر نے ان سے پوچھا کہ گذر کیونکر ہوتی ہے۔ عرض کیا بہر حال شکر ہے۔ بآرام تمام بسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معلوم کرایا ہے کہ واسطے قوت لایموت کے چکی پیسا کروں۔ ان کے مرشد نے ازراہ عنایت ایک تعویذ عطا کیا اور فرمایا کہ اس کو اپنے گھر میں رکھ حب نعمت دنیا سے سیر ہو جائے، مجھ کو واپس دیجیے۔ انھوں نے اس تعویذ کو لے کر اپنے گھر میں رکھا، اس قدر فتوح ہوا کہ تین روز میں بہت کچھ جمع ہوگیا، آپ نے شکر نعمت الہٰی بجا لا کر وہ تعویذ پیر کو دیا اور عرض کیا کہ میں مستغنی ہوا۔ مگر مجھ کو اس تعویذ کی اجازت ہو تاکہ اوروں کو نفع پہنچے۔ چنانچہ وہ تعویذ آج تک آپ کے صاحب سجادہ کے عمل میں ہے وہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ ۵ ۵ ۵ ۵ لے لے مععمد

۶	۸
۲	۵۶

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ بوجہ تنگدستی کے میں بہت پریشان ہوں۔ میرے واسطے دعا فرمائیے، آپ نے ارشاد کیا کہ بعد ہر نماز کے رو بقبلہ ہو کر سو بار سبحان اللہ پڑھا کر، ایک ہفتہ کے بعد پھر مجھ سے ملنا۔ چنانچہ اسی ہفتہ میں تنگدستی اس کی دور ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ اب میں بہت خوش ہوں۔

آپ نے فرمایا ایک ہفتہ اور پڑھ ۔ پھر اس نے آکر کہا کہ اب میں دنیا سے بالکل مستغنی ہوا اب میں چاہتا ہوں کہ مال عقبیٰ جمع کروں ۔ چنانچہ تارک الدنیا ہو کر مرید ہوا ۔ اور کمالات ظاہری و باطنی سے فائز ہوا ۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۲ھ میں ہوئی ۔ مزار آپ کا بیرون شہر لاہور متصل مسجد قصاب خانہ قدیم کے ہے ۔

ذکر حضرت شیخ محمد اسمٰعیل مدرس میاں کلاں قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالکریم کے ، وہ مرید مخدوم طیب کے ، وہ مرید مخدوم برہان الدین کے وہ مرید مخدوم چین کے ، وہ مرید شیخ سیلون کے وہ مرید شیخ حسام الدین متقی ملتانی کے وہ مرید سید شاہ عالم کے ۔ وہ مرید سید برہان الدین کے ، وہ مرید سید ناصر الدین محمود کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے کہ بیٹے عبداللہ قوم کمبوکھر ساکن موضع چنیہ لب دریائے چناب کے تھے ۔ لکھا ہے کہ ۹۹۹ھ میں پیدا ہوئے ، بعد سنِ تمیز شیخ عبدالکریم کی خدمت میں حاضر ہو کر آٹا پیسنے پر مامور ہوئے ۔ ایک روز وقت پر آٹا نہ پہنچا ، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ اسمٰعیل اپنے حجرہ میں مشغول بہ حق ہیں اور چکی خود بخود پھر رہی ہے یہ حال ان کے پیر سے عرض کیا ، انھوں نے خود آکر دیکھا ، ان کو مطلق خبر نہ تھی ۔ واپس چلے گئے جب شیخ اسمٰعیل کو ہوش آیا آٹا جمع کر کے لنگر خانہ میں پہنچایا ، ان کے پیر نے کہا کہ آج سے آٹا پیسنا تیرا موقوف کیا ۔

نقل ہے کہ بعد حصول علم باطنی شیخ سے دس کوس کے فاصلہ پر کنارہ چناب پر درخت شیشم کے نیچے قیام کیا ۔ کئی مہینے میں کئی سو آدمی آپ کی خدمت میں آکر باکمال ہوئے بعدہٗ ۴۵ برس کی عمر میں لاہور میں بہ محلہ مغل پورہ آکر تعلیم و تلقین میں مصروف ہوئے ۔ ایک جائے قیام مخدوم علی ہجویری گنج بخش پر کیا ، تمام اہل اسلام رجوع لائے ، ایک مسجد پرانی اس محلہ کے نزدیک تھی اور ایک ہنود فقیر کہ صاحبِ کشف تھا ، اس مسجد میں رہتا تھا ، کوئی مسلمان اس کو نکال نہ سکتا تھا ، ایک روز یہ اس جوگی کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ عبادتگاہِ مسلمانان ہے ۔ تم کو یہاں رہنا حرام ہے ۔ میں یہاں رہونگا

تم یہاں سے چلے جاؤ اس نے انکار کیا، آپ نے جھڑکا، اس جوگی نے کہا، اگر میں جاؤں گا تو مسجد میرے ساتھ جائے گی۔ چنانچہ اس نے قدم مسجد سے باہر رکھا کہ مسجد جنبش میں آئی۔ قریب تھا کہ جوگی کے پیچھے چلے کہ آپ نے ایک عصا دیوار مسجد پر مار کر فرمایا کہ ساکن رہ، وہ اسی وقت ٹھہر گئی۔ جوگی نے یہ کرامات دیکھ کر آپ سے عذر تقصیر چاہا اور کسی طرف کو چلا گیا۔ اس مسجد میں آپ درس قرآن فرماتے لگے۔ چنانچہ اس مسجد میں اب تک درس قرآن ہوتا ہے۔ آپ ہمیشہ خود قرآن پڑھایا کرتے تھے اور شاگرد مہینوں میں حافظ ہوتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے عرض کیا کہ میری بیوی حافظ قرآن ہے اور میں اُمی ہوں۔ محض اس لیے مجھ کو اپنی قربت سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ تیری قربت سے بے ادبی قرآن کی میرے دل میں متصور ہے۔ میں آپ سے ملتجی ہوں کہ میرے واسطے دعا کیجیے کہ میں بھی حافظ ہو جاؤں، آپ نے فرمایا کہ اگر چھ مہینے میرے پاس رہے تو حافظ ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر وہ رویا اور عرض کیا کہ مجھ کو اپنی زوجہ کی جدائی ایک دم کی بھی شاق ہے چھ مہینے کیونکر گزریں گے۔ یہ سن کر از راہ رحم فرمایا کہ وقت سلام نماز صبح کے میری داہنی طرف آ نیو، انشاء اللہ تیرا مقصد حاصل ہوگا۔ چنانچہ وہ حسب فرمودہ جناب عمل میں لایا، اسی وقت نظر پڑتے ہی حافظ ہو گیا۔ بلکہ جتنے آدمی راست میں اُمی تھے سب حافظ ہوئے یہ شخص مرید ہوا، آپ بار بار اپنی زبان سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ فیضِ قرآن بعد مرنے کے میری قبر کی خاک سے جاری رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حافظ الٰہی بخش آپ کے خلیفہ کہ جسم سے بہت فربہ تھے اور پستان بہت کلاں تھیں، جب مرید ہونے آئے آپ نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا کہ حافظ الٰہی بخش شیر دار ہے۔ یہ فرماتے ہی ان کی پستان شیر دار ہو گئیں اور اسی خطاب سے منسوب رہے۔ چنانچہ ایک گاؤں حافظ صاحب کے نام پر موضع لویرہ آباد ہے۔ لویرہ پنجابی میں شیر دار کو کہتے ہیں۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں شیخ محمد صالح برادر ہم جد حضرت میاں جان محمد لاہوری و جان محمد ثانی و شیخ محمد ہاشم و شیخ عبدالحمید و عبدالکریم قصوری و اخوند محمد عثمان و محمد عمر و امانت خان و حافظ

عبداللہ و حافظ محمد فاضل و حافظ الٰہ بخش لویرہ و حافظ محمد حسین ، و حافظ فتح محمود ، مولوی تیمور لاہوری ۔ وفات حضرت کی ۵ رشوال ۱۰۸۵ھ میں ہوئی ۔ مزار لاہور میں مشہور و معروف ہے ۔

ذکر حضرت شیخ حسن لالو کشمیری قدس سرہ

آپ مرید سید جلال الدین بخاری دہلوی کے تھے اور شیخ حمزہ کشمیری اور بابا نصیب الدین سے بھی فیض حاصل کیا ۔ تفرید اور تجرید کے ساتھ ایام گزاری کی ۔ تمام عمر عبادت حق میں مصروف رہ کر ۱۰۹۹ھ میں وفات پائی ۔

ذکر حضرت شیخ بہرام کشمیری قدس سرہ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے ۔ ترک تجارت کر کے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۔ اور بوجہ زہد کے اس قدر ضعیف تھے کہ سوائے پوست اور استخوان کے گوشت کا نام نہ تھا ، اظہار کرامات سے پرہیز کرتے تھے ۔ ہمیشہ سرد پانی سے وضو کرتے تھے ، آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے مکان میں ایسا چشمہ جاری فرمایا کہ جاڑے میں اس کا پانی گرم اور گرمی میں سرد رہا کرتا تھا ، لکھا ہے کہ شیخ مراد آپ سے ملنے آئے اور راستہ میں خیال کیا کہ اگر حاجی بہرام میرے واسطے کھانا موجود کرے تو ہم دونوں ساتھ کھائیں ۔ بعید ان کی کرامات سے نہیں ہے ۔ جب یہ پاس پہنچے ، آپ نے کھانا طلب کیا اور دونوں بزرگوں نے ساتھ کھانا شروع کیا اس وقت آپ نے تبسم کناں فرمایا کہ آج کیا اچھا دن ہے کہ تمہاری حسب دلخواہ کھانا ہے اور میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں ۔ وفات حضرت کی ۱۱۰۱ھ میں ہوئی ۔ مزار خطہ کشمیر میں ہے ۔

ذکر حضرت شیخ یعقوب کشمیری قدس سرہ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے ۔ چندے عبادت میں رہے ۔ بعدہٗ مست الفت ہو کر ایسے مستغرق ہوئے کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے ، ایک بار آپ کسی پہاڑ کی کھوہ میں پڑے تھے ڈیڑھ مہینہ بے خور و خواب رہے ۔ ایک شب کسی

زمیندار کے ہاں تشریف لائے۔ رات زیادہ جا چکی تھی، دروازہ کسی نے نہ کھولا، صبح تک برف میں پڑے رہے۔ مگر جب برف آپ پر پڑتی تھی، حرارت عشق سے وہ مضرت نہ کر سکتی تھی۔ مستی و مدہوشی یہاں تک ہو گئی تھی کہ پاؤں میں گھونگرو باندھ کر سر پر پر مرغ رکھ کر ناچتے پھرا کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۰۶ھ میں ہوئی، مزار اسلام آباد کے قریب ہے۔

ذکر حضرت سیّد زندہ علی بن سیّد عبدالرحیم بن شفیع الدّین بن میراں شاہ موج دریا قدس سرّہٗ

آپ مرید اپنے والد کے تھے نہایت متقی و بابرکت تھے کہ جہاں آپ کے والد کا مزار ہے وہاں کے کنوؤں کا پانی نہایت تلخ تھا اس کے نواح کے رہنے والوں نے حاضر ہو کر برائے آب شیریں التجا کی، آپ نے فرمایا کہ نئے کنویں کھودو، پانی شیریں نکلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۱ھ میں ہوئی، مزار آپ کا باہر روضہ موج دریا کے ہے۔

ذکر شیخ عبدالرحیم کشمیری قدس سرّہٗ

آپ مرید میاں میر لاہوری کے تھے ہمراہ حضرت ملا شاہ قادری کے کشمیر میں آئے تھے۔ وہاں دل لگی ہوئی، شب و روز تعلیم و تلقین میں مصروف رہتے تھے اپنے کمال کو چھپاتے تھے، بعدہٗ شیخ نصیب الدین سے سلسلہ سہروردیہ میں اور خواجہ نظام الدین نقشبندی سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت پائی اور ہر سلسلہ میں مرید فرماتے تھے جو طالبِ دنیا جاتا خالی ہاتھ نہ آتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیاداروں کو اعانت ملے گی، تو ان کو اولیاء سے محبت ہوگی، آخر راہِ راست پر آ کر معرفت نصیب ہوگی آپ ۲۹ سال کشمیر میں رہ کر بعارضہ فالج مبتلا ہو کر ۱۱۱۵ھ میں انتقال فرما گئے، مزار آپ کا آستانہ خواجہ حیدرالدین معمار میں ہے۔

ذکر حضرت بابا عبداللہ قدس سرّہٗ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے چند روز میں سلوک کو طے کر کے ہزاروں آدمیوں کو مسلمان فرمایا۔ سینکڑوں باکمال ہوئے۔ آپ کو عمارت سے بہت شوق تھا۔

مساجد اور پل اور مسافر خانہ اکثر تعمیر کرائے۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جان محمد لاہوری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اسماعیل میاں لاہوری کلاں کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ عصر اور لاہور میں بہ محلہ پرویز آباد کر شہر سے باہر ہے مقیم تھے۔ لڑکپن میں شیخ عبدالحمید خلیفہ شیخ اسماعیل سے تحصیل علوم ظاہری کیا تھا اور بعد انتقال کے، قیام گاہ پر دفن ہوئے۔ اسی شب کو خادم کو بشارت دی کہ میری نعش کو یہاں سے نکال کر میاں کلاں کے مزار کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حامد قاری قدس سرہٗ

آپ عالم علم شریعت و طریقت و ماہر قرأت تھے۔ لاہور میں طلبا کو درس دیتے تھے اور مرید مولوی تیمور لاہوری کے تھے اور اپنے وقت میں استادِ زمانہ اور مرجع خلائق تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ کرم شاہ قریشی قدس سرہٗ

آپ مرید شاہ ابوالفتح اپنے والد کے تھے۔ مثل اپنے آبائے کرام کے ہدایتِ خلق میں مصروف رہے۔ آغاز عملداری سکھوں میں معہ اہل و عیال لکھنؤ میں آکر پاس شیخ نورالحسن قریشی کہ ان کے ہمادری تھے۔ چندے مقیم رہے۔ بعدہٗ شاہجہانپور میں آتے تھے کہ راستہ میں قزاقوں نے ۱۲۱۰ھ میں شہید کیا۔

ذکر حضرت شیخ سکندر شاہ بن کرم شاہ قدس سرہٗ

آپ درویش صاحب حال وقال اور شاعر بھی تھے۔ اور بہدایت اپنے والد کے ہدایتِ خلق میں مصروف رہ کر لاہور میں آکر ۱۲۱۴ھ میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ مراد بن شیخ کرم شاہ قدس سرہٗ

آپ نہایت عابد و زاہد تھے اور شاعر

بھی تھے، آپ کا جو کلام ہے ۔ معرفت اور سلوک میں ہے ۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۵ھ میں ہوئی مزار موضع ملک مردان کھوکھرہ میں ہے ۔

ذکر حضرت شیخ قلندر شاہ قریشی حارثی ہنکاری بن شیخ کرم شاہ قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد کے تھے اور دوسرے مشائخین سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ سلسلہ چشتیہ میں مرید شیخ بدرالدین صابری کے اور باقی سلسلوں میں شیخ اجل الہ آبادی سے اجازت یافتہ تھے ۔ پہلے آپ ایک بار موضع مہی علاقہ لاہور میں تشریف لے گئے وہاں کے زمیندار آپ کی خدمت میں آئے اور واسطے نزول باران رحمت کے دعا چاہی ۔ آپ نے چار مریدوں کو فرمایا کہ جنگل میں جا کر ذکر کلمہ لاالہ الااللہ جس قدر ہو سکے کرو ، انشاء اللہ بارش ہوگی ۔ وہ چاروں بحکم حضرت جنگل میں جاکر ذکر کرنے لگے ۔ تین گھڑی کے بعد ابر آیا اور ایسی بارش ہوئی کہ تمام جنگل سیراب و شاداب ہو گئے ، اذکار قلندری میں تحریر ہے کہ آپ مع درویشوں کے موضع سانده میں جاکر سید افضل شاہ کے مکان پر مقیم ہوئے سید نے ماحضر موجود کیا ۔ اس وقت اور بھی بہت سے مرید حضرت کے آ گئے ۔ سید حیران ہوا کہ اب کیا کروں ۔ آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ سید جانئے فکر نہیں جو کچھ ہے لاؤ ، سوچا کہ شاید تھوڑا تھوڑا کھائیں گے ، آپ اٹھے اور اپنی چادر ڈھانپ دی اور کھانا تقسیم کرنا شروع کیا ۔ چنانچہ کل حاضرین سیر ہوئے اور جس قدر کھانا آیا تھا وہ جوں کا توں موجود رہا ۔ وفات حضرت کی ۲۶ رمضان ۱۲۴۸ھ میں ہوئی ۔

ذکر سائیں پوٹن شاہ صاحب سدا سہاگ

آپ دہلی میں بمقام پہاڑ گنج رہتے تھے ، باکمال تھے حضرت ظل سبحانی کو آپ سے انس تھا ۔ میاں لنگا شاہ سہروردی کے مرید تھے ان کا طریق ملامتیہ تھا ۔ دکاکین قصاب سے چھیچھڑے مانگ کر ان کو ہانڈی میں پکاتے جب کسی کے کھانے کو نکالتے اس میں سے بریانی نکلتی تھی آپ دہلی میں چوراہا قدم شریف

میں رہتے تھے، کسی شخص نے اپنی دختر سے ان کا نکاح کر دیا اس کو ان کی کیفیت اچھی طرح معلوم نہ تھی۔ جب اس کو ان کا اچھی طرح حال معلوم ہوا، انھیں اپنے گھر آنے سے منع کیا۔ بعض کا قول ہے کہ وقت نکاح کے کسی نے کہا کہ یہ چیتھڑے مانگ کر گذارہ کرتا ہے اور دیوانہ ہے اس کو نکال دو۔ الغرض آپ کو اور جو لوگ آپ کے ہمراہ نکاح کرنے گئے تھے، سب کو بیٹی والے نے اپنے گھر سے نکال دیا، شب تو گزر گئی، صبح وہ لڑکی جس سے نکاح ہوا تھا اپنے گھر سے نکلی اور آپ کے پاس قدم شریف میں جا بیٹھی۔ ہر چند اس کے وارثوں نے سمجھایا وہ نہ مانی، آپ کی ہی خدمت میں رہی اور بہت شکیلہ تھی، آپ کا بستر سر راہ تھا۔ مگر جو شخص اس پاکدامن کو بد نظر سے دیکھتا نابینا ہو جاتا، وہ بی بی بہت روز بعد انتقال آپ کے زندہ رہی۔

ذکر حضرت خواجہ نجم الدین ہمدانی دہلوی معروف بہ خواجہ شاہ فدا حسین قدس سرہٗ

آپ کامل اولیائے متاخرین دہلی سے گزرے ہیں، عجائب وغرائب احوال، مرتبہ بلند و کرامات ارجمند رکھتے تھے۔ آپ امیر زادے تھے۔ آپ کے برادر اکبر ثانی کے وزیر تھے جب جذبۂ الٰہی دامنگیر ہوا، ترک امارت کر کے ترک و تجرید فقر اور فاقہ اختیار کیا اور سلسلہ سہروردیہ میں مولانا حنیف شاہ مظفر حسین رسول شاہی کے مرید ہو کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کر کے دہلی میں مامور ہوئے۔ جو زبان سے خیر و شر نکلتا تھا فوراً ظہور ہوتا تھا، سلسلہ رسول شاہی کو ذات بابرکات سے بہت کچھ رفعت ہوئی ہزاروں فقیر آپ کے ہندوستان اور دیگر ممالک میں ہیں، آپ کے خلفاء سے کئی بزرگ باکمال ہوئے ہیں۔ ملک دکن میں اب بھی آپ کے ایک خلیفہ بڑی عمر کے موجود ہیں یعنی شاہ فدا حسین مرید مولانا حنیف شاہ مظفر حسین کے، وہ مرید سید رسول شاہ پوری کے کہ بانی طریق رسول شاہی تھے، سید رسول شاہ نے اوائل میں صفائی باطن میں بہت کوشش کی۔ پھر یہاں تک ترک بڑھا کر اپنی ہستی کو نابود کر کے فنا فی اللہ ہو گئے تھے ہر وقت

شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے، کرامت ان کی ظاہر ہے کہ مولانا حنیف سا شاہباز اور شاہ فدا حسین سا شیر بیشہ معرفت ان کی زیر تعلیم رہے اور ڈاڑھی مونچھ وغیرہ کا منڈانا جو آپ کے سلسلہ میں ہے یہ اسرار درویشی ہے اس کو وہ جانیں جو آپ کے ہم پلہ ہوں۔ دوسرا امر یہ ہے کہ اکثر بزرگوں نے واسطے پردے کے طریقہ ملامتیہ اختیار کر لیا ہے اس پیرایہ میں حضرت کا منشا بھی شاید اسی طرح ہو، واللہ اعلم۔ الغرض سید رسول شاہ مرید شاہ نعمت اللہ ولی کے، وہ مرید شاہ داؤد کے، وہ مرید شاہ سخی حبیب اللہ کے وہ مرید شاہ اسمٰعیل کے وہ مرید شاہ مرتضیٰ آنند کے وہ مرید شاہ سجن گوشہ نشین کے وہ مرید شاہ محمد گوشہ نشین کے، وہ مرید خواجہ اسحٰق کے وہ مرید شاہ داؤد قریشی کے وہ مرید شاہ راجن قتال کے، وہ مرید مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے۔

ذکر حضرت خاکی شاہ قدس سرہ

آپ شہر سرونج میں مولا علی کے پہاڑ پر رہتے تھے، صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں۔ ایک بار نواب وزیر اللہ ریاست ٹونک سرونج میں پہنچے انھوں نے سنا کہ خاکی شاہ ڈاڑھی مونچھ منڈاتا اور شراب پیتا ہے، نواب آپ کی تادیب کا قصد کر کے آپ کے پاس گئے اور کسی حیلہ سے آپ کے حجرے کی تلاشی کی جتنے ٹین شراب کے تھے، سب میں سے دودھ بہت شیریں تازہ دوہا ہوا نکلا، ایک برہمن زمیندار آپ کو اپنے گاؤں میں لے گیا آپ نے شراب طلب کی، شراب آئی، بعد نوش کرنے شراب کے کباب طلب کیے اس پر اس نے انکار کیا، آخر اس کے گھر سے گاجریں ابلی ہوئی آئیں۔ جب ان کو حضرت کے روبرو لا کر کھولا تو دیکھا کہ اس میں کباب تھے، یہ کرامت دیکھ کر بعجز پیش آیا اور بخوف اپنے غم کے رویا آپ نے ازراہ رحم فرمایا کہ اس کو ڈھانک دے، بعد تھوڑی دیر کے پھر جو دیکھا تو وہی گاجریں تھیں۔ نقل ہے کہ جب آپ مرض موت میں بیمار ہوئے اس قدر دست جاری تھے کہ چارپائی کاٹ دی تھی، صاحبزادہ غلام قادر خاں جاگیر دار جانولی آپ کو اپنے مکان پر لائے، دو تین روز کے بعد وہاں انتقال کیا، بعد غسل کے کفن ولایتی کپڑے کا پہنایا، آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ تو تو محرم اسرار ہے یہ کیا کیا، اس کفن سے خدا کے سامنے مجھ کو شرمندگی ہوگی۔ تین روز

صحیح وسالم رہے، چوتھے روز فرمایا کہ صاحبزادہ کل امورات و درجات میں نے تجھ کو دکھائے اور بتا دیئے تھے مگر یہ دکھانا باقی تھا کہ فقیر مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں اور خود اپنا کفن پارچہ ہندی سے تیار کرایا اور پلنگ پر دراز ہو کر جان بحق تسلیم کی اور سرہند میں مدفون ہوئے۔ (سلسلہ قادریہ ختم ہوا)

ذکر مجذوبِ بیدار ربانی حضرت سرمد شہید کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ وطن سے فرنگستانی یا ارمنی تھے بعض کاشانی بتاتے ہیں جو صحیح ہے اوائل عمر میں ہی فیضان الٰہی نے آپکو منتخب کر کے نور اسلام کی جانب ہدایت کی چنانچہ آپ مشرف باسلام ہوئے خاندانی نام کا پتہ نہیں چلتا، صرف سرمد کے نام سے آجتک مشہور ہیں۔ آپ کو علم وفضل وعزیمت میں کمال حاصل تھا ایران سے تجارتی مال لے کر ہندوستان وارد ہوئے تھے اور ٹھٹھ میں ایک ہندو بچہ پر عاشق ہو کر عشق مجازی ابناوہ سبق شروع کیا جس نے ایک دن مرتبہ اعلیٰ پر پہنچ کر حقیقت کی اس سر بفلک چوٹی کو زیر قدم دکھایا جس کیلئے بہتیرے روشن ضمیر عمریں گزار دیتے ہیں۔ ہندو بھٹ کو اس واقعہ کی وجہ سے خوش نصیب سمجھنا چاہیئے کیونکہ مراۃ الخیال کی قدامت اس کے صحیح ہونے کی مؤید ہے۔ عشق مجازی میں پھنس کر بجائے اسکے کہ تجارت کے مال میں آپ کو نفع ہوتا، سودا ہوا اور آپ کل مال تجارت غارت کر کر بارچہ پوشیدگی کے بوجھ سے بھی ہلکے ہو گئے اور جذبہ عشق کے ماتحت ریگستانوں کی جلتی ہوئی زمین اور سرسبز وشاداب مقامات کا لطف حالت عریانی میں برداشت کرتے ہوئے شاہجہان آباد میں اس وقت پہنچے جبکہ یہاں داراشکوہ جیسا فقیر دوست اور عقیدتمند شہزادہ حقیقی دیوانوں اور مجذوبوں کی آؤ بھگت کر کر خدمت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ داراشکوہ نے آپکو ہاتھوں ہاتھ لیا اور آپ صحبت حقیقت کے رکن ہو گئے۔ اور یہ صحبت اس وقت پراگندہ ہوئی جب داراشکوہ دنیاوی دست برد اور خانگی کشمکش سے عاجز آکر دہلی سے بھاگا، داراشکوہ کے ہمراہ اس کے بہت سے ہوشیار ہم صحبت بھی بھاگ گئے مگر آپ ایسے بیہوش تھے کہ بھاگنے اور بیٹھے رہنے میں بھی تمیز نہ تھی روح نور حقیقت کی شمع کے گرد مثل پروانہ چکر لگا رہی تھی مگر جسم خاکی شاہجہان آباد کی فصیل میں تھا۔ جب یاران صداقت کی صحبت چھوٹ گئی تو آپ شاہد و منبع توحید میں کلام فرمانے لگے چنانچہ ایک روز آپنے یہ رباعی فرمائی سے

ہر کس کہ در حقیقتش باور شد ✽ او پہن تر از سپہر پہناور شد

ملا گوید کہ بر فلک شد احمد ٭ سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

مفتیان و قاضیانِ وقت کے کان کھڑے ہوئے اور قضیہ کو دربار عالمگیری میں پیش کر دیا۔ عالمگیر نے ملا قوی قاضی القضاۃ کو حکم دیا، وہ آپ کے پاس پہنچے، جواب ملا ؎

خوش بالائے کرد چنیں پست مرا ٭ چشمے بدو جام بردہ از دست مرا

او در بغل من است و من در طلبش ٭ دزدے عجبے برہنہ کردہ است مرا

ملا صاحب اس جواب سے اور برہم ہو گئے اور عالمگیر سے شکایت کی۔ بالآخر ایک عام مجلس میں سرمد کو بلا کر عالمگیر نے دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم نے دارا شکوہ کو مژدۂ سلطنت دیا تھا آپ نے کہا ہاں اور وہ مژدہ درست نکلا کیونکہ اسے ابدی سلطنت کی تاجپوشی نصیب ہوئی، علماء نے دریافت کیا کیا یہ برہنگی شرع کے خلاف نہیں ہے؛ آپ نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ علماء نے چاہا، مگر عالمگیر نے کہا محض برہنگی وجہ قتل نہیں ہو سکتی، اس سے کہو کہ کلمہ طیبہ پڑھے علماء کی درخواست پر آپ نے اپنی مشہور عادت کے بموجب صرف لا الٰہ فرمایا اور کہا کہ ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا۔ اگلا لفظ زبان پر کیونکر آئے، غرضیکہ فتویٰ قتل صادر ہوا اور دوسرے روز جب آپ کو قتل کرنے کے لیے جلاد روانہ ہوئے، ہزارہا لوگ سراسیمہ ہو کر مسجد کی جانب چلے، ہجوم اس قدر ہو گیا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی اس وقت آپ مسجد کے جنوبی کنارے پر بیٹھے تھے۔ جب جلاد سامنے آئے، آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔ فدائے تو شوم بیا بیا کہ بہر صورتی می آئی من ترا خوب می شناسم، اور یہ شعر پڑھ کر مردانہ وار سر تلوار کے نیچے رکھ دیا ؎

شورے شد و از خوابِ عدم چشم کشودیم ٭ دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

وفات آپ کی ۱۰۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا دہلی میں جامع مسجد کے شرقی گوشہ پر مظہر شیدائے حقیقت ہے۔ واللہ اعلم۔

تمام شد کتاب شیدایانِ معرفت یعنی "تذکرہ اولیائے ہند" ہر سہ جلد